

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ
بلاشبہ یہ قرآن نہایت سیدھی راہ دکھاتا ہے

تَفْسِيرُ

هَذَا الْقُرْآنُ

ان شاء اللہ یہ تفسیر آپ کو قرآن کریم سے بہت قریب کرے گی

جلد ہشتم

تالیف

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب الکن پوری

شیخ الحدیث و صد المدرسین دارالعلوم دیوبند

ناشر

ملکت مجاز دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اب آپ کیا کریں گے؟

یہ سوال ان دوستوں کے ذہن میں ضرور کھلبلی مچائے گا جو میری کتابیں پڑھتے تو کم ہیں، مگر جب کوئی کتاب چھپتی ہے تو بے تاب ہو کر پوچھتے ہیں: اگلی کتاب / جلد کب آئے گی؟ ان سے عرض ہے کہ اب میں شروع سے تفسیر لکھونگا، اور اگر وہ کہیں کہ شروع کا حصہ حضرت مولانا محمد عثمان کاشف البہاشی رحمہ اللہ لکھ چکے ہیں تو جواب یہ ہے کہ انھوں نے تیسویں پارے کی تفسیر بھی لکھی ہے، تاہم میں نے اس کو دوبارہ لکھا ہے، کیونکہ ہر گلے رانگ و بوئے دیگر است! آپ دونوں کو مل کر پڑھیں تو فرق ظاہر ہوگا۔

ماضی میں عربی، اردو اور فارسی میں بے شمار تفسیریں لکھی گئی ہیں، اور حال میں دارالعلوم دیوبند کے دو اساتذہ نے آخری منزل کی تفسیریں لکھی ہیں، مولانا حسین احمد صاحب ہر دواری نے تدریس قرآن کے نام سے اور مولانا منزل حسین مظفر مگر نے دروس قرآن کے نام سے بہترین کام کیا ہے۔

علاوہ ازیں: حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب زید مجدہم نے آسان تفسیر کے نام سے، اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم نے آسان ترجمہ قرآن (توضیح القرآن) کے نام سے، اور حضرت مولانا سید سلمان حسینی ندوی زید مجدہم نے آخری وحی کے نام سے، اور حضرت مولانا بلال عبدالحی حسینی ندوی زید مجدہم نے آسان معانی قرآن کے نام سے کام کیا ہے، اور سب نے بہترین کام کیا ہے، امت کو ان سے خوب فائدہ پہنچ رہا ہے، ایسی صورت میں اگر ایک لنگڑا تیل بھی اس راہ پر گامزن ہو جائے تو کیا حرج ہے؟ وہ بھی قافلہ کے ساتھ منزل تک پہنچ جائے گا۔

میں نے تفسیر ہدایت القرآن دسویں پارے سے لکھنی شروع کی ہے، اس وقت میری استعداد بہت ناقص تھی، زبان بھی اچھی نہیں تھی، اب بھی قائل نہیں، مگر چالیس قبل کی بہ نسبت غنیمت ہے، اس لئے ارادہ ہے کہ تاحیات اسی خدمت میں لگا رہوں، شروع کے نو پارے ہی نہیں، پارہ چودہ تک دوبارہ لکھوں، حضرت مولانا کاشف البہاشی رحمہ اللہ کا لکھا ہوا حصہ بھی چھپتا رہے گا، وہ بھی عام لوگوں کے لئے بہت مفید ہے، اور میں جو کچھ لکھونگا وہ بھی شاید کسی کو پسند آجائے تو بیڑا کنارے لگ جائے، وما ذلک علی اللہ بعزیز! ایسا اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں!

تنبیہ (۱): میری لکھی ہوئی تفسیر میں سورتوں، آیتوں اور آیتوں کے اجزاء میں ارتباط کا خاص طور پر اہتمام کیا ہے، قارئین کرام اس کی طرف خاص طور پر توجہ فرمائیں۔

تنبیہ (۲): نص نہی کے بیانی طریقے چار ہیں: عبارت الھ، دلالت الھ، اشارت الھ اور افتضاء الھ سے استدلال کرنا، میں نے عبارت الھ پیش نظر رکھی ہے۔

فہرست مضامین

سورہ ق

مکی ومدنی سورتوں کے امتیازات:..... سورتوں کی تقسیم..... قرآن کریم کتنے دنوں میں ختم کیا جائے؟
چھوٹی سات منزلیں اور بڑی تین منزلیں:..... کن نمازوں میں کونسی سورتیں مسنون ہیں:..... سورت کا نام

- اور موضوع:..... ۲۶-۲۳
- ۲۸ منکروں کی سمجھ میں نہ بشر کی نبوت آئی نہ موت کے بعد کی زندگی
- ۳۰ مظاہر قدرت سے بعث بعد الموت پر استدلال
- ۳۳ جن اقوام نے رسولوں کو جھٹلایا وہ ہلاک ہوئیں
- ۳۶ اللہ کے علم میں سب کچھ ہے، پھر بھی مصلحت سے ریکارڈ کیا جا رہا ہے
- فرشتے جو اعمال نامے لکھتے ہیں وہ قیامت کے دن کام آئیں گے مجرموں کی محشر میں حاضری اور انصاف سے فیصلہ
- ۳۷ کافر کے ساتھ اس کا ہم زاد شیطان بھی دوزخ میں ڈالا جائے گا اور اس کی حجت بازی نہیں چلے گی، نہ بندوں پر ظلم ہوگا
- ۳۸ کفار کی تعذیب اخروی کے مقابلہ میں اہل جنت کے عیش کا ذکر
- ۴۰ منکرین مکہ کو دنیا میں بھی سزا مل سکتی ہے
- ۴۲ جو پہلی مرتبہ کائنات پیدا کر کے تھکا نہیں وہ دوسری مرتبہ کیوں تھکے گا!
- ۴۴ مسلمان ابھی تعمیر خودی میں مشغول رہیں
- ۴۵ آخری دو باتیں: ایک: منکرین بعث سے، دوسری: پیغمبر ﷺ سے

سورۃ الذاریات

- سورت کا نام اور موضوع:..... ۴۸
- ۴۸ جزاء کا وعدہ سچا ہے، اختلاف فضول ہے، اختلاف کرنے والے سزا پائیں گے
- ۵۱ پرہیزگار آخرت میں مزے میں رہیں گے
- ۵۳ فرشتوں نے قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لئے جاتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کو ذی علم بیٹے کی خوش خبر دی

- فرشتے دراصل قوم لوط علیہ السلام کی سزا دہی کے لئے اترے تھے ۵۵
- فرعون، عاد، ثمود اور قوم نوح کی تباہی میں بھی عبرت کا سامان ہے ۵۷
- قانون ازدواج (جوڑی کے قانون) سے آخرت پر استدلال ۵۸
- آخرت کے عقیدہ کے ساتھ توحید و رسالت کا اعتقاد بھی ضروری ہے ۶۱
- دین بندوں کی مصلحت کے لئے نازل کیا گیا ہے ۶۲
- اللہ کا دین قبول نہ کرنے والوں کو الٹی میٹم ۶۴

سورة الطور

- چار وعدوں کی طرح قیامت کا وعدہ بھی ضرور پورا ہوگا ۶۶
- آخرت کی تکذیب کرنے والوں کی سزا ۶۸
- آخرت میں نیک مومنین کا انجام ۷۰
- رسالت کا بیان رسول پر چار تبصرے ۷۳
- سات باتیں جو پیغمبر پر ایمان لانے سے مانع ہیں ۷۵
- منکرین نہیں مانتے تو ان کو مطلوبہ معجزہ دکھا کر قاتل کیا جائے ۷۸
- مکذبین کا علاج تو بس قیامت کے دن ہوگا ۷۸
- کفار قیامت سے پہلے بھی سزا پائیں گے ۷۹
- مسلمان اور اد میں مشغول رہیں ۷۹

سورة النجم

- رسالت کا بیان وحی متلو (قرآن کی وحی) کی درمیانی کڑیوں کی توثیق ۸۳
- توحید کا بیان صنم پرستی کی تردید ۸۸
- مشرکین کی اس صنم پرستی کی چار طرح سے تردید کی ہے: ۸۹
- اصنام پرستی کی بنیاد ہی غلط ہے ۹۰
- جو آخرت کو نہیں مانتے وہ فرشتوں کو زانی مخلوق سمجھتے ہیں ۹۰
- معاندین کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیں ۹۱
- آخرت کا بیان نیک و بد کا بدلہ دینے کے لئے دوسری دنیا ضروری ہے ۹۲

- ۹۲ نیکو کار کون لوگ ہیں؟ اور لَمَم کی تفسیر
- ۹۳ کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کی حد بندی نہیں کی گئی
- ۹۴ کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف ہوتا ہے یا نہیں؟
- ۹۴ خود ستائی مت کرو اور خوش فہمی میں مت رہو
- ۹۵ سودا بازی آخرت میں کام نہیں دے گی، بکھرے ایمان ہی سے نجات ہوگی
- ۹۷ گزشتہ صحیفوں میں متقابلات سے آخرت پر استدلال
- ۹۸ گزشتہ صحیفوں میں آخرت کی تکذیب کرنے والی قوموں کی ہلاکت کا ذکر
- ۹۹ آخری وعظمتیں

سورة القمر

- ۱۰۱ معجزہ شق القمر:
- ۱۰۳ قیامت قریب آگئی، ہوش میں آ جاؤ!
- ۱۰۵ ام ماضیہ کے واقعات جن میں عبرت کا سامان ہے پہلا واقعہ: نوح علیہ السلام کی قوم کی غرقابی کا
- ۱۰۶ قرآن کریم کا پڑھنا اور سمجھنا آسان ہے
- ۱۰۷ دوسرا واقعہ: عاد کی ہلاکت کا
- ۱۰۹ تیسرا واقعہ: ثمود کی تباہی کا
- ۱۱۱ چوتھا واقعہ: لوط علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کا
- ۱۱۲ پانچواں واقعہ: فرعونوں کی تباہی کا
- ۱۱۳ ام ماضیہ کے واقعات سنا کر مشرکین مکہ سے تین سوالات
- ۱۱۵ سزا کا اصل وقت قیامت کا دن ہے
- ۱۱۵ ہر چیز ایک انداز سے پیدا کی گئی ہے
- ۱۱۵ دنیا کی سزا عبرت کے لئے ہے، اور آخرت کی سزا کے لئے ریکارڈ تیار ہے
- ۱۱۶ بحرین کے بعد متفقین کا انجام

سورة الرحمن

زمین پر دو مکلف مخلوقات (جن و انس) ایک ساتھ بسی ہوئی ہیں اور دونوں کی روحانی اور مادی ضرورتوں کا

- ۱۲۱ اللہ نے انتظام کیا ہے
- ۱۲۲ اللہ تعالیٰ نے مکلف مخلوقات کی روحانی ضرورتوں کا سامان کیا
- ۱۲۳ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی مادی ضرورتوں کا بھی انتظام کیا
- ۱۲۵ جن و انس کی تخلیق کا مادہ ذرا مختلف ہے، مگر دونوں زمین میں ایک ساتھ آباد ہیں
- ۱۳۰ یہ دنیا ختم ہوگی، دوسری دنیا آباد ہوگی، مجرموں کو سزا ملے گی اور کوئی بدکردار بچ نہیں سکے گا
- ۱۳۶ ایماندار جن و انس کا اخروی انجام

سورة الواقعة

- ۱۴۳ قیامت کے دن انسانوں کی تین قسمیں
- ۱۴۵ سابقین پر آخرت میں انعامات
- ۱۴۸ اصحاب الیمین پر آخرت میں نوازشات
- ۱۵۱ اصحاب الشمال کی آخرت میں بد حالی
- ۱۵۳ توحید کا بیان چار کارناموں سے توحید پر استدلال
- ۱۵۷ علویات کے سفلیات پر اثرات
- ۱۵۹ کواکب کی تاثیر کی دو صورتیں
- ۱۶۰ حکومتوں اور شریعتوں کی تبدیلی میں قرانات کی تاثیر
- ۱۶۱ دلیل رسالت (قرآن کریم) کی عظمت شان کا بیان
- ۱۶۱ قرآن کریم کو بے وضوء ہاتھ لگانا جائز نہیں
- ۱۶۳ جو بویا ہے وہی کاٹے گا

سورة الحديد

- ۱۶۷ اللہ تعالیٰ کے کھنکھون و صفات
- آسمانوں اور زمین پر مشتمل کائنات اللہ ہی نے پیدا کی ہے اور اس پر کنٹرول بھی انہی کا ہے، دوسرا کوئی تدبیر
- ۱۶۹ عالم میں شریک نہیں
- ۱۷۰ کائنات کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے
- ۱۷۲ آیات پاک تلاوت کرنے سے پہلے چار باتیں سمجھ لیں:

- ۱۷۳ اللہ اور رسول پر ایمان لاؤ، اور جہاد میں مال خرچ کرو۔
- ۱۷۵ جہاد میں خرچ کرو، غنیمت اور آخرت میں بڑے مرتبے پاؤ گے۔
- ۱۷۶ قرضِ حسنہ دینے والوں کے لئے آخرت میں نور ہوگا۔
- ۱۸۰ عمل میں کوتاہ مسلمانوں کو جھجھوڑتے ہیں۔
- ۱۸۱ سخت دل نرم پڑ سکتے ہیں جیسے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔
- ۱۸۱ اللہ تعالیٰ ہر نیکی کو بڑھاتے ہیں۔
- ۱۸۲ دینی کمالات کے دو مراتب: صدیقیت اور شہادت ہر نیک مسلمان حاصل کر سکتا ہے۔
- ۱۸۳ کمالات حاصل کرنے کی راہ کاروڑا: دنیا کی مشغولیت۔
- ۱۸۶ دینی کمالات حاصل کرنے کا ذریعہ: شوقِ وطن۔
- ۱۸۸ شریعت میں اعذار کا اعتبار ہے۔
- ۱۸۸ مقدرات بندوں کی مصلحت سے ہیں۔
- ۱۸۹ اعمال سے روگردانی کرنے والے اللہ کو پسند نہیں۔
- ۱۹۰ شریعت پر عمل کے لئے ترغیب کے ساتھ ترہیب بھی ضروری ہے۔
- ۱۹۱ شریعت پر عمل کے تعلق سے بنی اسرائیل کی حالت زار۔
- ۱۹۳ اہل کتاب کو آخری پیغمبر پر ایمان لانے کی دعوت۔

سورۃ المجادلہ

- ۱۹۷ ظہار اور اس کا کفارہ۔
- ۲۰۰ حدود اللہ کی پاسداری۔
- ۲۰۱ ہر چیز اللہ کے سامنے ہے، وہ ہر سرگوشی سے واقف ہیں۔
- ۲۰۲ منافقین کو یقین ہی نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ ہر سرگوشی سنتے ہیں۔
- ۲۰۴ مسلمانوں کی سرگوشی کا موضوع: برّ تقویٰ۔
- ۲۰۴ شیطان: مسلمانوں کو دل گیر کرنا چاہتا ہے، مگر وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔
- ۲۰۶ مشورہ میں کوئی بزرگ یا عالم دیر سے پہنچیں تو صدر ان کو بٹھانے کا اہتمام کرے۔
- ۲۰۷ جو لوگ سرگوشی کے نام پر وقت ضائع کریں ان کے لئے قانون۔
- ۲۰۷ سرگوشی سے پہلے خیرات کا وجوب ختم، مقصود اطاعت کا پتہ چلانا تھا۔

- ۲۰۹ منافقین کے احوال
- ۲۱۲ صحابہ رضی اللہ عنہم کے احوال حزب اللہ (اللہ کا لشکر) کا میاب ہونے والا ہے

سورۃ الحشر

- ۲۱۶ غزوہ بنو نضیر میں حزب اللہ کی کامیابی
- ۲۱۹ حکمت الہی سے دنیا میں قتل کے بجائے جلا وطنی
- ۲۱۹ جنگی مصلحت سے اہل حرب کے اموال جلانا افساد فی الارض نہیں
- ۲۲۰ مال لٹی کونسا مال ہے؟
- ۲۲۳ مال لٹی کے مصارف
- ۲۲۸ آنے والی نسلوں کی گذرے ہوئے لوگوں سے عقیدت
- ۲۲۹ منافقین نے بنو نضیر سے مدد کا وعدہ کیا تھا مگر وفا نہیں کیا
- ۲۳۱ بنو نضیر کے احوال
- منافقین نے ہمت دلا کر بنو نضیر کو سولی پر چڑھایا پھر پیچھے ہٹ گئے، جیسے شیطان انسان سے کفر کرا کر پیچھے ہٹ جاتا ہے
- ۲۳۲ حزب اللہ (مؤمنین) سے خطاب
- ۲۳۶ قرآن کریم عظیم الشان اللہ کا کلام ہے اس لئے وہ با عظمت و تاثیر ہے

سورۃ الممتحنۃ

- ۲۴۱ مکہ مکرمہ فتح کرنا کیوں ضروری تھا؟
- ۲۴۱ اللہ نے خبر کو لیک ہونے سے بچا لیا:
- ۲۴۶ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی، پھر اپنی قوم کی طرف منہ نہیں کیا، تم بھی وہی کرو
- ۲۴۷ ابراہیم علیہ السلام نے باپ سے جو استغفار کا وعدہ کیا تھا وہ قطع تعلق کے معنی نہیں
- ۲۴۷ ابراہیم علیہ السلام اور مؤمنین کی دودعا میں، انبیاء کی دعاؤں میں بھی تعلیم ہوتی ہے
- ۲۴۸ ترغیب کے ساتھ ترہیب بھی
- ۲۴۹ مکہ والوں سے ترک موالات چند دن کے لئے ہے
- ۲۵۰ جو کافر مسلمانوں کے ساتھ برسرِ پیکار نہیں ان کے ساتھ رواداری جائز ہے

ترک موالات اس حد تک ضروری تھا کہ جن مسلمانوں کے نکاح میں کافر عورتیں تھیں ان کو حکم دیا گیا کہ وہ

- ۲۵۲ ان کو چھوڑ دیں
- ۲۵۲ صلح حدیبیہ کا اطلاق عورتوں پر نہیں ہوا
- ۲۵۳ مسلمان عورتوں کو جو ہجرت کر کے آئیں: جانچنے کا طریقہ
- ۲۵۵ بیعت سلوک کے تعلق سے مختلف نظریے
- ۲۵۵ بیعت سلوک کی دفعات
- ۲۵۷ یہود سے بھی موالات کی ممانعت

سورة الصف

- ۲۵۸ سورت کے مضامین: سورت کا شان نزول:
- ۲۵۹ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے
- عموم بعثت اور یہود و نصاریٰ کا موقف اسلام ہی آفاقی اور ابدی مذہب ہے، موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی
- ۲۶۲ نبوتیں بنی اسرائیل کے لئے خاص تھیں
- ۲۶۲ موسیٰ علیہ السلام کو اپنوں نے ستایا:
- ۲۶۳ برائیاں کرتے کرتے دل سخت ہو جاتا ہے:
- ۲۶۳ عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت: موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا تتمہ تھی:
- ۲۶۳ عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو عظیم الشان رسول کی خوش خبری سنائی:
- ۲۶۶ جہاد کی ترغیب اور فتح کی بشارت
- ۲۶۸ ہمت مردان مدد خدا

سورة الجمعة

- ۲۷۱ نبی ﷺ کی بعثت عرب و عجم سب کے لئے ہے، مگر کام کی ذمہ داری منقسم ہے
- ۲۷۲ آخری نبی امیوں (عربوں) میں کیوں مبعوث کئے گئے؟
- ۲۷۲ نبی ﷺ کے چار کام:
- ۲۷۳ عربوں سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا:
- ۲۷۴ آخرین کا مصداق بطور مثال:

۲۷۶	قرآن کریم کا ایک اسلوب
۲۷۶	آگے چل کر امت مسلمہ کی زبوں حالی یہودی مثال سے واضح کی ہے
۲۷۷	یہود کا دعویٰ ہے کہ ہم ہی اللہ کے دوست اور چہیتے ہیں
۲۷۹	نبوت کے سلسلوں کو ایک شخصیت میں جمع کرنے کی مثال
۲۷۹	احکام جمعہ

سورة المنافقون

۲۸۳	سورة المنافقون کا شان نزول:
۲۸۵	اللہ تعالیٰ گواہی دیتے ہیں کہ منافقین دعوائے ایمان میں جھوٹے ہیں
۲۸۵	منافقین نے قسموں کو ڈھال بنایا ہے
۲۸۵	منافقوں کے دلوں پر مہر لگ گئی ہے، اس لئے وہ حق بات سمجھتے نہیں!
۲۸۶	منافقین میں چھ باتیں: اچھی، بری اور بہت بری
۲۸۷	جب منافقین کا پردہ فاش ہو جاتا ہے تب بھی وہ گناہ معاف کرائے نہیں آتے
۲۸۸	منافقین کے لئے خواہ معافی چاہیں یا نہ چاہیں، اللہ تعالیٰ ان کو معاف نہیں کریں گے
۲۸۸	انصار کا مہاجرین پر خرچ کرنا منافقین کو گھٹاتا تھا
	عزت (غلبہ) اللہ کے لئے، اس کے رسول کے لئے، اور مومنین کے لئے ہے، کفار و منافقین کا اس میں
۲۸۸	کوئی حصہ نہیں
۲۹۰	نفاقِ عملی کا بیاں عمل میں کوتاہ مسلمان قیامت کے دن آرزو کریں گے: کاش انہیں تھوڑی مہلت مل جاتی!

سورة التغابن

۲۹۵	تقدیس و تمجید
۲۹۵	خالق سے برگشتہ لوگوں کے احوال سے اللہ تعالیٰ واقف ہیں
۲۹۵	کائنات اشرف المخلوقات انسان کے لئے پیدا کی ہے، اور اس کو اطاعت و بندگی کے لئے
۲۹۶	اللہ تعالیٰ انسانوں کے سر بستہ رازوں سے واقف ہیں، اس لئے جزا و سزا آسان ہے
۲۹۷	پہلے بہت قومیں ہلاک کی گئیں، اور آخرت کا عذاب الگ رہا
۲۹۹	اعتقاد منافقین سے خطاب اور مومنین و منکرین کا انجام
۳۰۰	کوئی مصیبت اللہ کی مرضی کے بغیر نہیں پہنچتی پس مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ!

- ۳۰۱ اعمال میں کوتاہی کا ایک خاص سبب: ناجائز بیوی/شوہر اور نالائق اولاد کی موافقت
- ۳۰۲ دین کی دشمن بیوی/شوہر اور اولاد کی نرمی سے اصلاح
- ۳۰۲ مال اور اولاد آزمائش ہیں، اس امتحان میں پورا اترنا چاہئے
- ۳۰۳ مامورات میں امکان بھر عمل مطلوب ہوتا ہے، اور منہیات میں کلی اجتناب ضروری ہے
- ۳۰۳ تقویٰ کے مفہوم میں مامورات و منہیات دونوں شامل ہیں، اور حسب موقع معنی مراد لئے جاتے ہیں
- ۳۰۴ عام خرچ کرنے میں بھی مؤمن کی بہتری ہے
- ۳۰۵ بخل فطری صفت ہے، مگر اس میں افراط و تفریط بری چیز ہے
- ۳۰۵ جہاد کے کار کے لئے خرچ کرنے کا صلہ دنیا میں ملتا ہے

سورة الطلاق

- ۳۰۷ قرآن کریم مسئلہ کی احسن اور حسن صورتیں بیان کرتا ہے، اور انہی کو پیش نظر رکھتا ہے
- ۳۰۸ طلاق اور اس کے متعلقات کے بیان میں تقویٰ کا بار بار تذکرہ
- ۳۰۹ طلاق طہر میں دی جائے اور عدت یاد رکھی جائے
- ۳۱۰ عورت عدت میں اسی گھر میں رہے جس میں شوہر کے ساتھ رہتی تھی
- ۳۱۲ جب عدت پوری ہونے کو آئے تو شوہر کو دو اختیار ہیں
- ۳۱۲ مراجعت یا مفارقت پر گواہ بنانا مستحب ہے، اور گواہ گواہی بغیر رد رعایت کے دیں
- ۳۱۲ مذکورہ احکام بندوں کی خیر خواہی کے لئے ہیں
- ۳۱۳ مشکلات میں بھی اللہ کے احکام پر عمل کرے، اللہ تعالیٰ گلو خلاصی کی راہ نکالیں گے
- ۳۱۳ عدت کے بعد عورت کا کیا ہوگا؟ مطلقہ اس الجھن میں نہ پڑے، اللہ تعالیٰ اس کا انتظام کریں گے
- ۳۱۵ آئیہ اور نابالغہ مطلقہ کی عدت تین ماہ ہے
- ۳۱۵ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے، اور حمل کی مدت لمبی ہو جائے تو گھبرائے نہیں
- ۳۱۵ تقویٰ (اللہ سے ڈرنے) کے دو اخروی فائدے
- ۳۱۷ معتدہ رجوعیہ کا سکنی اور حاملہ کا نفقہ
- ۳۲۰ احکام الہی کی نافرمانی کا وبال اور اطاعت کا صلہ

سورة التحریم

- ۳۲۲ بیوی کی ولداری ایک حد تک ہونی چاہئے

- ۳۲۵ تحلیل و تحریم سے قسم ہو جاتی ہے
- ۳۲۶ شوہر کا راز فاش کرنا غضب ڈھا سکتا ہے
- ۳۲۸ ازواج میں مطلوبہ اوصاف
- ۳۳۰ خود کو اور گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ
- ۳۳۱ قیامت کے دن کوئی بہانہ بازی نہیں چلے گی، اس میں گنہگار مسلمانوں کے لئے اشارہ ہے
- ۳۳۱ ابھی زندگی سنوارنے کا موقع ہے، اس سے فائدہ اٹھا لو
- ۳۳۲ اصلاح و تربیت سختی چاہتی ہے
- ۳۳۳ اصلاح اور عدم اصلاح کے عواقب
- ۳۳۴ دو عورتوں نے اپنی اصلاح نہیں کی، وہ تباہ ہوئیں، اور دو نے اصلاح کی وہ اعلیٰ درجہ میں کامیاب ہوئیں

سورۃ الملک

- ۳۳۷ توحید کا بیان
- ۳۳۸ اللہ تعالیٰ نے انسان کی دنیوی زندگی اپنی بندگی کے لئے بنائی ہے
- ۳۳۲ بندوں کی چارہ سازی کے لئے اللہ نے مضبوط بارئق آسمان بنایا
- ۳۳۳ ستاروں کے دو مقصد: آسمان کی زینت اور شیاطین کی مار
- ۳۳۳ کافر انسانوں کے لئے بھی دوزخ تیار ہے
- ۳۳۴ جب کفار دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو دوزخ دانت پیسے گی!
- ۳۳۴ دل کی بات زبان پر آگئی
- ۳۳۵ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھیدوں سے بھی واقف ہیں
- ۳۳۶ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی چارہ سازی کے لئے زمین کو رام کیا، اور اس میں ان کی معیشت کا انتظام کیا
- ۳۳۷ انسان زمین میں کہیں بھی جائے اللہ کی پکڑ سے باہر نہیں
- ۳۳۸ شرک کا بطلان
- ۳۳۹ مشرک اور موصد کی چال میں فرق
- تین احسانات سے توحید پر استدلال اور ایمان کی ترغیب اور درمیان میں قیامت کے بارے میں جلدی
- ۳۵۱ مچانے کا جواب

سورة القلم

- ۳۵۵ قلم سے کونسا قلم مراد ہے؟
- ۳۵۵ چار طرح سے نبی ﷺ کے دیوانہ ہونے کی تردید
- ۳۵۸ مشرکین نبی ﷺ کو دیوانہ کیوں کہتے تھے؟
- ۳۵۸ نبی ﷺ کو دیوانہ کون کہتا ہے؟ چھلنی کہتی ہے جس میں ستر سوراخ ہوتے ہیں!
- ۳۶۱ اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کو خوش حالی سے آزمایا
- ۳۶۴ متقیوں کا انجام اور مشرکوں کی خام خیالی
- ۳۶۶ میدان قیامت میں حق تعالیٰ ساق کی تجلی ظاہر فرمائیں گے
- ۳۶۷ اللہ کی لائٹھی میں آواز نہیں
- ۳۶۸ رسول کی بات نہ ماننے کی وجہ
- ۳۶۸ ابھی وطن چھوڑنے کا وقت نہیں آیا، آپؐ یونس علیہ السلام کی طرح جلدی نہ کریں
- ۳۶۹ مشرکین آپؐ کو گھبرا کر مقام صبر سے ڈگمگانا چاہتے ہیں، آپؐ اپنی جگہ جمے رہیں

سورة الحاقة

- ۳۷۲ قیامت کا واقعہ ایسا قطعی ہے کہ جس نے اس کا انکار کیا ہلاک ہوا
- ۳۷۴ جب قیامت کا حادثہ رونما ہوگا تو آسمان، زمین اور پہاڑوں وغیرہ کا کیا حال ہوگا؟
- ۳۷۶ قیامت کے دن لوگوں کی دو قسمیں ہوں گی: اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال، اور دونوں کے احوال
- ۳۷۸ نزول قرآن سے وقوع قیامت پر استدلال
- ۳۷۸ قرآن کریم بواسطہ جبریل علیہ السلام نازل کیا ہوا اللہ کا کلام ہے اور فرضی تین احتمالات باطل ہیں

سورة المعارج

- ۳۸۳ کافروں کو دائمی عذاب قیامت کے دن ہوگا، اور قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہے
- ۳۸۵ قیامت کے دن کے احوال
- ۳۸۷ اللہ نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھالا ہے پھر اس کو اختیار ہے کہ خود کو نیچے گرائے یا اوپر اٹھائے
- ۳۸۹ پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھیے!
- ۳۹۰ یہ منہ اور مسور کی دال!

- ۳۹۰ پیشین گوئی کہ قریش آگے نہ بڑھے تو کوئی بہتر قوم ان کی جگہ لے گی
- ۳۹۱ قریش کو ان کے مشغلہ میں چھوڑیے، ان کو سزا قیامت کے دن ملے گی

سورة النوح

- ۳۹۳ نوح علیہ السلام قوم کو توحید کی دعوت دینے کے لئے سمجھوتہ کئے گئے
- ۳۹۵ نوح علیہ السلام کی دعوت صدا بہ صحرائے ثابت ہوئی
- ۳۹۶ نوح علیہ السلام نے قوم کو انفس و آفاق کے دلائل سے توحید اور اللہ کی عظمت سمجھائی
- ۳۹۷ قوم نے نوح علیہ السلام کی بات نہیں مانی، اپنے سرداروں کی بات مانی
- ۳۹۹ نوح علیہ السلام کی قوم اپنی غلطیوں کی وجہ سے غرقاب ہوئی، بددعا مرز تھا

سورة الحن

- ۴۰۵ جنات کی سولہ دفعات پر مشتمل تحقیقاتی رپورٹ
- ۴۱۰ نبی ﷺ کی زبان مبارک سے شرک کی تردید
- ۴۱۰ نبی ﷺ کا خدائی میں کوئی حصہ نہیں!
- ۴۱۰ آپ ﷺ کے سوا اور بھی کوئی خدائی اختیار نہیں رکھتا
- ۴۱۱ نبی ﷺ کا منصب و مقام
- ۴۱۱ توحید کی دعوت کب کامیاب ہوگی؟
- ۴۱۱ ابھی یہ بعید ہے کہ توحید کی دعوت کب کامیاب ہوگی؟ اور بعیدوں کو صرف اللہ تعالیٰ جانتے ہیں
- ۴۱۲ قرآن کریم کی وحی فرشتوں کے پہرے میں آتی ہے

سورة المزمل

- ۴۱۳ حکم کبھی عمل سے پہلے تخفیفاً منسوخ کیا جاتا ہے
- ۴۱۴ کیا شروع میں تہجد واجب تھا؟
- ۴۱۵ ابتدائے اسلام میں پانچ مقاصد سے آدھی رات یا کم و بیش تہجد پڑھنے کا حکم
- ۴۱۹ رسول اللہ ﷺ کے مخالفین سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن غمیں گے
- ۴۲۱ تہجد کا تاکید حکم ایک وقت کے بعد ہلکا کر دیا

سورة المدثر

- ۴۲۴ دعوت کا آغاز (چھ احکام جو ایک سلسلہ کی کڑیاں ہیں)
- ۴۲۶ انذار کے لئے قیامت کا موضوع
- ۴۲۷ داعی کو کفر مخالفوں سے بھی سابقہ پڑتا ہے
- ۴۲۹ دعوت اسلام کے کفر مخالف کا بھیانک انجام
- ۴۲۹ جہنم پر جو انیس مقرر ہیں وہ فرشتے ہیں
- ۴۳۱ آخرت میں دوزخ بڑی بھاری مصیبت ہے، اور آخرت پر جوڑی کے قانون سے استدلال
- ۴۳۳ دوزخیوں کے بالمقابل جنتیوں کا تذکرہ
- ۴۳۵ دوزخیوں کا باقی تذکرہ: کوئی سفارش دوزخ سے نہیں بچا سکے گی
- ۴۳۵ کفار قرآن کی نصیحت سے سر پر پیڑ رکھ کر بھاگتے ہیں!
- ۴۳۶ بندوں کی مشیت اللہ کی مشیت کے تابع ہے، پس اللہ سے توفیق مانگیں!
- ۴۳۶ اللہ تعالیٰ اس کے حقدار ہیں کہ ان سے ڈرا جائے اور وہی اس کے حقدار ہیں کہ گناہ بخشیں!

سورة القيامة

- ۴۳۸ آخرت اور اس میں سزا کے برحق ہونے کے دلائل
- ۴۳۹ قیامت کے احوال اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن مخلوقات کو دوبارہ پیدا کرنے پر پوری قدرت ہے
- ۴۳۹ انسان قیامت کا انکار کیوں کرتا ہے؟
- قیامت کے دن جب انسان کو اس کے اعمال جتلائے جائیں گے تو وہ غیر واقعی اعذار پیش کرے گا اور اس کی مثال اور مثال در مثال
- ۴۴۱ آخرت: دنیا سے بہتر کیوں ہے؟
- ۴۴۳ سفر آخرت کی ابتداء
- ۴۴۳ دیکھو دنیا میں کیا کر کے آیا ہے؟
- ۴۴۳ انسان اپنی پہلی پیدائش میں غور کرے تو دوبارہ پیدا ہونا اس کی سمجھ میں آجائے گا:

سورة المدھر

- ۴۴۶ انسان کی تاریخ انسان کو غیر معمولی صلاحیتیں دے کر مکلف بنایا

- ۴۴۸ نیک لوگوں کے کام اور ان کا انعام
- ۴۵۰ ابرار (نیک لوگوں) کی جنت کے احوال
- ۴۵۳ سیدالابرار علیہ السلام کو تسلی

سورة المرسلات

- اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہوتا ہے، جیسے بارش کا وعدہ اور اس کے لئے اسباب بنتے ہیں اسی طرح قیامت کا وعدہ ضرور پورا ہوگا، اور اس کے لئے بھی اسباب بنیں گے
- ۴۵۶ جس قوم نے بھی قیامت کا انکار کیا وہ ہلاک ہوئی، اس میں قریش کے لئے اشارہ ہے
- ۴۵۸ انسان اپنی پہلی پیدائش میں غور کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ وہ دوسری مرتبہ پیدا کیا جاسکتا ہے
- ۴۵۸ زمین میں اللہ نے بے پناہ صلاحیتیں رکھی ہیں
- ۴۵۸ قیامت کے تین ہولناک مناظر
- ۴۵۹ ۱- کافروں کے سیاہ دھوئیں میں ہونگے، اور اس میں سے بڑے محل جیسے شرارے اڑیں گے
- ۴۶۰ ۲- قیامت کے دن نہ کوئی بول سکے گا نہ کوئی معافی مانگ سکے گا
- ۴۶۰ ۳- قیامت کے دن کوئی چال اللہ کی گرفت سے نہ بچا سکے گی
- ۴۶۱ آخرت میں پرہیزگاروں کی خوش انجامی
- ۴۶۱ اب پھر جھٹلانے والوں کو آڑے ہاتھوں لیتے ہیں

سورة النبأ

- ۴۶۳ قیامت کا ہر پا کرنا ہر طرح اللہ کی قدرت میں ہے
- ۴۶۶ منکرین قیامت کو سزا کب ملے گی؟ اور کیا ملے گی؟
- ۴۶۸ پرہیزگاروں کا بہترین انجام

سورة النازعات

- ۴۷۰ روحوں کی وصولی کا نظام دلیل ہے کہ مردے زندہ ہونگے اور قیامت آئے گی
- ۴۷۲ مردے کب زندہ ہونگے؟ اور قیامت کب آئے گی؟
- ۴۷۳ قریش کی عبرت کے لئے فرعون کی تباہی کا واقعہ
- ۴۷۵ اللہ نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزیں پیدا کیں، پس کیا وہ انسانوں کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟

- قیامت کے دن دوزخ کا فیصلہ ہوگا یا جنت کا ۴۷۶
- سوال کہ قیامت کب آئے گی؟ ۴۷۸

سورة یحیٰی

- احتمالی نفع اگرچہ بڑا ہو اس کی وجہ سے یقینی نفع کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے اگرچہ وہ تھوڑا ہو ۴۸۰
- قرآن کریم کا احترام اور کاتبین وحی کے فضائل ۴۸۱
- انسان اپنی پیدائش میں غور کرے تو دوسری زندگی سمجھ سکتا ہے ۴۸۲
- انسان زمین کی پیداوار میں غور کرے تو بھی دوسری زندگی کو سمجھ سکتا ہے ۴۸۳
- قیامت کے دن کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا ۴۸۴

سورة التکویر

- جو شخص قیامت کا منظر گویا آنکھوں سے دیکھنا چاہے وہ تکویر، انفطار اور انشقاق پڑھے ۴۸۶
- وہ چھ واقعات جو تھخہ اولیٰ کے بعد پیش آئیں گے ۴۸۶
- وہ چھ واقعات جو تھخہ ثانیہ کے بعد پیش آئیں گے ۴۸۷
- قیامت کے یہ احوال قرآن بیان کر رہا ہے، اور قرآن جبرئیل علیہ السلام پہنچا کر لوٹ جاتے ہیں، کیونکہ ۴۸۹
- جہالت کی شب تار کے بعد صبح ہدایت کا نمودار ہونا ضروری ہے ۴۸۹
- قرآن کریم جن دو واسطوں سے لوگوں تک پہنچا ہے ان کی اعتباریت کا بیان ۴۹۰

سورة الانفطار

- قیامت کی ہولناکی ۴۹۳
- انسان کا گلہ شکوہ کہ وہ اپنے رب کریم کے معاملہ میں دھوکے میں کیوں پڑا ہوا ہے؟ ۴۹۳
- بعث بعد الموت کے انکار کی اصل وجہ یہ ہے کہ انسان جزائے اعمال سے دوچار ہونا نہیں چاہتا ۴۹۴
- انصاف کے دن کیا فیصلہ ہوگا؟ ۴۹۴
- انصاف کے دن سارا اختیار اللہ کا ہوگا ۴۹۴

سورة الطہیف

- ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے قیامت کے دن بڑی کم بخشتی ہوگی ۴۹۶

- کفار جو جزاء کے دن کو جھٹلاتے ہیں ان کے ناموں کا رجسٹر جیل (دوزخ) میں ہے ۴۹۸
- جزاء کے دن کا انکار سرکش گنہگار ہی کرتا ہے ۴۹۹
- تکذیب کی اصل وجہ یہ ہے کہ تکذیب کرنے والوں کے دلوں پر ان کے کرتوتوں کا رنگ بیٹھ گیا ہے ۵۰۰
- مکذبین آخرت میں دیدارِ خداوندی سے محروم ہونگے اور وہ ان کے لئے بڑی سزا ہوگی ۵۰۰
- بالآخر مکذبین دوزخ میں داخل کئے جائیں گے ۵۰۱
- نیک لوگوں کے ناموں اور کاموں کا رجسٹر جنت میں ہے، اور وہاں ان پر پانچ نوازشات ۵۰۲
- دنیا میں کفار مسلمانوں کی ہنسی اڑاتے ہیں مگر آخرت میں پانسپلٹ جائے گا ۵۰۳

سورة الانشقاق

- انسان کا سب کرالرا یا اچھا برا قیامت کے دن اس کے سامنے آئے گا ۵۰۶
- انسان مشقت بھری زندگی گزارتا ہے اور شرہ سامنے نہیں آتا، وہ اگلی زندگی میں سامنے آئے گا ۵۰۷
- جس کے ساتھ حساب میں رد و کد کی گئی اس کی لتیا ڈوبی! ۵۰۸
- انسان کی موجودہ حالت آخری حالت نہیں، آگے قبر اور قیامت کی زندگیاں آرہی ہیں ۵۰۹
- قرآن کریم کی تکذیب کرنے والوں کو لتاڑ ۵۱۰

سورة البروج

- اصحابِ اخدود کا واقعہ ۵۱۱
- قیامت کی کورٹ سے کھائیوں والوں کے لئے قتل کا فیصلہ ۵۱۳
- مکذبین کو وارننگ اور مسلمانوں کو تسلی ۵۱۵
- قرآن کی تکذیب کرنے والوں کو اللہ کی پکڑ سے ڈرنا چاہئے ۵۱۶
- عظمتِ قرآن کا بیان ۵۱۷

سورة الطارق

- ہر تنفس پر نگرانی ہے ۵۲۰
- انسان کی تخلیق ابتدائی مرحلہ سے نہائی مرحلہ تک اللہ کی نگرانی میں ہوتی ہے ۵۲۰
- انسان دوبارہ کب پیدا کیا جائے گا؟ اور بعث بعد الموت کی نظیر ۵۲۲
- قرآن کی باتیں برحق ہیں اور اس کی دعوت پھیل کر رہے گی ۵۲۲

سورة الاعلىٰ

- ۵۲۳ انسان پیدائش سے موت تک
- ۵۲۵ قرآن ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے، اور اس میں حسب مصلحت تبدیلی کی جاتی تھی
- ۵۲۶ اللہ آپ کو آسان منزل تک بتدریج پہنچائیں گے، آپ لوگوں کو سمجھائیں
- ۵۲۶ آخرت کی کامیابی اور ناکامی

سورة الغاشیہ

- ۵۲۹ آخرت میں ناکام لوگوں کا تذکرہ
- ۵۳۰ آخرت میں کامیاب لوگوں کا تذکرہ
- ۵۳۱ قدرت خداوندی میں غور کرنے کے لئے چار چیزیں
- ۵۳۲ نبی ﷺ کو تسلی

سورة الفجر

- ۵۳۳ جو نفل عبادتیں جو بجالائے گا وہ پوزیشن لائے گا
- ۵۳۵ جو قوم اس درجہ دنیا کے پیچھے پڑتی ہے کہ آپ سے باہر ہو جاتی ہے تو وہ دنیا میں بھی سزا پاتی ہے
- ۵۳۷ انسان نہ خوش حالی میں شکر گزار نہ بد حالی میں ہمبر شعار
- ۵۳۸ رسوائی اور عزت افزائی قیامت کے دن ہوگی

سورة البلد

- ۵۴۱ انسان کی زندگی مشقت بھری ہے
- ۵۴۲ انسان زیر اختیار ہے، اور اس کو دو چڑھائیاں دکھائی ہیں
- ۵۴۳ دو مشکل کام جو خوش حال لوگوں کو کرنے چاہئیں
- ۵۴۵ اعمال کی اعتباریت کے لئے ایمان شرط ہے اور دو ترغیبی باتیں اور اچھوں بروں کا انجام

سورة الشمس

- ۵۴۷ نفس میں دو متضاد کیفیات: ملکیت اور ہمیت جمع ہیں: اس پر تین متقابلات سے استدلال
- ۵۴۸ جو نفس کو سنوارے گا وہ کامیاب ہوگا، اور جو اس کو خاک آلود کرے گا وہ ناکام ہوگا

سورة المیل

- ۵۵۰ انسان کے اختلاف اعمال کی نظیریں
- ۵۵۲ اللہ کی راہ نمائی

سورة الضحیٰ

- ۵۵۳ اللہ نے آپ کو نہ چھوڑا نہ بیزار ہوا
- ۵۵۵ بعد کے احوال آپ کے لئے سابقہ احوال سے بہتر ہیں، اور اس کی تین مثالیں
- ۵۵۶ تین نعمتوں کی شکر گزاری کے لئے تین کام

سورة الانشراح

- ۵۵۷ نبی ﷺ پر اللہ کی تین نوازشات
- ۵۵۸ اللہ کی طرف سے نبی ﷺ کو تین ہدایات

سورة التین

- ۵۵۹ انسان بہترین مستوی پر پیدا کیا گیا ہے، اب وہ خود کو گرا بھی سکتا ہے اور اٹھا بھی سکتا ہے

سورة العلق

- ۵۶۰ آیتوں اور سورتوں میں ربط جاننے کا طریقہ
- ۵۶۱ سورت کی شروع کی پانچ آیتیں پہلی وحی ہیں
- ۵۶۱ آخرت کی کامیابی کے لئے ترتیب وار تین صورتیں
- ۵۶۲ کمال علمی کے لئے دو اقرار ضروری ہیں: ناخواندہ کا اقرار اور خواندہ کا اقرار
- ۵۶۵ باکمال عالم غرور میں مبتلا نہ ہو، جیسے مکہ کا ایک مالدار سر دار غرور میں مبتلا تھا

سورة القدر

- ۵۶۷ شب قدر کی منزلت قرآن کریم کی وجہ سے ہے

سورة البینة

- ۵۷۰ جب تاریکی گہری ہوگئی تو آفتاب نبوت طلوع ہوا

- ۵۷۱ یہود و نصاریٰ محض ضد سے قرآن کا انکار کرتے ہیں
- ۵۷۲ اپنے مستوی سے نیچے گرنے والوں کی اور بلند ہونے والوں کی قیامت کے دن جزا و سزا

سورة الزلزال

- ۵۷۳ قیامت کے دن سب کرا کر یا اچھا برا سامنے آجائے گا

سورة العاديات

- انسان اگر گھوڑوں کے احوال سے اپنے احوال کا موازنہ کرے تو اس کی سمجھ میں آجائے گا کہ وہ اللہ کا ناشکرا بندہ ہے
- ۵۷۷ بندہ ہے

سورة القارعة

- قیامت کے دن جس کا نیک عمل وزنی ہوگا وہ من پسند عیش میں ہوگا اور جس کا نیک عمل ہلکا ہوگا وہ دکتی آگ میں ہوگا
- ۵۷۹ میں ہوگا

سورة التكاثر

- غلط طریقوں سے مال و دولت جمع کرنے کی مذمت
- ۵۸۱ غلط طریقوں سے مال و دولت جمع کرنے کی مذمت
- ۵۸۲ وہ نعمتیں جن کا حساب دینا ہوگا

سورة العصر

- انسان کے احوال دلیل ہیں کہ سب لوگ خسارے میں ہیں، علاوہ ان کے جن میں چار باتیں ہیں
- ۵۸۳ انسان کے احوال دلیل ہیں کہ سب لوگ خسارے میں ہیں، علاوہ ان کے جن میں چار باتیں ہیں

سورة الهمزة

- دولت کا پجاری گھائے میں رہے گا اور اس کو سخت سزا ملے گی
- ۵۸۵ دولت کا پجاری گھائے میں رہے گا اور اس کو سخت سزا ملے گی

سورة الفيل

- جو لوگ اقتدار کے نشیمن میں تخریب کاری کرتے ہیں وہ بھی گھائے میں رہیں گے
- ۵۸۷ جو لوگ اقتدار کے نشیمن میں تخریب کاری کرتے ہیں وہ بھی گھائے میں رہیں گے

سورة قريش

- قریش کے اسفار ان کی خوش حالی کا ظاہری سبب ہیں، وہ اس پر نہ اترا ئیں
- ۵۸۸ قریش کے اسفار ان کی خوش حالی کا ظاہری سبب ہیں، وہ اس پر نہ اترا ئیں

سورة الماعون

۵۹۰ جن مسلمانوں کو قیامت کا پورا یقین نہیں ان کے چار کام

سورة الكوثر

۵۹۲ اس امت کے لئے خیر ہی خیر ہے، بشرطیکہ نماز پڑھے اور قربانی دے

سورة الكافرون

۵۹۳ نیا سلسلہ بیان

۵۹۵ کفر کفر ہے، اسلام اسلام: دونوں ایک کبھی نہیں ہونگے

سورة النصر

۵۹۷ عربوں کی نظر کعبہ پر لگی ہوئی تھی

سورة المہب

۵۹۸ اگر تم حق پر ہو، اور کوئی تم کو ناحق ستاتا ہے تو صبر کرو، جلد اس کا انجام تمہارے سامنے آ جائے گا

سورة الاخلاص

۶۰۱ اللہ رب العالمین کی پانچ صفات

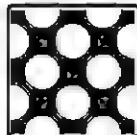
سورة الفلق

۶۰۴ چار مخالف جن کے شر سے اس سورت میں پناہ چاہئے کا حکم ہے

سورة الناس

۶۰۶ معوذتین بالا جماع قرآن کا جزء ہیں:

۶۰۷ دینی حضرت سے پچھا دنیوی حضرت کی بہ نسبت اہم ہے



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورہ ق

اس سورت سے ساتویں منزل اور مفصلات شروع ہو رہے ہیں، اس سورت کا نمبر شمار ۵۰ ہے، قرآن کی کل ۱۱۴ سورتیں ہیں، ۴۹ کی تفسیر سے فراغت ہو چکی، اب ۶۵ سورتوں کی تفسیر باقی ہے، ان میں سے ۴۲ مدنی اور ۲۳ مکی ہیں۔ مکی ومدنی سورتیں اور آیتیں: مکی ومدنی کی تقسیم مقام نزول کے اعتبار سے نہیں، بلکہ زمانہ نزول کے اعتبار سے ہے، ہجرت مکمل ہونے سے پہلے جو سورتیں اور آیتیں نازل ہوئی ہیں وہ مکی ہیں، اگرچہ وہ مکہ مکرمہ سے باہر نازل ہوئی ہوں، اور آپؐ کے مدینہ پہنچنے کے بعد جو نازل ہوئی ہیں وہ مدنی ہیں، اگرچہ وہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہوں۔

مکی ومدنی سورتوں کے امتیازات:

مکی سورتیں / آیتیں عموماً چھوٹی اور جملے مختصر ہوتے ہیں، اور مدنی آیات / سورتیں لمبی اور مفصل ہوتی ہیں۔ اور مکی سورتیں زیادہ تر توحید، رسالت، آخرت، حشر و نشر، صبر و تسلی اور گزشتہ امتوں کے واقعات پر مشتمل ہوتی ہیں، ان میں احکام و قوانین کا بیان کم ہے، اور مدنی سورتوں میں احکام و فرائض کا بیان ہے۔ اور مکی سورتوں کا اسلوب بیان پُر شکوہ ہے، ان میں استعارات، تشبیہات اور تمثیلات زیادہ ہیں، اور مدنی سورتوں کا انداز بیان نسبتاً سادہ ہے، اور یہ اختلاف دراصل حالات اور مخاطبین کے اختلاف کی وجہ سے ہے، مکی زندگی میں واسطہ عرب کے بُت پرستوں سے تھا، اس لئے زیادہ زور عقائد کی درستی، اخلاقیات کی تعلیم، شرک کی تردید اور قرآن کریم کے اعجاز کے بیان پر تھا، اور مدینہ طیبہ میں اسلامی ریاست وجود میں آچکی تھی، لوگ شوق سے اسلام کے سایے تلے آرہے تھے، علمی سطح پر بُت پرستی کا ابطال ہو چکا تھا، اور اب مقابلہ یہود سے تھا، اس لئے مدنی سورتوں میں احکام و قوانین اور حدود و فرائض کی تعلیم اور اہل کتاب کی تردید پر زیادہ توجہ دی گئی ہے، اور اسی کے مناسب اسلوب بیان اختیار کیا گیا ہے (ماخوذ از علوم القرآن: مولانا قاضی عثمانی صاحب مدظلہ)

سورتوں کی تقسیم

آیتوں کے کم و بیش اور چھوٹی بڑی ہونے کے اعتبار سے سورتیں چار قسموں میں منقسم ہیں:

۱- طَوَّل: لمبی سورتیں، یہ سات سورتیں ہیں، بقرہ سے توبہ تک، اس میں فاتحہ شامل نہیں، کیونکہ وہ پورے قرآن کا

دیباچہ (پیش لفظ) ہے، اسی لئے اس کو پہلے پارے میں بھی شمار نہیں کیا، اور انفال و توبہ کو ایک شمار کیا ہے، کیونکہ دونوں میں غزوات کا بیان ہے۔

۲۔ مبین: جن میں سویا زیادہ یا کچھ کم آیتیں ہیں، جیسے مریم میں ۹۸ آیتیں ہیں۔

۳۔ مثانی: جن میں سو سے بہت کم آیتیں ہیں، ان سورتوں کی تلاوت زیادہ کی جاتی ہے اس لئے ان کو مثانی کہتے ہیں۔

۴۔ مفصلات: جن میں عموماً چھوٹی چھوٹی آیتیں ہیں، مشہور قول کے مطابق ان کی ابتداء سورۃ الحجرات سے اور رائج قول کے مطابق سورۃ قاف سے ہوتی ہے۔ پھر مفصلات کی تین قسمیں ہیں رطوال، اوساط اور قصار:

(الف) طوال مفصل: سورۃ قاف سے سورۃ البروج تک ہیں۔

(ب) اوساط مفصل: سورۃ الطارق سے سورۃ البینہ تک ہیں۔

(ج) قصار مفصل: سورۃ الزلزال سے آخر تک ہیں۔

فائدہ: سورتوں کی مذکورہ چہار گانہ تقسیم محض ذہنی ہے، سورتیں اس طرح مرتب نہیں، بلکہ مضمون کی مناسبت ملحوظ ہے۔ قرآن کریم کتنے دنوں میں ختم کیا جائے؟ چھوٹی سات منزلیں اور بڑی تین منزلیں:

قرآن کریم ختم کرنے کے لئے کوئی حد متعین نہیں، کم و بیش وقت میں ختم کر سکتے ہیں، بہت سے باہمت لوگ روزانہ ایک قرآن ختم کرتے ہیں، بلکہ بعض حضرات سے تو ایک رکعت میں ختم کرنا مروی ہے، جواز قبیل کرامت ہے، اور ایسے لوگ تو کچھ کم نہیں جو منزل فیل کا ورد رکھتے ہیں، یعنی تین دن میں قرآن کریم ختم کرتے ہیں، فیل کے معنی ہیں: ہاتھی، یہ بڑی منزلیں کہلاتی ہیں، پہلی منزل: سورۃ فاتحہ سے، دوسری سورۃ یونس سے اور تیسری سورۃ لقمان سے شروع ہوتی ہے، ف، ی، ل سے فیل بنا، اور ایسے لوگوں کی تعداد تو بے حساب ہے جو سات دن میں قرآن کریم ختم کرتے ہیں، یہ لوگ فِیْمِ بِشَوَقِ کا ورد کرتے ہیں، یہ منزلیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہیں، پہلی منزل سورۃ فاتحہ سے، دوسری المائدۃ سے، تیسری یونس سے، چوتھی بنی اسرائیل سے، پانچویں اشعراء سے، چھٹی والصفات سے اور ساتویں سورۃ ق سے آخر تک ہے، ہر سورت کا پہلا حرف لیا تو فِیْمِ بِشَوَقِ بنا، قرآن کریم میں یہی منزلیں لکھی ہوئی ہیں، پس قرآن ختم کرنے کا سب سے افضل طریقہ یہی ہے، صحابہ کرام اسی طرح ورد کرتے تھے، ابو داؤد میں حدیث (نمبر ۱۳۹۳) ہے، اوس بن ابی اوس رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے پوچھا: کیف تُحْزِبُونَ القرآن؟ آپ حضرات قرآن کا ورد کس طرح کرتے ہیں؟ انھوں نے بتایا: تین سورتیں (بقرہ، آل عمران اور نساء ایک دن میں) پانچ سورتیں (مائدہ سے توبہ تک دوسرے دن میں) سات سورتیں (یونس سے نحل تک تیسرے دن میں) نو سورتیں (بنی اسرائیل سے فرقان تک چوتھے دن میں) گیارہ سورتیں (اشعراء سے یس تک پانچویں دن میں) تیرہ سورتیں (والصفات سے حجرات تک چھٹے دن میں) اور تمام مفصلات (ق سے آخر تک

ساتویں دن میں)

اس روایت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

۱- سورتوں اور آیتوں کی ترتیب توقیفی ہے، لوح محفوظ میں جو ترتیب ہے وہی مصاحف میں ہے، نبی ﷺ کے عہد میں بھی اذہان میں یہی ترتیب تھی، البتہ مصحف میں جمع نہیں تھیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسی ترتیب سے مصاحف تیار کئے گئے، اس کے خلاف جو روایات ہیں کہ صحابہ نے اپنے اجتہاد سے سورتوں کو مرتب کیا: وہ صحیح نہیں، البتہ انفال و قوبہ کے درمیان بسم اللہ لکھ کر فصل کیا جائے یا نہ کیا جائے؟ یہ اجتہادی مسئلہ ہے۔

۲- مفصلات: سورۃ قاف سے شروع ہوتے ہیں، اس کے علاوہ جو اقوال ہیں وہ مرجوح ہیں۔

کن نمازوں میں کوئی سورتیں مسنون ہیں:

چاروں ائمہ متفق ہیں کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل، عصر اور عشاء میں اوساط مفصل، اور مغرب میں قصار مفصل پڑھنا مسنون ہے، اور ظہر میں اوساط مفصل اور عصر میں قصار مفصل کے مسنون ہونے کا بھی ایک قول ہے۔ اور طوال، اوساط اور قصار میں سے پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اتنی مقدار پڑھے یعنی پورے قرآن میں سے فجر اور ظہر میں طوال مفصل کے بقدر، اور عصر و عشاء میں اوساط مفصل کے بقدر اور مغرب میں قصار مفصل کے بقدر پڑھے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ نمازوں میں تلاوت صرف مفصلات کی کی جائے، باقی قرآن مجبور کر دیا جائے، سارا قرآن نمازوں میں پڑھنے کے لئے ہے، نبی ﷺ اور خلفائے راشدین ہر جگہ سے پڑھتے تھے۔

سورت کا نام اور موضوع:

قاف: ایک سو اٹھ حرف ہجاء ہے، اور اسی سے سورت موسوم ہے، قرآن کریم میں ۲۹ سورتوں کے شروع میں حروف مقطعات آئے ہیں، اور ان کے بعد عموماً قرآن کریم کا تذکرہ ہے، تاہم ان کی مراد مخفی ہے، پس یہ رموز و اشارات ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ اور یہ سورت مکی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۳۴ ہے یعنی یہ مکی دور کے ابتداء کی سورت ہے، شروع میں چھوٹی سورتیں نازل کی گئی ہیں، تاکہ حفظ آسان ہو، اب بھی عَم کے پارے سے بچوں کو حفظ شروع کراتے ہیں۔

اس سورت کا موضوع: آخرت (قیامت، بعثت بعد الموت اور حساب و کتاب) ہے، اور گذشتہ سورت کے آخر میں بیان کیا ہے کہ اب بات حتم والی سورتوں میں زیر بحث مسائل کی طرف لوٹ جائے گی، اسلام کے بنیادی عقائد: توحید، رسالت اور آخرت ہیں، اس سورت میں آخرت کا مضمون ہے، مگر توحید تو خالص عقلی مسئلہ ہے اور نبوت و آخرت سمعی (نقلی) مسائل ہیں، نبی آئیں گے تو ہی آخرت کی خبر دیں گے، پس مسئلہ آخرت: مسئلہ نبوت سے بچ (لگا ہوا) ہے، اس

لئے ضمنانہوت کا تذکرہ آئے گا۔

سورت کی اہمیت: مسلم شریف میں روایت ہے کہ نبی ﷺ فجر کی نماز میں بکثرت یہ سورت پڑھتے تھے، اور حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ عید کی نماز میں سورۃ ق اور سورۃ القدر پڑھتے تھے، اور ام ہشام سے مروی ہے کہ آپ جمعہ کے خطبہ میں یہ سورت بکثرت پڑھتے تھے، اور انھوں نے خطبہ میں سن کر یہ سورت یاد کی ہے، لیکن اگر مقتدی عربی نہ جانتے ہوں یا امام بھڑی آواز کا ہو تو ایک رکعت میں ایک ہی رکوع پڑھے۔

پارے اور رکوع: قرآن کریم کو تلاوت اور تعلیم کی سہولت کے لئے تیس برابر حصوں میں تقسیم کیا ہے، یعنی اس کے تیس پارے بنائے ہیں، پارہ: فارسی لفظ ہے، اس کے معنی ہیں: ٹکڑا، حصہ، پھر عجیبوں کی سہولت کے لئے مشائخ بخاری نے رکوع بنائے، پورے قرآن میں پانچ سو چالیس رکوع ہیں، اور حاشیہ پر رکوع کی علامت 'ع' بنائی ہے، یہ تقسیم معنی کے لحاظ سے کی گئی ہے، تاکہ بے پڑھے لوگ جان سکیں کہ کہاں مضمون پورا ہوتا ہے، اور کہاں سے نیا مضمون شروع ہوتا ہے (فتاویٰ تاتارخانیہ: ۱: ۴۷۹) اور فتاویٰ عالمگیری (۱: ۹۴ فصل التراویح) میں قرآن کو ۵۴ رکوع پر منقسم کرنے کی حکمت بیان کی ہے کہ مشائخ نے قرآن کو ۵۴ رکوع پر تقسیم اس لئے کیا ہے کہ تراویح میں قرآن کا ختم ستائیسویں رمضان میں ہو سکے، یعنی اگر ہر رکعت میں ایک رکوع پڑھا جائے تو ستائیسویں رمضان کو قرآن پورا ہو جائے گا۔

فائدہ: دو مسئلے الگ الگ ہیں:

پہلا مسئلہ: رکوع مضمون کا لحاظ کر کے لگائے گئے ہیں، پس ہر رکعت میں مکمل رکوع پڑھنا چاہئے، اگرچہ دوسری رکعت لمبی ہو جائے۔

دوسرا مسئلہ: دوسری رکعت: پہلی رکعت سے بڑی نہ ہو۔

زیادہ اہمیت پہلی بات کی ہے، سورۃ بقرہ کا پہلا رکوع چھوٹا ہے، دوسرا بڑا، ایسا مضمون کا لحاظ کر کے کیا گیا ہے، پہلے رکوع میں مومنین اور کفار کا ذکر ہے، اور دوسرے رکوع میں منافقین کا، مگر تراویح میں حفاظ کے ذہن پر دوسرا مسئلہ سوار رہتا ہے، وہ دوسرے رکوع کا کچھ حصہ پہلی رکعت میں پڑھتے ہیں، تاکہ دوسری رکعت لمبی نہ ہو جائے، اس سے مضمون بے جوڑ ہو جاتا ہے، یہ ٹھیک نہیں، پہلی بات کی اہمیت زیادہ ہے، اور نوافل میں تو دوسری رکعت بڑی ہو جائے تو کچھ حرج نہیں، پس رکوع کی پابندی کرنی چاہئے، ہاں جو مضمون سمجھتا ہے اور صحیح جگہ قراعت روکے تو کچھ حرج نہیں۔

ربط خاص: گذشتہ سورت کے آخر میں کچھ ایمان والے بدوئیں کا تذکرہ تھا، اب پتے بے ایمانوں کا ذکر ہے، جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اور تقابل تضاد بھی ایک تعلق ہے۔



آیات عامہ

(۵۰) سُوْرَةُ ق مَكِّيَّةٌ (۳۴)

آیات خاصہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ ۝ بَلْ عَجِبُوْا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ
هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ ۝ اِذَا مَثَلْنَا وَاَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِیْدٌ ۝ قَدْ عَلِمْنَا
مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِیْظٌ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ
لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِیْ اَمْرٍ مَّرِیْجٍ ۝

بِسْمِ	نام سے	مُنْذِرٌ	ایک ڈرانے والا	رَجْعٌ	لوٹنا ہے
اللّٰهُ	اللہ کے	مِنْهُمْ	ان میں سے	بَعِیْدٌ	بعید
الرَّحْمٰنِ	نہایت مہربان	فَقَالَ	پس کہا	قَدْ	بالتحقیق
الرَّحِیْمِ	بڑے رحم والے	الْكَافِرُوْنَ	منکروں نے	عَلِمْنَا	جانتے ہیں ہم
ق	تاف	هٰذَا شَیْءٌ	یہ چیز ہے	مَا تَنْقُصُ	جو گھٹاتی ہے
وَالْقُرْآنِ	قسم قرآن	عَجِیْبٌ	عجیب!	الْاَرْضُ	زمین
الْمَجِیْدِ ^(۱)	باعظمت کی	اِذَا ^(۵)	کیا جب	مِنْهُمْ	ان سے
بَلْ ^(۲)	بلکہ	وَمَثَلْنَا	مر جائیں گے ہم	وَعِنْدَنَا	اور ہمارے پاس
عَجِبُوْا	تعجب کیا انھوں نے	وَكُنَّا	اور ہو جائیں گے ہم	كِتٰبٌ	نوشتہ ہے
اَنْ ^(۳)	(اس بات سے) کہ	تُرَابًا	مٹی؟	حَفِیْظٌ ^(۶)	یاد رکھنے والا
جَآءَهُمْ	آیا ان کے پاس	ذٰلِكَ	وہ (بعث بعد الموت)	بَلْ ^(۷)	بلکہ

(۱) مجید (فعل): با عظمت، بزرگ، مَعْبُد (ک) مَعْبُد: با عظمت ہونا، فہو مجید (۲) بل: برائے ترقی، اس سے پہلے: ”ہم نے نبی ﷺ کو عذاب آخرت سے ڈرانے کے لئے بھیجا ہے، مگر لوگوں نے نہیں مانا“ پوشیدہ ہے (۳) اَنْ سے پہلے من پوشیدہ ہے (۴) ہذا کا اشاریہ ”بشر کا رسول ہونا“ ہے (۵) اِذَا: فعل ماضی پر داخل ہو کر اس کو مضارع کے معنی میں کر دیتا ہے۔ (۶) حفیظ (فعل): بمعنی حافظ ہے (۷) یہ بل بھی ترقی کے لئے ہے، اور اس سے پہلے ”بعث بعد الموت کی بات تعجب خیر نہیں“ مخدوف ہے۔

معاملہ میں مذبذب ہیں	خے آنید (۲) قَصْرِیْج	جب پہنچی وہ ان کو پس وہ	لَمَّا جَاءَهُمْ فَهُمْ	جھٹلایا انھوں نے سچی بات کو	كَذَّبُوا يَا لِحَقِّ (۱)
-------------------------	--------------------------	----------------------------	----------------------------	--------------------------------	------------------------------

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

منکروں کی سمجھ میں نہ بشر کی نبوت آئی نہ موت کے بعد کی زندگی

بشر کا نبی ہونا مشرکین مکہ کے گلے نہیں اترتا تھا، ان کے خیال میں اس کام کے لئے مقرب فرشتے موزوں تھے، پس جب نبی ﷺ مبعوث ہوئے، اور آپؐ نے لوگوں کو بتایا کہ زندگی بس یہی زندگی نہیں، موت کے بعد دوسری زندگی بھی ہے، جس میں سزا و سزا ہوگی تو منکروں کو اور بھی حیرت ہوئی، اس لئے قرآن کریم نے بات یہاں سے شروع کی ہے کہ با عظمت قرآن کے دلائل و شواہد ثابت کرتے ہیں کہ موت کے بعد زندگی برحق ہے، مرنے کے بعد بدن اگر چمٹی ہو جاتا ہے مگر روح باقی رہتی ہے، اور انسان دراصل روح کا نام ہے، بدن تو اس کی سواری ہے، پھر بدن کے جو اجزاء تحلیل ہو کر زمین میں جہاں بھی منتشر ہو جاتے ہیں وہ سب اللہ کے علم میں ہیں، اور نہ صرف علم میں ہیں، بلکہ لوح محفوظ میں ریکارڈ بھی ہیں، پس جب وقت آئے گا تو اللہ تعالیٰ اُن اجزاء کو جمع کریں گے، اور بدن دوبارہ بنے گا، پھر ارواح ابدان کی طرف لوٹ آئیں گی، اور نئی زندگی شروع ہو جائے گی۔ مگر منکرین اس سچی حقیقت کو ٹھکراتے ہیں، اور وہ اس معاملہ میں تذبذب کا شکار ہیں — اور بشر کی نبوت پر جو انھیں حیرت ہو رہی ہے اس کا جواب یہاں نہیں دیا، کیونکہ یہاں یہ ضمنی مسئلہ ہے، قرآن نے بہت جگہ اس کا جواب دیا ہے، مثلاً: سورۃ بنی اسرائیل (آیت ۹۵) میں۔

آیات پاک مع تفسیر: — قاف — یہ عربی کا اکیسواں حرف ہجاء ہے، اس کے معنی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔
— با عظمت قرآن کی قسم! — قرآنی قسمیں مدعی (مقسم علیہ) کی لیلیں ہوتی ہیں، مدعی یہاں بعث بعد الموت ہے، جو محذوف ہے، مگر وہ بشر کی نبوت کے ساتھ ٹچ (ملا ہوا) ہے، پھر بل ترقی کے لئے ہے، ارشاد فرماتے ہیں: ہم نے نبی ﷺ کو عذاب قیامت سے ڈرانے کے لئے بھیجا، مگر لوگوں نے نہیں مانا — بلکہ ان کو تعجب ہوا کہ ان کے پاس انھیں میں سے ایک ڈرانے والا آیا — انھیں میں سے: نبی مخاطبین کا ہم جنس ہوتا ہے — پس منکروں نے کہا: یہ عجیب بات ہے — یعنی بشر کا نبی ہونا حیرت انگیز بات ہے، کیا اللہ کے یہاں فرشتوں کی کمی تھی جو انسان کو نبی بنایا (۱) الحق: سچی بات: یعنی بعث بعد الموت (۲) مَوِیْج: فعلیل بمعنی مفعول: گڈ، غلط، مذبذب، متزلزل، غُصْنٌ مَوِیْج: گتھی ہوئی شاخ، مَوِیْج (س) الناس مَوِیْجاً: لوگوں کا ملا جلا مخلوط ہونا، ﴿مَوِیْجَ الْبَحْرِ﴾: دو سمندر ملتے ہیں۔

— یہ پہلی بات ہے جو ضمناً آئی ہے، اور اس کا یہاں جواب نہیں دیا۔

کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے — تو پھر دوبارہ زندہ کئے جائیں گے؟ — یہ دوبارہ زندہ ہونا بہت دور کی کوڑی ہے! — یعنی محال اور ناممکن ہے!

جواب: — بالیقین ہم جانتے ہیں جو زمین ان میں سے گھٹاتی ہے — زمین آہستہ آہستہ جسم کو کھاتی ہے، مٹی کے ان اجزاء کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں — اور ہمارے پاس یاد رکھنے والا نوشتہ ہے — یعنی جسم کے وہ اجزاء نہ صرف اللہ کے علم میں ہیں، بلکہ لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں، پھر اللہ کے لئے ان کو جمع کرنا کیا مشکل ہے! — بلکہ انھوں نے سچی بات کو جھٹلایا جب وہ ان کو پہنچی — یعنی وہ بات محال نہیں، ہو کر رہنے والی سچی بات ہے — پس وہ مذہب ذی حالت میں ہیں — گوگو کی حالت میں ہیں کہ مانیں یا نہ مانیں!

فائدہ: پیغمبر صرف مُنْذِرُ (ڈرانے والا) نہیں ہوتا، وہ مُبَشِّرُ بھی ہوتا ہے، منکروں کو قیامت کی بلا خیزی سے ڈراتا ہے، اور مومنوں کو جنت کی بشارت سناتا ہے، مگر کبھی آدھا مضمون بیان کرتے ہیں، اور آدھا مضمون فہم سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیتے ہیں، جیسے: عذاب القبر حق: آدھا مضمون ہے، نافرمانوں کو قبر میں عذاب ہوگا، اور فرمان برداروں کے لئے قبر میں راحتیں ہیں۔

أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ ۝ وَالْأَرْضِ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْشَبْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝ تَبْصِرَةً وَذِكْرًا لِّكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ ۝ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا فَأَنْشَبْنَا بِهِ جَبْتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ۝ وَالنَّخْلَ بَسَقَتْ لَهَا طَلْعُ نَضِيدٍ ۝ رَزَقًا لِّلْعِبَادِ ۝ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلَدًا مَّيْتًا ۚ كَذَٰلِكَ الْخُرُوجُ ۝

آفَلَمْ	کیا پس نہیں	فَوْقَهُمْ	اپنے اوپر	وَزَيَّنَّاهَا	اور مزین کیا ہم نے اس کو
يَنْظُرُوا	دیکھا انھوں نے	كَيْفَ	کیسا	وَمَا لَهَا	اور نہیں ہے اس میں
إِلَى السَّمَاءِ	آسمان کو	بَنَيْنَاهَا	بنایا ہم نے اس کو	مِنْ فُرُوجٍ (۱)	کوئی شکاف

(۱) خروج: فُوج کی جمع: شکاف، دراڑ، پھٹن۔

وَ الْأَرْضُ (۱)	اور زمین کو	مُنِيبٌ (۵)	رجوع کرنے والے	لَهَا (۸)	ان کے لئے
مَدَدْنَاهَا	پھیلا یا ہم نے اس کو	وَ نَزَّلْنَا	اور اتارا ہم نے	طَلْعٌ (۹)	خوشے ہیں
وَالْقَيْنَا فِيهَا	اور ڈالے ہم اس میں	مِنَ السَّمَاءِ	بادل سے	نَضِيدٌ (۱۰)	تہ بہ تہ
رَوَاسِي (۲)	بوجھ (پہاڑ)	مَاءٍ مُّبَارَكًا	بارکت پانی	رِزْقًا	روزی کے لئے
وَأَنْبَتْنَا	اور اگائی ہم نے	فَأَنْبَتْنَا	پس اگائے ہم نے	لِلْعِبَادِ	بندوں کی
فِيهَا	اس میں	يَهْ	اس کے ذریعہ	وَ أَحْيَيْنَا	اور زندہ کیا ہم نے
مِنْ كُلِّ نَوْجٍ	ہر قسم سے	جَنَّتِ	باغات	يَهْ	اس (پانی) کے ذریعہ
بِهَيْجٍ (۳)	بارونی	وَحَبَّ	اور غلہ	بَلَدًا (۱۱)	دیس (زمین)
تَبْصِرَةً (۴)	سمجھانے کے لئے	الْحَصِيدِ (۶)	کٹی ہوئی کھیتی کا	مَيِّتًا	ویران
وَذُرِّيَّةٍ	اور یاد دہانی کے لئے	وَالنَّخْلِ	اور کھجور کے درخت	كَذَلِكَ	اسی طرح
رِجْلٍ عَنِيدٍ	ہر بندے کے لئے	لِبُسْقِيَةٍ (۷)	لبے لبے	الْخَرُوفِ	دوبارہ پیدا ہونا ہے

مظاہر قدرت سے بعث بعد الموت پر استدلال

مظاہر: ظاہر ہونے کی جگہیں، مظاہر قدرت: اللہ کی قدرت کی نشانیاں، اب اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی تین نشانیاں ذکر فرماتے ہیں، اور ان سے بعث بعد الموت پر استدلال کرتے ہیں:

پہلی نشانی: — آسمان ہے، اس کو دیکھو، کتنا بڑا عظیم الشان گنبد کیسا مضبوط و مستحکم بنا ہوا ہے، رات میں جب اس پر ستاروں کے جھاڑ فانوس روشن ہوتے ہیں تو کتنا خوبصورت اور پُر رونق نظر آتا ہے، پھر لطف یہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں (۱) الْأَرْضُ: منصوب علی شریطة التفسیر ہے۔ (۲) رَوَاسِي: رَاسِيَةِ کی جمع مضبوطی کے ساتھ جسے ہوئے پہاڑ، رَسَا الشَّيْءُ (ن) رَسُوا: جم جانا، مضبوطی سے قائم رہنا۔ (۳) بَهِيَج: زوج کی صفت ہے، زوج جنف، قسم، بھیج: صفت مشبہ: ترونازہ، بَهِيَج (س) بَهِيَجًا: ترونازہ ہونا (۴) تبصرة اور ذکری: فعل محذوف فَعَلْنَا ذَلِكَ کے مفعول لہ ہیں، تَبْصِرَةً: باب تفعل کا مصدر: سمجھانا، سمجھانا..... ذکری: باب نصر کا مصدر، یاد دلانا، نصیحت کرنا، ذکری: ذکر سے ابلیغ ہے (۵) منیب: إنابة سے اسم فاعل: اللہ کی طرف رجوع کرنا، خلوص سے توبہ کرنا، اللہ سے کو لگانا۔ (۶) حصید: فاعل: صفت مشبہ: بمعنی محصور: کٹی ہوئی کھیتی، حَبَّ الْحَصِيدِ: پکا ہوا غلہ (۷) باسقات: باسقة کی جمع، بَسَقَ (ن) بَسُقًا: لمباراز ہونا (۸) طلع: کھجور کا شگوفہ، خوشہ، طَلَعَ (ن) النَّخْلِ: درخت خرم پُر شگوفے کھلنا، نکلتا (۹) نَضِيد: بمعنی منصود، نَضَدَ الشَّيْءُ (ض) نَضْدًا: تہ بہ تہ رکھنا، ترتیب سے لگانا (۱۰) رِزْقًا: أَنْبَتْنَا کا مفعول لہ (۱۱) بِلَدَةٍ بمعنی مکان، اس لئے میتانہ کر صفت آئی ہے۔

سال گذر گئے نہ اس چھت میں دراڑ پڑی، نہ پلاستر جھڑا، نہ رنگ پھیکا پڑا، کیا جس دست قدرت نے یہ پہنا آسمان بنایا وہ انسانوں کو دوبارہ بنانے پر قادر نہیں؟ تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا؟ تم کیسے فیصلے کرتے ہو!

دوسری نشانی: زمین ہے، زمین کو اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا بنایا ہے کہ یہ گول کرہ ایک بستر بن گیا ہے جس پر مخلوقات جین سے زندگی بسر کرتی ہیں، پھر غور کرو! اس پر بھاری پہاڑوں کے کھونٹے گاڑ دیئے، تاکہ وہ مخلوقات کے ساتھ ڈالوا ڈول نہ ہو، اگر یہ میخیں نہ ہوتیں اور زمین لرزتی رہتی تو حیات کیسے وجود میں آتی، پھر زمین کے ذرہ ذرہ میں حیات کی قابلیت رکھ دی، اور اس میں انواع و اقسام کی تروتازہ نباتات اگائیں، تاکہ وہ حیوانات کی زندگی کا قوام (بنیاد) بنے، اسی زمین سے اللہ نے انسان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے، پس کیا وہ دوبارہ اس سے پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ پھر اللہ جانے لوگ حق کو جھٹلانے کی جرأت کیوں کرتے ہیں!

فائدہ: اور اللہ کی طرف رجوع ہونے والے بندے اللہ کی ربوبیت سے الوہیت پر استدلال کر سکتے ہیں، وہ سمجھ سکتے ہیں کہ جس اللہ نے زمین کو ایسا بنایا ہے وہی معبود برحق ہے، پالتے تو اللہ ہیں اور پوجی جائیں مورتیاں یہ کیسی بے تکی بات ہے! تو حیدر ربوبیت اور تو حید الوہیت میں چولی دامن کا ساتھ ہے (یہ فائدہ دوسری نشانی کے ضمن میں بیان کیا ہے) تیسری نشانی: — بارش ہے، اللہ تعالیٰ بادلوں سے نفع بخش مینہ برساتے ہیں، یہ پانی سمندروں سے آتا ہے، مگر اس میں محضت (کھار اپن) بالکل نہیں ہوتا، اگر اس میں کڑواہٹ ہوتی تو زمین سے روئیدگی ناممکن ہو جاتی، نہایت صاف شفاف شیریں پانی برساتے ہیں، اس سے ہر طرح کے باغات اور پکا غلہ پیدا ہوتا ہے، خاص طور پر پاکستان: ان کے درخت آسمان سے باتیں کرتے ہیں، وہ بھی انرجی زمین سے اٹھاتے ہیں، اور آخری بلندی پر لے جاتے ہیں، وہاں تہ بہ تہ رفتہ کچھ لگتے ہیں جن سے بندوں کو روزی ملتی ہے۔

علاوہ ازیں: بارش کی بوندیں پڑتے ہی دیران زمین اہلہانے لگتی ہے، کل جہاں خاک اڑ رہی تھی آج وہاں سبزہ زار ہے، اور بے شمار حیوانات بھی پیدا ہو جاتے ہیں، اسی طرح قیامت کے دن مردے زندہ کئے جائیں گے، پس یہ کوئی ناممکن بات نہیں، سچی حقیقت ہے، اس کو مان لو ورنہ حشر برا ہوگا، جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

﴿أَفَلَا يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ ۝﴾

قدرت کی پہلی نشانی: — کیا ان لوگوں نے — منکرین بعث بعد الموت نے — اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا — اوپر جو نیل گوں چھت نظر آرہی ہے وہی پہلا آسمان ہے، زمین سے اس کا فاصلہ پانچ سو سال کی مسافت ہے، اور پانچ سو سے مراد بے حد مسافت ہے تجدید مراد نہیں، مگر وہ نہایت قریب نظر آتا ہے، بلکہ اس کے کنارے

زمین کو چھوتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں، اور پہلے آسمان سے نیچے نظام شمسی ہے، تمام ستارے اور سیارے اس نظام میں گردش کر رہے ہیں۔ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو نظر کی انتہاء ہے، ان کا قول: ﴿فَوَقَّعْنَاهُمْ﴾ سے پادر ہوا ہو جاتا ہے۔ ہم نے اس کو کیسا بنایا ہے؟ — یعنی نہایت بلند، وسیع، مضبوط و مستحکم بے ستون قائم ہے۔ اور اس کو (ستاروں سے) مزین کیا ہے، اور اس میں کوئی شکاف نہیں۔ حالانکہ چھت پرانی ہو جاتی ہے تو اس میں دراڑ پڑ جاتی ہے۔

﴿وَالْأَرْضُ مَدَدُوهَا وَالْأَنْهَارُ فِيهَا دَوَائِبُ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ ثَوْبٍ بِهَيْجَةٍ﴾
 قدرتِ خداوندی کی دوسری نشانی: — اور زمین کو ہم نے پھیلایا — یعنی نہایت وسیع بنایا، جس سے وہ بچھا ہوا فرش محسوس ہوتی ہے۔ اور اس میں پہاڑوں کو جمایا — ان کی میخیں گاڑ دیں، تاکہ وہ متزلزل نہ ہو۔ اور ہم نے اس میں ہر خوش نما قسم اگائی۔ اور اس طرح انسانوں کی معیشت کا انتظام کیا۔

﴿تَبَصَّرْهُ وَذُكِّرْهُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ﴾

فائدہ: — زمین کو ہم نے ایسا بنایا — ہر رجوع ہونے والے بندے کی بینائی اور دانائی کے لئے! — تاکہ وہ ربوبیت سے الوہیت پر استدلال کریں اور ایک اللہ سے کو لگائیں۔

﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُبَارَكًا فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَبْتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ۝ وَالنَّخْلُ بُسْقُوتٌ لَهَا طَلْعٌ نَضِيدٌ ۝ رِزْقًا لِلْعِبَادِ ۝ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا ۝ كَذَلِكَ الْخُرُوجُ﴾

قدرتِ خداوندی کی تیسری نشانی: — اور ہم نے بادل سے نفع بخش پانی برسایا — بارش کا پانی بعض علاقوں میں بھی کام آتا ہے، دواؤں اور تعویذوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ پھر ہم نے اس کے ذریعہ باغات اگائے اور کھیتی کا غلہ پیدا کیا۔ یہ عام باغات کا ذکر ہے، اور کھیت اس وقت کثا ہے جب اناج پک جاتا ہے۔ پھر خاص باغ یعنی نخلستان کا ذکر ہے: — اور لمبے لمبے کھجور کے درخت (اگائے) جن پر تہ بہ تہ جھے ہوئے خوشے لگتے ہیں۔ قرآن کریم ان نعمتوں کا تفصیل سے ذکر کرتا ہے جن سے قرآن کے پہلے مخاطب واقف تھے، دوسری نعمتوں کا ذکر اجمالاً کرنا ہے، جیسے باغات میں آم کے، امرود کے، پتلی کے، آڑو کے ہر قسم کے باغات آگئے، اور عرب میں لمبے درخت کھجور ہی کے ہوتے ہیں، اس لئے صرف ان کا ذکر کیا، ناریل اور تاڑ کے درخت وہاں نہیں ہوتے، یہ درخت کھجور سے بھی اونچے جاتے ہیں، اور وہ بھی زمین سے انرجی لیتے ہیں اور چوٹی پر پہنچاتے ہیں، اور ناریل کے ہر دانہ میں پانچ سو گرام پانی ہوتا ہے، جس سے مغز بنتا ہے، اور تاڑ پھل بھی اوپر ہی لگتا ہے، غور کرو! قدرتِ خداوندی کہاں تک انرجی پہنچا کر پھل پیدا کرتی ہے، یہ سب: — بندوں کی روزی کے لئے ہے!

علاوہ انہیں: — اور ہم نے اس (بارش) کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کیا، اسی طرح (زمین) سے نکلتا ہوگا!

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّيْسِ وَثَمُودُ ۖ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ ۖ
وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدُ ۚ أَفَعَيْنَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ
بَلْ هُمْ فِي لُبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝

كَذَّبَتْ	جھٹلایا	وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ	اور رین والوں نے	أَفَعَيْنَا ^(۲)	کیا پس تھک گئے ہم
قَبْلَهُمْ	ان سے پہلے	وَقَوْمُ تُبَّعٍ	اور تبع کی قوم نے	بِالْخَلْقِ	پیدا کر کے
قَوْمُ نُوحٍ	نوح کی قوم نے	كُلٌّ	سب نے	الْأَوَّلِ	پہلی بار
وَأَصْحَابُ الرَّيْسِ ^(۱)	اور کنویں والوں نے	كَذَّبَ	جھٹلایا	بَلْ هُمْ	بلکہ وہ
وَتَمُودُ	اور ثمود نے	الرُّسُلَ	رسولوں کو	فِي لُبْسٍ ^(۳)	استہزاء میں ہیں
وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ	اور عاد اور فرعون نے	فَحَقَّ	پس ثابت ہوئی	مِّنْ خَلْقٍ	پیدا کرنے سے
وَإِخْوَانُ لُوطٍ	اور برادرانِ لوط نے	وَعِيدُ	میری دھمکی	جَدِيدٍ	نئے

جن اقوام نے رسولوں کو جھٹلایا وہ ہلاک ہوئیں

کسی ایک رسول کی تکذیب سارے رسولوں کی تکذیب ہے، کیونکہ سب کی دعوت ایک ہے، اور رسالت کی تکذیب رسول کی خبر کی تکذیب کو اپنے جلو میں لئے ہوئے ہے، اور انبیاء توحید اور بعث بعد الموت کی خبر دیتے ہیں، اور ماضی میں جن قوموں نے رسالت کا انکار کیا وہ سب ہلاک ہوئی ہیں، مکہ کے مشرکین بھی یہی راہ اپنائے ہوئے ہیں، پس وہ بھی اپنا انجام سوچ لیں، ارشاد فرماتے ہیں: — إِنَّ (مکہ والوں) سے پہلے جھٹلایا قوم نوح نے، اصحاب الرس نے، ثمود نے، عاد نے، فرعون نے، لوط کے برادران نے، اصحاب الایکہ نے اور تبع کی قوم نے، سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا — اس میں بعث بعد الموت کا انکار بھی آگیا — پس میری دھمکی ثابت ہو کر رہی! — یعنی عذاب آیا اور سب قومیں ہلاک

(۱) الرّیس: مطلق کنواں یا بے من کا کنواں، امام بخاریؒ نے کھان ترجمہ کیا ہے (تحفۃ القاری ۹: ۴۱۰) قرآن میں ان کا دو جگہ صرف نام آیا ہے، یہاں اور سورۃ الفرقان کے دوسرے رکوع میں (۲) أفعینا: ہمزه استفہام انکاری، فاء عاطفہ (محذوف پر عطف) عیننا: ماضی جمع متکلم، عینی (س) عینا: تھکنا، عاجز ہونا (۳) لبس: باب ضرب کا مصدر، لبس علیہ الامر: کوئی چیز مشتبہ اور پیچیدہ ہونا، اور باب سجع کا مصدر لبس (لام کے پیش کے ساتھ) ہے، اس کے معنی ہیں: پہننا۔

ہوئیں، پس ثابت ہوا کہ لعن کا انکار غلط تھا۔ — اصحاب الرس، اصحاب الایکہ اور قوم توح کی تفصیلات معلوم نہیں، پس اتنا معلوم ہے کہ یہ اقوام تکذیبِ رسل کی پاداش میں ہلاک ہوئیں۔

اب یہ گفتگو ایک سوال پر ختم کرتے ہیں: — کیا پس ہم تھک گئے پہلی بار پیدا کر کے؟ — یعنی یہ کائنات اللہ نے پیدا کی ہے، اس کو مشرکین بھی مانتے ہیں، اب وہ بتائیں کہ اللہ اس کائنات کو ختم کر کے دوسری مرتبہ پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ اگر جواب مثبت ہے کہ ہاں اللہ پاک پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں، تو جان لیں کہ تھکن تو ان کو چھو کر بھی نہیں گئی، وہ تو عیب ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہیں، اور اگر جواب منفی ہے کہ نہیں تھکے، تو بعث بعد الموت کو ماننے میں کیا پریشانی ہے؟ — بلکہ وہ نئی آفرینش کے بارے میں شبہ میں پڑے ہوئے ہیں — یعنی تذبذب کا شکار ہیں کہ مانیں یا نہ مانیں! ﴿فَهُمْ فِي أَمْرٍ مَرِيجٍ﴾: پس وہ گڈمڈ معاملہ میں ہیں!

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝ اذْ يَتَلَفَّى السُّتُلْقِينَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ۝ مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۖ ذَٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ۝ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ۖ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيدِ ۝ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ ۝ لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ ۖ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ۝ وَقَالَ قَرِينُهُ هَٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ ۖ أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ۖ مَّنَّاءٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيبٌ ۖ الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ۖ قَالَ قَرِينُهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ ۖ قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْعَمْتُهُ ۖ وَلَكِنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۖ قَالَ لَا تَحْتَصِمُوا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ بِالْوَعِيدِ ۖ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۖ يَوْمَ نَقُولُ لِحَبَّاهُمْ هَلْ أُمْتَلَأْتِ وَنَقُولُ هَلْ مِنْ مَّزِيدٍ ۖ

وَنَعْلَمُ مَا تُوسُوں بِهٖ (۱)	اور جانتے ہیں ہم جو خیال ڈالتا ہے اس کو اس کا نفس اور ہم زیادہ نزدیک ہیں اس سے	إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ (۲)	مگر اُس کے پاس راہ دیکھنے والا تیار ہے اور آئی بے ہوشی موت کی سچی یہ (موت) جو تھا تو اس سے کنارہ کرتا اور پھونکا گیا	لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكُشِفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ وَقَالَ قَرِينُهُ (۵)	البتہ تحقیق تھا تو بے خبری میں اس سے پس کھول دیا ہم نے تجھ سے تیرا ڈھکنا (پردہ) پس تیری آنکھ آج لوہا (نہایت تیز) ہے اور کہا اس کے ساتھی نے یہ جو میرے پاس ہے تیار ہے ڈالو دونوں دوزخ میں ہر بڑے مکر سخت مخالف بہت زیادہ روکنے والے
يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّينَ الَّذِينَ يَلْعَبُونَ وَعَنِ الْعَيْنِ الَّذِينَ يَلْعَبُونَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ (۳)	لے رہے ہیں دو لینے والے دائیں سے اور بائیں سے بیٹھے ہوئے نہیں بولتا وہ کوئی بات	ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعْدِ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَاقِقٌ وَشَهِيدٌ	یہ دھمکی کا دن ہے اور آیا ہر شخص اس کے ساتھ ہانکنے والا اور احوال بتانے والا ہے	هٰذَا مَا لَدَیَّ عَتِيدٌ اَلْقِیَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلُّ كَفَّارٍ عَنِیْدٍ مُّتَّاعٍ	جو میرے پاس ہے تیار ہے ڈالو دونوں دوزخ میں ہر بڑے مکر سخت مخالف بہت زیادہ روکنے والے

(۱) بہ: ضمیر ما موصولہ کی طرف عائد ہے (۲) جبل الورد: رگ جہاں، شر رگ، وہ رگ جو دل سے دماغ تک ہے، اور جس کے کٹنے سے موت واقع ہو جاتی ہے (۳) قعید: متعلقین کی صفت ہے، اور فعیل میں مفعول، تثنیہ جمع یکساں ہوتے ہیں، اس لئے قعیدان نہیں کہا (۴) حاد: یحید (ض) حید: ہٹنا، کنارہ کش ہونا۔ (۵) یہ قرین فرشتہ ہے، جو نامہ اعمال ریکارڈ کرنے کے لئے ساتھ رہتا ہے۔

بَات	الْقَوْلُ	کُش بنایا میں نے اس کو	أَطَعَيْتُهُ	بھلائی سے	لَلْخَيْرِ
میرے یہاں	لَدَائِي	لیکن تھا وہ	وَلَكِنْ كَانَ	حد سے تجاوز کرنے والے	مُعْتَدٍ
اور نہ میں	وَمَا أَنَا	گمراہی میں	فِي ضَلَالٍ	شک میں ڈالنے والے کو	مُرِيدٍ
ظلم کرنے والا ہوں	بِظُلْمٍ ^(۲)	دور کی	بَعِيدٍ	جس نے بنایا	الَّذِي جَعَلَ
بندوں پر	لِلْعَبِيدِ	فرمایا	قَالَ	اللہ کے ساتھ	مَعَ اللَّهِ
جس دن	يَوْمَ ^(۳)	مت جھگڑو	لَا تَخْتَصِمُوا	دوسرا معبود	إِلَهًا آخَرَ
پوچھیں گے ہم	نَقُولُ	میرے پاس	لَدَائِي	پس ڈالو دونوں اس کو	فَأَلْقِيْهُ
جہنم سے	بِجَهَنَّمَ	اور تحقیق	وَقَدْ	عذاب میں	فِي الْعَذَابِ
کیا	هَلْ	آگے بھیج چکا میں	قَدْ مَتَّ	سخت	الشَّدِيدِ
بھر گئی تو؟	أَمْتَلَأَتْ	تمہاری طرف	إِلَيْكُمْ	کہا	قَالَ
اور کہے گی وہ	وَنَقُولُ	دھمکی	بِالْوَعِيدِ	اس کے ساتھی نے	قَرِينُهُ ^(۱)
کیا	هَلْ	نہیں	مَا	اے ہمارے رب!	رَبَّنَا
اور بھی ہیں؟	مِنْ مَّزِيدٍ	بدلی جاتی	يُبَدِّلُ	نہیں	مَا

اللہ کے علم میں سب کچھ ہے، پھر بھی مصلحت سے ریکارڈ کیا جا رہا ہے

آیت چار میں ہے کہ باڈی جو دفن کی جاتی ہے، اس کو آہستہ آہستہ زمین کھا کر مٹی کر دیتی ہے، مٹی کے وہ اجزاء اللہ کے علم میں ہیں، تاہم لوح محفوظ میں وہ اجزاء ریکارڈ بھی ہیں، یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ اجزاء اللہ کے علم میں ہیں تو ان کو لوح محفوظ میں لکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ تین آیتوں میں اس کا جواب ہے کہ ایسا کسی مصلحت سے کیا گیا ہے، اور اس کی نظیر یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے، وہ اس کے سارے احوال سے واقف ہیں، وہ اپنے علم سے بندوں کی شررگ سے بھی قریب ہیں، انسان خود اپنے احوال نہیں جانتا وہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، پھر بھی ہر انسان کے ساتھ کرانا کاتین (ریکارڈ تیار کرنے والے دو معزز فرشتے) لگائے ہیں، جو اس کا ہر لفظ لکھتے ہیں، اور اس میں مصلحت ہے، جس کا بیان آگے ہے کہ وہ مسل قیامت کے دن بندے پر حجت ہوگی، اسی طرح لوح محفوظ کا معاملہ سمجھنا چاہئے، مگر اس کی (۱) یہ دوسرا قرین شیطان (روایتی ہمزاد) ہے، جو گمراہ کرنے کے لئے ساتھ لگا رہتا ہے۔ (۲) ظلام: نفی میں مبالغہ ہے یعنی ذرا بھی ظلم کرنے والے نہیں (۳) یوم: ظلام کا ظرف ہے۔

مصلحت نہیں کھولی، جیسے رزق کی کشادگی اور تنگی کا معیار نہیں کھولا، مگر مصلحت بہر حال ہے، جیسے نامہ اعمال لکھنے کی مصلحت کھولی ہے۔

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعَلَهُ مَا تَوَسَّوْا بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝ اذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّينَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ۝ مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝﴾

ترجمہ: اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا، اور ہم جانتے ہیں ان خیالات کو جو اس کے جی میں آتے ہیں، اور ہم اس سے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں!

(یاد کرو) جب دو اخذ کرنے والے فرشتے اخذ کرتے رہتے ہیں، دائیں بائیں، بیٹھے ہوئے انسان کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک تاک لگانے والا تیار ہے! — جو اس بات کو ریکارڈ کر لیتا ہے۔

حوالہ: اللہ کا انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہونا علم کے اعتبار سے ہے، مکانیت کے اعتبار سے نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ زمان و مکان سے منزہ ہیں، زمان و مکان مخلوق ہیں، اور خالق مخلوق میں نہیں ہو سکتا، یہ مسئلہ تفصیل سے جلد ہفتم ص ۴۶۲ میں گذر چکا ہے۔

علت کو معلول کے ساتھ وہ قرب حاصل ہوتا ہے جو معلول کو خود اپنے نفس سے بھی نہیں ہوتا

فرشتے جو اعمال نامے لکھتے ہیں وہ قیامت کے دن کام آئیں گے

بحرموں کی محشر میں حاضری اور انصاف سے فیصلہ

قیامتیں دو ہیں: چھوٹی اور بڑی۔ قیامت صغریٰ: آدمی کی اپنی موت ہے، من مات فقد قامت قیامتہ: جس کی موت آگئی اس کی قیامت شروع ہوگئی، کیونکہ وہ دوسری دنیا میں پہنچ گیا۔ یہی وہ قیامت ہے جس کو آدمی ٹلانا چاہتا ہے، موت سے آدمی بھاگتا ہے، مگر وہ گھڑی ٹلنے والی نہیں، جب وہ سر پر آجائے گی تو کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی۔

اور قیامت کبریٰ: اس وقت شروع ہوگی جب صور پھونکا جائے گا، اس وقت وہ ہولناک دن شروع ہوگا جس سے انبیاء و رسل ڈراتے رہے ہیں، اس دن کفار محشر میں اس طرح حاضر کئے جائیں گے کہ ایک فرشتہ ان کو ہانک رہا ہوگا، اور دوسرا ان کے اعمال نامے لئے ہوئے ہوگا، جن میں ان کے کروت درج ہونگے، اس دن ان سے کہا جائے گا: تم اس دن سے غفلت میں تھے تمہاری آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے تھے، آج وہ پردے ہٹا دیئے گئے ہیں، اور تمہاری نگاہیں خوب تیز کر دی گئی ہیں، اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو! انبیاء نے جو خبر دی تھی وہ صحیح تھی یا غلط؟ اس وقت فرشتہ اعمال نامہ پیش کرے گا

اور کہے گا: یہ مسل تیار ہے! پھر اس کے مطابق فیصلہ صادر ہوگا، دونوں فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس کو جہنم میں جھونک دو، یہ کٹر کافر، نہایت ضدی، خیر کے کاموں سے بہت روکنے والا، حد سے گزرنے والا، لوگوں کے ذہنوں کو بگاڑنے والا تھا، اور غیر اللہ کی پرستش کرتا تھا، اس لئے اس کی سزا دائمی جہنم ہے، پس اس کو دوزخ میں جھونک دو!

﴿وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۖ ذَٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ۚ وَنُفِعَ فِي الصُّورِ ذَٰلِكَ يَوْمَ الْوَعِيدِ ۚ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ ۚ لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا فَكُشِفْنَا عَنْكَ غِطَاءً ۖ فَكَبَّرْتَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ۚ وَقَالَ قَرِينُهُ هَٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ ۚ أَلْقَيْتَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ۖ مِّثْقَالِ الذُّبَابِ مِثْقَالِ الْغَيْرِ مُطَاعٌ ۖ مُّرِيبٌ ۚ الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ۚ لَقِيلَ لَهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ ۚ﴾

ترجمہ: اور موت کی برحق بے ہوشی آپہنچی — یعنی نزع (جان گئی) شروع ہوگئی — یہ وہ چیز ہے جس سے تو کتراتا تھا — مگر اس سے مفر (بھاگنے کی جگہ) کہاں ہے؟ یہی قیامت مصریٰ ہے!

اور صور پھونکا گیا — اور قیامت کبریٰ شروع ہوئی — یہ وعید کا دن ہے — یعنی یہ وہ دن ہے جس سے انبیاء ڈرایا کرتے تھے — اور آیا ہر شخص: اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک احوال بتانے والا ہے، بخدا! واقعہ یہ ہے کہ تو اس دن سے غفلت میں تھا — تجھے اس دن کا یقین ہی نہیں تھا — پس ہم نے تجھ سے پردہ ہٹا دیا — دنیا اور آخرت کے درمیان دبیز پردہ ہے، آخرت فی الحال موجود ہے مگر نظر نہیں آ رہی، موت کے بعد جب عالم برزخ میں پہنچیں گے تو یہ پردہ مہیں (پتلا) ہو جائے گا، اور کچھ کچھ آخرت نظر آنے لگے گی، اور قیامت کے دن یہ پردہ بالکل ہٹ جائے گا — سو آج تیری آنکھ بہت تیز ہے — اب تجھے سب کچھ نظر آرہا ہے!

اور اس کے ساتھی فرشتہ نے کہا: یہ میرے پاس مسل تیار ہے — اس کے مطابق فیصلہ صادر فرمایا جائے — پس بارگاہِ عالی سے حکم صادر ہوگا: — دونوں دوزخ میں ڈالو ہر کٹر کافر، نہایت ضدی، ٹیکوں سے بہت زیادہ روکنے والے، حد سے بڑھنے والے، شبہات میں ڈالنے والے کو، جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود تجویز کیا تھا — یہ جہنم میں جھونکے جانے کی بنیادیں ہیں — پس تم دونوں اس کو سخت عذاب میں ڈالو! — اب وہ وہاں ہمیشہ سڑے گا!

کافر کے ساتھ اس کا ہم زاد شیطان بھی دوزخ میں ڈالا جائے گا

اور اس کی حجت بازی نہیں چلے گی، نہ بندوں پر ظلم ہوگا

جب کفار کو جہنم میں جھونکا جائے گا تو ان کے ساتھ ان کے ہم زادوں (روایتی شیطانوں) کو بھی دوزخ میں ڈالا جائے گا

اس وقت وہ شیطان ساتھی کہے گا: پروردگار! میرا کیا قصور ہے! میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا، وہ خود آخری درجہ کی گمراہی (کفر و شرک) میں مبتلا تھا، مجھے اس کے ساتھ جیل میں کیوں بھیجا جا رہا ہے؟ — ارشادِ تعالیٰ ہوگا: میرے سامنے جھک جھک مت کرو، حجت بازی سے کام نہیں چلے گا، میں تمہیں دنیا میں نیک و بد سے آگاہ کر چکا تھا، اب میرے یہاں بات نہیں بدلتی، کفر و شرک کی دائمی سزا جہنم ہے، اب معافی اور درگزر کا کوئی سوال نہیں، تمہارے جرم کی یہی سزا ہے، اور اللہ کا یہ فیصلہ مبنی برانصاف ہے، قیامت کے دن بندوں پر اللہ تعالیٰ ذرہ بھر ظلم نہیں کریں گے، اللہ نے جہنم سے بھرنے کا وعدہ کیا ہے: ﴿لَا مَلَكٌ يَخْتَلِفُ أَلْفًا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ﴾ بخدا! ضرور بھروں گا میں جہنم کو جنات اور انسانوں سے سبھی سے [ہود ۱۱۹] اور جہنم اتنی بڑی ہے کہ بھرنے کا نام ہی نہیں لے گی، جب بھی اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے: اری! تو بھری؟ تو وہ کہے گی: اور لاؤ! ابھی میں نہیں بھری، اس وقت بھی اللہ تعالیٰ بے گناہوں کو جہنم میں ٹھونس کر اس کو نہیں بھریں گے، بلکہ متفق علیہ حدیث میں ہے کہ اس پر قدم رکھیں گے، جس سے وہ سٹک جائے گی، اور کہے گی: بس بس! بھر گئی! بھر گئی! اس طرح بھریں گے، بے گناہوں سے نہیں بھریں گے، کیونکہ ان کی بارگاہِ ظلم سے پاک ہے۔

﴿قَالَ قَبِيلُهُ لَنُبَيِّنَنَّ مَا أَعْطَيْنَاهُ وَ لَكِنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۝ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدُنِّي وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ بِالْوَعْدِ ۝ مَا يُبْذَلُ الْقَوْلُ لَدُنِّي وَمَا أَنَا بِظَالِمٍ لِّلْعَالَمِينَ ۝ يَوْمَ نَقُولُ لِّلْجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَ تَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ ۝﴾

ترجمہ: اور اس کے (شیطان) ساتھی نے کہا: اے ہمارے پروردگار! میں نے اس کو سرکش نہیں بنایا، بلکہ وہ خود دور کی گمراہی میں تھا! — ارشاد ہوگا: میرے سامنے حجت بازی مت کرو، میں پہلے ہی تمہارے پاس وعینہج چکا ہوں — کہ شرک و کفر کی ابدی سزا جہنم ہے — میرے یہاں بات بدلتی نہیں — جو فیصلہ ہو چکا: ہو چکا، اب معافی کا کوئی سوال نہیں۔ اور میں بندوں پر ذرہ بھر ظلم کرنے والا نہیں، جس دن ہم دوزخ سے پوچھیں گے کہ تو بھر گئی؟ اور وہ کہے گی کہ کچھ اور بھی ہے؟ — یعنی میں ابھی نہیں بھری، ابھی میرے اندر بہت جگہ ہے، اس وقت بھی اللہ تعالیٰ بے گناہوں سے جہنم کو نہیں بھریں گے کہ یہ ظلم ہوگا، بلکہ اس کو سکڑ دیں گے اور اس طرح اللہ کا وعدہ پورا ہو جائے گا۔

وَأَزَلَّتِ الْجَنَّةُ لِّلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ ۝ هَذَا مَا تُوْعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ ۝ مِّنْ خَشْيَةِ الرَّحْمَنِ الْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ ۝ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ ۝ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ۝

وَأَزْلَفْتُ ^(۱)	اور نزدیک کی گئی	مَنْ	جو شخص	بِسَلَامٍ	سلامتی کے ساتھ
الْجَنَّةُ	جنت	خَشِيَ	ڈرا	ذَلِكَ	یہ
لِلْمُتَّقِينَ	پرہیزگاروں کے لئے	الرَّحْمَنُ	نہایت مہربان سے	يَوْمَ الْخُلُودِ	ہمیشہ رہنے کا دن ہے
غَيْرَ بَعِيدٍ ^(۲)	کچھ دور نہیں	بِالْغَيْبِ	بن دیکھے	لَهُمْ	ان کے لئے ہے
هَذَا مَا	یہ جو	وَجَاءَ	اور آیا	فَأَيَّاهُ وَنَ	جو چاہیں گے وہ
تُوعَدُونَ	وعدہ کئے گئے تم	يَقْلِبُ	دل کے ساتھ	فِيهَا	اس میں
لِكُلِّ أَوَّابٍ ^(۳)	ہر رجوع ہونے والے کیلئے	مُنِيبٍ ^(۵)	رجوع ہونے والا	وَلَكِنَّا	اور ہمارے پاس
حَفِيفٌ ^(۴)	حفاظت کرنے والے کیلئے	ادْخُلُوهَا	داخل ہوؤ تم	مَزِيدٌ ^(۶)	اور بھی ہے

کفار کی تعذیب اخروی کے مقابلہ میں اہل جنت کے عیش کا ذکر

قرآن کریم کا ایک اسلوب ہے، جب وہ مومنین و کفار میں سے کسی ایک کا اخروی انجام بیان کرتا ہے تو ساتھ ہی دوسرے فریق کا بھی اخروی انجام بیان کرتا ہے، کیونکہ ضد سے ضد پہچانی جاتی ہے، گذشتہ آیات میں کفار کی تعذیب اخروی کا بیان تھا، اب ان کے مقابلہ میں اہل جنت کے عیش کا ذکر ہے۔ جنت پرہیزگاروں کے لئے میدانِ حشر سے نزدیک کی جائے گی کہ کچھ دور نہیں رہے گی یعنی جنت دوسرے عالم ہی میں رہے گی، مگر بہت نزدیک نظر آئے گی۔ دو عالم (دنیا و آخرت) ساتھ ساتھ چل رہے ہیں، دنیا کی طرح آخرت بھی اپنے تمام مشمولات کے ساتھ فی الحال موجود ہے، مگر دونوں عالموں کے درمیان دبیز پردہ پڑا ہوا ہے، اس لئے دنیا سے آخرت نظر نہیں آتی، مگر آخرت سے دنیا نظر آتی ہے، حدیث میں ہے کہ اگر کوئی عورت شوہر کو ستاتی ہے، تو جنت میں اس کی حور اس بیوی کو کوستی ہے، کہتی ہے: اری! کیوں ستاتی ہے، یہ تو تیرے پاس چند دن کا مہمان ہے، تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آجائے گا (ترمذی حدیث ۵۱۵۷ اتخذه اللمعی ۳: ۶۱۳) اس روایت سے معلوم ہوا کہ حوروں کو یہ دنیا نظر آتی ہے، اسی طرح فرشتوں کو بھی یہ عالم نظر آتا ہے، مگر دنیا والوں کو آخرت نظر نہیں آتی، تا کہ ایمان بالغیب حاصل رہے، جیسے کار کے شیشے پر کالی مٹی چپکا دیتے ہیں تو باہر سے اندر کا نظر نہیں آتا، اور

(۱) أَزْلَفَ الشَّيْءُ: نزدیک کرنا (افعال) زَلَفَ (ن) زَلَفَا: نزدیک ہونا (۲) غَیْرَ بَعِيدٍ: موصوف مکانا کے قائم مقام اور أَزْلَفَ کا مفعول فیہ ہے یا الْجَنَّةُ کا حال ہے۔ (۳) أَوَّابٍ: اسم مبالغہ، آبِ اِلَیْہ (ن): لوٹنا، توبہ کرنا، لکَل: للمتقین سے حرف جر کے اعادہ کے ساتھ بدل ہے۔ (۴) حَفِيفٌ بمعنی حافظ (۵) مُنِيبٌ: اسم فاعل، أَنَابَ اِلَیْ اللہ: اللہ کی طرف رجوع کرنا (۶) مَزِيدٌ: حاصل مصدر: زائد، اور بھی۔

اندھے باہر کا نظر آتا ہے۔

پھر جب لوگ عالم برزخ (قبر) میں پہنچ جاتے ہیں تو وہ پردہ مہین ہو جاتا ہے، حدیث میں اس کی تعبیر یہ آئی ہے کہ قبر میں جنت اور جہنم کی طرف کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں، جنت سے بھیجی بھینی (نرم نرم) ہوائیں آئے لگتی ہیں، اور جہنم سے اونٹ جیسے شرارے اڑ کر آتے ہیں، اس لئے قبر میں پہنچ کر ہر شخص کو آخرت کا یقین آ جاتا ہے۔

پھر قیامت کے دن یہ پردہ بالکل اٹھا دیا جائے گا، میدانِ حشر یہی زمین ہوگی، مگر محشر سے جنت نظر آئے گی، تاکہ آتشِ شوق تیز ہو جائے، اور جہنم بھی تاکہ وہ روح فرسا ثابت ہو، سورۃ الشعراء کی (آیات ۹۰ و ۹۱) ہیں: ﴿وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ۖ وَبُزْزِيتِ الْجَحِيمُ لِلْغَافِينَ ۖ﴾ جنت خدا ترسوں کے لئے نزدیک کر دی جائے گی اور جہنم گمراہوں کے لئے ظاہر کر دی جائے گی یعنی جنت اور جہنم اپنی جگہ رہیں گی، مگر دونوں میدانِ حشر سے نظر آئیں گی۔

اور میدانِ حشر میں پرہیزگاروں سے کہا جائے گا: یہ وہ جنت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، خوش ہو جاؤ، حساب کتاب سے نمٹ کر یہی جنت تمہارا ٹھکانا ہے۔ البتہ یہ جنت ان لوگوں کے لئے ہے جن میں چار باتیں ہوں:

۱۔ وہ اللہ سے لولگانے والے ہوں، اذاب کے بھی معنی ہیں۔

۲۔ وہ کرنے کے کاموں پر مضبوطی سے عمل کرنے والے ہوں۔ حفیظ بمعنی حافظ ہے، اس کے معنی ہیں حفاظت کرنے والا یعنی اعمالِ صالحہ کی پابندی کرنے والا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ سے دیکھے بغیر ڈرتا ہو، یعنی ممنوعاتِ شرعیہ سے بچتا ہو۔

۴۔ دل محفوظ ہو، اللہ کی طرف رجوع ہونے والا دل لے کر میدانِ حشر میں آئے۔

پھر جب حساب کتاب نمٹ جائے گا تو پرہیزگاروں سے کہا جائے گا: اب بے کھٹک جنت میں چلے جاؤ، تم وہاں ہمیشہ رہو گے اور وہاں جو چاہو گے ملے گا، کسی بات کا ٹوٹا نہیں ہوگا، اور مزید دیدارِ خداوندی سے سرفراز کئے جاؤ گے۔

﴿وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ ۖ هَذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيفٍ ۖ مَنْ خَشِيَ الزَّكْهَانَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ ۖ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ ۖ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ۖ﴾

ترجمہ: اور جنت پرہیزگاروں کے لئے نزدیک لائی جائے گی، وہ ان سے کچھ دور نہیں رہے گی (کہا جائے گا: یہ وہ

جنت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، یہ جنت ہر ایسے شخص کے لئے ہے جو رجوع ہونے والا، پابندی کرنے والا ہے۔

جو نہایت مہربان اللہ سے دیکھے بغیر ڈرتا ہے، اور وہ رجوع ہونے والا دل لے کر آیا ہے (کہا جائے گا: جنت میں بے

کھٹک داخل ہو جاؤ، یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے، ان کو جنت میں جو چاہیں گے ملے گا، اور ہمارے پاس اور بھی نعمت ہے۔

یعنی دیدارِ خداوندی۔

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّجِيصٍ ۝ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَ لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۖ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ ۝ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ۖ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ۝ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادُ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۖ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۚ ذَلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ ۝ إِنَّآ نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَآلَيْنَا الْمَصِيرَ ۖ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سَرَاعًا ۚ ذَلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ۝ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۖ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدَ ۝

۲۷

وَكَمْ ^(۱)	اور بہت سی	فی البلاد	شہروں کو	السَّمْعَ	کان
أَهْلَكْنَا	ہلاک کیں ہم نے	ہل	کیا	وَهُوَ	در احوالیکہ وہ
قَبْلَهُمْ	اُن سے پہلے	مِنْ مَّجِيصٍ ^(۲)	کوئی جائے پناہ ملی؟	شَهِيدٌ	موجود ہے
مِنْ قَرْنٍ	جماعتیں (اتنی)	إِنَّ فِي ذَلِكَ	بے شک اس میں	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق
هُمْ	وہ	لَذِكْرٍ ^(۵)	یقیناً نصیحت ہے	خَلَقْنَا	پیدا کیا ہم نے
أَشَدُّ ^(۲)	سخت تھیں	لِمَنْ	اس شخص کے لئے جو	السَّمَوَاتِ	آسمانوں کو
مِنْهُمْ	اُن سے	كَانَ لَهُ	ہے اس کے لئے	وَالْأَرْضِ	اور زمین کو
بَطْشًا	پکڑ میں	قَلْبٌ	دل	وَمَا بَيْنَهُمَا	اور دونوں کے درمیان
فَنَقَّبُوا ^(۳)	پس چھان مارا انھوں نے	أَوْ أَلْقَى	یا ڈالا اس نے		کی چیزوں کو

(۱) کم: خبریہ، من قرن: اس کا بیان (۲) اشد بطشاً: اسم تفضیل (۳) نقب: بہت کھود کرید کرنا، تلاش و جستجو کرنا (۴) مجیص: ظرف: پناہ گاہ، لوٹنے کی جگہ (۵) ذکر: ذکر کی طرح مصدر: نصیحت کرنا۔

زمن	الْأَرْضُ	اور کان لگا کر سن!	وَاسْمَعُوا	چھ دنوں میں	فِي مَسَاجِدَ آيَاتِهِ
ان سے	عَنْهُمْ	جس دن	يَوْمَ	اور نہیں چھوٹا ہمیں	وَمَا مَسَّنَا
تیزی سے	سِرَاعًا ^(۴)	پکارے گا	يُنَادِ	ذرا کان نے	مِنَ الْغُيُوبِ ^(۱)
یہ جمع کرنا	ذَلِكَ حَشَرٌ	پکارنے والا	الْمُنَادِ	پس مہر کریں آپ	فَاصْبِرْ
ہم پر	عَلَيْنَا	جگہ سے	مِنْ مَّكَانٍ	اس پر جو	عَلَى مَا
آسان ہے	يَسِيرٌ	نزدیک	قَرِيبٌ	وہ کہتے ہیں	يَقُولُونَ
ہم	نَحْنُ	جس دن	يَوْمَ	اور پاکی بیان کریں	وَسَيَحْمَدُ
خوب جانتے ہیں	أَعْلَمُ	سنیں گے وہ	يَسْمَعُونَ	خوبی کے ساتھ	رَبِّكَ
اس کو جو	وَمَا	سخت آواز	الصَّيْحَةِ	اپنے رب کی	قَبْلَ
کہتے ہیں وہ	يَقُولُونَ	برحق	بِالْحَقِّ	پہلے	تَلُوعِ
اور نہیں	وَمَا	یہ دن	ذَلِكَ يَوْمٌ	نکلنے	الشَّمْسِ
آپ	أَنْتَ	نکلنے کا ہے	الْخُرُوجِ	سورج کے	وَقَبْلَ
ان پر	عَلَيْهِمْ	بے شک ہم ہی	إِنَّا نَحْنُ	اور پہلے	الْفُرُوبِ
زور والے	يَجْبَارِ	زندہ کرتے ہیں	نُحْيِ	چھپنے کے	وَمِنَ الْإِيلِ
پس نصیحت کریں	فَذَكِّرْ	اور مارتے ہیں	وَنُذِيقُ	اور رات کے کچھ حصہ میں	فَتَبَيَّنَتْ
قرآن کے ذریعہ	بِالْقُرْآنِ	اور ہماری طرف	وَالْأَيْنَا	پس پاکی بیان کریں	الْحَقِّ
اس کو جو	مَنْ	لوٹنا ہے	الْمَصِيدُ	ان کی	وَأَذْبَارُ ^(۲)
ڈرتا ہے	يَخَافُ	جس دن	يَوْمَ	اور پیچھے	السُّجُودِ ^(۳)
(میری) دھمکی سے	وَعِيدُ ^(۵)	پھٹے گی	تَشَقُّقُ	نمازوں کے	

(۱) لغوب: مصدر: لگان، تجب، لغَب (ف) لَغَبًا وَلَغُوبًا: بہت تھک جانا۔ (۲) اذبار: دُبر کی جمع: پیٹھ، پیچھے (۳) السُّجُود: مصدر: سجدہ کرنا، اسم مصدر: عبادت، سجدہ، یہاں نماز مراد ہے، راغب نے لکھا ہے: کبھی نماز کو سجود سے تعبیر کیا جاتا ہے (یہ السجدة کی جمع نہیں، اس کی جمع السجادات ہے) (۴) سِرَاعًا: عنہم کی ضمیر کا حال ہے۔ (۵) وعید: یاد محمدؐ ہے، دال کا کسرہ اس کی علامت ہے۔

منکرین مکہ کو دنیا میں بھی سزا مل سکتی ہے

درمیان میں اہل جنت کے ناز و نعمت کا ذکر تھا، اب پھر مشرکین مکہ کی سزا دی کا ذکر ہے، ان کو آخرت سے پہلے دنیا میں بھی سزا مل سکتی ہے، اللہ تعالیٰ کتنی ہی سرکش قوموں کو تباہ کر چکے ہیں، جو زور و قوت اور ساز و سامان میں مکہ کے کفار سے بڑھ کر تھیں، جنہوں نے کتنے ہی شہر چھان مارے تھے، ایک دنیا پامال کر رکھی تھی، مگر جب عذاب آیا تو روئے زمین پر کہیں بھی پناہ نہ ملی، ان کے عبرت ناک واقعات سے وہ شخص نصیحت حاصل کر سکتا ہے جس کے پاس سمجھنے والا دل ہے، وہ توبات سنتے ہی راہ راست پر آجائے گا، یا پھر وہ دماغ حاضر کر کے کان دے کر بات سنے تو اس کے سننے کی بھی امید ہے، اور یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو اس کو خدا سمجھے!

﴿وَكُنْمْ أَهْلُكُنَّا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّجِيصٍ ۝ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرًا لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْفَ السَّمْعِ وَهُوَ شَهِيدٌ ۝﴾

ترجمہ: اور ہم ان (مکہ والوں) سے پہلے کتنی ہی امتیں ہلاک کر چکے، جو ان (مکہ والوں) سے زیادہ زور آور تھیں، پس انہوں نے شہروں کو چھان مارا، تو کیا (ان کو) کوئی جائے پناہ ملی؟ — یعنی وہ عذاب الہی سے بچ سکے؟ — بے شک اس میں یقیناً عبرت ہے اس کے لئے جس کے پاس (سمجھنے والا) دل ہے، یا وہ کان دے کر بات سنے درحالیکہ اس کا دماغ حاضر ہو!

جو پہلی مرتبہ کائنات پیدا کر کے تھکا نہیں وہ دوسری مرتبہ کیوں تھکے گا!

اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات (آسمان، زمین اور درمیان کی چیزیں) چھ دنوں (ادوار) میں بنائی ہیں، اور ان کو تھکن چھو کر بھی نہیں گئی، اور یہود کو اس کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کائنات پیدا کر کے تھک گئے تھے، اس لئے ساتویں دن (بار کے دن) بے بار رہے، چٹھشی کی اور آرام کیا، یہ ان کی ناقہ رشنا ہی ہے، پس جو پہلی مرتبہ کائنات بنا کر نہیں تھکا وہ اس کائنات کو ختم کر کے دوسری مرتبہ کیوں نہیں بنا سکتا؟ ضرور بنائے گا، وہ ہر بار پیدا کرنے پر قادر ہے!

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۖ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ ۝﴾

ترجمہ: اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو، اور دونوں کے درمیان کی چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا، اور ہمیں تھکن چھو کر بھی نہیں گئی!

مسلمان ابھی تعمیر خودی میں مشغول رہیں

اس سورت کا نزول کا نمبر ۳۴ ہے، یہ سورت ابتدائے اسلام میں نازل ہوئی ہے، اس وقت تک معاملہ بہت زیادہ گرم

نہیں ہوا تھا، اس لئے اس سورت کا انداز پیارا ہے، بات نرمی سے سمجھائی ہے، اور دھمکی دی ہے تو کپسول میں بھر کر دی ہے۔ اور اب تک خطاب منکرین سے تھا، اب مومنین سے ہے کہ ابھی تم خود کو بناؤ، پانچ وقت کی نمازیں پابندی سے پڑھو، اور نمازوں کے بعد اذکار کا بھی اہتمام کرو، اس سے خود اعتمادی پیدا ہوگی، اور ابھی صبر و ہمت سے کام لو، دن پھر نے والے ہیں۔ بخاری شریف (حدیث ۲۸۵۲) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ سبھی نمازوں کے بعد اللہ کی پاکی بیان کریں، یہ ابن عباسؓ نے ﴿اَذْبَاكَ السُّجُودِ﴾ کی تفسیر کی ہے۔

اور سورج نکلنے سے پہلے فجر کی نماز ہے، اور سورج چھپنے سے پہلے دو نمازیں (ظہر اور عصر) ہیں، اور رات کے شروع حصہ میں دو نمازیں (مغرب اور عشاء) ہیں، اور فرض نمازوں کے بعد تسبیح و تحمید اور دیگر اذکار کا اہتمام کرو، اس سے تمہاری دینی شخصیت بنے گی۔

ملاحظہ: اذکار و تسبیحات عام طور پر مسلمان جانتے ہیں، اور اذکار و دعوات کی کتابوں میں بیان ہوئے ہیں۔

﴿فَاَصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ۚ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ ۚ وَادْبَارَ السُّجُودِ ۝﴾

ترجمہ: پس آپ اُن (منکرین بعث) کی باتوں پر صبر کریں اور اپنے رب کی خوبی کے ساتھ پاکی بیان کریں، سورج نکلنے سے پہلے، اور چھپنے سے پہلے، اور رات کے ایک حصہ میں اس کی پاکی بیان کریں اور نمازوں کے بعد بھی۔

آخری دو باتیں: ایک: منکرین بعث سے، دوسری: پیغمبر ﷺ سے

پہلی بات: — منکرین بعث الموت سے فرمایا جا رہا ہے کہ جب اسرافیل صور پھونکیں گے تو ایسا محسوس ہوگا جیسے قریب سے آواز آرہی ہے، حالانکہ وہ اپنے مقام سے پھونکیں گے، جب لوگ یہ واقعی چیخ سنیں گے وہ قبروں سے نکلنے کا دن ہوگا، جلاتے مارتے اللہ تعالیٰ ہی ہیں، اس دنیا میں بھی حیات انھوں نے ہی بخشی ہے، پھر وہی لے بھی لیتے ہیں، اور جب صور پھونکا جائے گا اس وقت وہ پھر ابدان کو حیات نو بخشیں گے، اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ زمین مردوں سے تیزی کے ساتھ پھٹے گی، اور اجسام بنے بنائے زمین سے نکل آئیں گے، پھر ارواح ان کی طرف لوٹائی جائیں گی، پھر سب کو میدانِ حشر میں جمع کریں گے، یہی لوٹ کر اللہ کے پاس آنا ہے، اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

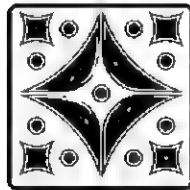
دوسری بات: — پیغمبر ﷺ سے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کا رد عمل معلوم ہے، وہ آپ کی دعوت کا کیا جواب دے رہے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ خوب واقف ہیں، مگر آپ زور زبردستی اپنی بات کسی سے نہیں منوائیں گے، پس آپ لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑیں، اور قرآن سنا کر فہمائش کرتے رہیں، جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ ضرور ایمان لائے گا۔

﴿وَاسْمُهُ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادُ مِنْ مَكَانٍ قَرِيبٍ ۝ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ ۝ لَأَنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ ۖ وَلَا إِنَّا الْمَصِيرُ ۝ يَوْمَ تَشْقُقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سَرَّاعًا ۚ ذَٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ۝ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۖ فَذَكَرَ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ ۝﴾

ترجمہ: اور کان کھول کر سنو! جس دن پکارنے والا پاس سے پکارے گا — دوسری بار نفعِ صورت کا ذکر ہے — پاس سے پکارے گا: یعنی اس کی آواز ہر جگہ نزدیک لگے گی — جس دن لوگ برحق چیخ سنیں گے — برحق: یعنی واقعی، وہ کوئی دھوکہ نہیں ہوگا — یہ (قبروں سے) نکلنے کا دن ہے، بے شک ہم ہی جلاتے اور مارتے ہیں، اور ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے، جس دن زمین لوگوں سے تیزی کے ساتھ پھٹے گی، یہ (میدانِ حشر میں) جمع کرنا ہمارے لئے آسان ہے!

ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں، اور آپ ان پر کچھ جبر کرنے والے نہیں، پس آپ قرآن کے ذریعہ اس کو نصیحت کریں جو میری دھمکی سے ڈرتا ہے۔

﴿جمعہ یکم جمادی الاخریٰ سن ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۱ مارچ سن ۲۰۱۶ء﴾



(۵۱) سُورَةُ الذَّرِيَّتِ مَكِّيَّةٌ (۴۷)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالذَّرِيَّتِ ذُرَّوْا ۚ فَالْحُمِلْتَ وَفَرَّ ۚ فَالْجَرِيَّتِ يُسْرًا ۚ فَالْمَقْتَمَتِ أَمْرًا ۚ إِنَّمَا
تُوعِدُونَ لَصَادِقٍ ۚ وَإِنَّ الدِّينَ لَوَاقِعٌ ۚ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۚ إِنَّكُمْ
لَفِي قَوْلٍ مُخْتَلِفٍ ۚ يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ أُفِكَ ۚ قُتِلَ الْخَرُصُونَ ۚ الَّذِينَ هُمْ فِي
عَمْرَةٍ سَاهُونَ ۚ يَسْأَلُونَ آيَاتِ يَوْمِ الدِّينِ ۚ يَوْمَهُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ ۚ
ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ۝

وَالذَّرِيَّتِ	قسم اڑانی والی ہواؤں کی	اُمّرا	حکم کو	وَالسَّمَاءِ	قسم آسمان
ذُرَّوْا	ابھار کر	اِنَّمَا	بے شک جو	ذَاتِ الْحُبُكِ	پر رونق کی
فَالْحُمِلْتَ	پس اٹھانے والیوں کی	تُوعِدُونَ	وعدہ کئے جارہے ہوتے	إِنَّكُمْ	بے شک تم
وَفَرَّ	بوجھ کر	لَصَادِقٌ	البتہ سچا ہے	لَفِي قَوْلٍ	باتوں میں ہو
فَالْجَرِيَّتِ	پس چلنے والیوں کی	وَإِنَّ	اور بے شک	مُخْتَلِفٍ	مختلف
يُسْرًا	نرمی سے	الدِّينِ	بدلہ	يُؤْفَكُ	پھیرا جاتا ہے
فَالْمَقْتَمَتِ	پس باٹنے والیوں کی	لَوَاقِعٌ	ضرور ملنے والا ہے	عَنْهُ	اس (حق بات) سے

(۱) الذاریات سے المقسمات تک چاروں اسم فاعل، جمع مؤنث کے صیغے ہیں۔ دبیح جمع ارواح کے قائم مقام ہیں، اور روایت میں چاروں کے مختلف مصادیق بھی آئے ہیں، مگر وہ روایت ضعیف ہے۔ اور واو قسیمیہ: حرف جر ہے۔ ذَرَّتِ الریح التراب (ن) ذروا: ہوا کا مٹی اڑانا۔ ذُرَّوْا: مفعول مطلق۔ وَفَرَّ: مفعول بہ۔ یسرا: مفعول مطلق من غیر لفظ۔ اور امر سے امر الہی مراد ہے یعنی جہاں جتنا پانی برسنا چاہئے ہوائیں برساتی ہیں، پھر بادلوں کو آگے بڑھا دیتی ہیں۔ (۲) إِنَّمَا: حرف مشبہ بالفعل اور ما: موصولہ، اور اس کی طرف لوٹنے والی ضمیر صلہ میں محذوف ہے اُی تو وعدوں بد۔ (۳) ذَاتِ الْحُبُكِ: کاتر جمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے استواء ہا و حُسْنُہا کیا ہے، یعنی درست اور پر رونق آسمان (تحفہ القاری: ۹: ۵۱۸) اور اس کاتر جمہ راہیں اور دھاری دار بھی کیا گیا ہے۔

مَنْ أَفَكَ قُتِلَ	جو پھیرا گیا ناس ہو	سَاهُونَ يَسْتَلُونَ	بھولنے والے ہیں پوچھتے ہیں وہ	يُفْتَنُونَ ذُوقُوا	تپائے جائیں گے چکھو
الْخَوْصُونَ الَّذِينَ	انکل اڑانے والوں کا جو	أَيَّانَ يَوْمُ الدِّينِ	کب ہے جزاء کا دن؟	فَنَنْتَكُمُ هَذَا الَّذِي	اپنی گمراہی! یہ جو
هُمْ	وہ	يَوْمَهُمْ	جس دن وہ	كُنْتُمْ بِهِ	تھے تم اس کی
فِي عَمْرَةٍ نَحْنُ نَعْمَرُهُ	گھبرے پانی (غفلت میں)	عَلَى النَّارِ	آگ پر	تَسْتَعْجِلُونَ	جلدی مچاتے

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

سورت کا نام اور موضوع: یہ سورت مکی ہے، پہلے لفظ سے نام رکھا ہے، اس کا نزول کا نمبر ۶ ہے یعنی یہ مکی دور کے وسط کی ہے، اس کا موضوع بھی سورۃ ق کی طرح بعث بعد الموت، آخرت، حساب کتاب اور ثواب و عقاب ہے، گذشتہ سورت: ﴿مَنْ يَخَافُ وَيَعْبُدُ﴾ پر پوری ہوئی تھی یہ سورت اسی مضمون سے شروع ہو رہی ہے۔

جزاء کا وعدہ سچا ہے، اختلاف فضول ہے، اختلاف کرنے والے سزا پائیں گے

بات یہاں سے شروع کی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام جو خبر دیتے ہیں کہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی ہے، یہ خبر بالکل سچی ہے، دوسری زندگی میں جزا و سزا سے ضرور سابقہ پڑے گا، مگر لوگ اس سلسلہ میں مختلف نظریات رکھتے ہیں، کوئی کہتا ہے: زندگی بس یہی زندگی ہے: ﴿وَمَا يُهْبِكُنَا إِلَّا الدَّاهِرُ﴾: دنیوی زندگی کے علاوہ کوئی زندگی نہیں، اور ہم صرف زمانہ کی گردش سے مرتے جیتے ہیں [الباقیہ ۱۴] یعنی اس عالم کا کوئی کارساز نہیں، اور کوئی کہتا ہے: ترک (دوزخ) اور سوگ (جنت) ہیں، اور جزا و سزا بھی ہے، مگر وہ اسی دنیا میں ہے، مگر کچھ اسی عالم میں اچھے برے حال میں لوٹ آنا ہے، اسی کو وہ آواگون (تاسخ) کہتے ہیں، اور یہود کہتے ہیں: آخرت میں جنت ہمارے ہی لئے ہے، ہم اللہ کی اولاد اور چہیتے ہیں، اور عیسائی کہتے ہیں: ہمارے ہی لئے ہے، اللہ کے بیٹے سولی پر چڑھ کر ہمارے گناہوں کا کفارہ بن گئے ہیں، اور اسلام کہتا ہے کہ آنے والی زندگی میں ہر شخص کو اس کے کئے کا پھل ملے گا، ان مختلف نظریات میں سے صرف اسلام کا نظریہ صحیح ہے، مگر اس کو قبول کرنے کی توفیق ہر شخص کو نہیں ملتی، دوسرے لوگ انکل پچو کا تیر چلاتے ہیں، مگر یہ مسئلہ انکل اڑانے کا نہیں، نہایت سنجیدہ مسئلہ ہے، مگر لوگ غفلت کا شکار ہیں، آخرت کو بھولے ہوئے ہیں، عام مسلمانوں کا حال بھی دوسروں سے کچھ مختلف نہیں، وہ بھی جنت کو عمل کے بغیر اپنی جاگیر سمجھتے ہیں، اور منکرین دوسری زندگی کا ٹھٹھا کرتے ہیں،

کہتے ہیں: جزاء کا دن کب آئے گا؟ جواب: جس دن تم جہنم کا ایندھن بنو گے، اور تم سے کہا جائے گا: اپنی گمراہی کا مزہ چکھو! یہی وہ دن ہے جس کے بارے میں تم جلدی مچاتے تھے!

پھر پہلی دو باتوں کو شواہد و دلائل کے ذریعہ مدلل کیا ہے قرآن کی قسمیں مقسم علیہ (مدعی) کی دلیلیں ہوتی ہیں، مگر دلیل کی تقریریں دو ہیں:

پہلی بات: — مرنے کے بعد زندہ ہونے کی بات سچی ہے، اور اس کی دلیل کی دو تقریریں ہیں:

پہلی تقریر: — آندھیاں چلتی ہیں تو مٹی کو اڑا کر فضاء کی بلندی میں لے جاتی ہیں، جبکہ زمین کی کشش کا تقاضا ہے کہ گرد اوپر نہ اٹھے، ڈھیلا پھینکتے ہیں تو فوراً زمین کی طرف لوٹ آتا ہے، مگر آندھی میں گرد اوپر ہی اٹھتی چلی جاتی ہے۔ اور سمندر سے جو بھاپ اٹھتی ہے وہ فضاء میں پہنچ کر بوجھل بادل بن جاتی ہے، ہوا اس کو فضاء میں تھامے رہتی ہے۔ اور لاکھوں ٹن کی کشتیاں پانی پر رواں دواں ہیں، جبکہ سو گرام کا ڈھیلا پانی پر نہیں رکھتا۔ اور فرشتے مخلوق کی روزی بانٹتے ہیں، کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دیتے ہیں، اور وہ ایسا اللہ کے حکم سے کرتے ہیں۔ یہ سب قدرت الہی کی ادنیٰ کرشمہ سازیاں ہیں، کیا ایسا قادر مطلق دوسری زندگی وجود میں نہیں لاسکتا؟

دوسری تقریر: اللہ تعالیٰ پروردگار عالم ہیں، وہ سب کو روزی پہنچاتے ہیں، اور بارش برساتے ہیں، اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ہوائیں سمندر سے بھاپ کو ابھار کر فضاء کی بلندی میں لے جاتی ہیں، وہاں بھاپ کے بوجھل بادل بن جاتے ہیں، ہوا ان کو فضاء میں اٹھائے رہتی ہے، پھر ان کو سچ سج لے چلتی ہے، اور جہاں اللہ کا حکم ہوتا ہے بادل برستے ہیں، اسی طرح قیامت کا جو وعدہ ہے وہ سچا ہے، اس کے بھی اسباب بن رہے ہیں، جب اسباب مہیا ہو جائیں گے تو یہ دنیا ختم ہو جائے گی، اور دوسری دنیا شروع ہوگی، اور مومنین افضال الہی سے نہال ہو جائیں گے اور دوسرے ماتم کناں رہ جائیں گے۔

دوسری بات: — لوگ آخرت کے تعلق سے مختلف باتیں کرتے ہیں، اس کی دلیل کی بھی دو تقریریں ہیں:

پہلی تقریر: — آسمان میں راہیں ہیں، سیاروں اور ستاروں کی مداریں ہیں، اور فرشتوں کی گزرگاہیں ہیں، جیسے یہ دھاریاں مختلف ہیں اسی طرح قیامت کے تعلق سے لوگوں کی باتیں مختلف ہیں۔

دوسری تقریر: — آسمان کو دیکھو! کیسا خوبصورت اور مہر و رفیع ہے، اس کی یہ رعنائی تاروں کی مرہونِ منت ہے، اور ستارے مختلف رنگوں کے ہیں، کوئی سرخ ہے، کوئی سفید، کوئی زرد، کوئی بڑا، کوئی درمیانی اور کوئی چھوٹا، اسی طرح آخرت کے تعلق سے لوگوں کی باتیں مختلف ہیں۔

﴿وَالَّذِينَ ذَرَوْا ۖ فَالْحَبِلَ وَقَرًا ۖ فَالْجُرَيْتِ يُسْرًا ۖ فَالْمَقْتَلِ امْرًا ۖ لَنَا نَوْعُدُونَ ۖ لَصَادِقٌ ۖ وَإِنَّ الدِّينَ لَوَاقِعٌ ۖ﴾

ترجمہ: (گرد یا بھاپ) ابھار کر اڑانے والی ہواؤں کی قسم! پس (بادلوں کا) بوجھ اٹھانے والی ہواؤں کی، پس نرمی سے (بادلوں کو) لے چلنے والی ہواؤں کی، پس حکم (الہی کے مطابق بارش) بانٹنے والی ہواؤں کی! بے شک جو تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ سچا ہے، اور جزا و سزا ضرور ہو کر رہنے والی ہے۔

﴿وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۖ إِنَّكُمْ لَفِي قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۖ يُؤَفِّكُ عَنْهُ مَنْ أَفَكَ ۖ﴾

ترجمہ: خوبصورت (یاراہوں والے) آسمان کی قسم! بالیقین تم مختلف باتوں میں ہو — جو سب صحیح نہیں، ان میں سے ایک ہی بات صحیح ہے — اس سے پھیرا جاتا ہے جو پھیرا گیا — یعنی جو سعادت سے محروم رہا وہی اس بات کو نہیں مانتا۔
﴿قُتِلَ الْخَرِصُونَ ۖ الَّذِينَ هُمْ فِي غَمَرَةٍ سَاهُونَ ۖ يَسْأَلُونَ أَيَّانَ يَوْمَ الدِّينِ ۖ يَوْمَهُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ ۖ ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ ۖ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُونَ ۖ﴾

ترجمہ: غارت ہوں اکل ہانکنے والے! جو غفلت میں (آخرت کو) بھولے ہوئے ہیں — اور نہ صرف غافل ہیں، بلکہ ٹٹھا کرتے ہیں — پوچھتے ہیں: روزِ جزاء کب ہوگا؟ — جواب: جس دن وہ آگ پر پڑے جائیں گے — یہ جزاء کا دن ہے، اس دن ان سے کہا جائے گا: — چکھو اپنی گمراہی! یہی ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے!

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۖ اخْذِينَ مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ مُحْسِنِينَ ۖ كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ۖ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۖ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۖ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۖ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۖ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۖ قَوْرِبِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنْطِقُونَ ۖ

سج
۱۸

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ	بے شک پرہیزگار باغات میں	وَعُيُونٍ اخْذِينَ ^(۱)	اور چشموں میں ہیں لینے والے	مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ	اس کو جو دیا ان کو ان کے پروردگار نے
----------------------------------	--------------------------	-----------------------------------	-----------------------------	------------------------	--------------------------------------

(۱) اخذین: حال ہے الممتقین کا۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ	بے شک وہ تھے	وَفِي أَمْوَالِهِمْ	اور ان کے مالوں میں	رِزْقُكُمْ	تمہاری روزی ہے
قَبْلَ ذَلِكَ	اس سے پہلے	حَقٌّ	حق ہے	وَمَا	اور جو
مُحْسِنِينَ	نیکو کار	لِلسَّائِلِ	مانگنے والے کا	نُوعِدُونَ	وعدہ کئے جاتے ہو تم
كَانُوا	تھے وہ	وَالْمُدْرِرِ	اور کم نصیب کا	فَوَرَبِّ السَّمَاءِ	پس قسم رب آسمان
قَلِيلًا ^(۱)	بہت کم	وَفِي الْأَرْضِ	اور زمین میں	وَالْأَرْضِ	وزمین کی!
مِّنَ الْإِنبِ	رات میں	آيَاتٍ	نشانیوں میں	إِنَّهُ ^(۲)	بے شک وہ
مَا يَهْجَعُونَ ^(۲)	سوتے	لِلْمُؤْتِنِينَ	یقین کرنے والوں کیلئے	لِحَقٍّ	یقیناً برحق ہے
وَيَا لَيْحَاءِ ^(۳)	اور رات کے آخر میں	وَفِي أَنْفُسِكُمْ	اور تمہاری ذاتوں میں	وَمَثَلِ ^(۵)	جیسے
هُمْ	وہ	أَفَلَا تَنْبَصُرُونَ	کیا پس دیکھتے نہیں تم؟	مَا أَنْكَمَ ^(۶)	کہ تم
يَسْتَغْفِرُونَ	استغفار کرتے ہیں	وَفِي السَّمَاءِ	اور آسمان میں	تَنْطَفُونَ	بولتے ہو

پرہیز گار آخرت میں مزے میں رہیں گے

منکرین پوچھتے تھے: جزاء کا دن کب آئے گا؟ ان کو جواب دیا تھا کہ جس دن تم کو دوزخ میں الٹ پلٹ کیا جائے گا وہ جزاء کا دن ہوگا، اور قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ جب دوزخیوں کا ذکر آئے تو بالمقابل جنتیوں کا ذکر کرتا ہے، اس لئے اب متقیوں کا اچھا انجام بیان فرماتے ہیں: — بے شک وہ قبل ازیں نیکو کار تھے — یعنی دنیا سے نیکیاں کما کر لائے ہیں: آج ان کا صلہ ملا ہے — پھر ان نیکیوں کی تھوڑی تفصیل ہے: — وہ رات میں بہت کم سویا کرتے تھے — یعنی عشاء کے بعد فوراً سو جاتے تھے، اور بہت جلدی اٹھ کر عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے — اور آخر شب میں استغفار کیا کرتے تھے — کہ الہی! حق بندگی ادا نہ ہوا، معاف فرما! یعنی عبادت ان کو مغرور نہیں کرتی تھی، بندگی ان کی خشیت کو بڑھاتی تھی — اور ان کے مالوں میں سوالی اور غیر سوالی کا حق تھا — ایک حدیث میں ہے کہ مسکین: وہ نہیں جو کھجور دو کھجور اور لقمہ دو لقمہ کے لئے در بدر پھرے (یہ سوالی ہے) صحابہ نے پوچھا: پھر مسکین کون ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ جس کے پاس بقدر حاجت نہیں، اور اس کا حال بھی کوئی نہیں جانتا کہ اس کو خیرات دے، پس یہی محروم ہے (روح)

(۱) آگے ما: زائدہ ہے وہ قلت کی تاکید کے لئے ہے (۲) هَجَعَ (ف) هَجَعُوا: رات میں سونا (۳) سَخَر: رات کا آخری حصہ (۴) إِنَّهُ: ضمیر کا مرجع ما ہے یعنی روز جزاء، قیامت (۵) مَثَل: منصوب بزعم خافض ہے ای کمثل (۶) مَا أَنْكَمَ: ما زائدہ یا مصدر یہ ہے ای کسطقکم۔

پر ہیزگاروں کے اچھے انجام کا بیان پورا ہوا۔ اب منکرین قیامت سے گفتگو ہے: — اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں (قیامت کی) نشانیاں ہیں — گرمیوں میں زمین اُجڑ جاتی ہے، ہر طرف خاک اڑتی ہے، پھر جونہی بارش کی بوندیں پڑتی ہیں زمین لہلہانے لگتی ہے، اسی طرح قیامت کے دن مردے زندہ ہونگے — اور زمین میں اللہ تعالیٰ نے بے پناہ حیات کی قابلیت رکھی ہے، ذرہ ذرہ سے ذی حیات مخلوقات پیدا ہوتی ہیں، اسی طرح زمین سے حیاتِ نو وجود میں آئے گی، یہ دوسری نشانی ہے — اور خود تمہاری ذاتوں میں — انسان پہلی مرتبہ مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں، دوسری مرتبہ بھی مٹی سے پیدا ہونگے — کیا پس تم کو دکھائی نہیں دیتا؟ — کہ جو پہلی مرتبہ مٹی سے پیدا کرتا ہے وہ دوسری مرتبہ بھی اس سے پیدا کر سکتا ہے۔

اور آسمان میں تمہاری روزی ہے — یعنی روزی کا فیصلہ آسمان میں ہوتا ہے — اور وہ جو تم سے (قیامت کے تعلق سے) وعدہ کیا جاتا ہے — وہ فیصلہ بھی اوپر سے اترتا ہے — پس قسم ہے آسمان وزمین کے پروردگار کی! بے شک وہ (قیامت کا وعدہ) برحق ہے، جیسے تم باتیں کر رہے ہو — یعنی جیسے اپنے بولنے میں شبہ نہیں ویسا ہی قیامت میں شبہ نہیں، قیامت قائم ہوگی، آخرت آکر رہے گی، اور اللہ کے وعدے ضرور پورے ہونگے۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ۖ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا ۖ قَالَ سَلَامٌ قَوْمُ مُنْكَرُونَ ۖ فَرَأَى إِلَى أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ ۖ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ۖ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۖ قَالُوا لَا تَخَفْ ۖ وَبَشَرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ۖ فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ۖ قَالُوا كَذَلِكِ ۖ قَالَ رَبِّكِ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ۖ

هَلْ أَتَاكَ	کیا پہنچی آپ کو	الْمُكْرَمِينَ ^(۱)	عزت والے	سَلَامًا ^(۲)	سلام
حَدِيثُ	بات	إِذْ دَخَلُوا	جب داخل ہوئے وہ	قَالَ	جواب دیا
ضَيْفِ	مہمانوں	عَلَيْهِ	اس پر	سَلَامٌ ^(۳)	سلام
إِبْرَاهِيمَ	ابراہیم کے	فَقَالُوا	پس کہا انھوں نے	قَوْمُ	لوگ ہیں

(۱) الْمُكْرَمُونَ: اسم مفعول، باب إكرام: بزرگ، معزز، ضیف کی صفت (۲) سَلَامًا: اُی نَسَلَمَ عَلَیْكَ سَلَامًا: جملہ فعلیہ ہے۔ (۳) سَلَامٌ: اُی عَلَیْكُمْ سَلَامٌ: جملہ اسمیہ ہے، پس جواب المثل ہے۔

مُنْكَرُونَ قَوَائِدُ ^(۱)	انجانے پس چپکے سے گیا	مِنْهُمْ يَحْيَقَةُ	ان سے ڈر	وَجَهَّهَا وَقَالَتْ	اپنے چہرے پر اور کہا
إِلَىٰ أَهْلِهَا فَجَاءَ	اپنے گھر والوں کے پاس پس آیا وہ	قَالُوا لَا تَخَفْ	کہا انھوں نے مت ڈر	تَعَجُّوْهُ عَقِيْمٌ	بڑھیا بانجھ!
رَبِّعِلْ سَجَانِي	پھڑے کے ساتھ چربی دار (گھی میں بھنا ہوا)	وَبَشِّرْهُ يَغْلِبْ	اور خوش خبری دی انھوں نے اس کو لڑ کے کی	قَالُوا كَذٰلِكَ	کہا انھوں نے اسی طرح
فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ	پس نزدیک کیا اس کو ان سے	عَلَيْهِمْ فَأَقْبَلَتْ	ذی علم پس سامنے آئی	قَالَ رَبُّكَ	تیرے رب نے بے شک وہی
قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ	کہا کیوں کھاتے نہیں؟	أَمْرَأَتُهُ رَفِي صَدْرُهُ	اس کی بیوی بولتی ہوئی	اَتَحْكِيْمُ الْعَلِيِّمُ	بڑا حکمت والا بڑا علم والا ہے
فَأَوْجَسَ ^(۲)	پس دل میں چھپایا	فَصَصَّتْ ^(۳)	پس ہاتھ مارا اس نے		

فرشتوں نے قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لئے جاتے ہوئے

ابراہیم علیہ السلام کو ذی علم بیٹے کی خوش خبر دی

اب پانچ اقوام کی تباہی کا ذکر کریں گے، جنھوں نے قیامت کا انکار کیا یعنی قوم لوط، فرعون، عاد، ثمود اور قوم نوح۔ پہلے نمبر پر لوط علیہ السلام کی قوم کا ذکر ہے، اور قرآن کریم اس واقعہ کی تمہید میں حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت کا ذکر کرتا ہے، جیسے سورہ ہود وغیرہ میں کیا ہے، اور جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں حضرات یحییٰ و زکریا علیہما السلام کا سورہ مریم میں ذکر کیا ہے، یہاں بھی تمہید میں بشارت اسحاق علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔

جب فرشتے لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لئے اترے تو پہلے ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور سلام کیا، ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا، اور دل میں کہا: معلوم نہیں کون لوگ ہیں؟ مگر مہمان تھے، بٹھایا اور چپکے سے گھر میں گئے، اور ایک فربہ پھڑا بھن کر لائے، مہمان ہاتھ نہیں بڑھا رہے، فرشتے کھاتے کہاں ہیں؟ ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

(۱) رَاغ (ن) كُوْغَا اِلٰی كَذَا: کسی چیز کی طرف خفیہ طور پر مائل ہونا (۲) اَوْجَسَ الْأُمُور: دل میں چھپانا (۳) صَكَ (ن) صَكًا: زور سے مارنا۔

آپ حضرات کھاتے کیوں نہیں! اب بھی انھوں نے ہاتھ نہیں بڑھایا تو ابراہیم علیہ السلام کے دل میں انجامنا خوف آیا کہ کہیں بدخواہ تو نہیں! فرشتوں نے تسلی دی کہ آپ ڈریں نہیں، ہم فرشتے ہیں، آپ کو ایک ذی علم بیٹے کی خوش خبری دیتے ہیں، اہلیہ محترمہ پس پردہ سن رہی تھیں، جب معلوم ہوا کہ مہمان فرشتے ہیں تو وہ سامنے آگئیں اور چہرے پر ہاتھ مار کر زور سے کہا: ایک بڑھیا یا بچہ! جس کی جوانی میں اولاد نہ ہوئی، اب بڑھاپے میں بچہ جنے گی؟ فرشتوں نے کہا: ہم اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے، اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی فرمایا ہے، اور وہی جانتے ہیں کہ بڑھاپے میں بچہ کیسے ہوگا؟ وہ بڑی حکمت والے سب کچھ جاننے والے ہیں۔

آیاتِ پاک: — کیا ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کا واقعہ آپ کو پہنچا ہے؟ جب وہ ان کے پاس آئے، پس ان کو سلام کیا، انھوں نے جواب میں سلام کہا (اور دل میں کہا: انجام نے لوگ ہیں، پس وہ چپکے سے اپنے گھر میں گیا اور ایک فریبہ پکھڑا لایا، پس اس کو ان کے سامنے رکھا، کہا اس نے: آپ حضرات کھاتے کیوں نہیں؟ پس ان سے دل میں خوف زدہ ہوا، انھوں نے کہا: مت ڈرا اور ان کو ایک ذی علم لڑکے کی خوش خبری دی، پس ان کی بیوی بولتی ہوئی سامنے آئی، پس اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ مارا، اور کہا: ایک بڑھیا یا بچہ! انھوں نے کہا: ایسا ہی تیرے پروردگار نے فرمایا ہے، بے شک وہ بڑا حکمت والا، بڑا جاننے والا ہے!

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ۝ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ۝ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِينٍ ۝ مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ ۝ فَاخْرَجْنَا مَن كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَنِيٍّ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝

قَالَ	کہا اس نے	إِلَىٰ قَوْمٍ	قوم کی طرف	مِّنْ طِينٍ	مٹی کے
فَمَا خَطْبُكُمْ ^(۱)	پس تمہارا کیا معاملہ ہے	مُجْرِمِينَ	گنہگار	مُسَوَّمَةً ^(۲)	نشان زدہ
أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ	اے بھیجے ہوو؟	لِنُرْسِلَ	تاکہ چھوڑیں ہم	عِندَ رَبِّكَ	تیرے رب کے پاس
قَالُوا	کہا انھوں نے	عَلَيْهِمْ	ان پر	لِلْمُسْرِفِينَ	حد سے نکلنے والوں کیلئے
إِنَّا أُرْسِلْنَا	بیشک ہم بھیجے گئے ہیں	حِجَارَةً	پتھر	فَاخْرَجْنَا	پس نکالا، ہم نے

(۱) خَطْبُ: معاملہ، حالت (۲) مُسَوَّمَةً: اسم مفعول، مُسَوِّمٌ: نشان دار، ممتاز، سیماء: علامت، نشانی۔

مَنْ كَانَ فِيهَا مِنْ الْمُؤْمِنِينَ	جو تھے اس میں	فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ	اس میں	آيَةٌ (۲)	بڑی نشانی
فَمَا وَجَدْنَا	پس نہیں پایا ہم نے	وَتَرَكْنَا فِيهَا	اور چھوڑی ہم نے اس میں	يَعَذَّبُونَ	ڈرتے ہیں
				الْعَذَابِ الْأَلِيمِ	دردناک سزا سے

فرشتے دراصل قوم لوط علیہ السلام کی سزا دہی کے لئے اترے تھے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ کی تمہید تھا، فرشتے دراصل قوم لوط کی سزا دہی کے لئے بھیجے گئے تھے، یہ قوم سدوم اور عمورہ میں آباد تھی، جہاں اب بحریت یا بحیرہ لوط ہے، یہ قوم طرح طرح کی بدکاریوں میں مبتلا تھی، خاص طور پر تلوذ بالشر کی لعنت میں گرفتار تھی، فرشتے جب اترے تو انھوں نے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی اور ان کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت سنائی — ابراہیمؑ نے پوچھا: پس اے بھیجے ہو (فرشتو!) تمہیں کیا بڑی مہم درپیش ہے؟ — یہ بات فرشتوں نے پہلے ہی بتادی تھی کہ وہ قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں: ﴿قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ لَّوُطٍ﴾: انھوں نے کہا: آپ نہ ڈریے، ہم لوط کی قوم کی طرف بھیجے ہوئے فرشتے ہیں [ہودہ] اور فرشتے کسی اہم کام کے لئے اتارے جاتے ہیں، اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے ان کی مہم دریافت کی — انھوں نے کہا: ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں، تاکہ ان پر کنکر کے پتھر برسائیں — یعنی ان کے جرائم کی پاداش میں ان پر زمین الٹ دیں، اس علاقہ کے نیچے گندھک کے خزانے عرصہ سے جل رہے تھے، جس سے زمین پک کر کھنگرن لگی تھی، جب زمین پھٹی تو ان پر پتھروں کی بارش برسی — جن پر آپ کے رب کے پاس خاص نشان ہیں حد سے گزرنے والوں کے لئے — یعنی کونسا پتھر کس کو لگے گا یہ بات اللہ کے علم میں ہے، کوئی بات اللہ سے مخفی نہیں — پس نکالا ہم نے — یعنی اللہ تعالیٰ نے — ان ایمان داروں کو جو اس ہستی میں تھے پس نہیں پایا ہم نے اس میں مسلمانوں کے ایک گھر کے علاوہ — یہ گھر لوط علیہ السلام کا تھا، اور کوئی ایمان نہیں لایا تھا، — اور ہم نے اس میں ایک بڑی نشانی چھوڑی ان لوگوں کے لئے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں — بحریت مراد ہے، دیکھو اس کو جو دیدہ عبرت نگاہ ہو!

وَفِي مِصْرَ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ۖ فَتَوَلَّىٰ ظَهْرُهُ وَقَالَ لُجُجٌ

أَوْ مَجْنُونٌ ۝ فَآخَذْنَاهُ وَجُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ ۝ وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ۝ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالْهَبِ ۝ وَفِي ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ ۝ فَتَعَاوَنَ عَلَىٰ آثَرِهِمْ فَآخَذْتَهُمُ الصَّوْعَةُ وَهُمْ يُنظَرُونَ ۝ فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ وَمَا كَانُوا مُتَّبَعِينَ ۝ وَقَوْمُ نُوحٍ مِّن قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ۝

۱

اور موسیٰ میں:	فی الیم	دریا میں	وَفِي ثَمُودَ	اور ثمود میں
(یاد کرو) جب	وَهُوَ مُلِيمٌ	در انحالیکہ وہ ملامت	إِذْ ^(۲)	(یاد کرو) جب
بھیجا ہم نے اس کو	کے ساتھ	کیا ہوا	قِيلَ لَهُمْ	کہا گیا ان سے
فرعون کی طرف	وَفِي عَادٍ	اور عاد میں	تَمَتَّعُوا	فائدہ اٹھا لو
غلبہ کے ساتھ	إِذْ ^(۲)	(یاد کرو) جب	حَتَّىٰ حِينٍ	ایک وقت تک
کھلے	أَرْسَلْنَا	چھوڑی ہم نے	فَعَتَّوْا	پس سرکشی کی انھوں نے
پس روگردانی کی اس نے	عَلَيْهِمْ	ان پر	عَنْ آثَرِهِمْ	حکم سے
اپنے کھونٹے کے ساتھ	الرِّيحَ	ہوا	تَمَتَّعُوا	ان کے رب کے
اور کہا اس نے	الْعَقِيمَ ^(۵)	بانجھ	فَآخَذْتَهُمْ	پس پکڑا ان کو
جادوگر ہے	مَا تَذَرُ	نہیں چھوڑتی تھی وہ	الصَّوْعَةُ	کڑک نے
یا پاگل ہے	مِنْ شَيْءٍ	کسی چیز کو	وَهُمْ	در انحالیکہ وہ
پس پکڑا ہم نے اس کو	أَتَتْ عَلَيْهِ	گذرتی تھی وہ اس پر	يُنظَرُونَ	دیکھ رہے تھیں
اور اس کے لشکر کو	إِلَّا جَعَلَتْهُ	مگر کر دیتی تھی وہ اس کو	فَمَا	پس نہیں
پس پھینک دیا، ہم ان کو	كَالْهَبِ	چورے کی طرح	اسْتَطَاعُوا	طاقت رکھی انھوں نے

(۱) وفی موسیٰ: فیہا پر عطف ہے، ای: تو کنا فی قصۃ موسیٰ آیۃ: موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بڑی نشانی چھوڑی
(۲) إذ: تینوں جگہ فعل محذوف اذ ٹکر کا ظرف ہے (۳) سلطان: دبدبہ، غلبہ، مراد معجزات ہیں (۴) کُن: پایہ، کھونٹا، مراد ارکان دولت ہیں، وہی فرعون کا کھونٹا تھے (۵) العقیم: بانجھ یعنی خیر سے خالی۔

مِنْ قَبْلِهِمْ	کھڑے ہونے کی	وَقَوْمَ نُوحٍ ^(۱)	اور نوح کی قوم کو	كَانُوا	تھے
وَمَا كَانُوا	اور نہ تھے وہ	مِنْ قَبْلُ	ان سے پہلے	قَوْمًا	لوگ
مُتَنَصِّرِينَ	بدلہ لینے والے	لَهُمْ	بے شک وہ	فَاسِقِينَ	نافرمان

فرعون، عاد، ثمود اور قوم نوح کی تباہی میں بھی عبرت کا سامان ہے

ان اقوام نے بھی رسولوں کی تکذیب کی، اور رسول کی تکذیب توحید و آخرت کی تکذیب ہے، پس دیکھو! ان کی تکذیب کا انجام:

۱- اور موسیٰ (کے قصہ) میں (بھی عبرت ہے، یاد کرو:) جب ہم نے ان کو فرعون کی طرف بھیجا، واضح غلبہ کے ساتھ — یعنی بڑے دو معجزات (عصا اور ید بیضاء) کے ساتھ — پس اس نے اپنے ارکان کے ساتھ سرتابی کی — یعنی اکیلا نہیں ڈوبا، دوسروں کو بھی لے ڈوبا! — اور اس نے کہا: (یہ) جادوگر (ہے) کیا پاگل ہے — او: بمعنی واو ہے یعنی معجزات دکھانے میں تو جادوگر ہے اور دعویٰ رسالت میں پاگل ہے — پس ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑا — یہ معنوی پکڑ ہے یعنی سزا دی — اور ان کو دریا میں ڈال دیا دریا خالی کہ وہ ملامت زدہ تھے — یعنی انھوں نے کام ہی ملامت کے کئے تھے!

۲- اور عاد (کے قصہ) میں بھی (عبرت ہے، یاد کرو:) جب ہم نے ان پر نایاب بارک ہوا چھوڑی — یعنی عذاب کی آندھی آئی، جو خیر و برکت سے یکسر خالی تھی — وہ جس چیز پر بھی گذرتی اس کو ریزہ ریزہ کر دیتی — اس نے مجرموں کی بھی جڑ کاٹ دی!

۳- اور ثمود (کے قصہ) میں (بھی عبرت ہے، یاد کرو:) جب ان سے کہا گیا: چند دن مزے اڑالو! — ان کو صالح علیہ السلام نے اطلاع دی تھی کہ تین دن کے بعد عذاب آئے گا [ہود ۶۵] — پس انھوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرتابی کی — یعنی عذاب کی وارننگ کے بعد بھی ان کی شرارت دن بدن بڑھتی گئی — پس ان کو کڑک نے پکڑا — زلزلہ آیا، اس میں سخت آواز بھی — اور وہ کھلی آنکھوں اس کو دیکھ رہے تھے — یعنی دن دہاڑے زلزلہ آیا تھا — پس نہ تو وہ کھڑے ہی ہو سکے، نہ وہ بدلہ لے سکے — یعنی جو جس حال میں تھا اسی حال میں ڈھیر ہو گیا، اور ان کا سب زور خاک میں مل گیا، وہ کسی تدبیر سے اللہ کے عذاب سے بچ نہ سکے۔

۴- اور (ہم نے ہلاک کیا) نوح کی قوم کو ان (اقوام) سے پہلے، بے شک وہ نافرمان لوگ تھے! — یعنی بغاوت (۱) قوم نوح: اہل کتنا: فعل محذوف کا مفعول بہ ہے۔

وسرکشی اور کفر و عصیان کی وجہ سے تباہ کئے گئے، اللہ نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا۔

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ﴿٥٨﴾ وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمِهْدُونَ ﴿٥٩﴾ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٦٠﴾

وَالسَّمَاءَ	اور آسمان کو	وَالْأَرْضَ	اور زمین کو	خَلَقْنَا	بنائے ہم نے
بَنَيْنَاهَا	بنایا ہم نے اس کو	فَرَشْنَاهَا	بچھایا ہم نے اس کو	زَوْجَيْنِ	جوڑے
بِأَيْدٍ ^(۱)	ہاتھوں سے	فَنِعْمَ	پس کیا خوب ہیں (ہم)	لَعَلَّكُمْ	تاکہ تم
وَإِنَّا	اور بے شک ہم	الْمِهْدُونَ ^(۲)	بچھانے والے	تَذَكَّرُونَ	دھیان کرو
لَمُوسِعُونَ ^(۳)	البتہ کشادہ کرنے والے ہیں	وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ	اور ہر چیز کے		

قانون از دو اج (جوڑی کے قانون) سے آخرت پر استدلال

از دو اج: دو ہونا، جوڑا ہونا، جوڑی: وہ دو چیزیں جو مل کر ایک مقصد کی تکمیل کریں، ان کیلئے نرمادہ ہونا ضروری نہیں، جیسے:

- ۱- دو جوڑے چیل جوڑی ہیں، آدمی جوڑے پہن کر سوار ہو کر چلتا ہے، پیر گرد و غبار سے بچے ہیں، کانٹا کنکر نہیں چبھتا، اور تسکین بھی کم لگتی ہے، تجربہ کر کے دیکھو، اسی لئے ایک چیل پہن کر چلنے کی ممانعت آئی ہے، کیونکہ اس سے مقصد حاصل نہیں ہوتا۔
- ۲- کرتا پاجامہ جوڑا ہیں، زینت دونوں کپڑوں سے حاصل ہوتی ہے، ایک کپڑے میں بھونڈا معلوم ہوتا ہے۔
- ۳- نرمادہ جوڑا ہیں، نسل دونوں سے چلتی ہے، اسی طرح غلہ اور تلہن (روٹی سالن) جوڑا ہیں، کھانا دونوں سے جزو بدن ہوتا ہے۔

۵- جنت اور جہنم جوڑا ہیں، جزا و سزا کا مقصد دونوں سے حاصل ہوتا ہے۔

۶- فرشتے اور شیاطین جوڑا ہیں، ایک خیر کی قوت (ملکیت) کو ہمیز کرتے ہیں دوسرے شر کی قوت (بہیمیت) کو، اس طرح اختیاری اعمال وجود میں آتے ہیں، اور جزا و سزا کا اتحقاق پیدا ہوتا ہے۔

۷- آسمان اور زمین جوڑا ہیں، آسمان برستا ہے اور زمین اگاتی ہے، اس طرح معیشت کا انتظام ہوتا ہے۔

اسی طرح متقابلات: رات دن، اندھیرا اجالا، سیاہی سفیدی، بیماری تندرستی اور کفر و ایمان وغیرہ کو بچھنا چاہئے اور سورۃ

(۱) اید: یاد کی جمع، اصل میں ایدی تھا، تنوین کی وجہ سے یاء گری، جیسے قاضی سے قاضی (۲) أَوْسَعَ اِيْسَاعَا: کشادہ کرنا، الموسع: اسم فاعل۔ (۳) مخصوص بالمدح: نحن پوشیدہ ہے۔

پس (آیت ۳۶) میں ہے کہ جوڑے کا قانون کلی ہے ﴿سُبْحَنَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ وَمِمَّنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ﴾ (جوڑے سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سب چیزوں کی جوڑیاں بنائیں، نباتات کی اقسام کی اور خود انسانوں کی، اور ان مخلوقات کی جن کو لوگ نہیں جانتے۔

اسی طرح دنیا اور آخرت جوڑی ہیں، دونوں مل کر ایک مقصد کی تکمیل کرتے ہیں، اور وہ مقصد ہے: تکلیف شرعی اور جزا و سزا، دنیا عمل کے لئے ہے، یہاں عمل کا بدلہ نہیں، اور آخرت جزاء کے لئے ہے وہاں اختیاری عمل نہیں، اگر صرف دنیا ہوتی تو نیک عمل رائگاں جاتا، اور صرف آخرت ہوتی تو جزا و سزا کس بات کی ہوتی؟ پس جو لوگ دھیان کریں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ دنیا کے ساتھ آخرت کا ہونا ضروری ہے۔

قرآن کا ایک خاص اسلوب: قرآن کریم جب کوئی دلیل پیش کرتا ہے تو کبھی اجزائے دلیل کی تفصیل بھی کرتا ہے ایسی جگہ قاری تفصیل میں کھو جاتا ہے اور استدلال کی طرف توجہ نہیں جاتی، یہاں بھی آسمان و زمین کو مقابلات (جوڑی) کی حیثیت سے پیش کیا ہے، ساتھ ہی آسمان و زمین کی وسعت (کشادگی) بھی بیان کی ہے، اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بہت بڑا بنایا ہے، کیونکہ اللہ نے اس کو اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے، اس لئے اس کو بہت پہنا بنایا ہے، یہی حال زمین کا ہے ﴿الْمِهْدُونَ﴾ میں یہ مفہوم بھی ہے، زمین اتنی بڑی بنائی ہے کہ وہ فرش (بستر) بن گئی ہے۔

﴿وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ﴾ ۵ ﴿وَالْأَرْضَ فَشَنَاهَا فَنِعْمَ الْمِهْدُونَ﴾ ۶ ﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ ۷

ترجمہ: اور ہم نے آسمان کو ہاتھوں سے بنایا — اضافت تعظیم کے لئے ہے کہ اللہ نے آسمان بہت بڑا بنایا ہے — اور بے شک ہم اس کو بہت وسیع بنانے والے ہیں — یہ ہاتھوں سے بنانے کا ثمرہ ہے — اور زمین کو ہم نے بچھایا — یہاں بھی باید مراد ہے — سو ہم کیا خوب بچھانے والے ہیں — یہ باید کا ثمرہ ہے، یعنی زمین اتنی بڑی بنائی ہے کہ وہ باوجود گولائی کے فرش معلوم ہوتی ہے، مگر وہ آسمان جتنی بڑی نہیں، فی نفسہ بڑی ہے، اس لئے باید کو حذف کیا — اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے — پس یہ کلی قانون ہے — تاکہ تم دھیان دو — کہ اس دنیا کا بھی جوڑا ہے، اور اس طرح تم آخرت کی ضرورت کو سمجھ لو۔

فَقَرُّوْا اِلَى اللّٰهِ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۰ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۱ كَذٰلِكَ مَا اَتٰۤى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رُّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝۱۲ اَتَوَاصُوْا بِهٖۤ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَٰغُوْنَ ۝۱۳ فَنَقُولُ عَنْهُمْ مَّا اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۝۱۴

ذَكَرْ فَإِنَّ الذِّكْرَ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝
مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعَمُوا ۝ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ
الْمَتِينِ ۝ فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُنُوبًا مِثْلَ ذُنُوبِ أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْمِلُونَ ۝
قَوْلِ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوْعَدُونَ ۝

پس لپکو	مَا آتَى	نہیں آیا	قَوْلُ ^(۳)	پس مڑیں آپ
اللہ کی طرف	الَّذِينَ	(ان کے پاس) جو	عَنْهُمْ	ان سے
پیشک میں تمہارے لئے	مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے ہوئے ہیں	فَمَا أَنتَ	پس نہیں ہیں آپ
اللہ کی طرف سے	مِنْ رُسُلِي	کوئی پیغامبر	بِمَأْمُورٍ ^(۵)	ملامت کئے ہوئے
ڈرانے والا ہوں	إِلَّا قَالُوا	مگر کہا انھوں نے	وَذَكَرْ	اور نصیحت کریں
کھول کر	سَاجِدٌ	جادو گر ہے	فَإِنَّ الذِّكْرَ	بے پیشک نصیحت کرنا
اور نہ بناؤ تم	أَوْ مَجْنُونٌ	یاد دیا نہ ہے	تَنْفَعُ	فائدہ پہنچاتا ہے
اللہ کے ساتھ	أَوْ	کیا	الْمُؤْمِنِينَ	مومنین کو
کوئی اور معبود	تَوَاصُوا ^(۳)	ایک دوسرے کو نصیحت	وَمَا خَلَقْتُ	اور نہیں پیدا کیا میں نے
پیشک میں تمہارے لئے	بِهِ	کر مرے ہیں وہ	الْجِنَّ	جنات کو
اللہ کی طرف سے	بَلْ هُمْ	اس (انکار رسالت) کی؟	وَالْإِنْسَ	اور انسانوں کو
ڈرانے والا ہوں	قَوْمٌ	بلکہ وہ	إِلَّا لِيَعْبُدُونِ	مگر تاکہ عبادت کریں
کھول کر	طَاعُونَ	لوگ ہیں	مَا أُرِيدُ	وہ میری
اس طرح		سرکشی کرنے والے		نہیں چاہتا میں

(۱) اِلَى اللّٰهِ: میں مجاز بالخذف ہے اِی: اِلَى دین اللّٰہ (۲) کَذٰلِکَ: کا مشار الیہ/ مشبہ بہ بعد کا مضمون ہے، جیسے ہذہ مقدمۃ کا مشار الیہ بعد کا مضمون ہوتا ہے (۳) تَوَاصَى الْقَوْمُ: ایک دوسرے کو نصیحت کرنا نصیحت و تلقین کرنا (۴) قَوْلِ: قولی سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، عن: صلہ کے ساتھ: منہ پھیرنا، نزدیکی چھوڑنا، اور بغیر صلہ کے دوستی کرنا، والی حاکم بنا، کسی کام کا ذمہ دار ہونا (۵) معلوم: اسم مفعول، لَا مَمَّة (ن) لَوْ مَا: ملامت کرنا، کسی کو آڑے ہاتھوں لینا۔

مِنْهُمْ	ان سے	الْمَكْتَبِينَ	قوی	فَلَا يَسْتَعْجِلُونَ	پس جلدی نہ چاہیں وہ سمجھتے
مَنْ رَزَقَ	کوئی روزینہ	فَإِنَّ	پس بے شک	قَوْلُهُ	پس ہلاکت ہے
وَمَا أُرِيدُ	اور نہیں چاہتا میں	لِلَّذِينَ	ان کے لئے جنہوں نے	لِلَّذِينَ	ان کے لئے جنہوں نے
أَنْ يُطْعَمُوا	کہ کھلائیں وہ مجھے	كَلَّمُوا	نا انصافی کی	كَفَرُوا	انکار کیا
إِنَّ اللَّهَ هُوَ	بے شک اللہ تعالیٰ ہی	ذُنُوبًا ^(۱)	بھرا ہوا ڈول ہے	مِنْ يَوْمِهِمْ	ان کے اس دن سے
الزَّكَاتُ	روزی سینے والے ہیں	مِثْلَ ذُنُوبٍ	جیسے بھرا ہوا ڈول	الَّذِينَ	جس کا وہ
ذُو الْقُوَّةِ	زور والے	أَصْحِبِهِمْ	ان کے ساتھیوں کا	يُوعَدُونَ	وعدہ کئے گئے ہیں

آخرت کے عقیدہ کے ساتھ توحید و رسالت کا اعتقاد بھی ضروری ہے

اسلام کے بنیادی عقیدے تین ہیں: توحید، رسالت اور آخرت، آخرت کی ضرورت دلیل سے ثابت ہوگئی، اب لوگوں کو چاہئے کہ فوراً اللہ کا دین قبول کریں اور آخرت کی تیاری کریں، اللہ کے رسول اسی لئے مبعوث کئے گئے ہیں کہ وہ لوگوں کو کھڑکھڑائیں تاکہ لوگ اپنے باطل ادیان کو چھوڑ کر اللہ کا دین قبول کریں۔

اور اللہ کے دین کا بنیادی عقیدہ توحید ہے، سب سے پہلے اس کو درست کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر دین معتبر نہیں، اور توحید کا مطلب ہے: ایک اللہ کا ہو کر رہنا، کسی دوسرے سے کو نہ لگانا، کسی دوسرے کی چوکھٹ پر ہاتھ نہ ٹیکنا، رسول کی بعثت کا بنیادی مقصد لوگوں کو وارننگ دینا ہے کہ وہ شرک سے بچیں۔

اور اسلام کا دوسرا بنیادی عقیدہ رسالت ہے، نبوت کا سلسلہ آدم علیہ السلام سے شروع ہوا ہے، پہلا انسان پہلا نبی ہے، کیونکہ اللہ کی راہ نمائی کے بغیر بندے اللہ کی مرضی (پسند) نہیں جان سکتے، چنانچہ اللہ تعالیٰ انبیاء پر احکام نازل فرماتے ہیں، وہ بندوں کو آگاہ کرتے ہیں، اور لوگ ان پر عمل کر کے اللہ کے مقبول بندے بنتے ہیں۔

مگر لوگوں کا برتاؤ ہمیشہ رسولوں کے ساتھ گستاخی کا رہا ہے، جب بھی کوئی رسول مبعوث کئے گئے تو لوگوں نے ان پر جادوگر یا پاگل کی پھبتی کسی، یہی معاملہ مکہ کے مشرک نبی ﷺ کے ساتھ کر رہے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کو ہیت کر مارتے ہیں کہ اگر تمہارے زمانہ میں کوئی رسول مبعوث ہو تو اس کو جادوگر یا پاگل کہنا، اور اس کی بات ہرگز نہ سننا۔

پھر فرماتے ہیں کہ ایسی ہیت تو کوئی نہیں کرتا، بات درحقیقت یہ ہے کہ لوگوں کی فطرت میں سرکشی ہے، اور ایک فطرت سے ایک ہی طرح کے افعال صادر ہوتے ہیں، اس لئے ہر زمانہ میں لوگوں نے رسولوں کے ساتھ یہی برتاؤ کیا،

(۱) ذنوب: پانی سے بھرا ڈول، دُلو: خالی ڈول، اور مِیْجَل: عام ڈول۔

پھر اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ اپنا فرض ادا کر چکے، اب زیادہ لوگوں کے پیچھے پڑنے کی اور غم کھانے کی ضرورت نہیں، لوگ نہیں مانتے تو آپ پر اس کا کچھ الزام نہیں، وہ خود الزام خوردہ ہیں، ہاں سمجھانا آپ کا کام ہے، آپ یہ سلسلہ جاری رکھیں، جس کی قسمت میں ایمان ہوگا اس کو نفع پہنچے گا، اور منکروں پر اللہ کی جحمت تام ہوگی۔

﴿فَقُولُوا لَیْ اِلٰہِ اللّٰہِ اِنِّیْ لَکُمْ مِّنْہٗ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۱۰ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰہِ اِلٰہًا اٰخَرَ اِنِّیْ لَکُمْ مِّنْہٗ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۱۱﴾
 ﴿كَذٰلِكَ مَا اٰتٰی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہُمْ مِنْ رَّسُوْلِ اِلَّا قَالُوْا سَاجِدٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝۱۲ اَتَاَوْصَاوِیْہٖۤ اَبٰی ہُمْ قَوْمٌ طٰغُوْنَ ۝۱۳﴾
 ﴿قُلُوْا عَنْہُمْ فَاَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۝۱۴ وَذٰکِزَّ قَانَ الَّذِیْ کَرِیْ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝۱۵﴾

ترجمہ: پس اللہ (کے دین) کی طرف لپکو۔ دیر مت کرو، معلوم نہیں موت کب آجائے! — بیشک میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں — اگر خواب غفلت میں رہے، اور موت آن پہنچی تو سنہرا موقع ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اور تم اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود تجویز مت کرو — یہ دین اسلام کا سب سے اہم مسئلہ ہے یعنی اللہ کو ماننا کافی نہیں، اللہ کو تو سبھی مانتے ہیں، اس کو وحلہ لا مشرک لہ ماننا ضروری ہے، اور عملاً بھی غیر اللہ کی بندگی سے کنارہ کش رہنا ضروری ہے۔ بیشک میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں — پہلا انذار خاص کافروں کے لئے تھا، یہ دوسرا انذار عام ہے، کافروں کے لئے بھی ہے اور نام نہاد مسلمانوں کے لئے بھی یعنی قبر پرستوں کے لئے بھی، اس لئے تکرار نہیں۔ رسالت کا مسئلہ: — اسی طرح — یعنی جیسا گذشتہ اقوام نے رسولوں کے ساتھ برتاؤ کیا ویسا ہی برتاؤ یہ مکہ کے مشرکین بھی آپ کے ساتھ کر رہے ہیں، گذشتہ امتوں نے کیا برتاؤ کیا؟ — نہیں آیا گذشتہ کافروں کے پاس کوئی پیغمبر مگر انھوں نے کہا: یہ جادوگر ہے یا پاگل ہے! — یہی چھٹی یہ لوگ آپ پر کس رہے ہیں۔

جواب: — کیا وہ لوگ اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کر مرے ہیں؟ (نہیں) بلکہ وہ سب سرکش لوگ ہیں! — یعنی شرارتی طبیعت میں سب مشترک ہیں، یہی اشتراک آج کے کافروں سے وہ الفاظ کہلواتا ہے جو گذشتہ شریروں نے کہے تھے۔

تسلی: — پس آپ ان سے منہ پھیر لیں، آپ پر کسی طرح کا الزام نہیں — کہ وہ مسلمان کیوں نہیں ہوئے؟ — اور سمجھاتے رہیں، کیونکہ سمجھانا ایمان داروں کو نفع دیتا ہے — آیت عام ہے بالفعل اور بالقوۃ ایمانداروں کو، سب کے لئے سمجھانا مفید ہے۔

دین بندوں کی مصلحت کے لئے نازل کیا گیا ہے

اب ایک سوال کا جواب دیتے ہیں، لوگ ہمیشہ رسولوں کے ساتھ گستاخانہ برتاؤ کرتے رہے، اور ہلاک ہوتے رہے،

پھر بھی رسالت کا سلسلہ برابر جاری ہے، آخر اس میں مصلحت کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ دین مکلف مخلوقات (جنات اور انسانوں) کی مصلحت کے لئے نازل کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ رب العالمین ہیں، جس طرح انھوں نے بدن کی ضروریات کا انتظام کیا ہے، روح کی بالیدگی کا بھی انتظام کیا ہے، اور اسی مصلحت سے اللہ نے ہر زمانہ میں اپنا دین نازل کیا ہے تاکہ بندے اس پر عمل کر کے خود کو سنواریں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جنات اور انسان اللہ کے بندے (غلام) ہیں، بندگی ان کی فطرت ہے، ان کی طبیعت کا تقاضا ہے کہ وہ کسی کے سامنے جھکیں، پس ضروری ہوا کہ وہ اپنے خالق و مالک کے سامنے جھکیں، پیدا کیا اللہ نے، پال پوس رہے ہیں وہ، اور سر جھکا ئیں کسی غیر کے سامنے: یہ کیسی نامعقول بات ہے! چنانچہ فرمایا کہ میں نے جنات اور انسانوں کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں، کسی دوسری چوکھٹ پر جہہ سائی نہ کریں، مگر انسان مظاہر پرست ہے، ہر نافع اور ضار کی طرف جھک جاتا ہے، اور اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی بندگی شروع کر دیتا ہے، اس لئے ضروری ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنا دین نازل فرمائیں، اور بندوں کو اپنی بندگی کا مکلف بنائیں، اس لئے لوگوں کے نہ چاہتے ہوئے بھی نبوت کا سلسلہ قائم فرمایا اور ہر زمانہ میں اپنا دین نازل کیا۔

مگر یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ اللہ کی بندگی میں اللہ کا کچھ نفع نہیں، بندوں ہی کا نفع ہے، دنیا کے آقا غلاموں جیسا معاملہ نہیں، جب رقیق (غلامی) کا دور تھا تو غلام دو مقصد کے لئے ہوتے تھے، بعض سے تو آقا روزینہ (دھاڑی، روز کی مزدوری) کمواتا تھا، اور بعض سے خدمت لیتا تھا، وہ کھانا پکا کر آقا کو کھلاتے تھے، اس قسم کا کوئی نفع اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں لوٹتا، اللہ تعالیٰ تو خود روزی رساں ہیں، وہ مضبوط قوت و طاقت والے ہیں، ان کو کسی کے تعاون کی کیا ضرورت ہے؟ اور کھانا تو اللہ کی شان کے خلاف ہے، بلکہ بندوں کی بندگی خود ان کے حق میں مفید ہے، اور وہ یہ ہے کہ اچھا بندہ (غلام) وہ ہے جو آقا کی مرضی کے مطابق چلے، آقا اس سے خوش ہوگا اور انعام سے نوازے گا۔ اسی طرح بندے بندگی کے ذریعہ اللہ کے محبوب بنتے ہیں، اور دنیا و آخرت میں سرخ رو ہوتے ہیں۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطَاعُونِ ۝ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ۝﴾

ترجمہ: اور میں نے جنات اور انسانوں کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں — جنات اور انسانوں سے مکلف مخلوقات مراد ہیں، اس عالم میں یہی دو مکلف مخلوق ہیں، اور مکلف کے معنی ہیں: اپنے اختیار سے کام کرنا یا نہ کرنا۔ ان بندوں کو اللہ تعالیٰ نے جزوی اختیار دیا ہے، جب وہ اپنے اُس اختیار سے کوئی کام کرنا چاہتے ہیں یا نہیں کرنا چاہتے تو اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا کرتے ہیں، پس بندے کا سب ہیں اور اللہ تعالیٰ خالق، پھر پسند یا ناپسند خلق کے علاوہ ہیں، اور یہ

پسند اور ناپسند بھی بندوں کے تعلق سے ہے، اور اسی پر جزا و سزا مرتب ہوتی ہے۔

اور عبادت (بندگی) سے مراد نماز روزہ ہی نہیں، پوری زندگی کو آقا کی مرضی کے تابع کرنے کا نام عبادت ہے، اور علماء نے انسان کی زندگی کو پانچ اقسام میں گھیرا ہے: عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق اور معاشرت (رہن سہن) ان پانچوں میں اللہ نے احکام دیئے ہیں، ان کی تعمیل کا نام عبادت ہے۔

میں اُن سے کوئی روزیہ نہیں چاہتا، اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں — یہ آقا اور غلام کی مثال ہے — بے شک اللہ تعالیٰ ہی سب کو روزی پہنچانے والے، مضبوط قوت والے ہیں — یعنی اُن کی بندگی سے میرا کچھ فائدہ نہیں، انہی کا نفع ہے، میں وہ مالک نہیں جو غلاموں سے کہے: میرے لئے کما کر لاؤ یا میرے سامنے کھانا لا کر رکھو، میری ذات ان تجلیات سے پاک اور برتر ہے، میں ان سے اپنے لئے روزی کیا طلب کرتا، خود ان کو اپنے پاس سے روزی پہنچاتا ہوں، بھلا مجھ جیسے زور آور اور قادر و توانا کو تمہاری خدمات کی کیا حاجت ہو سکتی ہے؟ بندگی کا حکم صرف اس لئے دیا گیا ہے کہ تم میری شہنشاہی اور عظمت و کبریائی کا قولاً و فعلاً اعتراف کر کے میرے خصوصی الطاف و مہرا م کے مورد مستحق بنو: من نہ کردم خلق تا سودے کنم ❁ بلکہ تا بر بندگاں بچوے کنم (میں نے مخلوق اس لئے نہیں بنائی کہ کچھ نفع اٹھاؤں ❁ بلکہ اس لئے بنائی ہے کہ بندوں پر سخاوت کروں) (نوائے شبیری)

اللہ کا دین قبول نہ کرنے والوں کو الٹی میٹم

اگر مکہ کے ظالم (مشرک) فہمائش کے باوجود اللہ کا دین قبول نہیں کرتے تو وہ جان لیں کہ ان کا شرارت کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے، جیسے گزرے ہوئے ان کے بھائی بندوں کا شرارت کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا تو عذاب آیا اور وہ صفحہ ہستی سے مٹا دیئے گئے، مشرکین مکہ کے لئے بھی ایک وعدہ کا دن ہے، اس کو آنے دو، جلدی مت مچاؤ، کیونکہ کام وقت پر ہوتا ہے۔ مراد قیامت کا دن ہے، یا اس سے پہلے ہی کوئی دن ہز کا آجائے، چنانچہ مشرکین مکہ کو بدر میں خاصی سزا ملی۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ظَلَمُوا ذُنُوبًا مِّثْلَ ذُنُوبِ أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُونَ ۖ قَوْلُ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۖ كَفَرُوا ۖ وَمِنْ يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ۖ﴾

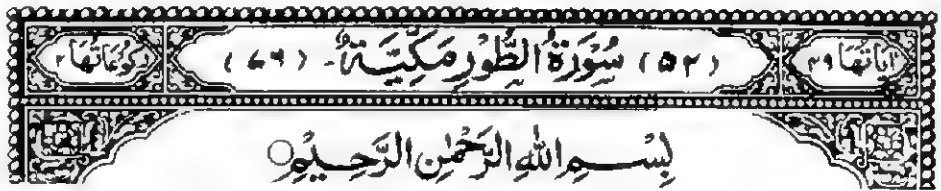
ترجمہ: پس بیشک ناانصافوں (مشرکوں) کا ڈول بھر چکا ہے، جیسے ان کے ساتھیوں کا ڈول بھر چکا تھا، پس وہ مجھ سے عذاب جلدی طلب نہ کریں، کیونکہ مکرین کے لئے ہلاکت ہے اُن کے اُس دن میں جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ الطور

یہ نئی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ۷۶ ہے، یعنی مکی دور کے آخر کی سورت ہے، اور پہلے لفظ سے نام رکھا ہے، اس کا موضوع بھی مکی سورتوں کی طرح آخرت اور رسالت ہے، توحید کا بیان اس سورت میں نہیں ہے، سورت آخرت کے بیان سے شروع ہوئی ہے، پھر رسالت کا بیان ہے، اور آخر میں نبی ﷺ کی تسلی فرمائی ہے۔

گذشتہ سورت عذاب کی دھمکی ﴿يُوعَذِّبُونَ﴾ پر پوری ہوئی تھی، یہ سورت اسی کے تحقق وقوع: ﴿إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ﴾ سے شروع ہوئی ہے، پہلے چار شواہد (نظائر) سے جو حقیقت یا حکماً وعدے ہیں استدلال کیا ہے کہ عذاب آخرت کا وعدہ یقینی ہے۔



وَ الطُّورِ ۝ وَ كِتَابٍ مَّسْطُورٍ ۝ فِي رَقٍّ مَّنْشُورٍ ۝ وَ الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ ۝ وَ السَّعْفِ الْمَرْفُوعِ ۝ وَ الْبَحْرِ الْمَسْجُورِ ۝ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ ۝ يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا ۝ وَ تَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝ فَوَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْضٍ يَلْعَبُونَ ۝

وَ الطُّورِ ^(۱)	طور پہاڑ کی قسم!	مَسْطُورٍ ^(۲)	لکھی ہوئی کی	مَنْشُورٍ ^(۳)	پھیلی ہوئی
وَ كِتَابٍ ^(۲)	اور کتاب	فِي رَقٍّ ^(۳)	پتلی کھال میں	وَ الْبَيْتِ	قسم اللہ کے گھر

(۱) و الطور: چار جگہ واقفیمہ ہے (۲) و کتاب: میں وادعافہ ہے، منشور تک ایک قسم ہے (۳) رَق: پتلی کھال، پہلے اس پر مختصر تحریریں لکھتے تھے، کسری کے نام والا نامہ ہرن کی کھال پر لکھا تھا (۴) منشور: دستاویز کی طرح پھیلی ہوئی، جس کو گول لپٹتے ہیں۔

الْمَعْمُورِ	آباد کئے ہوئے کی	مَالَهُ	نہیں ہے اس کو	سَيِّرًا	چل کر
وَالشَّقِيفِ	قسم چھت	مِنْ دَافِعٍ	کوئی ہٹانے والا	فَوَيْلٌ	پس بری گت بنے گی
الْمَرْفُورِ	بلند کی ہوئی کی	يَوْمَ (۲)	جس دن	يَوْمَئِذٍ	اس دن
وَالْبَحْرِ	قسم سمندر	تَمُورٌ (۳)	لرز جائے گا	لَتَمُكِّدَنَّ بَيْنَ	جھٹلانے والوں کی
الْمَسْجُورِ (۱)	کھولائے ہوئے کی	السَّمَاءِ	آسمان	الَّذِينَ	جو
إِنَّ عَذَابَ	بے شک سزا	مَوْزًا	کپکپا کر	هُمْ	وہ
رَبِّكَ	تیرے رب کی	وَلَيَسِيرُ	اور پھریں گے	فِي خَوْضٍ (۴)	فضول باتوں میں
لَوَاقِعُ	ضرور ہونے والی ہے	الْجِبَالِ	پہاڑ	يَلْعَبُونَ	کھیل رہے ہیں

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

چار وعدوں کی طرح قیامت کا وعدہ بھی ضرور پورا ہوگا

پہلا وعدہ: موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ آپ طور پر آئیں، آپ کو تورات دی جائے گی، چنانچہ گئے اور تورات شریف ملی، دس احکام تو پہلی کھال پر لکھے، باقی تورات لکڑی کی تختیوں پر لکھی، یہ تورات وحی غیر مکتوبہ (احادیث شریفہ) کی شکل میں ملی تھی، اللہ کا کلام نہیں تھا، ورنہ اس میں تبدیلی ممکن نہ ہوتی، فرشتہ کا یا موسیٰ علیہ السلام کا کلام تھا، اور: ﴿وَكُتِبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَابِ﴾ اور لکھا ہم نے ان کے لئے تختیوں میں [الاعراف ۱۳۵] میں اضافت تشریف (عزت بڑھانے) کے لئے ہے، جیسے: ﴿فَإِذَا قَرَأْنَاهُ﴾ پس جب ہم اس کو پڑھیں [القیامہ ۱۸] یعنی جب فرشتہ پڑھے، اور اللہ کی طرف اضافت تشریف کے لئے ہے، بہر حال وعدہ پورا ہوا، اور تورات شریف ملی۔

سوال: طور پہاڑ پر پہلی کھال، لکڑی کی تختیاں اور لکھنے کا سامان کہاں سے آیا؟

جواب: موسیٰ علیہ السلام اکیلے طور پر تھوڑے گئے ہونگے، خدام بھی ساتھ ہونگے، وہاں چالیس دن ٹھہرنا ہوا تھا، کھانے پینے کی ضرورت پیش آئی ہوگی، اس کا انتظام خدام نے کیا ہوگا، یہ چیزیں بھی انہیں سے منگوائی ہوگی۔

دوسرا وعدہ: آسمانوں کے اوپر بھی اللہ کا گھر ہے، جس کو بیتِ معمر کہتے ہیں، اس سے اللہ تعالیٰ نے حکماً وعدہ کیا

(۱) المسجور: اسم مفعول: خوب گرم کیا ہوا، مسجور (ن) مسجور: التور: تنور کو گرم کرنا، ﴿وَإِذَا الْبِحَارُ يُدْعَرَّتْ﴾ اور جب سمندر ابلیں گے [الکوثر ۶] (۲) یوم: واقع کا ظرف ہے (۳) مَآرَ الشَّيْءِ (ن) مَوْزًا: کسی چیز میں لہریں اٹھنا، حرکت کرنا۔ (۴) فی خَوْضٍ: یلعبون سے متعلق ہے، خاض فی الماء: پانی میں گھسنا، خاض فی الحديث: فضول باتیں کرنا۔

ہے کہ اس کو عبادت کرنے والوں سے آباد کریں گے، چنانچہ اس کی عبادت کے لئے اتنے فرشتے پیدا کئے ہیں کہ جو ایک مرتبہ عبادت کر کے نکلتے ہیں ان کا قیامت تک نمبر نہیں آتا، جبکہ روزانہ ستر ہزار فرشتے عبادت کے لئے داخل ہوتے ہیں، اس طرح یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔

تیسرا وعدہ: آسمان سے اللہ تعالیٰ نے حکماً وعدہ کیا ہے کہ اس کو بہت اونچا بنائیں گے، کیونکہ جو چیز جتنی اونچی ہوتی ہے اتنی وسیع ہوتی ہے، اس لئے آسمان بہت اونچا بنایا، آسمان اتنا کشادہ بنایا کہ ہمارے نظام شمسی جیسے کئی نظام (کہکشاں) اس میں سمائے ہوئے ہیں، پھر بھی وہ چھت کی طرح قریب نظر آتا ہے، اس طرح یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔

چوتھا وعدہ: مخلوق کو روزی پہنچانے کا وعدہ کیا ہے، اس کا انتظام یہ کیا کہ تین چوتھائی زمین پر پانی پیدا کیا، اور اس کے نیچے آگ (Heat) رکھی جس سے سمندر ہمیشہ کھولتے رہتے ہیں، اور جو بھاپ اٹھتی ہے اس کو ہوائیں فضاء میں ابھارتی ہیں، وہاں بادل بنتے ہیں، پھر ہوائیں ان کو لے چلتی ہیں، اور حسب حکم الہی وہ خشکی پر برستے ہیں، اس سے زمین میں سبزہ اگتا ہے، اور اس طرح مخلوقات کو روزی ملتی ہے، اس طرح یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔

مقسم علیہ کا بیان: اسی طرح اللہ کا وعدہ ہے کہ ایک دن یہ دنیا ختم کر دی جائے گی، اور دوسری دنیا آباد ہوگی، یہ وعدہ بھی سچا ہے، ضرور پورا ہو کر رہے گا، پھر دوسری دنیا میں نیکوکاروں کو ان کی نیکی کا صلہ ملے گا، اور تکذیب میں مشغول لوگوں کی بری گت بنے گی — یہ دن جب آئے گا کہ آسمان لرز جائے گا، اور پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے، اس دن آخرت کی تکذیب کرنے والوں کو سخت سزا دی جائے گی۔

﴿وَالطُّورِ ۝ وَحِشٍ مَّسْطُورٍ ۝ فِي رَبِّ مَنَشُورٍ ۝ وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ ۝ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُورِ ۝ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ ۝ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَّا لَهُ مِنْ دَافِعٍ ۝ يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا ۝ وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝ قَوْلِيلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي حُوزٍ يُلْعَبُونَ ۝﴾

ترجمہ: طور (پہاڑ) کی قسم، اور لکھی ہوئی کتاب کی، پھیلانی ہوئی پتلی کھال میں، اور آباد کئے ہوئے اللہ کے گھر کی قسم! اور بلند کی ہوئی چھت کی قسم! اور کھولائے ہوئے سمندر کی قسم! بے شک آپ کے رب کا عذاب ضرور ہو کر رہے گا، کوئی اس کو ہٹا نہیں سکتا، جس دن آسمان تھرانے لگے گا، اور پہاڑ چلتے پھریں گے، پس اس دن تکذیب کرنے والوں کی بری گت بنے گی، جو فضول باتوں میں کھیل رہے ہیں۔

يَوْمَ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ دَعَا ۚ هَٰذَا النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ۝ أَفَسِحْرَ هَٰذَا أَمْ أَنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ ۝ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْبِرُوا ۖ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ

إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۵﴾

یَوْمَ يُدْعَوْنَ ^(۱)	جس دن بے رحمی سے دھکے دیئے جائیں گے وہ	اَلَّذِي كُنْتُمْ يَهْمَا فُكِّدَ بُونُ اَفْتَحَدُ	جو تھے تم اس کی تکذیب کرتے کیا پس جادو ہے	فَاصْبِرُوا اَوْ لَا تَصْبِرُوا	پس صبر کرو یا صبر نہ کرو
إِلَىٰ نَارٍ جَهَنَّمَ ^(۲)	آگ کی طرف دوزخ کی دھکے دینا	هَذَا اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ	یہ یا تم دیکھتے نہیں	إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ	اس کے سوا نہیں کہ بدلہ دیئے جا رہے ہو تم اس کا جو تھے تم
هَذِهِ النَّارُ	یہ آگ ہے	اَصْلَوْهَا	داخل ہو اس میں	تَعْمَلُونَ	کیا کرتے

آخرت کی تکذیب کرنے والوں کی سزا

(یاد کرو) جس دن وہ لوگ (آخرت کی تکذیب کرنے والے) آتش دوزخ کی طرف (میدانِ حشر سے) دھکے دے کر لائے جائیں گے (جب وہ دوزخ پر پہنچیں گے تو ان سے کہا جائے گا: یہ وہی دوزخ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے، پس کیا یہ جادو ہے؟) (دنیا میں تم انبیاء کی باتوں کو جادو کہا کرتے تھے، اب بتاؤ یہ واقعی حقیقت ہے یا نظر کا دھوکا ہے؟) — یا تمہیں کچھ سوچتا نہیں! (جیسے دنیا میں تمہیں کچھ سوچتا نہیں تھا، اب بھی نہیں سوچتا!) — اس میں گھسو! پھر خواہ صبر کرو یا نہ کرو، دونوں یکساں ہیں — روگے چلاؤ گے تو کوئی فریاد نہیں سنے گا، اور دم سادھے رہو گے تو خون کے گھونٹ پیو گے، دونوں حالتیں برابر ہیں، اب تم پر کچھ رحم نہیں کیا جائے گا — جیسا تم کیا کرتے تھے ویسا ہی تمہیں بدلہ دیا جا رہا ہے — ذرہ بھر ظلم نہیں کیا جا رہا!

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُنٍ ۖ فَكِهِينَ ۖ بِمَا أَتَوْا رَبَّهُمْ ۖ وَوَقَّعُوا رَبُّهُمْ عَذَابَ
الْجَحِيمِ ۖ كُلُوا وَامْشَوْا هَنِيئًا ۖ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۖ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ ۖ
وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ

(۱) دَعَا (ن) دَعَا: بے رحمی کے ساتھ کسی کو دھکے دینا: ﴿يَدْعُو الْيَتِيمَ﴾: یتیم کو دھکے دیتا ہے (۲) دَعَا: مفعول مطلق برائے تاکید ہے۔

ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلْتُمْتُمْ مِنْ عَلِيمٍ مِنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ۝ وَامْدَدْنَاهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَلَحْمٍ مِمَّا يَشْتَهُونَ ۝ يَتَنَزَّعُونَ فِيهَا كَاسًا لَا تَغُوفُ فِيهَا وَلَا تَأْسِيْمٌ ۝ وَيُطَوَّفُ عَلَيْهِمْ غُلَمَانٌ لَهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤُ مَكْنُونٌ ۝ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝ قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ۝ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَدْنَا عَذَابَ التَّوْبَةِ ۝ إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ ۝ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ۝

۱
۲

انَ الْمُتَّقِينَ	بیشک اللہ سزرنے والے	هَيِّئْهَا ^(۳)	رچ چ کر (خوشگوار)	وَ اتَّبَعْتَهُمْ	اور پیروی کی ان کی
فِي جَنَّاتٍ	باغات میں	يَمَّا	بعض اس کے جو	ذُرِّيَّتَهُمْ	ان کی اولاد نے
وَنَعِيمٍ ^(۱)	اور نعمتوں میں ہیں	كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ	کیا کرتے تھے تم	بِإِيمَانٍ	ایمان کے ساتھ
فَكَهْنِينَ ^(۲)	خوش ہونے والے	مُتَكِينِينَ	تک لگائے ہوئے	الْحَقْنَا	ملا یا ہم نے
بِجَنَّا	اس چیز سے جو	عَلَى سُرُرٍ ^(۴)	تختوں پر	بِهِمْ	ان کے ساتھ
أُنْتُمْ	دی ان کو	مَصْفُوفَةٍ ^(۵)	صف میں بچھے ہوئے	ذُرِّيَّتَهُمْ	ان کی اولاد کو
رَبُّهُمْ	ان کے رب نے	وَرَوْجَتَهُمْ	اور نکاح میں دی ہم	وَمَا	اور نہیں
وَوَقَدْنَاهُمْ	اور بچایا ان کو	الْكُنُتُمْ ^(۸)	نے ان کے	الْكُنُتُمْ	کم کیا ہم نے ان سے
رَبُّهُمْ	ان کے رب نے	وَمِنْ عَلِيمٍ	گوری عورتیں	وَمِنْ عَلِيمٍ	ان کے اعمال میں سے
عَذَابٍ	عذاب سے	عَنِ	بڑی آنکھوں والیاں	وَمِنْ شَيْءٍ	کچھ بھی
الْحَجِيمِ	دوزخ کے	وَالَّذِينَ	اور جو لوگ	كُلُّ امْرِئٍ	ہر انسان
كُلًّا وَاتَّخَذُوا	کھاؤ اور پیو	أُمُوتًا	ایمان لائے	بِمَا كَسَبَ	بعض اس کے جو کیا اس نے

(۱) نعیم (بروزن فعلیل) اس میں مفرد جمع برابر ہیں (۲) فاکھین: المتقین کا حال ہے، فیکہ (س) فیکھا وَفَاكِهَةً: خوش طبع ہونا، فیکہ بہ: لطف اندوز ہونا، مزے لینا (۳) کھینا (بروزن فعلیل) فاعل کی ضمیر سے حال ہے، ہنّا (ف) الطعام: کھانے کو مزے دار بنانا، رچنا پچنا: خوش گوار جزو بدن ہونے والا۔ (۴) سرور: سریو کی جمع: تخت، چوکی، کدّی (۵) مصفوفة: قطار میں بچھائے ہوئے، جیسے جلسہ میں گاؤں تکیے دیوار سے لگا کر رکھتے ہیں (۶) حور: حوراء کی جمع: گوری۔ (۷) عین: عیناء کی جمع: بڑی آنکھوں والی (۸) أَلْتُمْ (ض) أَلْتُمْ: کم کرنا حق مارنا۔

رَهِیْنٌ وَ اَمْدَادُہُمْ ^(۱)	گروی ہے اور کمک پہنچائی ہم نے	عَلِیْہِم غُلَامَانُ لَہُمْ کَاَنَّهُمْ	ان کے پاس ان کے نابالغ لڑکے گو یا وہ	مُشْفِقِیْنِ فَقَنْ اللّٰہُ	ڈرنے والے پس احسان کیا اللہ نے
بِفَاکَہَہٖ وَلَہُمْ	میوں سے اور گوشت سے	لَوْلُوْ فَکُنُوْنَ	موتی ہیں چھپا کر رکھے ہوئے	عَلِیْنَا وَوَلَدْنَا	ہم پر اور بچایا ہمیں
وَمَنَا یَسْتَهْوَوْنَ	اس میں سے جس کو وہ چاہیں گے	وَاَقْبَلَ بَعْضُہُمْ	اور متوجہ ہوا ان کا ایک	عَذَابَ التَّوْمُوْمِ	عذاب سے کو (دوزخ) کے
یَتَنَازَعُوْنَ فِیْہَا	چھینا چھٹی کریں گے وہ جنت میں	عَلٰی بَعْضٍ یَتَسَاءَلُوْنَ	دوسرے پر ایک دوسرے سے	اِنَّا کُنَّا مِنْ قَبْلُ	بے شک ہم تھے اس سے پہلے
کَاَسَا لَا نَعُوْ	ایسے جام میں (کہ) نہ بک بک ہے	قَالُوْا اِنَّا کُنَّا	پوچھ رہے ہیں کہا انھوں نے	نَدْعُوْہُ اِنَّہٗ	پکارتے تھے ہم اس کو بے شک وہ
فِیْہَا وَلَا تَسْتَغِیْرُ ^(۲)	اس میں اور نہ گناہ میں ڈالنا	اِنَّا کُنَّا قَبْلُ	بے شک ہم تھے قبل ازیں	ہُوْ اَلْبُؤْ	ہی نیک سلوک کرنے والے
وَيُطَوَّفُ اور گھومیں گے		فِیْ اٰہْلِہَا اپنے گھر والوں میں		الرَّحِیْمِ	بڑے مہربان ہیں

آخرت میں نیک مومنین کا انجام

اب مکذبین کے انجام کے بالمقابل نیک مومنین کا انجام بیان فرماتے ہیں، قرآن کا یہی اسلوب ہے۔

﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنَّۃٍ وَّ کَعِیْمٍ ۝ فَلَہُمْ بِمَا اٰتٰہُمْ رَبُّہُمْ وَّوَقَّہُمْ رَبُّہُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ۝ کُلُوْا وَامْرَبُوْا
ہَنَیْئًا ۝ ہَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝﴾

کلی حال: — بے شک پرہیزگار باغوں میں اور نعمتوں میں ہونگے، مزے سے لیس گے جو چیزیں ان کو ان کے پروردگار دیں گے — یہ مثبت پہلو سے حال بیان کیا — اور ان کے پروردگار نے ان کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھا — یہ منفی پہلو سے حال بیان کیا — رچ بچ کر کھا و پیا اپنے اعمال کے صلہ میں — یہ عام حال بیان کیا۔

تفسیر: دنیا میں جن بندوں نے اللہ سے ڈرتے ہوئے زندگی گزاری ہے وہ آخرت میں بالکل مامون اور بے فکر
(۱) اَمْدَادُ: اضافہ کرنا، کمک: وہ فوجی جو فوج کی مدد کے لئے بھیجے جائیں (۲) تَاْمِیْم: باب تعحیل کا مصدر: گناہ میں ڈالنا۔

ہونگے، ہر قسم کے عیش و آرام کے سامان ان کے لئے حاضر رہیں گے، اور یہ ہی انعام کیا کم ہے کہ دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا (از فوائد)

﴿مُشْكِينَ عَلَىٰ سُرٍّ مَّصْفُوفَةٍ﴾

جنتیوں کی مجلس کا حال: — تکیہ لگائے ہوئے (بیٹھے ہوئے) برابر برابر بچھائے ہوئے تختوں پر — یعنی جنتی بادشاہوں کی طرح اپنے اپنے تختوں پر بیٹھے ہوئے، اور تخت قرینہ سے بچھے ہوئے ہونگے، سب کے چہرے آمنے سامنے ہونگے، کسی کا چہرہ دوسرے کی پیٹھ کی طرف نہیں ہوگا۔

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ﴾

کاملین کی اولاد کو ان کے ساتھ ملایا جائے گا: — اور جو لوگ ایمان لائے، اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کا ساتھ دیا: ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملائیں گے — یعنی اولاد کو آبائے کاملین کے درجہ میں پہنچا دیں گے، تاکہ ان کو سکون قلبی حاصل ہو، اولاد کے پاس ہونے سے کلیجا ٹھنڈا ہوتا ہے، البتہ ملانے کے لئے شرط یہ ہے کہ اولاد مؤمن ہو، اگرچہ اعمال میں کوتاہ ہو۔

اور ہم ان کے اعمال سے ذرا بھی کم نہیں کریں گے — یعنی آباء کاملین کے اعمال صالحہ میں سے کچھ حصہ اولاد کو دے کر برابر نہیں کریں گے، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کا درجہ بڑھائیں گے۔

قاعدہ ہے: — ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے گروی ہے — ہزار روپے قرض لے کر گھڑی گروی رکھی، پس جب قرض ادا کرے گا تب گھڑی ملے گی — اور یہ ضابطہ کلیہ ہے، مثبت و منفی دونوں پہلوؤں سے ہے یعنی آپ گریڈ تو کر سکتے ہیں، ڈاؤن گریڈ نہیں کر سکتے، مؤمن کو اس کے درجہ سے نیچے اتار دیا جائے: ایسا نہیں کر سکتے، البتہ اولاد کو آباء کے درجہ میں پہنچا دیا جائے: ایسا کر سکتے ہیں کہ یہ فضل و احسان ہے: ﴿وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾! اسی طرح گناہ کی سزا زیادہ نہیں دے سکتے، البتہ معاف کر سکتے ہیں کہ یہ بھی فضل ہے۔

﴿وَأَمَّا الَّذِينَ هُمْ بِمَا كَسَبُوا وَنِعْمَ وَمَا يَشْتَهُونَ﴾

جنتیوں کے لئے نعمتوں کا تار باندھ دیا جائے گا: — اور ہم ان کو کمک پہنچائیں گے میوؤں اور دل پسند گوشت سے — تار باندھنا یعنی کسی کام کو مسلسل کرنا، اور کمک پہنچانا: یعنی بڑے لشکر کی مدد کے لئے پیچھے سے فوجی بھیجنا، جن میوؤں اور گوشت کے لئے جنتیوں کا جی چاہے گا: بے طلب بھی وہ چیزیں حاضر کی جائیں گی، اور مسلسل بھیجی جائیں گی۔

﴿يَكْنُزُونَ فِيهَا كَأْسًا لَا تَغْوِيهِمَا وَلَا تَأْثَبُهُمَا﴾

شرابِ طہور اور خوش طبعی: — وہ جنت میں چھینا جھپٹی کریں گے، ایسے جام میں جس میں نہ بک ہوگی نہ گناہ میں مبتلا کرنا — جنت کی شراب میں محض نشاط اور لذت ہوگی، نشہ، بکواس اور فتور عقل وغیرہ کچھ نہ ہوگا، پس اس کو پی کر کسی گناہ کا سوال ہی نہیں، اور جب شرابِ طہور کا دور چلے گا تو جنتی بطور خوش طبعی کے ایک دوسرے سے چھینا جھپٹی کریں گے، مگر جام و سیوٹھیں گے نہیں!

﴿وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلَاقَانِ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤُا مَكْنُونٌ ۝﴾

جنتیوں کے خدام: — اور ان کے پاس ان کے (خدام) لڑکے آتے جاتے رہیں گے، گویا وہ چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہیں — یہ حوروں کی طرح جنت کی مخلوق ہیں، چھپا کر رکھے ہوئے موتیوں کی طرح یعنی صاف شفاف اور پاکیزہ۔

﴿وَاقْبَلْ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝ قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ۝ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَدْنَا عَذَابَ النَّعِيمِ ۝ إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ ۝ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ۝﴾

جنتیوں کو روحانی خوشی: — اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باتیں کریں گے، کہیں گے: بے شک ہم اس سے پہلے (دنیا میں) اپنے گھروں میں ڈرتے تھے — کہ دیکھئے! مرنے کے بعد کیا انجام ہو؟ یہ کھٹکا برابر لگا رہتا تھا — پس اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں کو کے عذاب سے (دوزخ کے عذاب سے) بچایا، بے شک ہم قبل ازیں (دنیا میں) اسی کی عبادت کیا کرتے تھے (اسی کو پکارا کرتے تھے) بے شک وہ بڑے محسن بڑے مہربان ہیں۔

فَذَكِّرْ فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ۝ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرْتِیْصُ بِهِ رَبِیْبَ الْمُنُونِ ۝ قُلْ تَرْتَبُّوْا فَإِنِّیْ مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَرِیْصِیْنَ ۝ أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَاهُمْ بِهَذَا أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ ۚ بَلْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ فَلْيَاثُوا بِحَدِیْثِ مِثْلِهِ ۚ إِن كَانُوا صٰدِیْقِیْنَ ۝

فَذَكِّرْ	پس سمجھائیں آپ	رَبِّكَ	آپ کے رب کے	أَمْ يَقُولُونَ ^(۱)	یا کہتے ہیں وہ
فَمَا أَنْتَ	پس نہیں ہیں آپ	بِكَاهِنٍ	جناستِ خیریں لینے والے	شَاعِرٌ	شاعر ہے
بِنِعْمَتِ	فضل سے	وَلَا مَجْنُونٍ	اور نہ پاگل	نَّتَرْتِیْصُ	انتظار کرتے ہیں ہم

(۱) ام: حرفِ عطف استفہام کے معنی دیتا ہے، یہ پندرہ مرتبہ آیا ہے، کہیں استفہام کا ترجمہ کیا ہے کہیں حرفِ عطف کا۔

یہ	اس کے بارے میں	أَمَرْتَهُمْ	کیا حکم دیتی ہیں ان کو	بَنَی	بلکہ
زَیْبٌ ^(۱)	حادثہ	أَحْلَاهُمْ	ان کی عقلیں	لَا یُؤْمِنُونَ	ایمان نہیں لاتے وہ
الْمُنُونِ ^(۲)	موت کا	یَهْدِنَا	اس بات کا	فَلِیَأْتُوا	پس چاہئے کہ لائیں وہ
قُلْ	کہیں	أَمَرَهُمْ	یادہ	یَعْلَمُونَ	کوئی کلام
تَرَبُّصُوا	انتظار کرو	قَوْمٌ	لوگ ہیں	مِثْلِهِ	قرآن کے مانند
فَإِنِّی	پس بے شک میں	طَاعُونَ	سرکش (شرارتی)	إِنِّی	اگر
مَعَكُمْ	تمہارے ساتھ	أَمَرِیْقُولُونَ	یا کہتے ہیں وہ	كَأَنَّا	ہوں وہ
مِنَ الْمُتَرَبِّصِينَ	انتظار کرنے والوں سے ہوں	نَقُولُ ^(۳)	گھڑ لیا ہے اس کو	صِدْقَیْنِ	سچے

رسالت کا بیان

رسول پر چار تبصرے

اب آخر تک رسالت کا بیان ہے، منکرین کی سزا کے بعد مومنین کا انجام بیان کیا تھا، اب پھر بات پیچھے لوٹ رہی ہے، فرماتے ہیں: آپ مذنبین کو سمجھاتے رہیں، نصیحت کرتے رہیں، اور ان کی بکواس سے دل گیر (غم گیس) نہ ہوں، وہ کبھی آپ کو کاہن کہتے ہیں، کبھی مجنون، کاہن: جنات سے باتیں لے کر غیب کی باتیں بتانے والا اور دیوانہ ادھر ادھر کی بکاتا ہے، اس کی تردید میں فرمایا کہ اللہ کے فضل و کرم سے آپ نہ کاہن ہیں نہ مجنون!

اور کبھی وہ آپ کو شاعر قرار دیتے تھے، اور کہتے تھے: شعراء بہت گذرے ہیں، سب مر کھ پ گئے، یہ بھی چند دنوں میں ٹھنڈے ہو جائیں گے، پھر ان کا کوئی نام لیوانہ ہوگا، اس کے جواب میں کہلویا: اچھا تم میرا انجام دیکھتے رہو، میں تمہارا انجام دیکھ رہا ہوں، آئندہ فیصلہ ہوگا: کون کا میاب ہوتا ہے اور کون خائب و خاسر!

پھر ان تینوں باتوں کے تعلق سے فرمایا کہ یہ باتیں تمہاری عقلوں کا فیصلہ ہے یا حماقت کی ہانک رہے ہو؟ کاہنوں کی بے تکی باتوں میں اور قرآن کے حکیمانہ اصول میں فرق نہیں کر سکتے؟ اسی طرح دیوانے کی بے معنی بڑیوں اور قرآن کی پُر حکمت باتوں میں فرق نہیں جانتے؟ اور شاعری تو تمہاری گھٹی میں پڑی ہوئی ہے: کیا قرآن شاعری ہے؟ جو اس کے پیش کرنے والے کو شاعر کہتے ہو حقیقت میں یہ شرارت کی باتیں ہیں، ان کو ماننا نہیں اس لئے یہ باتیں کہہ رہے ہیں۔

(۱) زَیْبٌ: زَابِ یَزِیْبُ کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں: شک میں ڈالنا، لیکن جب زمانہ کے ساتھ اس کا استعمال ہوتا ہے تو گردش کے معنی ہوتے ہیں، اس لئے کہ حادثہ کا وقت بھی معلوم نہیں (۲) الْمُنُونِ: اسم ہے: موت، زَیْبُ الْمُنُونِ: حادثہ موت (۳) نَقُولُ: باب تفعیل: بے تکلف کہنا، بات گھڑنا، بناوٹ کرنا۔

اور ایک بات مکذبین یہ بھی کہتے تھے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں، خود بناتے ہیں اور اللہ کے نام لگاتے ہیں، یہ بات بھی وہ اس لئے کہتے تھے کہ انہیں ماننا نہیں، ورنہ ہمیں میدان میں چوگاں! تم بھی قرآن کا مثل بنالو، تم تو فصاحت کے دعویدار ہو، قصیدے کعبہ پر لٹکاتے ہو، ہمیں آزمائش ہو جائے، ورنہ تمہاری بات پادروا ہے۔

آیات پاک: — پس آپ سمجھاتے رہیں، آپ لفظہ تعالیٰ نہ کاہن ہیں نہ دیوانے! — کیا وہ کہتے ہیں کہ ایک شاعر ہے، اس کے بارے میں ہم حادثہ سموت کا انتظار کرتے ہیں — آپ کہیں: تم انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں — کیا ان کی عقلیں ان کو اس بات کا حکم دیتی ہیں یا وہ شریر لوگ ہیں؟ — یادہ کہتے ہیں کہ اُس نے قرآن کو خود گھڑ لیا ہے! — بلکہ ان کو ماننا نہیں — پس چاہئے کہ کوئی کلام لائیں قرآن جیسا اگر وہ سچے ہیں۔

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿٥٠﴾ أَمْ خَلَقُوا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بَلْ لَا يُوقِنُونَ ﴿٥١﴾ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصِيطِرُونَ ﴿٥٢﴾ أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ ﴿٥٣﴾ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿٥٤﴾ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ﴿٥٥﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ﴿٥٦﴾ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿٥٧﴾ أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا أَفَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ ﴿٥٨﴾ أَمْ لَهُمْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٥٩﴾

يُشْرِكُونَ ﴿٥٩﴾

أَمْ خُلِقُوا	کیا پیدا کئے گئے ہیں	بَلْ	بلکہ	أَمْ لَهُمْ	یا ان کے لئے
مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ	بغیر کسی چیز کے	لَا يُوقِنُونَ	یقین نہیں کرتے وہ	سُلَّمٌ	سیرھی ہے
أَمْ هُمُ	یا وہ	أَمْ عِنْدَهُمْ	یا ان کے پاس	يَسْتَمِعُونَ	سننے ہیں وہ
الْخَالِقُونَ	پیدا کرنے والے ہیں	خَزَائِنُ	خزانے ہیں	فِيهِ	اس میں
أَمْ خَلَقُوا	یا پیدا کیا ہے انہوں نے	رَبِّكَ	آپ کے رب کے	فَلْيَأْتِ	پس چاہئے کہ لائے
السَّمَوَاتِ	آسمانوں کو	أَمْ هُمُ	یا وہ	مُسْتَمِعُهُمْ	ان کا سننے والا
وَالْأَرْضَ	اور زمین کو	الْمُصِيطِرُونَ	کنٹرولر (ذمہ دار) ہیں	بِسُلْطَانٍ	کوئی سند (دلیل)

(۱) الْمُصِيطِرُ: اسم فاعل، صادر، سین سے بدلا ہوا ہے، سَيَطِرُ (رباعی) علیہ: نگرانی کرنا، کنٹرول کرنا، قابو میں کرنا (۲) مُسْتَمِعٌ: اسم فاعل، مین، محذوف ہے اِی مُسْتَمِعٌ مِنْهُمْ: ان میں سے سننے والا۔

مُیَبِّنِ	وَاحٍ (کملی)	مُتَقَلِّبُونَ ^(۲)	بُوحَلِّیْلٍ	هُمُ	وہ
اَمْرُهُ	یا اس کے لئے	اَمْرٌ عِنْدَهُمْ	یا ان کے پاس	اَلْمُكَيِّدُونَ ^(۳)	چال چلے ہوئے ہیں
اَلْبَنَاتِ	بیٹیاں ہیں	اَلْغَيْبِ	غیب ہے	اَمْرٌ لَهُمْ	یا ان کے لئے
وَلَكُمْ	اور تمہارے لئے	فَهُمْ	پس وہ	اِلٰهُهُ	کوئی معبود ہے
اَلْبَنُونَ	بیٹے ہیں	يَكْتُبُونَ	لکھتے ہیں	عَنِ اللّٰهِ	اللہ کے علاوہ
اَمْ رَكَّبْنَاهُمْ	یا آپ انساں لگاتے ہیں	اَمْ يُرِيدُونَ	یا وہ چاہتے ہیں	نُسُجًا	پاک ہیں
اَجْدًا	کوئی مزدوری	كَيْدًا	کوئی کسر	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
فَهُمْ	پس وہ	فَالَّذِينَ	پس جنہوں نے	عَمَّا	اس سے جس کو
مِنْ مَّغْرَمٍ ^(۱)	تاوان سے	كَفَرُوا	انکار کیا	يُشْرِكُونَ	شریک ٹھہراتے ہیں وہ

سات باتیں جو پیغمبر پر ایمان لانے سے مانع ہیں

پہلی بات: — کیا منکرین نبوت یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے اوپر کوئی خدا نہیں، جس کی بات ماننی ضروری ہو، کیا وہ اپنے خیال میں بغیر کسی پیدا کرنے والے کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں، یا انھوں نے خود ہی آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اس لئے وہ اپنی کائنات میں جو چاہیں کریں، ان کو روکنے ٹوکنے والا کون ہے۔

اگر ان کا یہ خیال ہے تو وہ مبہل اور باطل ہے، کائنات کا اور خود ان کا ایک خالق و مالک ہے، اس پر ایمان لانا ضروری ہے، اور وہ جس کو اپنا نمائندہ بنائے اس کو ماننا بھی ضروری ہے، مگر ان کو اس کی توفیق کہاں؟

﴿اَمْ خَلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ لَهُمُ الْخُلُقُونَ ۚ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلٰى لَا يُوقِنُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: کیا وہ لوگ بغیر کسی پیدا کرنے والے کے (خود بخود) پیدا ہو گئے ہیں، یا وہ (خود کو) پیدا کرنے والے ہیں؟ یا انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ ان لوگوں کو یقین نہیں آتا!

دوسری بات: — کیا مکذبین کا یہ خیال ہے کہ زمین و آسمان تو اللہ نے بنائے ہیں، مگر اللہ نے اپنے خزانوں کا مالک ان کو بنا دیا ہے، وہی خزانوں پر کنٹرول ہیں، اس لئے جس کو نبوت سے سرفراز کیا جائے، ان کی اجازت سے کیا جائے — ان کا یہ کہنا بھی جہل محض ہے، کیونکہ: ﴿لِلّٰهِ خَزَاۓِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ اللہ ہی کے ہیں سب خزانے آسمانوں اور

(۱) مَغْرَمٌ: اسم مصدر: تاوان، ڈنڈہ، عوض۔ (۲) مُتَقَلِّبٌ: اسم مفعول: بوجھ لا دیا ہوا (۳) الْمُكَيِّدُ: اسم مفعول: چال چلا ہوا، چال میں گرفتار۔

زمین کے [المنافقون ۷] پس اللہ جس کو نبوت سے سرفراز کرنا چاہیں کریں، ان کو کسی سے پریشانی لینے کی ضرورت نہیں۔

﴿أَمْرٌ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْرُهُمُ الْمُصَيْطِرُونَ ۝﴾

ترجمہ: یا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں، یا وہ (حکمران نبوت کے) ذمہ دار ہیں۔

تیسری بات: — یا ان کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کے پاس سیڑھی ہے، اس سے وہ آسمان پر چڑھ جاتے ہیں، اور اللہ سے براہ راست باتیں سن آتے ہیں، پھر کسی بشر کا اتباع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ — جواب: جس کا یہ دعویٰ ہے وہ اپنی سند اور حجت پیش کرے، بلکہ اُن کے دعوے کے خلاف اُن کا یہ اعتقاد دلیل ہے کہ اللہ کے لئے بیٹیاں ہیں اور ان کے لئے بیٹے ہیں یعنی وہ خود اپنے لئے بیٹے پسند کرتے ہیں اور اللہ کے حصہ میں بیٹیاں لگاتے ہیں، کیا وہ یہ عیب کی بات اللہ سے سن آئے ہیں، یہ تو ان کا خود ساختہ اعتقاد ہے، اللہ کے یہاں سے کہاں آیا ہے؟

﴿أَمْرُهُمْ سُلُوكُهُمْ فِيهِ، فَلْيَأْتِ مُسْتَعْمِلُهُمْ يُبَيِّنْ ۝ أَمْرُهُ الْبَيِّنَاتُ وَلَكُمُ الْبَيِّنَاتُ ۝﴾

ترجمہ: کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے، جس پر چڑھ کر (اللہ کی باتیں) وہ سن آتے ہیں؟ — اگر ایسا (دعویٰ ہے) تو جو شخص باتیں سن آتا ہے وہ کوئی واضح دلیل پیش کرے، کیا اللہ کے لئے بیٹیاں ہیں، اور ان کے لئے بیٹے ہیں — یعنی یہ عقیدہ تو ان کے دعوے کی تردید کرتا ہے۔

چوتھی بات: — کیا وہ لوگ آپ کی بات اس لئے نہیں مانتے کہ آپ ان سے تبلیغ دین پر بھاری معاوضہ طلب کرتے ہیں جس کا وہ تحمل نہیں کر سکتے — جواب: تمام انبیاء انسانیت کی بے لوث خدمت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: ﴿لَقَوْمٍ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَا لَكُمْ، إِنْ أَجَبْتُمْ لَكُمْ عَلَى اللَّهِ﴾: اے میری قوم! میں تم سے تبلیغ پر کچھ مال نہیں مانگتا، میرا معاوضہ تو صرف اللہ پر ہے [ہود ۲۹] پس یہ بات بھی ایمان کے لئے مانع نہیں بن سکتی!

﴿أَمْرُهُمْ أَجْمَلُهُمْ وَمِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ۝﴾

ترجمہ: کیا آپ ان سے کوئی معاوضہ طلب کرتے ہیں؟ پس وہ تاوان ان کو گراں معلوم ہوتا ہے!

پانچویں بات: — کیا خود ان پر اللہ تعالیٰ اپنی وحی بھیجتے ہیں، اور پیغمبروں کی طرح ان کو اپنے بھیدوں سے واقف کرتے ہیں جس کا وہ لکھ لیتے ہیں، جیسے انبیاء کی وحی لکھی جاتی ہے، اس لئے ان کو آپ کی پیروی کی ضرورت نہیں — جواب: ظاہر ہے ایسا نہیں، پھر وہ اللہ کی راہ نمائی پیغمبر کی پیروی کے بغیر کیسے حاصل کریں گے؟

﴿أَمْرٌ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُمُونَ ۝﴾

ترجمہ: یا ان کے پاس غیب کا علم ہے جس کو وہ لکھ لیتے ہیں۔

چھٹی بات: — اگر یہ سب باتیں نہیں ہیں تو کیا وہ نبی کے ساتھ کوئی داؤ چلنا چاہتے ہیں، تاکہ خفیہ تدبیروں سے

اسلام کو مغلوب کر دیں — اگر ایسی کوئی بات ہے تو وہ جان لیں کہ ان کے داؤ پیچ انہیں پر الٹ جائیں گے، وہ خود مغلوب ہو کر نابود ہو جائیں گے!

﴿أَمْرٌ يُرِيدُونَ كَيْدًا ۖ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هُمْ أَتَمْكِيدُونَ ۖ﴾

ترجمہ: یا وہ کوئی چال چلنا چاہتے ہیں؟ (اگر ایسا ہے) تو منکرین خود ہی اپنی چال میں گرفتار ہونگے! ساتویں بات: — کیا ان کا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے، جس سے وہ زندگی میں راہ نمائی حاصل کرتے ہیں، اس لئے انہیں پیغمبر کی پیروی کی ضرورت نہیں؟ — جواب: اللہ کی ذات پاک ہے کہ کوئی اس کا شریک ہو، پس اس کی ہدایت اس کے رسول ہی کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے۔

﴿أَمْرٌ لَهُمُ اللَّهُ عَزَّ اللَّهُ مُبْعِنَ اللَّهِ عَنَّا يُشْرِكُونَ ۖ﴾

ترجمہ: یا ان کے لئے اللہ کے سوا کوئی معبود ہے؟ — پاک ہیں اللہ تعالیٰ اس سے جس کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں!

وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ۖ فَذَرْهُمْ حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ۖ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۖ وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَلِكَ وَلَٰكِن أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۖ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ۖ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ۖ

وَإِنْ يَرَوْا	اور اگر دیکھیں وہ	مَرْكُومٌ ^(۲)	تہ بہ تہ جما ہوا	يُصْعَقُونَ ^(۳)	بے ہوش کئے جائیں گے
كِسْفًا ^(۱)	کھڑے	فَذَرْهُمْ	پس چھوڑیے ان کو	يَوْمَ	جس دن
مِّنَ السَّمَاءِ	آسمان کے	حَتَّىٰ	یہاں تک کہ	لَا يُغْنِي	نہیں کام آئے گی
سَاقِطًا	گرنے والے	يُلَاقُوا	ملاقات کریں وہ	عَنْهُمْ	ان کے
يَقُولُوا	کہیں گے وہ	يَوْمَهُمُ	ان کے اس دن سے	كَيْدُهُمْ	ان کی چال
سَحَابٌ	بادل ہے	الَّذِي فِيهِ	جس میں وہ	شَيْئًا	کچھ بھی

(۱) كِسْفٌ: كِسْفَةٌ کی جمع، کھڑا، كَسَفَ الغُوبُ: کپڑا کاٹنا، كَسَفَتِ الشَّمْسُ: سورج گھٹانا (۲) مَرْكُومٌ: اسم مفعول، گاڑھا، تہ بہ تہ جما ہوا، كَمُ التَّوَابِ: مٹی کا ڈھیر لگایا (۳) يُصْعَقُ: مضارع مجہول، صَعِقَ کے دو معنی ہیں: چیخ سے بے ہوش ہونا اور مر جانا۔

وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ	اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے	وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ	لیکن ان کے اکثر جانتے نہیں	بَعْدَ رَبِّكَ	خوبی کے ساتھ اپنے رب کی
وَلَا يَلْمِزُكَ الْفَاسِقُونَ	اور بے شک ان لوگوں کیلئے جنہوں نے نا انصافی کی (شرک کیا)	وَاصْبِرْ بِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ	اور انتظار کریں آپ اپنے رب کے حکم کا پس بے شک آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں اور پاکی بیان کریں	وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ	جب اٹھیں آپ اور رات کے حصہ میں پس پاکی بولیں اس کی اور پیٹھ پھیرنے کے وقت ستاروں کے

منکرین نہیں مانتے تو ان کو مطلوبہ معجزہ دکھا کر قائل کیا جائے

سوال: سورۃ بنی اسرائیل (آیت ۹۲) میں کفار کا مطالبہ ہے: ﴿أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زُغَمَتْ عَلَيْنَا مَقَاسًا﴾: یا آسمان کو اپنے قول کے مطابق پارہ پارہ کر کے ہم پر گرا دیں، اور سورۃ سبا (آیت ۹) میں ہے: ”یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں، تاکہ نبی ﷺ کی صداقت ظاہر ہو، یہ مطالبہ پورا کر دیا جائے، اور اس طرح ان کو قائل کیا جائے۔
جواب: ان کی یہ فرمائش پوری کر دی جائے تو بھی وہ قائل نہیں ہونگے، وہ اس کی تاویل کریں گے، کہیں گے کہ یہ آسمان کا ٹکڑا نہیں، یہ تو گاڑھا بادل ہے، اور بادل تو گرتے ہی رہتے ہیں، ایسے معاندوں سے قبولیت کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔

﴿وَأَن يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ﴾

ترجمہ: اور اگر وہ آسمان کے ٹکڑوں کو گرتا ہوا دیکھیں تو کہیں گے: یہ تہ بہ تہ جما ہوا بادل ہے۔

مکذبین کا علاج تو بس قیامت کے دن ہوگا

آخر میں فرماتے ہیں کہ ایسے معاندوں کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں، قیامت کا دن آنے دیجئے، جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو ان کے ہوش اڑ جائیں گے (یادہ مر جائیں گے) اس دن ان کی کوئی چال نہیں چلے گی، نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

﴿فَذَرْهُمْ حَتَّى يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ۚ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝﴾

ترجمہ: پس چھوڑیں ان کو، یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ پڑے جس میں ان کے ہوش اڑ جائیں گے، اس دن ان کی کوئی تدبیر ان کے کچھ کام نہ آئے گی، اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

کفار قیامت سے پہلے بھی سزا پائیں گے

اکثر کفار کو خبر نہیں کہ آخرت کے عذاب سے ورے دنیا میں بھی ان کے لئے ایک سزا ہے جو مل کر رہے گی، یہ سزا جنگِ بدر میں اور اس کے بعد کی جنگوں میں ملی۔

﴿وَمَا كَانَ لِّلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا اَبَدًا ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: اور بے شک ظالموں (مشرکوں) کے لئے اس (قیامت) سے پہلے بھی سزا ہے، مگر ان کے اکثر لاعلم ہیں!

مسلمان اور ادا میں مشغول رہیں

فی الحال (کلی دور میں) نبی ﷺ اور مومنین صبر و سکون کے ساتھ فیصلہ خداوندی کا انتظار کریں، دن پلٹنے والے ہیں، اور آپ کو مخالفین کی طرف سے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچے گا، آپ اللہ کی حفاظت میں ہیں، ابھی سب تسبیح و تحمید اور عبادت گزاری میں لگے رہیں، خصوصاً جب سوکرائیں یا مجلس سے اٹھیں، اور رات کے حصہ میں یعنی تہجد کے وقت اور صبح صادق کے بعد جب ستارے غائب ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔

﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ

النُّجُومِ ۝﴾

ترجمہ: اور آپ اپنے رب کے فیصلہ کا انتظار کریں، پس آپ یقیناً ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، اور آپ اپنے رب کی خوبی کے ساتھ پاکی بیان کریں، جب آپ اٹھیں، اور رات کے حصہ میں پس اس کی پاکی بیان کریں، اور ستاروں کے پیچھے پھرنے کے وقت۔

تفسیر: سورۃ ق (آیات ۳۹ و ۴۰) میں پانچ فرض نمازوں کو پابندی سے پڑھنے کا حکم تھا، یہاں ان کے علاوہ اور ادائی پابندی کا حکم ہے، اور اذ شریعت کی طرف سے لازم نہیں، یہ نفل اعمال ہیں، جنت کے بلند درجات حاصل کرنے کے لئے ہیں، مگر جب کوئی مومن بندہ کسی نفل عمل کو ورد (حلیفہ) بنا لے تو اس کی واجب کی طرح پابندی ضروری ہے، اور اوراد کو اوقات میں تقسیم کرنا چاہئے، اس آیت میں تین اوقات کا ذکر ہے: جب سوکرائے تو ذکر کرتا ہوا اٹھے، پھر تہجد گزار ہے تو تہجد کے بعد اوراد پڑھے، اور فجر کے بعد اٹھے تو نماز فجر سے پہلے یا بعد میں تسبیحات، تلاوت اور اذکار کرے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں۔

﴿بسم اللہ تعالیٰ ۱۱ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۷ مارچ سن ۲۰۱۶ء کو سورۃ الطور کی تفسیر پوری ہوئی﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ النجم

یہی دور کے ابتداء کی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ۲۳ ہے، پہلے لفظ سے نام رکھا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سب سے پہلی سورت جس میں سجدہ تلاوت ہے وہ سورۃ النجم ہے (بخاری شریف حدیث ۴۸۶۳) اور یہی سورت نبی ﷺ نے سب سے پہلے بر ملا پڑھ کر سنائی ہے (روح) اس سورت کا موضوع: رسالت، توحید اور آخرت ہے، کئی سورتوں کے یہی موضوع ہیں، اور گذشتہ سورت رسالت کے مضمون پر پوری ہوئی تھی: یہ سورت اسی سے شروع ہو رہی ہے، گذشتہ سورت کے آخری الفاظ تھے: ﴿وَادْبَارِ الثُّجُومِ﴾ اور اس سورت کی ابتداء میں ستارے کی قسم ہے، پس یہ غایت درجہ مناسبت ہے۔

اور بخاری شریف میں حدیث (نمبر ۱۰۶۷) ہے: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے مکہ میں سورۃ النجم تلاوت فرمائی پس آپؐ نے اس میں سجدہ کیا اور آپؐ کے ساتھ جتنے لوگ تھے سب نے سجدہ کیا، سولے ایک سیٹھ کے، اس نے کنکریوں کی یا مٹی کی ایک مٹھی بھری اور اس کو پیشانی کی طرف اٹھایا اور کہا: میرے لئے یہ کافی ہے (ابن مسعود کہتے ہیں): میں نے اس کو بعد میں دیکھا، وہ کفر کی حالت میں مارا گیا۔

تشریح: یہی دور کا واقعہ ہے، ایک مجلس میں آنحضور ﷺ نے سورۃ النجم تلاوت فرمائی اس مجلس میں مسلمانوں کے علاوہ مشرکین اور انسانوں کے علاوہ جنات بھی تھے، جب آپؐ نے سورت ختم کی تو سجدہ تلاوت کیا، پس مجلس میں موجود سبھی لوگوں نے سجدہ کیا، مگر امیہ بن خلف نے سجدہ نہیں کیا، اس نے زمین سے مٹی اٹھائی اور پیشانی سے لگائی اور کہا: میرے لئے یہ کافی ہے، اس مجلس میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے وہ فرماتے ہیں: اس موقع پر جس نے بھی سجدہ کیا دیر سویر اس کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی، مگر امیہ بن خلف ایمان کی دولت سے محروم رہا اور جنگ بدر میں مارا گیا۔

اور کفار نے اس موقع پر سجدہ اس لئے کیا تھا کہ سورۃ النجم نہایت فصیح و بلیغ سورت ہے پھر زبان نبوت نے وہ سورت تلاوت کی تھی اس لئے سال بندھ گیا، اور جب حضور اکرم ﷺ نے سجدہ کیا تو بے اختیار کفار بھی سجدے میں گر پڑے، بعد میں جب ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو انھوں نے خفت مٹانے کے لئے الغرائق العلی والا واقعہ گڑھا، اور کہنا شروع

کیا کہ ہم نے سجدہ اس لئے کیا تھا کہ محمد (ﷺ) نے ہماری مورتیوں کی تعریف کی تھی، انھوں نے کہا تھا: تِلْكَ الْغُرَاقِیُّ الْعُلَی، وَإِنْ شَفَاعَتُهُمْ لَتَوْتَجِی: وہ (تین بت) عالم بالا کے پرندے ہیں، اور ان کی سفارش بالیقین قبول کی جائے گی۔ اس سورت میں تین بتوں کا یعنی لات، منات اور عزى کا ذکر ہے، کفار نے کہنا شروع کیا کہ محمد (ﷺ) نے ان بتوں کی تعریف کی اور ان کو طائرانِ لاہوتی (عالم بالا کے پرندے یعنی فرشتے) قرار دیا اور یہ بھی کہا کہ ان کی سفارش ضرور قبول کی جائے گی، اس لئے ہم نے سجدہ کیا۔

مگر سوال یہ ہے کہ یہ جملے آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے تھے تو کس جگہ پڑھے گئے تھے؟ اس کے لئے کوئی موزوں جگہ بتاؤ؟ پوری سورت میں کوئی بھی جگہ ان کلمات کے لئے موزوں نہیں، اور صاحب جلالین نے جہاں ان کو فٹ کیا ہے وہ تو بالکل ہی غیر موزوں جگہ ہے، بھلا: ایک طرف قرآن ان بتوں کو کُذِّم بھی کرے پھر وہیں ان کی تعریف بھی کرے، اس سے زیادہ بے تکی بات کیا ہو سکتی ہے؟

الغرض الْغُرَاقِیُّ الْعُلَی والا واقعہ محض بے اصل اور من گھڑت ہے اور مفسر محلی پر اللہ رحم کریں انھوں نے تحقیق کے بغیر اس واقعہ کو لے لیا، اور اس پر ستم یہ ڈھایا کہ تاویل کی کہ یہ جملے حضور ﷺ نے نہیں کہے تھے بلکہ آپ کی آواز میں شیطان نے پڑھے تھے، اس قسم کی تاویلیں اور من گھڑت واقعات سے شیطان مسلمان رشدی کو دَغَلِ فَصَل (فساد) کا موقع ملا، اور اس نے ”شیطانی آیات“ نامی ناول لکھا، اس کی ناول کا حاصل یہ ہے کہ جب شیطان محمد (ﷺ) کی آواز میں وحی کے درمیان کچھ بھی پڑھ سکتا ہے تو اس وحی کا کیا اعتبار؟

سجود تلاوت کتنے ہیں؟

سجود تلاوت کی تعداد میں اختلاف ہے، اور یہ اختلاف دو باتوں پر مبنی ہے، ایک: مفصلات کے سجدے (النجم، الاستحاق، اعلق) مشروع ہیں یا منسوخ؟ دوم: سورۃ النجم میں دو سجدے ہیں یا ایک؟ اور سورۃ ہض میں سجدہ ہے یا نہیں؟ امام مالک رحمہ اللہ مفصلات کے سجدے تسلیم نہیں کرتے وہ کہتے ہیں: یہ سجدے مکی دور میں تھے، مدنی دور میں منسوخ ہو گئے ہیں، پس ان کے نزدیک سجود تلاوت گیارہ ہیں، اور امام شافعی رحمہ اللہ سورۃ النجم میں دو سجدے مانتے ہیں اور سورۃ ہض میں ایک سجدہ مانتے۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ سورۃ ہض میں سجدہ مانتے ہیں اور سورۃ النجم میں ایک سجدہ مانتے ہیں، پس ان دونوں اماموں کے نزدیک سجود تلاوت کی تعداد چودہ ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ سورۃ النجم میں دو سجدوں کے قائل ہیں، اور سورۃ ہض میں سجدہ بھی تسلیم کرتے ہیں پس ان کے نزدیک آیات سجدہ کی تعداد پندرہ ہے۔

(۵۳) سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ (۴۳)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ۝ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ ۝ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۝ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ ۝ أَفَتُمَرُونَهُ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ ۝ وَلَقَدْ رَاَهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ ۝ عِنْدَ هَا جَنَّةِ الْمَأْوَىٰ ۝ إِذْ يُنشَى السِّدْرَةُ مَا يَعْنَىٰ ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ۝ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ ۝

وَالنَّجْمِ (۱)	ستارے کی قسم	إِلَّا وَحْيٌ (۵)	مگر وحی	بِالْأُفُقِ	آسمان کے کنارے پر تھا
إِذَا هَوَىٰ (۲)	جب وہ گرے!	يُوحَىٰ	جو کی گئی	الْأَعْلَىٰ	اونچے
مَا ضَلَّ (۳)	راستے سے نہیں ہٹے	عَلَّمَهُ	سکھلایا ان کو	ثُمَّ دَنَا (۸)	پھر قریب آیا
صَاحِبُكُمْ	تمہارے ساتھی	شَدِيدُ	مضبوط	فَتَدَلَّىٰ	پس لٹک آیا
وَمَا غَوَىٰ (۴)	اور نہ ہٹکے	الْقُوَىٰ (۶)	قوتوں والے نے	فَكَانَ	پس تھا وہ
وَمَا يَنْطِقُ	اور نہیں بولتے وہ	ذُو مِرَّةٍ (۷)	طاقت ور	قَابَ قَوْسَيْنِ (۹)	کمان کی تانٹ کے بقدر
عَنِ الْهَوَىٰ	اپنی خواہش سے	فَاسْتَوَىٰ	پس سیدھا بیٹھا	أَوْ أَدْنَىٰ	یا اس سے بھی کم
إِنْ هُوَ	نہیں ہے وہ (کلام)	وَهُوَ	در انحالیکہ وہ	فَأَوْحَىٰ	پس وحی کی اللہ نے

(۱) النجم: اسم جنس، کوئی بھی تارہ، ایک یا زیادہ (۲) هَوَى يَهْوِي (ض) هَوِيًّا: اوپر سے نیچے گرنا، غروب ہونا (۳) ضلَّ ضلالاً: گم راہ ہونا، صحیح راستہ سے معمولی ہٹ جانا (۴) غَوَى يَغْوِي (ض) غَيًّا وَغَوَايَةً: سخت گمراہ ہونا، صحیح راستہ سے دور جا پڑنا (۵) جملہ یوحی: وحی کی صفت ہے (۶) القوی: القوة کی جمع (۷) المِرَّة: طاقت، دوسرے معنی: رسی مضبوط بٹنا، مضبوط بنی ہوئی رسی مضبوط ہوتی ہے (۸) تَدَلَّى: ذول کالکنا، بلندی سے اترنا (۹) القاب: کمان کی تانٹ کے وسط سے کنارہ تک کا فاصلہ، پس ایک تانٹ میں دو قاب ہوتے ہیں، اس لئے قاب قوسین کے معنی ہیں: کمان کی ایک تانٹ کے بقدر، ←

اِنِّی عَبْدٌ	اپنے بندے کی طرف	نَزَلَتْ ^(۳)	ایک مرتبہ	مَا یُعْشَى	جو چیز چھارہ بجھی
مَنَا اَوْسَى	جو وحی کی	اُخْرٰی	اور بھی	مَا زَاۡءٌ ^(۵)	نہیں ٹیڑھی ہوئی
مَا کَذَبَ ^(۱)	نہیں غلطی کی	عِنْدَ سِدْرَةٍ	بیری کے درخت کے پاس	البَصَرِ	نظر
اَلْفُؤَادِ	دل نے	اَلْمُنْتَهٰی	باؤر (آخری حد) کی	وَمَا کَظَفَ	اور نہ حد سے بڑھی
مَا رَاٰی	اس میں جو دیکھا اس نے	عِنْدَهَا	اس کے پاس	لَقَدْ	البتہ تحقیق
اَقَامُوْهُ ^(۲)	کیا پس تم اس جھگڑتے ہو	بِحَنَّةٍ	باغ ہے	رَاٰی	دیکھی اس نے
عَلٰی مَا یُرٰوْءَ	اس میں جو دیکھا اس نے	اَلْمَاوٰی ^(۴)	ہمیشہ رہنے کا	مِّنْ اٰیٰتِ	نشانیوں سے
وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	اِذْ یُعْشٰی	(یا دکر) جب چھارہ بجھی	رَبِّہٖ	اس کے رب کی
رَاٰہُ	دیکھا اس نے اس کو	اَلسِّدْرَۃُ	بیری کے درخت پر	اَلْکُبٰرَۃُ	بڑی

رسالت کا بیان

وحی متلو (قرآن کی وحی) کی درمیانی کڑیوں کی توثیق

توثیق مضبوطی پہنچتی۔ قرآن کریم رب العالمین کا پیامِ محبت ہے، اپنے بندوں کے نام، مگر وہ واسطہ در واسطہ بھیجا گیا ہے، جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ کو پہنچایا، پھر انھوں نے لوگوں کو سنایا، مگر دونوں واسطوں کا اُس کلام میں ابلاغ کے علاوہ کوئی دخل نہیں، ان آیاتِ پاک میں اُن دونوں واسطوں کی توثیق کا بیان ہے کہ یہ دونوں واسطے صد فی صد قابلِ اعتماد ہیں، اور اُن میں سے ایک نے دوسرے کو خوب پہچانا ہے، نبی ﷺ نے دوسرے جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا ہے، اس لئے وہ نبی ﷺ کے لئے انجانے نہیں۔

اور بات یہاں سے شروع کی ہے کہ ستاروں کے احوال میں غور کرو، وہ طلوع سے غروب تک ٹھیک اپنی مدار (راستہ) پر چلتے ہیں، ہر موادھر اُدھر نہیں ہوتے، اسی طرح نبی ﷺ سیدھے راستہ سے ایک انچ بھی نہیں ہٹے، نہ سیدھے راستہ → یعنی بہت قریب — اور آیت میں لفظی قلب ہے، اصل قابین قوم تھا، مضاف کے یا انون کو مضاف الیہ کی طرف منتقل کر دیا پس قاب قومین ہوا، مگر معنی اصل کے باقی ہیں (تفصیل تحفۃ القاری ۹: ۵۲۱ میں ہے) پس دو کماتوں ترجمہ صحیح نہیں۔

(۱) کَذَبَ (ض) کَذَبًا: غلطی ہونا، کَذَبَ الظَّنُّ: گمان غلط ہوا، جھوٹ بھی غلط ہوتا ہے اس لئے اس کو کَذَب کہتے ہیں

(۲) مَا رَاہُ مَمَّارًا: جھگڑنا، حجت بازی کرنا (۳) نَزَلَتْ: مصدر: ایک مرتبہ اترا (۴) الْمَاوٰی: اسم ظرف: بٹھرنے کی جگہ، اوی یاوٰی (ض) ٹھکانا پکڑنا (۵) زَاۡءٌ (ض) زَنَیْعًا: ٹیڑھا ہونا۔

سے دور جا پڑے ہیں، وہ تمہارے ساتھی ہیں، انہوں نے چالیس سال تمہارے درمیان گزارے ہیں، ان کی ایک ایک بات سے تم واقف ہو، ان کا قدم کبھی سیدھے راستے سے نہیں ڈگمگایا، تم ان کو الصادق الامین (سچے امانت دار) کہتے تھے، اب وہ کلام الہی پیش کر رہے ہیں، یہ ان کا اپنا کلام نہیں، وہ ایسی خیانت نہیں کر سکتے، وہ اتنا بڑا جھوٹ کیسے بول دیں گے، وہ جو کلام پیش کر رہے ہیں وہ بالیقین اللہ کا کلام ہے، جو ان کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجا گیا ہے، اور وحی لانے والا فرشتہ (جبریل علیہ السلام) ایک طاقت ور مضبوط باڈی کا فرشتہ ہے، احتمال ہی نہیں کہ راستے میں شیطان اس پر اثر انداز ہو جائے۔

اور نبی ﷺ نے اس فرشتہ کو اس کی اصلی شکل میں دو مرتبہ دیکھا ہے:

ایک مرتبہ: وہ فرشتہ ان کے سامنے اصلی صورت میں نمودار ہوا، اس وقت وہ آسمان کے بلند کنارے پر تھا، پھر وہ اتر آیا، اور مکان کی تانت کے بقدر رہ گیا، بلکہ اس سے بھی نزدیک آگیا، اور وہ جو وحی لایا تھا وہ پہنچائی، اس وقت نبی ﷺ نے اس فرشتہ کو دیکھا اور پہچانا، اور پہچاننے میں دل نے کوئی غلطی نہیں کی — پس اب تمہارا یہ کہنا کہ یہ کلام اس نے خود بنالیا ہے: کیا جھگڑے کی بات نہیں؟

دوسری مرتبہ: نبی ﷺ نے اس فرشتہ کو اس کی اصلی صورت میں اس وقت دیکھا ہے جب آپ معراج میں تشریف لے گئے، جب آپ باڈر کی بیرری پر پہنچے تو جبریل اپنی اصلی صورت میں آپ کو نظر آئے شروع سے وہ انسانی شکل میں ساتھ تھے۔ اور باڈر کی بیرری سے جنت کا ایریا شروع ہوتا ہے، وہ درخت حد فاصل ہے، اوپر والے یہاں تک اترتے ہیں اور نیچے والے یہاں تک چڑھتے ہیں، جب نبی ﷺ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ سونے کے پتنگے اس کو لپٹ رہے ہیں، اس کی وجہ سے وہ درخت انتہائی خوبصورت معلوم ہو رہا ہے، فرمایا: ”میں اس کی خوبصورتی بیان ہی نہیں کر سکتا!“ وہاں نبی ﷺ کو جو دکھانا منظور تھا وہی آپ نے دیکھا، نظر نہ کج ہوئی نہ حد سے بڑھی، وہاں آپ نے قدرت الہی کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

خلاصہ: یہ کہ دونوں واسطے ایک دوسرے کو خوب پہچانتے ہیں، ایسے با اعتماد و سائنط کے ذریعہ جو کلام نازل کیا گیا ہے اس کو مان لو، حجت بازی مت کرو!

﴿وَالنَّجْمُ إِذَا هَوَىٰ﴾ — قسم ستارے کی جب وہ غروب ہوا — یہ مقسم بہ ہے، اور آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا ہے: ”جب وہ طلوع ہوا“ کیونکہ طلوع ہوگا جیسا غروب ہوگا، اس لئے فہم قاری پر اعتماد کر کے آدھا مضمون چھوڑ دیا ہے، ستارے طلوع سے غروب تک سیدھے چلتے ہیں، ادھر ادھر نہیں ہوتے، یہی نبی ﷺ کا حال ہے۔

﴿ مَا ضَلَّ صُحُوفُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۚ ﴾ — تمہارے ساتھی (محمد ﷺ) نہ گم راہ ہوئے نہ بھٹکے! — یہ مقسم علیہ ہے، یعنی نبی ﷺ جو تمہارے درمیان زندگی گزار رہے ہیں جن کے احوال سے تم خوب واقف ہو، عنفوانِ شباب سے آج تک بالکل پاکیزہ زندگی گزار رہے ہیں، آج تک ان کی چال پر کوئی حرف نہیں آیا، ستاروں کے احوال اس کی نظیر ہیں، پس اب ایک دم ان کی چال کیسے بدل گئی کہ وہ اللہ پر جھوٹ بولنے لگے؟ ضلال: گمراہی کا ابتدائی درجہ ہے اور غوایت اعلیٰ درجہ، جیسے ریل کی پٹری ایک انچ کے فاصلہ سے جدا ہوتی ہے، پھر فاصلہ بڑھتا جاتا ہے، پس ضلال: راہ سے بے راہ ہو جانا ہے، اور غوایت بھٹک کر دور چلا جانا ہے۔

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۚ ﴾ — اور وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے وہ (جو کلام پیش کر رہے ہیں وہ) وحی ہی ہے، جو ان کی طرف کی گئی ہے — آیت کا منطوق (مدلول اولیٰ) وحی قلمی یعنی قرآن کریم ہے، مگر لفظ عام ہے، بتلو کے بجائے بنطق فرمایا ہے، اور تفسیر کا اصول ہے کہ نص کے الفاظ عام ہوں تو حکم مورد کے ساتھ خاص نہیں رہتا، عام ہوتا ہے، پس احادیث شریفہ بھی آیت میں مراد ہیں، وہ بھی وحی غیر قلمی ہیں — یہاں تک قریبی واسطہ یعنی نبی ﷺ کا ذکر ہے۔

﴿ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ۖ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ ۖ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ۚ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ ۖ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۖ فَأَذَىٰ إِلَىٰ عِيبِهِ مَّا أَدَّىٰ ۚ مَا كَذَّبَ الْقُفُودُ مَا رَأَىٰ ۖ أَفَتَقْرُونَهُ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ ۚ ﴾
ترجمہ: ان کو (نبی ﷺ کو) ایک طاقتور فرشتہ نے (جبریل علیہ السلام نے) تعلیم کی ہے، جو مضبوط باڈی والا ہے، پس وہ اپنی اصلی صورت میں نمودار ہوا، در انحالیکہ وہ آسمان کے بلند کنارہ پر تھا، پھر وہ قریب آیا، پس نیچے اتر آیا، پس کمان کی ایک تانت کے بقدر رہ گیا، بلکہ اور بھی قریب آگیا، پھر اللہ نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو (اس وقت) فرمانی منظور تھی (نبی ﷺ کے) دل نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی، کیا پس تم اس سے جھگڑتے ہو اس کی دیکھی ہوئی چیز میں؟ — یہ دوسرے واسطہ کا ذکر ہے، اور اس کو پہلی مرتبہ دیکھنے کا تذکرہ ہے، ان آیات کے مضمرات کو سمجھنے کے لئے چند باتیں عرض ہیں:

۱- عربوں میں تعلیم کا طریقہ تلقین ہے، ایک پڑھتا ہے دوسرا سنتا ہے، جبریل قرآن پڑھ کر سناتے تھے، نبی ﷺ کو سنتے ہی یاد ہو جاتا تھا، یہ آپ کی خصوصیت تھی۔

۲- جبریل علیہ السلام بڑے طاقتور فرشتے ہیں، ان کے چہرہ سباز و ہاتھ ہیں، اور انھوں نے اپنی ایڑی ماری تھی تو زمین کے سوتے ٹوٹ کر زمزم کا چشمہ پھوٹ نکلا تھا۔

۳- باؤی (جسم) ہر مخلوق کی ہوتی ہے، کسی مخلوق کی خاکی، کسی کی ناری، کسی کی نوری، حضرت جبرئیل علیہ السلام کا نورانی جسم ہے، مادی (خاکی یا ناری) نہیں۔

۴- بخاری شریف میں حدیث (نمبر ۴) ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: ”دریں اثنا کہ میں چل رہا تھا، میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، میں نے اپنی نظر اٹھائی، اچانک وہ فرشتہ جو میرے پاس غارِ حراء میں آیا تھا آسمان وزمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا ہے، پس میں اس سے گھبرا یا، اور میں گھر لوٹا، اور میں نے کہا: مجھے کپڑاڑھاؤ، مجھے کپڑاڑھاؤ! پس فرشتہ اتر کر قریب آیا، اور سورۃ المدثر کی شروع کی پانچ آیتیں پڑھیں — یہ نبی ﷺ نے پہلی مرتبہ جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا، ان آیات میں اسی کا ذکر ہے۔

۵- عرب کسی مسافت کا اندازہ کرنے کے لئے مختلف الفاظ بولتے ہیں: مثلاً: کمان برابر، ایک نیزے کے برابر، ایک کوڑے کے برابر، ہاتھ برابر، بانہہ برابر، باشت بھر، انگل برابر وغیرہ (لغات القرآن ۶۳: ۵) پس قلاب قومین ایک اندازہ ہے تحدید مراد نہیں، قرب بیان کرنا ہے یعنی قریب آ کر دچی سنائی۔ اور یہ قریب آنے والے حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے، نبی ﷺ کا اللہ تعالیٰ سے قریب ہونا مراد نہیں، یہ بات حضرات امین مسعود و عائشہ رضی اللہ عنہما نے بیان کی ہے، اور ﴿فَاَوْحَىٰ اِلٰى عَبْدِهٖ﴾ میں التفات ہے۔

﴿وَلَقَدْ رَاٰ نَزْلَهٗٓ اٰخَرَهٗٓ ۙ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ۙ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی ۙ اِذْ يَغْشٰی السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰی ۚ مَا رَاٰ اَ الْبَصَرُ وَمَا طَفَ ۚ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ۝﴾

ترجمہ: اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ اس نے (نبی ﷺ نے) اس فرشتہ کو ایک مرتبہ اور بھی (اصلی صورت میں معراج میں) دیکھا ہے، باؤر کی پیری کے پاس، اس کے پاس سدا رہنے کی جنت ہے، جب اس پیری کے درخت پر چھارہی تھیں وہ چیزیں جو چھارہی تھیں — بعض روایات میں ہے کہ وہ سنہری پروانے تھے یعنی نہایت خوش رنگ جن کے دیکھنے سے دل کھنچا جائے، اس وقت درخت کی بہار اور رونق اور اس کا حسن و جمال ایسا تھا کہ کسی مخلوق کی طاقت نہیں کہ لفظوں میں بیان کر سکے (فوائد) — (نبی ﷺ کی) نگاہ نہ تو کج ہوئی اور نہ بڑھی — یعنی نگاہ اسی چیز پر جمی رہی جس کا دکھانا منظور تھا، نہ کن انھیوں سے دوسری چیز دیکھی، نہ نگاہ اٹھا کر — بخدا! واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے (معراج میں) اپنے پروردگار کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے! — وہ عجائبات کیا تھے؟

اکنوں کرا دماغ کہ پُرسد ز باغبان ۝ بلبل چہ گفت و گل چہ شنید؟ و صبا چہ کرد
(اب کس کی ہمت کہ باغبان سے پوچھے ۝ بلبل نے کیا کہا؟ پھول نے کیا سنا؟ اور صبا نے کیا کیا؟)

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ۖ وَمَنْوَةَ الثَّالِثَةَ الْآخِرَةَ ۚ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ ۚ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ ۚ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمِيَّتُوهَا أَنْتُمْ وَ آبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ۖ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَىٰ ۚ أَمْرٌ لِلْإِنْسَانِ مَا تَمْنَىٰ ۚ فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ ۚ وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمَوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ ۚ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيُسُونُ الْمَلَكَةَ تَسْيَةً ۚ الْأُنثَىٰ ۚ وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۚ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ قَاعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّىٰ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۚ ذَلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ ۖ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَىٰ ۚ

أَفَرَأَيْتُمُ ^(۱)	کیا پس دیکھا تم نے	وَلَهُ الْأُنثَىٰ	اور اس کے لئے بیٹیاں	وَ آبَاؤُكُمْ	اور تمہارے باپ داداؤں
(جلاؤ)	تِلْكَ إِذًا	تنب تویہ	مَا أَنْزَلَ	نہیں اتاری	
الَّتِی	لات کو	بٹوارہ ہے	اللَّهُ	اللہ نے	
وَالْعُزَّىٰ	اور عزیٰ کو	بھونڈا	بِهَا	ان کی	
وَمَنْوَةَ	اور منات کو	نہیں وہ (مورتیاں)	مِنْ سُلْطَانٍ	کوئی سند	
الثَّالِثَةَ ^(۲)	تیسرا	مگر چند نام	إِنْ يَتَّبِعُونَ	نہیں پیروی کرتے وہ	
الْآخِرَةَ ^(۳)	پچھلا	رکھ لئے ہیں تم نے وہ	إِلَّا الظَّنَّ	مگر گمان کی	
أَلَكُمُ الذَّكَرُ	کیا تمہارے لئے بیٹے	تم نے	وَمَا تَهْوَى ^(۵)	اور اس کی جو چاہتے ہیں	

(۱) ہمزہ استفہام آگے مکرر آئے گا، وہاں ترجمہ ہوگا۔ (۲) الثالثة اور الاخری: منافع کی صفیتیں ہیں، اور ان میں ذم کا پہلو ہے۔

(۳) الاخری: آخر اور آخر کا مؤنث ہے، آخر: دوسرا، آخر: پچھلا (۴) حبیزی: صفت یا مصدر: ظالمانہ، منصفانہ، بھونڈی، بہت ناقص، بے ڈھنگی، ضَارَ یَضِیْزُ (اجوف یائی باب ضرب) اور ضَارَ یَضَارُ (مہوز باب فتح) کے قریب قریب معنی

ہیں (۵) وما تهوی النفس: واو: عاطفہ، الظن پر معطوف بما: موصولہ یا مصدریہ، النفس کا الف لام عہدی۔

الْأَنفُسُ	ان کے جی	اللہ	اللہ کی	مِنَ الْحَقِّ ^(۲)	حق کے سامنے
وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	لِمَنْ	جس کے لئے	شَيْئًا	کچھ بھی
جَاءَهُمْ	پہنچی ان کو	يَشَاءُ	چاہیں وہ	فَاَعْرِضْ	پس روگردانی کریں آپ
مَنْ رَبِّهِمْ	ان کے رب کی طرف سے	وَيَرْضَىٰ	اور پسند کریں	عَنْ مَنْ	اس سے جس نے
الْهُدَىٰ	ہدایت (راہ نمائی)	إِنَّ الدِّينَ	بے شک جو لوگ	تَوَلَّوْا	منہ موڑا
أَمْرًا لِلْإِنْسَانِ	کیا انسان کیلئے ہے	لَا يُفْضِلُونَ	نہیں مانتے	عَنْ ذِكْرِكَ	ہماری بصیرت سے
مَا تَكْتُمِي	جس کی وہ آرزو کرے؟	بِالْآخِرَةِ	آخرت کو	وَلَعَلَّكُمْ يَرْجِعُونَ	اور نہیں چاہی اس نے
فَلْيُهِدِ	پس اللہ کے لئے ہے	لِيَسْتَوْنَ	البتہ نام رکھتے ہیں وہ	إِلَّا الْحَيٰوةَ	مگر زندگی
الْآخِرَةَ	پچھلا (آخرت)	الْمَلَائِكَةَ	فرشتوں کا	الدُّنْيَا	دنیا کی
وَالأَوَّلَ	اور پہلا (دنیا)	تَسْبِيحًا	نام رکھنا	ذَٰلِكَ مَبْلُغُهُمْ	وہ ان کی پہنچ ہے
وَكُم	اور بہت سے	أَلَمْ	نہ	مِنَ الْعُلُمِ	علمی
مِنَ مَّلَٰكٍ	فرشتے ہیں	وَمَا لَهُمْ	ان کو	إِنَّ رَبَّكَ	بے شک آپ کا رب
فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں	بِهِ	اس پر	هُوَ أَعْلَمُ	وہ خوب جانتا ہے
لَا تُغْنِي	نہیں کام آئے گی	مِنْ عِلْمٍ	کچھ بھی خبر	يَمُنْ صَلَّٰ	اس کو جو گمراہ ہوا
شَفَاعَتُهُمْ	ان کی سفارش	إِنَّ يَتَّبِعُونَ	نہیں پیروی کرتے وہ	عَنْ سَبِيلِهِ	اس کے راستہ سے
شَيْئًا	کچھ بھی	إِلَّا الظَّنَّ	مگر گمان کی	وَهُوَ أَعْلَمُ	اور وہ خوب جانتا ہے
إِلَّا مَنْ بَعْدَ	مگر بعد	وَرَأٰى الظَّنَّ	اور بے شک گمان	يَمُنْ اهْتَدٰى	اس کو جس نے راہ پائی
أَنْ يَأْتِيَنَّ	اجازت	لَا يُغْنِي	نہیں کام آتا		

توحید کا بیان

صنم پرستی کی تردید

رسالت کے بعد اب توحید کا موضوع لیتے ہیں، مکہ کے مشرک صنم پرست تھے، اور مشرکوں کے ان گنت خدا ہوتے

(۱) اِنْ يٰۤاٰدُنْ اَنْ مَّصْرِيَّهٖ اَوْ رِيَاذُنْ تَبٰوِيْلُ مَصْرٍ هُوَ كَرْمٌ مَّضَافٌ اِلَيْهِ هِيَ (۲) مِنَ الْحَقِّ: مَنْ بَدَلْ بَدَلْ، غَوْضٌ، جَيْسٌ: هُوَ اَرْضِيَّتُمْ

بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ: کیا تم نے آخرت کے بجائے (اس کے بدلہ میں) دنیوی زندگی کو پسند کر لیا! (التوبہ: ۳۸)

ہیں، ان میں بڑے بھی ہوتے ہیں اور چھوٹے بھی، اور علامہ یاقوت حموی رحمہ اللہ نے مجمل البلدان میں لکھا ہے کہ قریش کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ایک گیت گاتے تھے: وَاللَّاتِ وَالْعُزَّىٰ، وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ، هؤلاء الغرانيقُ العَلَىٰ، وَإِنْ شَفَاعَتُهُنَّ لَتُرَوَّجَىٰ: قسم لات اور عزیٰ کی اور تھرڈ کلاس دور واقع منات کی، یہ تینوں طائرانہ لاهوتی ہیں (مقرب فرشتے ہیں) اور ان کی سفارش ضرور قبول کی جائے گی، لات: طائف والوں کے نزدیک معظم تھا، عزیٰ کو قریش اور بنی کنانہ وغیرہ بڑا سمجھتے تھے، جو مکہ کے قریب ٹخہ مقام میں تھا، اور منات: اوس و خزرج اور خزاعہ کے نزدیک محترم تھا، جو کعبہ شریف سے دور تیسرے درجہ کا بت تھا، یہ مدینہ کے قریب مشلل میں تھا، اور علامہ یاقوت نے یہ بھی لکھا ہے کہ مشرکین ان بتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے (از فوائد) یہی گیت روایتوں کے راستے تفسیروں میں در آیا، جیسے اہل کتاب کی خرافات اسرائیلی روایات کی راہ سے تفسیروں میں در آئی ہیں۔

مشرکین کی اس صنم پرستی کی چار طرح سے تردید کی ہے:

- ۱- واہ رہے! خود تو بیٹوں کے خواہاں، اور اللہ کی طرف بیٹیاں لگائیں، کیسی بھونڈی اور بے دھنکی تقسیم ہے؟ اللہ میں تو صفات کمالیہ ہوتی ہیں، اور لڑکیاں تمہارے نزدیک عیب ہیں، پھر ان کو اللہ کے لئے کیسے ثابت کرتے ہو!
- ۲- مذکورہ تین دیویاں تو محض نام ہیں، جو مشرکین نے رکھ لئے ہیں، ان کی حقیقت کچھ نہیں، اور اللہ نے ان کے معبود ہونے کی کوئی دلیل بھی نہیں اتاری، اگر یہ مقرب بارگاہ ہوتیں تو اس کی نقلی دلیل ضرور ہوتی۔
- ۳- مشرکین بے اصل خیالات اور خواہش نفس کی پیروی کرتے ہیں، جبکہ پروردگار کی طرف سے ہدایت آچکی ہے، پس چاہئے کہ اس کی پیروی کریں۔

۴- اچھا بتاؤ! تم جو مرادیں ان صورتوں سے مانگتے ہو تو وہ سب پوری ہو جاتی ہیں؟ نہیں ہوتیں! پھر ان کی پوجا کیوں کرتے ہو؟ — اختیار سارا اللہ کا ہے، اس دنیا میں بھی اور آنے والی دنیا میں بھی، اس دنیا میں جو چاہیں گے وہ دیں گے اور آنے والی دنیا میں جس کے حق میں چاہیں گے سفارش ہو سکے گی۔

﴿أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ ۚ أَلَكُمُ الذَّكْرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ ۚ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ ۚ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمِيَتْ لَهُمْ مُمُوكَا ۚ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَّا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمْ الْهُدَىٰ ۚ أَمَرَ لِلنَّاسِ مَا سَمِعُوا ۚ فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ ۚ﴾

ترجمہ: بتاؤ! لات، عزیٰ اور تیسری کچھلی منات: کیا تمہارے لئے بیٹے اور اس کے لئے بیٹیاں؟ — اَفَرَأَيْتُمْ: میں جو ہمزہ استفہام ہے: وہ الکم میں مکرر آیا ہے — تب تو یہ بے دھنکی تقسیم ہے — یہ پہلی تردید ہے — وہ

(مورتیاں) چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے اسلاف نے رکھ لئے ہیں — ان کی حقیقت کچھ بھی نہیں، اور — اللہ نے ان کے معبود ہونے کی کوئی دلیل نہیں اتاری — حالانکہ یہ مسئلہ نقل کا محتاج ہے، یہ دوسری تردید ہے — وہ لوگ بے اصل خیالات اور نفس کی خواہش ہی پر چل رہے ہیں — جس چیز کو ان کا جی چاہتا ہے خدا بنا لیتے ہیں — حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے — کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، پس اسی کی پیروی کرنی چاہئے، یہ تیسرا رد ہے — کیا انسان کی ہر آرزو پوری ہو جاتی ہے؟ — یعنی مورتیاں ان کی ہر مراد پوری کرتی ہیں؟ نہیں کرتیں، نہ کر سکتی ہیں — پس اللہ ہی کے اختیار میں ہے دنیا و آخرت! — یہ چوتھی تردید ہے۔

اصنام پرستی کی بنیاد ہی غلط ہے

مشرکین مورتیوں کو مقرب فرشتوں کا پیکر (نظر آنے والی صورت) قرار دیتے ہیں، وہ ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ وہ خوش ہو کر ان کی مرادیں بر لائیں — ان کا یہ خیال: خام ہے، آسمانوں میں بے شک بہت سے مقرب فرشتے ہیں، مگر وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کسی کے لئے سفارش نہیں کر سکتے، نہ کسی کو با مراد کر سکتے ہیں، ہاں جس کے حق میں اللہ تعالیٰ سفارش کرنے کی اجازت دیں اور وہ اس بندے سے راضی بھی ہوں تو وہ بے شک سفارش کر سکتے ہیں، اور وہ سفارش ان کے کام بھی آئے گی، مگر مشرکوں کی تو بخشش ہی نہیں ہوگی، پھر ان کے لئے شفاعت کی اجازت کیسے ہوگی؟ اور ان کی بندگی سے کیا فائدہ ہوگا؟ نہ مورتیاں دنیا میں ان کی کوئی آرزو پوری کر سکتی ہیں، کیونکہ سارا اختیار اللہ کا ہے۔

﴿وَكَمْ مِنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ عَنْهُمْ شَيْئًا اَلَا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّادَّبَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُخٰطِۢہٗ ۝﴾
ترجمہ: اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش ذرا بھی کام نہیں آسکتی، مگر اللہ کی اجازت کے بعد، جس کے لئے وہ چاہیں، اور پسند کریں۔

جو آخرت کو نہیں مانتے وہ فرشتوں کو زانی مخلوق سمجھتے ہیں

عام لوگوں کا فرشتوں سے آمنا سامنا قیامت کے دن ہوگا، اس وقت اس کو پتہ چلے گا کہ فرشتے نورانی مخلوق ہیں، نہ مرد ہیں نہ عورت، جیسے آسمان، زمین، ستارے، پہاڑ، درخت وغیرہ بے شمار مخلوقات نہ مرد ہیں نہ عورت، مگر جو لوگ مگر صادق کی بات نہیں مانتے اور قیامت کا ان کو یقین نہیں وہ فرشتوں کو زانی مخلوق سمجھتے ہیں اور ان کے زنا نے نام رکھتے ہیں، جیسے مذکورہ دیوایاں، ان کی یہ بات بھی بے دلیل ہے، وہ محض اٹکل اڑا رہے ہیں، جبکہ حقیقت کے سامنے اٹکل نہیں چلتی، اور قرآن حقیقت بیان کرتا ہے، پس ان کے اوہام و خیالات پاؤں پر ہوا (ہوا میں پاؤں) ہیں۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيَسْئُونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْيِئَةً ۚ الْأُنثَىٰ ۚ وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِنْ يَخْتَعُونَ
إِلَّا الظَّنَّ ۚ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۝﴾

ترجمہ: بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کے زنانے نام رکھتے ہیں، حالانکہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں، وہ بے اصل خیالات ہی پر چل رہے ہیں، اور بے اصل خیالات حق کے سامنے کچھ بھی مفید نہیں!

معاندین کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیں

اب توحید کا مضمون پورا ہو رہا ہے، جو لوگ اللہ کی نصیحت (توحید کی بات) نہیں سنتے: نبی ﷺ ابھی ان سے توجہ ہٹائیں، وہ لوگ آخرت کو بھولے ہوئے ہیں، دنیوی زندگی ہی ان کا مطلق نظر ہے، اسی تک ان کے فہم کی رسائی ہے، پڑے رہنے دیں ان کو ان کی گمراہی میں، اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں: کون گمراہی میں ہے، اور کون راہِ راست پر آگیا ہے، اللہ تعالیٰ ہر ایک سے آخرت میں اس کے حسب حال معاملہ فرمائیں گے (یوں آگے آخرت کا موضوع شروع ہو جائے گا)

﴿فَاَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّىٰ ۖ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُزِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۚ ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّٰ عَنْ مَبِيلِهِ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَىٰ ۝﴾

ترجمہ: پس آپ توجہ ہٹائیں اس سے جو ہماری نصیحت کا خیال نہیں کرتا، اور دنیوی زندگی کے سوا اس کا کوئی مقصد نہیں، اسی (دنیوی زندگی) تک اس کے فہم کی رسائی ہے، بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے اس کو جو اللہ کے راستے سے بھٹکا ہوا ہے، اور وہ خوب جانتا ہے اس کو جو راہِ راست پر ہے!

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی ۝ الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰیْرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشِ اِلَّا اللَّغَمَ ۗ اِنَّ رَبَّكَ وَاَسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۗ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذَا اُنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذَا اَنْتُمْ اَجْنَةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهَاتِكُمْ ۗ فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ ۗ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اْتٰتٰ ۝

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ	اور اللہ ہی کی ملک ہیں	وَمَا	اور جو چیزیں	لِيَجْزِيَ	تاکہ بدل دیں وہ
الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی ۝	جو چیزیں آسانوں	فِي الْاَرْضِ	زمین میں ہیں	الَّذِيْنَ	ان کو جنہوں نے

(۱) لیجزی: لام عاقبت و صیرورت ہے یعنی کائنات کا انجام یہ ہوگا۔

اَسْأَلُوا	برے کام کئے	وَالْفَوَاحِشَ	اور بے حیائی کے کاموں سے	وَإِذَا أَنْتُمْ	اور جب تم
رَبَّاعِلُوا	ان کے کئے ہوئے کاموں کا	إِلَّا اللَّئِمَ ^(۱)	مگر کچھ آلودگی	أَجْنَةً	بچے
وَيَجْزِي	اور بدلہ دیں	إِنَّ رَبَّكَ	بے شک آپ کے رب	فِي بَطُونٍ	پیٹوں میں
الَّذِينَ	ان کو جنہوں نے	وَأَسِعُ	وسیع	أُمَهَّتْكُمْ	اپنی ماؤں کے
أَحْسَنُوا	اچھے کام کئے	الْمَغْفِرَ	بخشش والے ہیں	فَلَا تُزَكُّوْا	پس صفائی بیان مت کرو
يَا الْحُسْنَى	اچھا بدلہ	هُوَ أَعْلَمُ	وہ خوب جانتے ہیں	أَنْفُسَكُمْ	اپنی ذاتوں کی
الَّذِينَ	جو لوگ	يَكُمُ	تم کو	هُوَ أَعْلَمُ	وہ خوب جانتے ہیں
يَجْتَنِبُونَ	بچتے ہیں	إِذَا أَنْشَأَكُمْ	جب پیدا کیا تم کو	بَيْنَ اثْنَيْنِ	اس کو جو (گناہوں
كَبِيرٍ أَوْ لَاثِمٍ	بڑے گناہوں سے	مِنَ الْأَرْضِ	زمین سے	سے) بچا	

آخرت کا بیان

نیک و بد کا بدلہ دینے کے لئے دوسری دنیا ضروری ہے

اب آخرت کا موضوع لیتے ہیں، یہ موضوع آخر سورت تک چلے گا، بات یہاں سے شروع کی ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کی ملکیت ہے، اور مالک نے اتنا بڑا کارخانہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، اور مالک کو اپنی ملکیت میں ہر تصرف کا حق ہے، اللہ نے یہ کائنات اس لئے پیدا کی ہے کہ مکلف مخلوقات کو احکام دیئے جائیں، پھر تعمیل اور عدم تعمیل پر جزا و سزا ہو، یہ مقصد دو دنیاں کر پورا کریں گی، اس لئے آخرت ضروری ہے۔

﴿وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ يَلْبِغُزِي ۚ الَّذِيْنَ اَسْءَاَوْا رِبٰۤا عَمَلُوْا وَيَجْزِي ۚ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا يٰۤاَلْحُسْنٰی﴾

ترجمہ: اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کی ملک ہے، انجام کار بدلہ دیں گے وہ برائی کرنے والوں کو ان کے کئے ہوئے کاموں کا، اور بدلہ دیں گے نیکوکاروں کو اچھا بدلہ!

نیکوکار کون لوگ ہیں؟ اور لئِم کی تفسیر

اب نیکوکاروں کا تعارف کراتے ہیں، اس سے بدکاروں کا حال بھی معلوم ہو جائے گا، فرماتے ہیں: نیکوکار وہ لوگ (۱) اللئِم: اسم مصدر ہے، حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے ترجمہ کیا ہے: کچھ آلودگی، یہ بہترین ترجمہ ہے۔

ہیں جو بڑے گناہوں سے اور خاص طور پر بے حیائی کے کاموں سے (زنا غلام وغیرہ سے) بچتے ہیں، اور فرائض و واجبات کو جان کر چھوڑنا بھی کبیرہ گناہ ہے، البتہ کچھ آلودگی مستثنیٰ ہے، وہ معاف ہو جائے گی، یعنی کبیرہ گناہ کے مقدمات مستثنیٰ ہیں، جبکہ بندہ کبیرہ گناہ سے بچ جائے، مثلاً: زنا کے مقدمات (بولنا چالنا اور بوس و کنار وغیرہ) مستثنیٰ ہیں، اگر آدمی زنا سے بچ جائے تو یہ مقدمات معاف کر دیئے جائیں گے، اللہ کی مغفرت بہت وسیع ہے، وہ خردہ گیری نہیں کریں گے، **إِلا اللّٰم** کا القوا حش سے استثناء ہے، اور ان ربك اس کی تعلیل ہے۔

اور **لَمَّم** کی یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کی ہے، فرمایا: **لَمَّم** کی اس سے بہتر تفسیر مجھے نہیں معلوم جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آئی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ نے ابن آدم پر اس کا زنا کا حصہ لکھ دیا ہے، وہ ضرور اس کو پہنچ کر رہے گا، پس آنکھ کا زنا دیکھنا ہے، اور زبان کا زنا باتیں کرنا ہے، اور نفس: زنا کی خواہش کرتا ہے، اور شرمگاہ اس پر صا د کرتی ہے یا جھٹلاتی ہے“ یعنی فرج سے زنا صا در ہو گیا تو آنکھ زبان دل سب کا زانی ہونا محقق ہو گیا، ورنہ ان مقدمات کی معافی کی امید ہے۔

دو مثالیں: (۱) سودی معاملہ کبیرہ گناہ ہے، کسی نے سود دینے لینے کا ارادہ کیا، دستاویز لکھ لی، گواہ بنا لئے پھر اللہ کے خوف سے سودی معاملہ کرنے سے باز رہا تو یہ مقدمات **لَمَّم** ہیں۔ (۲) کسی کو ناحق قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے، ایک شخص نے کسی کو قتل کرنے کے لئے پلان بنایا، چھری چاقو لے کر چل دیا، دشمن کو پالیا، پھر اللہ کے خوف سے قتل نہیں کیا تو یہ مقدمات **لَمَّم** ہیں، ان کی معافی کی امید ہے۔

کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کی حد بندی نہیں کی گئی

قرآن وحدیث میں کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کی حد بندی نہیں کی گئی، ایسا کرنے میں نقصان ہے، لوگ صغیرہ گناہوں پر بے باک ہو جائیں گے، جیسے لوگ مکروہ کے سلسلہ میں لا پرواہی برتتے ہیں، علاوہ ازیں صغیرہ اور کبیرہ امور اضافیہ ہیں، ہر گناہ نیچے کے اعتبار سے کبیرہ ہے اور اوپر کے اعتبار سے صغیرہ، جیسے چار بھائی ہیں، بیچ کے دو بھائی بڑے بھی ہیں اور چھوٹے بھی، اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے حجۃ اللہ البالغہ کی قسم اول کے محث خاص، باب پندرہ میں کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کی حد بندی کی ہے جس کو شوق ہو وہ رحمۃ اللہ الواسعہ (۷۹۱:۱) میں دیکھے۔ تفسیر کے قارئین کو تو چاہئے کہ ہر گناہ کو سنگین سمجھیں، جیسے ہر نیکی کو اہم سمجھ کر کرنا چاہئے، کیونکہ پیاسے کتے کو پانی پلانے سے، اور راستے سے کانٹے داربندی ہٹانے سے بھی بخشش ہو جاتی ہے، اور معمولی چنگاری بھی لاوا (گھاس کا ڈھیر) پھونکنے (جلانے) کے لئے کافی ہے، پس معلوم نہیں کس گناہ سے بیزار غرق ہو جائے، اس لئے ہر گناہ کو بڑا سمجھ کر اس سے بچنا چاہئے۔

کبیرہ گناہ تو بہ کے بغیر معاف ہوتا ہے یا نہیں؟ — یہ مسئلہ اس آیت میں نہیں ہے، اس آیت میں تو نیک بندوں کا تعارف ہے، نیک بندے وہ ہیں جو کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں، رہا یہ مسئلہ کہ کسی نے کبیرہ گناہ کیا، پھر وہ تو بہ کئے بغیر مر گیا تو وہ بخشا جائے گا یا نہیں؟ یہ مسئلہ سورۃ النساء کی آیات (۱۱۶ و ۲۸) میں ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾: اللہ تعالیٰ اس بات کو تو نہیں بخشے گا کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، اور اس کے سوا جو بھی گناہ ہے، جس کے لئے منظور ہوگا، بخش دیں گے، پس کبیرہ گناہ بھی بغیر تو بہ کے معاف ہو سکتا ہے، اہل السنۃ والجماعہ کا یہی مذہب ہے۔

﴿الَّذِينَ يَخْتَفُونَ الْإِلَٰهَ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّكَمَ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ﴾

ترجمہ: جو لوگ بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے، مگر کچھ آلودگی (مستثنیٰ ہے) بے شک آپ کے رب وسیع مغفرت والے ہیں۔

خود ستائی مت کرو اور خوش فہمی میں مت رہو

انسان کی ایک کمزوری ہے: ﴿يُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا﴾: وہ چاہتے ہیں کہ جو کام انھوں نے نہیں کئے ان پر ان کی تعریف کی جائے [آل عمران ۱۸۷] کوئی بھی شخص خود کو برا نہیں سمجھتا، شرابی کبابی بھی خود کو متقی خیال کرتا ہے، یہ ڈھول میں پول ہے، اس لئے فرماتے ہیں: اپنی ستائش مت کرو، اللہ تعالیٰ کے علم میں سب کچھ ہے، وہ تمہیں جانتے ہیں جب انھوں نے تم کو مٹی سے بنایا، دادا کو مٹی سے بنایا، اور ہر کسی کو مٹی سے بنایا، پھر جب تم پیٹ کے بچے تھے، کچھ کرنے کے قابل نہیں تھے، اس وقت بھی اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ تم وجود میں آکر کیا کرو گے، اعتبار اسی علم کا ہے، پس لوگ خود کو مقدس نہ سمجھیں، پاکیزہ زندگی گزارنے کی کوشش کریں۔

﴿هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنْتُمْ أَجْنَةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوْا أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى﴾

ترجمہ: وہ تمہیں خوب جانتے ہیں جب تم کو زمین سے بنایا، اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے، پس تم خود کو مقدس مت سمجھا کرو، وہ تقویٰ شعار لوگوں کو خوب جانتے ہیں۔

أَفَرَأَيْتَ الَّذِي تَوَلَّى ۖ وَأَعْطَى قَلِيلًا وَأَكْدَى ۚ ۖ أَعِندَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ بِرِئِئِهِ ۖ
أَمَرَ كُنُوزًا بِمَا فِي صُحُفٍ مُّوسَىٰ ۖ وَابْرَهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ ۖ ۖ إِلَّا تَتَوَكَّرُ وَاسِرَةً ۖ وَزَرَّ

اٰخِرُۙ ۚ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰ ۚ وَاَنْ سَعِيْهٖ سَوْفَ يُرٰى ۚ ثُمَّ يُجْزٰىهُ
الْجِزَآءُ الْاَوْفٰى ۚ

اَفَرٰهٰٓيَتَ (۱)	کیا پس دیکھا تو نے	يُنَبِّئُا	خبر دیا گیا وہ	اٰخِرُۙ	دوسرے شخص کا
الَّذِي	اس کو جس نے	رَبِّمَا	اس کی جو	وَاَنْ لَّيْسَ	اور یہ کہ نہیں ہے
تَوَلّٰى	منہ پھیرا	فِيْ صُحُفٍ	کتابوں میں	لِلْاِنْسَانِ	انسان کے لئے
وَاَعْطٰى	اور دیا اس نے	مُؤْنٰى	موسیٰ کے ہے	اِلَّا مَا	مگر جو
قَلِيْلًا	تھوڑا سا	وَاِنْزٰلِهٖمَّ	اور ابراہیم کے	سَعٰ	کمایا اس نے
وَاَكْذٰبَ (۲)	اور سخت نکلا	الَّذِي	جس نے	وَاَنْ سَعِيْهٖ	اور یہ کہ اس کی کمائی
اَعِنْدَهٗ	کیا اس کے پاس ہے	وَفِيْ (۳)	قول پورا کیا	سَوْفَ يُرٰى	عنقریب دیکھی جائے گی
عِلْمَ الْغَيْبِ	غیب کی خبر	اِلَّا تَنْزِيْرُ (۴)	کہ نہیں اٹھائے گا	ثُمَّ يُجْزٰىهُ	پھر اس کو بدلہ دیا جائیگا
فَهُوَ بِرَبِّهٖ	پس وہ دیکھتا ہے	وَاِنْزٰرُكُ	کوئی بوجھ اٹھانے والا	الْجِزَآءُ	بدلہ
اَمْرًا	کیا نہیں	وَزَزَرَ	بوجھ	الْاَوْفٰى (۵)	پورا پورا

سودا بازی آخرت میں کام نہیں دے گی، کھرے ایمان ہی سے نجات ہوگی

شان نزول: یہ آیات سیف اللہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے باپ ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، قرآن کی باتیں سن کر اس کو اسلام کی طرف تھوڑی رغبت ہو چلی تھی، اور کفر کی سزا سے ڈر کر قریب تھا کہ مشرف باسلام ہو جاتا، مگر ایک کافر نے اس سے کہا کہ ایسا مت کر، میں تیرے سب گناہ آخرت میں اوڑھ لوں گا، تیری طرف سے سزا بھگت لوں گا، تو مجھے اتنا مال دے کر بے فکر ہو جا، چنانچہ ولید ایمان لانے سے رک گیا، اور اس کو زرفدیہ میں سے کچھ دیا، پھر ہاتھ کھینچ لیا۔

اس واقعہ میں یہ آیات نازل ہوئیں کہ کیا ولید کو غیب (قیامت کے دن) کی خبر ہے، کیا وہ اس دن کو آنکھوں سے دیکھ (۱) (۱) منہزہ استفہام: اعندہ میں کمر آئے گا، ترجمہ وہاں ہوگا (۲) اکدی: وہ پتھر کی طرح سخت نکلا، مصدر اکداء، کُذِبَتْ: سخت زمین، مراد ی معنی: بخیل (۳) وفی توفیقہ: پورا کرنا، پورا دینا (۴) الا: ان لا ہے، نون کا لام میں ادغام کیا ہے (۵) الاوفی: اسم تفصیل، وفی یفی وفاء: پورا دینا۔

رہا ہے کہ دوسرا اس کے گناہ اٹھالے گا؟ اور کیا اس کو وہ مضمون نہیں پہنچا جو موسیٰ علیہ السلام اور احکام کی تعمیل کرنے والے ابراہیم علیہ السلام کی کتابوں میں ہے کہ قیامت کے دن کوئی کسی کا گناہ نہیں اٹھائے گا، ہر ایک کو اپنے عمل کی جواب دہی کرنی ہوگی، اور آخرت میں اپنا ہی ایمان کام آئے گا، ایک کا ایمان دوسرے کے کام نہیں آئے گا، پھر ایمان بھی صحیح ہونا چاہئے، کھوٹا ایمان (منافق کا ایمان) بے سود ہوگا، پھر جب ایمان کھرا ثابت ہوگا تو اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، پس ولید کو چاہئے کہ سچے دل سے ایمان لائے تاکہ اس کی نجات ہو۔

آیات پاک: پس بتلا: جس نے (ایمان سے) منہ پھیرا، اور تھوڑا سا مال دیا، پھر دینا بند کر دیا، کیا اس کے پاس غیب (قیامت کے دن) کی خبر ہے، پس وہ اس کو دیکھ رہا ہے؟ کیا وہ اُس مضمون کی خبر نہیں دیا گیا جو موسیٰ اور احکام بجالانے والے ابراہیم کی کتابوں میں ہے کہ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اور یہ کہ اس کے لئے سود مند نہیں مگر جو اس نے کمایا، اور یہ کہ اس کی کمائی عنقریب دیکھی جائے گی، پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا — پس وہ اس کو دیکھ رہا ہے: یعنی دیکھ رہا ہے کہ دوسرا اس کے گناہوں کو اٹھا رہا ہے — احکام بجالانے والا: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خصوصی وصف ہے، ان کو سخت سے سخت حکم دیا گیا، انھوں نے اس کی بجا آوری میں پس و پیش نہیں کی — کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا: اس کا تعلق گناہوں سے ہے، اعمالِ صالحہ ایک کے دوسرے کے لئے مفید ہوں گے، ابھی سورۃ الطور (آیت ۲۱) میں آیا ہے کہ آباءِ صالحین کی برکت ان کی ایماندار ذریت کو پہنچے گی، اسی طرح زندوں کے ایصالِ ثواب سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے — پس جو اس نے کمایا: میں سعی ایمانی مراد ہے — دیکھی جائے گی: یعنی جانچی جائے گی۔

وَإِنِّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنْتَهَىٰ ۖ وَإِنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ ۖ وَإِنَّهُ هُوَ آمَاتٌ وَاحْيَا ۖ وَإِنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۖ مِنْ نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ ۖ وَإِنَّ عَلَيْهِ النَّشَاطَ الْأُخْرَىٰ ۖ وَإِنَّهُ هُوَ آغْنُ وَاقِنٌ ۖ وَإِنَّهُ هُوَ رَبُّ الشَّعْرِ ۖ

وَإِنِّ	اور یہ کہ	أَضْحَكَ	ہنسا	وَاحْيَا	اور جلا یا
إِلَىٰ رَبِّكَ	تیرے رب کی طرف	وَأَبْكَىٰ	اور رلایا	وَإِنَّهُ	اور یہ کہ اس نے
الْمُنْتَهَىٰ	پہنچنا ہے	وَإِنَّهُ هُوَ	اور یہ کہ اسی نے	خَلَقَ	بنایا
وَأَنَّ هُوَ	اور یہ کہ اسی نے	آمَاتٌ	مارا	الزَّوْجَيْنِ	جوڑا

الذِّكْرُ وَالْإِنشَاءُ	نرا اور مادہ کا	النَّشْأَةُ	اٹھانا ہے	وَأَفْنَىٰ ^(۱)	اور فقیر کیا
مِنْ نُّطْفَةٍ	ایک بوند سے	الْأُخْرَىٰ	دوسری بار	وَأَنَّهُ هُوَ	اور یہ کہ وہی
إِذَا نُمِنَ	جب وہ چٹکانی گئی	وَأَنَّهُ هُوَ	اور یہ کہ اسی نے	رَبِّ	رب ہے
وَأَنَّا عَلَيْهِ	اور یہ کہ اس پر	أَعْنَىٰ	مالدار کیا	الشَّعْرَىٰ ^(۲)	شعری کا

گذشتہ صحیفوں میں مقابلات سے آخرت پر استدلال

مقابلات: یعنی جوڑی کے قانون سے آخرت پر استدلال موسیٰ و ابراہیم علیہما السلام کی کتابوں میں بھی ہے۔ فرمایا: سب کو اللہ کی طرف لوٹنا ہے، آخرت: دنیا کا جوڑا ہے، جیسے ہمارونا، مرنا جینا، نر مادہ، مالدار کی غریبی اور شعری ستارے کی جوڑی، اسی طرح اللہ نے ذمہ لیا ہے کہ وہ اس دنیا کو ایک دن ختم کر کے اس کا جوڑا (آخرت کو) پیدا کریں گے، پھر وہ دنیا ہمیشہ چلے گی، اسی میں نیک و بد کا فرق ظاہر ہوگا۔

اور جوڑی کے قانون کی وضاحت ابھی سورۃ الذاریات میں آچکی ہے، وہ دو چیزیں جو مل کر کسی مقصد کی تکمیل کرتی ہیں: جوڑی ہیں، ہنسنے اور رونے سے زندگی خوش گوار ہوتی ہے، ہمیشہ ہنستا ہی رہے تو پاگل کہلائے، اور ہمیشہ روتا ہی رہے تو قبر میں پہنچ جائے، اسی طرح موت و حیات کے ساتھ ایک مقصد وابستہ ہے، جیسے سونے جاگنے کے ساتھ ایک مقصد وابستہ ہے، اور وہ مقصد ہے: عمل کر کے آرام پانا، موت پر بے قراری کو قرار آ جاتا ہے، اور نر مادہ سے نسل چلتی ہے، اور غریبی سے مالدار کی قدر و قیمت معلوم ہوتی ہے، جیسے کڑوے سے میٹھے کی قدر معلوم ہوتی ہے، کڑوی دواء کے بعد میٹھی چیز کھانے سے منہ کا مزہ بدل جاتا ہے، اور شعری ستاروں کی جوڑی کس مقصد کی تکمیل کرتی ہے؟ اس کو نجوم کے ماہرین جانتے ہیں، ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ بعض عرب قبائل اس کی افادیت کے پیش نظر اس کی پرستش کرتے تھے، اس لئے مثالوں میں اس کا تذکرہ کرنے کے ساتھ اس کی معبودیت کی نفی کی، تاکہ اس کی حیثیت گھٹے!

آیات پاک: — اور یہ کہ (سب کو) آپ کے پروردگار کے پاس پہنچنا ہے، اور یہ کہ وہی ہنساتا اور رلاتا ہے، اور یہ کہ وہی مارتا اور جلاتا ہے، اور یہ کہ اسی نے نر اور مادہ کا جوڑا بنایا ہے، ایک بوند سے جب وہ بچہ دانی میں ڈالی جاتی ہے — یعنی ایک ہی بوند سے نر بھی اور مادہ بھی بناتے ہیں — اور یہ کہ اس کے ذمہ دوبارہ پیدا کرنا ہے — یہی آخرت

(۱) اَفْنَىٰ: اِقْنَاء (باب افعال) کا ہمزہ سلب مأخذ کے لئے ہے، اور سلب قنیدہ کے معنی ہیں: فقیر بنانا، یہی معنی یہاں مناسب ہیں۔ کیونکہ مقابلات کا ذکر چلا آ رہا ہے (فوائد) (۲) شعری ستارہ دو ستاروں کی جوڑی ہے، ایک کا نام عُبُود اور دوسرے کا نام غَمِيضاء ہے۔

دنیا کا جوڑا ہے، دونوں مل کر جزا و سزا کے مقصد کی تکمیل کریں گے۔ اور یہ کہ وہی مالدار اور فقیر کرتا ہے، اور یہ کہ وہی شعری ستارہ کا پروردگار ہے۔

وَإِنَّ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَىٰ ۖ وَتُؤَدَّا ۖ فَمَا أَيُّ قَوْمٍ قَبْلُ مَا نُهُم
كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْعَ ۖ وَالْمُؤْتَفِكَةَ ۖ أَهْوَىٰ ۖ فَغَشَّاهَا مَا غَشَّىٰ ۖ فَبِأَيِّ آلَاءِ
رَبِّكَ تَتِمَارَىٰ ۝

وَإِنَّ	اور یہ کہ اللہ نے	تُؤَدَّا	نوح کو	أَهْوَىٰ	گرایا اس نے
أَهْلَكَ	برباد کیا	مِنْ قَبْلُ	ان سے پہلے	فَغَشَّاهَا	پس چھائی اس پر
عَادًا الْأُولَىٰ	عادِ اولیٰ کو	لَا نُهُم	بے شک وہ	مَا غَشَّىٰ	جو چیز چھائی
وَتُؤَدَّا	اور ثمود (عاد ثانیہ) کو	كَانُوا هُمْ	تھے وہ	فَبِأَيِّ	پس کونسی
فَمَا أَيُّ	پس نہیں باقی چھوڑا	أَظْلَمَ	بڑے ظالم	الْآلَاءِ	نعمتوں میں
فَمَا أَيُّ	(کسی کو)	وَأَطْعَ	اور بڑے سرکش	رَبِّكَ	اپنے رب کی
وَقَوْمَ	اور قوم	وَالْمُؤْتَفِكَةَ ^(۱)	اور پلٹ گئی ہوئی بستی کو	تَتِمَارَىٰ ^(۲)	جھگڑے گا تو؟

گذشتہ صحیفوں میں آخرت کی تکذیب کرنے والی قوموں کی ہلاکت کا ذکر

حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی آسمانی کتابوں سے جو مضامین نقل کئے جا رہے ہیں وہ ان آیات (آیت ۵۴) پر پورے ہو جائیں گے۔ آخرت کا عقیدہ توحید و رسالت کے عقائد کی طرح بنیادی عقیدہ ہے، اور تینوں عقائد میں چولی دامن کا ساتھ ہے، ان عقائد کو نہ ماننے کی وجہ سے چار قومیں ہلاک کی جا چکی ہیں، صحف موسیٰ و ابراہیم علیہما السلام میں ان کا ذکر ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور یہ کہ اللہ نے عادِ اولیٰ کو ہلاک کیا — ان کی طرف ہود علیہ السلام مبعوث کئے گئے تھے، ان میں سے جو مومنین باقی رہ گئے وہ عادِ ثانیہ اور ثمود کہلائے، پھر جب وہ بگڑے تو ان کی طرف صالح علیہ السلام مبعوث کئے گئے، پھر جب انھوں نے بات نہ مانی تو وہ سارے ہلاک کئے گئے — اور ثمود کو، پس کسی کو باقی نہیں چھوڑا — اور قوم نوح کو ان (عاد و ثمود) سے پہلے (ہلاک کیا) بے شک وہ بڑے ظالم اور شریر (۱) الْمُؤْتَفِكَةَ: اسم فاعل، انصفک الأرض: زمین پلٹ جانا (۲) تَتِمَارَى: مضارع، واحد مذکر حاضر، تَتَمَارَى القوم: باہم جھگڑنا، بحث کرنا، اس کے معنی: شک کرنے اور جھٹلانے کے بھی کئے گئے ہیں۔

تھے۔ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک محنت کی مگر لاحاصل رہی، اس سے بڑی نا انصافی کیا ہوگی؟ اور کہتے ہیں: لوگ حضرت نوح علیہ السلام کو اتنا مارتے تھے کہ وہ پتھروں میں ڈھک جاتے تھے، اس سے بڑی شرارت کیا ہو سکتی ہے؟ اور پلٹ گئی بستی کو پھینک مارا۔ یہ لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں سدوم وغیرہ کا ذکر ہے۔ پس چھا گئی اس بستی پر جو چیز چھا گئی! یعنی ان پر کھنگر کے پتھروں کی بارش برسی، اور ابہام تہویل (خوب زدہ کرنے) کے لئے ہے۔

پس تو اپنے رب کی کس کس نعمت میں شک کرے گا/ جھٹڑے گا/ جھٹلائے گا؟ یہ آیت واسطۃ العهد ہے، ہار کے درمیان کا قیمتی ہیرا ہے، آگے سے بھی اس کا ربط ہے، اور خطاب ولید بن مغیرہ سے یا عام انسان سے ہے، اور نعمت سے مراد توحید، رسالت اور آخرت کی تعلیمات ہیں۔

هَذَا نَذِيرٌ مِّنَ النَّذِرِ الْأُولَىٰ ۖ أَزِفَتِ الْأَرْزَقَةُ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ ۖ أَقِيمُوا هَذَا الْحَدِيثَ تَعْجَبُونَ ۖ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَتَّبِعُونَ ۖ وَ أَنْتُمْ مُسْمِدُونَ ۖ فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ۖ

هَذَا نَذِيرٌ	یہ ڈرسانے والے ہیں	مِنَ دُونِ اللَّهِ	اللہ تعالیٰ کے سوا	وَلَا تَتَّبِعُونَ	اور نہیں روتے تم
مِّنَ النَّذِرِ	ڈرسانے والوں میں سے	كَاشِفَةٌ	کوئی کھولنے والا	وَأَنْتُمْ	در احوالیکہ تم
الْأُولَىٰ ^(۱)	اگلے	أَقِيمُوا هَذَا	کیا پس اس بات سے	مُسْمِدُونَ ^(۲)	تکبر کرنے والے ہو
أَزِفَتِ	قریب آگئی	الْحَدِيثَ	تعب کرتے ہو تم	فَاسْجُدُوا	پس سجدہ کرو
الْأَرْزَقَةُ	قریب آنے والی	تَعْجَبُونَ	اور ہنستے ہو تم	لِلَّهِ	اللہ کو
لَيْسَ لَهَا	نہیں ہے اس کے لئے	وَتَضْحَكُونَ		وَاعْبُدُوا	اور عبادت کرو

آخری موعظتیں

سورت کا موضوع: رسالت، توحید اور آخرت ہے، آخر میں تینوں کے تعلق سے نصیحت فرماتے ہیں:

۱۔ رسالت کے تعلق سے فرمایا کہ جس طرح ماضی میں برے اعمال کے بھیا نک نتائج سے ڈرانے والے آتے رہے ہیں یہ پیغمبر بھی مجرموں کو برے انجام سے ڈرانے آئے ہیں، ان کی بات قبول کرو، اس میں تمہارا نفع ہے۔

(۱) الاُولیٰ: فاصلہ کی رعایت میں مونث لائے ہیں، النذر: نبت تاویل جماعت ہے (۲) سَمَدٌ (ن) سَمُوذًا: بلند ہونا۔

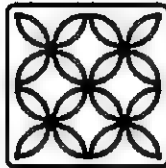
۲۔ آخرت کے تعلق سے فرمایا کہ قیامت قریب آگئی ہے، جب اس کا وقت آجائے گا تو کوئی طاقت اس کو روک نہیں سکے گی۔ پس خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ، اور اس دن کی تیاری میں لگ جاؤ۔

۳۔ دلیل رسالت (قرآن کریم) کے تعلق سے فرمایا: تم اس کلام الہی سے تعجب کرتے ہو، اس کو سن کر ہستے ہو، روتے نہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہاری انانیت تم کو اس پر ایمان لانے سے روکتی ہے۔

۴۔ توحید کے تعلق سے فرمایا: اطاعت کی راہ اختیار کرو، بندگی کا طریقہ اپناؤ، سر نیا زخم کرو، اور ایمان لا کر آخرت کی تیاری میں لگ جاؤ۔

آیات پاک: — یہ (محمد ﷺ) بھی پہلے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہیں، قریب آنے والی چیز (قیامت) قریب آچکی ہے، اللہ کے سوا کوئی اس کو ٹالنے والا نہیں، کیا پس تم اس کلام سے تعجب کرتے ہو؟ اور ہستے ہو، اور روتے نہیں! اور تم (اس کو قبول کرنے سے) تکبر کرتے ہو! پس اللہ کو سجدہ کرو، اور اس کی عبادت کرو — (یہاں سجدہ کرنا واجب ہے)

﴿۱۸﴾ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۷ھ = ۲۸ مارچ ۲۰۱۶ء



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة القمر

یہ سورت مکی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۳۷ ہے، یہ ابتدائی دور کی سورت ہے، اس کی پہلی آیت میں معجزہ شق القمر کا ذکر ہے، اس لئے یہ نام رکھا ہے، اس سورت کا موضوع: قیامت اور قیامت سے پہلے دنیا میں منکرین کو ملنے والی سزا کا بیان ہے، یہ سزا بھی قیامت کی سزا کا ایک نمونہ ہے، سورت کے آخر میں پھر قیامت کے احوال ہیں۔

معجزہ شق القمر:

ہجرت سے پہلے نبی ﷺ حج کے موقعہ پر منیٰ میں تشریف فرما تھے، کفار نے آپ سے کوئی معجزہ طلب کیا، آپ نے فرمایا: آسمان کی طرف دیکھو، اچانک چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا، ایک ٹکڑا مشرق کی طرف اور دوسرا ٹکڑا مغرب کی طرف چلا گیا، بیچ میں پہاڑ حائل تھا، جب سب نے خوب اچھی طرح یہ معجزہ دیکھ لیا تو دونوں ٹکڑے آپس میں مل گئے، کفار کہنے لگے: محمد نے جادو کر دیا! اسی معجزہ کو معجزہ شق القمر کہتے ہیں، یہ قیامت کی ایک نشانی ہے، آگے سب کچھ اسی طرح چھٹے گا، یہ معجزہ قرآن سے اور احادیث سے ثابت ہے، اور کسی دلیل عقلی سے اس کا محال ہونا ثابت نہیں، اور محض استبعاد کی بنا پر قطعی الثبوت کو رد نہیں کیا جاسکتا، استبعاد (عقل سے دور ہونا) تو اعجاز کے لئے لازم ہے۔

سوال: اگر یہ معجزہ واقع ہوا ہے تو تاریخ کی کتابوں میں اس کا ذکر کیوں نہیں؟

جواب: یہ واقعہ رات کا تھا، بعض ممالک میں تو اس وقت دن ہوگا، بعض جگہ آدھی رات، لوگ سوتے ہوئے، اور جہاں بیدار ہونگے آسمان کی طرف کون دیکھتا ہوگا؟ اور چاند کے دو ٹکڑے ہونے سے چاندنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا، پھر تھوڑی دیر کا قصہ تھا، اور اس زمانہ میں رصد گاہیں بھی نہیں تھیں، اس لئے تاریخوں میں مذکور نہ ہونے سے اس کی تکذیب نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں: تاریخ فرشتہ میں اس کا ذکر موجود ہے، کہتے ہیں مالی بارکار راجہ اسی معجزہ کو دیکھ کر مسلمان ہوا تھا۔

سوال: کچھ لوگ اس واقعہ کو قدرتی حادثہ کہتے ہیں، معجزہ نہیں مانتے، کیا ان کا خیال صحیح ہے؟

جواب: ان کا خیال قطعاً غلط ہے، قرآن کریم نے اس کو آیت بڑا معجزہ کہا ہے، پھر اس کو صرف قدرتی حادثہ کیسے کہہ سکتے ہیں، ایسا کہنے والے کا ذہن مسموم (زہر آلود) ہے!

لطیفہ: کسی شاعر نے کہا ہے:

معجزہ شق القمر کا ہے مدینہ سے عیاں ❁ مہ نے شق ہو کر دین کو لیا ہے آگوش میں

شرح: لفظ مدینہ سے میم اور ہاء کو الگ کر لو، مہ ہو گیا، اور بیچ میں دین آ گیا، معجزہ شق القمر ثابت ہو گیا، اور نبی ﷺ کے لئے ہوئے دین اسلام کی حقانیت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی۔

اَنۡتَاهَا ۝ (۵۴) سُوْرَةُ الْقَمْرِ مَكِّيَّةٌ (۳۷) وَكُوْنَا قَانًا ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ ۝ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرَضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمَرٌّ ۝
وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقَرٌّ ۝ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ مَا
فِیْهِ مُزْدَجَرٌ ۝ حِكْمَةٌ بِاللِّغَةِ ۝ فَمَا تَغْنِ التَّنْذِرُ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ
اِلٰی شَیْءٍ تُكۡذِرُ ۝ خُشَعًا اَبْصَارُهُمْ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ کَاَنَّهُمْ جَرَادٌ
مُّنْتَشِرٌ ۝ مُّهْطِعِیْنَ اِلَى الدَّاعِ ۝ یَقُوْلُ الْکٰفِرُوْنَ هٰذَا یَوْمٌ عَسِرٌ ۝

اِقْتَرَبَتِ	نزویک آگئی	مُسْتَمَرٌّ ^(۱)	ہمیشہ سے چلا آنے والا	مَا فِیْهِ	وہ جس میں ہے
السَّاعَةُ	قیامت	وَكَذَّبُوْا	اور جھٹلایا انھوں نے	مُزْدَجَرٌ ^(۳)	ڈانٹ (جھڑکی)
وَانْشَقَّ	اور پھٹ گیا	وَاتَّبَعُوْا	اور پیروی کی انھوں نے	حِكْمَةٌ ^(۴)	(وہ) دانشمندی کی بات
الْقَمَرُ	چاند	اَهْوَاءَهُمْ	اپنی خواہشات کی	بِاللِّغَةِ ^(۵)	آخری درجہ کی
وَاِنْ یَّرَوْا	اور اگر دیکھیں وہ	وَكُلُّ اَمْرٍ	اور ہر معاملہ	فَمَا تَغْنِ	پس کام نہیں آئے
اٰیَةً	کوئی معجزہ	مُسْتَقَرٌّ ^(۶)	ٹھہرنے والا ہے	التَّنْذِرُ ^(۷)	ڈرانے والے
یُّعْرَضُوْا	روگردانی کریں وہ	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	فَتَوَلَّ عَنْهُمْ	پس روگردانی کریں ان سے
وَيَقُوْلُوْا	اور کہیں وہ	جَاءَهُمْ	آیا ان کے پاس	یَوْمَ	(یاد کرو) جس دن
سِحْرٌ	(یہ) جادو (ہے)	وَمِنَ الْاَنْبِیَاءِ	خبروں میں سے	یَدْعُ ^(۸)	بلانے گا

(۱) مُسْتَمَرٌّ: اسم فاعل، اِسْتَمَرَّ الشَّیْءُ: مسلسل رہنا، جاری رہنا (۲) مُسْتَقَرٌّ: اسم فاعل، اِسْتَقَرَّ: قرار پکڑنا، ٹھہرنا (۳) مُزْدَجَرٌ: مصدر می، اَزْدَجَارَ: جھڑکی، ڈانٹ (۴) حِكْمَةٌ: ہو: ضمیر محذوف کی خبر، اور ضمیر کا مرجع قرآن کریم ہے، جو ماقبل سے مفہوم ہوتا ہے۔ (۵) بِاللِّغَةِ: اُی بِلِسَانِی وَاضْحَةُ الَّتِی بَلَغَتْ غَايَةَ الْمَتَانَةِ وَالْقُوَّةَ عَلٰی الْاِثْبَاتِ: صاف واضح، نہایت قوی اور اعلیٰ درجہ کی مثبت مدعی بات۔ (۶) التَّنْذِرُ: التذیور کی جمع: ڈرانے والا، پیغمبر۔ (۷) یَدْعُ: دراصل یدعو تھا، وافر آتی رسم الخط میں حذف کر دیا ہے۔

الذَّاعِ	بلانے والا	مِنَ الْجَدَاثِ	قبروں سے	يَقُولُ	کہیں گے
لِأَلْشَّيْءِ	ایک چیز کی طرف	كَأَنَّهُمْ	جیسے وہ	الْكَافِرُونَ	مکفرین
نَكِيدُ ^(۱)	انجانی (ناگوار)	جَرَادٌ	مڈیاں ہیں	هَذَا	یہ
خُشَعًا ^(۲)	جھکائے ہوئے ہونگے	مُنْتَشِرٌ	بکھری پڑیں	يَوْمَ	دن ہے
أَبْصَارُهُمْ	اپنی آنکھوں کو	مُضْطَعِبِينَ ^(۳)	تیزی سے جانے والے	عَسْرٌ	مشکل (بھاری)
يَخْرُجُونَ	نکلیں گے وہ	إِلَى الذَّاعِ	بلانے والے کی طرف		

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

قیامت قریب آگئی، ہوش میں آ جاؤ!

قیامت سے پہلے سورج بے نور ہو جائے گا، ستارے جھڑ جائیں گے (تکویر ۱۰) اس کی ابتداء ہو چکی، نبی ﷺ نے معجزہ دکھایا، اور چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، آگے اسی طرح سب کچھ درہم برہم ہو جائے گا۔

مگر لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب بھی کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اس کو ٹلا جاتے ہیں، کہہ دیتے ہیں: یہ جادو ہے جو چلا آ رہا ہے یعنی لوگ نظر بندی کر کے ایسے کرشمہ دکھاتے آرہے ہیں، آج یہ کوئی نئی بات نہیں۔

اس طرح لوگ اللہ کے رسول کو، اللہ کے کلام کو اور اس کی خبروں کو جھٹلا دیتے ہیں، اور اپنی خواہشات پر چلتے رہتے ہیں، اپنے باطل نظریات پر نظر ثانی نہیں کرتے، حالانکہ وہ دنیا پر نظر ڈالیں تو انہیں صاف نظر آئے گا کہ ہر چیز کو ٹھہرنا ہے، ہر چیز کو کسی منزل پر پہنچ کر رک جانا ہے، دنیا کی بھی آخری منزل ہے، اس تک پہنچ کر اس کو بھی رک جانا ہے، ختم ہو جانا ہے۔

امم سابقہ کے احوال میں غور کرو، ہر قوم رسول کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک کی جا چکی ہے، اور ان کے واقعات قرآن کریم میں بیان کر دیئے گئے ہیں، جن میں عبرت کا سامان ہے، اور قرآن اعلیٰ درجہ کی حکمت کی کتاب ہے، مگر پہلے بھی ڈرانے والوں کی باتیں رائگاں گئی ہیں، لہذا آپ مکررین سے رخ پھیر لیں، ان کو ان کے حال پر چھوڑیں، وہ قیامت کا انتظار کریں، جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو ایک بلانے والا فرشتہ میدانِ حشر کی طرف بلائے گا، اس وقت وہ قبروں سے نکل پڑیں گے، ذلت سے ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی، وہ مڈی دل کی طرح بکھرے پڑے ہونگے، اور وہ تیزی سے بلانے والے کی طرف چل رہے ہونگے، اس دن مکذبین کہہ رہے ہونگے: یہ سخت مشکل دن آن پڑا!

آیاتِ پاک: — قیامت نزدیک آن پہنچی اور چاند پھٹ گیا، اور اگر لوگ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو ٹال جاتے ہیں،

(۱) نُّكُو: میدانِ حشر مراد ہے (۲) خُشَعًا: بخرجون کے فاعل کا حال ہے (۳) اَمْطَعُ فِي سَبِيلِهِ: تیز رفتار ہونا۔

اور کہہ دیتے ہیں: یہ جادو ہے جو چلا آ رہا ہے! اور انھوں نے جھٹلایا، اور اپنی خواہشات کی پیروی کی، اور ہر چیز کو قہر آنا ہے — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ان کے پاس پہنچ چکی ہیں امم بائیس کی وہ خبریں جن میں عبرت کا سامان ہے (اور قرآن) اعلیٰ درجہ کی دانشمندی کی باتیں ہیں، مگر نتائج اعمال سے آگاہ کرنے والوں کی باتیں راہگاہیں ہی جاتی ہیں — پس ان سے رخ پھیر لیں (اور وہ یاد کریں:) جس دن بلانے والا فرشتہ ایک ناگوار چیز (میدانِ حشر) کی طرف بلائے گا، (اس دن) ان کی آنکھیں (ذلت سے) جھکی ہوئی ہوگی، وہ قبروں سے نکلیں گے گویا وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہیں — کثرت اور بے ترتیبی میں — تیزی سے چل رہے ہونگے بلانے والے کی طرف، منکرین کہتے ہونگے: یہ بڑا سخت دن ہے! — اس کی تیاری ابھی کر لو، تا کہ وہ دن آسان ہو جائے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ ۖ فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ۖ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ ۖ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۖ وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ الْأَوَاجِ وَدُسِرَ ۚ فَجَرَىٰ بِأَعْيُنِنَا ۖ جَزَاءً لِّمَن كَانَ كُفِرَ ۖ وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا آيَةً ۖ فَهَلْ مِنْ مُّدْكِرٍ ۖ فَلَئِفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذِرِ ۖ وَلَقَدْ يَسْرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدْكِرٍ ۖ

كَذَّبَتْ	جھٹلایا	وَازْدُجِرَ ^(۲)	اور دھمکایا گیا	السَّمَاءِ	آسمان کے
قَبْلَهُمْ	اُن سے پہلے	فَدَعَا	پس پکارا اس نے	بِمَاءٍ	پانی کے ساتھ
قَوْمُ نُوحٍ	قوم نوح نے	رَبَّهُ	اپنے رب کو	مُنْهَمِرٍ ^(۳)	خوب برسنے والے
فَكَذَّبُوا ^(۱)	پس جھٹلایا انھوں نے	أَنِّي مَغْلُوبٌ	کہ میں ہار گیا	وَفَجَّرْنَا	اور پھاڑا ہم نے
عَبْدَنَا	ہمارے بندے کو	فَانْتَصِرْ	پس آپ بدل لیں	الْأَرْضَ	زمین کو
وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے	فَفَتَحْنَا	پس کھول دیئے ہم نے	عُيُونًا ^(۴)	چشموں کے اعتبار سے
مَجْنُونٌ	پاگل ہے	أَبْوَابَ	دروازے	فَالْتَقَى	پس مل گیا

(۱) لکذبوا: فاء تفصیلیہ ہے، تکذیب کی تفصیل ہے (۲) ازدجرو: ماضی مجہول، واحد مذکر غائب، از دجار: جھڑکنا، ڈانٹنا، بعض نے آسیب زدہ ترجمہ کیا ہے۔ (۳) منہمیر: اسم فاعل، انہماز: خوب برسنے والا (۴) عیوناً: تمیز ہے، اصل عیون الأرض تھا۔

الماء	پانی	لَمَنْ كَانَ	اس شخص کے جو تھا	كَانَ عَذَابِي	تھی میری سزا
عَلَىٰ أَهْبَدٍ	ایک کام پر	كَفَرٍ	انکار کیا گیا	وَنَذِيرٍ ^(۳)	اور میرا کھڑکھڑانا؟
قَدْ قَدِرَ	تحقیق طے کیا جا چکا تھا	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق
وَمَحَلُّهُ	اور اٹھایا ہم نے اس کو	ثَرَكْنَاهَا	رہنے دیا ہم نے اس کو	يَتَذَكَّرَا	آسان کیا ہم نے
عَلَىٰ ذَاتِ آلَوَاجٍ	تختوں والی پر	آيَةً	بڑی نشانی	الْقُرْآنَ	قرآن کو
وَقَدْ سَوَّيْتُ ^(۱)	اور کیلوں (والی پر)	فَعَلَنْ	پس کیا	لِلَّذِينَ	بصیحت حاصل کرنے کیلئے
تَجْمِرُنِي	بہہ رہی ہے وہ	مِنْ مَّذَكِبٍ ^(۲)	کوئی بصیحت قبول	فَعَلْ	پس کیا
يَا عَيْنُنَا	ہماری آنکھوں کو سامنے	كَرْنِ وَاللَّهِ؟	کرنے والا ہے؟	وَمِنْ مَّذَكِبٍ	کوئی بصیحت حاصل
جَزَاءً	بدلہ کے طور پر	كَأَيِّفَ	پس کیسی	كَرْنِ وَاللَّهِ؟	کرنے والا ہے؟

اہم ماضیہ کے واقعات حن میں عبرت کا سامان ہے

پہلا واقعہ: نوح علیہ السلام کی قوم کی غرقابی کا

اب قوم نوح، عاد، حمور، قوم لوط اور فرعون کی ہلاکت کے واقعات بیان فرماتے ہیں۔ نوح علیہ السلام پہلے رسول اور انسانوں کے دوسرے جدا مجد ہیں، انھوں نے لمبے عرصہ تک محنت کی مگر کوئی خاص نتیجہ برآمد نہ ہوا، لوگوں نے آپ کو پاگل قرار دیدیا، اور دھمکی دی کہ اگر تم اپنی باتوں سے باز نہ آئے تو ہم تم کو سنگسار کر دیں گے۔

پھر جب پیاناہ صبر لبریز ہو گیا تو آپ نے دعا کی: الہی! میں ان لوگوں سے عاجز آ گیا، میری کوئی فہمائش کارگر نہیں ہوتی، اب آپ ان سے نمٹ لیں! پس پھر کیا تھا، دعا قبول ہوئی، اور پانی ٹوٹ کر برسنے لگا، اور زمین کے سوتے ٹوٹ گئے چشمے ابل پڑے، اور دونوں پانی مل کر پہاڑوں کی چوٹیوں کو شرماتے لگے، اور پوری قوم قہقہہ ابل بن گئی!

اور اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام اور مومنین کی نجات کے لئے پہلے سے کشتی تیار کر دی تھی، نوح علیہ السلام نے وحی کی راہ نمائی میں کیلوں سے تختہ جوڑ کر کشتی بنائی تھی، سب اہل ایمان اس میں سوار ہو گئے، اور کشتی اللہ کی حفاظت میں

(۱) دُوسر: دسار کی جمع: کیل جو کلڑی میں ٹھوکی جائے (۲) مہد کو کی اصل مذکور ہے، پہلے تاء کو دال (مہملہ) سے بدلا، پھر ذال (مجمہ) کو دال (مہملہ) سے بدلا، پھر دونوں میں ادغام کیا، مادہ ذکر ہے، ادکار: بصیحت قبول کرنا (۳) نَذَر: مصدر مفرد، فَعَلْ کے وزن پر مصدر آ سکتا ہے (جمل) اور آخر سے یا محذوف ہے راء کا کسرہ اس کی علامت ہے۔ اور نذیر کی جمع بھی نَذَر ہے۔

چلتی رہی، یہ اللہ نے اپنے بندے کا بدلہ لیا، اور یہ واقعہ عبرت کی نشانی بن گیا، بعد کے تمام انبیاء کی کتابوں میں اس کا ذکر کیا جاتا رہا۔

قرآن کریم کا پڑھنا اور سمجھنا آسان ہے

سورۃ القمر میں چار مرتبہ فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کیا ہے، پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ — اور یہ آیت بھی بار بار آئی ہے: ﴿فَهَلْ مِنْ مُدْكِرٍ﴾ کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ قرآن کا ناظرہ، حفظ اور سمجھنا: تینوں آسان ہیں، مجاہد کہتے ہیں: ہم نے قرآن کا پڑھنا آسان کیا ہے: اس میں تینوں باتیں داخل ہیں — واقعہ یہ ہے کہ کسی زبان کو سمجھنے بغیر اتنی بڑی کتاب اندر دیکھ کر پڑھنا آسان نہیں، مگر قرآن کو کروڑوں انسان: مرد و زن: بغیر سمجھے فر فر پڑھتے ہیں — اسی طرح کسی زبان کو سمجھنے بغیر زبانی یاد کرنا ناممکن ہے، مگر قرآن کا حال یہ ہے کہ بچے بے سمجھے دو تین سال میں پورا قرآن ایسا پکا یاد کر لیتے ہیں کہ ایک حرف ادھر سے ادھر نہیں ہونے دیتے — اور سمجھنے کا حال یہ ہے کہ عربی ہو، عجمی ہو، جوان ہو، بوڑھا ہو، شہری ہو، دیہاتی ہو، مرد ہو یا عورت سب قرآن کو یکساں سمجھ سکتے ہیں، مگر نصیحت پذیری کی حد تک، حقائق و دقائق علماء کا حصہ ہیں، یہ قرآن کریم کا معجزہ ہے۔

آیات پاک: ان (مکہ والوں) سے پہلے قوم نوح نے تکذیب کی، یعنی ہمارے بندے (نوح کی) تکذیب کی، اور انھوں نے کہا: یہ پاگل ہے! اور وہ دھمکا دیا گیا، پس اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں ہار گیا، پس آپ بدلہ لیں، پس ہم نے آسمان کے موسلا دھار برسنے والے دہانے کھول دیئے، اور زمین سے چشمے ابل پڑے، پس دونوں پانی اس کام کے لئے مل گئے جو تجویز کیا جا چکا تھا، اور ہم نے نوح کو تختوں اور کیلوں والی کشتی پر سوار کیا، جو ہماری نگرانی میں چل رہی تھی، بدلہ لینے کے لئے اس شخص کا جس کا انکار کیا گیا، اور ہم نے اس واقعہ کو عبرت بنا دیا، پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ پس دیکھو! میرا عذاب اور میرا کھڑکھڑانا کیسا رہا؟ — یعنی اللہ کی وعید واقعہ بن کر رہی — اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے، پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ — اس کے مخاطب کفار ہیں، ہم مسلمان تو قرآن کی باتیں سن کر ایمان لے آئے ہیں۔ فالحمد لله على ذلك!

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذْرِي ۖ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمٍ
نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۖ تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۖ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَ
نُذْرِي ۖ وَلَقَدْ يَسْرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّذَكِّرٍ ۚ

کَذَّبَتْ	جھٹلایا	صَرَصًا	ٹھنڈی ستائے کی	فَكَيْفَ كَانَتْ	پس کیسا تھا
عَادَ	عاد نے	فِي يَوْمٍ	دن میں	عَذَابِي	میرا عذاب
فَكَيْفَ	پس کیسا	نَحْسٍ	منحوس	وَنَذِيرٍ	اور میرا کھڑکھڑانا
كَانَ	تھا	مُسْتَوْدِعٌ ^(۱)	دائمی	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق
عَذَابِي	میرا عذاب	تَنْزِعُ	اکھاڑتی ہے وہ	يَسْرًا	آسان کیا ہم نے
وَنَذِيرٍ	اور میرا کھڑکھڑانا	النَّاسِ	لوگوں کو	الْقُرْآنَ	قرآن کو
إِنَّا	بے شک ہم نے	كَاتَبْنَاهُمْ	گو یادہ	بِالذِّكْرِ	نصیحت کے لئے
أَرْسَلْنَا	چھوڑی ہم نے	أَعْيَازًا	تنے ہیں	فَهَلْ	پس کیا
عَلَيْهِمْ	ان پر	نَعْلٍ	کھجور کے	مِنْ مُذَكِّرٍ	کوئی نصیحت حاصل
رِيحًا	ہوا	مُنْقَعِرٍ ^(۲)	جڑ سے اکھڑے ہوئے		کرنے والا ہے؟

دوسرا واقعہ: عاد کی ہلاکت کا

عاد تنومند اور قد آور تھے، سرکش بھی اتنے ہی تھے، ان کی طرف ہو دعلیہ السلام مبعوث کئے گئے، جب وہ ایمان نہ لائے تو عذاب آیا بہت راتیں اور آٹھ دن مسلسل منحوس ہوا چلی جس میں ٹھٹھی، ہوا کے ٹھکڑوں نے ان کو اٹھا کر اس طرح زمین پر پٹک دیا جیسے کھجور کے تنے اکھاڑ کر زمین پر ڈال دیئے جاتے ہیں، پس دیکھو! جو دیدہ عبرت ہو، اللہ کا عذاب اور ان کی دھمکی کیسی رہی؟ — اور قرآن کریم نصیحت پذیری کے تعلق سے بہت آسان ہے، پس اس کی نصیحت قبول کرو!

آیات پاک: — عاد نے (بھی) جھٹلایا، پس میرا عذاب اور میری دھمکی کیسی رہی؟ ہم نے ان پر ایک دن میں جو آخری دن تک منحوس تھا ستائے کی ٹھنڈی ہوا چھوڑی، جس نے لوگوں کو اکھاڑ پھینکا جیسے وہ اکھڑے ہوئے کھجور کے تنے ہوں، پس میرا عذاب اور میری دھمکی کیسی رہی؟ — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت پذیری کے لئے آسان کیا ہے، پس کیا کوئی نصیحت قبول کرنے والا ہے۔

فائدہ: یہ منحوس دن انہیں کے حق میں تھے، جو لوگ مہینہ کے آخری بدھ کو منحوس سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، جب پورا ہفتہ منحوس ہو چلی تو نحوست سے کونسا دن خالی رہا؟

(۱) مستمر: دائمی: ہوا آٹھ دن مسلسل چلی تھی، وہ پہلے دن سے آخری دن تک منحوس تھی یعنی نحوست نہ اٹھی جب تک وہ ہلاک نہ ہو گئے (۲) منقعر: اسم فاعل: انقعار: جڑ سے اکھڑ جانا، فقر: مادہ: جڑ، بنیاد (۳) فکیف: تکرار تہویل (ڈرانے) کے لئے ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ۝ فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّمَّنَّا وَاحِدًا نَتَّبِعُهُ ۚ إِنَّا إِذَا لَفِئَ صُلْبٍ ۖ وَسُعِرَ ۖ
 ۚ أَلْفِئَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرُّ ۝ سَيَعْلَمُونَ عَذَابَ الْكَذَّابِ
 الْأَشِرِّ ۝ إِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةَ فِتْنَةً لَهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ۝ وَتَبَّ لَهُمْ أَنْ الْمَاءِ
 قِنَمَةً ۖ بَيْنَهُمْ ۖ كُلُّ شَرْبٍ مُخْتَصِرٌ ۝ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَى فَعَقَرَ ۝ فَكَيْفَ كَانَ
 عَذَابِي وَنُذْرِي ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيَّعَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُخْتَطِرِ ۝
 وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ ۝

کَذَّبَتْ	جھٹلایا	ۚ أَلْفِئَ	کیا ڈالی گئی	إِنَّا مُرْسِلُوا	بی شک تم بھیجنے والے ہیں
ثَمُودُ	ثمود نے	الذِّكْرُ	انصیحت	النَّاقَةُ	اوتھی کو
بِالنُّذُرِ	ڈرانے والوں کو	عَلَيْهِ	اس پر	فِتْنَةً (۵)	آزمائش کے لئے
فَقَالُوا	پس کہا انھوں نے	مِنْ بَيْنِنَا	ہمارے درمیان سے؟	لَهُمْ	ان کی
أَبَشَرًا (۱)	کیا کوئی انسان	بَلْ هُوَ	بلکہ وہ	فَارْتَقِبْهُمْ	پس آپ انتظار کریں ان کا
مِمَّنَّا (۲)	ہم میں سے	كَذَّابٌ	مہاجھوٹا	وَاصْطَبِرْ (۶)	اور صبر کریں
وَاحِدًا	ایک	أَشِرُّ (۳)	بڑائی مارنے والا ہے	وَتَبَّ لَهُمْ	اور آگاہ کریں ان کو
نَتَّبِعُهُ	پیروی کریں ہم اس کی	سَيَعْلَمُونَ	عنقریب جانیں گے وہ	أَنَّ الْمَاءِ	کہ پانی
إِنَّا إِذَا	بے شک ہم تب تو	عَذَا	آئندہ کل	قِنَمَةً (۷)	بانٹا ہوا ہے
لَفِئَ صُلْبٍ	ضرور گمراہی میں	مِنْ الْكَذَّابِ	کون مہاجھوٹا	بَيْنَهُمْ (۸)	ان کے درمیان
وَسُعِرَ (۴)	اور جنوں میں ہیں	الْأَشِرِّ	بڑائی مارنے والا ہے	كُلِّ شَرْبٍ	ہر پانی کا حصہ

(۱) بشراً: منصوب علی شریطہ التفسیر ہے، نتبعہ: بشراً کے عامل کی تفسیر کرتا ہے (۲) منّا اور واحدًا دو صفتیں ہیں (۳) اصل میں سحر کے معنی آگ بھڑکانے کے ہیں، جب دماغ میں گرمی ہو جاتی ہے تو پاگل ہو جاتا ہے، بایں اعتبار وہ جنوں کے لئے مستعمل ہے (لغات القرآن) (۴) أشر: صفت مشبہ بہت زیادہ اترانے والا، بڑائی مارنے والا (۵) فتنۃ: مفعول لہ ہے (۶) اصطر: باب افتعال: طاء: تاء سے بدلی ہوئی ہے۔ (۷) بینہم: اى بین القوم والناقة، فغلب العاقل علیہا (جمل)

مُحَمَّدٌ	حاضری کا وقت ہے	عَذَابِيْ	میرا عذاب	الْمُحْتَظِرِ ^(۳)	باز اہل بیت والے کا
فَنَادَا	پس پکارا انھوں نے	وَنَذِرُ	اور میرا دھمکانا	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق
صَاحِبَهُمْ	اپنے ساتھی کو	اِنَّا اَرْسَلْنَا	بیشک ہم نے چھوڑی	يَسْرُوكَا	آسان کیا ہم نے
فَعَاظَ ^(۱)	پس دست دراز کی اس نے	عَلَيْهِمْ	ان پر	الْقُرْآنَ	قرآن کو
فَعَقَّرَ ^(۲)	پس ٹانگ کاٹ دی	صَبِيْعَةً	چیچ	لِلذِّكْرِ	نصیحت کے لئے
	اس نے	وَاحِدَةً	ایک	فَهَلْ	پس کیا
فَكَيْفَ	پس کیسا	فَكَانُوا	پس تھے وہ	مِنْ مُّذَكِّرٍ	کوئی نصیحت حاصل
كَانَ	تھا	كَهَشِيْمٍ ^(۳)	جیسے کوڑا		کرنے والا ہے؟

تیسرا واقعہ: شمود کی تباہی کا

عادِ اولیٰ کی ہلاکت کے بعد جو مومنین بچ گئے: شمود ان کی اولاد تھے، اسی وجہ سے یہ عادِ ثانیہ کہلاتے ہیں، شمود بھی اپنے پیشروں کی طرح بت پرست تھے، ان کی اصلاح کے لئے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا، مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے تو بھیا تک زلزلہ آیا، اور اس کی خوفناک آواز سے سب کھیت رہے۔

آیاتِ پاک: — شمود نے (بھی) پیغمبروں کی تکذیب کی — ایک نبی کا جھٹلانا سب کا جھٹلانا ہے، کیونکہ اصل دین میں سب انبیاء متفق ہیں — پس انھوں نے کہا: کیا ہم اپنے جیسے تھا ایک بشر کی پیروی کریں؟ تب تو ہم بلاشبہ گمراہی اور جنون میں ہیں! — یعنی صالح ہم ہی جیسے ایک آدمی ہیں، فرشتے نہیں، اور اکیلے ہیں، ان کے ساتھ کوئی جتھا نہیں، پس اگر ہم ان کی بات مان لیں تو اس سے بڑی بے وقوفی اور پاگل پن کیا ہوگا! — کیا ہمارے درمیان سے اسی پر وحی نازل کی گئی ہے؟ — یعنی پیغمبری کے لئے بس وہی رہ گیا تھا؟ — بلکہ وہ بڑا جھوٹا شیخی باز ہے — نبوت کا ڈھونگ رچاتا ہے، اور خواہ مخواہ بڑائی مارتا ہے کہ اللہ نے مجھے رسول بنایا ہے، میری بات مانو! — جواب: عنقریب آئندہ کل (قیامت کے دن) ان کو معلوم ہو جائے گا کہ کون بڑا جھوٹا اور شیخی باز ہے؟ — تم یا وہ؟

اوٹنی کا معجزہ اور اس کی بے قدری: مغرور اور سرکش قوم نے صالح علیہ السلام سے معجزہ طلب کیا، آپ نے پوچھا: (۱) اَلْعَاطَى الرَّجُلُ: کوئی چیز اوپر سے لینے کے لئے پیروں کی انگلیوں پر کھڑے ہو کر ہاتھ بڑھانا (۲) عَقَرُ (ض) البعير: اونٹ کو بوقتِ ذبح قابو میں کرنے کے لئے ایک ٹانگ کاٹ دینا تاکہ وہ گر جائے (۳) هَشِيم: صفت مشبہ: بمعنی اسم مفعول: سوکھے کانٹے ٹوٹے ہوئے۔ (۴) مُحِظَرٌ: اسم قائل: اَحْظَرُ: باز رہنا، حَظَرٌ: نادہ: روکنا، حَظِيْرَةٌ: لکڑیوں وغیرہ کا بازار۔

کیا معجزہ چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا: فلاں چٹان سے ایسی اونٹنی نکالو جو گاہن ہو، صالح علیہ السلام نے دعا کی؛ چٹان پھٹی اور اونٹنی نکلی، اور فوراً بچہ دیا، یہ معجزہ دیکھ کر بھی کوئی ایمان نہیں لایا، مگر متاثر ہوئے، چنانچہ گھاس پانی کی باری مقرر کر دی، اور قوم کو بتا دیا کہ جب تم بری نیت سے اونٹنی کو ہاتھ لگاؤ گے اس وقت عذاب آئے گا، باری چلتی رہی، آہستہ آہستہ یہ بات ان کو کھٹکنے لگی، انھوں نے اونٹنی کو ختم کرنے کے لئے ایک آدمی کو تیار کیا، اس نے اونٹنی کی ٹانگ کاٹ دی، اور اونٹنی ہلاک ہو گئی تو ان کو تین دن کا الٹی میٹم دیدیا گیا، تین دن کے بعد بھیا نک زلزلہ آیا، اور ساری قوم کانٹوں کی باڑ بنانے والے کے بچے کچھے چورے کی طرح ہو کر رہ گئی۔

آیات پاک: — ہم ان کی آزمائش کے لئے اونٹنی کو بھیجنے والے ہیں — یعنی چٹان سے برآمد کرنے والے ہیں — پس آپ انتظار کریں اور صبر کریں — یعنی دیکھتے رہیں کیا نتیجہ نکلتا ہے — اور ان کو بتادیں کہ پانی ان کے درمیان بانٹا ہوا ہے، ہر ایک اپنی باری پر آئے — اونٹنی جب پانی پینے آتی تھی تو سب جانور بھاگتے تھے، اس لئے باری ٹھہرا دی، ایک دن اللہ کی اونٹنی پیئے اور ایک دن سب جانور — پس انھوں نے اپنے رفیق کو پکارا — یعنی تیار کیا، پس — اس نے وار کیا، پس مار ڈالا — ایک بدکار عورت نے اپنے آشنا کو تیار کیا، اس نے یہ حرکت کی — پس کیسا تھامیر اعذاب اور میرا دھمکانا؟ — اس کا بیان آگے ہے — پس ہم نے ان پر ایک چیخ چھوڑی — یعنی زلزلہ کی بھیا تک آواز آئی — پس وہ کانٹوں کی باڑ بنانے والے کے بچے چورے کی طرح ہو گئے — اور بالتحقیق ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کیا ہے، پس کیا کوئی نصیحت لینے والا ہے!

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذْرِ ۖ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ نَّجَّيْنَاهُمْ
 بِسَحَرٍ ۖ لَعْنَةً مِّنْ عِندِنَا ۚ كَذَلِكَ نَجْزِي مَنْ شَكَرَ ۖ وَلَقَدْ أَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا
 فَتَمَارَوْا بِالنُّذْرِ ۖ وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَنْ ضَيْفِهِ فَطَسَنَّا عَلَيْهِمْ فُؤُوقًا ۖ فَنَادَوْا
 عَذَابَ مُّسْتَقَرٍّ ۖ فَنُودُوا عَذَابَ آلِ وَنُذِرَ ۖ وَلَقَدْ يَسْرَنَا
 الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَكِّرٍ ۖ وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۖ كَذَّبُوا
 بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخَذَ عَزِيزٌ مُّقْتَدِرٌ ۖ

کَذَّبَتْ	جھٹلایا	قَوْمُ لُوطٍ	قوم لوط نے	بِالنُّذْرِ	ڈرانے والوں کو
-----------	---------	--------------	------------	-------------	----------------

اور البتہ تحقیق آسان کیا ہم نے	وَلَقَدْ يَسِّرْنَا	اور البتہ تحقیق پھسایا انھوں نے لوط کو	وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ ^(۳)	بے شک ہم نے چھوڑی ان پر	إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ
قرآن کو نصیحت کے لئے	الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ	اس کے مہمانوں سے پس مٹادی ہم نے	عَنِ ضَيْفِهِ قُطِعْنَا	سنگ بار ہوا لوط کے گھرانے کے سوا	حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطَ
پس کیا کوئی نصیحت لینے والا	فَهَلْ مِن مَّذْكِرٍ	ان کی آنکھیں پس چکھو	أَعْيَيْنَهُمْ قَدْ وُقُوا	نجات دی ہم نے ان کو چھپی رات میں	نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ
اور البتہ تحقیق پہنچے	وَلَقَدْ جَاءَ	میرا عذاب اور میرا کھڑکھڑانا	عَذَابِي وَنَذِيرٍ	مہربانی ہماری	نِعْمَةٌ ^(۱) مِّنْ عِنْدِنَا
فرعون والوں کے پاس ڈرانے والے	آلِ فِرْعَوْنَ التَّنَادُ	اور البتہ تحقیق صبح کے وقت آیا ان پر	وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ	اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم	كَذَلِكَ نَجْزِي
جھٹلایا انھوں نے ہماری نشانیوں کو	كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا	سویرے عذاب	بُكْرَةً عَذَابٍ	اس کو جس نے حق مانا اور البتہ تحقیق	مَنْ شَكَرَ وَلَقَدْ
ساری پس پکڑا ہم نے ان کو	كُلَّهَا فَاَخَذْنَاهُمْ	دامی پس چکھو	مُتَشَقِّقٍ ^(۴) قَدْ وُقُوا	ڈرایا لوط نے ان کو ہماری پکڑ سے	أَنذَرْنَاهُمْ بَطْشَتْنَا
زبردست کا پکڑنا قابو یافتہ	أَخَذَ عَزِيزٍ ^(۵) مُقْتَدِرٍ	میرا عذاب اور میرا کھڑکھڑانا	عَذَابِي وَنَذِيرٍ	پس جھگڑا کیا انھوں نے ڈرانے والوں کے ساتھ	فَتَمَارَوْا ^(۲) بِالتَّنَادِ

چوتھا واقعہ: لوط علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کا

لوط علیہ السلام: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے، سدہ دم اور مضافات کی بستیوں کی طرف مبعوث کئے گئے تھے، یہ قوم تلذذ بالشر کی بیماری میں مبتلا تھی، حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو ہر چند سمجھایا، مگر وہ نہ مانے تو فرشتے نوجوانوں کی صورت میں عذاب کے لئے آگئے، لوگوں نے ان پر ہاتھ ڈالنا چاہا تو اللہ نے ان کی آنکھوں کو چوہٹ (۱) نعمۃ: نجینا ہم کا مفعول مطلق ہے، دونوں ہم معنی ہیں، نجات دینا بھی نعمت ہے (۲) تَمَارَوْا: ماضی، جمع مذکر غائب، تَمَارَى: باہم جھگڑنا (۳) رَاوَدَ مَرَاوَدَةً: پھسلا نا (۴) مُتَشَقِّقٍ: اسم فاعل، مسلسل، دامی (۵) أَخَذَ: مفعول مطلق، فاعل کی طرف مضاف ہے، منصوب بزعم خافض نہیں۔

(اندھا) کر دیا، وہ ٹامک ٹوئیاں مارنے لگے، پھر فرشتوں کے حکم سے لوط علیہ السلام اپنی فیملی کے ساتھ آخر شب میں بستی سے نکل گئے، پیچھے فرشتوں نے ان بستیوں کو ٹپٹ (برباد) کر دیا، آج وہاں بحر مردہ ہے، دیکھے اُسے جو عبرت حاصل کرنا چاہے!

آیاتِ پاک: — قوم لوط نے پیغمبروں کو جھٹلایا — ایک کا جھٹلانا سب کا جھٹلانا ہے — ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ہوا چھوڑی — زیر زمین کبریت (گندھک) کا لاوا جل رہا تھا، اس سے اوپر کی مٹی پک گئی، پھر جب لاوا پھٹا تو زمین کا اوپری حصہ فضا میں اڑ کر بکھر گیا، ہوانے اُن کھنگروں کی بارش برسادی، جس سے سب برباد ہو گئے، یہ معاملہ کا ظاہری پہلو تھا، اور در پردہ فرشتوں کا ہاتھ تھا، وہ اسی لئے بھیجے گئے تھے — مگر لوط کے گھر والے — بچ گئے، کیونکہ وہ آخر شب میں بستی سے نکل گئے تھے — ہمارے فضل سے — وہ بچے، اپنی کوشش سے نہیں بچے — اسی طرح ہم شکر گذاروں (مؤمنوں) کو بدلہ دیتے ہیں — یہاں شکر: کفو کا مقابل ہے، اور مؤمنین مراد ہیں۔

اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ لوط نے ان کو ہماری پکڑ سے ڈرایا — ہر پیغمبر اللہ کی پکڑ سے ڈراتا ہے — پس انھوں نے رسولوں سے جھگڑا کیا — ایک کے ساتھ جھگڑا سب کے ساتھ جھگڑا ہے — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے لوط سے اس کے مہمانوں کو بارادہ بدلنا چاہا — فرشتے حسین لڑکوں کی شکل میں آئے تھے، ان کو انسان خیال کر کے قبضہ کرنا چاہا — پس ہم نے ان کی آنکھیں چوہٹ کر دیں، اور کہا: — اب لو چکھو میری سزا اور میری دھمکی! — یہ چھوٹی سزا تھی بڑی سزا سے پہلے۔

اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ صبح سویرے ان پر دائمی عذاب آن پڑا — یہ بڑا عذاب ہے، ان کی بستیاں الٹ دی گئیں، اور اوپر سے پتھر برسائے گئے، اور کہا گیا: پس چکھو میرا عذاب اور میرا دھمکانا!

اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت پذیری کے لئے آسان نازل کیا ہے، پس کیا کوئی نصیحت قبول کرنے والا ہے!

پانچواں واقعہ: فرعونیوں کی تباہی کا

اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ فرعونیوں کے پاس پیغمبر پہنچے — حضرات موسیٰ و ہارون علیہما السلام پہنچے — انھوں نے ہماری ساری ہی نشانیاں کو جھٹلایا — دو نشانیاں بڑی تھیں: عصا اور ید بیضاء، اور سات نشانیاں چھوٹی تھیں: پانی کا سیلاب، ٹنڈی دل، جوئیں یا چیچڑی یا سرسری، مینڈک، خون، قحط سالیاں اور پھلوں کی کمی — پس ہم نے ان کو پکڑا

با قدرت زبردست کا پکڑنا! — پس اللہ کی پکڑ سے کوئی بچ نہیں سکا سب کو بحر قلزم میں غرقاب کر دیا!

اَكْفَارَكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكَ اَمْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۝ اَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَقِصُونَ ۝ سَيَهْرَمُ الْجَمْعُ وَيُولُونَ الدُّبُرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰٓهُ وَاَمْرٌ ۝ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِي ضَلٰلٍ وَّسْعٍ ۝ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰٓى وُجُوْهِهِمْ ۚ دُوقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝ وَمَا اَمْرُنَا اِلَّا وَاحِدَةٌ ۚ كَلَمٰٓجٍ بِالْبَصَرِ ۝ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّذَكِّرٍ ۝ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۝ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌّ ۝ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنَّتٍ وَّ نَهْرٍ ۝ فِيْ مَقْعَدٍ صٰدِقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

۱۱۳

اَكْفَارَكُمْ	کیا تمہارے منکرین	وَيُولُونَ	اور پھیریں گے وہ	فِي النَّارِ	آگ میں
خَيْرٌ	(ساز و سامان میں)	الدُّبُرُ	پیٹھ	عَلٰى وُجُوْهِهِمْ	اپنے چہروں پر
مِّنْ اُولٰٓئِكَ	بہتر ہیں	بَلِ السَّاعَةُ	بلکہ قیامت	دُوقُوْا	چکھو
اَمْ لَكُمْ	ان سے	مَوْعِدُهُمْ	ان کے وعدے کا وقت ہے	مَسَّ سَقَرَ	آگ کا چھونا
بَرَاءَةٌ	یا تمہارے لئے	وَالسَّاعَةُ	اور قیامت	اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ	بیشک ہم نے ہر چیز کو
فِي الزُّبُرِ ^(۱)	بے باقی کا پروانہ ہے	اَدْهٰٓهُ ^(۲)	بڑی آفت	خَلَقْنٰهُ	پیدا کیا ہے اس کو
اَمْ يَقُولُونَ	کتابوں میں	وَاَمْرٌ ^(۳)	اور بہت کڑوی ہے	يَقْدَرُ	خاص انداز سے
نَحْنُ جَمِيعٌ	یا کہتے ہیں وہ	اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ	بے شک بدکار	وَمَا اَمْرُنَا	اور نہیں ہمارا معاملہ
مُّنْتَقِصٌ	ہم جتنا ہیں	فِي ضَلٰلٍ	گمراہی میں	اِلَّا وَاحِدَةٌ	مگر یکبارگی
سَيَهْرَمُ	بدلہ لینے والے	وَسُعٍ	اور جنوں میں ہیں	كَلَمٰٓجٍ	جیسے چھپکنا
الْجَمْعُ	عنقریب شکست کھائے گا	يَوْمَ	(یاد کرو) جس دن	بِالْبَصَرِ	آنکھ کا
	جتنا	يُسْحَبُونَ	گھسیے جائیں گے وہ	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق

(۱) الزُّبُرُ: الزبور کی جمع: کتاب، زَبْرُ: کتاب: کتاب لکھنا (۲) ادھی: داهیة کا اسم تفصیل (۳) اَمْرٌ: مُر کا اسم تفصیل۔

أَهْلَكْنَاهُ	ہلاک کیا ہم نے	فَعَلَوْهُ	کیا انھوں نے اس کو	فِي جَهَنَّمَ	باغات میں
أَشْيَاءَ عَمَّكُمْ	تمہارے ہم مشربوں کو	فِي الزُّبُرِ	کتابوں میں ہے	وَنَهَّيْ	اور نہروں میں ہیں
قَهْلٌ	پس کیا	وَكُلُّ صَغِيرٍ	اور ہر چھوٹی	فِي مَقْعَدٍ	بیٹھک میں
مِنْ مُذَكِّرٍ	کوئی نصیحت حاصل	وَكَيْنٍ	اور بڑی بات	صَدَقَ	سچی
وَكُلُّ شَيْءٍ	کرنے والا ہے؟	مُسْتَظَرٌ ^(۱)	لکھی ہوئی ہے	عِنْدَ مَلِكٍ	بادشاہ کے پاس
	اور ہر چیز	لَا الْمُتَّقِينَ	بے شک پرہیزگار	مُقْتَدِرٍ	با اختیار

امم ماضیہ کے واقعات سنا کر مشرکین مکہ سے تین سوالات

سوال (۱): — کیا موجودہ کافر پہلے کافروں سے کچھ اچھے ہیں؟ کیا تمہارے پاس ساز و سامان اور کثرت و فرگذشتہ اقوام سے کچھ زیادہ ہے، جو تم اللہ کے عذاب کو روک دو گے؟ — نہیں! گذشتہ قومیں دنیوی ساز و سامان میں مکہ والوں سے کہیں زیادہ تھیں، پھر بھی وہ اللہ کے عذاب کو روک نہ سکیں، پس یہ کیا روک لیں گے؟

سوال (۲): — کیا موجودہ کافر اللہ کے ہاں سے کوئی پروانہ لکھوالائے ہیں کہ وہ جو کچھ بھی شرارت کریں اللہ ان کو کوئی سزا نہیں دیں گے؟ — نہیں! ایسی کوئی فارغ خطی ان کو لکھ کر نہیں دی۔

سوال (۳): — کیا تمہارا یہ زعم ہے کہ ہمارا جتنا بہت بڑا ہے، عذاب آئے گا تو تم ایک دوسرے کی مدد کرو گے اور عذاب کو روک دو گے، بلکہ عذاب بھیجنے والے سے بدلہ لو گے، اس کے دانت کھٹے کر دو گے۔

اگر ایسا خیال ہے تو اس کی حقیقت چند دنوں کے بعد معلوم ہو جائے گی، جب مسلمانوں سے مقابلہ ہوگا تو قلعہ کھل جائے گی، پہلا مقابلہ بدر میں ہوا، اس وقت عذاب کا مزہ چکھا، شکست کھا کر پیٹھ پھیر کر بھاگے، اس دن نبی ﷺ کی زبان مبارک پر یہی آیت تھی: ﴿سَيَوْمَ أَجْمَعُ وَيُولُونَ الدُّبُرَ﴾

﴿اَكْفَاؤُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَم لَّكُمْ بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ﴾ اَمْرٌ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ ﴿سَيَوْمَ أَجْمَعُ وَيُولُونَ الدُّبُرَ﴾

ترجمہ: (۱) کیا تمہارے منکرین (ساز و سامان میں) اُمم ماضیہ سے بہتر ہیں؟ (۲) یا تمہارے لئے (آسمانی) کتابوں میں کوئی معافی ہے؟ (۳) یا وہ کہتے ہیں کہ ہم بدلہ لینے والا جتنا ہیں؟ — جواب: — عنقریب جتنا شکست

کھائے گا، اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے!

(۱) مُسْتَظَرٌ: اُمم ماقول: سَطَرَ الْكَتَابَ: لکھنا۔

سزا کا اصل وقت قیامت کا دن ہے

دنیا میں سزا ملے نہ ملے کیا فرق پڑتا ہے؟ سزا کا اصل وقت قیامت کا دن ہے، اور قیامت بھاری مصیبت اور کڑوا گھونٹ ہے، ابھی مجرمین غفلت کے نشہ میں چور ہیں مگر اس دن دماغ درست ہو جائے گا جب وہ اوندرھے منہ دوزخ میں گھسیٹے جائیں گے، اور کہا جائے گا: لو! اب دوزخ کی آگ کا مزہ چکھو!

﴿بَلِ السَّاعَةِ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَذْهَبَةٌ وَأَمْرُهُ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ۖ يَوْمَ يُسْعَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ دُوفُوا مَسَّ سَقَرَ ۖ﴾

ترجمہ: بلکہ قیامت ان کا (اصل) وعدہ کا وقت ہے، اور قیامت بڑی سخت مصیبت اور بہت کڑوی چیز ہے، بے شک مجرمین (کفار آج) بڑی غلطی اور بے عقلی میں ہیں (یاد کرو) جس دن وہ چہروں کے بل دوزخ میں گھسیٹے جائیں گے (اور کہا جائے گا): دوزخ کی آگ کا مزہ چکھو!

ہر چیز ایک اندازے سے پیدا کی گئی ہے

دنیا کے احوال میں غور کرو، ہر مخلوق ایک اندازے سے پیدا کی گئی ہے، کسی مخلوق کی عمر بہت زیادہ ہے، کسی کی کم، اور کسی کی بہت کم۔ برسات میں کیڑے پیدا ہوتے ہیں، ایک ہفتہ کے بعد مر جاتے ہیں، اور فرشتوں کی، آسمانوں کی، زمین کی اور پہاڑوں کی بڑی لمبی زندگی ہے، جنات کی عمریں ان سے کم ہیں، وہ بھی ایک وقت کے بعد مر جاتے ہیں، اور انسانوں کی عمریں شروع میں لمبی تھیں، پھر کھپتی چلی گئیں، اسی طرح ہر چیز کی بقاء کے لئے اللہ نے ایک اندازہ مقرر کیا ہے، دنیا کی بقاء کے لئے بھی ایک وقت ٹھہرایا ہے، جب وہ وقت آجائے گا تو آنا فانا دنیا ختم کر دی جائے گی، پلک جھپکتے دنیا نابود ہو جائے گی، اور دوسری دنیا آباد ہوگی۔

﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ۖ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ۖ﴾

ترجمہ: بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک اندازے سے پیدا کیا ہے، اور ہمارا (دنیا کو ختم کرنے کا) معاملہ بس یکبارگی ہوگا، جیسے آنکھ کا جھپکنا!

دنیا کی سزا عبرت کے لئے ہے، اور آخرت کی سزا کے لئے ریکارڈ تیار ہے

دنیا میں کفار کو جو سزا دی جاتی ہے وہ عبرت کے لئے ہوتی ہے، پس ضروری نہیں کہ ہر کافر کو دنیا میں سزا ملے فرماتے ہیں: مکہ کے کافروں کی قماش (جنس) کے بہت سے کافروں کو ہم پہلے تباہ کر چکے ہیں، پس کیا تم میں کوئی ان کے حال

سے عبرت حاصل کرنے والا ہے؟ اور اصل سزا تو آخرت کی ہے، اور لوگوں کے چھوٹے بڑے تمام اعمال لوح محفوظ میں ریکارڈ ہیں، اور نامہ اعمال میں بھی درج ہیں، یہ مسل قیامت کے دن مجرموں کے سامنے رکھ دی جائے گی۔

﴿وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاءَكُمْ فَهُمْ مِنْ مُدْكِرٍ ۖ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الذُّبُرِ ۖ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَكْرٍ ۖ﴾

ترجمہ: اور ہم نے تمہارے ہم مشربوں کو ہلاک کیا، پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ اور لوگوں نے جو کچھ بھی کیا ہے سب کتابوں میں ہے، اور ہر چھوٹی بڑی چیز (نامہ اعمال میں) لکھی ہوئی ہے۔

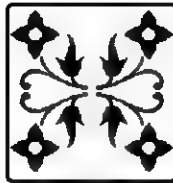
مجرمین کے بعد متقین کا انجام

قرآن کا طریقہ ہے، ایک کے انجام کے بعد دوسرے کا انجام بیان کرتا ہے، پرہیزگار باغات میں عیش کریں گے، اور نہروں میں مزے لیں گے، اور سچے مرتبہ میں ہونگے ﴿مَقْعَدِ صَدِيقٍ﴾ میں موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے یعنی یہ مرتبہ جو ان کو ملے گا وہ یقینی ہے، اور ہمیشہ باقی رہنے والا اور لازوال ہے، دنیا کے مرتبوں کی طرح نہیں جو زائل ہو جاتے ہیں، اور ان کو با اختیار بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کا قرب حاصل ہوگا، پس رہے قسمت!

﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ۖ فِي مَقْعَدِ صَدِيقٍ ۖ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ۖ﴾

ترجمہ: بے شک پرہیزگار باغوں اور نہروں میں ہونگے، سچے مرتبہ میں قدرت والے بادشاہ کے پاس!

﴿۲۱/ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۷ھ = ۳۱/ مارچ ۲۰۱۶ء﴾



أَلَا لَا آلَاءَ إِلَّا آلَاءُ إِلَٰهٍ

سنو! نعمتیں صرف اللہ کی نعمتیں ہیں

سورة الرحمن

آلاء: اِلٰہی اور اِنّی کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: نعمت، یہ لفظ اس سورت میں ۳۱ بار آیا ہے، اس لئے اس کے معنی اچھی طرح ذہن نشین کر لینے چاہئیں، سورت کا نام پہلے لفظ سے الرحمن رکھا ہے، رحمان کے معنی ہیں: نہایت مہربان، اور رحیم کے معنی ہیں: بڑے مہربان، پس رحمان: رحیم سے عام ہے، رحمان: وہ ہستی ہے جس کی مہربانی مومن و کافر سب کو عام ہو، اور رحیم: وہ ہستی ہے جو آخرت میں صرف مومنین پر مہربانی فرمائے۔

یہ سورت کی ہے یا مدنی؟ — اس میں اختلاف ہے، اس کا نزول کا نمبر ۹۷ ہے، پس یہ سورت مدنی ہونی چاہئے، کیونکہ کی سورتیں کل ۸۵ ہیں، اور یہ سورت نبی ﷺ نے جنات کے سامنے پڑھی ہے، جب لیلۃ الجن میں آپ ان کے مجمع میں تشریف لے گئے، پس یہ کی سورت ہونی چاہئے، مصاحف میں بھی اختلاف ہے، کسی میں کی لکھا ہے، کسی میں مدنی، راجح کی ہونا ہے۔

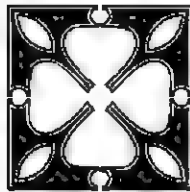
یہ قرآن کریم کی اہم سورت ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں (حدیث ۲۱۸۰) پہنچی رحمہ اللہ کی شعب الایمان سے حدیث ہے: لکل شیء عروس، وَعَوُوسُ الْقُرْآنُ الرَّحْمَانُ: ہر چیز کے لیے لہن ہوتی ہے، اور قرآن کی لہن سورة الرحمن ہے، لہن: یعنی اہم چیز، برات میں لہن اہم ہوتی ہے، اسی لیے وہ منہ دکھائی کے پیسے لیتی ہے، اور لوگ ممالک، محلات اور نمائش دیکھنے جاتے ہیں تو اہم چیزوں کو دیکھتے ہیں، وہی اس کی لہنیں ہیں، پس یہ سورت قرآن کریم کی اہم سورت ہے، لہن کا یہی مطلب ہے۔

تردید و تکریر: دونوں لفظوں کے معنی ایک ہیں: بار بار لانا، دوہرانا، مگر اصطلاح میں تھوڑا فرق ہے، کلام کی ایک مقدار کے بعد ایک ہی جملہ مکرر آئے تو اس کو تردید کہتے ہیں، جیسے سورہ شعراء میں: ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿﴾ بار بار آیا ہے، اور سورہ القمر میں: ﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذْرِي﴾ وَلَقَدْ

يَسْزُكَ الْقُرْآنَ لِلَّذِي ذُكِرَ فَهَلْ مِنْ مُنْكَدٍ ۝ بار بار آیا ہے، اور سورۃ مرسلات میں: ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝ کئی مرتبہ آیا ہے: یہ تردید ہے — اور ہر جملہ کے بعد ایک ہی جملہ بار بار آئے تو اس کو تکریر کہتے ہیں، اس کی ایک ہی مثال ہے، سورۃ الرحمن میں اُنٹیس مرتبہ: ۝ فَيَأْتِي الْآدَمُ دَنِيْكُمْ فَتَكْذِبُوْنَ ۝ آیا ہے۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ قرآن کریم شاعری نہیں، مگر شاعری کی خوبیاں اور حلاوت اپنے جلو میں لئے ہوئے ہے، جیسے شرابِ جنت میں نشہ نہیں، مگر سرور ہے، اسی طرح تردید و تکریر سے طبیعت میں سرور و فرحت پیدا ہوتی ہے، اس لئے قرآن میں اس کا بھی نمونہ ہے، نظموں میں حلاوت ہی کے لیے مطلع بار بار دہرایا جاتا ہے، اور مہلہل (جالی شاعری) نے ایک قصیدہ میں پہلا مصرعہ بار بار دہرایا ہے (روح) سورۃ الرحمن میں اس کے برعکس دوسرا جملہ بار بار آیا ہے۔

سورت کا موضوع: اس سورت میں پرہیزگار مومنین کو آخرت میں ملنے والی نعمتوں کا بیان ہے، گزشتہ سورت میں اہم ماضیہ کی ہلاکت اور قیامت کا ذکر تھا، مگر متقیوں کا اخروی انجام صرف دو آیتوں میں بیان کیا تھا، اس لئے ان کا انجام تفصیل سے اس سورت میں بیان کیا ہے۔



سُورَةُ الرَّحْمَنِ مَدَنِيَّةٌ (۹۷)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الرَّحْمَنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ
يُحْسِبَانِ ۝ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۝ وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۝ أَلَّا تَطْغَوْا
فِي الْمِيزَانِ ۝ وَاقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ۝ وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا
لِلْأَنَامِ ۝ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ ۝ وَالرِّيحَانُ
۝ فَيَايَ الْأَعْدَاءِ رَيْبُكُمَا تَكْذِبِينَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝
وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَارٍ ۝ فَيَايَ الْأَعْدَاءِ رَيْبُكُمَا تَكْذِبِينَ ۝ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ
وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝ فَيَايَ الْأَعْدَاءِ رَيْبُكُمَا تَكْذِبِينَ ۝ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ۝
بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ ۝ فَيَايَ الْأَعْدَاءِ رَيْبُكُمَا تَكْذِبِينَ ۝ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ
وَالْمَرْجَانُ ۝ فَيَايَ الْأَعْدَاءِ رَيْبُكُمَا تَكْذِبِينَ ۝ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۝
فَيَايَ الْأَعْدَاءِ رَيْبُكُمَا تَكْذِبِينَ ۝

۱۱

الرَّحْمَنُ	نہایت مہربان اللہ نے	عَلَّمَهُ	سکھلایا اس نے اس کو	وَالنَّجْمُ ^(۳)	اور نیلیں
عَلَّمَ	سکھلایا	الْبَيَانَ ^(۱)	دل کی بات سمجھانا	وَالشَّجَرُ	اور درخت
الْقُرْآنَ	قرآن	الشَّمْسُ	سورج	يَسْجُدَانِ	دونوں سجدہ کرتے ہیں
خَلَقَ	پیدا کیا اس نے	وَالْقَمَرُ	اور چاند	وَالسَّمَاءَ	اور آسمانوں کو
الْإِنْسَانَ	انسان کو	يُحْسِبَانِ ^(۲)	حساب سمجھ رہے ہیں	رَفَعَهَا	بلند کیا اس نے اس کو

(۱) البیان: مصدر، ہان بیانا، کھولنا، واضح کرنا یعنی دل کی بات الفاظ کے ذریعہ سمجھانا، یہ نطق سے عام ہے، لکھ کر سمجھانا بھی بیان ہے۔ (۲) حُسابان: باب حسب کا مصدر ہے بمعنی حساب (۳) النجم: بلیدارگھاس، اس کے معنی ستارہ کے بھی ہیں۔

وَوَضَعَ	اور رکھ دیا اس نے	وَالْحَبُّ	اور غلہ	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی
الْمِيزَانَ ^(۱)	توازن	ذُو الْعَصْفِ	بھوسے والا	لَكَدَّ بَيْنَ	جھٹلاؤ گے تم دونوں
الْأُتَى ^(۲)	کہ نہ	وَالرَّيْحَانُ ^(۵)	اور خوشبودار پھل (روزی)	رَبِّ الْمَشْرِقَيْنِ	دو مشرقوں کے پروردگار
تَطْعَوْا	زیادتی کرو تم	فِي آتِ	پس کوئی	وَرَبِّ الْمَغْرِبَيْنِ	اور دو مغربوں کے پروردگار
فِي الْمِيزَانِ	تراز میں	الْأَكَاذِ ^(۶)	نعمتوں کو	فِي آتِ	پس کوئی
وَأَقِيمُوا	اور سیدھا کرو تم	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	الْأَكَاذِ	نعمتوں کو
الْوِزْنَ	تول کو	تَكْدِبِينَ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی
بِالْقِسْطِ	انصاف کے ساتھ	خَلَقَ	پیدا کیا اللہ نے	تَكْدِبِينَ	جھٹلاؤ گے تم دونوں
وَلَا تُخْسِرُوا	اور نہ گھٹاؤ تم	الْإِنْسَانَ	انسان کو	مَدَجَ	بہایا (چلایا)
الْمِيزَانَ	تراز کو	مِنْ صَلَاحٍ	کھٹکناتی مٹی سے	الْبَحْرَيْنِ	دو دریاؤں کو
وَالْأَرْضَ	اور زمین کو	كَالْفَخَّارِ	جیسے ٹھیکری	يَلْتَقَيْنِ ^(۹)	ملتے ہیں دونوں
وَضَعَهَا	رکھ دیا اللہ نے اس کو	وَخَلَقَ	اور پیدا کیا	بَيْنَهُمَا	دونوں کے درمیان
لِلْأَنَامِ ^(۳)	مخلوقات کے لئے	الْبَاطِنَ	جان کو	بُزْنَهُ	ایک آڑ ہے
فِيهَا	اس میں	مِنْ مَّارِجٍ ^(۷)	ملنے والی	لَا يَبْغِيَانِ	نہیں زیادتی کرتے دونوں
فَاكْهَنَهُ	میوے ہیں	مِنْ نَّارٍ ^(۸)	آگ سے	فِي آتِ	پس کوئی
وَالنَّخْلَ	اور کھجور کے درخت	فِي آتِ	پس کوئی	الْأَكَاذِ	نعمتوں کو
ذَاتِ الْأَكْمَامِ ^(۴)	غلاف والے	الْأَكَاذِ	نعمتوں کو	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی

(۱) المیزان: اسم مصدر ہے، اور وزن کے معنی ہیں: تعدیل و استقامت: برابر کرنا اور درست کرنا (ابن فارس) میں نے اس کا ترجمہ توازن کیا ہے (۲) الّا: ان لا (۳) الانام: زمین کی تمام مخلوقات ما ظہر علی الارض من جمیع الخلق (لسان العرب) اور خاص طور پر جن و انس کو بھی انام کہا جاتا ہے، او الجن والانس، وہ فُسِّرَ قوله تعالى: هُوَ الْأَرْضُ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ، وهما الثقلان (تاج العروس) (۴) الاکمام: کیم کی جمع: غلاف جو پھل پر لپٹا ہوا ہو (۵) الريحان: کے دو معنی کئے گئے ہیں: (۱) ہر خوشبودار پھول (۲) رزق روزی (۶) آلاء: الٰہی اور الٰہی کی جمع: نعمتیں (۷) مارج: اسم فاعل، مَرَجَ الشَّيْءَ (ن) مَرَجًا: ملانا، ایک کو دوسرے سے جوڑنا، جیسے موج البحرین: دو سمندر کو ملایا، اور من: ابتدا یہ ہے (۸) من نار: میں من: نیانہ ہے، یا من نار: بدل ہے، المَرَج: الإجراء (لسان العرب) (۹) يلتقيان: حال یا صفت ہے۔

نُكِّلَ بَيْنَ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	الَّذِي	نعمتوں کو	فِي الْبَحْرِ	سمندر میں
يَخْرُجُ	نکلے ہیں	رَبِّكُمْ	اپنے رب کی	كَالْمُحَلِّمِ ^(۱)	پہاڑوں جیسی
مِنْهُمَا	دونوں سے	نُكِّلَ بَيْنَ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	فِي آيَةِ	پس کوئی
الْمَوْتِ	موتی	وَلَهُ	اور اس کے لئے	الَّذِي	نعمتوں کو
وَالْمَرْجَانِ	اور مونچے ^(۱)	الْجَوَارِ ^(۲)	کشتیاں ہیں	رَبِّكُمْ	اپنے رب کی
فِي آيَةِ	پس کوئی	الْمُنَشَّاتِ ^(۳)	ابھری ہوئی	نُكِّلَ بَيْنَ	جھٹلاؤ گے تم دونوں

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

زمین پر دو مکلف مخلوقات (جن و انس) ایک ساتھ بسی ہوئی ہیں

اور دونوں کی روحانی اور مادی ضرورتوں کا اللہ نے انتظام کیا ہے

سورۃ الذاریات کی (آیت ۵۶) ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِي اور میں نے جنات اور انسانوں کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔ یہ دونوں مخلوقات زمین میں ایک ساتھ آباد ہیں، اور دونوں مکلف ہیں، اللہ کی بندگی کے لئے پیدا کی گئی ہیں، دونوں کو احکام کی تعمیل و عدم تعمیل پر جزا و سزا ہوگی۔

ان دونوں مخلوقات میں اللہ تعالیٰ نے لطافت و کثافت کا فرق رکھا ہے، انسان خاک کی مخلوق ہے، اور جنات ناری، اور خاک: آگ سے کثیف ہے، اور لطیف کو کثیف نظر آتا ہے، پس جنات کو انسان نظر آتے ہیں، اور کثیف کو لطیف نظر نہیں آتا، اس لئے انسانوں کو جنات نظر نہیں آتے، جیسے ہمیں فرشتے نظر نہیں آتے، کیونکہ وہ جنات سے بھی لطیف ہیں، وہ نوری مخلوق ہیں، اور نور: نار سے بھی لطیف ہے۔

اور دونوں مخلوقات کی مادی (جسمانی) ضرورتیں پوری کرنے کے لئے اللہ نے چاند سورج کا نظام بنایا ہے، آسمان اونچا بنایا، نظام شمسی اس کے نیچے رکھا اور زمین، پچھائی اور اس میں ہر طرح کی ضرورتیں پیدا کیں۔

اور روحانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے نبوت کا سلسلہ قائم فرمایا، انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ ہدایات نازل کیں، آخر

(۱) مونگا: ایک قسم کے سمندری کیڑوں کا گھر، اور مرجان کے معنی: چھوٹے موتی بھی کہے گئے ہیں (۲) الجوار: البحارۃ کی جمع: کشتی (۳) المنشآت: المنشأة کی جمع: اسم مفعول، إنشاء مصدر: سطح سمندر سے اونچی ابھری ہوئی کشتی، وہ کشتیاں جن کے بادبان اونچے ہوں، بادبان: وہ کپڑا جو کشتی کی رفتار تیز کرنے کے لئے یا اس کا رخ موڑنے کے لئے لگاتے ہیں (۴) اعلام: علم کی جمع: پہاڑ۔

میں قرآن کریم اتارا، جو اس کو سیکھنا چاہتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ قرآن کا علم عطا فرماتے ہیں، ساتھ ہی قوتِ بیانیہ بھی دی، تاکہ قرآن سیکھا ہو اور دوسروں کی بھی راہ نمائی کرے، اب جو بندے اللہ کی ان نعمتوں کا انکار کرتے ہیں، اور اللہ کی بندگی نہیں کرتے وہ ناہنجار (بے راہ) اور نالائق ہیں، یہ آیات پاک کا خلاصہ ہے، آگے قرآن کے بیان کے مطابق تقریر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مکلف مخلوقات کی روحانی ضرورتوں کا سامان کیا

روحانی ضرورت مادی ضرورت سے اہم ہے، اس لئے اس کو مقدم کیا ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ رحمان (نہایت مہربان) ہیں، دنیا میں بھی بندوں پر کرم کی بارش فرماتے ہیں، اس لئے ان کی مہربانی کا تقاضا ہوا کہ مکلف مخلوقات کی روح کی بالیدگی کا سامان کریں، جنات کا وجود انسان سے پہلے ہے، انسانوں کی تخلیق سے پہلے ان میں نبوت کا سلسلہ ہوگا، پھر جب انسان کو پیدا کیا تو نبوت انسانوں میں سمٹ آئی، اب جناتِ دینی راہ نمائی میں انسانوں کے تابع ہیں، اور ان میں بھی وہ تمام فرتے ہیں جو انسانوں میں ہیں، ان میں مسلمان، ہندو، عیسائی، یہودی وغیرہ سب فرتے ہیں۔

اور پہلا انسان پہلا نبی ہے، پھر یہ سلسلہ چلتا رہا، اللہ کی ہدایات اور کتابیں نازل ہوتی رہیں، تا آنکہ خاتم النبیین ﷺ پر آخری کتاب نازل ہوئی، اب جو لوگ اس پر ایمان لائیں گے اور اس کو سیکھنا چاہیں گے، اللہ تعالیٰ ان کو علوم قرآنی سے بہرہ ور فرمائیں گے، اور جو روگردانی کریں گے وہ محروم رہیں گے۔

اللہ کی سنت یہ ہے کہ خلق اللہ کرتے ہیں اور کسب بندے، جب بندہ اپنے جزوی اختیار سے کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کام کو وجود بخشنے ہیں، پس قرآن پر ایمان کی توفیق اور قرآن کا علم اسی کو ملتا ہے جو اس کے لئے جتن کرتا ہے، اس لئے فرمایا کہ نہایت مہربان اللہ نے قرآن سکھایا یعنی دورِ آخر میں قرآن نازل کیا، اور جو اس پر ایمان لایا، اور اس نے سیکھنا چاہا اس کو علوم قرآنی سے بہرہ ور کیا۔

اور انسان اور جنات دونوں حیوان ناطق ہیں، ناطق کے معنی ہیں: الفاظ کی مدد سے اپنی بات دوسرے کو سمجھانا، اور دوسرا جو سمجھائے اس کو سمجھنا، یہ خوبی اللہ نے جن و انس دونوں میں رکھی ہے، دیگر مخلوقات اَنْعَجَم (بے زبان) ہیں، محض بولنا ناطق کے اصطلاحی معنی نہیں، بلقی تو ہر مخلوق ہے، اور انسان کے اس وصف کا نام قوتِ بیانیہ ہے، بیان: قرآنی اصطلاح ہے اور وہ ناطق سے زیادہ واضح ہے، یہ قوت انسان کو اس لئے دی ہے کہ جس نے قرآن سمجھ لیا ہے وہ دوسروں کو سمجھائے اور انسان کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ وہ جن و انس دونوں کو سمجھاتا ہے، اور جنات صرف جنات کو سمجھاتے ہیں، علاوہ ازیں جنات نبوت میں انسانوں کے تابع ہیں۔

ترجمہ و تفسیر: نہایت مہربان ہستی نے قرآن سکھایا — یعنی نازل فرمایا، پھر جس نے سیکھنا چاہا اس کو سکھایا — اس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو مافی الضمیر ادا کرنا سکھایا — تاکہ قرآن سیکھا ہو اور دوسروں کو سکھائے۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی مادی ضرورتوں کا بھی انتظام کیا

مکلف مخلوق دو چیزوں کا مجموعہ ہے: روح اور جسم، دونوں کی ضرورتیں الگ الگ ہیں، اہم روحانی ضرورت ہے، اس کا بیان ہو چکا، اور جسم کی ضرورت بھی کچھ کم اہم نہیں، اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے تین انتظامات کئے ہیں:

۱- چاند، سورج کا نظام بنایا، دونوں حساب سے (Regular) چل رہے ہیں، لاکھوں سال ہو گئے ان کی چال میں فرق نہیں پڑا شب و روز اور گرمی سردی کا تعلق اسی نظام سے ہے، اور بلیں اور درخت بھی اس نظام سے وابستہ ہیں، سورج اور چاند ان کی نشوونما میں اثر انداز ہوتے ہیں، سورج کی گرمی سے ہر چیز پلتی بڑھتی اور پکتی ہے، اور چاند کی روشنی سے پھلوں میں مٹھاس پیدا ہوتی ہے، یہ تو چاند کی سیدھی چال کا ثمرہ ہے، اور اٹنی چال سے عبادتوں کے سیزن بدلتے ہیں، رمضان کبھی گرمیوں میں آتا ہے کبھی سردیوں میں۔

۲- اللہ تعالیٰ نے اونچا آسمان بنایا، اتنا اونچا کہ ہم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے، اتنی اونچی چھت کس سہارے پر لگی ہوئی ہے؟ ایک توازن (Balance) ہے جو اس کو تھامے ہوئے ہے، سورۃ لقمان (آیت ۱۰) میں ہے: ﴿خَلَقَ السَّمَوَاتِ بِعَظْرِ عَمَدٍ تَرْوَاهُنَّ﴾ اللہ نے آسمانوں کو بلاستون بنایا، تم ان کو دیکھ رہے ہو، یعنی جو تمہیں نظر آ رہا ہے، اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ آسمان کے ستون ہیں، مگر وہ نظر نہیں آتے، اسی کا نام توازن ہے، جیسے ستارے اور سیارے باہمی کشش سے اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں، اسی طرح کا توازن آسمان کو روکے ہوئے ہے۔

اور یہ توازن (دو چیزوں کی برابری) ہر چیز میں ضروری ہے، خاص طور پر معاملات اور لین دین میں عدل و انصاف ضروری ہے، ڈنڈی مارنا جائز نہیں، کیونکہ بندوں کو اللہ کی خوبیاں اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں، جب اللہ نے آسمان متوازن بنایا ہے تو ضروری ہے کہ لوگ معاملات ٹھیک سے کریں، ورنہ معاشی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

۳- حق و انس کے فائدے کے لئے اللہ نے زمین، بچائی، اور اس میں ان کی بے شمار منفعتیں رکھ دیں، مثلاً:

(الف) زمین میں میوے پیدا کئے، میوہ: جس کو لطف کے لئے کھایا جائے (تمباکو میوہ نہیں) جیسے انگور کھجور وغیرہ۔ کھجور کا جب پھول نکلتا ہے تو دانہ نرم و نازک ہوتا ہے، اور بہت بلندی پر ہوتا ہے اس لئے گرمی سے تھلس سکتا ہے، اس لئے حفاظت کے لئے اس پر غلاف چڑھا دیا، پھر جب دانہ گرمی برداشت کرنے کے قابل ہو جاتا ہے تو گا بھا آگے بڑھ جاتا ہے اور پیچھے دانے نمودار ہو جاتے ہیں، جیسے جنین میں روح پڑنے کے بعد اس کو چار ماہ بچہ دانی میں رکھا جاتا ہے، پھر پیدا

(ظاہر) ہوتا ہے، اس سے پہلے پیٹ سے نکل آئے گا تو دنیا کی آب و ہوا برداشت نہیں کر سکے گا۔

(ب) اللہ نے زمین میں غلہ پیدا کیا، اس کا دانہ بھی شروع میں نرم ہوتا ہے، اس لئے اس پر بھس لپیٹ دیا، پھر جب اندر غلہ پک جاتا ہے اور دانہ سخت ہو جاتا ہے تو اس کو بھس سے نکال لیا جاتا ہے، اور بھس بھی بیکار نہیں جاتا، جانور کھاتے ہیں اور دودھ دیتے ہیں۔

(ج) ربحان کے دو معنی کئے ہیں: (۱) خوشبودار پھول، پس یہ میوہ کا مقابل ہے، میوے لطف کے لئے کھائے جاتے ہیں اور پھول دلچسپی سے سونگھے جاتے ہیں (۲) روزی، خواہ کوئی ہو، پس یہ غلہ کا مقابل ہے، یعنی غلہ کے علاوہ بھی اللہ نے انسان کی روزی پیدا کی ہے۔

الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ يُحْسِبَانِ ۝ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۝ وَالسَّمَاءُ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۝ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ۝ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ۝ وَالْأَرْضُ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ ۝ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ ۝ وَالزَّيْتَانُ

ترجمہ اور تفسیر: سورج اور چاند حساب سے چلتے ہیں، اور نیلیں اور درخت مطیع ہیں — یعنی دونوں جس مقصد کے لئے پیدا کئے گئے ہیں: اس کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں — اور اس نے آسمان کو اونچا کیا، اور توازن قائم کر دیا — یہاں میزان کے معنی: معروف ترازو نہیں، بلکہ بیلنس ہے، المَوْدِد (انگریزی۔ عربی لغت) میں بیلنس کا ترجمہ میزان کیا ہے، اور ابن فارس نے مَقَابِلُسُ اللُّغَةِ میں مادہ کے معنی تعدیل اور استقامت: برابر کرنا اور صحیح کرنا: کئے ہیں، اور یہ محاورات لکھے ہیں: قَامَ مِيزَانُ النَّهَارِ: دن آدھا ہو گیا، هَذَا يُوزَنُ ذَلِكَ: یہ اس کے برابر ہے، وَزَنُ الرَّأْيِ: معتدل رائے والا، رَاجِحُ الْوِزْنِ: بہترین رائے والا، مضبوط رائے والا، معروف ترازو بھی دو چیزوں کو برابر کرتا ہے اس لئے اس کو میزان کہتے ہیں — (اور حکم دیا:) کہ تم تولنے میں کمی بیشی مت کرو — یہ منفی پہلو سے حکم ہے — اور تم انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو — یہ مثبت پہلو سے حکم ہے — اور تول کو گھٹاؤ مت! — یہ تاکید کے لئے تیسری مرتبہ منفی پہلو سے حکم دیا۔

فائدہ: قرآن کریم کا اسلوب یہ ہے کہ جب وہ کوئی بات بیان کرتا ہے تو اس کو ضروری حد تک بڑھاتا ہے، یہاں آسمان کے توازن کا ذکر آیا تو معاملات میں توازن کی تاکید کی۔

اور اس نے زمین کو خلقت کے فائدے کے لیے رکھ دیا، جس میں میوے اور غلاف والے کھجور کے درخت اور بھس والا غلہ اور خوشبودار پھول/ رزق ہے — پس تم (اے جن و انس) اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو چھٹاؤ گے! — یعنی کیا

یہ نعمتیں ایسی ہیں کہ ان کا انکار کیا جائے؟ جواب: پروردگار! ہم آپ کی کسی نعمت کا انکار نہیں کرتے، ہر حمد و ثنا آپ کے لئے ہے! — سوال: جنات کا ذکر اب تک نہیں آیا، پھر ﴿تُكَلِّدُنَّ﴾ میں تشنہ کی ضمیر کیسے لوٹائی؟ جواب: ﴿الَّذِينَ﴾ میں ان کا ضمناً ذکر آگیا ہے، اور آگے صراحۃً آ رہا ہے۔

فائدہ: ارشاد پاک: ﴿يُنَادِيَنَّ الْأُولَىٰ الْأُخْرَىٰ كُلُّهُنَّ﴾: آگے میں مرتبہ اور آئے گا، سب جگہ مذکورہ جواب دینا ہے اس کی ہر آیت کے بعد تفسیر نہیں کی جائے گی، کیونکہ یہ تکریر ہے، اور اس کا مقصد غافل کو بیدار کرنا ہے، جیسے خواجہ مجذوب صاحب رحمہ اللہ کی ایک نظم میں چار مصرعوں کے بعد یہ شعر آتا ہے:

ایک دن مرنا ہے، آخر موت ہے! ❁ کر لے جو کرنا ہے، آخر موت ہے!

اس کا مقصد یہ ہے کہ دل پر چوٹ لگے، اور آدمی غفلت سے ہوش میں آئے، اسی طرح اس ارشاد کو سمجھنا چاہئے۔

جن و انس کی تخلیق کا مادہ ذر مختلف ہے، مگر دونوں زمین میں ایک ساتھ آباد ہیں

خلقت کی مادی ضروریات کے بیان سے فارغ ہو کر اب یہ بات بیان فرماتے ہیں کہ جن و انس کا مادہ تخلیق اگرچہ مختلف ہے، مگر دونوں کا مسکن یہی زمین ہے، دونوں عناصر رابعہ (آگ، پانی، ہوا، مٹی) سے پیدا کئے گئے ہیں، مگر حضرت آدم علیہ السلام ٹھیکری کی طرح بھٹی مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں، یعنی ان کے آمیزہ (خمیر) میں خاک کا غلبہ ہے، اس لئے انسان خاک کی مخلوق کہلاتی ہے، اور جنات کے دادا جان کے آمیزہ میں آگ کا غلبہ ہے، اس لئے جنات ناری مخلوق کہلاتی ہے، اور مادہ کے اس اختلاف کی وجہ سے انسان کثیف اور جنات لطیف ہیں۔

اور معجون میں مفردات کا اثر آتا ہے، مٹی پامال رہتی ہے، اس لئے انسان کے مزاج میں تواضع ہے، اور آگ کے مزاج میں استعلاء (اوپر کو اٹھنا) ہے، اس لئے جنات کے مزاج میں سرکشی ہے، تاہم دونوں اللہ کے بندے ہیں، جیسے دو مشرقوں اور دو مغربوں کے رب اللہ تعالیٰ ہیں، گرمیوں میں سورج خط استواء کے قریب چلا جاتا ہے، اور مقابل نقطہ میں غروب ہوتا ہے، اور سردیوں میں جنوب کی طرف نیچے چلا جاتا ہے اور مقابل نقطہ میں ڈوبتا ہے، اس لئے آثار مختلف ہوتے ہیں۔ ایک وقت نہایت گرم اور دوسرا وقت نہایت سرد ہوتا ہے، مگر دونوں کے پروردگار اللہ تعالیٰ ہیں، اسی طرح جنات اور انسانوں کے پروردگار اللہ ہی ہیں، اگرچہ دونوں کے مزاج مختلف ہیں۔

دوسری مثال: دو دریا ہیں، سمندر کا پانی شور (کڑوا) ہوتا ہے، اور اس میں ٹھٹھے پانی کے دریا گرتے ہیں، اور دور تک بہتے چلے جاتے ہیں اور الگ الگ رہتے ہیں، اسی طرح جب سمندر میں جوار بھانا ہوتا ہے تو سمندر کا پانی ساتھ لگے دریاؤں پر چڑھ آتا ہے، مگر ٹھٹھے پانی کے ساتھ ملتا نہیں، دونوں پانیوں کے درمیان ایک آڑ ہے جو ملنے نہیں دیتی،

اور وہ ہلکا بھاری ہونے کی آڑ ہے، کڑوا پانی ہلکا ہوتا ہے اور میٹھا پانی بھاری، جیسے پانی میں تیل ڈالیں تو نہیں ملے گا، کیونکہ تیل ہلکا ہوتا ہے۔

اور جب میٹھا دریا سمندر میں گرتا ہے تو تلیخ (قلم کاری) ہوتی ہے، اور اس جگہ موتی مونگے پیدا ہوتے ہیں جو دنیا کی بڑی نعمت ہیں، سمندر کے بیچ میں موتی نہیں پیدا ہوتے، اسی طرح جنات اور انسان زمین میں ایک ساتھ رہتے ہیں، مگر دونوں ملتے نہیں، اور دونوں کے ایک ساتھ ہونے میں فوائد ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں، جیسے انسان کی تخلیق کے وقت فرشتوں نے دبی زبان میں اعتراض کیا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دیا: ﴿إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ میں جو مصلحت جانتا ہوں اس کو تم نہیں جانتے [البقرہ ۳۰] اسی طرح دونوں مخلوقات کے ساتھ ہونے میں جو مصلحت ہے اس کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔

پھر ایک سوالِ مقدر کا جواب: ہے کہ جنات سرکش مخلوق ہے، وہ زمین میں انسان کو کیسے پہنچنے دے گی؟ جواب: اللہ انسانوں کے محافظ ہیں، جنات انسانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، جیسے سمندر میں پہاڑوں جیسے جہاز کھڑے ہیں اور ڈوبتے نہیں، حالانکہ تولہ بھروزن پانی پر نہیں رکتا، اور جہاز نہیں ڈوبتے ﴿لَئِنْ كُنَّا مِنْكُمْ لَشَاكِرُونَ﴾ میں اس کی وجہ ہے کہ یہ جہاز اللہ کی حفاظت میں ہیں، اس لئے پانی ان کو ڈوبانہیں سکتا، اسی طرح انسان اللہ کی حفاظت میں رہیں گے، جنات ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔

آیت کا ماسبق لاجلہ الکلام تو یہی ہے کہ یہ سوال مقدر کا جواب ہے لیکن ساتھ ہی بڑی کشتیاں اللہ کی بڑی نعمت بھی ہیں، قدیم زمانے میں ان ہی جہازوں کے ذریعے ایک براعظم سے دوسرے براعظم تک پہنچتے تھے۔ اور بڑی تجارتیں اُن کے ذریعے وجود میں آتی تھیں، اس لیے ان میں نعمت کا پہلو بھی ہے۔

سوال: جنات تو انسانوں کو لگتے ہیں اور یریشان کرتے ہیں؟

جواب: انسان بھی وظیفے پڑھ کر جنات کو تابع کرتے ہیں، پس حساب برابر ہو گیا، دوسرا جواب: یہ ہے کہ یہ شاذ واقعات ہیں، جیسے انسان کو اللہ نے بہترین سانچے میں ڈھالا ہے، مگر بعض انسان لوگ لنگڑے اور اندھے کانے ہوتے ہیں، یہ شاذ واقعات ہیں، ان سے اعتراض نہیں ہو سکتا، یہ صورت مادہ کی نافرمانی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، ورنہ انسان کو اللہ نے شاندار سانچے میں ڈھالا ہے۔

اب سوچو! جس مالک نے دونوں مخلوقات کو پیدا کیا، ان کی مادی اور روحانی ضرورتوں کا انتظام کیا، پس ان کو جس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اگر وہ اس کی تکمیل نہ کر س تو ان سے زیادہ بے راہ کون ہوگا؟ جو اللہ کی نعمتوں کو کھاتے ہیں اور

ان کو جھٹلاتے ہیں وہ حرام خور نہیں تو اور کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہمیں شکر گزار بندہ بنائیں، اور اپنی فرمان برداری کے کاموں میں لگائیں (آمین)

﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۖ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَارٍ ۖ فَيَا أَيُّهَا الرِّكْمُ كُلُّكُمُ لِلَّهِ ۖ فِئَاتٌ أَرْبَعٌ ۖ فَمَا يَسْمُرُ الْكَافِرُ الْمَرْفُوعُ ۚ﴾
 رَبُّ الشَّرْقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۚ فَيَا أَيُّهَا الرِّكْمُ كُلُّكُمُ لِلَّهِ ۖ فِئَاتٌ أَرْبَعٌ ۖ فَمَا يَسْمُرُ الْكَافِرُ الْمَرْفُوعُ ۚ
 لَا يَنْبَغِينَ ۚ فَيَا أَيُّهَا الرِّكْمُ كُلُّكُمُ لِلَّهِ ۖ فِئَاتٌ أَرْبَعٌ ۖ فَمَا يَسْمُرُ الْكَافِرُ الْمَرْفُوعُ ۚ
 الْجَوَارِ الْمُنشَأَتِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۚ فَيَا أَيُّهَا الرِّكْمُ كُلُّكُمُ لِلَّهِ ۖ فِئَاتٌ أَرْبَعٌ ۖ فَمَا يَسْمُرُ الْكَافِرُ الْمَرْفُوعُ ۚ

ترجمہ اور تفسیر: اللہ نے انسان کو ٹھیکری کی طرح بجتی مٹی سے پیدا کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے تعلق سے قرآن کریم میں مختلف تعبیریں آئی ہیں، کہیں ہے: ﴿مِنْ تُرَابٍ﴾: مٹی سے، کہیں ہے: ﴿مِنْ طِينٍ لَازِبٍ﴾: چپکتے ہوئے گارے سے، کہیں ہے: ﴿مِنْ حَمًا مَسْنُونٍ﴾: سڑے ہوئے بدبودار گارے سے، اور کہیں ہے: ﴿مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ﴾: ٹھیکری کی طرح کھنکھاتی مٹی سے، ان مختلف تعبیرات کا حاصل ایک ہے، حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا، اس طرح کہ مٹی میں پانی ملایا تو وہ لازب بنی، اس میں چپک پیدا ہوئی، پھر وہ سیاہ ہو گئی، اور سڑ گئی تو حما مسنون بن گئی، پھر خشک ہو کر ٹھیکری کی طرح کھن کھن بننے لگی، تو صلصال کالفخار ہو گئی، چونکہ آدم علیہ السلام کا مادہ مختلف مراحل سے گزرا ہے اس لئے مختلف تعبیرات آئی ہیں۔

اور جان (جنات کے جدا مجر) کو ملنے والی آگ سے پیدا کیا — مارچ کے معنی ہیں: ملنے والی، ابھی فعل مَرَج آرہا ہے..... ملنے والی یعنی عناصر مثلاً اش کے ساتھ..... مگر اس کی حقیقت سمجھنا مشکل ہے۔

پس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

دو مشرقوں کے پروردگار اور دو مغربوں کے پروردگار — پروردگار: یعنی خالق و مالک و پالنے والا — اسی طرح انسان اور جنات کے خالق و مالک و پروردگار اللہ تعالیٰ ہیں، اگرچہ دونوں مخلوقات فطرت میں مختلف ہیں۔

پس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

اللہ نے دودریا بہائے جو باہم ملتے ہیں، دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے، دونوں ایک دوسرے پر چڑھائی نہیں کرتے۔
 — دونوں کے ملنے سے تعلق ہوتی ہے، اسی طرح جنات اور انسان اپنے اپنے دائرہ میں رہ کر اپنا کام کرتے ہیں، اور
 دونوں کے ایک ساتھ ہونے میں فوائد ہیں جن کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔

پس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے برآمد ہوتے ہیں — یہ ملنے کا فائدہ ہے۔

پس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

اور اللہ کی ملک ہیں سمندر میں پہاڑوں جیسی ابھری ہوئی کشتیاں — یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

پس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

جواب: اے ہمارے پروردگار! ہم آپ کی کسی نعمت کا انکار نہیں کرتے، آپ کے لئے حمد و ثناء ہے!

كُلِّ مَنْ عَلَيْهَا فَإِنَّ ۖ وَ يَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۖ فَيَأْتِي
الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي
شَأْنِ ۖ فَيَأْتِي الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ سَنَفَعُ لَكُمْ أَيُّهُ الثَّقَلَيْنِ ۖ فَيَأْتِي الْآءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ يَعْشَرُ الْحِجْنَ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَاَنْفُذُوا وَلَا تَنْفُذُوا إِلَّا بِأَمْرِ سُلْطٰنٍ ۖ فَيَأْتِي الْآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبِينَ ۝ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شَوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرُونَ ۖ فَيَأْتِي
الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۖ فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۖ
فَيَأْتِي الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۖ فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌ ۖ
فَيَأْتِي الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۖ يُعْرِفُ الْمُجْرِمُونَ بَسْمَهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ۖ
فَيَأْتِي الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۖ هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ۖ
يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَبِيبٍ إِنِ ۖ فَيَأْتِي الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۖ

پنج

کُلِّ مَنْ	ہر وہ شخص جو	فَإِنَّ	ختم ہونے والا ہے	وَجْهَ رَبِّكَ	تیرے رب کا چہرہ
عَلَيْهَا	زمین پر ہے	وَّ يَبْقَىٰ	اور باقی رہے گا	ذُو الْجَلَالِ	بزرگی والا

وَالْاَكْزَامِ	اور عظمت والا	الْجَنِّ	جنات کی	تَنْتَفِذُونَ ^(۵)	فتح پاسکو گئے تم دونوں
فِيَايِ الْاَلَاءِ	پس کوئی نعمتوں کو	وَالْاِنْسِ	اور انسانوں کی	فِيَايِ الْاَلَاءِ	پس کوئی نعمتوں کو
رَبِّكُمْ	اپنے رب کی	لَا اِسْتَطَعْتُمْ	اگر تمہارے بس میں ہو	رَبِّكُمْ	اپنے رب کی
تُكْذِبُنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	اَنْ تَنْفَعُوْا ^(۲)	کہہ آر پار ہو جاؤ	تُكْذِبُنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں
يَسْئَلُهُ	مانگتے ہیں اس سے	مِنْ اَقْطَارِ	کناروں سے	فَاِذَا اِنشَقَّتْ	پس جب پھٹ جائیگا
مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ	جو آسمانوں میں ہیں	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کے	السَّمٰوٰتِ	آسمان
وَالْاَرْضِ	اور زمین میں ہیں	وَالْاَرْضِ	اور زمین کے	فَكَانَتْ	پس ہو جائے گا وہ
كُلَّ يَوْمٍ هُوَ	ہر دن وہ	فَانفَعُوْا	تو آر پار ہو جاؤ	وَسَرَدَةٌ	سرخ گلابی
فِي سَانٍ	کسی اہم کام میں ہے	لَا تَنْفَعُوْنَ	نہیں نکل سکتے تم	كَالدِّهَانِ ^(۶)	جیسے تیل کی تچھٹ
فِيَايِ الْاَلَاءِ	پس کوئی نعمتوں کو	لَا يَسْلُطُنِ	مگر غلبہ کے ذریعہ		(سرخ چمڑا)
رَبِّكُمْ	اپنے رب کی	فِيَايِ الْاَلَاءِ	پس کوئی نعمتوں کو	فِيَايِ الْاَلَاءِ	پس کوئی نعمتوں کو
تُكْذِبُنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	رَبِّكُمْ	اپنے رب کی	رَبِّكُمْ	اپنے رب کی
سَتَفَرُّوْا	ہم ابھی فارغ ہوتے ہیں	تُكْذِبُنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	تُكْذِبُنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں
لَكُمْ	تمہارے لئے	يُرْسَلُ	چھوڑے جائیں گے	فَيَوْمَئِذٍ	پس اس دن
آيَةُ الثَّقَلَيْنِ ^(۱)	اے دلدی پھدی مخلوق!	عَلَيْكُمْ	تم دونوں پر	لَا يُسْئَلُ	نہیں پوچھا جائے گا
فِيَايِ الْاَلَاءِ	پس کوئی نعمتوں کو	شَوَاطِئُ ^(۳)	شعلے	عَنْ ذُنُوبِهِ ^(۷)	اس گناہ کے بارے میں
رَبِّكُمْ	اپنے رب کی	مِنْ نَّارٍ	آگ کے	لِاِنْسٍ	کسی انسان سے
تُكْذِبُنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	وَنَحَّاسٍ ^(۴)	اور دھواں	وَلَا جَنَّةَ	اور نہ کسی جن سے
يَمْعَشَرُ	اے جماعت	فَلَا	پس نہیں	فِيَايِ الْاَلَاءِ	پس کوئی نعمتوں کو

(۱) الثَّقَلَانِ: الثَّقَلُ کا ثقیل، الثقل: سامان، لدی بھدی: بوجھل، سامان ڈھوئی ہوئی، کوئی نیکی لئے ہوئے کوئی برائی سے گراںبار (۲) نفذ (ن) فیہ ومنہ: آر پار ہونا، چیر کر دوسری طرف نکل جانا۔ (۳) الشَّوَاطِئُ: بغیر دھویں کا شعلہ (۴) النَّحَّاسُ: خالص دھواں جس کے ساتھ چنگاریاں نہ ہوں (۵) تَابَا پیتل بھی اس کے معنی ہیں (۶) انشقر علی خصمه: مقابل پر فتح پانا، بازی جیتنا (۷) الدِّهَانُ کے دو معنی ہیں: سرخ چمڑا اور تیل کی گاد۔ (۸) ذنبہ کا مرجع بعد میں ہے تَعُوذُ عَلٰی اَحَدِ الْمَذْكُوْرِيْنَ (جمل)

رَبِّكُمْ شَكَدَّ بَيْنَ يُعرفُ الْمُجْرِمُونَ بِسْمِئِهِمْ قَبِيضًا بِالنَّاصِي	اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں پہچانے جائیں گے گنہگار (آخری درجہ کے) ان کے چہروں کی علامتوں پس پکڑے جائیں گے وہ پیشانی کے بالوں سے	وَالَا فِدَائِهِ فَيَأْتِي الْآءِ رَبِّكُمْ شَكَدَّ بَيْنَ هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكْذِبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ	اور ٹانگوں سے پس کوئی نعمتوں کو اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں یہ وہ دوزخ ہے جس کو جھٹلاتے تھے اس کو بدکردار لوگ	يُطَوَّفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ إِنِّ فَيَأْتِي الْآءِ رَبِّكُمْ شَكَدَّ بَيْنَ	آتے جاتے رہیں گے وہ اس کے درمیان اور گرم پانی کے درمیان کھولتے ہوئے پس کوئی نعمتوں کو اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں
--	--	--	--	---	--

یہ دنیا ختم ہوگی، دوسری دنیا آباد ہوگی، مجرموں کو سزا ملے گی اور کوئی بدکردار بچ نہیں سکے گا

جنات اور انسانوں کی یہ دنیا ختم ہونے والی ہے، رب ذو الجلال والاكرام کی ہستی باقی رہے گی، وہ دوسری دنیا آباد کریں گے، اور یہ ان کا ایک کارنامہ ہے، ان کی تو شان یہ ہے کہ وہ ہر وقت کسی کام میں ہوتے ہیں، آسمانوں اور زمین کی مخلوقات ان سے اپنی حاجت طلب کرتی ہیں، اور وہ سب کی حاجتیں پوری کرتے ہیں، ان کا ارشاد ہے: ہم جلد جزا و سزا کا مرحلہ شروع کرنے والے ہیں، اور مجرم: اللہ کی سزا سے بچ کر نہ آسمانوں کے پار جاسکتے ہیں نہ زمین میں کہیں بھاگ سکتے ہیں، اس کے لئے بڑی قدرت کی ضرورت ہے، وہ عقلین کو حاصل نہیں، اور اگر وہ آسمانوں سے آ پار نکلنا چاہیں تو کوشش کر دیکھیں، ان پر خالص آگ کے شعلے چھوڑے جائیں گے، یعنی میزائل داغے جائیں گے، جس سے وہ جل کر خاک ہو جائیں گے، اور دھواں چھوڑا جائے گا، جیسے آنسو گیس چھوڑتے ہیں، جس سے ان کا دم گھٹ جائے گا، پھر وہ اس آفت کو ہٹانہ سکیں گے۔

یہ قیامت کب شروع ہوگی؟ جس دن آسمان پھٹ جائے گا، وہ سرخ چمڑے کی طرح گہرا گلابی ہو جائے گا، نیلگوئی رنگ بدل جائے گا، اس دن قیامت شروع ہوگی، اور جن و انس کو سزا دینے کے لئے جرائم کی تحقیق ضروری نہیں ہوگی، کیونکہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہوگا، اور نملہ اعمال میں ریکارڈ بھی ہوگا، مجرموں کو ان کے چہروں کی علامتوں سے پہچان لیا جائے گا، پھر ان کو یک بئی و دو گوش جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اور کہا جائے گا: یہی وہ دوزخ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے! اب تم ہمیشہ اس میں رہو گے، البتہ جب وہ پیاسے ہو گئے تو کھولتے گرم پانی کے چشمہ پر باہر لائے جائیں گے، پھر واپس (۱) ان: اسم قائل: کھولنا پانی، اُنّی (ض) اُنّیا السائل: سیال چیز کا انتہائی گرم ہونا۔

جہنم میں پہنچا دیئے جائیں گے، اسی طرح تابعدا و اثرورسوخ کے درمیان آتے جاتے رہیں گے۔

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾: جو بھی روئے زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے۔ یہ گریز کی آیت ہے، گریز: قصیدہ میں تمہید کے بعد اصل مقصد کی طرف متوجہ ہونے کا نام ہے، پہلے رکوع میں اس دنیا کا ذکر تھا، اب بات دوسری دنیا کی طرف مڑ رہی ہے، دوسری دنیا اس وقت شروع ہوگی جب یہ دنیا ختم ہو جائے گی۔ اور ﴿مَنْ عَلَيْهَا﴾ میں جن و انس مراد ہیں، اور سورۃ القصص کی آخری آیت عام ہے: ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾: ہر چیز فنا ہونے والی ہے، صرف اللہ کی ہستی باقی رہے گی، اس سورت کا موضوع چونکہ ثقلین: بدی و محلوقات ہیں، اس لئے تخصیص کی ہے۔

﴿وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾: اور آپ کے بزرگی اور عظمت والے پروردگار کی ذات باقی رہے گی۔ یہ آیت گویا سوالیہ مقدر کا جواب ہے۔ یعنی جب یہ دنیا ختم ہو جائے گی تو دوسری دنیا کون آباد کرے گا؟ جواب: اللہ ذو الجلال والاكرام موجود رہیں گے، وہ سدا زندہ ہیں، وہ دوسری دنیا آباد کریں گے۔

﴿فَيَأْتِي اللَّهَ رِبِّكُمَا تَكْدِبُونَ﴾: پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾: اسی سے حاجتیں طلب کرتے ہیں سب آسمانوں اور زمین والے، وہ ہر وقت کسی اہم کام میں ہوتے ہیں۔ اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے، اللہ تعالیٰ ہر وقت کسی اہم کام میں ہوتے ہیں، کیونکہ آسمانوں اور زمین کی خلقت اپنی حاجتیں اللہ تعالیٰ سے مانگتی رہتی ہے، اور اللہ تعالیٰ سب کی حاجتیں پوری کرتے ہیں، یہ اللہ کے کام ہیں، اور اس دنیا کو ختم کر کے دوسری دنیا وجود میں لانا بھی ان کا ایک اہم کام ہے۔

﴿فَيَأْتِي اللَّهَ رِبِّكُمَا تَكْدِبُونَ﴾: پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿سَنَقَرُكُمْ نِكْمَ آيَةِ الثَّقَلَيْنِ﴾: ہم ابھی تمہارے لئے فارغ ہوتے ہیں اے دو بوجھل مخلوق! — یعنی قیامت بہت جلد قائم ہونے والی ہے، پس تھوڑا سا وقت باقی رہ گیا ہے۔ اور اللہ کے یہاں کا تھوڑا سا ہمارے یہاں کا لمبا وقت ہے، وہاں کا ایک دن یہاں کے ہزار سال کے برابر ہے، اس لئے یہ خیال کرنا کہ بس اگلے جمعہ کو صور پھونکا جائے گا: صحیح نہیں، مگر کل ماہو آب فہو قریب کے قاعدہ سے قیامت قریب آگئی ہے۔

﴿فَيَأْتِي اللَّهَ رِبِّكُمَا تَكْدِبُونَ﴾: پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿يَمْعَشِرُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ﴾:

ترجمہ: اے جن وانس کی جماعت! اگر تمہارے بس میں ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے آر پار ہو جاؤ تو ہو جاؤ، قوت کے بغیر باہر نہیں ہو سکتے — یعنی مجرم اللہ کی گرفت سے باہر نہیں ہیں، بھاگ کر کہاں جائیں گے؟ کیا وہ زمین کی پہنائی سے یا آسمانوں کے کناروں سے نکل جائیں گے؟ اس کے لئے قوت و غلبہ چاہئے وہ ان کو کہاں حاصل ہے؟ فائدہ: پہلے جن وانس آسمانوں سے آگے جاتے تھے، دادا دادی کو جنت میں بسایا تھا، جنت سدرۃ المنتہی سے پرے ہے، عیسیٰ علیہ السلام بھی آسمان پر اٹھائے گئے، البتہ اور یس علیہ السلام کا چپکے سے آسمانوں میں پہنچ جانا افسانہ ہے، اور ہمارے نبی ﷺ کا معراج میں آسمانوں میں جانا ثابت ہے، اور ابلیس علیہ اللعنہ نے دادا دادی کو جنت میں جا کر پھسلایا تھا۔ پھر جب دادا دادی اور ابلیس کو نیچے اتارا گیا تو ان کا آسمانوں کے پار جانا موقوف ہو گیا، مگر جنات اب بھی آسمان کے قریب جاتے ہیں، اور انسان چونکہ خاکی مخلوق ہے، اس لئے عام حالات میں وہ زمین سے بہت زیادہ دور نہیں جاسکتے، اس لئے فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکلنے کے لئے غلبہ اور قوت چاہئے، جو جن وانس کو حاصل نہیں۔

﴿فَيَأْتِي آلِهَهُكُمْ لِمَا شَكَكْتُمْ بِهِ﴾ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شَوْاْظٌ مِّنْ نَّارٍ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنتَصِرُونَ﴾

ترجمہ: تم دونوں پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑا جائے گا، پھر تم دونوں اس کو ہٹانہ سکو گے — جنات جب آسمان کے قریب جاتے ہیں تو ان پر شہاب ثاقب (دہکتا شعلہ) پھینکا جاتا ہے، یہی شواظ (آگ کا شعلہ) ہے، اور دھواں چھوڑا جائے گا جیسے آنسو گیس چھوڑا جاتا ہے، اس سے جنات کا دم گھٹ جائے گا۔ غرض: جن وانس بھاگ کر نہ آسمان کے پار جاسکتے ہیں نہ زمین سے نکل سکتے ہیں، پھر وہ عذاب الہی سے کیسے بچ سکتے ہیں؟

﴿فَيَأْتِي آلِهَهُكُمْ لِمَا شَكَكْتُمْ بِهِ﴾ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكُنتَ وَرَدَةً كَالذِّهَابِ﴾

ترجمہ: پس جب آسمان پھٹ جائے گا، اور وہ سرخ گلابی رنگ کا ہو جائے گا، جیسے رنگا ہوا سرخ چمڑا — یعنی آسمان کا موجودہ نیلگوئی رنگ بدل جائے گا، اور وہ خون کی طرح سرخ ہو جائے گا، اس وقت قیامت قائم ہوگی۔

﴿فَيَأْتِي آلِهَهُكُمْ لِمَا شَكَكْتُمْ بِهِ﴾ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌ﴾ اس دن کسی جن وانس سے اس کے جرم کے بارے

میں نہیں پوچھا جائے گا — اس لئے کہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہوگا، اور جرائم کی مسل بھی موجود ہوگی، نئمۂ اعمال میں سب کچھ ریکارڈ ہوگا، پھر پوچھ گچھ کی کیا ضرورت ہے؟

﴿فَيَأْتِي اللَّهَ رَبُّكُمَا تُكَذِّبُنِي﴾ ۵: پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!
 ﴿يُعَرِّفُ الْجَنُّونَ بَيْنَهُمَا فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ﴾ ۶

ترجمہ: مجرم لوگ ان کے چہروں کی علامتوں سے پہچان لئے جائیں گے — کافروں کے چہروں پر بولیٹ (سیاہی) برس رہی ہوگی، اور ان کی آنکھیں نیل گونی ہوگی، اس سے مجرم خود بخود پہچان لئے جائیں گے، جیسے مومنین سجدوں اور وضوء کے آثار و انوار سے پہچان لئے جائیں گے — پس وہ پیشانی کے بالوں اور ٹانگوں سے پکڑے جائیں گے — مفسرین نے اس کی دو صورتیں لکھی ہیں: (۱) کسی کے بال اور کسی کی ٹانگ پکڑ کر جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا۔ (۲) مجرم کی ہڈیاں پسلیاں توڑ کر پیشانی کو پاؤں سے ملا دیں گے، اور زنجیر وغیرہ سے پکڑ کر دوزخ میں ڈالیں گے (نوائد) اور اس کو تشیل بھی قرار دے سکتے ہیں۔

﴿فَيَأْتِي اللَّهَ رَبُّكُمَا تُكَذِّبُنِي﴾ ۵: پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْجَنُّونُونَ﴾ ۶: یہ دوزخ ہے جس کو مجرم لوگ جھٹلایا کرتے تھے — یعنی دنیا میں اسی دوزخ کا انکار کیا کرتے تھے۔

﴿يُطَوَّقُونَ بِبَيْنَآ وَبَيْنَ حَبِيبِهِ﴾ ۷: وہ لوگ دوزخ اور کھولتے گرم پانی کے درمیان آتے جاتے رہیں گے — جہنمیوں کا یہ دائرہ و اثر و کس جہنم سے باہر ہوگا، مگر جہنم کے ایریا میں ہوگا، جب جہنمی پیاسے ہو گئے تو ان جانوروں کو پانی پینے کے لئے ٹنکی پر لایا جائے گا، پھر ان کو جہنم میں پہنچا دیا جائے گا، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

﴿فَيَأْتِي اللَّهَ رَبُّكُمَا تُكَذِّبُنِي﴾ ۵: پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

فائدہ: مجرموں کو سزا دینا بھی وفاداروں کے حق میں انعام ہے، اور اس سزا کا بیان کرنا بھی، تاکہ لوگ سن کر اس جرم سے باز رہیں، یہ مستقل انعام ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”ہر آیت میں نعمت جتنائی، کوئی اب نعمت ہے، اور کسی کی خبر دینا نعمت ہے کہ اس سے بچیں“ (نوائد)

وَلَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ ۖ فَيَأْتِي الْآءَ رَبِّكُمَا تُكَذِّبُنِي ۖ ذَوَاتَا أَفْنَانٍ ۖ
 فَيَأْتِي الْآءَ رَبِّكُمَا تُكَذِّبُنِي ۖ فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيَنِ ۖ فَيَأْتِي الْآءَ رَبِّكُمَا
 تُكَذِّبُنِي ۖ فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجِينَ ۖ فَيَأْتِي الْآءَ رَبِّكُمَا تُكَذِّبُنِي ۖ مُتَكِيَيْنَ
 عَلَى فُرُشٍ بَطَآئِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ ۖ وَجَنَّاتُ الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۖ فَيَأْتِي الْآءَ رَبِّكُمَا

تُكَذِّبِينَ ۝ فِيهِنَّ قُصِرَتْ الطَّرِيفُ ۖ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ۖ
 فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۖ كَانَهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ۖ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا
 تُكَذِّبِينَ ۖ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۖ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۖ
 وَمِنْ دُونِهِمَا جَنَّتَيْنِ ۖ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۖ مُدْهَمَمَتَيْنِ ۖ
 فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۖ فِيهِمَا عَيْنِينَ نَضَّاحَتَيْنِ ۖ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا
 تُكَذِّبِينَ ۖ فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ ۖ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۖ
 فِيهِنَّ خَيْرُ مَحْضٍ حَسَانٌ ۖ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۖ حُورٌ مَقْصُورَاتٌ فِي
 الْخِيَامِ ۖ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۖ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ۖ
 فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۖ مُتَكِينِينَ عَلَى رُفْدٍ خَضِرٍ وَعَبْقَرِيَّ حُسَيْنٍ ۖ
 فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۖ تَبَرَّكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۖ

ع

وَلَمَن	اور اس کے لئے جو	تُكَذِّبِينَ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	تَجْرِبِينَ ^(۳)	بہرہ
خَافٍ	ڈرا	ذَوَاتَا أَفْنَانٍ ^(۲)	شاخوں والے	فَبِأَيِّ آلَاءِ	پس کون کونسی نعمتوں کو
مَقَامٍ ^(۱)	کھڑے ہونے سے	فَبِأَيِّ	پس کونسی	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی
رَبِّهِ	اپنے رب کے سامنے	الْآءِ	نعمتوں کو	تُكَذِّبِينَ	جھٹلاؤ گے تم دونوں
جَنَّتَيْنِ	دوباغ ہیں	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	فِيهِمَا	دونوں باغوں میں
فَبِأَيِّ	پس کونسی	تُكَذِّبِينَ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	مِنْ كُلِّ	ہر قسم سے
الْآءِ	نعمتوں کو	فِيهِمَا	دونوں باغوں میں	فَاكِهَةٍ	میوے ہیں
رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	عَيْنَيْنِ	دو چشمے ہیں	رَّوْجَيْنِ ^(۴)	قسم قسم کے

(۱) مقام: مصدر میسی اور اضافت لامیہ ہے: ﴿يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (۲) ذواتا: ذوات کاثنیہ ہے ذات کا نہیں اور افنان: فن کاثنیہ ہے: شاخ، فنون، شاخیں (۳) تجریبان: عینان کی صفت ہے (۴) زوجان: ثنیہ تکرار کے لیے ہے، جیسے ﴿فَارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ﴾۔

فِیْآئِی	پس کوئی	قَبْلَهُمْ	ان سے پہلے	تُكَذِّبُنِی	جھٹلاؤ گے تم دونوں
اَلْاَیَّ	نعمتوں کو	وَلَا جَانِّ	اور نہ کسی جن نے	وَمِنْ دُونِھِمَا	اور ان دو باغوں کے ورے
رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	فِیْآئِی	پس کوئی	جَنَّتَیْنِ	دو باغ ہیں
تُكَذِّبُنِی	جھٹلاؤ گے تم دونوں	اَلْاَیَّ	نعمتوں کو	فِیْآئِی	پس کوئی
مُتَّكِنِیْنَ	ٹیک لگانے والے	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	اَلْاَیَّ	نعمتوں کو
عَلٰی فُرُشٍ	بچھونوں پر	تُكَذِّبُنِی	جھٹلاؤ گے تم دونوں	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی
بَطْلَانِھِمَا ^(۱)	ان کے آستر	كَانَھُنَّ	گویادہ عورتیں	تُكَذِّبُنِی ^(۵)	جھٹلاؤ گے تم دونوں
مِنْ اَسْتَبْرَقٍ	دیزریشم کے ہیں	اَلِیْسَا قُوْتُ	لعل (ہیرے)	مُدَّھَا مَتْنِیْنَ	دونوں گہرے سبز
وَجَنَّا ^(۲)	اور پکے ہوئے پھل	وَالْمَجَانِّ	اور موسگے ہیں	(سیاہ) ہیں	
اَلْجَنَّتَیْنِ	دونوں باغوں کے	فِیْآئِی	پس کوئی	فِیْآئِی	پس کوئی
دَاۤیِّنِ ^(۳)	قریب ہونے والے ہیں	اَلْاَیَّ	نعمتوں کو	اَلْاَیَّ	نعمتوں کو
فِیْآئِی	پس کوئی	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی
اَلْاَیَّ	نعمتوں کو	تُكَذِّبُنِی	جھٹلاؤ گے تم دونوں	تُكَذِّبُنِی	جھٹلاؤ گے تم دونوں
رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	ھَلْ	نہیں	فِیْھِمَا	دو باغوں میں
تُكَذِّبُنِی	جھٹلاؤ گے تم دونوں	جَزَاءُ	بدلہ	عَیْنِیْنَ	دو چشمے ہیں
فِیْھُنَّ	ان باغات میں	اَلْاِحْسَانِ	نیکو کاری کا	نَضَّا خَتَیْنَ ^(۶)	اہل رہے ہی
قَصِیْرَتُ	روکنے والیاں ہیں	اِلَّا الْاِحْسَانُ	مگر حسن سلوک	فِیْآئِی	پس کوئی
اَلطَّرَفِ	نگاہ کو	فِیْآئِی	پس کوئی	اَلْاَیَّ	نعمتوں کو
لَمْ یَطْلُبْھُنَّ ^(۴)	نہیں ہاتھ لگایا ان کو	اَلْاَیَّ	نعمتوں کو	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی
بِاَسْنِیْ	کسی انسان نے	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	تُكَذِّبُنِی	جھٹلاؤ گے تم دونوں

(۱) بطائن: بطانۃ کی جمع: آستر: دو ہرے کپڑے کی نیچے کی تہ۔ (۲) جَنَّا: مفرد: پکا عمدہ میوہ، اَجْنَاء اور اُجْنِی جمع (۳) دَاۤیِّنِ: اسم فاعل، دُنُو سے: قریب ہونا (۴) طَمَّتْ (ض) المرأة: ہم بستری کرنا (۵) مُدَّھَا مَتْنِیْنَ: اسم فاعل واسم مفعول اذْھِیْمَا: اتنا گہرا سبز کہ سیاہ معلوم ہو (۶) نَضَّا خَتَیْنَ: اسم مبالغہ: ایسا ہوا جوش زن جس کا پانی کبھی ختم نہ ہو۔

رَقِیْمًا	دونوں باغوں میں	تُكْدِيْنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	تُكْدِيْنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں
فَاَكْبَهَتْ	میوے	حُورٌ	گوری عورتیں	مُتَكِيْنٍ	ٹیک لگانے والے
وَنَحْلٌ	اور بھجوریں	مَقْصُوْرَتٌ (۳)	پردہ نشیں	عَلٰی رَفْرَفٍ (۴)	چاندنی پر
وَرُمَانٌ	اور انار ہیں	فِي الْخِيَامِ	خیموں میں	خَضِرٌ (۵)	سبز
فِيَّائِي	پس کوئی	فِيَّائِي	پس کوئی	وَعَبَقَرِيَّةٍ (۶)	اور قیمتی بستر پر
اَلَاۤءِ	نعمتوں کو	اَلَاۤءِ	نعمتوں کو	حَسٰنٍ	نقیس (خوب صورت)
رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	فِيَّائِي اَلَاۤءِ	پس کوئی نعمتوں کو
تُكْدِيْنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	تُكْدِيْنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی
فِيْهِنَّ	ان باغات میں	لَمْ يَطْمِثْنِ	ہاتھ نہیں لگایا ان کو	تُكْدِيْنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں
خَيْرٌ (۱)	اچھی عورتیں ہیں	اِنْسٌ	کسی انسان نے	تَبَرَكٌ	بڑی برکت والا ہے
حَسٰنٌ (۲)	خوب صورت	قَبْلَهُمْ	ان سے پہلے	اِسْمُ رَبِّكَ	آپ کے رب کا نام
فِيَّائِي	پس کوئی	وَلَا جَانٌ	اور نہ کسی جن نے	ذِي الْجَلَالِ	بزرگی والا
اَلَاۤءِ	نعمتوں کو	فِيَّائِي اَلَاۤءِ	پس کوئی نعمتوں کو	وَالْاِكْرَامِ	اور عزت والا
رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی		(احسان والا)

ایماندار جن و انس کا اخروی انجام

پہلے تین باتیں ذہن نشیں کر لیں:

۱۔ یہ دنیا مخلوقات کا آمیزہ (مکرب) ہے، مومن و کافر، نیکوکار و بدکار، جن و انس سب ایک ساتھ ہیں، ان میں کوئی امتیاز نہیں، مگر آنے والی دنیا میں ان کے درمیان جدائی کر دی جائے گی، مومنین جنت میں اور کفار جہنم میں ہونگے، اور نیکوکار انسانوں کی جنت الگ ہوگی، اور نیکوکار جنات کی الگ، مگر اس سورت میں دونوں کا بیان ساتھ چل رہا ہے، اس لئے ﴿جَنَّتٍ﴾ فرمایا، ایک جنت انسانوں کی ہے، دوسری جنات کی، اور دونوں جنتیں نعمتوں کے اعتبار سے یکساں

(۱) خیات: خیرۃ کی جمع: نیک سیرت، اچھی عورت (۲) حسان: حسنۃ کی جمع: خوبصورت، حسین و جمیل (۳) مقصودۃ: بمعنی قاصرات یعنی اسم مفعول بمعنی اسم فاعل: پردہ نشیں۔ (۴) رفوف: قالین؛ چاندنیاں، گدے تکیے (۵) خضو: أخضو اور خضر اک کی جمع: سبز، ہرا (۶) عبقری: قیمتی، نادر، نفیس، خوبصورت، بچھونا، عجیب و غریب آدمی بھی اس کے معنی ہیں یعنی ہیرہ۔

ہوگی، کیونکہ دونوں عمل کے اعتبار سے یکساں ہیں، دونوں مکلف ہیں، اور دونوں کے لئے احکام ایک ہیں — اسی طرح کافر جن وانس کی دوزخیں بھی الگ الگ ہوں گی، تقابل کا یہی تقاضا ہے — رہے فرشتے تو وہ دونوں جنتوں اور دونوں دوزخوں میں آتے جاتے رہیں گے، ﴿يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ﴾ اور ﴿عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ﴾ سے یہ بات واضح ہے۔

۲- سورت میں دو جگہ ہم بستی کی نفی کی ہے، انسانوں کی ازواج کے تعلق سے انسانوں کے ہاتھ لگانے کی اور جنات کی ازواج کے تعلق سے جنات کے ہاتھ لگانے کی نفی کی ہے۔

۳- قرآن کریم متقی مؤمنین کا اخروی انجام بیان کرتا ہے، دوسرے درجہ کے مؤمنین کا انجام صراحتاً بیان نہیں کرتا، تاکہ ان کی بدکرداری کو شہ نہ ملے، چنانچہ اول درجہ کی جنت کے بیان میں: ﴿وَلَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ﴾ کی صراحت کی ہے، اور ﴿وَمِنْ دُونِهِمَا﴾ میں صراحت نہیں کی کہ یہ دو جنتیں کن لوگوں کے لئے ہیں، ظاہر ہے یہ بھی مؤمنین کے لئے ہیں مگر دوسرے درجہ کے مؤمنین کے لئے۔

اعلیٰ درجہ کی جنت کا حال: اعلیٰ درجہ کی جنت اعلیٰ درجہ کے مسلمانوں کے لئے ہے، اور اعلیٰ درجہ کے مسلمان وہ ہیں جن کو دنیا میں ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے کہ ان کو ایک دن اللہ کے سامنے حساب کے لئے کھڑا ہونا ہے، اس لئے وہ اللہ کی نافرمانی سے بچتے ہیں، اور تقویٰ کی راہ اپناتے ہیں۔ آخرت میں دو باغ ہیں: ایک نیک انسانوں کے لئے اور دوسرا نیک جنات کے لئے، اور دونوں کا حال یکساں ہے، دونوں باغ شاخوں دار ہیں، خوب پھلے پھولے ہوئے ہیں، ان میں دو چشمے بہہ رہے ہیں، اس لئے سدا بہار ہیں، ان میں قسم قسم کے میوے ہیں، کسی بات کا ٹوٹا نہیں، جنتیوں کی نشست گاہیں ایسے فرشوں کی ہیں جن کا استر دبیز ریشم کا ہے، ابرے کا حال اللہ بہتر جانیں! دونوں باغوں کے پتے ہوئے میوے جھکے ہوئے ہیں، تاکہ بے تکلف کھڑے بیٹھے لے سکیں، اور ہر جنتی کی جنت بہت سے باغات پر مشتمل ہوگی، اور ہر باغ میں اس کی فیملی ہوگی، ان کی بیویاں دوشیزہ نچی نگاہ والیاں ہوگی، ان کو ان کے شوہروں سے پہلے کسی نے ہاتھ نہیں لگایا ہوگا، وہ صاف رنگت کی بیش بہا یا قوت و مرجان کی طرح ہوں گی، یہ اعلیٰ درجہ کی جنت اعلیٰ درجہ کے نیکو کاروں کا صلہ ہے، کیونکہ حسن سلوک کا صلہ حسن سلوک ہی ہوتا ہے، ان بندوں نے چونکہ دنیا میں احکام کی پوری پیروی کی، اس لئے صلہ میں اعلیٰ درجہ کی جنت ملی۔

کم درجہ کی جنت کا حال: پہلی دو جنتوں سے کم درجہ کی دو جنتیں اور ہیں، ایک کم درجہ کے انسانوں کے لئے، دوسری کم درجہ کے جنات کے لئے، اور دونوں کا حال یکساں ہے، دونوں گہری سبز سیاہی مائل ہیں، خوب تر دنازہ! ان میں

اُبلتے ہوئے دُجشمے ہیں، جن کا سوت کبھی خشک نہیں ہوگا، ان میں ہر طرح کے میوے، کھجوریں اور انار ہیں، ان کی جنت بھی کئی باغات پر مشتمل ہوگی، اور ہر باغ میں اس کی فیلی ہوگی، ان کی بیویاں خوب سیرت خوب صورت ہوگی، گوری رنگت والی خیموں میں پردہ نشیں، جن کو ان کے شوہروں سے پہلے کسی نے ہاتھ نہیں لگایا ہوگا، ان کی نشست گاہوں میں سبز چاندنی پتھی ہوگی، جس پر قیمتی نفیس بستر لگے ہونگے، وہ ان پر ٹیک لگا کر بیٹھیں گے!

یہ جنتیں عظمت و بزرگی والے رب العالمین نے تیار کی ہیں، ان کا نام پاک بڑا برکت والا ہے!

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٌ ۖ فِيْهَا اَيُّ الْاَشْءِ رِيْكَمًا تُكْدُّ بِنًۖ ۝۱﴾

ترجمہ: اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے: اس کے لئے دو باغ ہیں — یعنی اعلیٰ درجہ کے مومنین کے لئے دو باغ ہیں، ایک انسان مومن کے لئے، دوسرا جنات مومن کے لئے — پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ذَوَاتَا اَفْنَانٍ ۖ فِيْهَا اَيُّ الْاَشْءِ رِيْكَمًا تُكْدُّ بِنًۖ ۝۲﴾

ترجمہ: دونوں کثیر شاخوں والے ہیں، پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿فِيْهِمَا عَيْنٰتٌ تَّخْرِيبٰۤنٍ ۖ فِيْهَا اَيُّ الْاَشْءِ رِيْكَمًا تُكْدُّ بِنًۖ ۝۳﴾

ترجمہ: دونوں (جنتوں) میں دُجشمے ہیں، جو بہہ رہے ہیں، پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰۤنٍ ۖ فِيْهَا اَيُّ الْاَشْءِ رِيْكَمًا تُكْدُّ بِنًۖ ۝۴﴾

ترجمہ: دونوں (باغوں) میں ہر میوے کی دو دو قسمیں ہیں/قسم قسم کے میوے ہیں — زوجان (مثنوی) عدد کے لئے بھی ہو سکتا ہے، اور تکرار اور کثرت کے لئے بھی — پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿مُتَشٰكِبٰۤنٍ عَلٰۤى فُرُشٍ ۚ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ۚ وَجَنَۃُ اِلْحٰثٰتَيْنِ ۚ دَاۤىِٕ ۖ فِيْهَا اَيُّ الْاَشْءِ رِيْكَمًا تُكْدُّ بِنًۖ ۝۵﴾

ترجمہ: ٹیک لگانے والے ایسے فرشوں پر جن کا آستر دیزریشم کا ہے — اُبرے کو اسی پر قیاس کر لو — اور دونوں باغوں کے پتے پھل نزدیک ہونے والے ہیں — یعنی پھل خود بخود جنتی کی حالت کے قریب آجائیں گے، ہر وقت جھکے ہوئے نہیں رہیں گے — پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿فِيْهِۦنَّ قُصُوٰدُ الطَّرَفِ ۚ لَمْ يَطْلُبْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌ ۖ فِيْهَا اَيُّ الْاَشْءِ رِيْكَمًا تُكْدُّ بِنًۖ ۝۶﴾

ترجمہ: ہاتھ نہیں لگایا ان کو ان سے پہلے کسی انسان نے اور نہ کسی جن نے — لا کے بعد پورا جملہ لوٹایا جاتا ہے، پس یہ دو جملے ہیں، اور دو مخلوق سے متعلق ہیں، انسانوں کی ازواج سے ان سے پہلے کسی انسان نے مقابرت نہیں کی ہوگی

یعنی وہ دوشیزہ (کنواری) ہوگی، یہی حال جنات کی ازواج کا ہوگا۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ یعنی انکار کرو گے۔

﴿كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝﴾

ترجمہ: گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔ پہلی تشبیہ بیش قیمت ہونے کے اعتبار سے ہے اور دوسری نظافت اور صفائی کے اعتبار سے۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝﴾

ترجمہ: نیکوکاری کا بدلہ نیکوکاری ہی ہوتا ہے۔ یعنی ان جنتیوں نے دنیا میں انتہائی درجہ کی عبادت کی تھی اس لئے ان کو اعلیٰ درجہ کی جنت عنایت فرمائی۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿وَمِنْ دُونِهِمَا جَنَّتَيْنِ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝﴾

ترجمہ: اور ان دونوں سے کم درجہ دوسرے دو باغ ہیں۔ یہ برائے نام کم درجہ ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿مُذْهَبًا مَّتْنِنَ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝﴾

ترجمہ: دونوں باغ گہرے سبز ہیں۔ تر و تازہ اور ہرے بھرے کھیت اور باغ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿فِيهِمَا عَيْنِيْنِ نَضَّا خَضِيْبَ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝﴾

ترجمہ: دونوں باغوں میں دو چشمے ہیں، دونوں جوش مار رہے ہیں۔ دونوں کے سوت (واد) جھول (کبھی خشک نہیں ہونگے)۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿فِيهِمَا قَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝﴾

ترجمہ: دونوں باغوں میں میوے، کھجوریں اور انار ہیں۔ عرب میں خاص یہی دو میوے ہوتے ہیں، اس لئے ان کی تخصیص کی۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿فِيْهِمْ خَيْرٌ حَسَانٌ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝﴾

ترجمہ: ان (باغات) میں خوب سیرت خوبصورت عورتیں ہیں۔ ہر جنتی کی جنت بہت سے باغات کا مجموعہ ہوگی، اور ہر باغ میں اس کی فیملی ہوگی، اس لئے ہُن: (ضمیر جمع مؤنث غائب) لائے ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب

کی کون کوئی نعمتوں کو جھٹلاو گے!

﴿حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْبُحَيْرَاتِ ۖ قِيَّاتٌ آلَاءُ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝﴾

ترجمہ: گوری، خیموں میں پردہ نشیں ہیں — عورت کی یہی دواہم خوبیاں ہیں — پس تم دونوں اپنے رب کی کون کوئی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿لَمْ يَطْمِئِنَّهُنَّ أَنْسَ قُبُلُهُمْ وَلَا جَانٌّ ۖ قِيَّاتٌ آلَاءُ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝﴾

ترجمہ: ہاتھ نہیں لگایا ان سے پہلے کسی انسان نے اور نہ کسی جن نے — یعنی کیا ہوگی — پس تم دونوں اپنے رب کی کون کوئی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿مُتَشَكِّبِينَ عَلَى رَفْرَفٍ خُضِرٍ وَعَبَقَرٍ ۖ حَسَانٍ ۖ قِيَّاتٌ آلَاءُ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝﴾

ترجمہ: تکیہ لگائے ہوئے ہو گئے سبز چاندنیوں اور نہایت خوبصورت بستروں پر — الرَّفْرَفُ: بچھانے کا فرش، دری، چاندنی، قُوبُ رَفْرَفُ: باریک کپڑا، رَفْرَفُ خُضِرُ: سبز کپڑا یا گدا — الْعَبَقَرُ: عبقور کی طرف نسبت، حیرت انگیز، باکمال و بے مثال آدمی یا بے مثال چیز — پس تم دونوں اپنے رب کی کون کوئی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝﴾

ترجمہ: بڑا بابرکت نام ہے آپ کے عظمت و احسان والے پروردگار کا! — اسی کریم و عظیم نے جنتیں مہیا کی ہیں۔

﴿۲۹﴾ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۷ھ = ۸ اپریل ۲۰۱۶ء ﴿﴾



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة الواقعة

یہی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ۴۶ ہے، یہی دور کے وسط کی سورت ہے، اس کی خاص فضیلت یہ ہے کہ اگر اس کو رات کو پڑھا جائے تو فقر و فاقہ سے حفاظت ہو جاتی ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے، خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عیادت کے لئے تشریف لائے، پوچھا: کیا تکلیف ہے؟ جواب دیا: اپنے گناہوں کی تکلیف ہے! پوچھا آپ کیا چاہتے ہیں؟ جواب دیا: اپنے رب کی رحمت چاہتا ہوں! پوچھا: کسی طبیب کو بلاؤں؟ فرمایا: طبیب ہی نے بیمار کیا ہے! پوچھا: آپ کے لئے بیت المال سے کوئی عطیہ بھیج دوں؟ فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں، حضرت عثمانؓ نے فرمایا: عطیہ لے لیجئے، وہ آپ کے بعد آپ کی لڑکیوں کے کام آئے گا، جواب دیا: کیا آپ کو میری لڑکیوں کے بارے میں یہ فکر ہے کہ وہ فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جائیں گی؟ مگر مجھے یہ فکر اس لئے نہیں کہ میں نے اپنی لڑکیوں کو تاکید کر رکھی ہے کہ وہ ہر رات سورۃ واقعہ پڑھا کریں، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص ہر رات سورۃ واقعہ پڑھا کرے وہ کبھی فاقہ میں مبتلا نہیں ہوگا (معارف القرآن)

رابط اور سورت کے مضامین، سورۃ الرحمان میں انسانوں اور جنات کی تین قسمیں کی ہیں: اعلیٰ درجہ کی جنت حاصل کرنے والے، کم درجہ کی جنت حاصل کرنے والے اور کفار، اس سورت کے شروع میں بھی انہیں تین کا ذکر ہے، پھر توحید، دلیل رسالت اور آخرت کا ذکر ہے، آیت دس تک تمہید ہے، پھر آیت ۲۶ تک سابقین کا ذکر ہے، یہی حضرات اعلیٰ درجہ کی جنت پانے والے ہیں، پھر آیت ۴۰ تک اصحاب الیمین کا ذکر ہے، یہ کم درجہ کی جنت پانے والے ہیں، پھر آیت ۵۶ تک کفار کا ذکر ہے، یہ دوزخ والے ہیں، پھر آیت ۷۳ تک توحید کے دلائل عقلیہ ہیں، پھر آیت ۸۲ تک دلیل رسالت کا ذکر ہے، جو توحید کی نقلی دلیل ہے، پھر آخر تک آخرت کا مضمون ہے۔

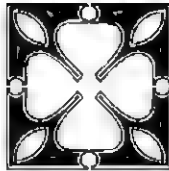
اصحاب الیمین: اصحاب الیمین (دائیں والوں) کی بہت تفسیریں کی گئی ہیں، مثلاً: (۱) جو لوگ عرش عظیم کی داہنی طرف ہو گئے (۲) جن کو آدم علیہ السلام کے داہنے پہلو سے نکالا گیا تھا (۳) جن کو اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا، یہ آخری تفسیر رائج ہے۔

سوال: ایک مقسم کے اقسام میں بتایں ہوتا ہے، جیسے کلمہ کی اقسام ثلاثہ (اسم، فعل اور حرف) میں بتایں ہے، جبکہ انسان کی اقسام ثلاثہ (سابقین، اصحاب الیمین اور کفار) میں بتایں نہیں، کیونکہ سابقین کو بھی نلمہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، پس وہ بھی اصحاب الیمین ہیں۔

جواب: سابقین میں تجرید کریں گے، تجرید: علم بیان کی ایک صنعت ہے، جس میں زوائد کو حذف کر کے صرف ایک معنی سے غرض رکھتے ہیں، بہ الفاظ دیگر: کسی چیز کو اس کی صفت سے ذہنی طور پر الگ کر کے اصل پر اعتماد کرنا اور نتیجہ نکالنا، پس سابقین کے اصحاب الیمین ہونے کا پہلو الگ کر لیا جائے گا، تو بتایں کی نسبت صحیح ہو جائے گی۔

لطفہ: دو حقیقی بھائی ایک دوسرے کو ماں کی گالی دے رہے تھے، کسی نے کہا: تم دونوں کی ماں تو ایک ہے! اس نے جواب دیا: جب میں بھائی کو ماں کی گالی دیتا ہوں تو اپنی ماں کی تجرید کر لیتا ہوں! یعنی اس سے قطع نظر کر لیتا ہوں، صرف نظر کر لیتا ہوں، اسی طرح جب السابقین کہا تو ان کی اصحاب الیمین ہونے کی صفت سے صرف نظر کر لی۔

ملفوظہ: تجرید کا مقابل تضمین ہے یعنی ایک فعل میں دوسرے فعل کے معنی شامل کرنا، اب دوسرے فعل کا خاص صلہ لانا درست ہو جائے گا۔



سُورَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ (۴۶)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۚ لَيْسَ لَوْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۖ خَافِضَةٌ رَافِعَةٌ ۚ إِذَا رُجَّتِ
 الْأَرْضُ رَجًا ۚ وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًا ۚ فَكَانَتْ هَبَاءً مُنْبَثًا ۚ وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا
 ثَلَاثَةً ۚ فَأَصْحَبُ الْمِئْمَنَةِ ۚ مَا أَصْحَبُ الْمِئْمَنَةِ ۚ وَأَصْحَبُ الشُّمُوعَةِ ۚ
 مَا أَصْحَبُ الشُّمُوعَةِ ۚ وَالسَّيْقُونِ السَّيْقُونِ ۚ

إِذَا وَقَعَتِ	جب رونما ہوگا	وَبُسَّتِ ^(۳)	اور ریزہ ریزہ کر دیئے	فَأَصْحَبُ	پس دائیں والے
الْوَاقِعَةُ	ہونے والا واقعہ		جائیں گے	الْمِئْمَنَةِ	(اہل سعادت)
لَيْسَ	نہیں ہوگا	الْجِبَالُ	پہاڑ	مَا أَصْحَبُ ^(۵)	کیا خوب ہیں
لَوْعَتِهَا	اس کے ہونے کو	بَسًا	توڑ پھوڑ کر	الْمِئْمَنَةِ	دائیں والے!
كَاذِبَةٌ ^(۱)	کوئی جھٹلانے والا	فَكَانَتْ	پس ہو جائیں گے وہ	وَأَصْحَبُ	اور بائیں والے
خَافِضَةٌ	پست کرنے والا	هَبَاءً	غبار	الشُّمُوعَةِ	(اہل شقاوت)
رَافِعَةٌ	بلند کرنے والا	مُنْبَثًا ^(۴)	اڑتا ہوا	مَا أَصْحَبُ	کیسے برے ہیں
إِذَا رُجَّتِ ^(۲)	جب ہلادی جائے گی	وَكُنْتُمْ	اور ہو جاؤ گے تم	الشُّمُوعَةِ	بائیں والے!
الْأَرْضُ	زمین	أَزْوَاجًا	قسمیں	وَالسَّيْقُونِ	اور آگے نکلنے والے
رَجًا	ہلادیا جانا	ثَلَاثَةً	تین	السَّيْقُونِ	تو آگے نکلنے والے ہیں

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

قیامت کے دن انسانوں کی تین قسمیں

یہ تمہیدی آیات ہیں۔ جب قیامت کا واقعہ رونما ہوگا تو اس کو جھٹلانے کی کسی میں ہمت نہ ہوگی، آج تو جھٹلانے والے

(۱) کاذبہ: ای نفس کاذبہ (۲) رَجَّ يَرْجُ رَجًا: ہلانا، جنبش دینا (۳) بَسَّ (ن) بَسًا: پکنا چور کرنا، ٹکڑے ٹکڑے کرنا

(۴) مُنْبَثًا: اصل میں مُنْبَثٌ (اسم فاعل یا اسم مفعول) تھا: پراگندہ، اڑتا ہوا، پھیلا ہوا (۵) مَا: استفہامیہ ہے۔

ہیں۔ مگر جب وہ واقعہ ہو پڑے گا تو کون جھٹلا سکے گا؟ اس دن مومنین سرخ رو ہونگے اور منکرین ذلیل و خوار، یہ واقعہ اس وقت رونما ہوگا جب زمین میں سخت زلزلہ آئے گا، اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر غبار کی طرح اڑتے پھریں گے، اس دن لوگوں کی تین قسمیں ہو جائیں گی، آج تو سب رلے ملے ہیں، اس دن جدا جدا ہو جائیں گے، اس دن مقررین جنت کے نہایت اعلیٰ درجہ پر فائز ہونگے، اور جن کو نائمہ اعمال دہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ بھی جنت میں شاد کام ہونگے، اور جن کو نائمہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا ان کی بری گت بنے گی۔

آیاتِ پاک: — جب ہونے والا واقعہ ہو پڑے گا — یعنی قیامت قائم ہو جائے گی — تو اس کے ہونے کو کوئی جھٹلانے والا نہیں ہوگا، وہ واقعہ بعض کو پست اور بعض کو بلند کرے گا — جب زمین میں سخت زلزلہ آئے گا، اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، اور وہ پراگندہ غبار ہو جائیں گے تو تم تین قسمیں ہو جاؤ گے، پس دہنے والے کیا خوب ہیں دہنے والے! اور بائیں والے کیسے برے ہیں بائیں والے! اور جو اعلیٰ درجہ کے ہیں وہ تو اعلیٰ ہی درجے کے ہیں!

أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ﴿١﴾ فِي جَنَّةِ النَّعِيمِ ﴿٢﴾ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿٣﴾ وَقَلِيلٌ مِّنَ
الْآخِرِينَ ﴿٤﴾ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ ﴿٥﴾ مُتَّكِئِينَ عَلَيْهَا مُتَقَابِلِينَ ﴿٦﴾ يَطُوفُ عَلَيْهِمْ
وَلَدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ﴿٧﴾ يَأْكُوبُ وَابَارِئُهَا وَكَأْسٍ مِّنْ مَّعِينٍ ﴿٨﴾ لَا يَصَدَّعُونَ
عَنْهَا وَلَا يَنْزِفُونَ ﴿٩﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ﴿١٠﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿١١﴾
وَحُورٌ عِينٌ ﴿١٢﴾ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ﴿١٣﴾ جَزَاءُ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾ لَا
يَسْعَوْنَ فِيهَا لَعْوًا وَلَا تَأْتِيهِمْ إِلَّا قِيْلًا سَلَامًا ﴿١٥﴾

أُولَٰئِكَ	وہ لوگ	ثَلَاثَةٌ ^(۱)	ایک انبوہ	عَلَىٰ سُرُرٍ ^(۲)	تختوں پر
الْمُقَرَّبُونَ	نزدیک کئے ہوئے ہیں	مِّنَ الْأَوَّلِينَ	پہلوں میں سے	مَّوْضُونَةٍ ^(۳)	جڑاؤ والے (جوہرات
فِي جَنَّةِ	باغات میں	وَقَلِيلٌ	اور تھوڑے		سے آراستہ)
النَّعِيمِ	نعمتوں کے	مِّنَ الْآخِرِينَ	پچھلوں میں سے	مُتَّكِئِينَ	ٹیک لگانے والے

(۱) ثَلَاثَةٌ: گروہ، لوگوں کی جماعت، جمع ثَلَاثٌ (۲) سُرُرٌ: سریر کی جمع: بیٹھنے کا تخت، چار پائی۔ (۳) مَّوْضُونَةٌ: اسم مفعول: مَوْضَنُ يَضُنُّ وَضْنًا: السریر: تخت کو جوہرات سے جڑنا۔

عَلَيْهَا	ان پر	عَنْهَا	اس (شراب) سے	الْوَلُؤُ	موتی
مُتَقَلِّبِينَ	آمنے سامنے	وَلَا يَنْزِفُونَ ^(۲)	اور نہ بے ہوش ہونگے وہ	الْمُكْنُونِ	چھپائے ہوئے
يَطُوفُ	گھومیں گے	وَفَاكِهَةٍ	اور میوے کے ساتھ	بِجَزَائِ	بدلہ
عَلَيْهِمْ	ان پر	وَمَتَا	اس میں سے جو	يَسَا	ان کاموں کا جو
وَلَدَانِ	لڑکے	يَتَخَيَّرُونَ ^(۳)	پسند کریں گے وہ	كَانُوا يَعْمَلُونَ	کیا کرتے تھے وہ
مُخَلَّدُونَ	ہمیشہ رہنے والے	وَلَحِيمٍ	اور گوشت کے ساتھ	لَا يَسْعَوْنَ	نہیں سسٹیں گے وہ
يَاكُودًا ^(۱)	گلاسوں کے ساتھ	طَيِّبٍ	پرندے کے	فِيهَا	اس میں
وَأَبَارِئِقَ	اور جکوں کے ساتھ	وَمَتَا	اس میں سے جو	لَعَوَا	بکواس
وَكَايِسَ	اور پیالے کے ساتھ	يَسْتَهْزُونَ	چاہیں گے وہ	وَلَا تَأْثِيْمًا ^(۵)	اور نہ گناہ میں مبتلا کرنا
مِّنْ مَّعِينٍ ^(۲)	بہتے چشمے سے	وَحُودُ	اور گوری عورتیں	إِلَّا قِتْلًا	مگر کہنا
لَّا يُصَدَّعُونَ	نہ دوسرے میں مبتلا کئے	عَيْنُ	بڑی آنکھوں والیاں	سَلَمًا سَلَمًا	سلام! سلام!
جائیں گے وہ	کامثال	جیسے			

سابقین پر آخرت میں انعامات

سابقین (آگے والے) یعنی صفِ اول کے مومنین، جو ایمان میں چٹان کی طرح مضبوط ہوتے ہیں، اور کرنے کے کاموں میں مستحبات تک کی پابندی کرتے ہیں، اور نچنے کے کاموں میں خلافِ اولیٰ سے بھی بچتے ہیں، ان کا انجام بیان فرماتے ہیں:

سابقین کی بڑی فضیلت یہ ہے کہ وہ اللہ کے چہیتے بندے ہیں، مقرب ہونے کا یہی مطلب ہے، تفسیروں میں ایک بات ہے کہ اصحابِ الہدین عرش کی دائیں طرف ہونگے، اور اصحابِ الشمال بائیں طرف، اور سابقین سامنے، یعنی اللہ کے روبرو، یہی تقربِ خاص ہے۔ دوسری فضیلت ان کی یہ ہے کہ وہ سابقین میں سے ہیں، یعنی فرسٹ ڈویژن میں

(۱) کوب: گلاس، ابریق: جگ، لونا (۳) لا یصدعون: مضارع مجہول منفی، جمع مذکر غائب: مصدر تصدیع: دورانِ سر نہیں ہوگا، سر نہیں چکرائے گا (۳) ینزفون: مضارع معروف، مصدر إنزاف: بے ہوش ہونا، اور سورة الصافات آیت ۴۷ میں ینزفون: باب ضرب سے مضارع مجہول ہے، اس کے معنی بھی ہیں: عقل میں فتور آنا۔ (۴) یتخیرون از تخیر (باب تفعّل) پسند کرنا۔ (۵) ائمه تأثیما: گناہ گار بنانا، گناہ میں مبتلا کرنا، یہاں مراد یہودہ بات ہے، کیونکہ وہ عام طور پر گناہ گار بناتی ہے۔

کامیاب ہوئے ہیں — تیسری فضیلت ان کی یہ ہے کہ جنت میں ان کو ہر طرح کی نعمتیں حاصل ہوں گی، النعمیم: اسم جنس ہے، تمام نعمتوں کو عام ہے۔

پھر فرمایا: اگلوں میں سابقین کی تعداد بہت ہے، اور پچھلوں میں کم، اس کا ماسبق لاجلہ الکلام اس امت کے مؤمنین (جن و انس) ہیں، اور گزشتہ امتوں کا حکم قیاس سے لیا جائے گا، ان میں بھی نبی سے متصل مؤمنین میں سابقین کی تعداد زیادہ ہوگی، اور بعد کے لوگوں میں کم، اور انبیاء اس میں شامل نہیں، ان کا مقام و مرتبہ سابقین سے بہت بلند ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرب نبوت کی برکت سے باکمال لوگ زیادہ ہوتے ہیں، پھر جوں جوں زمانہ دراز ہوتا ہے کمال میں کمی آتی ہے، البتہ عام مؤمنین کی تعداد ہمیشہ بہت رہتی ہے۔

جنت میں سابقین کی محفلیں: جنت میں ان کی محفلیں سجیں گی، خوش طبعی کے لئے سب مل کر بیٹھیں گے، جن تختوں/چارپائیوں پر بیٹھیں گے، وہ سونے کے تاروں سے اور پتروں سے آراستہ کئے ہوئے ہونگے، اور سب آمنے سامنے ٹیک لگا کر بیٹھیں گے، کسی کی پشت کسی کے چہرے کی طرف نہیں ہوگی۔

سابقین کے خدام: سابقین کے لئے خدام لڑکے ہونگے، جو جنت کی مخلوق ہونگے، وہ ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، وہ بہتی شراب کے جام، جگ اور پیالے بھر کر لاتے رہیں گے، جنت کی شراب سے نہ درد سر ہوگا نہ عقل میں فتور آئے گا، نیز سابقین کو جو میوے پسند ہونگے: لڑکے وہ بھی لائیں گے، اور جس پرندے کا گوشت ان کو مرغوب ہوگا وہ بھی لائیں گے۔ سابقین کی ازواج: ان کے لئے گوری رنگت کی بڑی آنکھوں والی ازواج ہوں گی، گویا وہ لاک (تالے) میں رکھے ہوئے موتی ہیں — یہ ان کے اعمال کا صلہ ہے، وہ وہاں نہ بک بک سنیں گے نہ بیہودہ بات، بس ہر طرف سے سلام! سلام! کی آواز آئے گی۔

آیات پاک: — یہ لوگ مقرب (نزدیک کئے ہوئے) ہیں، نعمتوں کے باغوں میں ہونگے، ایک انبوہ اگلوں میں سے اور تھوڑے پچھلوں میں سے، سونے کے تاروں اور پتروں سے آراستہ کئے ہوئے تختوں/چارپائیوں پر آمنے سامنے ٹیک لگا کر بیٹھے ہونگے — ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے بہتی شراب کے جام، جگ اور پیالے لاتے رہیں گے، نہ اس سے ان کو درد سر ہوگا، اور نہ عقل میں فتور آئے گا، اور (لاتے رہیں گے) میوے ان میں سے جن کو وہ پسند کریں گے، اور پرندے کا گوشت ان میں سے جن کو وہ چاہیں گے — اور گوری بڑی آنکھوں والی عورتیں، جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی — بدلہ ان کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے — وہ وہاں نہ بک بک سنیں گے، نہ کوئی بیہودہ بات، البتہ ہر طرف سے سلام کی آواز آئے گی! — بہتی شراب کے: یعنی جنت میں شراب کے قدرتی چشمے

ہونگے، وہ کسی فیکٹری میں نہیں بنی ہوگی۔ چھپا کر رکھے ہوئے یعنی صاف موتی کی طرح جس پر گرد و غبار کا ذرا اثر نہ ہو۔

ہر امت کے پہلے طبقہ میں نبی کی صحبت یا قرب عہد کی برکت سے اعلیٰ درجہ کے مقربین جس قدر کثرت سے ہوئے ہیں پچھلے طبقوں میں وہ بات نہیں رہی (فوائد)

وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ ۖ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ۖ فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ۖ وَ طَلْحٍ مَّنْضُودٍ ۖ
وَوَظِلٍّ مَّمْدُودٍ ۖ وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ ۖ وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ۖ لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ ۖ
وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ۖ إِنَّا أَنْشَأْنَهُمْ إِنْشَاءً ۖ فَجَعَلْنَهُمْ أَنْبَاءً ۖ عُرْبًا ۖ أَتْرَابًا ۖ
لِّأَصْحَابِ الْيَمِينِ ۖ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۖ وَثَلَاثَةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ۖ

۱۲۷

وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ	اور دائیں والے (اہل سعادت)	وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ ^(۲) وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ	اور پانی میں بہتے ہوئے اور میووں میں بہت زیادہ	فَجَعَلْنَهُمْ أَنْبَاءً ^(۳) عُرْبًا ^(۴) أَتْرَابًا ^(۵)	پس کیا ہم نے ان کو کنواریاں محبوبائیں ہم جویاں
فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ^(۱) وَ طَلْحٍ مَّنْضُودٍ	بیری میں کانٹے اتاری ہوئی	لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ ^(۳) وَفُرُشٍ ^(۳)	نہ کاٹے ہوئے نہ روکے ہوئے اور بستروں میں	لِّأَصْحَابِ ^(۶) الْيَمِينِ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ	دائیں والوں کے لئے ایک انبوه پہلوں سے
وَوَظِلٍّ مَّمْدُودٍ	اور سایے میں لبے لبے	وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ إِنَّا أَنْشَأْنَهُمْ إِنْشَاءً	بلند کئے ہوئے پیشک ہم نے بنایا ان کو خاص بنانا	وَوَظِلٍّ ^(۶) مَّمْدُودٍ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ	اور ایک انبوه پچھلوں سے

(۱) خَضَدَ (ض) الشَّجَرِ: درخت کے کانٹے اتارنا (۲) سَكَبَ (ن) الماء: پانی بہنا (۳) فُرُش: فرش کی جمع، مراد عورتیں، آگے ضمیر ہُنَّ اسی کی طرف راجع ہے۔ (۴) عُرُب: عُرُوب کی جمع: سہاگ والیاں، پیار دلانے والیاں، محبوبائیں، صفت مشبہ ہے: وہ عورت جو اپنے ناز و انداز سے شوہر کی محبوبہ ہو، اور اپنی فراست سے اس کی مزاج شناس ہو (۵) اَتْرَاب: قُرُوب کی جمع: ہم جولی، ہم عمر (۶) لأَصْحَاب: إنشاء سے متعلق۔

اصحاب الیمین پر آخرت میں نوازشات

نوازشات: مہربانیاں۔ اصحاب النہمیں: دائیں والے۔ یعنی جن کو نلہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا: یعنی سابقین کو مستثنیٰ کر کے عام مؤمنین، ان کی تعداد امت کے اگلوں میں بھی بہت ہے اور پچھلوں میں بھی، ان کے لئے آخرت میں جو نعمتیں ہوں گی ان کا تذکرہ فرماتے ہیں، عرب میں جو نعمتیں عام ہوتی تھیں یا جو وہاں کم یا ب تھیں انہی کو ذکر فرمائیں گے، قرآن کا یہی اسلوب ہے، جن نعمتوں سے قرآن کے پہلے مخاطب واقف نہیں ان کا تذکرہ الجھن کا سبب ہوگا، اس لئے ان کا ذکر قرآن نہیں کرتا فرماتے ہیں:

۱- دائیں والوں کے لئے آخرت میں پیری کے ایسے درخت ہونگے جن کے کانٹے دور کر دیئے گئے ہونگے، تاکہ وہ بے آزار پھل توڑ سکیں، میں نے امارات عربیہ میں ایسا پیری کا درخت دیکھا ہے۔

۲۔ کیلے کے ایسے گچھے ہونگے جن میں کیلے تہہ نہ تہہ جمنے ہوئے ہونگے، کیونکہ کیلا اکیلا نہیں کھایا جاتا۔

۳- عرب میں ساری کی بڑی اہمیت ہے، جنت میں لمبے لمبے سایے ہونگے، کیونکہ وہاں دھوپ کا نام نہیں۔

۴۔ یانی کی بھی عرب میں بہت کمی ہے، اس لئے جنت میں بہتا ہوا یانی ہوگا۔

۵۔ اور میوں کی تو کوئی حد نہیں ہوگی، نہ ٹوٹا ہوگا نہ روکے ہوئے ہونگے، جب چاہے گا، جو چاہے گا، بے روک ٹوک سکے گا۔

۶۔ عالی شان بستر ہونگے، جیسے میٹریں ڈبل تہل بچھاتے ہیں، اور وہ پیش قیمت بھی ہونگے۔

۷۔ اصحابِ ائمہین کی بیویوں کو اللہ تعالیٰ خاص انداز سے بنائیں گے، چنانچہ وہ کنواری، دل بھانے والیاں اور ہم جو لبیاں ہوں گی۔

فائدہ (۱): یہ بات دنیا کی عورتوں کو بھی حاصل ہوگی، ان کو بھی خاص طور پر بتایا جائے گا، ایک بڑھیا سے نبی ﷺ نے فرمایا: ”بوڑھی جنت میں نہیں جائے گی!“ وہ پریشان ہو گئی اور رونے لگی، آپؐ نے فرمایا: ”بوڑھی جوان ہو کر جائے گی“ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی، معلوم ہوا کہ آیت عام ہے، حوروں کے لئے ہی نہیں۔

اور ترمذی میں حدیث (نمبر ۳۳۲۰) ہے: **إِنَّ مِنَ الْمُنْشَأَاتِ اللَّائِي كُنَّ فِي الدُّنْيَا عَجَائِزَ عُمُشًا رَمَضًا** بیشک خاص طور پر بنائی ہوئی عورتوں میں سے وہ عورتیں بھی ہیں جو دنیا میں بوڑھی، چونڈھی، اور گوشہ چشم پر سفید میل جھی ہوئی ہیں یعنی ان کو حسین شکل و صورت میں جوان رعنا کر دیا جائے گا۔

فائدہ (۳): سابقین کی ازواج کا حال دلالتِ اخص سے لیا جائے گا، ان کی ازواج کو کبھی خاص طور پر بدرجہ اولیٰ بنایا

جائے گا، جیسے شہداء جس قرآن زندہ ہیں، پس انبیاء بدرجہ اولیٰ زندہ ہیں، کیونکہ وہ ان سے عالی مرتبہ ہیں۔

فائدہ (۳): ﴿فَرُشٌ مَّرْفُوعَةٌ﴾ میں صنعتِ استخدا م ہے، بستر بھی مراد ہیں اور بیویاں بھی، عرب بیوی کو فرش کہتے ہیں اور صنعتِ استخدا م یہ ہے کہ جب کوئی لفظ بولا جائے تو ایک معنی مراد لئے جائیں، پھر جب اس کی طرف ضمیر لوٹائی جائے تو دوسرے معنی مراد لئے جائیں، جیسے:

إِذَا نَزَلَ السَّمَاءُ بِأَرْضٍ قَوْمٌ رَعَيْنَاهُ، وَإِنْ كَانُوا غَضَبَانَا

(جب کسی قوم کے علاقہ میں بارش ہوتی ہے تو ہم گھاس چرا آتے ہیں، چاہے وہ غصہ سے بھن جائیں)

اس میں السماء سے بارش مراد ہے، پھر جب اس کی طرف رعیناہ کی ضمیر لوٹائی تو السماء سے وہ گھاس مراد لی جو بارش سے اگتی ہے۔ اسی طرح فرش فرمایا تو بستر مراد لیا، پھر جب اس کی طرف انشاناہن کی ضمیر لوٹائی تو بیویاں مراد لیں، اور مرفوعة حسی اور معنوی دونوں بلند یوں کو عام ہے۔

آیاتِ پاک: — اور داہنے والے: کیسے اچھے ہیں داہنے والے! بے خار بیر یوں میں، اور تہ بہ تہ کیلوں میں اور لمبے لمبے سایے میں، اور بہتے ہوئے پانی میں، اور بہت زیادہ میووں میں، نہ ختم ہونے والے نہ پابندی لگائے ہوئے، اور بلند بستروں میں، بے شک ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا، پس ہم نے ان کو کنواریاں، محبوبائیں اور ہم جو لیاں بنایا، داہنے والوں کے لئے، ایک بڑا گروہ لگے لوگوں میں سے اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے (رکوع یہاں لگنا چاہئے، ایک آیت پہلے لگا دیا ہے، وہ صحیح نہیں)

دنیا ساری چند دن برتنے کا سامان ہے، اور دنیا کی بہترین برتنے کی چیز نیک بیوی ہے (حدیث)

وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ ؕ مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ ؕ فِي سُبُورٍ وَحَمِيمٍ ؕ وَظِلِّ
مَنْ يَحْشُرُهُمْ ؕ لَا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ؕ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ مُتْرَفِينَ ؕ
وَكَانُوا يُصْرَفُونَ عَلَى الْحَنُثِ الْعَظِيمِ ؕ وَكَانُوا يَقُولُونَ ؕ أَإِذَا مِتْنَا
وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ؕ إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ؕ أَوَابَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ؕ قُلْ إِن
الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ؕ لَمَجْنُونُونَ ؕ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ؕ ثُمَّ إِنَّكُمْ
أَيْهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ؕ لَأَكُونَنَّ مِنْ شَجَرٍ مِنْ زُقُومٍ ؕ فَسَالَتُونَ

مِنْهَا الْبُطُونُ ۖ فَشَرِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ۖ فَشَرِبُونَ شُرَبَ
الْهِيمِ ۖ هَذَا نُزْلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ۖ

وَأَصْحَابُ الْشِّمَالِ مِمَّا أَصْحَابُ الْشِّمَالِ فِي سُنُومٍ وَحَمِيمٍ وَوَظِلٍّ مِمَّنْ يَخُومُ ^(۱) لَا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ مُتْرَفِينَ ^(۲) وَكَانُوا يُصْرُؤْنَ عَلَى الْيَحْيٰثِ ^(۳) الْعَظِيمِ	اور بائیں والے (اہل شقاوت) کیسے برے ہیں بائیں والے! جھلنے والی ہوا میں اور کھولتے ہوئے پانی میں اور سایے میں سیاہ دھوئیں کے نہ ٹھنڈا نہ عزت والا بے شک وہ تھے اس سے پہلے بڑے خوش حال اور اصرار کیا کرتے تھے گناہ پر بہت بڑا	وَكَانُوا يَقُولُونَ أَيْذَا وَثْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا عَرَاكًا لَنَبْعُوْثُونَ أَوَاهَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ قُلْ إِنَّا أَوْلَيْنَ وَالْآخِرِينَ لَنَجْمُوعُونَ إِلَىٰ مَبَقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ثُمَّ إِنَّا نَكْفِمْ	اور کہا کرتے تھے وہ کیا جب مرجائیں گے اور ہو جائیں گے ہم مٹی اور ہڈیاں کیا بے شک ہم البتہ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے کیا اور ہمارے باپ دادا اگلے (بھی) کہیں بے شک اگلے اور پچھلے البتہ اکٹھا کئے جائیں گے وقت میں معین دن کے پھر بے شک تم	أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ لَا تَكُونُوا مِنْ شَجِيرٍ مِّنْ زُقُومٍ ^(۴) فَمَا يُغْنِي مِنْهَا الْبُطُونُ فَشَرِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ فَشَرِبُونَ شُرَبَ الْهِيمِ ^(۵) هَذَا نُزْلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ	اے بھٹکے ہووے جھٹلانے والو ضرور کھانے والے ہو درخت سے زقوم کے پس بھرنے والے ہو اس سے پیٹوں کو پس پینے والے ہو اس پر کھولتے پانی سے پس پینے والے ہو مانند پینے سخت پیاسے اونٹ کے یہ ان کی مہمانی ہے جزاء کے دن
--	--	---	--	--	--

(۱) یخوم: اسم ہے (فعل مضارع نہیں) اس کا مادہ حَمَمٌ ہے، اس کے مشتقات میں سیاہی یا گرمی یا دونوں باتیں ہوتی ہیں
(۲) مُتْرَفٍ: اسم مفعول، اِنُوف: عیش پرست، خوش حال مزے کی زندگی کاٹنے والا (۳) حِنْتَ: گناہ، جمع اخنات، حِنْتَ
(س) حِنْتَ: قسم توڑنا اور گناہ گار ہونا۔ (۴) من زقوم: میں من: بنیادی ہے، زقوم: دوزخ کا ایک درخت ہے، بدبودار نہایت
کڑوا، تھوہر بھی ترجمہ کرتے ہیں (۵) ہیم: وہ پیاس جو کسی طرح نہ بجھے، یہ اونٹوں کی ایک بیماری ہے، جیسے استقاء (جلندر)
انسانوں کی بیماری ہے اردو میں اونٹوں کی اس بیماری کے لئے 'تونس لفظ ہے، شاہ عبدالقادر صاحب نے یہی ترجمہ کیا ہے۔

اصحاب الشمال کی آخرت میں بد حالی

اصحاب الشمال: بائیں والے: یعنی کفار و مشرکین، جن کو قیامت کے دن اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، جب اعمال نامے اڑیں گے تو وہ بایاں ہاتھ پیٹھ پیچھے چھپا دیں گے، وہیں ان کو بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال تھما دیا جائے گا: ﴿وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ﴾۔ یہ ہوا وہ شخص جس کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا گیا۔ یہ لوگ دنیا میں بڑے بھاری گناہ میں یعنی کفر و شرک میں مبتلا تھے، خوش حالی میں مزے کی زندگی کاٹتے تھے، اور مرنے کے بعد زندہ ہونے کے تصور سے بھی خالی تھے، ان کے لئے آخرت میں جھلنے والی دوزخ کی ہوا اور پینے کے لئے کھولتا پانی ہوگا، اور دوزخ کی آگ سے کالا دھواں اٹھے گا: اس کے سایے میں رکھے جائیں گے، جو نہ ٹھنڈک پہنچائے گا نہ وہ عزت کا سایہ ہوگا، ذلیل و خوار ہو کر اس کی تپش میں ٹھنکتے رہیں گے، اور کھانے کے لئے تھوہر تیار ہوگا، وہ اس کو زہر مار کریں گے اور اس سے پیٹ بھریں گے، پھر پینے کے لئے کھولتا پانی دیا جائے گا، جس کو وہ تو نئے ہوئے اونٹ کی طرح بے تحاشا پئیں گے، یہ قیامت میں جھوٹے گمراہوں کی دعوت ہے۔

آیات پاک: — اور بائیں والے: کیسے برے ہیں بائیں والے! جھلنے والی ہوا میں، کھولتے ہوئے پانی میں، اور سیاہ دھوئیں کے سایے میں، نہ ٹھنڈا نہ عزت والا! — بے شک وہ اس سے پہلے (دنیا میں) بڑے خوش عیش تھے، اور وہ بڑے گناہ پر اصرار کیا کرتے تھے، اور وہ کہا کرتے تھے: کیا جب ہم مرجائیں گے، اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی! — کہو: بے شک اگلے اور پچھلے سب جمع کئے جائیں گے ایک معین دن کے وقت میں، پھر تم اے گمراہ، جھٹلانے والو! ضرور زقوم کا درخت کھاؤ گے، پھر اس سے پیٹ بھرو گے، پھر اس پر کھولتا پانی پیو گے، پھر تو نئے ہوئے اونٹ کی طرح پیو گے، یہ جزاء کے دن تمہاری دعوت ہے!

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۝ اَقْرَبٰیْتُمْ مَا تُكْسِبُوْنَ ۝ ؕ اَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَہٗ ۝ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَکُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ ۝ عَلٰٓی اَنْ تُبَدِّلَ اَمْثَالَکُمْ وَنُنْشِئَکُمْ فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشَاۃَ الْاُولٰٓئِ فَلَوْلَا تَذٰکُرُوْنَ ۝ اَقْرَبٰیْتُمْ مَا تَحْرِثُوْنَ ۝ ؕ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَہٗ اَمْ نَحْنُ الزَّارِعُوْنَ ۝ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنٰہُ حُطًا مَّا فَظَلَمْتُمْ فَتَکْہُوْنَ ۝ ؕ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ بَلْ

نَحْنُ مَحْرُومُونَ ۝ أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ۝ ءَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ
أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ ۝ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ۝ أَفَرَأَيْتُمْ
النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ۝ ءَأَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُونَ ۝ نَحْنُ
جَعَلْنَاهَا تَذَكُّرًا ۝ وَمَتَاعًا لِلْمُقْوِينَ ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝

ع
۱۵۲

نَحْنُ	ہم نے	يَسْبُغُونَ ^(۲)	عاجز ہونے والے	ءَأَنْتُمْ	کیا تم
خَلَقْنَاهُ	پیدا کیا تم کو	عَلَّا أَنْ ^(۳)	اس بات سے کہ	تُزْعَمُونَ	اُگاتے ہو اس کو
فَلَوْلَا	پس کیوں نہیں	تُجَدَّلُ	بدل دیں ہم (تم کو)	أَمْ نَحْنُ	یا ہم
تَصَدِّقُونَ	مانتے تم؟	أَمْثَلُكُمْ	تمہارے جیسوں سے	الَّذِي يُزْعَمُونَ	اُگانے والے ہیں
أَفَرَأَيْتُمْ	بتاؤ	وَنُفِثْكُمْ	اور پیدا کر دیں ہم تم کو	كُنُفُشًا	اگر چاہیں ہم
مَّا تَنْتَوْنُ ^(۱)	جو قطرہ پکاتے ہو تم	فِي مَا	اس حالت میں جس کو	لَجَعَلْنَاهُ	البتہ بتا دیں اس کو
ءَأَنْتُمْ	کیا تم	لَا تَعْلَمُونَ	تم نہیں جانتے	حُطًا مَّا	چورا
تَخْلُقُونَهُ	پیدا کرتے ہو اس کو	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	فَقَالْتُمْ ^(۴)	پس ہو جاؤ تم
أَمْ نَحْنُ	یا ہم	عَلَيْنَا	جانا تم نے	تُفَكَّهُوْنَ	باتیں بتاتے
الْخَالِقُونَ	پیدا کرنے والے ہیں	النُّفُثَاةَ	پیدائش کو	ذُنَا كُفْرًا مَّوْنٍ	(کہ) بے شک ہم
نَحْنُ	ہم نے	الْأُولَى	پہلی بار	تَادَانِ زَوْهٍ	تاوان زدہ ہیں
قَدَرْنَا	اندازہ ٹھہرایا ہے	فَلَوْلَا	پس کیوں نہیں	بَلْ نَحْنُ	بلکہ ہم
يُنِيبُكُمْ	تمہارے درمیان	تَذَكُّرُونَ	یاد کرتے تم	مَحْرُومُونَ	بے نصیب ہیں
الْمَوْتِ	موت کا	أَفَرَأَيْتُمْ	بتلاؤ	أَفَرَأَيْتُمْ	بتلاؤ
وَمَا نَحْنُ	اور نہیں ہیں ہم	مَّا تَخْرُثُونَ	جو بوجتے ہو تم	الْمَاءِ	وہ پانی

(۱) اَمْنَى النُّطْفَةِ: نطفہ ڈالنا، قطرہ منی ڈالنا (۲) مسبوق: اسم مفعول: مسابق کی ضد: ہارا ہوا، سَبَقَ علیہ: جیتنا، سَبَقَ علیہ: ہارنا، علی صلا آگے آ رہا ہے (۳) ان سے پہلے عن یامن پوشیدہ ہے (۴) ظلمت: اصل میں ظلمت تھی، ایک لام حذف کیا، جیسے تفکھون سے ایک تا حذف کی۔

الَّذِي	جو	فَلَوْلَا	پس کیوں نہیں	الْمُنْتَشُونَ	پیدا کرنے والے ہیں
كُنْشَرُوبُونَ	تم پیتے ہو	تَنْفَكُرُونَ	شکر بجالاتے تم	نَحْنُ	ہم نے
ءَاَأَنْتُمْ	کیا تم نے	أَفْءَا نِيْتُمْ	بتلاؤ	جَعَلْنَهَا	بنایا اس کو
أَنْزَلْنَاهُ	اس کو اتارا ہے	النَّارَ	وہ آگ	تَذَكَّرَ	یاد دہانی
مِنَ الْمُنْزِلِ	بادل سے	الْيَقِيْ	جس کو	وَمَتَاعًا	اور فائدہ اٹھانے کی چیز
أَمْ نَحْنُ	یا ہم	نُؤْزِرُونَ	تم سزا دیتے ہو	الْمُتَّقِينَ ^(۱)	جنگل والوں کے لئے
الْمُنْزِلُونَ	اتارنے والے ہیں	ءَاَأَنْتُمْ	کیا تم نے	فَسَيِّئَةٌ	پس پاکی بول
كُوكِبَاءَ	اگر چاہیں ہم	أَنْشَأْتُمْ	پیدا کیا ہے	يَا سَمِ رَيْكَ	تیرے رب کے نام کی
جَعَلْنَاهُ	بنادیں اس کو	شَجَرَتَهَا	اس کے درخت کو	الْعَظِيمِ	بہت بڑے مرتبہ والا
أُجَاعًا	کھارا	أَمْ نَحْنُ	یا ہم		

توحید کا بیان

چار کارناموں سے توحید پر استدلال

قدرت الہی کے چار عظیم کارنامے بیان کرتے ہیں، اور ان سے توحید الوہیت پر استدلال کرتے ہیں، پہلے دو میں سبب کا توسط ہے، اور دوسرے دو میں سبب کا توسط نہیں، اور ہر کارنامے کے ذکر کے بعد متعلقات کا ذکر ہے، یہ قرآن کریم کا اسلوب ہے، جب وہ کسی موضوع پر بات کرتا ہے تو متعلقات تک بات دراز کرتا ہے۔

پہلا کارنامہ: — انسان کو اللہ نے پیدا کیا، مگر اس میں انسان کا توسط ہے، مردوزن ملتے ہیں، مادہ بچہ دانی میں پہنچتا ہے پھر تین اندھیروں میں اس کو اللہ تعالیٰ انسان بناتے ہیں، دوسرا کون ہے جو یہ کارنامہ انجام دے سکے؟ — پھر بات آگے بڑھائی ہے کہ جب انسان دنیا میں آجاتا ہے تب بھی اللہ کے اختیار میں ہوتا ہے، ہر انسان کی موت کا وقت اللہ نے مقرر کر دیا ہے، اس وقت میں اس کو لا محالہ مرنا ہے، کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی دسترس سے باہر نہیں — بلکہ اللہ تعالیٰ چاہیں تو موجودہ انسانوں کو مسخ کر دیں، سور اور بندر بنادیں، اور موجودہ انسانوں کی جگہ دوسرے انسان پیدا کر دیں —

(۱) الْمُتَّقِينَ: اسم فاعل، اَفْوَاء: مصدر، قِي: ماڈہ: ویران زمین جس میں کوئی رہنے والا نہ ہو، اَفْوَاتِ الدَّارِ: مکان غیر آباد ہو گیا، مُتَّقِينَ: بھراؤ نشین، ان کو آگ سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے، رات کو آگ جلاتے ہیں تو درد نہ بھاگ جاتے ہیں، اور سردی میں لحاف کے بغیر بھی گزارہ ہو جاتا ہے۔

پھر یہ بات اس سوال پر ختم کی ہے کہ جب تم جانتے ہو کہ اللہ ہی نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے تو پھر تم دوسری پیدائش کو کیوں نہیں مانتے؟ جس نے پہلی بار نیست سے ہست کیا ہے: وہ دوسری بار کیوں پیدا نہیں کر سکتا؟

﴿نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ﴾ ۱۰ ﴿أَفَرَأَيْتُمْ مَا تُمْنُونَ﴾ ۱۱ ﴿أَأَنْتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ﴾ ۱۲ ﴿نَحْنُ قَدْ دُنَا بَيْنَكُمْ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمُسْبِقِينَ﴾ ۱۳ ﴿عَلَىٰ أَنْ تُبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ ۱۴ ﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ﴾ ۱۵

ترجمہ: ہم نے تم کو پیدا کیا، پھر تم (اللہ کی یکتائی) کیوں نہیں مانتے؟ — یہ آیت توحید کے بیان کی تہدید ہے —
بتلاؤ: جو قطرہ تم (بچہ دانی میں) پکاتے ہو: کیا تم اس کو پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں؟ — اللہ تعالیٰ ہی اس بے قدر مادہ کو اشرف المخلوقات انسان بناتے ہیں، مرد و زن کا عمل تو پورا ہو گیا، ان کو اب کچھ خبر نہیں کہ اندر کیا ہو رہا ہے — پھر بات آگے بڑھائی ہے — ہم نے تمہارے لئے موت کا وقت ٹھہرایا ہے — یعنی انسان دنیا میں آکر اللہ کی دسترس سے نکل نہیں جاتا، اس کو مقررہ وقت پر لا محالہ مرنا ہے — اور ہم عاجز نہیں کہ ہم (تم کو) تم جیسوں سے بدل دیں — یعنی موت سے پہلے بھی انسان اللہ کی قدرت سے باہر نہیں، وہ موجودہ انسانوں کی جگہ دوسرے انسان پیدا کر سکتے ہیں — اور تمہیں ایسی صورت میں کر دیں جس کو تم نہیں جانتے — یعنی بندر سور بنا دیں، مگر بات مہم رکھی ہے لِيَذْهَبَ الذَّهْنُ كُلُّ مَذْهَبٍ: تاکہ ہر احتمال کی طرف ذہن جائے یعنی جس بناوٹ میں بھی ہم چاہیں تبدیل کر سکتے ہیں — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ تم پہلی پیدائش کو جانتے ہو — اور مانتے ہو کہ پہلی بار اللہ نے پیدا کیا ہے — پھر تم کیوں (دوسری پیدائش کو) یاد نہیں کرتے؟ — جو پہلی بار پیدا کر سکتا ہے وہ دوسری بار کیوں پیدا نہیں کر سکتا؟ اس کو یاد کرو اور اس کے لئے تیاری کرو۔



دوسرا کارنامہ: انسان زمین جو تپتا ہے، پھر اس میں بیج ڈالتا ہے، یہ سب کا توسط ہوا، پھر اس بیج کو اللہ تعالیٰ اُگاتے ہیں، دانے کو زمین کی نمی گلاتی ہے، پھر اس میں سے نرم و نازک کو نیل نکلتی ہے، اور زمین کا سینہ چیر کر باہر آتی ہے، پھر اس کو پروان چڑھاتے ہیں، انسان کو اس سے غلہ ملتا ہے، یہ کارنامہ کس کا ہے؟ اللہ ہی کا! پھر اس کی الوہیت کیوں نہیں مانتے!
پھر بات آگے بڑھائی ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین سے جو بیج اُگاتے ہیں: وہ پورا اکمال کو پہنچنے سے پہلے ہی پیلا پر سکتا ہے، اور ٹوٹ کر چورا ہو سکتا ہے، پھر تم باتیں چھانٹتے رہ جاؤ کہ ہم پر آفت آن پڑی! بلکہ ہم بے نصیب رہ گئے!

﴿أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ﴾ ۱۶ ﴿أَأَنْتُمْ تَرْزُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الرَّزَّاقُونَ﴾ ۱۷ ﴿لَوْ كُنَّا نَجْعَلُهُ حُطَامًا

فَقُلْتُمْ نَعْلَمُوهُمْ ۖ اِنَّا لَنَعْرِضُوهُمْ ۖ بَلْ لَنَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿۱۵۵﴾

ترجمہ: بتلاؤ! جو تم بولتے ہو: کیا تم اس کو اگاتے ہو یا ہم اگاتے والے ہیں؟ — پھر بات آگے بڑھائی ہے: — اگر ہم چاہیں تو اس (اُگی ہوئی کھیتی) کو چورا کر دیں، پھر تم باتیں چھانٹتے رہ جاؤ کہ ہم پر تاوان آپڑا! بلکہ ہم بے نصیب رہ گئے!



تیسرا کارنامہ: انسان جو پانی پیتا ہے، ندی نالے اور کنویں چشمے سے، وہ پانی بادل سے برستا ہے، پھر زمین پر بہتا ہے یا زمین میں اتر جاتا ہے، بادل یہ پانی دریا سے لاتے ہیں، جو نہایت کھارا ہوتا ہے، پینے کے قابل نہیں ہوتا، مگر اللہ تعالیٰ اس کو میٹھا کر کے برساتے ہیں، اللہ کے علاوہ کون ہے جو بادل سے ایسا شیریں پانی برسائے؟ اگر اللہ چاہیں تو وہ کھارا برسے، پھر لوگ کیا سمجھیں، ان کی زندگی کا مدار تو پانی پر ہے! پھر اس نعمت کا لوگ شکر کیوں نہیں ادا کرتے؟ اور اس کا شکر یہ ہے کہ اسی کی بندگی کی جائے۔

﴿اَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ۚ ؕ اَآنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ ۚ كُوْنْا شَآءٍ جَعَلْنَاهُ اُجْبًا اَوْ فُلْكًا تَسْكُرُوْنَ ۚ﴾

ترجمہ: بتلاؤ: جو پانی تم پیتے ہو، کیا تم اس کو بادل سے برساتے ہو، یا ہم برسانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اس کو کھارا بنادیں، پھر تم کیوں شکر نہیں بجالاتے؟!



چوتھا کارنامہ: اللہ نے دو درخت پیدا کئے، ایک کا نام العَفَّار ہے، دوسرے کا نام المَرْخ، دونوں کی لکڑیاں ٹکرانے سے آگ جھڑتی ہے، اسی طرح حق باق کے دو پتھر ٹکرانے سے بھی آگ جھڑتی ہے، اور ہرے بانس بھی رگڑ کھاتے ہیں تو جنگل میں آگ لگ جاتی ہے، اور آگ تو ہر درخت میں ہوتی ہے، لیکن مرخ اور عفار کو ان میں بڑا درجہ حاصل ہے، یہ ہرے درخت سے آگ کون پیدا کرتا ہے؟ یہ اللہ ہی کا کام ہے، پس اس کی یکتائی اور الوہیت کو کیوں نہیں مانتے؟ — پھر بات بڑھائی ہے کہ دنیا کی یہ آگ آخرت کی آگ (دوزخ) کا نمونہ ہے، اس کو یاد کرو، اور اس سے بچنے کا سامان کرو — اور یہ آگ صحرائشینوں (مسافروں وغیرہ) کے لئے بڑے فائدے کی چیز ہے، پس اس کا شکر بجالاؤ، اور اس عظیم المرتبت اللہ کی پاکی بیان کرو، صرف اسی کی الوہیت کے گیت گاؤ، کسی اور کو اس کے ساتھ شریک مت ٹھہراؤ!

﴿اَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ۚ ؕ اَآنْتُمْ اَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُونَ ۚ نَحْنُ جَعَلْنَاهَا

تَذَكُّرَةً وَمَتَاعًا لِّلْمُقْوِينَ ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝

ترجمہ: تلاؤ: جس آگ کو تم سگاتے ہو: کیا تم نے اس کا درخت اگایا ہے یا ہم اگانے والے ہیں؟ ہم نے اس (آگ) کو یاد دہانی اور جنگل والوں کے لئے فائدہ اٹھانے کی چیز بنایا ہے۔

پس پاکی بیان کرو اپنے عظیم پروردگار کے نام کی!

فَلَا أُقْسِمُ بِمَوْعِدِ النَّجُومِ ۝ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لِّو تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ ۝ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ۝ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ۝ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۝ تَنْزِيلُ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَفِيْهَذَا الْحَدِيثِ أَنْتُمْ مُدْهِنُونَ ۝ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنْتُمْ تُكْذِبُونَ ۝

فَلَا ^(۱)	پس نہیں!	لقرائ	البتہ پڑھنے کی کتاب	العلمین	جہانوں کے
أُقْسِمُ	قسم کھاتا ہوں میں	کَرِيمٌ	معزز	أَفِيْهَذَا	کیا پس اس
بِمَوْعِدِ ^(۲)	جمع ہونے کی جگہوں کی	فِي كِتَابٍ	ایک نوشتہ میں	الْحَدِيثِ	بات کو
النُّجُومِ	ستاروں کے	مَّكْنُونٍ	چھپائے ہوئے	أَنْتُمْ	تم
وَإِنَّهُ ^(۳)	اور بے شک وہ (قسم)	لَا يَمَسُّهُ	نہیں چھوتے اس کو	مُدْهِنُونَ ^(۵)	سرسری سمجھتے ہو؟
لَقَسَمٌ	یقیناً قسم ہے	إِلَّا	مگر	وَتَجْعَلُونَ	اور گردانتے ہو
لِّو تَعْلَمُونَ ^(۴)	اگر سمجھ سکو تم	الْمُطَهَّرُونَ	نہایت پاک بندے	رِزْقَكُمْ ^(۶)	اپنا حصہ
عَظِيمٌ	بہت بڑی	تَنْزِيلُ	اتارنا ہے	أَنْتُمْ	کہ تم
إِنَّهُ	بے شک وہ (قرآن)	مِّن رَّبِّ	پروردگار کی طرف سے	تُكْذِبُونَ	جھٹلاتے ہو!

(۱) لا: سے منکر توحید کے کلام کی نفی کی ہے، تقدیرہ: فلا صَحَّةَ لما يقوله الكافر (جمل) (۲) مواقع: موقع کی جمع ہے، اسم ظرف: واقع ہونے کی جگہ یعنی وہ برج جس میں ستارے اکٹھا ہوئے (۳) وإنه: مقسم بہ اور مقسم علیہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے (۴) لو تعلمون: جملہ معترضہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے (۵) مُدْهِنُونَ: اسم فاعل، إِذْهَانٌ: تیل لگانا، نرم کرنا، مادہ دُھن: تیل، مجازی معنی: بے وقعت سمجھنا (۶) رِزْقُكُمْ: مفعول اول ہے، اور رِزْقُکے معنی ہیں: روزی، حصہ، اور أَنْتُمْ تُكْذِبُونَ: مفعول ثانی ہے، اور حدیث میں رِزْقُ کی تفسیر ”شکر“ سے آئی ہے (ترمذی ج: ۳۱۹)

رابط: توحید کے مضمون کے بعد دلیل رسالت یعنی قرآن کریم کی عظمتِ شان کا بیان ہے، کیونکہ توحید کا مضمون قرآن کریم ہی نے مفصل و مدلل بیان کیا ہے، پس قرآن: توحید کی دلیلِ نقلی ہے — اور مواقع النجوم: ستاروں کے جمع ہونے کی جگہ کی قسم کو سمجھنے کے لئے تھوڑی تمہید ضروری ہے۔

علویات کے سفلیات پر اثرات

امام اکبر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں دو جگہ اس مسئلہ پر گفتگو کی ہے، اس کی شرح: رحمۃ اللہ الواحہ (۱: ۲۳۰) میں ہے:

سوال: کیا کواکب کی شکلوں (عقرب، جدی، ذکو، عوت، میزان، ثریا، سہیل وغیرہ) میں اللہ تعالیٰ نے سفلیات پر اثر انداز ہونے کی صلاحیتیں رکھی ہیں؟ علم نجوم والے اس کے قائل ہیں، شریعت اس سلسلہ میں کیا کہتی ہے؟

جواب: کواکب کی بعض تاثیرات تو بدیہی ہیں، مثلاً سورج کے احوال کے اختلاف سے سردی گرمی کے موسموں کا بدلنا اور دن کا چھوٹا بڑا ہونا اور چاند کی کشش کی وجہ سے سمندر میں بوجہ بھانا اٹھنا وغیرہ۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ (سنت الہی یہ ہے کہ) جب ثریا ستارہ طلوع ہوتا ہے تو کھجوروں کی بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں (رواہ احمد کنز العمال حدیث نمبر ۲۶۱۴ کشف الخفاء: ۱۱۰) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ثریا ستارے کے سفلیات پر اثرات پڑتے ہیں۔

یہ بات کہ مالدار اور غریبی، خوش حالی اور خشک سالی اور دیگر انسانی واقعات پر کواکب کی حرکتوں کے اثرات پڑتے ہیں یا نہیں؟ تو یہ بات نہ تو بدیہی ہے، نہ دلیلِ نقلی سے ثابت ہے اور ہمیں اس میں غور کرنے سے منع بھی کیا گیا ہے حدیث شریف میں ہے کہ ”جس نے علم نجوم کا کوئی حصہ حاصل کیا اس نے اتنا ہی سحر کا حصہ حاصل کیا، اور جس نے زیادہ حاصل کیا اس نے اتنا ہی جادو سیکھا“ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ باب الکہانہ حدیث ۴۵۹۸) یعنی جس طرح سحر سیکھنا حرام ہے علم نجوم سیکھنا بھی حرام ہے اور جو لوگ بارش ہونے کو فچھتروں کی طرف منسوب کرتے ہیں حدیث متفق علیہ میں ان پر سخت نکیر آئی ہے (مشکوٰۃ باب الکہانہ حدیث ۴۵۹۶)

سوال: تو کیا ہم یہ بات سمجھنے میں حق بجانب ہیں کہ علویات کے اس قسم کے اثرات سفلیات پر نہیں پڑتے؟ جیسی تو علم نجوم کی تحصیل سے روکا گیا ہے اور مَطْرًا بَنُوْء کذا کہنے والوں پر نکیر آئی ہے۔

جواب: نہیں، میں یہ بھی نہیں کہتا کہ شریعت میں کواکب کی اس قسم کی تاثیرات کی صراحۃً نفی آئی ہے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے ستاروں میں ایسی خصوصیات رکھی ہوں کہ وہ زمینی واقعات کو متاثر کرتے ہوں، اور اس کی شکل یہ ہوتی ہو کہ ستاروں کے اثرات اولاً ان کے ماحول (اُرد گرد) پر پڑتے ہوں، پھر رفتہ رفتہ ہوا کے توسط سے یہ اثرات سفلیات تک

منقل ہوتے ہوں اور زمینی واقعات کو متاثر کرتے ہوں، جیسے عطریات اور گندگیاں پہلے اپنے ارد گرد کی ہوا کو متاثر کرتی ہیں، پھر وہ اثرات رفتہ رفتہ دور تک پھیل جاتے ہیں۔

سوال: اگر کو اکب میں اس قسم کے اثرات ہیں یا ہو سکتے ہیں تو پھر شریعت نے علم نجوم کی تحصیل سے کیوں روکا ہے؟ اس صورت میں تو علم نجوم کی تحصیل جائز ہونی چاہئے تاکہ اس کے ذریعہ جلب منفعت یا دفع مضرت کیا جاسکے، یہ ممانعت تو اس پر صاف دلالت کرتی ہے کہ علویات میں اس قسم کے اثرات نہیں۔

جواب: ممانعت کی وجوہ تو اور بھی ہو سکتی ہیں، مثلاً:

(۱) شریعت نے کہانت (جنات سے خبریں لے کر بتانے) سے سختی سے روکا ہے، مسلم شریف میں حدیث ہے کہ حضرت معاویہ بن الحکم رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں چند کام کرتے تھے، ہم کاہنوں کے پاس جاتے تھے؟ آپ نے فرمایا فلا تاتوا الکہان (اب کاہنوں کے پاس مت جایا کرو) (مشکوٰۃ باب الکہانہ حدیث ۴۵۹۲) اور جو کاہن کے پاس جاتا ہے اور اس سے غیب کی باتیں پوچھتا ہے، پھر وہ جو بتاتا ہے اس کو ماننا ہے تو آپ نے اس شخص سے بے تعلقی کا اعلان فرمایا ہے (احمد، ابوداؤد، ترمذی مشکوٰۃ باب الکہانہ حدیث ۴۵۹۹)

مگر جب آپ سے کاہنوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے بتلایا کہ فرشتے بادلوں میں اترتے ہیں اور آسمانوں میں جو معاملہ طے پاتا ہے اس کا چرچا کرتے ہیں، شیاطین وہاں سے کوئی بات چرلاتے ہیں اور جس کاہن کے تابع ہوتے ہیں اس کو وہ اذھوری بات پہنچا دیتے ہیں، کاہن اس میں سو جھوٹ ملا کر بات مکمل کرتا ہے اور پیشین گوئی کرتا ہے، جب وہ ایک بات صحیح نکلتی ہے تو لوگ اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں، مگر نہیں سوچتے کہ اس کی بتائی ہوئی نانوے باتیں تو جھوٹی نکلیں (رواہ البخاری مشکوٰۃ باب الکہانہ حدیث ۴۵۹۳ و ۴۶۰۰)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ کاہنوں کی بعض باتیں صحیح ہوتی ہیں، تاہم کہانت سیکھنے سے، اس پر عمل کرنے سے اور اس سے فائدہ اٹھانے سے منع کیا گیا ہے، حدیث میں ہے کہ جو عزاف کے پاس گیا اور اس سے کوئی بات معلوم کی تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں کی جائے گی (رواہ مسلم مشکوٰۃ حدیث ۴۵۹۵) پس ممکن ہے کہ کو اکب میں بھی تاثیرات ہوں مگر کسی مصلحت سے شریعت نے علم نجوم پڑھنے سے اور کو اکب کی طرف نسبت کرنے سے منع کیا ہو۔

(۲) سورۃ آل عمران آیت ۱۵۶ میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ منافقین جیسی باتیں نہ کریں۔ منافقین اپنے بھائی بندوں سے کہتے تھے، جبکہ وہ کسی سرزمین میں سفر کرتے تھے، یا جہاد کے لئے نکلتے تھے: ”اگر وہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے“ حالانکہ یہ بات کہناتی نفسہ ممنوعہ نہیں، لوگ اس قسم کی بات کہہ ہی کرتے ہیں، جب کوئی شخص

خطرہ کے کام میں کودتا ہے تو اس کے متعلقین اس کو سمجھاتے ہیں کہ بھئی! یہ سفر مت کر، یہ خطرے کا کام مت کر، مگر جب وہ نہیں مانتا اور لقمہ اجل بن جاتا ہے تو لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہماری نہیں مانی، اس لئے یہ نبوت آئی۔

غرض اس قسم کی باتیں ممنوع نہیں ہیں، مگر منافقین اس قسم کی باتیں اہل ایمان کو جہاد سے روکنے کے لئے اور ان میں بزدلی پیدا کرنے کے لئے کہا کرتے تھے، اس لئے اہل ایمان کو اس قسم کی باتیں کہنے سے منع کیا گیا۔

(۳) اور متفق علیہ حدیث میں ہے کہ کسی کا بھی عمل اس کو جنت میں نہیں لے جائیگا، جو بھی جنت میں جائے گا، فضل باری سے جائے گا (فتح ۱۰: ۱۲۷ مسلم کتاب صفات المنافقین ۱۶۱: ۱۷۱) حالانکہ آدمی اعمال صالحہ حصول جنت ہی کے لئے کرتا ہے اور قرآن کریم بھرا پڑا ہے کہ اعمال صالحہ کی جزاء جنت ہے، پس اس حدیث کا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ دخول جنت کا حقیقی سبب فضل الہی ہے اور اعمال بس ظاہری سبب ہیں۔

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے والد نے مہر نبوت دیکھ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں حکیم ہوں، آپ کے اس پھوڑے کا اعلان کر سکتا ہوں، آپ نے فرمایا: ”تم ہمدرد ہو اور اللہ حکیم ہیں“ (مشکوۃ کتاب القصص حدیث ۳۳۷۱ مسند احمد ۴: ۱۶۳) حالانکہ دنیا اعلان کرنے والے کو حکیم، ڈاکٹر کہا کرتی ہے پس اس حدیث میں جوئی ہے وہ کسی اور مصلحت سے ہے۔

کواکب کی تاثیر کی دو صورتیں

اور رحمۃ اللہ (۵۳۳: ۵) میں ہے:

اور اس میں کچھ استعائنیں کہ کواکب کی تاثیر دو طریقوں سے ہو:

پہلا طریقہ — کواکب کی تاثیر طبائع (ماہیات) کی تاثیر کی طرح ہو — اللہ تعالیٰ نے ہر نوع کے لئے ایسی طبائع بنائی ہیں جو اس کے ساتھ مختص ہیں۔ مثلاً کوئی چیز حار ہے تو کوئی بارد — کسی چیز میں یوست ہے تو کسی میں رطوبت — اور انہی طبائع سے اطباء کام لیتے ہیں، اور علاج تجویز کرتے ہیں۔ پس افلاک و کواکب کے لئے بھی طبیعتیں اور خاصیتیں ہیں۔ جیسے سورج گرم ہے اور چاند مرطوب — اس لئے جب کوئی ستارہ اس کی معین جگہ میں آتا ہے تو اس کی قوت و صلاحیت زمین میں ظاہر ہوتی ہے۔

مثال: عورتوں میں نسوانی عادتیں اور زنانہ خصائل ہوتے ہیں۔ اور اس کی وجہ زنانی فطرت ہے جس کا ادراک دشوار ہے۔ اسی طرح مردوں میں بہادری اور بلند آہنگی ہوتی ہے۔ اور اس کی وجہ بھی مردانہ مزاج ہے۔ لہذا اس بات کا انکار نہیں کرنا چاہئے کہ زہرہ اور مریخ وغیرہ ستاروں کی صلاحیتیں جب زمین تک پہنچیں تو ان کے مخفی طبائع کے آثار ظاہر ہوں۔

دوسرا طریقہ — کواکب کی تاثیر روحانی اور طبعی صلاحیتوں کا آمیزہ ہو — جنہیں (پیٹ کے بچہ) پر ماں اور باپ

دونوں کے اثرات پڑتے ہیں۔ مثلاً: مرد کا مادہ قوی ہوتا ہے تو بچہ دھسیال کے مشابہ، اور ماں کا مادہ قوی ہوتا ہے تو ننھیال کے مشابہ ہوتا ہے (بخاری حدیث ۳۹۳۸) اور مولید مثلاً اور آسمانوں اور زمین میں ایسا ہی تعلق ہے جیسا جنین اور اس کے ماں باپ کے درمیان ہے پس آسمان و زمین کی صلاحیتیں ہی حیوانات اور انسانوں کے وجود کا سبب ہیں۔

حکومتوں اور شریعتوں کی تبدیلی میں قِوَانات کی تاثیر

قِوَانات: قِرَافۃ کی جمع ہے، علم نجوم کی اصطلاح میں جب دو ستارے ایک برج میں ایک درجہ میں جمع ہوتے ہیں، تو اس اجتماع کو قرآن، نظر اور زائچہ کہتے ہیں۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ سے سوال کیا گیا کہ مواقع النجوم کو خود قرآن نے بہت بڑی قسم کہا ہے: اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت نے اسرار قرآنی میں اس کا یہ جواب دیا:

”سفلیات را اگر بہر انفعال نہادہ اند، علویات را جلوۃ افعال دادہ اند، ہر تغیرے و انقلابے کہ در خاکدان زمین رومی دہد، منشا آن در عالم اسباب ہمیں کو اکب اند، کہ باطوار مختلف فی آیند و می روند،

عمدہ تغیرے و مہین انقلابے کہ پس از ”انقلاب ظہور قدیم بآئینہ حدوث“ بر روئے کار آمد، نزول قرآنی است۔ نظر بریں زائچہ ایں انقلاب از جملہ زائچہا برتر باشد، و نقشہ ایں اجمال کہ از اجتماع جملہ نجوم بہیت مخصوصہ ظہور فرمودہ، از جملہ نقشہائے کہ در حوادث جلوہ گریدہ دارند احسن و اعلیٰ باشد۔ بدیں وجہ نقشہ ہوگر حوادث کہ مقسم بہ خداوندی گردیدہ اند، بدیں نقشہ نہ رسد، بدیں سبب موصوف بہ قسم عظیم گردیدہ“ (اسرار قرآنی ص ۴۲ جواب سوال دوم)

ترجمہ: سفلیات کو اگر اثر پذیری کے لئے بنایا ہے تو علویات کو اثر اندازی کا کمال دیا ہے، جو بھی تبدیلی اور انقلاب زمین میں رونما ہوتا ہے اس کا منشا (پیدا ہونے کی جگہ) عالم اسباب میں ستارے ہیں، جو مختلف انداز سے آتے جاتے ہیں۔ بہترین تغیر اور بڑا انقلاب جو ردعمل آیا ہے — ذات قدیم کے حدوث کے آئینہ میں ظہور انقلاب کے بعد — وہ قرآن کا نزول ہے، نظر بریں زائچہ یہ انقلاب دوسرے تمام انقلابوں سے بڑا ہے، اور اس اجمال کا نقشہ (نزول قرآن) جو چند ستاروں کے مخصوص بیت میں جمع ہونے سے وجود میں آیا ہے: اُن تمام نقشوں سے (سابقہ نبوتوں اور کتابوں کے نزول سے) جو حوادث میں جلوہ گر ہوئے ہیں: عمدہ اور اعلیٰ ہے، اس وجہ سے دیگر واقعات کے نقشے جو مقسم بہ خداوندی ہیں: اس نقشہ تک نہیں پہنچ سکتے: اس وجہ سے اس کو ”بہت بڑی قسم“ کہا ہے۔

وضاحت: دو باتیں: (۱) زمینی واقعات اثر قبول کرتے ہیں، اور کو اکب اثر ڈالتے ہیں، عالم اسباب میں نئی باتوں کا منشا ستارے ہیں، تمامی اہم واقعات جو زمین میں رونما ہوتے ہیں، ان کا منشا یہی کو اکب ہیں (۲) اور اللہ تعالیٰ نے جب

سے یہ عالم حادث بنایا ہے: بہترین تغیر اور عظیم انقلاب جو رونما ہوا ہے وہ قرآن کا نزول ہے، اس سے بڑا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا۔ نتیجہ: گذشتہ کتابوں کے نزول کے وقت بھی کو اکب کا اجتماع ہوتا تھا، مگر نزول قرآن کے وقت چند ایسے ستارے کسی برج میں جمع ہوئے جو شروع کائنات سے اُس وقت تک کبھی جمع نہیں ہوئے تھے، یہی زائچہ (ستاروں کا اجتماع) مواقع النجوم ہے، اس کی قسم کھائی ہے یعنی اس کو قرآن کی حقانیت کی دلیل میں پیش کیا ہے، اور کو اکب کا یہ اجتماع چونکہ سب سے بڑا اجتماع تھا، اس لئے اس کو ”بڑی قسم“ کہا ہے۔

دلیل رسالت (قرآن کریم) کی عظمت شان کا بیان

سابقہ آیات میں قدرتِ خداوندی کے چار کارناموں سے توحید پر استدلال کیا تھا، وہ توحید کی دلیل عقلی تھی، اب دلیل نقلی پیش کرتے ہیں، اور وہ قرآن کریم ہے، اسی نے توحید کو کھول کر بیان کیا ہے۔

اور بات یہاں سے شروع کی ہے کہ مشرکین جو توحید کا انکار کرتے ہیں: وہ غلط ہے، توحید برحق ہے، اور اس کی دلیل عظیم الشان قرآن کریم ہے، اس کے نزول کے وقت چند ایسے ستارے ایک برج میں جمع ہوئے تھے جو ابتدائے آفرینش سے کبھی جمع نہیں ہوئے تھے، نہ آئندہ کبھی جمع ہونگے، اور عالم اسباب میں علویات کی سفلیات پر تاثیر اکابر نے تسلیم کر لی ہے، پس اس عظیم اجتماع کے زمین پر عظیم اثرات مرتب ہوئے، اور جو قرآن لوح محفوظ میں تھا اس کو رب العالمین نے انسانوں اور جنات کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا، اور لوح محفوظ تک فرشتوں کے سوا کسی کی پہنچ نہیں کہ یہ احتمال ہو کہ شیاطین وہاں سے لے آئے ہوں، اور جیسے وہ کاہنوں کو بات پہنچاتے ہیں آپ کو قرآن پہنچایا ہو، پس اب تم سوچو! کیا یہ قرآن سرسری بات ہے جو تم اس کی تکذیب کے درپے ہو؟

قرآن کریم کو بے وضوء ہاتھ لگانا جائز نہیں

ارشاد پاک: ﴿لَا يَسْتَفِئِلُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾: کا ماسبق لاجلہ الکلام (بنیادی مقصد) یہ ہے کہ کتابِ مکنون (لوح محفوظ) ایسی جگہ ہے جہاں تک فرشتوں کے علاوہ کسی کی پہنچ نہیں، مگر اس آیت سے یہ مسئلہ بھی اخذ کیا گیا ہے کہ قرآن کو بے وضوء ہاتھ لگانا جائز نہیں، کیونکہ نص کے الفاظ عام ہیں، لَا يَصِلُ کے بجائے لَا يَمَسُّ فرمایا ہے، اور الملائكة کے بجائے المطهرون فرمایا ہے، اور تفسیر کا اصول یہ ہے کہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے، اس لئے چاروں ائمہ نے الفاظ کے عموم سے مذکورہ مسئلہ ثابت کیا ہے، تفصیل تحفۃ الاعی شرح سنن الترمذی جلد اول کے مقدمہ میں ہے۔

﴿فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ﴾ ۱ ﴿وَأِنَّهُ لَقَسَمٌ لِّوَعْلَمُونَ عَظِيمٌ﴾ ۲ ﴿إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ﴾ ۳ ﴿فِي صُحُفٍ مُّكَوَّنَةٍ﴾ ۴ ﴿لَا يَسْتَفِئِلُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ ۵ ﴿تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ﴾ ۶ ﴿أَفِيْهِذَا الْحَدِيثِ أَنْتُمْ مُذْهِبُونَ﴾ ۷

وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنْتُمْ تُنْكِدُونَ ﴿٥﴾

ترجمہ: — پس نہیں! — یعنی توحید کا انکار درست نہیں! — میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے اجتماع کی — قرآن کائناتی چیزوں کی جو قسم کھاتا ہے وہ درحقیقت مقسم علیہ (مدعی) کے دلائل ہوتے ہیں، مدعی آگے آ رہا ہے، درمیان میں جملہ معترضہ ہے — اور بے شک یہ قسم اگر تم بوجھو یقیناً بڑی قسم (دلیل) ہے — کیونکہ کو اکب کا ایسا اجتماع کبھی نہیں ہوا — بے شک وہ قرآن معزز پڑھنے کی کتاب ہے — یہ مقسم علیہ (مدعی) ہے — چھپائے ہوئے نوشتہ (لوح محفوظ) میں ہے، اس کو نہایت پاک بندوں کے سوا کوئی نہیں چھوتا، اس کو جہانوں کے پالنہار نے اتارا ہے، پس کیا تم اس کلام کو سرسری بات سمجھتے ہو، اور اس کی تکذیب کو اپنی غذا بنا لیتے ہو! — یعنی کیا یہ ایسی دولت ہے جس سے مستفید ہونے میں تم سستی کرو؟ اور اپنا حصہ اتنا ہی سمجھو کہ اس کو جھٹلاتے رہو؟ تمہیں چاہئے کہ اس نعمت کا شکر بجالاؤ، اور اس کے بتلائے ہوئے راستہ کو اپناؤ!

فائدہ: یہ دنیا دار الاسباب ہے، یہاں اسباب و مسببات زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں، مگر جہاں سبب اور مسبب کے درمیان تعلق خفی ہوتا ہے وہاں مسبب کی سبب کی طرف اضافت و نسبت جائز نہیں، ایسی جگہ حکم ہے کہ مسبب کی نسبت مسبب الاسباب کی طرف کی جائے، البتہ باہمی تعلق واضح ہو تو نسبت جائز ہے، جیسے علاج معالجہ سے شفاء ہوتی ہے، اور دونوں میں تعلق واضح ہے، پس کہہ سکتے ہیں کہ فلاں حکیم / ڈاکٹر کا علاج کرایا، اس لئے شفا ہو گئی، اور یہ کہنا کہ فلاں ٹیچر لگا یعنی کو اکب کا اجتماع ہوا اس لئے بارش ہوئی: یہ کہنا جائز نہیں، کیونکہ کو اکب کے اجتماع اور بارش کے درمیان تعلق خفی ہے، ایسی جگہ کہا جائے گا کہ اللہ کے فضل سے بارش ہوئی — البتہ یہ ضابطہ انسانوں کے لئے ہے، جن کا علم محدود ہے، اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہیں وہ نسبت کر سکتے ہیں، جیسا کہ اس آیت میں نزول قرآن کی نسبت مواقع الخوم کی طرف کی ہے۔

فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ ﴿١﴾ وَأَنْتُمْ حِينِيذٍ تَنْظُرُونَ ﴿٢﴾ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ ﴿٣﴾ فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ﴿٤﴾ تَرْجِعُونَهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٥﴾ فَاَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٦﴾ فَرَوْحٌ وَرِيحٌ وَجَنَّتْ نَعِيمٌ ﴿٧﴾ وَ أَمَّا إِنْ كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿٨﴾ فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿٩﴾ وَ أَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ ﴿١٠﴾ فَنَزْلٌ مِنْ حَيْمٍ ﴿١١﴾ وَ تَصْلِيَةٌ جَهِيمٌ ﴿١٢﴾ إِنَّ هَذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ ﴿١٣﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿١٤﴾

فَلَوْلَا ^(۱)	پس کیوں نہیں	إِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	وَأَمْثَلَاتُ گان	اور یا اگر ہے وہ
لَا إِذَا بَلَغَتِ	جب پہنچ جاتی ہے (روح)	صُدُقَيْنِ	سچے	مِنَ الْمُكَذِّبِينَ	جھٹلانے والوں سے
الْحُلُقُومَ	گلے میں	فَأَمْثَلَاتُ گان	پس یا اگر ہے وہ	الضَّالِّينَ	بھٹکے ہوؤں سے
وَأَنْتُمْ حِينِيذٍ	اور تم اس وقت	مِنَ الْمُتَقَرِّبِينَ	مقرب لوگوں میں سے	فَنُزُلٍ	پس مہمانی ہے
تَنْظُرُونَ	دیکھ رہے ہوتے ہو	فَنُزُولٍ	پس راحت	مِنْ حِينِيذٍ	جلتے پانی کی
وَنَحْنُ	اور ہم	وَرِيحَانٍ	اور روزی	وَتَصْلِيَةٍ ^(۲)	اور جلنا ہے
أَقْرَبُ إِلَيْهِ	اس کے زیادہ نزدیک ہیں	وَجَنَّتُ نَعِيمٍ	اور نعمت کا باغ ہے	جَحِيمٍ	دورخ میں
مِنْكُمْ	تم سے	وَأَمْثَلَاتُ گان	اور یا اگر ہے وہ	إِنَّ هَذَا لَهَوٌ	بے شک یہ البتہ وہ
وَلَكِنْ	لیکن	مِنَ أَصْحَابِ	دائیں والوں میں سے	حَقِّ الْيَقِينِ ^(۵)	لا اقل یقین ہے
لَا تُبْصِرُونَ	تم دیکھتے نہیں	الْيَمِينِ	پس سلامتی ہے تیرے لئے	فَسَبِّحْ	پس پاکی بول
فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ	پس کیوں نہیں اگر ہو تم	فَسَلِّمْ لَكَ	پس سلامتی ہے تیرے لئے	يَا سَمِ	نام کے
عَزِيزٍ مَدِينِينَ ^(۲)	نہ بدلہ دیئے ہوئے	مِنَ أَصْحَابِ	دائیں والوں سے	رَبِّكَ	تیرے رب کی
تَرْجِعُونَهَا ^(۱)	لوٹا لیتے تم اس کو	الْيَمِينِ ^(۳)		الْعَظِيمِ	بڑے رتبہ والا

جو بویا ہے وہی کاٹے گا

دلیل عقلی و نقلی سے توحید کو ثابت کرنے کے بعد اب یہ مضمون ہے کہ یہ دنیا عارضی ہے، ایک دن ختم ہو جائے گی، پھر دوسری دنیا آباد ہوگی، اور جزا و سزا کا عمل شروع ہوگا، انسان نے اس دنیا میں جو بویا ہے اس کو کاٹے گا — مگر مشرکین یہ سمجھتے ہیں کہ انسان خود بخود پیدا ہو گئے ہیں، پیدا ہوتے ہیں اور مر جاتے ہیں، آگے کوئی زندگی ہے نہ جزا و سزا، نہ وہ انسان کو کسی کی قدرت کے ماتحت سمجھتے ہیں، ان سے کہا جا رہا ہے کہ اگر ایسا ہے تو تم مرنے والے کو مرنے کیوں دیتے ہو؟ جب یہی دنیا سب کچھ ہے تو اسی میں ہمیشہ رہو، حالانکہ جب جان کنی کا وقت ہوتا ہے، روح مرنے والے کے گلے میں آ جاتی ہے، اور تم پاس بیٹھے کی مانند دیکھ رہے ہوتے ہو، مگر بے بس ہوتے ہو، کچھ کر نہیں سکتے، اور اللہ تعالیٰ اس وقت (۱) لولا: مکرر ہے، اور وہ ترجعوا نہا پر داخل ہے، ترجمہ اس کے ساتھ ہوگا۔ (۲) مَدِينِينَ: اسم مفعول: (۱) بدلہ دیا ہوا (۲) زیر حکم، محکوم (۳) عین: تعلیلیہ ہے، ای من أجل أنه منهم اور (لَكَ) میں التفات ہے، اصل: لہ تھا۔ (۴) تصلیۃ: باب تفعیل کا مصدر ہے: جلانا۔ (۵) حق الیقین: موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے۔

مرنے والے سے تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں یعنی مرنے والا اللہ کے اختیار میں ہوتا ہے، اگر مرنے والا تمہارے اختیار میں ہے، تو اس کو مرنے کیوں دیتے ہو؟ اس کی روح کو پھیر لاؤ!

انسان کو مرنے کے اللہ کے پاس پہنچنا ہے، پھر اگر وہ مقرب بندوں میں سے ہے تو اس کے وارے نیارے! اس کے لئے راحت، روزی اور نعمت کا باغ ہے، اور اگر وہ دائیں والوں میں سے ہے تو بھی زہے نصیب! کامیاب تو ہے! لیکن اگر وہ مکذیب کرنے والوں گمراہوں میں سے ہے، تو اس کی دعوت جلتے پانی سے ہوگی، اور اس کو جہنم میں جلنا ہوگا، یہ قطعی اور لائق یقین فیصلہ ہے، اس میں ادنیٰ شک کی گنجائش نہیں، اللہ تعالیٰ تینوں فریقوں کو ان کے انجام سے ہم کنار کرنے پر قادر ہیں، پس ان کی پاکی کا گیت گاؤ، وہ عظیم ہستی ہیں!

سبحان اللہ وبحمده! سبحان اللہ وبحمده! سبحان اللہ وبحمده!

آیاتِ پاک: — پس جس وقت روح حلق میں آ پہنچتی ہے، اور تم اس وقت تک رہے ہوتے ہو، اور ہم اس سے تم سے زیادہ نزدیک ہوتے ہیں لیکن تم دیکھتے نہیں — کیونکہ وہ علم و قدرت کی نزدیکی ہوتی ہے، جو معنوی نزدیکی ہے — پس اگر تمہارا حساب کتاب ہونے والا نہیں — یعنی دوسری زندگی نہیں، جیسا کہ تمہارا خیال ہے — تو تم اس روح کو پھیر کیوں نہیں لاتے، اگر تم سچے ہو — کہ دوسری زندگی نہیں۔

پس اگر وہ شخص (مرنے والا) مقربین (سابقین) میں سے ہے تو اس کے لئے راحت اور روزی اور آرام کا باغ ہے! — اور اگر وہ دائیں والوں میں سے ہے (یعنی عام مومنین میں سے ہے) تو تیرے لئے یعنی اس کے لئے سلامتی ہے، دائیں والوں میں ہونے کی وجہ سے — اور اگر وہ جھٹلانے والوں بھٹکے ہوؤں میں سے ہے تو اس کے لئے جلتے پانی کی دعوت ہے، اور اس کو دوزخ میں جلنا ہے، بے شک یہ تحقیقی کبی بات ہے، پس پاکی بول اپنے بڑے رتبہ والے پروردگار کے نام کی!

﴿۱۱۱﴾ (رحب ۱۴۳ھ - ۱۹/۱۲/۲۰۱۶ء)



اِنَّا نَحْنُ ۙ
(۵۷) سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدِيْنَتُهُ (۹۴) كُوْنَا تَعْلَمُوْنَ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ ۚ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَ
الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِيْجُ فِي الْاَرْضِ
وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُبُ فِيْهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ
مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ
وَ اِلٰهَ اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ يُوَلِّجُ الْاَيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوَلِّجُ النَّهَارَ فِي الْاَيْلِ ۚ
وَهُوَ عَلِيْمٌ بِذٰتِ الصُّدُوْرِ ۝

سَبَّحَ	پاک بیان کرتی ہیں	وَ الْاَرْضِ	اور زمین میں	وَهُوَ	اور وہ
لِلّٰهِ	اللہ تعالیٰ کی	يُحْيِي	جلاتا ہے	بِكُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کو
مَا	جو چیزیں	وَيُمِيْتُ	اور مارتا ہے	عَلِيْمٌ	خوب جانتا ہے
فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں	وَهُوَ	اور وہ	هُوَ الَّذِيْ	وہی جس نے
وَ الْاَرْضِ	اور زمین میں ہیں	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر	خَلَقَ	پیدا کیا
وَهُوَ	اور وہ	قَدِيْرٌ	پوری قدرت والا ہے	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں
الْعَزِيْزُ	زبردست	هُوَ الْاَوَّلُ	وہی سب سے پہلا	وَ الْاَرْضِ	اور زمین کو
الْحَكِيْمُ	حکمت والے ہیں	وَ الْاٰخِرُ	اور سب سے پچھلا	فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ	چھ دنوں میں
لَهُ مُلْكُ	انہی کا راج ہے	وَ الظَّاهِرُ	اور کھلا	ثُمَّ اسْتَوٰى	پھر قائم ہوا
السَّمٰوٰتِ	آسمانوں	وَ الْبَاطِنُ	اور چھپا ہے	عَلَى الْعَرْشِ	تخت شانی پر

يَعْلَمُ مَا يَدْبِرُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْدِرُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَنْفُثُ فِيهَا	جانتا ہے جو داخل ہوتا ہے زمین میں اور جو نکلتا ہے زمین سے اور جو اترتا ہے آسمان سے اور جو چڑھتا ہے اس میں	وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ لَّهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ	اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہوؤ اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کو جو تم کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہے اسی کا راج ہے آسمانوں اور زمین میں	وَأَنكَ اللَّهُ تُوجِبُ الْأُمُورَ يُؤَلِّجُ الْبَيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُؤَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَهُوَ عَلَيْهِ بِدَاتِ الصُّدُورِ	اور اللہ کی طرف لوٹیں گے سب کام داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور وہ خوب جانتا ہے سینوں کی باتوں کو
---	---	---	--	---	---

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الحديد

یہ مدنی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ۹۴ ہے، اس کے بعد نو سورتیں اور مدنی آ رہی ہیں، جو یہ ہیں: المجادلہ ۱۰۵، الحشر ۱۰۸، الممتحنہ ۹۱، الصف ۱۰۹، الجمعة ۱۱۰، المنافقون ۱۰۴، التغابن ۱۰۸، الطلاق ۹۹ اور التحریم ۱۰۷۔ یہ مختلف زمانوں میں نازل ہوئی ہیں، جیسا کہ ان کے نزول کے نمبروں سے واضح ہے، مگر مصاحف میں لوح محفوظ کی ترتیب سے رکھی گئی ہیں، یہ ترتیب مضامین کے لحاظ سے ہے، اور مدنی سورتوں کا موضوع احکام ہیں، ان سب سورتوں میں احکام کا بیان ہے۔

ان میں سے پانچ سورتیں مُسَبِّحات کہلاتی ہیں، اور وہ یہ ہیں: الحديد، الحشر، الصف، الجمعة اور التغابن، ان کے شروع میں مَسْبُوحٌ یا يُسَبِّحُ ہے، اور حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ رات کو سونے سے پہلے یہ سورتیں پڑھا کرتے تھے، اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ان میں ایک آیت ایسی ہے جو ہزار آیتوں سے افضل ہے، ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: وہ آیت یہ ہے: ﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ ﴿۱﴾ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اگر کبھی کسی کے دل میں شیطان کوئی وسوسہ ڈالے تو وہ یہ آیت آہستہ سے پڑھ لے (معارف القرآن)

رابط: سورۃ الواقعہ میں مومنین کی دو قسمیں: سابقین اور اصحاب الیمین کی ہیں، یہ قسمیں ایمان میں پختگی اور اعمال میں مضبوطی کے اعتبار سے ہیں، چنانچہ اب دس سورتوں میں احکام بیان فرماتے ہیں، ان میں حقنی پختگی اور مضبوطی ہوگی

اسی قدر مؤمنین کے درجات بلند ہونگے، اور ربط خاص یہ ہے کہ گذشتہ سورت توحید کے بیان پر پوری ہوئی ہے، اب یہ سورت اللہ کے شئون و صفات کے بیان سے شروع ہو رہی ہے، کیونکہ یہ بھی توحید ہی کا مضمون ہے۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اللہ تعالیٰ کے شئون و صفات

شُئُون: شان کی جمع ہے: یعنی اہم کام، ارشاد پاک ہے: ﴿كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾: وہ ہر وقت کسی اہم کام میں ہوتے ہیں۔ اور صفت: کسی چیز کی وہ حالت و کیفیت ہے جس پر وہ قائم ہے، جیسے سیاہی سفیدی، اور علم و جہالت وغیرہ وہ علامات ہیں جن سے موصوف پہچانا جاتا ہے۔

اور تسبیح و تقدیس: صفاتِ سلیمہ کا نام ہے، یعنی اللہ تعالیٰ یہ نہیں وہ نہیں، عیوب و نقائص سے مبرا ہیں، اور تحمید و تجہید: صفاتِ ثبوتیہ کا نام ہے، یعنی اللہ تعالیٰ میں یہ خوبی ہے وہ خوبی ہے۔

اور ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے تعلق سے تین باتوں کا بیان ہے:

- ۱- شروع کی تین آیتوں میں تقدیس و تجہید یعنی تسبیح و تحمید ہے، نقائص سے پاکی بیان کر کے اللہ کی چار خوبیاں بیان کی ہیں۔
- ۲- پھر ایک آیت میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے یہ کائنات چھ ادوار میں پیدا کی ہے، اور اس پر کنٹرول بھی انہیں کا ہے، دوسرا کوئی تدبیر عالم میں شریک نہیں، ساتھ ہی مشرکین کے دوسرے کا جواب بھی دیا ہے۔
- ۳- پھر آخری دو آیتوں میں یہ بات بیان کی ہے کہ اس کائنات کا مرجع (لوٹنے کی جگہ) اللہ ہی کی ذات ہے، اور اس بات کو شب و روز کے گھٹنے بڑھنے سے سمجھایا ہے۔

تسبیح و تقدیس: آسمانوں اور زمین کی ہر چیز حالاً و قالاً اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے، یعنی یہ ظاہر کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بے عیب ہیں، ان کی ذات میں کوئی کمی نہیں۔

اور حالاً پاکی بیان کرنا: یہ ہے کہ جب ہم کوئی مصنوع (بنائی ہوئی) چیز دیکھتے ہیں جو شاندار ہوتی ہے، جیسے تاج محل، تو ہمارا ذہن کارِ گیر کے کمال کی طرف جاتا ہے، کائنات کے ذرے ذرے کا بھی یہی حال ہے، جس چیز کو جیسا ہونا چاہئے تھا ویسا ہی اللہ نے اس کو بنایا ہے، ہر چیز اللہ کی صناعی (کارِ گیری) کے کمال پر دلالت کرتی ہے، یہی تسبیح حالی ہے۔ لطیفہ: ایک عقل کے مارے آم کے درخت کے نیچے لیٹے تھے، اوپر آم لگ رہے تھے، اور ساتھ میں تر بوز کا کھیت تھا، اس کی بیلوں میں تر بوز لگے ہوئے تھے، وہ عقل کے پٹلے سوچنے لگے کہ خاتمِ بدین! اللہ پاک کیسے بے عقل ہیں! اتنے

بڑے درخت کو ذرا ذرا سے پھل دیئے ہیں، اور اس ناتواں قیل و قال کو اتنے بڑے بڑے پھل اٹھوائے ہیں! اچانک ایک آدم ٹوٹا اور کھوپڑی پر گرا، ایک دم اٹھ بیٹھے، اور کہنے لگے: نہیں! اللہ پاک عقلمند ہیں، اگر آم: تر بوڑھتا ہوتا تو آج ہمارا کام تمام ہو گیا ہوتا! — یعنی اللہ کی حکمت و مصلحت کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں، بالا جمال ہم جانتے ہیں کہ ہر چیز موزون ہے، یہ تسبیح حالی ہے، اور تسبیح قالی زبان سے اعتراف کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہیں، یہ اُس مخلوق کا کام ہے جس کو اللہ نے بیان سکھلایا ہے۔

تحمید و تجمید، تعریف کرنا اور بزرگی بیان کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی چار صفات بیان کی ہیں:

۱- العزیز: زبردست لا یغلبہ شیء: کوئی چیز اللہ کو عاجز نہیں کر سکتی، ہر انہیں سکتی، پس یہ صفت: قدیر کے ہم معنی ہے۔

۲- الحکیم: بڑے حکمت والے یعنی اللہ کا ہر کام فوائد پر مشتمل ہے، اور عقل کے مقتضاء کے مطابق ہے۔

۳- یحییٰ و یمیت: جلاتے ہیں اور مارتے ہیں یعنی اس دنیا میں جو آ رہا ہے اور جا رہا ہے، وہ اللہ کا ارنامہ ہے، پس آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی سلطنت ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہیں، جس چیز کو چاہیں دنیا میں لائیں اور جس چیز کو چاہیں لے جائیں!

۴- اس دنیا کے تعلق سے جو حادث اور فانی ہے اللہ تعالیٰ کی چار صفات ہیں:

(الف) الاول: اس دنیا سے پہلے اللہ ہی تھے، یہ دنیا انہی نے پیدا کی ہے۔

(ب) الآخر: اس دنیا کے بعد اللہ ہی رہ جائیں گے، یہ دنیا ایک دن ختم ہو جائے گی، رہے گا نام باقی اللہ کا! ﴿كُلُّ مَنْ

عَلَيْهَا فَإِنَّ ۖ وَ يَنْبَغِي وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝﴾ اور ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۝﴾

(ج) الظاهر: کھلے: یعنی عالم کا ذرہ ذرہ ان کے وجود کی شہادت دیتا ہے، ہر ورق دفترے است از معرفت کردگار!

عرب کا ایک بے دکھتا ہے: راستے میں بیگنیاں اونٹ کے گزرنے کی دلیل ہیں، پیروں کے نشانات راہ رو کی دلیل ہیں، پس

یہ بڑے بڑے ستاروں والا آسمان اور گہری گھاٹیوں والی زمین صانع خیر و بصیر کی دلیل کیوں نہیں!

(د) الباطن: چھپے ہوئے، یعنی اس دنیا میں اللہ کو کوئی دیکھ نہیں سکتا، کیونکہ یہاں ایمان بالغیب مطلوب ہے، مگر بایں

ہم وہ ہر چیز سے واقف ہیں — اللہ کی یہ چار صفات اس دنیا کے اعتبار سے ہیں۔

﴿سَبِّحْ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝﴾ کہ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٰی وَ يُمِيتُ ۚ

وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝﴾

ترجمہ: اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں — یہاں تک تقدیس کا مضمون ہے، پھر آگے

تحمید ہے، یعنی صفات کمالیہ کا بیان ہے: — (۱) اور وہ زبردست (۲) بڑی حکمت والے ہیں (۳) ان کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں، پیدا کرتے ہیں اور مارتے ہیں، اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں — اس میں تقدیم و تاخیر ہے، ان کی سلطنت ہے: بعد میں ہے — (۴) وہی پہلے ہیں، اور پچھلے ہیں، اور کھلے ہیں، اور چھپے ہیں، اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں!

آسمانوں اور زمین پر مشتمل کائنات اللہ ہی نے پیدا کی ہے

اور اس پر کنٹرول بھی انہی کا ہے، دوسرا کوئی تدبیر عالم میں شریک نہیں

ہماری یہ دنیا جو آسمانوں اور زمین پر مشتمل ہے: اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی ہے، یہ کائنات چھ ادوار میں بن کر تیار ہوئی ہے، پھر تختِ شہابی پر اللہ تعالیٰ جلوہ افروز ہیں، یعنی یہ عالم انہی کے کنٹرول (استیلاء) میں چل رہا ہے، دوسرا کوئی نظم و انتظام میں شریک نہیں — اور مشرکوں کا یہ خیال باطل ہے کہ اللہ تعالیٰ تنہا پورے عالم کا انتظام و انصرام کیسے کر سکتے ہیں؟ الاحمال انہوں نے کائنات کے حصے بنائے ہیں، اور ہر حصہ کا کسی کو ذمہ دار بنایا ہے، پس اگر بارش چاہئے تو بارش کے ذمہ دار کو راضی کرنا پڑے گا: مشرکین کا یہ خیال غلط ہے، اس کی حاجت ناقص العلم کو ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ تو جانتے ہیں ان چیزوں کو جو زمین میں داخل ہوتی ہیں، یا زمین سے نکلتی ہیں، اور جو چیزیں آسمان سے اترتی ہیں یا آسمان میں چڑھتی ہیں، اور وہ علم و قدرت کے اعتبار سے انسانوں کے ساتھ ہیں، جہاں کہیں وہ ہوں، وہ ان کے کاموں کو خوب دیکھ رہے ہیں، پس ایسے کامل العلم و سبع القدرت کے لئے تنہا کائنات کا نظم و انتظام کرنا کیا مشکل ہے!

فائدہ: اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کام لیتے ہیں، اور اسباب بھی کارگر ہیں، مگر وہ خدائی میں شریک نہیں، ان کی حیثیت نوکروں کی ہے، کارخانے میں ملازم ہوتے ہیں، مگر وہ کارخانے میں حصہ دار نہیں ہوتے۔

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُعَلِّمُ مَا يَلْبِغُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْبُرُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُبُ فِيهَا وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝﴾

ترجمہ: وہ ایسے ہیں جنہوں نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ تختِ شہابی پر قائم ہوئے، وہ جانتے ہیں جو چیزیں زمین میں داخل ہوتی ہیں — مثلاً: بارش کا پانی اور بیج زمین کے اندر جاتا ہے — اور جو چیزیں زمین سے نکلتی ہیں — مثلاً: کھیتی اور درخت وغیرہ زمین سے نکلتے ہیں — اور جو چیزیں آسمان سے اترتی

ہیں — مثلاً: فرشتے، شریعتیں، قضا و قدر کے فیصلے اور بارش وغیرہ آسمان کی طرف سے اترتے ہیں — اور جو چیزیں آسمان میں چڑھتی ہیں — مثلاً: فرشتے اور بندوں کے اعمال آسمان میں چڑھتے ہیں — اور وہ تمہارے ساتھ ہیں جہاں کہیں تم ہو — یہ ساتھ ہونا: علم و قدرت کے اعتبار سے ہے — اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھ رہے ہیں — یعنی وہ بندوں کے تمام کھلے چھپے احوال سے واقف ہیں، ان کے لئے کائنات کو سنبھالنا کچھ مشکل نہیں۔

کائنات کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے

آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ کی ہے (یہ تمہید لوٹائی ہے) اُس کی قلم رو سے نکل کر کوئی کہیں نہیں جاسکتا، آخر کار سب کو لوٹ کر اللہ کے پاس حاضر ہونا ہے، اللہ تعالیٰ اس دنیا کی جگہ دوسری دنیا لے آئیں گے، اور یہ کام ان کے لئے کچھ مشکل نہیں، تم دیکھتے نہیں: اللہ تعالیٰ رات کا ایک حصہ دن میں داخل کرتے ہیں، پس دن بڑا ہو جاتا ہے، اور دن کا ایک حصہ رات میں داخل کرتے ہیں، پس رات بڑی ہو جاتی ہے، اسی طرح اس پورے عالم کو اللہ تعالیٰ آخرت میں داخل کریں گے، پھر وہ عالم ہمیشہ چلے گا — وہ ایسا کب کریں گے؟ وہی جانتے ہیں کہ وہ ایسا کب کریں گے! وہ کائنات کے رازوں سے واقف ہیں، وہ سینوں کی باتوں کو بھی جانتے ہیں، جب ان کی مصلحت ہوگی وہ ایسا ضرور کریں گے۔

﴿لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝ يُؤَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُؤَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۚ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝﴾

ترجمہ: ان کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں، اور اللہ کی طرف سب کام لوٹیں گے، وہ رات کو دن میں داخل کرتے ہیں، اور دن کو رات میں داخل کرتے ہیں، اور وہ سینوں کی باتوں کو خوب جانتے ہیں! فائدہ: قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ جب وہ کسی بات پر دو باتیں متفرع کرنا چاہتا ہے تو دونوں باتیں ساتھ بیان نہیں کرتا، اس سے مضمون میں پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے، بلکہ وہ تمہید لوٹا کر دوسری بات بیان کرتا ہے، پس اس کو تکرار نہیں سمجھنا چاہئے۔

﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ۚ وَانْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۚ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَانْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ۚ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ۚ هُوَ الَّذِيْ

يُنَزِّلُ عَلَى عَبْدٍ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَإِنَّ
 اللَّهَ بِكُمْ لَكَوْفٌ تَحِيمٌ ۝ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَتْلَ أَوْلِيكَ
 أَكْثَرُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَتْلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ
 وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ
 لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ ۝

ع

اٰمِنُوْا	ایمان لاؤ	وَمَا لَكُمْ	اور تمہیں کیا ہوا	عَلَىٰ عَبْدٍ	اپنے خاص بندے پر
بِاللّٰهِ	اللہ پر	لَا تُؤْمِنُوْنَ	ایمان نہیں لاتے	آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ	واضح آیتیں
وَرَسُوْلِهٖ	اور اس کے رسول پر	بِاللّٰهِ	اللہ پر	لِّيُخْرِجَكُمُ	تاکہ نکالیں وہ تمہیں
وَأَنْفَقُوا	اور خرچ کرو	وَالرُّسُوْلُ	اور اس کے رسول	مِّنَ الظُّلُمٰتِ	تاریکیوں سے
مِمَّا	اس میں سے جو	يَدْعُوْكُمْ	تمہیں بلاتے ہیں	إِلَى النُّوْرِ	روشنی کی طرف
جَعَلَكُمْ	بنایا اس نے تم کو	لِتُؤْمِنُوْا	تاکہ ایمان لاؤ تم	وَإِنَّ اللّٰهَ	اور بے شک اللہ
مُسْتَخْلَفِيْنَ ^(۱)	قائم مقام (نائب)	بِرَبِّكُمْ	اپنے پروردگار پر	بِكُمْ	تم پر
فِيْهِ	اس میں	وَقَدْ أَخَذَ	اور با تحقیق لیا اس نے	لَكَوْفٌ	یقیناً بہت شفیق
كَالَّذِيْنَ	پس جو لوگ	مَبِيْثًا فَكُنْمْ	تم سے عہد بیان	تَحِيْمٌ	بڑے مہربان ہیں
اٰمَنُوْا مِنْكُمْ	ایمان لائے تم میں سے	اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	وَمَا لَكُمْ	اور تمہیں کیا ہوا
وَأَنْفَقُوا	اور خرچ کیا انھوں نے	مُؤْمِنِيْنَ	یقین کرنے والے	اَلَّا	کہ نہیں
لَهُمْ	ان کے لئے	هُوَ الَّذِيْ	وہی ہیں جو	تُنْفِقُوْا	خرچ کرتے
اَجْرٌ كَرِيْمٌ	بڑا ثواب ہے	يُنَزِّلُ	اتارتے ہیں	فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ	راہِ خدا میں

(۱) مُسْتَخْلَفٍ: اسم مفعول، استخلاف: خلیفہ اور نائب بنانا (۲) لِيُخْرِجَكُمُ: کا فاعل اللہ تعالیٰ ہیں، رسول فاعل نہیں اور قرینہ: آیت کا فاصلہ (آخر) ہے۔

وَاللّٰهُ	اور اللہ کے لئے ہے	أَعْظَمُ	بڑے ہیں	تَعْمَلُونَ	تم کرتے ہو
وَمِيزَاتُ ^(۱)	متروکہ	دَرَجَةً	مرتبہ میں	خَبِيرٌ	پوری خبر رکھتے ہیں
السَّمَوَاتِ	آسمانوں	فَمِنَ الَّذِينَ	ان سے جنہوں نے	مَنْ ذَا	کون ہے یہ
وَالْأَرْضِ	اور زمین کا	أَنْتَقُوا	خرج کیا	الَّذِي	جو
لَا يَسْتَوِي	یکساں نہیں	مِنْ بَعْدُ ^(۲)	اس کے بعد	يُقْرِضُ	قرض دے
مِنْكُمْ	تم میں سے	وَقَاتِلُوا	اور لڑو	اللَّهُ	اللہ کو
مَنْ أَنْفَقَ	جس نے خرچ کیا	وَكُلًّا	اور سب سے	قَرْضًا حَسَنًا	اچھا قرض
مِنْ قَبْلِ	پہلے	وَعَدَ اللَّهُ	وعدہ کیا ہے اللہ نے	فَيُضَوِّفَهُ	پس بڑھائیں وہ اس کو
الْفَتْحِ	فتح کے	الْحُسْنَى	خوبی کا	لَهُ	اس کے لئے
وَقَتَلَ	اور لڑا وہ	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	وَلَهُ	اور اس کے لئے
أُولَئِكَ	یہ لوگ	بِنَا	ان کاموں کو جو	أَجْرُكَ كَرِيمٌ	عزت والا ثواب ہے

آیات پاک تلاوت کرنے سے پہلے چار باتیں سمجھ لیں:

پہلی بات: — سورۃ التوبہ (آیت ۱۱۱) میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے اموال جنت کے عوض میں خرید لیے ہیں: ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾: پس مومنین کی جانیں اور اموال ان کے اپنے نہیں رہے، مگر ہیں وہ ان کے پاس، اس اعتبار سے وہ ان چیزوں میں اللہ کے نائب اور خلیفہ ہیں، اور وہ مکلف ہیں حسب حکم خرچ کرنے کے، جیسے دکان کا منیجر مالک کا نمائندہ ہوتا ہے، مالک کے حکم کے مطابق خرچ کرتا ہے: ﴿جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِينَ فِيهِ﴾ کا یہی مطلب ہے، یعنی اللہ نے تم کو جس مال میں اپنا نائب بنایا ہے اس کو جہاد میں خرچ کرو۔

دوسری بات: — سورۃ الاعراف (آیت ۱۷۲) میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کی ذریت ان کی پشت سے نکالی، پھر ان کو اپنی پہچان کرائی اور پوچھا: کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا: کیوں نہیں! یعنی آپ ہی ہمارے پروردگار ہیں، یہ عہد و پیمان انسانوں کی فطرت میں داخل ہے، چنانچہ آڑے وقت اللہ یاد آتا ہے، پھر انبیاء علیہم السلام کو بھیجا، تاکہ وہ لوگوں کو یہ وحین یاد دلانیں: ﴿وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ﴾ میں (۱) تھیں: باب حسب کا مصدر ہے: کسی کے بعد اس کا چھوڑا ہوا مال۔ (۲) بعد: یعنی ہے، اور مضاف الیہ محذوف منوی ہے۔

اسی کا ذکر ہے۔

تیسری بات: — اللہ کے لئے خرچ کرنے کا ثواب موقع محل کے اعتبار سے گھٹنا بڑھتا ہے، بوقت حاجت خرچ کرنے کی اہمیت زیادہ ہے، جیسے نو نہال (نیا پودا) آب یاری کا محتاج ہے، پھر جب وہ تناور درخت بن جاتا ہے تو آب یاری کی ضرورت نہیں رہتی، اسلام کے پودے کی بھی فتح مکہ سے پہلے آب یاری کی ضرورت تھی، بعد میں اس کی ضرورت نہیں رہی، اس لئے فتح سے پہلے جن حضرات نے جہاد کیا، اور اس کے لئے مال خرچ کیا ان کا اجر و ثواب بڑھ گیا، اور بعد والے ان کے مرتبہ نہیں پہنچ سکے۔

چوتھی بات: — جہاد کے لئے خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دینا ہے، قرآن کریم میں جگہ جگہ یہ تعبیر آئی ہے، اور عمدہ قرض: وہ ہے جو خوش دلی سے بامید ثواب دیا جائے، اس پر زیادتی کا مطالبہ سود ہے، پس اصل قرض واپس آئے گا، البتہ قرض لینے والا عالی ظرف ہو اور بڑھا کر واپس کرے تو اچھا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فیاض ہیں، وہ قرضِ حسنہ کو غنیمت کی صورت میں بڑھا کر واپس کرتے ہیں، پس جہاد کے لئے خرچ کرنے میں نفع ہی نفع ہے، اور آخرت میں ثواب الگ ہے۔

اللہ اور رسول پر ایمان لاؤ، اور جہاد میں مال خرچ کرو

﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَحَقِّیْنَ فِیْهِ ۖ قَالِیْنَ اٰمِنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفِقُوْا لَھُمْ اَجْرٌ کَیْنٌۭ﴾

ترجمہ: اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تم کو نایب بنایا ہے — یعنی جو مال تمہارے ہاتھ میں ہے اس کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں، تم صرف امین اور خزانچی ہو، لہذا جہاں مالک بتلئے دل کھول کر خرچ کرو — پس جو لوگ تم میں سے ایمان لائے، اور انھوں نے خرچ کیا: ان کے لئے بڑا ثواب ہے! — یہ ایمان و انفاق کا فائدہ بتلایا، پروردگار پر ایمان لانا اور اللہ کا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے، مگر قربان جالیئے ان کے کرم کے! اس پر ثواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔

﴿وَمَا لَکُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّکُمْ وَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝﴾

اللہ پر ایمان لانے کی ترغیب: — اور تمہیں کیا ہوا کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے، جبکہ اللہ کے رسول تمہیں دعوت دے رہے ہیں کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ، اور واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے عہد لے چکے ہیں، اگر تم یقین کرو! —

یعنی اللہ پر ایمان لانے میں کیا چیز مانع ہے، دراصل ایک اللہ کا رسول تمہیں وہ عہد یاد دلارہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم سے لیا ہے؟
یعنی کوئی مانع نہیں! پھر اس معاملہ میں دیر کیوں؟

﴿هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَكَرِيمٌ ۝﴾

رسول پر ایمان لانے کی ترغیب: — اللہ وہ ہیں جو اپنے خاص بندے پر صاف صاف آیتیں اتار رہے ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ تم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالیں، اور بے شک اللہ تعالیٰ تم پر بڑے شفیق بڑے مہربان ہیں! —
یعنی اللہ کے رسول پر ایمان لاؤ گے تبھی اللہ کی ہدایات سے مستفید ہو سکو گے، کیونکہ اللہ کی راہ نمائی رسول کی معرفت آتی ہے، اور اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم کو کفر و جہل کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان و علم کے اجالے میں لائیں، کیونکہ وہ بندوں پر بہت ہی شفیق و مہربان ہیں، اس لئے اللہ کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اس پر اللہ جو جی بھیج رہے ہیں اس کی پیروی کرو، تاکہ دارین میں سرخ رو ہوؤ!

﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۝﴾

جہاد کے لئے خرچ کرنے کی ترغیب: — اور تمہیں کیا ہوا کہ تم راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے، جبکہ سب آسمان و زمین آخر میں اللہ ہی کے رہ جائیں گے! — یعنی تمہارے ہاتھ میں جو کچھ ہے چند دن کے لئے ہے، اس دنیا کو ایک دن ختم ہونا ہے، اور آخر میں اللہ ہی ہر چیز کے مالک رہ جائیں گے، پھر خرچ کرنا تمہیں کیوں بھاری معلوم ہو رہا ہے!
﴿لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَتْلٍ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَفِتَنُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنٰی ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝﴾

سنہرا موقع ہاتھ سے نہ جائے! — یکساں نہیں جنھوں نے تم میں سے فتح سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا: یہ لوگ بڑے درجہ والے ہیں ان لوگوں سے جنھوں نے فتح کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا — یعنی ابھی سنہرا موقع ہے، فتح سے پہلے خرچ کر کے اور جہاد کر کے بڑا درجہ حاصل کر لو — اور فتح سے یا فتح مکہ مراد ہے یا صلح حدیبیہ، کیونکہ وہ فتح مکہ کی تمہید تھی — اور اللہ نے سب سے خوبی کا وعدہ کیا ہے — یعنی اللہ کے راستہ میں کسی بھی وقت خرچ کیا جائے اور لڑا جائے: اچھا ہی اچھا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا بہترین بدلہ دیں گے، وہ کسی کا اجر ضائع نہیں کرتے — اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے — کہ کس کا عمل کس درجہ کا ہے؟ وہ اپنے علم کے موافق ہر ایک سے معاملہ کریں گے۔

جہاد میں خرچ کرو غنیمت اور آخرت میں بڑے مرتبے پاؤ گے

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفُهُ لَهُ ۖ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ ۝﴾

ترجمہ: کون ہے وہ جو اللہ کو عمدہ قرض دے؟ — یعنی جہاد میں خرچ کرے — پھر اللہ اس کو اس کے لئے دو چند کریں — یعنی غنیمت کی صورت میں کئی گنا بڑھا کر واپس کریں — دو راہوں میں حکومت کے پاس فتنہ نہیں تھا، مسلمان ہی جان و مال سے جہاد کرتے تھے، اس لئے جہاد میں خرچ کرنے کی ترغیب دی — اور اس کے لئے عزت والا بدلہ ہے — اس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَنْبَاءِهِمْ بَشْرِكُمْ
الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْقَوْزُ الْعَظِيمُ ۝
يَوْمَ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انْظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ
نُورِكُمْ ۖ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا ۖ فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ لَهُ بَابٌ
بَاطِنَةٌ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرَةٌ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۚ يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ ۚ
قَالُوا بَلَىٰ وَلَكِنْ كُنْتُمْ أَنْفُسُكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ
حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ ۖ وَغَرَّكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ ۝ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ
وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ مَا أُولَٰئِكَ النَّارُ ۖ هِيَ مَوْلَاكُمْ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝

یَوْمَ	(یا دیکرو) جس دن	نُورُهُمْ	ان کی روشنی	جَنَّتٌ	ایسے باغات کی
تَرَىٰ	دیکھیں گے آپ	بَيْنَ أَيْدِيهِمْ	ان کے آگے	تَجْرِي	بہتی ہیں
وَالْمُؤْمِنِينَ	مومن مردوں کو	وَبِأَنْبَاءِهِمْ	اور ان کے دائیں	مِنْ تَحْتِهَا	جن کے نیچے
وَالْمُؤْمِنَاتِ	اور مومن عورتوں کو	بَشْرِكُمْ	خوشخبری ہے تمہارے لئے	الْأَنْهَارُ	نہریں
يَسْعَىٰ	دوڑ رہی ہوگی	الْيَوْمَ	آج	خَالِدِينَ	وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں

(۱) درمنثور کی ایک روایت میں ہے کہ بائیں طرف بھی نور ہوگا (بیان القرآن)

اور دھوکہ دیا تم کو	وَعَرَّيْنَاهُمْ	جس کے لئے	لَهُ	ان میں	فِيهَا
آرزوں نے	الْأَمْثَلُ	ایک دروازہ ہے	بَابٌ	یہی وہ	ذَلِكَ هُوَ
یہاں تک کہ آیا	حَتَّىٰ جَاءَهُ	اس کا اندر	بَاطِنُهُ	بڑی کامیابی ہے	الْقَوْدُ الْعَظِيمُ
اللہ کا معاملہ	أَمْرُ اللَّهِ	اس اندر میں	رَفِيقُهُ	(یا دیکرو) جس دن	يَوْمَ
اور بہکایا تم کو	وَعَرَّيْنَاهُمْ	مہربانی ہے	الزَّحْمَةُ	کہیں گے	يَقُولُ
اللہ کے نام سے	بِاللَّهِ	اور اس کا باہر	وَضَاهِرُهُ	منافق مرد	الْمُنْفِقُونَ
بڑے دھوکہ باز نے	الْغَاوِرُ	اس باہر کی جانب	مِنْ رَقَبَتِهِ	اور منافق عورتیں	وَالْمُنْفِقَاتُ
پس آج	فَالْيَوْمَ	عذاب ہے	الْعَذَابُ	ان سے جو	الَّذِينَ
نہیں لیا جائے گا	لَا يُؤْخَذُ	پکارتیں گے وہ ان کو	يُنَادُونََهُمْ	ایمان لائے	أَمْشُوا
تم سے	مِنْكُمْ	کیا نہیں تھے ہم	أَلَمْ نَكُنْ	انتظار کرو ہمارا	اَنْظُرُونَا
کوئی بدلہ	فَذِيَّةٌ	تمہارے ساتھ	مَعَكُمْ	کچھ لے لیں ہم	نَقْتَبِسُ
اور نہ ان لوگوں سے	وَلَا مِنْ	جواب دیا انھوں نے	قَالُوا	تمہارے نور سے	مِنْ نُورِكُمْ
جنھوں نے	الَّذِينَ	کیوں نہیں	بَلَىٰ	کہا گیا	رَقِيلٌ
انکار کیا	كَفَرُوا	مگر	وَلَكِنَّا	لو تو تم	ارْجِعُوا
تمہارا ٹھکانا	مَاؤْنِكُمْ	آرامش میں ڈالا تم نے	فَنَنَسْتُمْ	تمہارے پیچھے	وَرَاءَكُمْ
دور رخ ہے	النَّارُ	خود کو	أَنْفُسَكُمْ	پس ڈھونڈو تم	فَالْتَبَسُوا
وہ	هِيَ	اور انتظار کیا تم نے	وَتَرَكَيْتُمْ	کوئی روشنی	نُورًا
تمہارا رفیق ہے	مَوْلَاكُمْ	(حوادث کا)	وَأُرْتَبِئْتُمْ	پس ماری گئی	فَضْرِبَ
اور بری ہے وہ	وَبِئْسَ	اور شک کیا تم نے	وَأُرْتَبِئْتُمْ	ان کے درمیان	بَيْنَهُمْ
لوٹنے کی جگہ	الْمَصِيرُ	(دین میں)		ایک دیوار	رِسْوٍ

قرضِ حسنہ دینے والوں کے لئے آخرت میں نور ہوگا

گذشتہ آیت میں فرمایا تھا کہ جو لوگ اللہ کو قرضِ حسنہ دیں گے، یعنی جہاد میں خرچ کریں گے: ان کو ایک تو قرضِ دو چند ہو کر واپس ملے گا، دوسرے: ان کے لئے اجرِ کریم (عزت کا ثواب) ہوگا، جو آخرت میں ملے گا، اب یہ بیان ہے کہ

ان حضرات کو پل صراط سے گذرتے ہوئے ایک روشنی ملے گی، اور اس سے آگے سدا بہار باغات ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہی اجر کریم ہے، اور وہ بڑی کامیابی ہے۔ پھر ان کے بالمقابل منافقوں کا ذکر ہے، ان کو بھی روشنی ملے گی، مگر وہ آگے جا کر بجھ جائے گی، وہ مسلمانوں سے درخواست کریں گے: ہمیں اپنی روشنی سے استفادہ کرنے دو! مسلمان جواب دیں گے: ہمیں جنت میں پہنچنے کی جلدی ہے، تم اُسی ڈپو (DIPOT) پر جاؤ، اور وہاں سے روشنی لے آؤ، وہ واپس جائیں گے، وہاں سے ٹکاسا جواب ملے گا کہ ایک ہی مرتبہ نور ملتا ہے، وہ وہاں سے لوٹیں گے تو دیکھیں گے کہ مسلمان جنت میں پہنچ گئے ہیں، اور جنت اور جہنم کے درمیان ایک دیوار قائم کر دی گئی ہے جس میں ایک دروازہ ہے، اس سے پدے جنت اور رحمت ہے، اور اس سے ورے دوزخ اور عذاب ہے، وہ مسلمانوں کو پکاریں گے: کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ پھر تم ہمیں چھوڑ کر آگے کیوں بڑھ گئے؟ مسلمان جواب دیں گے: بظاہر تم ہمارے ساتھ تھے، مگر تم نے خود کو گمراہی میں پھنسائے رکھا تھا، تم مسلمانوں کے حق میں حوادث کا انتظار کرتے تھے، دین اسلام کے بارے میں شک میں مبتلا تھے، اور تمہیں امید تھی کہ اسلام کا غلبہ کبھی نہیں ہوگا، مگر ہو کر رہا! یہ تمہیں شیطان لعین نے اللہ کا نام لے کر فریب دیا، پس اب تم سے اور کافروں سے فدیہ نہیں لیا جائے گا، اور نہ تم عذاب سے نکل سکو گے، تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے، یہی رشتہ حیات ہے، اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

فائدہ (۱): پل صراط پر گھٹا ٹوپ اندھیرا ہوگا، مومنین اور منافقین جب اس سے گذریں گے تو ان کو ایک روشنی ملے گی، جو دائیں بائیں اور آگے دوڑ رہی ہوگی، کیونکہ مومنین برق رفتاری سے پل صراط سے گذریں گے، اس لئے روشنی بھی دوڑ رہی ہوگی، مومنین اس کے اجالے میں پل کو پار کر لیں گے، اور منافقین کا دیا بجھ جائے گا، وہ بظاہر مسلمان تھے اس لئے ان کو بھی روشنی ملے گی، اور باطن دعا باز تھے اس لئے روشنی سلب ہو جائے گی، پھر دوبارہ ان کو روشنی نصیب نہیں ہوگی۔ یہ روشنی قرض حسنہ دینے والوں کے علاوہ اور لوگوں کو بھی ملے گی، تفصیل تفسیر مظہری اور معارف القرآن میں ہے، مثلاً:

۱- جو لوگ اندھیری راتوں میں مسجدوں میں نماز پڑھنے جاتے ہیں: ان کو بھی یہ روشنی ملے گی۔

۲- جو لوگ پانچوں نمازیں پابندی سے پڑھتے ہیں: ان کے لئے نماز قیامت کے دن نور ہوگی۔

۳- جو لوگ جمعہ کے دن سورۃ کہف پڑھتے ہیں ان کے لئے بھی نور ہوگا۔

۴- جو لوگ اعمال اسلام کرتے ہوئے بوڑھے ہو جاتے ہیں، ان کو بھی قیامت کے دن نور ملے گا۔

فائدہ (۲): اُس نور کے سلسلہ میں کفار کا کہیں ذکر نہیں آیا، کیونکہ ان کے حق میں نور کا احتمال ہی نہیں۔

فائدہ (۳): جب منافقین کی روشنی بجھ جائے گی تو مومنین کو بھی خطرہ محسوس ہوگا، پس وہ روشنی باقی رہنے کی دعا کریں

گے، سورۃ التہریم (آیت ۸) میں ہے: ﴿لَنُؤْثِرُهُمْ يَنْصُبْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا آتِنَا كُنَّا

نُورُنَا وَاعْفُرْ لَنَا ﴿۱﴾ ان کا نور ان کے دائیں اور سامنے دوڑتا ہوگا، اور وہ دعا کریں گے: اے ہمارے رب! ہمارے لئے اس نور کو آخر تک رکھے، یعنی راہ میں گل نہ ہو جائے اور ہماری مغفرت فرمادے!

﴿يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۲﴾﴾

ترجمہ: (یاد کرو:) جس دن آپ مومن مردوں کو اور مومن عورتوں کو دیکھیں گے: ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا۔ جس درجہ کا کسی کا ایمان عمل ہوگا اسی درجہ کی روشنی ملے گی۔ آج تمہارے لئے خوش خبری ہے۔ یہ خوش خبری فرشتے سنائیں گے۔ ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ اس میں سدا رہیں گے یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور یہی وہ اجر کریم (عزت کا ثواب) ہے۔

﴿يَوْمَ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُونَا نَقْتِسِسْ مِنْ نُورِكُمْ ۖ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ لَهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهَرُهُ مِنْ قَبْلِهِ الْعَذَابُ ﴿۳﴾﴾

ترجمہ: (یاد کرو:) جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان لانے والوں سے کہیں گے: ہمارا انتظار کرو، ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں۔ یعنی اپنا دیا جلا لیں یا تمہاری روشنی میں چلیں۔ ان کو جواب دیا جائے گا: اپنے پیچھے لوٹو، پس روشنی کی درخواست کرو۔ التماس (Request) کر کے وہاں سے لے آؤ۔ پس ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ جس سے بات چیت ہو سکے گی۔ اس کے اندر کی جانب میں رحمت ہے۔ اُدھر جنت ہے۔ اور اُس کی باہر کی جانب میں عذاب ہے۔ اُدھر دوزخ ہے، منافق اسی میں رہ جائیں گے۔

﴿يُنَادُوهُمْ أَمْ لَهُمْ آلَهُمْ تَكُنْ مَعَكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ وَلَكُمْ كُفْرُ فَتَنْتُمْ أَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْنُمْ ۖ وَاذْكُرُوا الْآصَافِ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ ۚ وَعَذَابُ اللَّهِ شَدِيدٌ ﴿۴﴾﴾

ترجمہ: وہ (منافق) اُن (مومنین) کو پکاریں گے۔ یعنی دور سے آواز دیں گے، کیونکہ مومنین جنت میں پہنچ چکے ہونگے۔ کیا ہم (دنیا میں) تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ پھر تم ہمیں چھوڑ کر آگے کیوں بڑھ گئے؟ وہ (مسلمان) جواب دیں گے: کیوں نہیں۔ یعنی تم بظاہر ہمارے ساتھ تھے۔ مگر تم نے خود کو گمراہی میں پھنسائے رکھا، اور (حوادث کا) انتظار کرتے رہے، اور (دین میں) شک میں مبتلا رہے، اور تمناؤں نے تمہیں دھوکے میں ڈال لے رکھا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا۔ یعنی اسلام غالب ہو گیا اور تمہاری امیدوں پر پانی پھر گیا! اور تمہیں بڑے

دھوکہ باز نے اللہ کا نام لے کر دھوکہ دیا!

﴿فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مَا لَكُمْ نَارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ دَوَّيْنَسَ

الْمُصِذُ﴾

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:) پس آج نہ تو تم سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا، اور نہ کافروں سے — یعنی اب سزا سے بچنے کی کوئی صورت نہیں — تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے، وہی تمہاری رفیقہ ہے، اور وہ بڑا ٹھکانا ہے — یعنی اب کسی دوسری جگہ کی امید مت رکھو!

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿۱۷﴾ اَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يُبْغِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۱۸﴾ إِنَّ الْمُصْذِقِينَ وَالْمُصْذِقَاتِ وَاقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يَضْعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿۱۹﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿۲۰﴾

۱۷۹

آلَمْ	کیا نہیں	أَنْ تَخْشَعَ	کہ جھک جائیں	مِنَ الْحَقِّ	سچے دین سے
يَأْنِ ^(۱)	وقت آیا	قُلُوبُهُمْ	ان کے دل	وَلَا يَكُونُوا	اور نہ ہوں وہ
لِلَّذِينَ	ان کے لئے جو	لِذِكْرِ اللَّهِ	اللہ کی یاد کے لئے	كَالَّذِينَ	ان کی طرح جو
آمَنُوا	ایمان لائے	وَمَا نَزَلَ ^(۳)	اور اس کے لئے جو اترا	أُوتُوا	دیئے گئے

(۱) لَمْ يَأْنِ: مضارع مجزوم منفی، اصل میں يَأْنِي تھا، اُنْیِ يَأْنِي اُنْیَا: وقت آ جانا، جیسے اُنْیِ لَكَ اُنْ تَفْعَل: وقت آ گیا کہ آپ کریں، اَلَمْ يَأْنِ لَكَ اُنْ تَفْعَل: کیا آپ کے لئے وقت نہیں آیا کہ کریں (۲) خَشَعَ (ف) خَشوعاً: عاجزی دکھانا، جھکنا، گڑگڑانا (۳) کو ما نزل کا عطف ذکر اللہ پر ہے، اور من الحق: ما موصولہ کا بیان ہے۔

اَلْكِتٰبُ	آسمانی کتاب	لَكُمْ	تمہارے لئے	بِاللّٰهِ	اللہ پر
مِنْ قَبْلُ	قرآن سے پہلے	الْاٰیٰتِ	باتیں	وَرُسُلِهٖ	اور اُس کے رسولوں پر
قَطَالٌ	پس لمبی ہوئی	لَعَلَّكُمْ	تاکہ	اَوْ لَيْكَ هُمْ	یہی لوگ وہ
عَلَيْهِمْ	ان پر	تَعْقِلُوْنَ	سمجھو تم	الصّٰدِقِ یَقُوْنَ	بہت سچا ٹھہرانے والے
اَلَا مَدُّ	مدت	اِنَّ	بے شک	وَالشَّهَدَآءُ ^(۲)	اور احوال بتانے والے ہیں
فَقَسَتْ	پس سخت ہو گئے	الْمُصَدِّقِیْنَ ^(۱)	خیرات کرنے والے مرد	عِنْدَ رَبِّهِمْ	ان کے رب کے پاس
قُلُوْبُهُمْ	ان کے دل	وَالْمُصَدِّقَاتِ	اور خیرات کرنے والی	لَهُمْ	ان کے لئے
وَكَثِیْرٌ	اور بہت سے	عورتیں	عورتیں	اَجْرُهُمْ	ان کا ثواب
مِنْهُمْ	ان میں سے	وَاَقْرَضُوْا	اور قرض دیا انھوں نے	وَنُوْرُهُمْ	اور ان کا نور ہے
فَسِیْقُوْنَ	نافرمان ہیں	اللّٰهُ	اللہ کو	وَالَّذِیْنَ	اور جنھوں نے
اِعْلَمُوْا	جان لو	قَرْضًا حَسَنًا	اچھا قرض دینا	كَفَرُوْا	نہیں مانا
اِنَّ اللّٰهَ	کہ اللہ تعالیٰ	یُضْعِفُ	دو چنڈ کیا جائے گا	وَكَذَبُوْا	اور جھٹلایا انھوں نے
یُّحٰی	زندہ کرتے ہیں	لَهُمْ	ان کے لئے	بِاٰیٰتِنَا	ہماری باتوں کو
اَلْاَرْضَ	زمین کو	وَلَهُمْ	اور ان کے لئے	اُولٰٓئِكَ	وہ لوگ
بَعْدَ مَوْتِهَا	اس کے مرنے کے بعد	اَجْرٌ كَبِیْرٌ	عزت والا ثواب ہے	اَصْحٰبُ	والے ہیں
قَدْ بَیَّنَّا	تحقیق کھول کر بیان	وَالَّذِیْنَ	اور جو لوگ	الْجَحِیْمِ	دوزخ کے
کی ہیں ہم نے	اٰمَنُوْا	ایمان لائے			

عمل میں کوتاہ مسلمانوں کو جھوڑتے ہیں

اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں کا اور جہاد کے لئے دل کھول کر خرچ کرنے والوں کا تذکرہ کرنے کے بعد دعا باز منافقوں کا تذکرہ کیا تھا، اب بے عمل مسلمانوں کا تذکرہ کرتے ہیں، جن کا ایمان تو درست ہے، مگر کمزور ہے اس (۱) الْمُصَدِّقِینَ: اسم فاعل، جمع مذکر، اصل میں الْمُتَصَدِّقِینَ تھا، تَصَدَّقَ: خیرات دینا (۲) شَہِدَآءُ: شہید کی جمع، فاعل بمعنی فاعل: آنکھ سے دیکھی ہوئی اور کان سے سنی ہوئی بات بتانا (ہدایت القرآن ۷: ۳۶۰) شہید: کا یہ ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب نے کیا ہے اور حضرت شیخ الہند نے اس کو برقرار رکھا ہے۔

لئے وہ اعمال میں کوتاہ ہیں، فرماتے ہیں: جب تم ایمان لائے ہو تو دین پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ تمہارے دل اللہ کی یاد کی طرف جھکیں اور تم دین پر مضبوطی سے عمل کرو؟

پھر اس کی وجہ بیان کی ہے کہ عمل میں کوتاہی کیوں ہے؟ اور اس کے لئے یہود کی مثال ماری ہے، ان کو اللہ نے تورات دی، شروع میں تو انھوں نے اس پر مضبوطی سے عمل کیا، مگر جب زمانہ دراز ہو گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے، اور وہ عمل میں سست پڑ گئے، بلکہ ان میں سے اکثر بد دین ہو گئے — یہ مثال اس امت کو سنائی، زمانہ گزرنے کے ساتھ امت کے احوال بھی بگڑ گئے، آج امت کی صورت حال یہ ہے کہ شاید بیس فیصد مسلمان بھی کامل دین پر عمل نہیں کرتے، اور ایک بڑی تعداد بد دین مسلمانوں کی ہے، پھر شکوہ یہ ہے کہ اللہ ہماری مدد کیوں نہیں کرتے!

﴿ اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۚ وَلَا يَكُوْنُوْۤا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوْۤا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلَ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَكَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۱۸۱﴾

ترجمہ: کیا وقت نہیں آیا ایمان لانے والوں کے لئے کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد کی طرف، اور اس سچے دین کی طرف جو اتر رہا ہے؟ اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جو (قرآن سے) پہلے آسمانی کتاب دیئے گئے، پس ان پر مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے، اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں!

سخت دل نرم پڑ سکتے ہیں جیسے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے

جو دل زمانہ نبوت سے دور ہونے کی وجہ سے سخت ہو گئے، ان کا علاج کیا ہے؟ ان کا علاج اللہ کا ذکر اور رحمت کر کے دین پر عمل کرنا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو نرم کر دیں گے، پھر دین پر عمل کرنا ان کے لئے آسان ہو جائے گا، جیسے اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو آب رحمت سے زندہ کر دیتے ہیں، جہاں کل خاک اُڑ رہی تھی: بارش کا چھینٹا پڑتے ہی وہاں آج سبزہ لہلہا رہا ہے، کاش مردہ دل اس حقیقت کو سمجھ لیں تو وہ کبھی مایوس نہ ہوں، دین پر عمل شروع کریں ان کا ایمان قوی ہو جائے گا۔

﴿ اَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يُغْنِي الْاَرْضَ عَنْ مَّوْتِهَا ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۱۸۲﴾

ترجمہ: یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو مرے پیچھے زندہ کرتے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ ہم نے باتیں تمہارے لئے کھول کر بیان کی ہیں، تاکہ تم سمجھو!

اللہ تعالیٰ ہر نیکی کو بڑھاتے ہیں

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و مہربانی سے مومنین کی ہر نیکی کو بڑھاتے ہیں، عمل سے ثواب دوچند دیتے ہیں، پھر عمل میں کوتاہ مسلمان ڈھیلے کیوں پڑیں، قدم بڑھائیں اور دامن مراد بھریں! — اور اللہ تعالیٰ جہاد میں جو خرچ کیا جاتا ہے اسی کو نہیں

بڑھاتے، بلکہ ہر عمل کو بڑھاتے ہیں، مسلمان مرد و زن جو عام خیراتیں کرتے ہیں ان کو بھی بڑھاتے ہیں — یہ الگ بات ہے کہ کسی عمل کو کم بڑھاتے ہیں کسی کو زیادہ، عام خیرات دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھائی جاتی ہے، اور اللہ کو جو قرض حسنہ دیا جاتا ہے اس کو سات سو گنا سے غیر متناہی حد تک بڑھاتے ہیں، ایسا موقع محل کے تقاضے سے ہوتا ہے — اور آخرت میں عزت والا ثواب بھی کو ملتا ہے۔

﴿إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضْعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ۝﴾
ترجمہ: بلاشبہ خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، اور جنہوں نے اللہ کو قرض حسنہ دیا: ان کے لئے (ثواب) دوچند کیا جائے گا، اور ان کے لئے عزت والا بدلہ (جنت) ہے!

دینی کمالات کے دو مراتب: صدیقیت اور شہادت ہر نیک مسلمان حاصل کر سکتا ہے

دینی کمالات چار ہیں: نبوت، صدیقیت، شہادت اور صالحیت، سورۃ النساء کی (آیات ۶۹) ہے:
﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَ الرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَ الصُّدِّيقِينَ وَ الشُّهَدَاءِ وَ الصُّلِحِينَ وَ حَسَنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۝﴾
ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانے گا: وہ اُن حضرات کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے: یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صلحاء کے ساتھ ہوگا، اور یہ لوگ بہت اچھے ساتھی ہیں۔

نبوت تو اب اپنی نہایت کو پہنچ گئی، اب کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا، نہ کوئی اتباع میں کمال پیدا کر کے نبی بن سکتا ہے۔ اور صلاح و تقویٰ کمالات کا ابتدائی درجہ ہے، اس سے اوپر دو درجے ہیں: صدیقیت اور شہادت، ان مراتب کو ہر نیک مؤمن حاصل کر سکتا ہے۔ اور صدیقیت نام ہے: ایمان میں آخری درجہ کی پختگی کا، جس کا دل حق بات کو اس طرح قبول کر لے جس طرح عمدہ مٹھائی کو قبول کر لیتا ہے، یہ مقام ہر مرد و زن کو حاصل ہو سکتا ہے، ضرورت ایمان میں پختگی پیدا کرنے کی ہے، اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس امت کے صدیق اکبر (سب سے بڑے صدیق) تھے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی صدیقہ تھیں، معلوم ہوا کہ ہر کوئی اس مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے۔

اور شہید اور شاہد ہم معنی ہیں: فعل بمعنی فاعل ہے، اور شاہد کے معنی ہیں: احوال بتلانے والا، یہ مرتبہ بھی ہر کوئی حاصل کر سکتا ہے، جو مرد و زن خود دین پر عمل کرتے ہیں، اور دوسروں کو دین پر لانے کی فکر کرتے ہیں وہ سب قیامت کے دن گواہ ہونگے کہ کس نے ان کی بات مانی اور کس نے نہیں مانی؟ بایں معنی نبی ﷺ بھی شہید (گواہ) ہونگے۔ سورۃ النساء (آیت ۴) میں ہے: ﴿وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ اور ہم آپ کو بھی ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے، اور

بایں معنی امت کے دُعَات و مبلغین بھی گواہ ہونگے، سورۃ الحج کی آخری آیت میں ہے: ﴿وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ اور تم لوگوں کے خلاف گواہ بنو گے، اور بایں معنی امت محمدیہ گذشتہ امتوں کے خلاف گواہی دے گی، سورۃ البقرۃ (آیت ۱۴۳) میں اس کا ذکر ہے۔

اور جو بندے اس لائن میں محنت کرتے ہوئے قتل کئے گئے وہ تو اعلیٰ درجہ کے شہید ہیں، حقیقی شہید وہی ہیں، اور اس آیت میں جن شہداء کا ذکر ہے وہ حقیقی شہداء کے ساتھ ملائے ہوئے ہیں، اور حقیقی شہداء کے لئے دنیا میں بھی مخصوص احکام ہیں، ان کو غسل نہیں دیا جاتا، نماز جنازہ پڑھ کر خون کے ساتھ دفن کیا جاتا ہے، اور وہ قیامت کے دن بھی خون آلود انھیں گے، رنگ خون کا ہوگا، اور خوشبو مشک کی ہوگی، تا کہ اہل محشر کے سامنے ان کی مظلومیت ظاہر ہو، اور اس آیت میں جن شہداء کا ذکر ہے وہ حکمی شہداء ہیں، اس لئے آیت میں: ﴿عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ بڑھایا ہے، یعنی یہ حضرات آخرت میں شہید ہونگے، دنیا میں ان پر شہادت کے احکام جاری نہیں ہونگے، اور ایسے حکمی شہید بہت ہیں، روایات میں ایسے ساٹھ شہداء کا ذکر آیا ہے (اوز المسالك شرح موطا امام مالک)

غرض: کمالات کے یہ دونوں درجے ہر نیک مومن محنت کر کے حاصل کر سکتا ہے، رہے وہ لوگ جنہوں نے دین اسلام کو قبول نہیں کیا، اور انھوں نے اللہ کی باتوں کو جھٹلایا تو ان کے لئے دوزخ کی بھی تیار ہے!

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۖ﴾

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے: وہی صدیق اور شہداء ہیں ان کے رب کے پاس، ان کے لئے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے — اور جن لوگوں نے نہیں مانا، اور ہماری باتوں کو جھٹلایا: وہی لوگ دوزخ والے ہیں!

إِعْلَمُوا أَنَّهَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُوَ وَزِينَتُهُ وَتَفَاخُرُ بَيْتِكُمْ وَتَكَاشُرُ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهَيِّجُ فَتْرَتَهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا ۚ وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۚ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ۚ سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

إِعْلَمُوا	جان لو	فَتَرَبُّهُ	پس دیکھتا ہے تو اس کو	عَرَضَهَا	اس کی پہنائی
أَنفَتَا	اس کے سوا نہیں	مُضْغَرًا	پیدا (زرد)	كَعَرَضٍ	جیسے پہنائی
الْحَيَوَةُ	زندگی	ثُمَّ يَكُونُ	پھر ہو جاتا ہے وہ	السَّاءِ	آسمان
الدُّنْيَا	دنیا کی	حُطَامًا	چورا چورا	وَالْأَرْضِ	اور زمین کی
لَعِبٌ وَلَهُوَ	کھیل اور تماشا ہے	وَفِي الْآخِرَةِ	اور آخرت میں	أَعْدَاتٌ	تیار کیا گیا ہے
وَزِينَتُهُ	اور شپ ٹاپ	عَذَابٌ شَدِيدٌ	سخت عذاب ہے	لِلَّذِينَ	ان کے لئے جو
وَتَقَاعُهُ	اور بڑائی جتنا	وَمَعْفَرَةٌ	اور بخشش ہے	أَمَنُوا	ایمان لائے
بَيْنَكُمْ	آپس میں	مِنَ اللَّهِ	اللہ کی	بِاللَّهِ	اللہ پر
وَتَكَاشَرُوا	اور زیادہ طلبی	وَرِضْوَانٌ	اور خوشنودی ہے	وَرُسُلِهِ	اور اس کے رسولوں پر
سُخَّرَ الْأَمْوَالِ	دولت میں	وَمَا الْحَيَوَةُ	اور نہیں ہے زندگی	ذَلِكَ	یہ
وَالْأَوْلَادِ	اور اولاد میں	الدُّنْيَا	دنیا کی	فَضْلٌ	مہربانی ہے
كَمَثَلِ	(دنیا کا حال) جیسے حال	إِلَّا مَتَاعٌ	مگر برتنے کا سامان	اللَّهُ	اللہ کی
عَيْشٍ	بارش کا	الْعُزُورِ	دھوکے کا	يُؤْتِيهِ	دیتے ہیں وہ اس کو
أَعْجَبَ	پسند آیا	سَابِقُوا ^(۱)	ایک دوسرے آگے بڑھو	مَنْ يَشَاءُ	جسے چاہتے ہیں
الْكُفَّارِ ^(۲)	کسانوں کو	إِلَّا مَغْفِرَةً	بخشش کی طرف	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
نَبَاتُهُ	اس کا سبزہ	مَنْ رَبِّكُمْ	اپنے رب کی	ذُو الْفَضْلِ	مہربانی والے ہیں
ثُمَّ يَهْبِي ^(۳)	پھر زور پر آیا	وَجَنَّةٍ	اور باغ کی طرف	الْعَظِيمِ	بڑی

کمالات حاصل کرنے کی راہ کار و راہ دنیا کی مشغولیت

گذشتہ آیت میں یہ بیان تھا کہ مومنین بڑے سے بڑا دینی کمال حاصل کر سکتے ہیں، صدیق و شہید بن سکتے ہیں، مگر (۱) لعب اور لہو میں تھوڑا سا فرق ہے: خود کھیلنا لعب ہے اور دوسروں کا کھیل دیکھنا لہو ہے (۲) کُفَّار: کافر کی جمع ہے، کُفَّو الشیء: کے دو معنی ہیں: (۱) چھپانا، ڈھانکنا، پس کفار سے کسان مراد ہیں، کیونکہ وہ بیج زمین میں چھپاتے ہیں (۲) انکار کرنا، نہ ماننا، پس کفار کے معنی ہونگے: غیر مسلم۔ (۳) هَاجَ النَّبَاتُ يَهيجُ هيجًا: بھتی کا زور پر آنا، شاہ عبدالقادر صاحب نے یہ ترجمہ کیا ہے (۳) سابق مسابقة: ریس کرنا، ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا۔

اس راہ کا ایک روڑا ہے جو منزل سے ہم کنار نہیں ہونے دیتا، اور وہ ہے: دنیا کی مشغولیت! آدمی دنیا میں منہمک ہو کر کمال سے محروم رہ جاتا ہے، اب ایک آیت میں اس کا بیان ہے۔

دنیا کی زندگی دھوکے کی ٹٹی ہے، کسی بھی وقت وہ زمین بوس ہو سکتی ہے، مگر آدمی اس کی عارضی بہار سے دھوکہ کھا کر آخرت برباد کر لیتا ہے، اور دنیا کی مشغولیات کیا ہیں؟ بچپن میں کھیل کود، پھر جب سیانا ہوتا ہے تو کھیل دیکھتا ہے، بلکہ اب تو جوان بھی کھیلتے ہیں، کھیل ایک مشغلہ اور کاروبار بن گیا ہے، اور جوانی میں بننے سنورنے کا شوق دامن گیر ہو جاتا ہے، بالوں کی تراش خراش اور کپڑوں کی وضع قطع سے فرصت نہیں ملتی، پھر جب کاروبار شروع کرتا ہے تو مسابقت (Competition) میں لگ جاتا ہے، اور بڑھاپے میں مال و دولت اور اولاد کی کثرت پر فخر کرتا ہے۔ غرض: کسی حال میں فرصت نہیں، ایک حالت کے بعد دوسری حالت لگی آتی ہے، پھر کمالات کیسے حاصل کرے؟ اس کے لئے فرصت کے لمحات درکار ہیں، اور اس کی صورت یہی ہے کہ دنیا کی مشغولیت ذرا کم کرے۔

دنیا کی زندگی کا حال: بارش جیسا ہے، مینہ برستا ہے تو سبزہ اُگ آتا ہے، وہ کسانوں کو/غیر مسلموں کو بھلا لگتا ہے، پھر وہ زور پر آتا ہے، کھیت لہلہانے لگتا ہے، پھر دیکھتے دیکھتے پیلا پڑ جاتا ہے، اور آخر میں چورا چورا ہو جاتا ہے، یہی حال دنیوی زندگی کا ہے، اللہ اپنی رحمت سے بچہ دیتے ہیں، وہ ماں باپ کو اور ہر کسی کو بھلا لگتا ہے، پھر وہ جوان رعنا ہوتا ہے، پھر آنکھ جھپکتے بوڑھا پا آنا شروع ہو جاتا ہے، اور آخر میں رائی ملکِ عدم ہو جاتا ہے۔

آگے کیا ہے؟ آگے آخرت میں منکروں کے لئے سخت سزا ہے، اور نیک مومنوں کے لئے اللہ کی بخشش اور خوشنودی ہے۔ غرض: دنیا چند روز برتنے کا سامان ہے، بالآخر اسے چھوڑنا ہے، مگر انسان دھوکے میں مبتلا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ دنیا ہمیشہ اس کے ہاتھ میں رہے گی، مگر ایسا نہیں، پس اس فانی دنیا میں بقدر ضرورت لگنا چاہئے، اس کا ہی ہو کر نہیں رہنا چاہئے، جی کمالات بدست آسکتے ہیں۔

﴿اعْمَلُوا أَنْتُمُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَ كَفَهُمْ وَ زِينَتُهُمْ وَ تَفَاخُهُمْ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرُ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَسَلٌ غَیْثُ الْأَحْبَابِ الْكُفَّارِ نَبَاتُهُ تَفْرِیْهِیْهِمْ فَتَرَهُ مُضْغَرًّا ثُمَّ یَكُونُ حَطَمًا وَ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۚ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَ رِضْوَانٌ ۚ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعٌ الْغُرُورِ ۝﴾

ترجمہ: جان لو کہ دنیوی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت، اور ایک دوسرے پر فخر کرنا، اور اموال و اولاد میں ایک دوسرے سے زیادہ بتلانا ہے۔ جیسے بارش کا حال کہ اس کا سبزہ کا شکاروں کو بھلا لگتا ہے، پھر وہ زور پر آتا ہے، پس تم اس کو زرد دیکھتے ہو، پھر وہ چورا چورا ہو جاتا ہے۔ اور آخرت میں سخت سزا اور اللہ کی بخشش اور خوشنودی ہے۔ اور

دنوی زندگی پس دھوکہ دینے والا چند روز برتنے کا سامان ہے!

دینی کمالات حاصل کرنے کا ذریعہ: شوقِ وطن

انسان کا وطن جنت ہے، داد و ادائی کو زمین میں پیدا کر کے جنت میں بسایا تھا، پھر عارضی طور پر زمین میں اتارا ہے، اُسے لوٹ کر جنت میں پہنچنا ہے، پس اگر وطن کا شوق دامن گیر ہو جائے تو دنیا سے دل ہٹانا آسان ہو جائے، اس لئے ایک آیت میں جنت کا شوق پیدا کیا ہے، ارشاد فرمایا: ایک دوسرے سے آگے بڑھو، اور پروردگار کی بخشش حاصل کرو، اور اس جنت تک پہنچو جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے بقدر ہے یعنی آسمان اور زمین کو کھول کر پھیلا یا جائے تو اس کی لمبائی کے بقدر جنت کی پہنائی (چوڑائی) ہے، اور جنت کی لمبائی کا حال اللہ بہتر جانتے ہیں، لمبائی: چوڑائی سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ایک محسوس مثال کے ذریعہ جنت کی وسعت سمجھائی ہے، حقیقی وسعت کا حال اللہ بہتر جانتے ہیں، کیونکہ جنت کی وسعت سمجھانے کے لئے اس سے بڑی کوئی مخلوق نہیں تھی جیسے سورۃ ہود (آیات ۷۷ اور ۱۰۸) میں جنت و جہنم کے خلود (میشہ رہنے) کو: ﴿مَا دَامَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ﴾ کے ذریعہ سمجھایا ہے، یعنی جب تک آسمان و زمین قائم ہیں: جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں رہیں گے یعنی جتنی لمبی ان دونوں مخلوقات کی زندگی ہے: اتنی مدت رہیں گے، حالانکہ آسمان و زمین ایک دن ختم ہونے والے ہیں اور جنت و جہنم ابدی ہیں، پس یہ محسوس مثال کے ذریعہ خلود کو سمجھایا ہے، کیونکہ آسمانوں اور زمین کی عمر سے لمبی عمر والی کوئی مخلوق نہیں تھی — اسی طرح اس آیت میں جنت کی وسعت کو محسوس مثال کے ذریعہ سمجھایا ہے، ان کو حقیقی وسعت تصور نہیں کرنا چاہئے۔

یہ جنت کس کے لئے ہے؟ — یہ جنت ان بندوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور یہ ایمان دخولِ جنت کا سبب ظاہری ہے، حقیقی سبب اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہیں جنت میں داخل کریں۔ حدیث میں ہے کہ جو بھی جنت میں جائے گا اللہ کے فضل سے جائے گا، اپنے عمل سے کوئی نہیں جائے گا، پوچھا گیا: یا رسول اللہ! آپؐ بھی! فرمایا: میں بھی! یعنی اپنے عمل سے جنت میں نہیں جاؤں گا، اللہ کی رحمت سے جاؤں گا — اور سبب ظاہری سرسری سبب ہوتا ہے اور وہ عمل کے لئے ہوتا ہے، عالم اسباب میں سبب کو اختیار کرنا فرض ہے، مگر مددِ حقیقی سبب پر ہوتا ہے اور وہ اعتقاد کے لئے ہوتا ہے، اس کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے۔

پھر آخر میں ایک سوالِ مقدّر کا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جنت میں کیوں داخل نہیں کریں گے؟ کیا اللہ کے فضل کا کوئی ختم ہو جائے گا جو بعض محروم رہ جائیں گے؟ — جواب: اللہ تعالیٰ تو بڑے فضل والے ہیں، کمی فضل حاصل کرنے والوں میں ہوگی، جو ایمان نہیں لائے وہ اللہ کے فضل سے محروم رہیں گے۔

﴿سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۖ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِآلِهِ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝﴾
 ترجمہ: ایک دوسرے سے آگے بڑھو اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف، اور ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے بقدر ہے۔ — وہ تیار کی گئی ہے اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والوں کے لئے، یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہیں عنایت فرمائیں — اور اللہ بڑے فضل والے ہیں!

مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلُ أَنْ تُنَادِيَاهَا ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۚ وَمَن يَسْتَوَلْ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝

مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلُ أَنْ تُنَادِيَاهَا ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝	نہیں پہنچتی کوئی آفت زمین میں اور نہ	يَسِيرٌ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝	آسان ہے تاکہ نہ غم گیں ہوؤ تم اس پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل گیا اور نہ خوش ہوؤ تم اس پر جو یا تم کو اور اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتے ہر اترانے والے	فَخُورٍ الَّذِينَ (۲) يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَمَن يَسْتَوَلْ (۳) فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ	شخی بگرنے والے کو جو بخیل کرتے ہیں اور حکم دیتے ہیں لوگوں کو بخیل کا اور شخص روگردانی کرے پس بے شک اللہ تعالیٰ ہی بے نیاز ستودہ صفات میں
--	--------------------------------------	---	---	--	--

(۱) قبل: مضاف ہے اور اُن مصدر یہ ہے، خبر اُھا: بہ تاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ ہے (۲) الذين: مختال و فخور کی صفت ہے۔ (۳) يتول: مضارع مجزوم، آخر سے یا حذف ہے تو لکی (تفعل): منہ موڑنا، اعراض کرنا، پیٹھ پھیرنا۔

شریعت میں اعذار کا اعتبار ہے

تحصیل کمال کے موانع اور تشویق کے بیان کے بعد اب یہ بیان ہے کہ شریعت میں اعذار کا اعتبار ہے، جاننا چاہئے کہ جنت کے بلند درجات و نوافل اعمال کے ذریعہ حاصل کئے جاتے ہیں، فرائض و واجبات تو سبھی مسلمان ادا کرتے ہیں، ان سے توبہ جنت ملتی ہے۔ اور اوراد و نوافل اعمال کے سلسلہ میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بیماری، بڑھاپے یا سفر کی وجہ سے اوراد کی پابندی نہ کر سکے تو بھی ثواب ملتا رہتا ہے، حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں: ”میرا بندہ تندرستی میں جو عمل کرتا تھا، اب وہ بیماری کی وجہ سے نہیں کر پارہا، پس اس کا ثواب مسلسل لکھتے رہو، مثلاً: عذر کی وجہ سے کوئی تہجد نہ پڑھ سکے تو بھی اس کا اصلی ثواب برابر لکھا جاتا ہے، اور انعامی ثواب تو پڑھنے ہی پر ملے گا۔

﴿مَّا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝﴾

ترجمہ: جو بھی مصیبت تمہیں زمین میں پہنچتی ہے — جہاد یا سفر کی نوبت آتی ہے — یا تمہاری جانوں میں — یعنی بیماری یا بڑھاپا آتا ہے — تو وہ اس کو پیدا کرنے سے پہلے ایک نوشتہ (لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے — پس وہ تو ضرور پہنچے گی، اس لئے اللہ نے ان اعذار میں سہولت رکھی ہے، اگر ان کی وجہ سے نفل عمل نہ کر سکے تو اس کا ثواب ملتا رہتا ہے — اور یہ بات اللہ پر آسان ہے — یعنی مقدرات (ہونے والی باتوں) کو طے کرنا، اور ان کو لوح محفوظ میں لکھ لینا اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں۔

مقدرات بندوں کی مصلحت سے ہیں

جو باتیں پیش آتی ہیں، خواہ وہ غم کی ہوں یا خوشی کی، سب مقدر ہیں، اور لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں، اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ جب غم کی کوئی بات پیش آئے، مثلاً: کوئی بڑا نقصان ہو جائے تو آدمی غم سے نڈھال نہ ہو جائے، بقدر ضرورت ہی اس کا اثر لے، اسی طرح جب خوشی کی کوئی بات پیش آئے، مثلاً: اللہ کوئی نعمت عطا فرمائیں تو آپے سے باہر نہ ہو جائے، بلکہ اللہ کی نعمت کا شکر بجالائے۔

﴿لَكُمْ فِيهَا نَاسُوا عَلَىٰ مَا فَتَقَكُمْ وَلَا تَغْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۝﴾

ترجمہ: (جو کچھ پیش آنا ہے وہ تو آنا ہے) تاکہ تم غم گیس نہ ہوؤ اس پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے، اور تم خوش نہ ہوؤ اس پر جو تمہیں عنایت فرمائیں۔

اعمال سے روگردانی کرنے والے اللہ کو پسند نہیں

جب اللہ کا فضل شامل حال ہوتا ہے، جوانی، فارغ بالی اور خوش حالی آتی ہے تو اوجھے لوگ اترتے ہیں، اور سخی بگھارتے ہیں، ایسے لوگ اللہ کو پسند نہیں، مثلاً: اللہ نے دولت دی، مگر نہ خود غریبوں پر خرچ کرتا ہے نہ دوسروں کو ترغیب دیتا ہے، بلکہ اپنے طرز عمل سے لوگوں کو بخل کی تعلیم دیتا ہے، جبکہ اللہ کا حکم ہے کہ اللہ کی نعمت اللہ کے بندوں پر خرچ کرو، جو لوگ اللہ کے اس حکم سے اعراض کرتے ہیں وہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں، اللہ کا کچھ نہیں بگاڑتے، وہ تو بے نیاز ستودہ صفات ہیں۔ ﴿وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۖ وَهُمْ يَسْتَوُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝﴾

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کسی بھی اترانے والے سخی باز کو پسند نہیں کرتے، جو لوگ بخیلی کرتے ہیں، اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں، اور جو شخص اعراض کرے گا تو اللہ تعالیٰ ہی بے نیاز ستودہ صفات ہیں — یعنی خویوں کے مالک ہیں۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۖ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝

لَقَدْ	بجدا! واقعہ یہ ہے	لِيَقُومَ	تاکہ کھڑے ہوں	وَمَنَافِعُ	اور فوائد ہیں
أَرْسَلْنَا	بھیجے ہم نے	النَّاسِ	لوگ	لِلنَّاسِ	لوگوں کے لئے
رُسُلَنَا	ہمارے رسول	بِالْقِسْطِ	انصاف کے ساتھ	وَلِيَعْلَمَ	اور تاکہ جانیں
بِالْبَيِّنَاتِ	واضح دلائل کے ساتھ	وَأَنْزَلْنَا ^(۱)	اور اتارا ہم نے	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
وَأَنْزَلْنَا	اور اتاری ہم نے	الْحَدِيدَ	لوہا	مَنْ يَنْصُرُهُ	کون مدد کرتا ہے ان کی
مَعَهُمُ	ان کے ساتھ	فِيهِ	اس میں	وَرُسُلَهُ	اور ان کے رسولوں کی
الْكِتَابَ	آسمانی کتاب	بِأَسْ	سختی ہے	بِالْغَيْبِ ^(۲)	دیکھے بغیر
وَالْمِيزَانَ	اور ترازو	شَدِيدٌ	بہت زیادہ	إِنَّ	بے شک

(۱) اَنْزَلْنَا: اتارا ہم نے، یعنی پیدا کیا ہم نے، جیسے: ﴿اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا﴾: ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا [الاعراف ۲۶] (۲) بِالْغَيْبِ: ينصره کی ضمیر مفعول کا حال ہے۔

اللہ	اللہ تعالیٰ	قَوُّیْ	زور آور	عَزِیْزٌ	زبردست ہیں
------	-------------	---------	---------	----------	------------

شریعت پر عمل کے لئے ترغیب کے ساتھ ترہیب بھی ضروری ہے

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے آغاز ہی سے نبوت کا سلسلہ شروع کیا، پھر نوح علیہ السلام سے رسالت کا سلسلہ شروع فرمایا، یہ انبیاء و رسل دین کے واضح دلائل کے ساتھ مبعوث کئے جاتے تھے، اور ان کے ساتھ آسمانی کتابیں بھی بھیجی جاتی تھیں، یہ سب ترغیب کے لئے تھا، تاکہ لوگ ایمان لائیں اور شریعت پر عمل کریں، اور اللہ نے ترازو بھی اتاری، تاکہ لوگ معاملات میں انصاف کو بروئے کار لائیں، اور ظلم و زیادتی سے بچیں، عبادات تو آسان ہیں، مگر معاملات میں انصاف کی رعایت مشکل ہے، اس لئے کسوٹی بھیجی اور ترازو اتاری یعنی احکامات بھیجے، تاکہ لوگ صحیح معاملات کریں، اور ساتھ ہی لوہا پیدا کیا جس میں تین مہکتیں ہیں: (۱) اس میں نہایت سختی ہے، اس کے ذریعہ لوگوں پر کنٹرول کیا جاسکتا ہے (۲) لوگ لوہے سے اسباب و آلات بناتے ہیں اور مختلف کام نکالتے ہیں (۳) اس سے جنگی ساز و سامان بنتا ہے، جس کے ذریعہ جہاد کیا جاتا ہے۔ جہاد اللہ کی اور اللہ کے رسول کی مدد ہے، شریعت پر عمل کے لئے اسلامی حکومت ضروری ہے، اور وہ جہاد ہی سے قائم ہو سکتی ہے، اسی لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں معاملات کے بیان کے بعد کتاب الجہاد رکھی ہے، تاکہ اسلامی حکومت قائم ہو، وہی معاملات پر کنٹرول کر سکتی ہے، جو لوگ ترغیب سے راہ راست پر نہیں آئیں گے ان پر ترہیب کے ذریعہ قابو پائے گی۔ اور جہاد اس لئے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے تعاون کے محتاج ہیں، وہ زور آور اور زبردست ہیں، ان کو کنز و مخلوق کی تعاون کی کیا حاجت ہے؟ جہاد اس لئے ہے کہ اللہ کو دیکھے بغیر ان کے دین کی کون مدد کرتا ہے؟ اور اللہ کے رسولوں کا ساتھ کون دیتا ہے؟ جو وفا دار ثابت ہو گئے ان کو جنت کے اعلیٰ مقامات پر فائز فرمائیں گے۔

آیت پاک: بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا، اور ہم نے ان کے ساتھ آسمانی کتابیں اور ترازو اتاری، تاکہ لوگ انصاف کو بروئے کار لائیں — اور ہم نے لوہا پیدا کیا، اس میں نہایت سختی ہے، اور لوگوں کے لئے منافع ہیں، اور تاکہ اللہ تعالیٰ جانیں کہ اُن کی دیکھے بغیر اور ان کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے؟ بے شک اللہ تعالیٰ زور آور زبردست ہیں!

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النَّبُوَّةَ وَالكِتَابَ فَمِنْهُمْ مُّهُتَدٍ ۚ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَسِقُونَ ۝ ثُمَّ تَقَيَّنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ ۖ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ

رَافَةً وَرَحْمَةً ۚ وَرَهْبَانِيَّةً ۚ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ
اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيرٌ
مِّنْهُمْ فَسِقُونَ ﴿٢٥﴾

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	وَقَفَّيْنَا	اور پیچھے بھیجا ہم نے	إِلَّا ابْتِغَاءَ	مگر چاہنے کے لئے
أَرْسَلْنَا	بھیجا ہم نے	بِعِيسَى	عیسیٰ کو	رِضْوَانِ	خوشنودی
نُوحًا	نوح کو	ابْنِ	بیٹے	اللّٰهِ	اللہ کی
وَإِبْرَاهِيمَ	اور ابراہیم کو	مَرْيَمَ	مریم کے	فَمَا رَعَوْهَا	پس نہیں لحاظ کیا انھوں
وَجَعَلْنَا	اور گردانا ہم نے	وَأَتَيْنَاهُ	اور دی ہم نے ان کو	فَمَا رَعَوْهَا	نے اس کا
فِي ذُرِّيَّتَيْهَا	دونوں کی نسل میں	الْإِنْجِيلَ	انجیل	حَقَّ رِعَايَتِهَا	جیسا اس کا لحاظ کرنے
الْأَنْبِيَاءَ	نبوت کو	وَجَعَلْنَا	اور گردانی ہم نے	كَحَقِّ	کا حق تھا
وَالْكِتَابِ	اور آسمانی کتاب کو	فِي قُلُوبِ	دلوں میں	فَاتَيْنَا	پس دیا ہم نے
فَمِنْهُمْ	پس ان میں سے بعض	الَّذِينَ	ان کے جنھوں نے	الَّذِينَ	ان کو جو
مُهْتَدٍ	راہیاب ہیں	اتَّبَعُوهُ	ان کی پیروی کی	آمَنُوا	ایمان لائے
وَكَثِيرٌ	اور بہت سے	رَافَةً	نرمی	مِنْهُمْ	ان میں سے
مِّنْهُمْ	ان میں سے	وَرَحْمَةً	اور مہربانی	أَجْرَهُمْ	ان کا ثواب
فَيُسْقُونَ	نافرمان ہیں	وَرَهْبَانِيَّةً ۚ	اور ترک دنیا	وَكَثِيرٌ	اور بہت سے
ثُمَّ قَفَّيْنَا	پھر پیچھے بھیجا ہم نے	ابْتَدَعُوهَا	نیا جاری کیا انھوں نے اس کو	مِنْهُمْ	ان میں سے
عَلَّا أَثَارَهُمْ	ان کے نشانات قدم پر	مَا كَتَبْنَاهَا	نہیں لکھا ہم نے اس کو	فَيُسْقُونَ	نافرمان ہیں
يُرْسَلْنَا	ہمارے رسولوں کو	عَلَيْهِمْ	ان پر		

شریعت پر عمل کے تعلق سے بنی اسرائیل کی حالت زار

حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں، پھر ان کے متبعین میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں: ﴿وَإِنْ مِنْ شَيْعَتِهِ

(۱) قَفَّيْنَا: تقفیبہ (باب تقفیل): پیچھے بھیجنا، ماڈہ: قفا: گدی، سر کا پچھلا حصہ، قَفُّوْ: پیچھے چلنا۔

لَا بُرْهَانٌ لَّهُمْ: پھر ان کے صاحب زادے اسحاق علیہ السلام ہوئے، اور ان کے بعد پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں، ان کا لقب اسرائیل تھا، ان کے بارہ بیٹے تھے، ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی، ان میں نبوت اور آسمانی کتابوں کا سلسلہ جاری رہا، کہتے ہیں: بنی اسرائیل میں ایک لاکھ انبیاء ہوئے ہیں، اور عہد قدیم میں انبیاء کے تقریباً سو صحیفے ہیں، مگر نتیجہ صفر رہا! کچھ ہی لوگ راہ یاب تھے، اور اکثریت ان کی نافرمان تھی۔

پھر آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے، ان کو انجیل مرحمت فرمائی، اور ان کے ماننے والوں کا امتیاز یہ ہے کہ ان کے دلوں میں خلق خدا پر شفقت اور مہربانی ہے، چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کا مذہب جو صرف بنی اسرائیل کے لئے تھا: اس کو عیسائیوں نے عام کیا، اور ساری دنیا میں عیسائیت کو پھیلانے کے لئے انتھک محنت کرتے ہیں، تاکہ ان کے خیال میں انسانوں کی نجات ہو، اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انھوں نے رہبانیت شروع کی، جو شرعی حکم نہیں تھا، پھر ترک دنیا کے پردہ میں سب کچھ کرتے رہے جو نہیں کرنا چاہئے تھا، شہوتِ بطن و فرج پوری کرتے رہے، نذرانے بٹورتے رہے اور نونوں (راہبہ عورتوں) سے استفادہ کرتے رہے، ان عیسائیوں کا حال بھی ابتر تھا، تھوڑی تعداد مومنوں کی تھی، ان کو ان کا اجر و ثواب ملا، اور ان کی بڑی تعداد نافرمانوں کی تھی، اور اب تو ان کا اصلی دین ہی باقی نہیں رہا۔

آیت کریمہ: اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا، اور دونوں کی اولاد میں پیغمبری اور آسمانی کتابوں کا سلسلہ جاری رکھا، پس بعضے ہدایت یافتہ ہوئے، اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہوئے۔

پھر ہم نے یکے بعد دیگرے اور رسولوں کو ان کے پیچھے بھیجا، اور ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا، اور ہم نے ان کو انجیل عنایت فرمائی، اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی ان کے دلوں میں شفقت اور مہربانی گردانی، اور ترک دنیا کو انھوں نے خود ایجاد کیا، ہم نے اس کو ان پر واجب نہیں کیا تھا، مگر انھوں نے اللہ کی رضا جوئی کے لئے اس کو ایجاد کیا، پس انھوں نے اس کا وہ لحاظ نہیں رکھا جو لحاظ رکھنے کا حق تھا، پس ہم نے ان میں سے ایمان لانے والوں کو ان کا ثواب دیا، اور ان میں سے زیادہ تر نافرمان تھے!

فائدہ: بدعت کہتے ہیں: ایسا کام کرنا جس کی اصل کتاب و سنت اور قرآن مشہود و لہا بالخیر میں نہ ہو، اور اس کو دین اور ثواب کا کام سمجھ کر کیا جائے (فوائد) دین اسلام میں رہبانیت (فطری اعتدال سے متجاوز ترک دنیا) نہیں، اس امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے، کیونکہ مجاہد اپنے سب حظوظ و تعلقات سے الگ ہو کر اللہ کے راستہ میں دشمنان اسلام سے لڑنے کے لئے نکلتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ

وَيَجْعَلُ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرَ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ اِنَّهَا لَآ يَكْتُوبُ اَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

عَنْ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے وہ لوگو جو	لَكُمْ	تمہارے لئے	اَلَّا ^(۲)	کہ نہیں
اتَّقُوا	(سابقہ نبیوں پر)	نُورًا	ایک روشنی	يَقْدِرُونَ	قادر ہیں وہ
اتَّقُوا	ایمان لائے	تَمْشُونَ	چلو گئے تم	عَلَىٰ شَيْءٍ	کسی چیز پر
اللَّهُ	ڈرو	بِهِ	اس کے ساتھ	مِّنْ فَضْلِ	فضل سے
وَأَمِنُوا	اللہ سے	وَيَغْفِرُ	اور بخشیں گے	اللَّهُ	اللہ کے
بِرَسُولِهِ	اور ایمان لاؤ	لَكُمْ	تمہارے لئے	وَأَنَّ الْفَضْلَ	اور یہ کہ فضل
كَفَلَيْنَا	اللہ کے (آخری)	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	بِيَدِ اللّٰهِ	اللہ کے ہاتھ میں ہے
يُؤْتِيَكُمْ	رسول پر	غَفُورٌ	بڑے بخشنے والے	يُؤْتِيهِ	دیتے ہیں وہ اس کو
كَفَلَيْنَا	دیں گے وہ تمہیں	رَحِيمٌ	بڑے رحم والے ہیں	مِّنْ يَّشَاءُ	جسے چاہتے ہیں
مِّنْ رَّحْمَتِهِ	دو حصے	اِنَّهَا ^(۱)	تاکہ	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
وَيَجْعَلُ	اپنی رحمت کے	يَعْلَمُ	جائیں	ذُو الْفَضْلِ	فضل والے ہیں
	اور بتائیں گے	أَهْلُ الْكِتَابِ	اہل کتاب	الْعَظِيمِ	بڑے

اہل کتاب کو آخری پیغمبر پر ایمان لانے کی دعوت

بنی اسرائیل کا حال زار آپ نے پڑھ لیا، اب ان کو نبی ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں۔ جب کوئی نعمت کسی قوم کو عرصہ دراز تک حاصل رہتی ہے تو وہ اس کو اپنا ذاتی کمال سمجھ لیتی ہے، بنی اسرائیل میں بھی عرصہ تک نبوت اور کتاب رہی، اس لئے ان کو خیال ہوا کہ یہ دونوں چیزیں ان کے ساتھ خاص ہیں، کسی اور کو نبوت اور کتاب نہیں مل سکتی، حالانکہ اللہ کی نعمتیں قوموں کے ساتھ خاص نہیں ہوتیں: ﴿تِلْكَ الْأَيَّامُ نَدَاؤُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾: ہم ان ایام کو لوگوں کے درمیان ادا کرتے رہتے ہیں [آل عمران ۱۵۹] یعنی حکومتوں میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے، چنانچہ جب آخر زمانہ میں (۱) اِنْلَا: اصل میں لان لا ہے، اور لا آگے مکرر آئے گا، ترجمہ وہاں ہوگا، یہاں زائد ہے (۲) اِنْلَا: اصل میں ان لا ہے۔

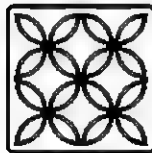
اللہ تعالیٰ نے بنی اسماعیلیٰ کو نبوت اور کتاب کے لئے چنا تو بنی اسرائیل جلّ بھن گئے، اور آپؐ پر ایمان لانے کے لئے تیار نہیں ہوئے، دوسری آیت میں ان کو یہ بات سمجھائی ہے کہ اللہ کا فضل تمہارے اختیار میں نہیں، اللہ جسے چاہیں اپنے فضل سے نوازیں۔

اور پہلی آیت میں ان کو دعوتِ ایمان دی ہے کہ اے وہ لوگو جو گذشتہ نبیوں پر اور سابقہ کتابوں پر ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو، نبوت اور کتاب کو اپنی جاگیر مت سمجھو، نبی آخر الزماں ﷺ پر اور ان کی کتاب پر ایمان لاؤ، اللہ تعالیٰ تمہیں دوہرا اجر عنایت فرمائیں گے، اور دوسرے مومنین کی طرح ایک نور بھی عطا فرمائیں گے، جو ہر وقت تمہارے ساتھ رہے گا، اور تمہاری گذشتہ خطائیں معاف فرمائیں گے، وہ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں۔

آیاتِ پاک: اے (گذشتہ نبیوں پر) ایمان رکھنے والو! اللہ سے ڈرو، اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے دوحصے دیں گے، اور تمہیں ایسا نور عنایت فرمائیں گے، جسے تم لئے ہوئے چلو گے، اور تمہاری خطاؤں کو بخش دیں گے، اور اللہ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں، تاکہ اہل کتاب جان لیں کہ وہ اللہ کے فضل کے کسی بھی جزء پر دست رس نہیں رکھتے، اور یہ کہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جس کو چاہیں دیں، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں۔

فائدہ: یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا سے خطاب ہمیشہ اس امت کے مومنین سے ہوتا ہے، مگر اس آیت میں اہل کتاب سے خطاب ہے، وہ بالقوہ یا مجاز ملوّل کے اعتبار سے مومنین ہیں، اور ان کو دوہرا ثواب اس لئے ملتا ہے کہ ان کے لئے نبی ﷺ پر ایمان لانا بھاری ہے، اور ثواب بقدر مشقت ہوتا ہے، اس لئے ان کا اجر دوگنا ہو گیا، تفصیل تحفۃ القاری (۲۸۳:۱) میں ہے۔

﴿۲۳/ رجب ۱۴۳۷ھ = یکم مئی ۲۰۱۶ء﴾



بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۃ المجادلہ

مجادلہ: باب مفاعلہ کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں: جھگڑا کرنا، بحث مباحثہ کرنا، کٹ جتنی کرنا، گذشتہ سورت کی آخری دو آیتوں میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو آخری پیغمبر ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دی تھی، وہ اس دعوت کو قبول کریں گے یا نہیں؟ ان کو آخری آیت میں یہ بھی سمجھایا تھا کہ نبوت اور کتاب کسی قوم کی میراث نہیں، یہ اللہ کا فضل ہے، وہ کسی کو بھی یہ نعمت دے سکتے ہیں، یہ بات ان کی سمجھ میں آئے گی یا نہیں؟ اس سورت کے شروع میں اشارہ ہے کہ وہ یہ دعوت قبول نہیں کریں گے، کٹ جتنی کریں گے، یہود آج تک یہی کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام آخری رسول ہیں، اور تورات اللہ کی آخری کتاب ہے، اس کے بعد نہ کوئی کتاب ہے نہ رسول، عیسائی بھی ایسی ہی بات کہتے ہیں، ان کا یہ جھگڑا قیامت تک چلے گا، اللہ تعالیٰ ان کی کٹ جتنی دیکھ رہے ہیں، یہ اس سورت کا سابق سے ربط ہے، اور عام ربط واضح ہے، یہ سورت مدنی ہے، اور مدنی سورتوں میں احکام ہوتے ہیں۔

اس سورت کے شروع کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے ظہار کیا، جاہلیت میں ظہار سے بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی تھی، خولہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں اور ماجرا بیان کیا، آپؐ نے پہلے سے جو حکم تھا وہ بتا دیا، کیونکہ ابھی تک اسلامی شریعت میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا، خولہ نے آپؐ سے جھگڑا شروع کیا، اور اللہ سے فریاد کی، پس ظہار کا حکم نازل ہوا کہ ظہار سے حرمت مؤبدہ نہیں ہوتی، موقتہ ہوتی ہے، کفارہ دینے پر حرمت ختم ہو جاتی ہے — غرض: گفتہ آید در حدیث دیگر اس کے طور پر اشارہ کیا ہے کہ اہل کتاب ایمان کی دعوت قبول نہیں کریں گے، کٹ جتنی کریں گے۔



آیتھا ۲۷

(۵۸) سُورَةُ الْمَجَادِلِ تَمَكِّنِيَّتُ (۱۰۵)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ يَسْمَعُ
تَحَاوُرَكُمَا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۝ الَّذِينَ يُظْهِرُونَ مِنْكُمْ مَنْ نَسَاهُمْ مَآهِنُ
أَمْهَتِهِمْ إِنَّ أَمْهَتُهُمْ إِلَّا آلِي وَلَدَانِهِمْ ۝ وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَزُورًا
وَإِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ۝ وَالَّذِينَ يُظْهِرُونَ مِنْ نَسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا
فَتَحَرِيرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّ ذَلِكُمْ تُوعُظُونَ بِهِ ۝ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
خَبِيرٌ ۝ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّ فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ
فَاطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ۚ ذَلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَلِلْكَافِرِينَ
عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

قَدْ سَمِعَ	تحقیق سنی	تَحَاوُرَكُمَا ^(۱)	تم دونوں کی بات چیت	مَآهِنُ	نہیں ہیں وہ
اللَّهُ	اللہ نے	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	أَمْهَتِهِمْ	ان کی مائیں
قَوْلَ الَّتِي	بات اس کی جو	سَمِيعٌ	خوب سننے والے	إِنَّ أَمْهَتَهُمْ	نہیں ان کی مائیں
تُجَادِلُكَ	جھگڑتی ہے آپ سے	بَصِيرٌ	دیکھنے والے ہیں	إِلَّا آلِي ^(۳)	مگر جنھوں نے
فِي زَوْجِهَا	اپنے شوہر کے معاملہ میں	الَّذِينَ	جو لوگ	وَلَدَانِهِمْ	جناں کو
وَتَشْتَكِي	اور فریاد کرتی ہے	يُظْهِرُونَ ^(۲)	ماں کی پیٹھ جیسا کہتے ہیں	وَلَدَانِهِمْ	اور بے شک وہ
إِلَى اللَّهِ	اللہ کے سامنے	مِنْكُمْ	تم میں سے	لَيَقُولُونَ	یقیناً کہتے ہیں
وَاللَّهُ يَسْمَعُ	اور اللہ تعالیٰ سن رہے ہیں	مَنْ نَسَاهُمْ	اپنی بیویوں کو	مُنْكَرًا	اوپری (ناجائز)

(۱) تَحَاوُرٌ: مصدر باب تفاعل: باہم بات چیت کرنا۔ (۲) ظَاہِرٌ: مظاہرۃ و ظہار: بیوی سے کہنا: تو مجھ پر اسی طرح حرام ہے جس طرح میری ماں کی پیٹھ: اَنْتَ عَلَيَّ كَظْهَرِ أُمِّي (۳) اللّٰہی: اہم موصول معنی اللّٰوٰتھی۔

مِنَ الْقَوْلِ	بات	اَنْ يَّمْكُنَا ^(۲)	ایک دوسرے کو ہاتھ	اَنْ يَّمْكُنَا	ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے
وَرُودًا	اور جھوٹی بات	ذَلِكُمْ ^(۳)	لگانے کے	فَمَنْ	پس جو شخص
وَرَأَى اللَّهَ	اور بے شک اللہ	تَوَعُّظُونَ	یہ (حکم)	لَمْ يَسْتَطِعْ	طاقت نہ رکھے
لَعَنُوْهُ	یقیناً معاف کرنے والے	بِهِمْ	نصیحت کئے جاتے ہو تم	فَاطْعَامُ	تو کھلاتا ہے
عَفْوُورٌ	بڑے بخشنے والے ہیں	وَاللَّهُ	اس کے ذریعہ	يَسْتَبِينَ	ساتھ
وَالَّذِينَ	اور جو لوگ	بِمَا	اور اللہ تعالیٰ	وَسَكِينًا	غریبوں کو
يُظْهِرُونَ	ماں کی پیٹھ جیسا کہہ	تَعْمَلُونَ	ان کاموں سے جو	ذَلِكَ	یہ (حکم)
مِن رَّسَائِهِمْ	بیٹھتے ہیں	خَبِيرٌ	تم کرتے ہو	لِنُؤْمِنُوا	تا کہ ایمان لاؤ تم
ثُمَّ يَعْوَدُونَ ^(۱)	اپنی بیویوں کو	فَمَنْ	پورے باخبر ہیں	بِاللَّهِ	اللہ پر
لِمَا قَالُوا ^(۱)	پھر وہ لوٹتے ہیں	لَمْ يَجِدْ	پس جو شخص	وَرَسُولِهِ	اور اس کے رسول پر
فَقَعْدِرُ	اس بات کے لئے جو	فَصِيَامُ	نہ پائے (غلام)	وَرَبِّكَ	اور یہ (حکم)
رَقَبَةً	کبھی ہے انھوں نے	شَهْرَيْنِ	تو روزے ہیں	حُدُودُ	محفوظ علاقہ ہے
مِّن قَبْلِ	پس آزاد کرنا ہے	مُتَتَابِعِينَ	دو ماہ کے	اللَّهِ	اللہ کا
	گردن کا	مِّن قَبْلِ	لگا تار	وَلِلْكَافِرِينَ	اور نہ ماننے والوں کیلئے
	پہلے		پہلے	عَذَابٌ أَلِيمٌ	دروناک سزا ہے

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

ظہار اور اس کا کفارہ

ظہار: ظہر سے ماخوذ ہے، جس کے معنی پشت کے ہیں، اور اصطلاحی معنی ہیں: بیوی کے پورے وجود کو یا اس کے نصف، چوتھائی وغیرہ کو یا ایسے عضو کو بول کر جس سے پورا وجود مراد لیا جاتا ہو، جیسے سر، چہرہ، گردن، شرمگاہ وغیرہ: اپنے نسبی یا سرسالی یا رضاعی محرم کے ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کا دیکھا جائز نہیں، ظہار: سخت گناہ ہے، وہ خلاف واقعہ اور بے ہودہ (۱) لما قالوا: ما مصدریہ، اور لام بمعنی فی یا عن ای عن قولہم یعنی اَنْتِ علی کظہر امی: کہہ کر بیوی کو حرام کیا، اب اس کو حلال کرنا چاہتا ہے (۲) قبل: مضاف، اُن: مصدریہ، بتماسا: بہ تاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ (۳) ذلکم: مبتدا، تو عظون: خبر، تو عظون: ای تُزَجِرُون۔

بات ہے، اس لئے اس کی سزا مقرر کی ہے، جس کا نام کفارہ ہے، جب تک کفارہ ادا نہ کیا جائے بیوی سے صحبت جائز نہیں، کفارہ تین چیزیں ترتیب وار ہیں: (۱) غلام آزاد کرنا، مگر اب غلام نہیں رہے (۲) دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا (۳) اور بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے اس کی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا، تفصیل فقہ کی کتابوں میں ہے۔

شانِ نزول: اوس بن الصامتؓ نے جو بہت بوڑھے تھے اپنی بیوی خولہؓ سے کہہ دیا: اَنْتِ عَلٰی كَظْهَرِ اُمِّی: تو میرے لئے میری ماں کی پشت کی طرح (حرام) ہے، زمانہ جاہلیت میں یہ لفظ ابدی حرمت کے لئے بولا جاتا تھا، خولہؓ خدمتِ نبوی میں اس کا حکم معلوم کرنے کے لئے حاضر ہوئیں، آپؐ نے فرمایا: ”میری رائے میں تو تم اپنے شوہر پر حرام ہو گئیں“ یہ سن کر وہ واویلا کرنے لگیں کہ میری جوانی اس شوہر کی خدمت میں ختم ہو گئی، اب میں کہاں جاؤں؟ میرے بچوں کا کیا ہوگا؟ پھر انھوں نے اللہ سے فریاد کی کہ میرے لئے کوئی سہولت نازل فرما، اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

آیاتِ پاک: — واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپؐ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑ رہی ہے، اور اللہ سے فریاد کر رہی ہے، اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی بات چیت سن رہے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والے سب کچھ دیکھنے والے ہیں — یہ ظہار کے بیان کی تمہید ہے، اور اس میں اشارہ ہے کہ اہل کتاب دعوتِ ایمان قبول نہیں کریں گے، کٹ جیتی کریں گے۔

جو لوگ تم میں سے اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں — اس کا حکم اگلی آیت میں ہے — وہ ان کی مائیں نہیں — پس جاہلیت میں جو ظہار کو حرمتِ مؤبدہ سمجھا جاتا تھا وہ غلط تھا — ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنھوں نے ان کو جنا ہے — دوسری کسی بھی عورت کو ماں کہنے سے وہ ماں نہیں بن جاتی — اور بلاشبہ وہ لوگ ایک نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں — جس کا خمیازہ ان کو بھگتنا پڑے گا — اور یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے بخش دینے والے ہیں — یعنی کفارہ ادا کرنے سے گناہ معاف ہو جائے گا۔

اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، پھر اپنی کبھی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں تو گردن (غلام یا باندی) آزاد کرنا ہے، اس سے پہلے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں — دواعیٰ صحبت: شہوت سے چومنا، چھونا اور شرمگاہ کو دیکھنا بھی حرام ہے، البتہ بغیر شہوت کے دیکھنا، بات چیت کرنا اور ہاتھ لگانا حرام نہیں — اس حکم کے ذریعہ تمہیں نصیحت کی جاتی ہے — یعنی کفارہ کی مشروعیت تمہاری تنبیہ و نصیحت کے لئے ہے کہ پھر ایسی غلطی نہ کرو — اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی پوری خبر ہے — اس لئے تمہارے احوال کے مناسب احکام بھیجتا ہے، پھر دیکھو گا کہ تم کس حد تک اُن پر عمل کرتے ہو۔

پس جو (برودہ) نہ پائے تو لگاتار دو ماہ کے روزے ہیں، اس سے پہلے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ اگر کفارہ ادا کرنے سے پہلے صحبت کر لی تو بڑا گناہ کیا، توبہ کرے، اور آئندہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے یہ حرکت نہ کرے۔ اور روزوں کے درمیان اس عورت سے صحبت کر لی تو استیفاف (از سر نو روزے شروع) کرے، سب روزے پھر سے رکھے۔ پس جو (اس کی بھی) طاقت نہیں رکھتا تو ساٹھ غریبوں کو کھانا کھلانا ہے۔ اور یہ کام بھی ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہونا چاہئے لیکن اگر بیچ میں صحبت کر لی تو گناہ تو ہوا، مگر کفارہ دہرانا نہیں پڑے گا، کیونکہ ﴿مَنْ قَبِلَ أَنْ يَتَمَاتَا﴾ کی قید منصوص نہیں۔ یہ حکم اس لئے ہے کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ یعنی جاہلیت کی باتیں چھوڑو، اللہ و رسول کے احکام پر چلو، جو مومن کامل کی شان ہے (فوائد)۔ اور یہ اللہ کی حدود (Boundaries) ہیں۔ اس کے اندر گھسنے کی کوشش مت کرو۔ اور نہ ماننے والوں کے لئے دردناک سزا ہے۔ ریز رو ایریے میں جو گھستا ہے وہ سزا پاتا ہے۔

فائدہ: اگر تشبیہ نہیں دی، بلکہ کہا: تو میری ماں کے برابر ہے، یا کہا: تو ماں کی طرح ہے، تو تین صورتیں ہیں: (۱) اگر تعظیم مقصود ہے یا یہ مراد ہے کہ تو بڑھیا نا کارہ ہو گئی ہے تو کچھ نہیں ہوا (۲) اور طلاق دینا اور چھوڑنا مقصود ہے تو ایک طلاق بائنہ پڑ گئی (۳) اور صحبت کو حرام کرنا مقصود ہے تو ظہار ہو گیا، کفارہ دے اگر رکھنا چاہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كَبِتُوا كَمَا كَبِتَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنُسُوهُ ۚ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كَبِتُوا كَمَا كَبِتَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنُسُوهُ ۚ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝	بے شک جو لوگ	کما کبت	جس طرح ذیل کئے گئے	بیت	صاف صاف
مخالفت کرتے ہیں	الذین	جو	ان سے پہلے گزرے	وَالْكَافِرِينَ	اور منکروں کے لئے
اللہ کی	مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے گزرے	اور تحقیق اتارے گئے	عَذَابٌ مُهِينٌ	رسوا کن سزا ہے
اور اس کے رسول کی	وَقَدْ أَنْزَلْنَا	اور تحقیق اتارے گئے	احکام	يَوْمَ	جس دن
ذیل کئے جائیں گے	آيَاتٍ	احکام		يَبْعَثُهُمُ	اٹھائیں گے ان کو

(۱) حَادُّ مُحَادَّةٌ وَمُحَادَّةٌ: مخالفت کرنا (۲) کَبِتُوا: ماضی مجہول، کَبَتَ (ض) کَبَتَا: ذلیل و خوار کرنا (۳) یوم: مہین کا ظرف ہے (جمل)

اللَّهُ جَمِيعًا فَيَنْتَبَهُمْ رَبًّا	اللہ سبھی کو پس آگاہ کریں گے ان کو ان کاموں سے جو	عَمِلُوا أَخْصَصَهُ اللَّهُ وَكُسُوهُ	کئے انھوں نے گن رکھا ہے اس کو اللہ نے اور بھول گئے ہیں وہ اس کو	وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ	اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہیں
--	---	---	---	--	--

حدود اللہ کی پاسداری

یہ آیتیں حکم ظہار کا تتمہ ہیں، ظہار کے بعد کفارہ ادا کرنے سے پہلے بیوی سے صحبت اور دوائی صحبت حرام ہیں، اور تمام حرام امور حدود اللہ ہیں، حدیث میں ہے کہ جس طرح حکومتیں سرکاری جانوروں کے لئے چراگاہ مخصوص کرتی ہیں، جن میں پبلک کو جانور چرانے کی اجازت نہیں ہوتی، اسی طرح اللہ نے جو کام حرام کئے ہیں، وہ اللہ کا محفوظ امیر یا ہیں، مومنین کو اس کی حدود میں داخل ہونے کی اجازت نہیں (تحفۃ القاری: ۱/۲۹۶)

آیات پاک: — جو لوگ اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں — یعنی ان کے احکام کی تعمیل نہیں کرتے — وہ یقیناً ذلیل و خوار ہونگے — دنیا میں بھی — جیسے ان سے پہلے گذرے ہوئے — یعنی یہود و نصاریٰ اپنے اپنے زمانہ میں — ذلیل و خوار ہوئے — آج مسلمانوں کی زبوں حالی کا ایک سبب احکام الہی سے روگردانی ہے — اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے صاف صاف احکام نازل کئے ہیں — پھر ان کا احترام کیوں نہیں کیا جاتا؟ اور ان کو مسلمانوں کی حکومتوں میں کیوں رائج نہیں کیا جاتا؟ — اور نہ ماننے والوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے — کب؟ — جس دن اللہ تعالیٰ سب کو زندہ کریں گے — ماننے والوں کو بھی اور نہ ماننے والوں کو بھی — پھر ان کو ان کا کیا ہوا جتلائیں گے، اللہ نے اس کو محفوظ کر رکھا ہے، گو وہ اس کو بھول گئے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کے گواہ (حال بتلانے والے) ہیں۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَايَهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا آدْنَىٰ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرُ إِلَّا هُوَ ۚ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ۚ ثُمَّ يَنْتَبَهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

أَلَمْ تَرَ	کیا نہیں دیکھا تو نے	أَنَّ اللَّهَ	کہ اللہ تعالیٰ	يَعْلَمُ	جانتے ہیں
-------------	----------------------	---------------	----------------	----------	-----------

(۱) اخصى: اس نے گن لیا، مصدر اخصى.

مَا فِي السَّمَوَاتِ	جو آسمانوں میں ہے	وَلَا خَمْسَةٌ إِلَّا هُوَ	اور نہ پانچ کی	أَيُّنَ مَا كَانُوا	جہاں کہیں ہوں وہ
وَمَا فِي الْأَرْضِ	اور جو زمین میں ہے	سَادِسُهُمْ	مگر وہ	ثُمَّ يَنْتَبِئُهُمْ	پھر بتلائیں گے ان کو
مَا يَكُونُ	نہیں ہوتی	وَلَا آذَنِي	اس کے چھٹے ہیں	بِمَاعِلُوا	جو کچھ کیا انھوں نے
مِنْ نَّجْوَى	کوئی سرگوشی	مِنْ ذَلِكَ	اور نہ کم	يَوْمَ الْقِيَمَةِ	قیامت کے دن
ثَلَاثَةٌ	تین کی	وَلَا أَكْثَرُ	اس سے	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ
إِلَّا هُوَ	مگر وہ	إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ	اور نہ زیادہ	بِكُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کو
كَابِعُهُمْ	ان کے چوتھے ہیں		مگر وہ ان کے ساتھ ہیں	عَلِيمٌ	خوب جاننے والے ہیں

ہر چیز اللہ کے سامنے ہے، وہ ہر سرگوشی سے واقف ہیں

حضرت خولہؓ نے نبی ﷺ سے راز دارانہ گفتگو کی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس تھی، جب خولہ اپنے شوہر کی شکایت بیان کر رہی تھی، پھر بھی میں بعض باتیں نہ سن سکی، اور اللہ نے سن لی — اسی طرح گذشتہ آیت کے آخر میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے گواہ ہیں، شہید اور شاہد: ایک ہیں، دونوں کے معنی ہیں: احوال بتلانے والے، گواہ قاضی کو احوال بتلاتا ہے، اللہ تعالیٰ گواہ بایں معنی ہیں کہ ہر چیز ان کے سامنے ہے، اور وہ ہر مشورہ میں شریک ہیں، وہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کے اعمال جتلا دیں گے۔

آیت کریمہ: — کیا آپ نے دیکھا نہیں — یعنی غور نہیں کیا — کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہے، اور جو کچھ زمین میں ہے — یعنی کائنات کا کوئی ذرہ ان کے علم سے باہر نہیں — کوئی تین آدمیوں کی سرگوشی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھے وہ نہ ہوں، اور نہ پانچ کی جس میں چھٹے وہ نہ ہوں، اور نہ اس سے کم اور نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتے ہیں، خواہ وہ کہیں بھی ہوں — مشورہ دو کا بھی ہو سکتا ہے، مگر اختلاف کی صورت میں ترجیح دشوار ہوگی، اور طاق عدد کی رعایت ادلی ہے، اور ایک کے بعد پہلا طاق عدد تین ہے، پھر پانچ، اس لئے ان کو لیا، پھر تعظیم کر دی — پھر وہ قیامت کے دن ان کو ان کے کئے ہوئے کام جتلائیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ کو ہر بات کی خوب خبر ہے!

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَى ثُمَّ يُعْوَدُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَجَّوْنَ بِاللَّيْلِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَإِذَا جَاءُوكَ حَتَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحِبِّكَ بِهِ اللَّهُ وَيَقُولُونَ

فِي أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ حَسْبُكُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فِئْتَسِ الْمَصِيدُ

اُنہ تر	کیا نہیں دیکھا تو نے	وَمَفْعِيَّتِ	اور نافرمانی کی	فِي أَنْفُسِهِمْ	اپنے دلوں میں
إِلَى الَّذِينَ	ان کی طرف جو	الْمُؤْمِلِ	رسول کی	لَوْلَا	کیوں نہیں
نُفُوءًا	روکے گئے	وَإِذَا	اور جب	يُعَذِّبُنَا	سزا دیتے ہمیں
عَنِ النَّجْوَى	سرگوشی سے	جَاءَوكَ	آتے ہیں وہ آپ کے پاس	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
ثُمَّ يَعُودُونَ	پھر لوٹتے ہیں وہ	حَيَّوْكَ ^(۱)	زندہ رہنے کی دعا دیتے	بِمَا	ان لفظوں کی وجہ سے جو
لِمَا	اس بات کے لئے جو		ہیں وہ آپ کو	نَقُولُ	بولتے ہیں ہم
نُفُوءًا عَنْهُ	روکے گئے وہ اس سے	بِمَا لَمْ	ان الفاظ سے کہ نہیں	حَسْبُكُمْ	کافی ہے ان کے لئے
وَيَتَنَجَّوْنَ	اور کاناپھوسی کرتے	يُحْيِيكَ ^(۲)	زندہ رہنے کی دعا دی	جَهَنَّمُ	دوزخ
بِإِذْنِهِمْ	ہیں وہ	بِإِذْنِ اللَّهِ	آپ کو	يَصْلَوْنَهَا	داخل ہونگے وہ اس میں
وَالْعُدَاوِينَ	گناہ کی	وَيَقُولُونَ	ان لفظوں سے اللہ نے	فِئْتَسِ	اور بری ہے (وہ)
	اور زیادتی کی		اور کہتے ہیں وہ	الْمَصِيدُ	لوٹنے کی جگہ

منافقین کو یقین ہی نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ ہر سرگوشی سنتے ہیں

روایات میں دو واقعے آئے ہیں:

۱- مسلمانوں اور یہود میں صلح تھی، مگر ان کا دل حسد سے بھرا ہوا تھا، اس لئے جب وہ کسی مسلمان کو دیکھتے تو اس کو پریشان خیالی میں مبتلا کرنے کے لئے آپس میں سرگوشی کرتے، مسلمان سمجھتا کہ میرے خلاف کوئی سازش کر رہے ہیں، نبی ﷺ نے ان کو اس سے منع کیا مگر وہ باز نہ آئے۔

۲- یہود جب خدمت نبوی میں آتے تو ازراہ خیانت السلام علیکم کے بجائے السام علیکم کہتے، سام کے معنی موت کے ہیں، یعنی تم مرو، آپ جواب دیتے: علیک: تم مرو!

مدینہ کے منافقین زیادہ تر یہودی تھے، جب گذشتہ آیت نازل ہوئی کہ ہر سرگوشی میں اللہ تعالیٰ موجود ہوتے ہیں، تو انہیں اس کا یقین ہی نہیں آیا، اور منع کرنے کے باوجود سرگوشیاں کرتے رہے، ان کی سرگوشیاں گناہ کی باتیں، ظلم

(۱) حَيَّوْكَ: ماضی، جمع مذکر غائب: زندگی کی دعا دیتے ہیں، اور پارہ ۸ رکوع ۵ میں حَيَّوْا ہے، وہ فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔

(۲) يُحْيِي: اصل میں يُحْيِي تھا، مضارع، واحد مذکر غائب، ك: ضمیر مفعول، حَيَّ: بلیغ مقرون ہے، حَيَّاهُ اللَّهُ: اللہ زندہ رکھے۔

وزیادتی کے پلان اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی باتیں ہوتی تھیں، اور وہ کہتے تھے کہ ہم السام علیکم کہتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ ہر بات جانتے ہیں تو ہمیں اس کی فوراً سزا کیوں نہیں دیتے، اس کا جواب دیتے ہیں کہ چھوٹے گناہوں کی سزا دنیا میں دیتے ہیں، تمہارا گناہ سنگین ہے، اس کی سزا آخرت میں ملے گی، تمہیں دوزخ میں جانا ہوگا، اور وہ براٹھکا نا ہے!

آیت کریمہ: — کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کو جو سرگوشی سے روکے گئے، پھر وہ لوٹتے ہیں اس بات کی طرف جس سے وہ روکے گئے ہیں، اور وہ سرگوشیاں کرتے ہیں گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی — اور جب وہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو ایسے لفظ سے آپ کو سلام کرتے ہیں جس سے اللہ نے آپ کو سلام نہیں کیا — اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں: کیوں اللہ تعالیٰ ہمیں سزا نہیں دیتے اس لفظ کی وجہ سے جو ہم بولتے ہیں؟ — ان کے لئے جہنم کافی ہے، وہ لوگ اس میں داخل ہو گئے، پس وہ براٹھکا نا ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝

اور نہیں ہے وہ	وَلَيْسَ	نیکی اور پرہیزگاری کی	بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ	اے وہ لوگو جو	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
نقصان پہنچانے والا	بِضَارِّهِمْ	اور رُو اللہ سے	وَاتَّقُوا اللَّهَ	ایمان لائے	آمَنُوا
ان کو		جس کی طرف	الَّذِي إِلَيْهِ	جب تم سرگوشی کرو	إِذَا تَنَاجَيْتُمْ
ذرا بھی	شَيْئًا	تم جمع کئے جاؤ گے	تُحْشَرُونَ	تو سرگوشی مت کرو	فَلَا تَتَنَاجَوْا
مگر اجازت سے	لَا بِإِذْنِ	اس کے سوا نہیں کہ	إِنَّمَا	گناہ	بِالْإِثْمِ
اللہ کے	اللَّهُ	سرگوشی	النَّجْوَىٰ	اور زیادتی	وَالْعُدْوَانِ
اور اللہ ہی پر	وَعَلَى اللَّهِ	شیطان سے ہے	مِنَ الشَّيْطَانِ	اور نافرمانی	وَمَعْصِيَةِ
پس چاہئے کہ بھروسہ کریں	فَلْيَتَوَكَّلِ	تاکہ وہ دل گیر کرے	لِيَحْزُنَ	رسول کی	الرَّسُولِ
ایمان والے	الْمُؤْمِنُونَ	ایمان لانے والوں کو	الَّذِينَ آمَنُوا	اور سرگوشی کرو	وَتَنَاجَوْا

مسلمانوں کی سرگوشی کا موضوع: بر وتقویٰ

منافقین کی سرگوشی کا موضوع: گناہ، زیادتی اور رسول کی نافرمانی تھا، اب مسلمانوں کی سرگوشی کا موضوع متعین فرماتے ہیں، ان کی خفیہ میٹنگوں کا موضوع بر وتقویٰ ہونا چاہئے۔ بر کے معنی ہیں: نیکی کا کام، سورة البقرة (آیت ۱۷۷) میں نیکی کے کاموں کا بیان ہے: ﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ الآية: اللہ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، تمام آسمانوں کتابوں پر اور تمام پیغمبروں پر ایمان لانا، یتیموں پر، محتاجوں پر، مسافروں پر، سوال کرنے والوں پر اور گردن چھڑانے میں مال خرچ کرنا، نماز کی پابندی کرنا، زکات ادا کرنا، عہد و پیمان کی پاسداری کرنا اور تنگ دستی، بیماری اور جہاد میں برداشت کرنا، یہ سب نیکی کے کام ہیں۔ اور سورة النساء (آیت ۱۱۴) میں ہے: ﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نُّجْوَاهُمْ﴾ الآية: ان کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں ہوتی، ہاں جو لوگ خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں کے بگڑے معاملات کو سنوارنے کی میٹنگیں کرتے ہیں: وہ ٹھیک ہیں، یہی نیک کام ہیں — اور تقویٰ کے معنی ہیں: پرہیزگاری، یعنی برے کاموں کے انسداد کی کوشش کرنا، یہ دو باتیں مسلمانوں کی سرگوشیوں کا موضوع ہونی چاہئیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَنَاجَوْا بِالْآثِمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم سرگوشی کرو تو گناہ، اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی مت کرو، اور نیکی اور پرہیزگاری کی سرگوشی کرو، اور اس اللہ سے ڈرو جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے!

شیطان: مسلمانوں کو دل گیر کرنا چاہتا ہے، مگر وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا

منافقوں کی سرگوشیوں کا موضوع: گناہ، زیادتی اور رسول کی نافرمانی: اس لئے تھا کہ شیطان نے ان کو یہی باتی پڑھائی تھی، شیطان چاہتا ہے کہ مسلمانوں کو رنجیدہ کرے، مگر وہ اللہ کی مرضی کے بغیر کسی کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا، پس مسلمانوں کو اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے، منافقین جو چاہیں میٹنگیں بھریں: ہوگا وہی جو منظور خدا ہے۔

﴿إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْذَرَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَرْبِهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾

ترجمہ: سرگوشی شیطان ہی کی طرف سے ہے، تاکہ وہ مسلمانوں کو رنج میں ڈالے، اور وہ اذن خداوندی کے بغیر کسی کو

نَجْوٰكُمْ	اپنی سرگوشی کے	ءَاَشْفَقْتُمْ	کیا ڈر گئے تم	فَاَقِيْمُوا	پس اہتمام کرو
صَدَقَّةً	خیرات کو	اَنْ تُقَرِّبُوا ^(۱)	آگے کرنے سے	الصَّلٰوةَ	نماز کا
ذٰلِكَ	یہ	بَيْنَ يَدَيْهِ	سامنے	وَاتُوا	اور دو
خَيْرٌ لَّكُمْ	بہتر ہے تمہارے لئے	نَجْوٰكُمْ	اپنی سرگوشی کے	الزَّكٰوةَ	زکات
وَاطْمَئِنُّ	اور پاکیزہ	صَدَقَاتٍ	خیراتوں کو	وَاطْنِعُوا	اور کہا مانو
فَاِنْ لَّمْ	پس اگر نہ	فَاَذَلَّمْ	پس جب نہیں	اَللّٰهُ	اللہ کا
تَجِدُوْا	پاؤ تم	تَفْعَلُوْا	کیا تم نے	وَرَسُوْلُكَ	اور اس کے رسول کا
فَاِنَّ اللّٰهَ	پس بے شک اللہ تعالیٰ	وَتَاَبَ	اور توجہ فرمائی	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
غَفُوْرٌ	بڑے بخشنے والے	اَللّٰهُ	اللہ نے	خَبِيْرٌ	خوب جانتے ہیں
رَّحِيْمٌ	بڑے رحم والے ہیں	عَلَيْكُمْ	تم پر	يَسٰٓءَلُ الْعٰمِلُوْنَ	ان کاموں کو جو کرتے ہو

مشورہ میں کوئی بزرگ یا عالم دیر سے پہنچیں تو صدر ان کو بٹھانے کا اہتمام کرے

بزرگ: کے لغوی معنی ہیں: بوڑھا، بڑی عمر کا، اور اصطلاحی معنی ہیں: نیک، بندہ، ایمان میں پختہ، اور عالم: وہ ہے جسے اللہ نے دین کا علم دیا ہے، جب کسی معاملہ میں مشورہ کے لئے مجلس طلب کی جائے تو بڑوں کو جلدی پہنچنا چاہئے، تاکہ ان کو مناسب مقام ملے، لیکن اگر کسی وجہ سے دیر ہو جائے تو صدر مجلس کو چاہئے کہ ان کو مناسب جگہ بٹھائے، اور اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: ایک: مجلس حلقہ کشادہ کرے۔ دوم: کسی کو اس کی جگہ سے اٹھایا جائے۔

عرب دائرہ بنا کر بیٹھتے ہیں، اس کو کشادہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ سب تھوڑا تھوڑا پیچھے ہٹیں، آنے والے کے لئے جگہ نکل آئے گی، ہم لوگ مل کر بیٹھتے ہیں، پس لوگ سمٹ جائیں تو پیچھے جگہ نکل آئے گی، مگر اس سے مسئلہ حل نہیں ہوگا، کیونکہ آنے والے کو آگے بٹھانا ہے، اس لئے کسی کو اس کی جگہ سے اٹھانا ہوگا، یہ بات پہلی بات سے بھاری ہے، اس لئے پہلی صورت میں صرف خوش خبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشادگی کریں گے، جنت میں وسیع جگہ عنایت فرمائیں گے، اور دوسری صورت کو مدلل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان اور اہل علم کا درجہ بلند کیا ہے، پس تمہیں اس کی پاسداری کرنی چاہئے، اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے کہ کون خوشی سے اٹھتا ہے اور کون ناخوشی سے؟ جو خوشی سے اٹھے گا وہ ثواب پائے گا، اور جو ناخوشی سے اٹھے گا وہ محروم رہے گا۔

(۱) ان: مصدر یہ ہے یا اس سے پہلے من محذوف ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَقَسَّعُوا فِي الْمَجَالِسِ فَاقْسِعُوا بِحَمْدِ اللَّهِ لَكُمْ وَادَّارِعُوا أَنْشُرُوا فَانْشُرُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجالس میں کشادگی پیدا کرو تو جگہ کھول دیا کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے (جنت میں) کشادگی پیدا کریں گے، اور جب کہا جائے کہ اپنی جگہ سے اٹھ جاؤ تو اٹھ جایا کرو، اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں کے اور اہل علم کے درجات بلند کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ تو تمہارے کاموں کی پوری خبر ہے۔

فائدہ: آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان میں پیشگی کا مقام: علم میں کمال سے بڑھا ہوا ہے، اسی لئے امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں پہلے کتاب الایمان لائے ہیں، پھر کتاب العلم، اور اگر دونوں باتیں جمع ہوں تو سونے پہ سہاگا!

جو لوگ سرگوشی کے نام پر وقت ضائع کریں ان کے لئے قانون

نبی ﷺ کی مجلس میں ہر شخص آپ کا قرب چاہتا تھا، اس لئے منافقین بے فائدہ آپ کے کان میں باتیں کرتے تھے تاکہ لوگوں میں اپنی بڑائی جتلائیں، اس لئے حکم آیا کہ جو شخص نبی ﷺ سے سرگوشی کرنا چاہے وہ پہلے کچھ خیرات دے کر آیا کرے، اس میں کئی فائدے تھے: غریبوں کا تعاون، خیرات دینے والے کے نفس کا تزکیہ، مخلص اور منافق کے درمیان امتیاز اور سرگوشی کرنے والوں کی تقلیل، ہاں جس کے پاس خیرات کرنے کے لئے کچھ نہ ہو وہ اس قانون سے مستثنیٰ تھا۔ جب یہ حکم آیا تو منافقین نے مارے بجل کے یہ حرکت چھوڑ دی، اور مسلمان بھی سمجھ گئے کہ زیادہ سرگوشیاں اللہ کو پسند نہیں۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَجَاسَّعْتُمْ الرُّسُلَ فَقَدْ تَمَوَّأْتُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ نَجْوَكُمْ صَدَقَةٌ ۚ ذَلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَظْهَرُ ۚ فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم اللہ کے رسول سے سرگوشی کرنا چاہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات دیا کرو، یہ تمہارے لئے بہتر اور پاکیزہ ہے، پس اگر مقدرت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں۔

سرگوشی سے پہلے خیرات کا وجوب ختم، مقصود اطاعت کا پتہ چلانا تھا

گذشتہ آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ خیرات کا حکم وجوبی تھا، البتہ ناداری کی صورت مستثنیٰ تھی، اب اس آیت کے ذریعہ اس کا وجوب ختم کرتے ہیں، کیونکہ جس مصلحت سے وہ حکم تھا وہ مصلحت حاصل ہو گئی، مقصود اطاعت کا پتہ چلانا تھا اور سرگوشی کا سد باب کرنا تھا، جو حاصل ہو گیا، لوگ احتیاط کرنے لگے، اور کرب کے لئے نماز، زکات اور اطاعت کو ضروری قرار دیا۔

﴿أَشَقَقْتُمْ أَنْ تُقْرَمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَيْكُمْ صَدَقْتُمْ ۖ فَوَإِذْ لَمْ تُفْعَلُوا وَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَأَقْبَرُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ ﴿۱﴾

ترجمہ: کیا تم لوگ اپنی سرگوشی سے پہلے خیراتیں دینے سے ڈر گئے؟ — کہ یہ تو بہت بھاری حکم ہے! — سو جب تم نے اس پر عمل نہیں کیا — صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمل کیا، انھوں نے ایک دینار خیرات کر کے تہائی میں بات کرنے کا وقت لیا — اور اللہ نے تمہارے حال پر توجہ فرمائی، پس نماز کا اہتمام کرو، اور زکات دیا کرو، اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانا کرو، اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے۔

أَكْمَرْتُمْ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَخْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۱﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۲﴾ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَكُفُّوا عَنَّا عَذَابَ مُهِينٍ ﴿۳﴾ لَنْ تَغْنِي عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَولَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۴﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُخْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَخْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ أَلَّا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿۵﴾ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿۶﴾

اَكْمَرْتُمْ	کیا نہیں دیکھا تو نے	مَا هُمْ مِنْكُمْ	نہیں ہیں وہ تم میں سے	أَعَدَّ اللَّهُ	تیار کیا ہے اللہ نے
إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا ^(۱)	ان لوگوں کو جو دوستی کرتے ہیں	وَلَا مِنْهُمْ	اور نہیں وہ ان میں سے	لَهُمْ	ان کے لئے
قَوْمًا	ایسے لوگوں سے	وَيَخْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ	اور تمہیں کھاتے ہیں وہ جھوٹی	عَذَابًا شَدِيدًا	سخت عذاب
غَضِبَ	(ک) غضبناک ہوئے ہیں	وَهُمْ يَعْلَمُونَ	در انحالیکہ وہ جانتے ہیں	إِنَّهُمْ سَاءَ	بیشک انھوں نے برا کیا
اللَّهُ عَلَيْهِمُ	اللہ تعالیٰ ان پر			اتَّخَذُوا	جو کیا کرتے تھے وہ بنایا انھوں نے

(۱) تَوَلَّوْا: ماضی، صیغہ جمع مذکر غائب، تَوَلَّى کا تعدیہ جب بلا واسطہ ہوتا ہے تو اس کے معنی دوستی کرنے کے ہوتے ہیں (۲) إِنَّهُمْ سَاءَ: جملہ مابعد کی طرف مضاف ہے۔

اَيُّهَا نَهْمُ	اپنی قسموں کو	اَصْحَابُ النَّارِ	دوزخ والے ہیں	اَلَا اِنَّهُمْ	سنو ابے شک وہ
جُنَّةٌ	ڈھال	هُمْ فِيهَا	وہ اس میں	هُمْ اَلْكَاذِبُونَ ^(۳)	ہی جھوٹے ہیں
فَصَدُّوا	پس روکا انھوں نے	خُلِدُونَ ^(۲)	ہمیشہ رہنے والے ہیں	اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ	غلبہ پایا ہے ان پر
عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ	اللہ کے راستہ سے	يَوْمَ يَبْعَهُمُ	جس دن اٹھائیں گے ان کو	الشَّيْطٰنُ	شیطان نے
فَكَهَمَ عَذَابٌ	پس ان کے لئے سزا ہے	اللّٰهُ جَمِيعًا	اللہ تعالیٰ سبھی کو	فَاَنَسَهُمْ	پس بھلا دی ہے ان کو
مُهِينٌ	رسوا کن	فَيَخْلِفُونَ لَهُ	پس قسمیں کھائیں گے	ذَكَرَ اللّٰهُ	اللہ کی یاد
لَنْ تَغْنِيَ	ہرگز کام نہیں آئے گی		وہ اس کے سامنے	اُولٰٓئِكَ حِزْبُ	وہ گروہ ہے
عَنْهُمْ	ان کے	كَمَا	جس طرح	الشَّيْطٰنِ	شیطان کا
اَمْوَالُهُمْ	ان کی دولت	يَخْلِفُونَ	قسمیں کھاتے ہیں وہ	اَلَا اِنَّ	سنو ابے شک
وَلَا اُولَا دُهُمْ	اور نہ ان کی اولاد	تَكُنْ	تمہارے سامنے	حِزْبَ الشَّيْطٰنِ	گروہ شیطان کا
وَيَنْ اَللّٰهُ شَيْئًا ^(۱)	اللہ کے بدل کچھ بھی	وَيَخْسِبُونَ	اور گمان کرتے ہیں وہ	هُمْ الْخٰسِرُونَ	ہی گھالٹے میں رہنے
اُولٰٓئِكَ	وہ لوگ	اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ	کہ وہ کسی چیز پر ہیں		والا ہے

منافقین کے احوال

ظہار کے حکم کے بعد سے منافقین کے ساتھ گفتگو چل رہی ہے، وہ گفتگو ان آیات پر پوری ہو رہی ہے، ان آیات میں منافقین کے تعلق سے چار باتیں بیان کی ہیں:

پہلی بات: — منافقین نہ مسلمانوں میں ہیں نہ یہود میں — منافقین: مسلمانوں میں شامل نہیں، کیونکہ وہ دل سے کافر ہیں، اور وہ یہود سے ساز باز رکھتے ہیں جو مغضوب علیہم ہیں، مگر پوری طرح وہ ان کے ساتھ بھی نہیں، کیونکہ زبان سے خود کو مسلمان کہتے ہیں، پس وہ دھوبی کے کتے ہیں، نہ گھر کے نہ گھاٹ کے، نہ ادھر کے نہ ادھر کے! اور مسلمانوں کے سامنے جو وہ قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں تو وہ جانتے ہیں کہ وہ جھوٹی قسمیں ہیں، ان کی یہ دغلی پالیسی ہے، جو بہت بری ہے، ان کے لئے سخت عذاب تیار ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَّا هُمْ مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَخْلِفُوْنَ عَلٰى الْكَذِبِ وَهُمْ﴾^(۱) **الحین:** برائے بدل ہے، جیسے: ﴿اَنصَبْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ﴾^(۲) **یوم:** خالدون کا ظرف ہے ^(۳) **اِسْتَحْوَذَ:** قابو میں کر کے ہانکنا۔

يَعْمَلُونَ ۚ اَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا اِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا نہیں جو ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوئے ہیں، نہ وہ تم میں سے ہیں اور نہ ان میں سے ہیں، اور جانتے بوجھتے وہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سخت سزا تیار کی ہے، بے شک وہ برے برے کام کیا کرتے تھے۔ یعنی ان کی دوغلی پالیسی ان کی بہت بری حرکت تھی۔ دوسری بات: — منافقین کی قسمیں ان کی سپر ہیں — منافقین: جھوٹی قسمیں کھا کر مسلمانوں کے ہاتھوں سے اپنی جال و مال کو بچاتے ہیں، اور اپنے کو مسلمان ظاہر کر کے دوستی کے پیرائے میں دوسروں کو اللہ کی راہ پر آنے سے روکتے ہیں، سو یاد رہے کہ یہ لوگ اس طرح کچھ عزت نہیں پاسکتے، سخت ذلت کے عذاب میں گرفتار ہونگے، اور جب سزا کا وقت آئے گا اللہ کے ہاتھ سے کوئی بچا نہیں سکے گا، نہ مال کام آئے گا نہ اولاد، جن کی حفاظت کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے پھرتے ہیں (فوائد)

﴿اِتَّخَذُوا اٰيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ لَنْ تَغْنِيْ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنایا ہے، پس وہ روکتے ہیں اللہ کے راستہ سے، پس ان کے لئے رسوا کن عذاب ہے، ہرگز کام نہیں آئے گی ان کے: ان کی دولت اور نہ ان کی اولاد اللہ کے بدل کچھ بھی! یہ لوگ دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے — من اللہ میں مجاز بالخذف بھی ہو سکتا ہے، ای: من عذاب اللہ، اب من کو برائے بدل لینے کی ضرورت نہیں۔

تیسری بات: — منافقین اللہ کے سامنے بھی جھوٹی قسمیں کھائیں گے — یہاں کی عادت پڑی ہوئی وہاں بھی نہیں جائے گی، جس طرح تمہارے سامنے جھوٹ بول کر بیخ جاتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے ہوشیار ہیں، دیکھو مسلمانوں کا کیسا آٹو بنایا، ہم بڑی اچھی چال رہے ہیں، اسی طرح اللہ کے سامنے بھی جھوٹی قسمیں کھائیں گے کہ پروردگار! ہم ایسے نہ تھے، مخلص مسلمان تھے، اور وہ خیال کریں گے کہ انھوں نے کچھ بات بنائی، اب شاید ان کی رہائی ہو جائے، مگر ہیہات: دور ہے! جھوٹوں کو ان کے گھر تک پہنچایا جائے گا۔

﴿يَوْمَ يَنْبَغِيْهُمْ اللّٰهُ جَمِيعًا فَيُخْلِفُوْنَ لَهُ كَمَا يَخْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَعْسَبُوْنَ اَنْهُمْ عَلٰى شَيْءٍ اٰلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْكَٰذِبُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: جس دن اللہ تعالیٰ ان کو سب کو دوبارہ پیدا کریں گے، پس وہ ان کے سامنے قسمیں کھائیں گے جس طرح وہ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں، اور وہ خیال کریں گے کہ انھوں نے کچھ بات بنائی! سنو! بے شک وہی جھوٹے ہیں!

یعنی ان کے جھوٹ میں کوئی شبہ نہیں۔

چوتھی بات: — شیطان نے منافقوں پر پورا قابو پالیا ہے، اس نے اللہ کی یاد بھی بھلا دی ہے، انھیں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ اللہ بھی بالآخر کوئی ہستی ہیں، یہی لوگ شیطان کا لشکر ہیں، اور شیطان کے لشکر کا انجام ناکامی ہے، نہ دنیا میں ان کے منصوبے آخری کامیابی کا منہ دیکھیں گے، نہ آخرت میں وہ عذاب شدید سے بچ سکیں گے۔

﴿اَسْتَعِذُّ بِالشَّيْطَانِ فَأَنْتُمْ ذَكَرْتُمْ اُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخٰسِرُونَ﴾

ترجمہ: ان پر شیطان نے غلبہ پالیا ہے، پس اس نے ان کو خدا کی یاد بھلا دی ہے، یہی لوگ شیطان کا لشکر ہیں، سنو! شیطان کا لشکر گھائے میں رہنے والا ہے!

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحٰذِرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ اُولَٰئِكَ فِي الْاٰذَلِيْنَ ۝ كَتَبَ اللّٰهُ لَٰغِبِيْنَ اَنَا وَرُسُلِيْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَلَوْ كَانُوْا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَاءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولَٰئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ فَاُفِيْدُ خَلَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولَٰئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحٰذِرُوْنَ ^(۱)	بے شک جو لوگ مخالفت کرتے ہیں	قَوِيٌّ عَزِيْزٌ	زور آور	اللّٰهُ وَرَسُوْلَهُ	اللہ اور اس کے رسول کی
اللّٰهُ وَرَسُوْلَهُ	اللہ اور اس کے رسول کی	لَا تَجِدُ قَوْمًا	نہیں پائے گا تو	اَبَآءَهُمْ	ان کے باپ
اُولَٰئِكَ	وہ لوگ	يُؤْمِنُوْنَ	جو ایمان رکھتے ہیں	اَوْ اَبْنَاءَهُمْ	یا ان کے بیٹے
فِي الْاٰذَلِيْنَ	نہایت ذلیل خوار ہیں	بِاللّٰهِ	اللہ پر	اَوْ اِخْوَانَهُمْ	یا ان کے بھائی
كَتَبَ اللّٰهُ	لکھ دیا ہے اللہ نے	وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ	اور پچھلے دن پر	اُولَٰئِكَ	یہ لوگ
لَٰغِبِيْنَ	ضرور غالب رہونگا	يُوَادُّوْنَ ^(۲)	دوستی کریں وہ	كَتَبَ	لکھ دیا (جمادیا)
اَنَا وَرُسُلِيْ	میں اور میرے رسول	مَنْ حَادَّ	اس سب جو مخالفت کرے	فِي قُلُوْبِهِمْ	ان کے دلوں میں
اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ				

(۱) حَادَّ مُحَادَّةً: مخالفت کرنا (۲) وَاَدَّاهُ مُوَادَّةً وَوَادَّاهُ: کسی کے ساتھ دوستی کرنا

اَلْاِيْمَانُ	ایمان	مِنْ تَحْتِهَا	ان کے نیچے سے	وَرَضُوا عَنْهُ	اور خوش ہوئے وہ اللہ
وَاَيَّدَهُمُ	اور قوی کیا ان کو	الْاَنْهَرُ	نہریں	اُولَئِكَ	یہ لوگ
بِرُوحٍ مِّنْهُ ^(۱)	اپنے فضل (نور) سے	خُلْدِيْنَ	ہمیشہ رہنے والے	حُزْبُ اللّٰهِ	اللہ کا لشکر ہیں
وَيُذْخِلُهُمْ	اور داخل کریں گے ان کو	فِيْهَا	ان میں	اَلْاَلَانَ	سنو! بے شک
جَنَّتْ	باغات میں	رَضِيَ اللّٰهُ	خوش ہوئے اللہ	حُزْبُ اللّٰهِ	اللہ کا لشکر
تَجْرِي	بہتی ہیں	عَنْهُمْ	ان سے	هُمْ الْمُفْلِحُونَ	ہی کامیاب ہونے والا ہے

صحابہ رضی اللہ عنہم کے احوال

حزب اللہ (اللہ کا لشکر) کامیاب ہونے والا ہے

گذشتہ آیات کے آخر میں فرمایا ہے کہ شیطان کا لشکر (منافقین و کفار) گھائے میں رہنے والا ہے، اب اس کے بالمقابل فرماتے ہیں کہ اللہ کا لشکر کامیاب ہونے والا ہے، پہلے ایک قاعدہ کلیہ بیان فرماتے ہیں:

قاعدہ کلیہ: جو لوگ اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سخت ذلیل لوگ ہیں۔

اس قاعدہ کی رُو سے ازل سے یہ بات طے ہے کہ اللہ اور ان کے پیغامبر ہی غالب رہیں گے، جب کسی پیغمبر کا اور اس کے ساتھیوں کا دشمنوں سے مقابلہ ہوگا تو اتار چڑھاؤ تو ہوگا، ورنہ غیب سے پردہ ہٹ جائے، ہمیشہ اللہ کا لشکر ہی غالب رہے تو حق واضح ہو جائے، پھر امتحان کیا رہا؟ اس لئے نشیب و فراز تو آئیں گے۔ مگر آخر میں اللہ کا لشکر سرخ رُو ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ زور آور و زبردست ہیں، ان کی نصرت جند اللہ کے ساتھ ہوگی۔

جند اللہ کی کامیابی کے لئے شرط مگر اللہ کے لشکر کی کامیابی کے لئے ایک شرط ہے، اور وہ مخالفوں سے بے تعلقی ہے، جو لوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں وہ مخالفین اسلام سے دوستی کا تعلق رکھ ہی نہیں سکتے، چاہے وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی اور کنبہ کے لوگ ہوں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مومنین کے دلوں میں ایمان پہاڑ کی طرح جما ہوا ہوتا ہے، اس کا تقاضا ہے کہ اللہ کے دشمنوں سے کچھ تعلق نہ رہے، مزید اللہ تعالیٰ اپنے لشکر کو خاص فیض (نور) سے قوی بھی کرتے ہیں، اس لئے کامیابی ان کے قدم چومتی ہے۔

جند اللہ کا آخرت میں صلہ: آخرت میں اللہ کے لشکر کو ایسے باغات ملیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، اس (۱) کو روح کے معنی: نور، مدد اور فضل کے ہیں، حیات سے مراد: دینی حیات ہے، اور منہ: میں من اضافت کا ہے۔

لئے وہ سدا بہار ہونگے، اور مومنین ان میں ہمیشہ رہیں گے، اس کا لطف ہی اور ہے، عارضی اقامت گاہ خواہ کتنی ہی اچھی ہو بے لطف ہوتی ہے، ذہن میں یہ رہتا ہے کہ ایک دن اس کو چھوڑنا ہے۔ اور باغات سے بڑی نعمت رضوان اللہ ہے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہونگے، اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہونگے۔ یہی لوگ اللہ کا شکر ہیں، اور یہی لوگ دارین میں کامیاب ہونے والے ہیں۔

آیات پاک: بے شک جو لوگ اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں — خواہ وہ کفار ہوں یا منافق — وہ لوگ سخت ذلیل لوگوں میں سے ہیں — یہ قاعدہ کلیہ ہے — اللہ تعالیٰ نے یہ بات لکھ دی ہے کہ ضرور میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ زور آور و بر دست ہیں — یہ قاعدہ کلیہ پر تفریع ہے۔

آپؐ نہیں دیکھیں گے ان لوگوں کو جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ دوستی کرتے ہوں ان لوگوں سے جو اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، اگرچہ وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی اور کنبہ کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں — جنگ بدر میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو قتل کیا، جنگ احد میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عبدالرحمن کے مقابلہ میں نکلنے کو تیار ہو گئے، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کیا، اور حضرات علی، حمزہ اور عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم نے اپنے کنبہ والوں کو قتل کیا۔

ان کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے، اور ان کو اپنے خاص فیض سے قوی کیا ہے — اور وہ ان کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے — اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوئے، اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے — یہ لوگ اللہ کا شکر ہیں، سنتا ہے! بے شک اللہ کا شکر ہی کامیاب ہونے والا ہے!

﴿۲۹﴾ شعبان ۱۴۳۷ھ = ۷ مئی ۲۰۱۶ء



بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۃ الحشر

رابط: گذشتہ سورت کے آخر میں حزب الشیطان اور حزب اللہ کا تذکرہ آیا ہے، حزب الشیطان ہمیشہ گھائلے میں رہتا ہے، اور حزب اللہ فائز المرام۔ حزب الشیطان کا مصداق منافقین تھے، یہود مدینہ کے ساتھ وہ ساز باز رکھتے تھے، اور حزب اللہ کا مصداق اویس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے، اس سورت کے شروع میں اول کی ناکامی اور ثانی کی کامیابی کی منظر کشی کی گئی ہے، بنو نضیر کے مقابلہ میں اللہ کا لشکر کیسے کامیاب رہا؟ اس کو دیکھیں:

نبی ﷺ نے ہجرت کے فوراً بعد یہود کے ساتھ معاہدہ کیا تھا، مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ مشرکین اور یہود بھی آباد تھے، مشرکین سے زیادہ خطرہ نہیں تھا، کیونکہ مسلمان انہیں قبائل سے تعلق رکھتے تھے، مگر یہود مسلمانوں سے عداوت رکھتے تھے، اس لئے ان کے شر کا اندیشہ تھا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ ایک معاہدہ کیا، جس سے ان کے شر سے حفاظت ہو گئی۔

بنو نضیر: مدینہ سے مشرقی جانب میں چند میل کے فاصلہ پر آباد تھے، یہ لوگ بڑے جتھے والے اور سرمایہ دار تھے، ان کو اپنے مضبوط قلعوں پر ناز تھا، کعب بن اشرف ان کا شریسر دار تھا، بدر کی جنگ کے بعد وہ چالیس سواروں کے ساتھ مکہ گیا، اور کعبہ کے سامنے مسلمانوں کے خلاف قریش سے عہد و پیمان باندھا، اس کو محمد بن مسلمہؓ نے نمنا دیا، مگر بنو نضیر کی طرف سے بدعہدی کا سلسلہ جاری رہا، تا آنکہ انھوں نے نبی ﷺ کے قتل کا پلان بنایا، آپ ایک معاملہ میں چندہ کے لئے ان کے محلہ میں تشریف لے گئے، انھوں نے ایک دیوار کے پاس آپ کو بٹھایا، اور اوپر سے بھاری پتھر گرانا چاہا، مگر وحی سے آپ کو اطلاع ہو گئی اور آپ وہاں سے اٹھ کر مدینہ لوٹ آئے، اور مسلمانوں کو ان پر لشکر کشی کا حکم دیا، مسلمانوں نے نہایت سرعت و مستعدی کے ساتھ ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا، وہ مرعوب اور خوفزدہ ہو گئے، اس لئے عام لڑائی کی نوبت نہیں آئی، انھوں نے گھبرا کر صلح چاہی، آخر یہ قرار پایا کہ وہ مدینہ خالی کر دیں، ان کی جانوں سے تعرض نہیں کیا جائے گا، اور جو مال و اسباب لے جاسکتے ہیں لے جائیں، ہتھیاروں کے علاوہ، اور مکانات اور باغات پر مسلمان قابض ہو گئے، یوں اللہ کا لشکر فائز المرام رہا اور شیطان کا لشکر نامراد ہوا۔ سورت کے شروع میں اسی واقعہ کا تذکرہ ہے، پھر مالی فتنے کے احکام ہیں، پھر منافقین کی خبر لی ہے اور آخر میں مومنین سے خطاب ہے اور بالکل آخر میں قرآن کی اہمیت کا بیان ہے۔

(۵۹) سُورَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ ﴿١٠١﴾
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ هُوَ الَّذِي اَخْرَجَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْا
اَنْهُمْ مَّا نَعَتْهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَنَّهُمْ ۚ اَللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ
الرُّعْبَ يُخْرَجُوْنَ بِيُودِهِمْ بِاَيْدِيهِمْ وَاَيْدِى الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِ الْاَبْصَارِ ۚ وَلَوْلَا
اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۚ ذٰلِكَ
بِاَنَّهُمْ شَاقُوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ ۚ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ مَا قَطَعْتُمْ
مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلٰٓى اَصْوِلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْرِجَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

سَبَّحَ للّٰہ	پاک بیان کرتی ہیں اللہ کے لئے	اُخْرِجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ^(۱)	نکالا ان کو جنھوں نے انکار کیا	اَنَّهُمْ مَّا نَعَتْهُمْ	کہ انکو بچانے والے ہیں
مَا فِي السَّمٰوٰتِ	جو چیزیں آسمانوں میں ہیں	مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ	کتاب والوں میں سے ان کے گھروں سے	مِّنَ اللّٰهِ فَاَنَّهُمْ	اللہ (کے عذاب) سے پس پہنچانے کے پاس
وَمَا فِي الْاَرْضِ	اور جو چیزیں زمین میں ہیں	لِأَوَّلِ الْحَشْرِ ^(۲)	پہلی مرتبہ کی لشکر کشی میں	اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ	اللہ تعالیٰ جہاں سے
وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ	اور وہ زبردست بڑی حکمت والے ہیں	مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْا	نہیں گمان کیا تم نے کہ نکلیں گے وہ اور گمان کیا انھوں نے	لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ	گمان نہیں کرتے تھے وہ اور ڈالا ان کے دلوں میں

(۱) اسلام: توحید و رسالت محمدی کے اقرار کا نام ہے، جو لوگ رسالت محمدی کے منکر ہیں وہ کافر ہیں، چاہے توحید کے قائل ہوں اور گزشتہ نبیوں اور کتابوں کو ماننے ہوں (۲) حشر: کے معنی ہیں: اجتماع، ہجوم، یہاں قیامت والا حشر مراد نہیں۔

الرُّعْبَ	رعب (دھاک)	كَعَذَابِهِمْ	ضرور سزا دیتے ان کو	فَإِنَّ اللَّهَ	پس بے شک اللہ
يُخْرِئُونَ	اجاڑ رہے ہیں وہ	فِي الدُّنْيَا	دنیا میں	شَدِيدٌ	سخت
بُيُوتَهُمْ	اپنے گھروں کو	وَلَهُمْ	اور ان کے لئے	الْعِقَابُ	سزا دینے والے ہیں
بِأَيِّدِهِمْ	اپنے ہاتھوں سے	فِي الْآخِرَةِ	آخرت میں	مَا قُطِعْتُمْ	جو کاٹے تم نے
وَأَيْدِي	اور ہاتھوں سے	عَذَابِ النَّارِ	دوزخ کا عذاب ہے	مِنْ لَّيْنَةٍ ^(۱)	بکھجور کے درخت
الْمُؤْمِنِينَ	مسلمانوں کے	ذَلِكَ	یہ بات	أَوْ تَرَكْتُمُوهَا	یا چھوڑ دیا تم نے ان کو
فَاغْتَبَرُوا	پس سبق لو	بِأَنَّهُمْ	بایں وجہ ہے کہ انھوں نے	فَأَيَّمَهُ	کھڑا ہوا
يَأُولِي الْأَصْبَادِ	اے آنکھوں والو	شَقَّوْا	مخالفت کی	عَلَىٰ أَصُولِهَا	ان کی جڑوں پر
وَلَوْلَا أَنْ	اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ	اللَّهُ	اللہ کی	فَلَاذَنْ لِلَّهِ	پس اللہ کے حکم سے ہے
كَتَبَ اللَّهُ	لکھ دی ہے اللہ نے	وَرَسُولُهُ	اور اس کے رسول کی	وَيُخْرِئُهُ	اور تاکہ رسوا کریں وہ
عَلَيْهِمْ	ان پر	وَمَنْ يُشَاقِقْ	اور جو مخالفت کرتا ہے	الْفَاسِقِينَ	نافرمانوں کو
الْجَلَاءَ	جلا وطنی	اللَّهُ	اللہ کی		

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، جو بے حد مہربان نہایت رحم والے ہیں

تقدیس و تجمید: سورت کریمہ اللہ کی پاکی اور بزرگی کے بیان سے شروع ہوئی ہے، ارشاد پاک ہے: — اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں — یہاں تک تقدیس ہے — اور وہ زبردست بڑی حکمت والے ہیں! — یہ تجمید ہے، اور دونوں باتوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے، جس میں کوئی عیب اور کمی نہیں وہ بزرگ (خویوں والا) ہے، اور ہر باکمال نقائص سے پاک ہوتا ہے، ورنہ ہر خوبی اس میں کہاں ہوئی؟ — کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کے بے عیب ہونے پر دلالت کرتا ہے، یہ تقدیس ہے، اور وہ زبردست بڑی حکمت والے ہیں: یہ بزرگی کا بیان ہے۔

غزوہ بنو نضیر میں حزب اللہ کی کامیابی

مدینہ میں یہود کے تین چار قبیلے آباد تھے، ان میں زبردست اور زور آور بنو نضیر تھے، ان کا سردار کعب بن اشرف تھا، یہ عرب قبیلہ طے کا تھا، مگر اس کی ماں بنو نضیر کی تھی، اور اس کا محل بھی ان کے قلعہ کے قریب تھا، یہ بڑا شاطر شخص تھا، اس نے (۱) لَیْنَةٌ: مجوہ کے علاوہ کھجور کا ہر درخت، جمع لَیْنٌ۔

جنگ بدر کے بعد قریش کو اپنے سرداروں کا بدلہ لینے پر ابھارا، اس کو تو محمد بن مسلمہؓ نے نمٹا دیا، مگر بنو نضیر کی شرارت پھر بھی جاری رہی، پھر یہ واقعہ پیش آیا کہ قریش نے یہود کو لکھا کہ تم جاں دلوں اور قلعوں والے ہو، محمد (ﷺ) سے لڑو، ورنہ ہم تمہارے ساتھ یہ کریں گے وہ کریں گے، اور تمہاری عورتوں کے پازیب بھی اتار لیں گے۔ اس خط کے ملنے پر بنو نضیر نے عہد شکنی کا اور نبی ﷺ سے فریب کا ارادہ کیا، انھوں نے نبی ﷺ کو پیغام بھیجا کہ آپؐ تین آدمی اپنے ساتھ لے کر آئیں، ہمارے تین عالم آپؐ سے بحث کریں گے اگر ہمارے آدمی مطمئن ہو گئے تو ہم اسلام قبول کر لیں گے اور انھوں نے اپنے تینوں عالموں سے کہہ دیا کہ اپنے ساتھ خنجر چھپا کر رکھنا اور موقع ملے ہی آپؐ کو قتل کر دینا۔

بنو نضیر میں ایک انصاری خاتون تھی اس کا بھائی مسلمان تھا اس نے اس سازش کی اطلاع اپنے بھائی کو دی، بھائی نے آکر آپ ﷺ کو خبر دی، چنانچہ نبی ﷺ نے مذکورہ کا ارادہ ترک فرما دیا۔

پھر یہ واقعہ پیش آیا کہ بنو کلاب کے دو شخصوں کو عمر بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے غلطی سے قتل کر دیا، اس لئے ان کی ویت ادا کرنی ضروری تھی، اور معاہدہ کی رو سے اس میں اعانت کرنا یہود پر بھی واجب تھا، چنانچہ آپؐ چند صحابہ کے ساتھ بنو نضیر کی ہستی میں گئے ان لوگوں نے آپؐ کو اور صحابہ کو ایک دیوار کے پاس بٹھایا اور کہا: ہم مشورہ کر کے آپؐ کی ضرورت پوری کرتے ہیں، پھر وہ تہائی میں جمع ہوئے اور باہم مشورہ کیا کہ آپؐ کو قتل کر دیا جائے تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری! انھوں نے عمرو بن عتاش کو تیار کیا کہ وہ چکی کا پاٹ لے کر چھت پر چڑھے اور آپؐ کے سر پر گرا دے، سلام بن مشکم نے منع بھی کیا کہ ایسا مت کرو، تمہارے ارادوں کی ان کو خبر ہو جائے گی، پھر ہمارے اور ان کے درمیان عہد و پیمان بھی ہے اور یہ حرکت اس کی خلاف ورزی ہے، مگر انھوں نے ایک نہیں سنی، سب اپنے منصوبہ کو رو بہ عمل لانے پر مہر رہے۔

ادھر وحی کے ذریعہ آپؐ کو یہود کے ارادہ کی خبر دیدی گئی، آپؐ تیزی سے اٹھ کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے، ساتھی تھوڑی دیر انتظار کر کے مایوس ہو کر مدینہ لوٹ آئے آپؐ نے ان کو بتلایا کہ یہود کا یہ ارادہ تھا اس واقعہ کے بعد آپؐ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا اور نوٹس دیا کہ تم لوگ مدینہ سے نکل جاؤ، اب تم یہاں میرے ساتھ نہیں رہ سکتے، تمہیں دس دن کی مہلت دی جاتی ہے، اس نوٹس کے بعد بنو نضیر نے جلا وطنی کی تیاری شروع کر دی، مگر رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی نے کہلا بھیجا کہ اپنی جگہ برقرار رہو، ڈٹ جاؤ اور گھربار نہ چھوڑو، میرے پاس دو ہزار مردان جنگی ہیں، جو تمہاری حفاظت میں جان دیدیں گے اور اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہم تمہارے بارے میں کسی سے ہرگز سمجھوتہ نہیں کریں گے، اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور بنو قریظہ اور بنو غطفان جو تمہارے حلیف ہیں، وہ بھی تمہاری مدد کریں گے۔

رئیس المنافقین کا یہ پیغام سن کر بنو نضیر کی خود اعتمادی لوٹ آئی، انھوں نے طے کر لیا کہ جلاوطن نہیں ہونا، ان کے سردار جحیٰ بن اخطب کو توقع تھی کہ رئیس المنافقین نے جو کچھ کہا ہے وہ پورا کرے گا، چنانچہ اس نے جوابی پیغام بھیجا کہ ہم اپنے دیار سے نہیں نکلتے، آپ کو جو کرنا ہو کر لو، جب رسول اللہ ﷺ کو جحیٰ بن اخطب کا جوابی پیغام ملا تو آپؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ بنو نضیر پر فوج کشی کرو، چنانچہ لشکر نے بنو نضیر کے علاقہ میں پہنچ کر ان کا محاصرہ کر لیا، وہ قلعوں اور گھریوں میں پناہ گزین ہو گئے اور فصیل سے تیر و پتھر برسانے لگے، عبد اللہ بن ابی نے خیانت کی اور ان کے حلیف غطفان بھی مدد کو نہیں آئے اور بنو قریظہ بھی الگ تھلک رہے۔

یہ محاصرہ کچھ زیادہ طویل نہیں ہوا، صرف چھ دن یا بقول بعض پندرہ دن جاری رہا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، ان کے حوصلے ٹوٹ گئے اور وہ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے، اور انھوں نے کہلوایا کہ ہم مدینہ سے نکلنے کے لئے تیار ہیں، آپؐ نے ان کی جلاوطنی کی پیشکش منظور کر لی اور اجازت دی کہ ہتھیار کے علاوہ جو ساز و سامان لے جاسکتے ہیں وہ لے کر بال بچوں سمیت کہیں چلے جائیں، ان میں سے اکثر نے اور ان کے لیڈروں نے خیبر کا رخ کیا، جحیٰ بن اخطب اور سلام بن ابی اٹھتقی بھی خیبر چلے گئے اور ایک جماعت ملک شام روانہ ہوئی، صرف دو شخص: یامین بن عمرو اور ابو سعید بن وہب مسلمان ہوئے، نبی ﷺ نے شرط کے مطابق بنو نضیر کے ہتھیار، زمین، گھر اور باغات اپنے قبضہ میں لے لئے، اس طرح یہود کا یہ دوسرا قبیلہ بھی جلاوطن کیا گیا۔

آیات پاک: — انھوں نے ہی — یعنی جن کا ذکر پہلی آیت میں آیا ہے کہ وہ بے عیب، زبردست بڑی حکمت والے ہیں انھوں نے ہی — نکال باہر کیا اہل کتاب کفار کو — اگرچہ وہ توحید کو، موسیٰ علیہ السلام کو اور تورات کو مانتے تھے مگر نبی ﷺ کو نہیں مانتے تھے، اس لئے وہ کافر تھے — ان کے گھروں سے لشکر کشی کرتے ہی — یعنی وہ ایک ہی ہلہ میں گھبرا گئے، اور پہلی ہی مڈ بھیر پر مکان اور قلعے چھوڑ کر بھاگنے کو تیار ہو بیٹھے، کچھ بھی ثابت قدمی نہ دکھلائی (فوائد) — تمہارا گمان نہیں تھا کہ وہ ٹکس گے — ان کے حلیف عبد اللہ بن ابی نے مدد کا یقین دلایا تھا، اور وہ خود بھی زبردست تھے — اور خود ان کا گمان تھا کہ ان کے قلعے ان کو بچالیں گے — یعنی ان کو اپنے قلعوں پر ناز تھا — پس اللہ تعالیٰ ان کے پاس پہنچے جہاں سے ان کو گمان نہیں تھا — یعنی اللہ کا لشکر پہنچا — اور ان کے دلوں میں (اللہ نے) رعب ڈال دیا — بے سرو سامان مسلمانوں کی دھاک بٹھادی، ایک تو پہلے ہی اپنے سردار کعب بن اشرف کے ناگہانی قتل سے مرعوب اور خوب زدہ تھے، اب مسلمانوں کے اچانک حملے نے رہے سہے حواس بھی کھودینے — وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے اجاڑ رہے ہیں — یعنی حرص و ہوس اور غیظ و غضب کے

جوش میں مکانوں کی کڑیاں، تنخے اور کواڑ اکھاڑنے لگے، تاکہ جو بھی چیز ساتھ لے جاسکتے ہیں: لے جائیں، اور مسلمانوں نے بھی اس کام میں ان کا ہاتھ بٹایا — پس اے آنکھوں والو سبق لو! — یعنی اہل بصیرت کے لئے اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے، اور یہ قاعدہ کلیہ ہے، اس سے قیاس کی حجیت پر استدلال کیا گیا ہے، اعتبار کے معنی ہیں: موازنہ کرنا یعنی جو بھی اللہ و رسول کی مخالفت کرے گا اس کا انجام یہی ہوگا، پس علت حکم جہاں بھی پائی جائے گی حکم متعدی ہوگا۔

حکمت الہی سے دنیا میں قتل کے بجائے جلا وطنی

ان غداروں کی واقعی سزا تو قتل تھی، جیسے ان کے برادر بنو قریظہ قتل کئے گئے، مگر ازل سے ان کی قسمت میں جلا وطنی لکھ دی تھی، اس لئے سستے چھوٹ گئے، لیکن یہ تخفیف صرف دنیوی عذاب میں ہے، آخرت کی ابدی سزا کسی طرح ان سے ٹل نہیں سکتی۔

﴿وَلَوْلَا اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَزَاءَ لَعَذَّبْنَاهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنْهُمْ شَا قُوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ ۚ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝﴾

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جلا وطنی نہ لکھی ہوتی تو ان کو دنیا میں (قتل کی) سزا دیتے، اور ان کے لئے آخرت میں دوزخ کا عذاب ہے — یہ بات (دوزخ کی سزا) بایں وجہ ہے کہ انھوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی، اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں — یہاں دوبارہ رسول کا ذکر نہیں کیا، اس لئے کہ اللہ کی مخالفت میں رسول کی مخالفت شامل ہے۔

جنگی مصلحت سے اہل حرب کے اموال جلانا افساد فی الارض نہیں

جب بنو نضیر کے قلعہ کا محاصرہ کیا گیا تو وہ قلعہ بند ہو گئے، باہر نکل کر دودھ و جنگ نہیں لڑتے تھے، اور ان کے قلعہ کو ان کے بویہ نامی نخلستان نے گھیر رکھا تھا، اس وجہ سے جنگ کے لئے میدان بھی نہیں تھا، چنانچہ نبی ﷺ نے حکم دیا کہ قلعہ کے ارد گرد جو کھجور کے درخت ہیں، ان کو کاٹو اور ان میں آگ لگاؤ، تاکہ وہ اپنے باغات کو بچانے کے لئے نکلیں، اور فیصلہ کن جنگ ہو، اور لڑائی کے لئے میدان بھی ہاتھ آئے، مگر وہ پھر بھی نہیں نکلے، اور درختوں کے کاٹنے اور جلانے پر اعتراض کرنے لگے کہ یہ افساد فی الارض ہے، مسلمان اس کی مخالفت کرتے ہیں، اور اس پر عمل پیرا بھی ہیں، اس معاملہ میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿مَا قُطِعَ لَكُمْ مِنْ لَيْتَةٍ اَوْ زَكَاةٍ مِّمَّا كَانَتْ عَلَيْهِ عَلَٰی اَصْوِلَهَا فَاِذْنِ اللّٰهِ وَلِبُخْرِئِ الْفٰسِقِيْنَ ۝﴾

ترجمہ: جو گھجور کے درخت تم نے کاٹے، یا ان کو ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، یہ دونوں باتیں باذنِ الہی ہوئیں — یعنی اللہ کو یہ کاٹنا اور جلانا پسند آیا، اور درختوں کو باقی رہنے دینا بھی پسند آیا، کیونکہ جنگی مصلحت سے اہل حرب کے اموال کا احراق افساد فی الارض نہیں — اور تاکہ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ذلیل کریں — یہ احراق کی دوسری مصلحت ہے، وہ قلعہ کے اندر سے دیکھیں گے کہ مسلمان ان کی چیزوں میں کیسے تصرفات کر رہے ہیں! اور وہ ان کو روک نہیں سکیں گے، یہ ان کے لئے ذلت کی بات ہوگی۔

وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَا كِنٍ
اللَّهُ يُلَاقِي رُسُلَهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اور جو لوٹایا	عَلَيْهِ	اس پر	رُسُلُهُ	اپنے رسولوں کو
اللہ نے	مِنْ خَيْلٍ	کوئی گھوڑا	عَلَىٰ مَنْ	جس پر
اپنے رسول پر	وَلَا رِكَابٍ	اور نہ کوئی اونٹ	يُشَاءُ	چاہتے ہیں
اُن سے	وَلَكِنْ	بلکہ	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
پس نہیں	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر
دوڑا یا تم نے	يُلَاقِي	قبضہ دیتے ہیں	قَدِيرٌ	پوری قدرت رکھنے والے ہیں
وَمَا أَفَاءَ ^(۱)				
اللَّهُ				
عَلَىٰ رَسُولِهِ				
مِنْهُمْ				
فَمَا				
أَوْجَفْتُمْ ^(۲)				

مالِ فِی کونسا مال ہے؟

کافروں سے بغیر جنگ کے مصالحت یا خود سپردگی کے طور پر جو مال حاصل ہو: وہ مالِ فِی ہے، اسی طرح اگر قدرے جنگ ہونے کے بعد دشمن مرعوب ہو کر صلح کی طرف مائل ہو، اور مسلمان قبول کر لیں تو جو مال حاصل ہو گا وہ بھی مالِ فِی ہے، بنو نضیر کا علاقہ: مکانات، کھیت اور باغات اسی طرح حاصل ہوئے تھے، اور اموالِ فِی حکومت کے کنٹرول میں ہوتے ہیں، اور ان کے مصارف اگلی آیات میں بیان ہوئے ہیں۔

آیتِ پاک: — اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو اُن (بنو نضیر) سے دلوایا، سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہیں قبضہ دلوادیتے ہیں — یہ مالِ فِی کی تعریف ہے — اور اللہ تعالیٰ (۱) أَفَاءَ عَلَيْهِ الْمَالِ: فِی کے طور پر کوئی مال دینا (باب افعال) فَاءُ (ض) قِيَا: لَوْثًا، الْقَيْ: زوال کے بعد مشرق کی طرف لوٹنے والا سایہ۔ (۲) أَوْجَفَ دَابَتَهُ: چوپایے کو تیز دوڑانا، وَجَفَ (ض) كَوْجَفًا: تھر تھرانا، کپکپانا۔

کو ہر چیز پر پوری قدرت حاصل ہے۔

مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَاللِّرَسُولِ وَلِلْيَهُ الْقُرَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۚ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ ۚ وَمَا أَتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ لِّلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقِ شَعْنَهُ نَفْسُهُ قُلُوبُكُم هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝

۱۰۰

مَا أَفَاءَ	جولوٹایا	وَالْمَسْكِينِ	اور محتاجوں کے لئے	فَخُذُوهُ	پس لو اس کو
اللَّهُ	اللہ نے	وَابْنِ السَّبِيلِ	اور مسافر کے لئے ہیں	وَمَا نَهَاكُمْ	اور جو روکا تم کو
عَلَى رَسُولِهِ	اپنے رسول پر	كَيْ لَا يَكُونَ	تاکہ نہ ہو جائے وہ مال	عَنْهُ	اس سے
مِنَ أَهْلِ الْقُرَىٰ	بستیوں والوں سے	دُولَةً ^(۱)	گردش کرنے والا	فَانتَهُوا	پس رک جاؤ تم
فَلِلَّهِ	پس اللہ کے لئے	بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ	مالداروں کے درمیان	وَاتَّقُوا اللَّهَ	اور ڈرو اللہ سے
وَلِلرَّسُولِ	اور رسول کے لئے	مِنْكُمْ	تم میں سے	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
وَلِلْيَهُ الْقُرَىٰ	اور شہد داروں کے لئے	وَمَا أَتَاكُمُ	اور جو دیا تم کو	شَدِيدُ الْعِقَابِ	سخت سزا دینے والے ہیں
وَالْيَتَامَىٰ	اور یتیموں کے لئے	الرَّسُولِ	اللہ کے رسول نے	لِّلْفُقَرَاءِ	غریبوں کے لئے ہے

(۱) اللؤلؤ: اول بدل ہونے والی چیز کبھی کسی کے پاس اودھی کسی کے پاس آنے جانے والی چیز جیسے سال اور اقتدار، دست گرداں چیز۔

الْمُهَاجِرِينَ	وَلِلَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ جَاءُوا	أَنْ (مہاجرین) پہلے	مِنْ قَبْلِهِمْ	وَالَّذِينَ جَاءُوا	وَالَّذِينَ جَاءُوا	وَالَّذِينَ جَاءُوا
الَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	مَحَبَّت کرتے ہیں وہ	يُحِبُّونَ	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا
وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	ان کے پاس	مَنْ هَاجَرَ	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا
وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	اور نہیں پاتے وہ	لَهُمْ	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا
وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	اپنے سینوں میں	وَلَا يَجِدُونَ	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا
وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	کوئی تنگی	فِي صُدُورِهِمْ	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا
وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	اس سے جو دیئے گئے وہ	حَاجَةً	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا
وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	اور ترجیح دیتے ہیں وہ	مَتَا أَوْتُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا
وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	اپنی ذاتوں پر	وَيُفَرِّدُونَ	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا
وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	اگرچہ وہ ان کا	عَلَى أَنْفُسِهِمْ	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا
وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	فائدہ	وَلَوْ كَانَ بِهِمْ	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا
وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	اور جو بچایا گیا	خَصَاصَةً (۲)	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا
وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	اپنے جی کے بھل سے	وَمَنْ يُؤَقِّ	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا
وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	پس وہی	شَعْرَةً نَفْسِهِ	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا
وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	کامیاب ہونے والے ہیں	قَالُوا لَيْتَ هُمْ	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا
وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا		الْمُفْلِحُونَ	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا	وَالَّذِينَ هَارَبُوا

(۱) كَبَرُوا الْمَكَانَ تَبَوُّءًا: جگہ بنانا، مقیم ہونا (۲) خِصَاصَةً: محتاجی، تنگ دستی، مفلوک الحالی (۳) الْعِلَّ: دل میں چھپا ہوا بغض و کینہ، دل کا میل کھوٹ۔

چاروں آیتوں کی ترکیب: ذی القربی تک حرف جر کے اعادہ کے ساتھ عطف ہے، کیونکہ تینوں مصارف کی استقلالی حیثیت ہے، اللہ تعالیٰ تو مالکِ کل ہیں، ان کا تذکرہ باقی مصارف کی دلداری کے لئے ہے، تاکہ باقی مصارف مالِ باری کو بھیک کا لقمہ نہ سمجھیں، وہ حلال و طیب اور باعزت ملنے والا مال ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ قاسم (بانٹنے والا) ہونے کی حیثیت سے بھی ہے۔ پھر ذی القربی سے عہد نبوی میں مصارف کا بیان شروع ہوا ہے، اس لئے آگے تین مصارف کا ذی القربی پر حرف جر لوائے بغیر عطف کیا، کیونکہ چاروں کی حیثیت یکساں ہے۔ اور للفقراء: لذی القربی سے بدل ہے، پس یہ بھی مصارف ہے۔ اور آگے تین الذین ہیں، پچھلے دو کا پہلے الذین پر عطف ہے یعنی انصار اور بعد کے مسلمان بھی مصارف ہیں۔

مالِ فِئی کے مصارف

ان چار آیتوں میں فِئی کے مصارف کا بیان ہے، اور یہ اہم آیتیں ہیں، ان میں چند ضمنی باتیں بھی ہیں، اس لئے پہلے چند باتیں عرض ہیں:

۱- فِئی: وہ مال ہے جو دشمن سے لڑے بغیر حاصل ہوا ہو، اور جو مال جنگ کر کے حاصل کیا جائے وہ غنیمت ہے، اس کا پانچواں حصہ مالِ فِئی کے حکم میں ہے، باقی چار انہماں مجاہدین کا حق ہیں۔

۲- فِئی اور خمس کے مصارف ایک ہیں، دسویں پارے کی پہلی آیت میں خمس کے مصارف کا بیان ہے، اور یہاں فِئی کے مصارف کا بیان ہے۔

۳- فِئی کے اموال حکومت چلانے کے لئے نہیں، فِئی کے مصارف قرآن نے متعین کر دیئے ہیں، انہیں مصارف میں خرچ کرنا ضروری ہے۔

۴- فِئی کے یہ مصارف متعین نہیں، امیر المؤمنین اپنی صوابدید سے اور جگہوں میں بھی خرچ کر سکتا ہے، نبی ﷺ نے حنین کے خمس میں سے موقوفہ اقلوب کو بھی دیا ہے، جو قبل کے بڑے لوگ اور مالدار تھے۔

۵- اموالِ فِئی اور غنیمت کا خمس حکومت کی تحویل میں رہے گا، امیر المؤمنین ان کا مالک نہیں، وہ صرف قاسم ہے۔

۶- ان آیات میں فِئی کے نو مصارف بیان کئے ہیں:

(الف) یہ مال اللہ کے لئے ہے، اللہ کا ذکر باقی مصارف کی دلداری کے لئے ہے، اللہ تعالیٰ تو کائنات کے مالک ہیں۔

(ب) یہ مال اللہ کے رسول کے لئے ہے، آپ اس میں سے اپنی ازواج کو سال بھر کا خرچ دیتے تھے، آپ قاسم بھی تھے، یہ اموال آپ کی تحویل میں تھے، آپ ان کے مالک نہیں تھے۔

(ج) یہ مال نبی ﷺ کے رشتہ داروں کے لئے ہے، آپ اس میں سے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو دیتے تھے۔

(د) یہ مال یتیموں کے لئے ہے، اسلامی حکومت رفاهی حکومت ہے، ناداروں کی کفالت اس کی ذمہ داری ہے۔

(ه) یہ مال مساکین کے لئے ہے، اسلامی حکومت میں کوئی بھوکا نہیں سونے گا، پیٹ بھر کھانا مہیا کرنا حکومت کی

ذمہ داری ہے۔

(و) یہ مال مسافر کے لئے ہے، کبھی مسافر سفر میں کنگال ہو جاتا ہے، اس کا تعاون اس مال سے کیا جائے گا۔

(ز) یہ مال غریب مہاجرین کے لئے ہے، نبی ﷺ نے بنو نضیر کی زمین اور باغات مہاجرین میں تقسیم کئے تھے۔

(ح) یہ مال غریب انصار کے لئے ہے، نبی ﷺ نے دو تین انصار کو بھی بنو نضیر کی جائداد میں سے دیا تھا۔

(ط) یہ مال بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لئے ہے۔ بعد میں آنے والے: یعنی بعد میں ہجرت کر کے آنے والے یا آئندہ مسلمان ہونے والے یا آئندہ نسلوں کے لئے سب کا اس مال میں حق ہے۔

۷۔ مصارف میں اللہ کا تذکرہ تو تہرہ کا تھا، اور اللہ کے رسول اب رہے نہیں، اور آپ کے رشتہ داروں کا حصہ نصرت کی وجہ سے تھا یا حاجت کی وجہ سے؟ اس میں اختلاف ہے، احناف کے نزدیک ان کا حصہ نصرت کی وجہ سے تھا، اس لئے اب یہ مصرف ختم ہوا، اور جو غریب ہیں وہ مساکین کے مصرف میں آجائیں گے، اور مہاجرین و انصار بھی اب نہیں رہے، ہاں بعد میں آنے والے مسلمان آتے رہیں گے، پس اب چار مصارف باقی رہ گئے: یتامی، مساکین، مسافر اور بعد میں آنے والے مسلمان، اور یہ بات پہلے بیان کی ہے کہ مصارف میں حصر نہیں، دیگر مصارف میں بھی امیر المؤمنین اپنی صوابدید سے خرچ کر سکتا ہے، البتہ یہ اموال حکومت چلانے کے لئے نہیں۔

۸۔ پہلی آیت میں بیان مصارف کے علاوہ ایک سوال کا جواب بھی ہے، سوال یہ ہے کہ اموال فی وٹس غانمین ہی کے لئے کیوں نہیں؟ دیگر مصارف میں خرچ کرنا کیوں ضروری ہے؟ جواب یہ ہے کہ اگر یہ اموال بھی غانمین ہی کو دیئے جائیں گے تو دولت کا اکتناز لازم آئے گا، اور سرمایہ داری وجود میں آئے گی، جو ملک کی مصلحت کے خلاف ہوگی۔

نیز حجیت حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ کے اوامر کا اقتثال اور نواہی سے اجتناب ضروری ہے، تفصیل آگے آئے گی۔ اور دوسری آیت میں مہاجرین کے فضائل بھی ہیں، اور تیسری آیت میں انصار کی خصوصیات کا بیان ہے، اور آخری آیت میں اخلاف کی اسلاف کے ساتھ عقیدت کا بیان ہے — یہ آیات کا خلاصہ ہے، تفصیل آیات کے ذیل میں ہے۔

﴿مَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِللَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالسَّكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَذَٰلِكَ يُكُونُ دُولُهُمْ بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ ۚ وَمَا إِلَيْكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ ۚ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝﴾

ترجمہ: جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو دلوایا بستیوں والوں سے — حضرت ابن عباسؓ سے بستیوں کے نام مروی ہیں: قرظہ اور نصیر: مدینہ میں، مذک: خیبر میں، عرینہ کی بستیاں اور بنج یعنی بنو نصیر کی بستیاں ہی مراد نہیں، حکم عام ہے، خواہ کوئی بستی فی میں حاصل ہو — سو اللہ کے لئے ہے، اور اللہ کے رسول کے لئے، اور رسول کے رشتہ داروں کے لئے، اور یتیموں کے لئے، اور غریبوں کے لئے، اور مسافر کے لئے، تاکہ نہ ہو وہ (مال) دست گرداں تمہارے مالداروں کے درمیان — یعنی اگر غنیمت کا شمس اور اموال فی بھی مجاہدین ہی کو دیئے جائیں گے تو دولت چند ہاتھوں میں سمٹ

جائے گی، ملک کی زمینوں کے مالک چند افراد بن جائیں گے، اور سرمایہ داری وجود میں آئے گی، جو ملک کے لئے مہلک ہوگی۔ اور اسی لئے اللہ نے سود کو حرام کیا ہے، اور بیع کو جائز رکھا ہے، دینار زر سے زر پیدا کرنے کا نام ہے، اور بیع: عمل کے واسطے سے نفع کمانے کا نام ہے، اگر زر سے براہ راست زر پیدا کرنے کی حوصلہ افزائی کی جائے گی تو ملک کی دولت مہاجروں کے ہاتھ میں سمٹ جائے گی، اور بیع کا واسطہ لائیں گے، مثلاً کوئی بڑا کارخانہ قائم کر کے مصنوعات تیار کریں گے تو لوگوں کو روزگار ملے گا، اور دولت تنخواہوں کی صورت میں پھیلے گی، اور کارخانہ والے کو بھی نفع ہوگا۔ اور اسی وجہ سے مالداروں کے مال میں زکات اور صدقہ فطر لازم کیا ہے، تاکہ ان کے اموال کا ایک حصہ غریبوں تک پہنچے۔

اور جو کچھ اللہ کے رسول تم کو دیں اس کو لو، اور جس چیز سے روک دیں پس رک جاؤ۔ اس آیت میں دو باتیں ہیں: اول: ماسبق لاجلہ الکلام ہے کہ مذکورہ مصارف مالیاتی کے مصارف ہیں، مستحق نہیں، پس اللہ کے رسول جس کو دیں وہ لے لے، اور جس کو نہ دیں وہ مانگے نہیں، کیونکہ آپ جس کو دینا مناسب سمجھیں گے دیں گے، اور جس کو چھوڑنا مناسب سمجھیں گے چھوڑیں گے۔

حدیث: جنگ حنین کے بعد جب آنحضرت ﷺ نے ہجرانہ میں مالی غنیمت تقسیم فرمایا تو آپ نے نئے مسلمانوں کو جن کے دلوں میں ابھی اسلام راسخ نہیں ہوا تھا تالیف قلب کے لئے مال عطا فرمایا۔ اس موقع کا قصہ ہے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ایک جماعت کو بلا کر مال دیا۔ اس وقت حضرت سعدؓ آپ کے پاس تھے، آپ نے ایک شخص (بھیل بن سراقہ) کو چھوڑ دیا انہیں کچھ نہ دیا۔ حالانکہ ان کی دینی حالت ان کے نزدیک ان لوگوں سے زیادہ اچھی تھی جن کو آپ دے رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ بھیل کو کیوں نہیں دیتے؟ قسم بخدا! میرا گمان یہ ہے کہ وہ مؤمن ہیں! آپ نے فرمایا: ”یا مسلمان ہیں“ میں تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بھیل کے بارے میں میں جو جانتا تھا وہ مجھ پر غالب آیا۔ چنانچہ میں نے دوبارہ عرض کیا: آپ فلاں کو کیوں نہیں دیتے؟ قسم بخدا! میرا گمان یہ ہے کہ وہ مؤمن ہیں، آپ نے پھر فرمایا: ”یا مسلمان ہیں“ پھر میں تھوڑی دیر خاموش رہا، پھر بھیل کے بارے میں میرا علم مجھ پر غالب آیا، چنانچہ میں نے وہی بات پھر عرض کی، اور رسول اللہ ﷺ نے بھی وہی جواب دیا، پھر فرمایا: ”میں ایک شخص کو دیتا ہوں جبکہ دوسرا شخص مجھے اس کی بہ نسبت زیادہ پسند ہوتا ہے، اس اندیشہ سے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں اوندھے منہ نہ ڈال دیں“ — یعنی جو پکا مسلمان ہوتا ہے، اور جس کے دل میں اسلام راسخ ہوتا ہے، جس کے دین و ایمان کے سلسلہ میں مجھے کوئی اندیشہ نہیں ہوتا اس کو نہیں دیتا اور اس کو اس کے ایمان کے حوالے کرتا ہوں، اور جو نیا مسلمان ہوا ہے اور ابھی اس کے دل میں اسلام کا پودا جما نہیں، اس کو دیتا ہوں تاکہ وہ ایمان پر جم

جائے، ایسا نہ ہو کہ وہ لٹے پاؤں پھر جائے اور اپنی عاقبت خراب کر لے۔

دوم: اس میں حجیت حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ جو احکامات نبی ﷺ دیں ان کا امتثال ضروری ہے، مآمورات پر عمل اور منہیات سے بچنا ضروری ہے، کیونکہ آیت میں فانتھوا ہے فلا تطلبوا نہیں ہے، اور تفسیر کا قاعدہ ہے کہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہے، مورد کی خصوصیت کا اعتبار نہیں، اور یہ استدلال بھی حضرات نے کیا ہے، اور آیت کا آخر اس کا قرینہ ہے، فرمایا: — اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں — یعنی نبی ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی کرو گے تو سخت سزا پائو گے۔

﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصَرُّونَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝﴾

ترجمہ: اور وطن چھوڑنے والے حاجت مندوں کے لئے ہے، جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکالے گئے، وہ اللہ کی مہربانی اور خوشنودی چاہتے ہیں، اور اللہ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ایمان میں سچے ہیں — یعنی یوں تو اس مال سے عام مسلمانوں کی ضروریات و حوائج متعلق ہیں، لیکن خصوصی طور پر ان ایثار پیشہ جانثاروں اور سچے مسلمانوں کا حق مقدم ہے جنہوں نے محض اللہ کی خوشنودی اور رسول کی محبت و اطاعت میں اپنے گھربار اور مال و دولت سب کو خیر باد کہا، اور بالکل خالی ہاتھ ہو کر وطن سے نکل آئے، تاکہ اللہ و رسول کے کاموں میں آزادانہ مدد کر سکیں (نوائد)

﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شَعْنَهُ نَفْسُهُ قَوْلَ لِيك هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝﴾

ترجمہ: اور ان لوگوں کے لئے ہے جو: (۱) قرار پکڑے ہوئے ہیں مدینہ میں اور ایمان میں مہاجرین سے پہلے (۲) محبت کرتے ہیں اس سے جو ہجرت کر کے ان کے پاس آتا ہے (۳) اور وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں پاتے اس سے جو مہاجرین دیئے جاتے ہیں (۴) اور وہ اپنے سے مقدم رکھتے ہیں، اگرچہ ان کا فاقہ ہو، اور جو شخص طبیعت کے جبل سے محفوظ رکھا گیا: وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں — یعنی وہ اموال خصوصی طور پر انصار کے لئے بھی ہیں، جن میں چار خمیاں ہیں:

۱- انصار: مہاجرین کی آمد سے پہلے مدینہ میں سکونت پذیر تھے، اور ایمان و عرفان کی راہوں پر بہت مضبوطی کے

ساتھ مستقیم ہو چکے تھے (فوائد)

۲- لوگ باہر سے آکر بستی میں بسنے والوں کو پسند نہیں کرتے مگر انصار: مہاجرین سے محبت کرتے ہیں، وہ ان کو خوش آمدید کہتے ہیں، کہتے ہیں: اہل مدینہ رحمت، باشندگان رحمت! اور ہر طرح ان کی خدمت کرتے ہیں، حتیٰ کہ اپنے اموال وغیرہ میں مہاجرین کو برابر کا شریک بنانے کے لئے تیار ہیں۔

۳- مہاجرین کو اموال فی وغیرہ میں سے نبی ﷺ عنایت فرماتے ہیں، تو انصار تنگ دل نہیں ہوتے، بلکہ خوش ہوتے ہیں، بتفسیر کے اموال میں سے عام طور پر مہاجرین کو دیا گیا، پس انصار ذرا تنگ دل نہیں ہوئے، بہت خوش ہوئے۔
۴- انصار: مہاجرین کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں، خود فاقہ سے رہتے ہیں، اور مہمان کو کھلاتے ہیں، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ ایک مہمان کو گھر لے گئے، بیوی سے پوچھا: گھر میں کیا کھانا ہے؟ بیوی نے بتایا: صرف بچوں کا کھانا ہے، ہمارے لئے بھی کچھ نہیں، انھوں نے اہلیہ سے کہا: بچوں کو پھسلا کر سلا دو، پھر مہمان کے سامنے کھانا رکھ کر جتنی کوٹھیک کرنے کے بہانے گل کر دو، اس طرح مہمان کو پیٹ بھر کر کھلایا، اور میاں بیوی اور بچے فاقہ سے رہے، اور یہ کوئی ایک واقعہ نہیں، صحابہ کی سوانح ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے، قرطبی میں اور وہاں سے معارف القرآن میں بہت سے واقعات نقل کئے ہیں۔

پھر آیت کے آخر میں اس چوتھی خصوصیت کے تعلق سے ایک قیمتی بات بیان فرمائی ہے کہ جو خود غرضی سے محفوظ رہا وہ کامیاب رہا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ بخل (روکنا) انسان کی فطرت ہے، اس کے خیر میں مٹی بھی ہے، جس کا خاصہ امساک ہے، کتنے خزانے زمین میں دفن ہیں، مگر وہ نکال ہی نہیں، پس بخیل تو رہے گی، آدمی بچوں کی خاطر بچا کر رکھتا ہے، مگر طبیعت کی بخیل بہت بری چیز ہے، ایسا شخص خود غرض کہلاتا ہے، اور چاہے تو مکھن چوس کہہ لو، جو اس سے بچ گیا اس کے وارے نیارے! اور اُس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ طبیعت پر دباؤ ڈال کر خرچ کرے: نفس بخل سے پاک ہوگا، زکات اسی رذیلہ کے علاج کے لئے فرض کی گئی ہے۔

﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ ٥﴾

ترجمہ: اور ان کے لئے ہے جو ان کے بعد آئے — یعنی ان مہاجرین و انصار کے بعد عالم وجود میں آئے، یا ان کے بعد حلقہ اسلام میں آئے، یا مہاجرین سابقین کے بعد ہجرت کر کے مدینہ آئے، والظاهر هو الاول (فوائد) — وہ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے، اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور

ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لئے کوئی کینہ نہ ہونے دے، اے ہمارے رب! بے شک آپ بڑے شفقت فرمانے والے بڑے مہربان ہیں۔ یعنی اموال فی آئندہ نسلوں کے لئے بھی ہیں، اسی آیت کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کی زمین مجاہدین میں تقسیم نہیں کی تھی، بلکہ اس پر بیکہ لگایا تھا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب عراق فتح ہوا تو فوج نے مطالبہ کیا کہ عراق کی ساری زمین ہمیں بانٹ کر دیدی جائے، کیونکہ نبی ﷺ نے خیبر کی زمین مجاہدین کو بانٹ کر دیدی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں مشورہ کیا اور استخارہ بھی کیا، آخر میں آپ کو شرح صدر ہوا، اور فرمایا: مجھے یہ آیت یاد آئی، اگر میں زمین مجاہدین کو بانٹ دوں تو آنے والی نسلوں کے لئے کیا رہے گا؟ اور خیبر اور عراق میں فرق یہ ہے کہ خیبر میں یہودیوں کو مالکانہ حیثیت سے برقرار نہیں رکھا گیا تھا، بلکہ مزارع کی حیثیت سے باقی رکھا تھا، اس لئے خیبر کی ساری زمین غنیمت تھی، اور عراق میں اصل باشندوں کو مالکانہ حیثیت سے برقرار رکھا تھا، اس لئے میدان کارزار (قادسیہ وغیرہ) میں جو کچھ ہاتھ آیا وہ غنیمت تھا، اور وہ فوج کو بانٹ دیا، اور ملک کی زمین کو فی قرار دیا جس میں آنے والی نسلوں کا بھی حصہ ہے، اس پر بیکہ لگایا تاکہ حکومت کی آمدنی ہو، اور آنے والی نسلیں بھی اس سے استفادہ کریں۔

آنے والی نسلوں کی گذرے ہوئے لوگوں سے عقیدت

اس آیت میں آنے والی نسلوں کی گذرے ہوئے لوگوں کے حق میں دودعائیں ہیں: ایک: اخلاف: اسلاف کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں، دوم: یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے سینوں کو اسلاف کی عداوت سے پاک رکھیں، اہل حق ہمیشہ اسلاف کے حق میں باادب ہوتے ہیں، اور گمراہ فرقوں میں قلتِ تعبد اور قلتِ تادب ہوتا ہے، ان کو اللہ کی عبادت سے موت آتی ہے، اور وہ اسلاف کے حق میں دریدہ دہن ہوتے ہیں، رمضان آیا کہ غیر مقلدین آٹھ رکعت تراویح کا فتنہ کھڑا کرتے ہیں، تاکہ بیس رکعتیں نہ پڑھنی پڑیں، یہ قلتِ تعبد ہے، اور اللہ و رسول کے علاوہ کسی کی ذہنی غلامی جائز نہیں، ہر کسی پر بے محابا تنقید کی جاسکتی ہے، اور کرتے ہیں، یہ قلتِ تادب ہے۔ یہ لوگ اس آیت میں غور کریں، اخلاف کا اسلاف کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہئے۔

گمراہ لوگوں کی علامت: قلتِ تعبد اور قلتِ تادب ہے، عبادت سے ان کو موت آتی ہے، اور اسلاف کے حق میں دریدہ دہن ہوتے ہیں، ان کی تعظیم و توقیر ان کو ایک آنکھ نہیں بھاتی

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ
لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا ۖ وَإِنْ قُوتِلْتُمْ
لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ
قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُوَلِّنَنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنصَرُونَ ۝ لَا تَنْتُمْ
أَشَدُّ رَهَبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۝

أَلَمْ تَرَ	کیا نہیں دیکھا آپ نے	وَأَنْ قُوتِلْتُمْ	اور اگر جنگ کئے گئے تم	نَصَرُوهُمْ	مدد کی انھوں نے ان کی
إِلَى الَّذِينَ	ان لوگوں کو جنھوں نے	لَنَنْصُرَنَّكُمْ	(تو) ضرور مدد کریں	لَيُوَلِّنَنَّ	(تو) ضرور پھیریں گے وہ
نَافَقُوا	منافقت کی		گے ہم تمہاری	الْأَدْبَارَ	پٹھوں کو
يَقُولُونَ	کہتے ہیں	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	ثُمَّ لَا يُنصَرُونَ	پھر وہ مدد نہیں کئے
لِإِخْوَانِهِمْ	اپنے برادروں سے	يَشْهَدُ	گواہی دیتے ہیں	جَائِسَ	جائیں گے
الَّذِينَ كَفَرُوا	جنھوں نے انکار کیا	لَإِنَّهُمْ كَاذِبُونَ	کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں	لَا تَنْتُمْ	البتہ تم
مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ	اہل کتاب سے	لَئِنْ أُخْرِجُوا	بخدا اگر نکالے گئے وہ	أَشَدُّ رَهَبَةً	زیادہ سخت ہو ڈر کے
لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ	بخدا اگر نکالے گئے تم	لَا يَخْرُجُونَ	(تو) نہیں نکلیں گے وہ	اعتبار سے	
لَنَخْرُجَنَّ	(تو) ضرور نکلیں گے ہم	مَعَهُمْ	ان کے ساتھ	فِي صُدُورِهِمْ	ان کے سینوں میں
مَعَكُمْ	تمہارے ساتھ	وَلَئِنْ قُوتِلُوا	اور بخدا اگر جنگ کئے گئے وہ	مِنَ اللَّهِ	اللہ تعالیٰ سے
وَلَا نُطِيعُ	اور نہیں کہا مانیں گے	لَا يَنْصُرُونَهُمْ	(تو) نہیں مدد کریں	ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ	یہ بات بایں وجہ کہ وہ
فِيكُمْ	تمہارے معاملہ میں	وَلَئِنْ	گے وہ ان کی	قَوْمٌ	ایسے لوگ ہیں
أَحَدًا أَبَدًا	کسی کا کبھی بھی	وَلَئِنْ	اور بخدا اگر	لَا يَفْقَهُونَ	جو سمجھتے نہیں

منافقین نے بنو نضیر سے مدد کا وعدہ کیا تھا مگر وفا نہیں کیا

جب بنو نضیر نے نبی ﷺ کے سر پر بھاری پتھر ڈال کر قتل کا پلان بنایا، اور وحی سے آپ کو اطلاع ہو گئی، تو آپ تیزی سے اٹھ کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے، اور صحابہ کو بتلایا کہ یہود کا یہ ارادہ تھا، پھر آپ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ

کو ان کے پاس بھیجا اور نوٹس دیا کہ تم لوگ مدینہ سے نکل جاؤ، اب تم یہاں میرے ساتھ نہیں رہ سکتے، تمہیں دس دن کی مہلت دی جاتی ہے، اس نوٹس کے بعد بنو نضیر نے جلاوطنی کی تیاری شروع کر دی، مگر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے کہلا بھیجا کہ اپنی جگہ برقرار رہو، ڈٹ جاؤ اور گھربار نہ چھوڑو، میرے پاس دو ہزار مردان جنگی ہیں، جو تمہاری حفاظت میں جان دیدیں گے اور اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہم تمہارے بارے میں کسی سے ہرگز کوئی سمجھوتہ نہیں کریں گے، اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور بنو قریظہ اور بنو غطفان جو تمہارے حلیف ہیں، وہ بھی تمہاری مدد کریں گے۔ مگر وقت پر منافقین نے دعا دیا، وعدہ وفا نہیں کیا، اور بنو نضیر کو جلاوطن ہونا پڑا۔

﴿الَّذِينَ تَأْفِكُونَ بَلَا خَوَانِهِمْ ۖ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا تُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا ۖ وَلَئِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۖ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۖ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ ۖ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُوهُمْ ۖ وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُولِيَنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنصَرُونَ ۖ لَا تَنْفَعُ أَشِدَّاءُ هَبَّةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ذَلِكُمْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۖ﴾

ترجمہ: کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا نہیں جنہوں نے نفاق کی راہ اختیار کی: وہ اپنے کفار اہل کتاب برادرؤں سے کہتے ہیں: بخدا! اگر تم نکالے گئے تو ہم تمہارے ساتھ نکل جائیں گے۔ یعنی تم خود کو کیلا مت سمجھو، ہم ہر طرح تمہارے ساتھ ہیں۔ اور ہم تمہارے معاملہ میں کسی کی کچھ نہیں مانیں گے۔ یعنی یہ ہمارا بالکل اٹل اور قطعی فیصلہ ہے۔ اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے۔ ہمارا جنگی بیڑا تیار کھڑا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتے ہیں کہ وہ (منافقین) بالکل جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شاہد (احوال بتلانے والے) ہیں، وہ آئندہ کے احوال بتلاتے ہیں: بخدا! اگر وہ نکالے گئے تو منافقین ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے، اور بخدا! اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے، اور بخدا! اگر وہ ان کی مدد کریں گے تو وہ (منافقین) پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے، پھر وہ مدد نہیں کئے جائیں گے۔ یعنی پھر مسلمان ان کو نہیں بخشیں گے۔ بے شک تم لوگوں کا ڈران (منافقین) کے دلوں میں اللہ کے ڈر سے بھی زیادہ ہے۔ اللہ سے ڈرتے تو نفاق کیوں اختیار کرتے؟ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نا سمجھ لوگ ہیں۔ اللہ کی عظمت کو سمجھتے تو مخلص مسلمان ہوتے، یہاں مسلمانوں کی شجاعت سے ڈرتے ہیں اس لئے دغلی پالیسی اختیار کئے ہوئے ہیں!

لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرَىٰ مُّحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ۖ كَمَثَلِ

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاقُوا وَبَالَ أَعْرَاهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

ان کا جو	الَّذِينَ	گمان کرتے ہیں آپ انکو	تَحْسَبُهُمْ	نہیں لڑیں گے وہ تم سے	لَا يُقَاتِلُونَكُمْ
ان سے پہلے ہوئے	مِنْ قَبْلِهِمْ	اکٹھا	جَمِيعًا ^(۳)	دو بدو (اکٹھے)	جَمِيعًا ^(۱)
نزدیک ہی	قَرِيبًا	جبکہ ان کے دل	وَقُلُوبُهُمْ	مگر بستیوں میں	إِلَّا فِي قُرَىٰ
چھکا انھوں نے	ذَاقُوا	جدا جدا ہیں	شَتَّىٰ	قلعہ بند	مُحَصَّنَاتٍ ^(۲)
وہاں	وَبَالَ	یہ بات	ذَلِكَ	یا پیچھے سے	أَوْ مِنْ قُرَىٰ
ان کی حرکت کا	أَعْرَاهُمْ	بایں وجہ ہے کہ وہ	يَأْتُهُمْ	دیواروں کے	جُنُودٌ
اور ان کے لئے	وَلَهُمْ	ایسے لوگ ہیں	قَوْمٌ	ان کی جنگ	بِأَسْهُمٍ
سزا ہے	عَذَابٌ	جو عقل نہیں رکھتے	لَا يَعْقِلُونَ	آپس میں	بَيْنَهُمْ
دردناک	أَلِيمٌ	(ان کا حال) جیسا حال	كَمَثَلِ	سخت ہے	شَدِيدٌ

بنو نضیر کے احوال

اب بنو نضیر کے تعلق سے چار باتیں بیان فرماتے ہیں:

- ۱۔ بنو نضیر: مسلمانوں سے دو بدو نہیں لڑیں گے، قلعہ بند بستیوں سے یا دیواروں کی اوٹ سے لڑیں گے، کیونکہ وہ مسلمانوں سے خوف زدہ ہیں، اس لئے کھلے میدان میں آمنے سامنے جنگ نہیں کریں گے۔
- ۲۔ ان کی آپسی لڑائی بڑی تیز ہوتی ہے، مسلمانوں کے مقابلہ میں بھگی تلی بن جاتے ہیں۔
- ۳۔ وہ بظاہر متفق و متحد ہیں، مگر ان کے دل اندر سے پھٹے ہوئے ہیں، اگر ان میں عقل ہوتی تو یہ صورت نہ ہوتی، عقلمند جانتے ہیں کہ حقیقی ریکاگت باطن کا اتحاد ہے۔

- ۴۔ ان کا حال وہی ہوگا جو ان سے پہلے بنو قریظہ کا ہو چکا ہے، ہجرت کے بعد نبی ﷺ نے مدینہ کے یہود اور مشرکین کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا، پھر جب مسلمان بدر کی طرف نکلے تو ایک مسلمان عورت بنو قریظہ کے محلہ میں دودھ بیچنے گئی، یہودیوں نے شرارت کی اور اسے سر بازار ننگا کر دیا، عورت چلائی ایک مسلمان موقع پر پہنچ گیا، اس نے طیش میں آ کر فساد ی یہودی کو قتل کر دیا، اس پر یہودی جمع ہو گئے اور اس مسلمان کو مار ڈالا اور اس طرح بلوہ ہو گیا، نبی (۱) جمیعاً: فاعل اور مفعول: دونوں سے حال ہے۔ (۲) مُحَصَّنَاتٍ: اسم مفعول: حَصَّنَ الشَّيْءُ: محفوظ کرنا، مادہ حَصَن: قلعہ۔ (۳) جمیعاً: مصرف مفعول سے حال ہے۔

ﷺ جب بدر سے لوٹے تو یہودیوں کو واقعہ کی تحقیق کے لئے بلایا، انھوں نے معاہدہ کا کاغذ واپس کر دیا اور جنگ پر آمادہ ہو گئے، ان کی یہ حرکت بغاوت کے مترادف تھی، اس لئے ان کو سزا دی گئی کہ وہ مدینہ چھوڑ دیں، اور خیبر جاسیں، اس طرح سب سے پہلے بنو قریظہ کو مدینہ سے جلا وطن کیا۔

آیات پاک: — وہ لوگ (بنو نضیر) اکٹھے تم سے نہیں لڑیں گے، مگر قلعہ بند بستیوں سے یا دیواروں کی اوٹ سے، ان کی آپس کی جنگ بڑی سخت ہوتی ہے — دو بدو لڑتے ہیں، کیونکہ وہ ایک دوسرے سے خائف نہیں، اور مسلمانوں سے خائف ہیں — آپ ان کو متفق خیال کرتے ہیں، حالانکہ ان کے دل جدا جدا ہیں، یہ بات اس وجہ سے ہے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں۔

(ان کا حال) ان لوگوں کے حال جیسا ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے ہوئے ہیں، جنھوں نے اپنی حرکت کا وبال چکھا، اور (آخرت میں) ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اَكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّى بَرِئٌ مِّنْكَ اِنِّى
اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا اَنْهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۚ وَذٰلِكَ
جَزَاُ الظّٰلِمِيْنَ ۝

کَمَثَلِ	(منافقوں کا حال)	قَالَ	کہا اس نے	عَاقِبَتَهُمَا	دونوں کا انجام
الشَّيْطَانِ	جیسے حال شیطان کا	اِنِّى بَرِئٌ مِّنْكَ	بیشک میں تجھ سے بے تعلق ہوں	اَنْهُمَا	کہ دونوں
اِذْ قَالَ	جب کہا اس نے	اِنِّى اَخَافُ اللّٰهَ	بیشک میں ڈرتا ہوں اللہ	خَالِدَيْنِ فِيْهَا	ہمیشہ رہنے والے اس میں
لِلْاِنْسَانِ	انسان سے	رَبِّ الْعَالَمِيْنَ	رب العالمین سے	وَذٰلِكَ	اور یہ
اَكْفُرْ	انکار کر	فَكَانَ	پس ہوگا	جَزَاُ	بدلہ ہے
فَلَمَّا كَفَرَ	پس جب انکار کیا اس نے			الظّٰلِمِيْنَ	ظالموں کا

منافقین نے ہمت دلا کر بنو نضیر کو سولی پر چڑھایا پھر پیچھے ہٹ

گئے، جیسے شیطان انسان سے کفر کرنا کر پیچھے ہٹ جاتا ہے

منافقوں نے جھوٹے وعدے کر کے بنو نضیر کو جنگ کے لئے آمادہ کیا، پھر وہ پیچھے ہٹ گئے، گھروں میں بیٹھ رہے،

پس ان کا حال شیطان کے حال جیسا ہے، شیطان اول انسان کو کفر و مصیبت پر ابھارتا ہے، پھر جب انسان اس کے دام میں پھنس جاتا ہے تو صاف کہہ دیتا ہے: میرا تیرا کچھ تعلق نہیں، مجھے اللہ کا ڈر لگتا ہے (وہ یہ بات بھی مکاری سے کہتا ہے) پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دونوں دوزخ میں جاتے ہیں، ایک گمراہ کرنے کی وجہ سے، دوسرا گمراہ ہونے کی وجہ سے — یہی مثال منافقوں کی بھی ہے، وہ بنو نضیر کو اپنی حمایت و رفاقت کا یقین دلا کر بھڑے پر چڑھاتے رہے، آخر جب وہ مصیبت میں پھنس گئے، آپ الگ ہو بیٹھے، لیکن کیا وہ اس طرح عذاب سے بچ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! دونوں کا ٹھکانا دوزخ ہے (فوائد) بھڑے پر چڑھانا: جھانسنے میں لانا، تعریف کر کے کسی بات پر آمادہ کرنا (فیروز)

آیات پاک: (منافقوں کی مثال) شیطان کی سی مثال ہے: اول تو وہ انسان سے کہتا ہے: کفر اختیار کر، پھر جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو صاف کہہ دیتا ہے: میرا تجھ سے کچھ تعلق نہیں، میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں! — پس دونوں کا اخروی انجام یہ ہوگا کہ دونوں دوزخ میں جائیں گے، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور ظالموں کی یہی سزا ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّ مَتَّ لِعِذِّهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْنَاهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے لوگو جو	مَّا	اس کو جو	خَبِيرٌ	باخبر ہیں
اتَّقُوا اللَّهَ	ایمان لائے	قَدَّ مَتَّ	آگے بھیجا اس نفس نے	رَبَّنَا	ان کاموں سے جو
وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ	ڈرو اللہ سے	لِعِذِّهِ	آئندہ کل کے لئے	تَعْمَلُونَ	تم کرتے ہو
نَفْسٌ (۱)	اور چاہئے کہ دیکھے	وَاتَّقُوا اللَّهَ	اور ڈرو اللہ سے	وَلَا تَكُونُوا	اور مت ہوؤ
	نفس (شخص)	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	كَالَّذِينَ	ان لوگوں کی طرح جو

تَسُوْا اللّٰهَ فَاَنْفُسُهُمْ ^(۱) اَنْفُسُهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ لَا يَسْتَوِيْنَ اَصْحٰبُ النَّارِ	بھول گئے اللہ کو پس بھلائی اللہ نے ان کو ان کی جانیں یہ لوگ ہی نافرمان ہیں برابر نہیں آگ والے	وَاصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ الْفٰرِقٰوْنَ لَوْ اَنْزَلْنٰا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاٰيْتَهُ خَاشِعًا	اور باغ والے باغ والے ہی کامیاب ہیں اگر اتارتے ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر (تو) ضرور دیکھتا تو اس کو دبے والا	مُتَّصِدًا عَنَّا مِنْ خَشْبَتِ اللّٰهِ وَتِلْكَ اَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ	پھٹنے والا ڈر سے اللہ کے اور عجیب مضامین مارتے ہیں ان کو لوگوں کے لئے تاکہ وہ سوچیں
--	--	--	--	---	--

حزب اللہ (مومنین) سے خطاب

حزب الشیطان (یہود اور منافقین) کے دنیوی اور اخروی احوال بیان کرنے کے بعد، اب حزب اللہ (مومنین) کا ذکر کرتے ہیں، ان کے اخروی احوال بیان فرماتے ہیں، دنیوی کامیابی کا ذکر ساتھ ساتھ ہے، اور ان آیتوں میں چار باتیں بیان کی ہیں:

پہلی بات: — نیکیوں میں بڑھو اور برائیاں گھٹاؤ — ہر مومن کو ہر دن اپنا حساب آڈٹ (AUDIT) کرنا چاہئے، جانچے کہ آئندہ کل کے لئے کیا برا عمل آگے بھیجا ہے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ گناہ کم ہوتے جائیں گے اور نیک کاموں میں اضافہ ہوگا، جیسے تا جر روزانہ شام کو دن بھر کے کاروبار کو سوچتا ہے، تاکہ اگلے دن زیادہ کمائے اور گھٹائے سے بچے — اور پہلے ﴿اتَّقُوا اللّٰهَ﴾: اللہ سے ڈرو کا مطلب یہ ہے کہ برائیاں چھوڑ دو، اور یہ آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا مضمون فہم سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا ہے، اور وہ ہے: اطیعوا اللّٰه: اللہ کی اطاعت کرو، یعنی نیکیوں میں آگے بڑھو — اور آئندہ کل کے لئے کیا آگے بھیجا ہے: یعنی کیا گناہ کئے ہیں، گناہوں کو یاد رکھنا ضروری ہے، تاکہ ان سے بچے اور جو ہو گئے ہیں ان سے توبہ کرے، نیکیوں کو یاد رکھنا ضروری نہیں، نیکی کر دیا میں ڈال! — اور آئندہ کل سے مراد قیامت کا دن ہے، اس کو آئندہ کل اس لئے کہا کہ اس کا آنا یقینی ہے، جیسے آئندہ کل کا آنا یقینی ہے، اور قرب قیامت کی طرف بھی اشارہ ہے، آئندہ کل کی طرح قیامت قریب ہے — اور دوسرے ﴿اتَّقُوا اللّٰه﴾ کا تعلق حساب جانچنے سے ہے، حساب جانچنے میں آدمی نفس کو دھوکہ دیتا ہے، برائیاں کرتا رہتا ہے اور خود کو پرہیزگار سمجھتا ہے، اس لئے فرمایا کہ اعمال کی (۱) انفسہم: ان کی جانیں: یعنی اپنی بھلائی کا خیال نہ رہا۔

پر ہمتاں میں اللہ سے ڈرو، اللہ کو تمہارے سب اعمال کی خبر ہے، تم اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔

دوسری بات: — اللہ کو بھولو گے تو اپنا نقصان کرو گے۔ جو لوگ اللہ کو بھول جاتے ہیں وہ گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور طاعات میں کوتاہی کرنے لگتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اپنی ذوات کا خیال بھلا دیتے ہیں، ان کو اپنے نفع نقصان کی بھی خبر نہیں رہتی، یہی لوگ بدکار ہیں، ان کو دوزخ میں جانا پڑے گا، کھرے مومن کو ایسا نہیں ہونا چاہئے، اللہ کو یاد رکھے، اور آخرت کی تیاری میں لگے، اپنا نقصان نہ کرے۔

تیسری بات: — اہل جنت اور اہل نار میں موازنہ — آگ والے اور باغ والے برابر نہیں ہو سکتے، اس حقیقت کو سمجھو، کامیاب باغ والے ہیں، اور گھائے میں آگ والے رہیں گے، پس کامیابی کے راستے پر پڑو اور خسارے کے راستے سے بچو۔

چوتھی بات: قرآن کریم جنت کا راستہ دکھاتا ہے، اس کا اثر قبول کرو — بے حس مت بنو، فوس ہے کہ آدمی کے دل پر قرآن کا اثر نہیں ہوتا، جبکہ قرآن کریم ایسا تاثیر ہے کہ وہ پہاڑ جیسی سخت مخلوق پر اتار اجاتا تو وہ بھی متکلم کی عظمت کے سامنے دب جاتا، مارے خوف کے پھٹ جاتا، مگر انسان ہے کہ اس سے کوئی سبق نہیں لیتا۔

آیات پاک: — اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو — گناہ چھوڑو اور طاعات میں بڑھو — اور چاہئے کہ ہر شخص جانچ لے کہ اس نے آئندہ کل کے لئے کیا آگے بھیجا ہے — یعنی گناہوں کو یاد کرے اور ان سے توبہ کرے — اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی سب خبر ہے — یعنی اعمال کی جانچ صحیح کرو، نفس کو دھوکہ مت دو۔

اور تم لوگ ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے — کافر اور بدکار مراد ہیں — پس اللہ نے ان کو ان کی جانیں بھلا دیں — یعنی ان کو اپنے نفع نقصان کا بھی خیال نہ رہا — یہی لوگ نافرمان ہیں! — گناہوں کا ارتکاب یہی لوگ کرتے ہیں — آگ والے اور باغ والے برابر نہیں ہو سکتے، باغ والے ہی کامیاب ہیں!

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے — اور اس کو عقل و فہم دیتے — تو تو اس کو دیکھتا سہا ہوا چٹھا ہوا اللہ کے ڈر سے — یعنی قرآن اتا قوی تاثیر ہے، مگر کافر کا سخت دل اس کا کوئی اثر قبول نہیں کرتا — اور یہ عجیب مضامین ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سوچیں — اور ہدایت کا راستہ اختیار کریں — یہ کلام کی عظمت کا ذکر ہے، آگے متکلم کی عظمت و رفعت کا بیان ہے، کہتے ہیں: بادشاہوں کا کلام: کلام کا بادشاہ ہوتا ہے!

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، عَلِيمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۝
هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهِيمُ الْعَزِيزُ

الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ
الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ۚ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

هُوَ	وہ (متکلم)	لَا إِلَهَ	کوئی معبود نہیں	هُوَ اللَّهُ	وہ (متکلم) اللہ ہیں
اللَّهُ	اللہ ہیں	إِلَّا هُوَ	مگروہی	الْخَالِقُ	(مثلاً) پیدا کرنے والا
الَّذِي	جو	الْمَلِكُ	بادشاہ	الْبَارِئُ ^(۳)	(بمثلاً) پیدا کرنے والا
لَا إِلَهَ	کوئی معبود نہیں	الْقُدُّوسُ	تمام عیوب سے پاک	الْمُصَوِّرُ	صورتیں بنانے والا
إِلَّا هُوَ	مگروہی	السَّلَامُ	ہر نقصان سے محفوظ	لَهُ الْأَسْمَاءُ	ان کے لئے نام ہیں
عَلِيمٌ	جاننے والے	الْمُؤْمِنُ	عذاب سے پناہ دینے والا	الْحُسْنَىٰ ^(۴)	اچھے اچھے
الْغَيْبِ	بن دکھی چیزوں کے	الْمُهَيَّمِ ^(۲)	تکبہاں (قابض)	يُسَبِّحُ	پاکی بولتی ہیں
وَالشَّهَادَةِ ^(۱)	اور دکھی ہوئی چیزوں کے	الْعَزِيزُ	زبردست	لَهُ	ان کی
هُوَ الرَّحْمَنُ	وہ نہایت مہربان	الْجَبَّارُ	بگڑی بنانے والا	مَا فِي السَّمَوَاتِ	جو آسمانوں میں ہیں
الرَّحِيمُ	بڑے رحم والے ہیں	الْمُتَكَبِّرُ	بڑی عظمت والا	وَالْأَرْضِ	اور زمین میں ہیں
هُوَ	وہ (قرآن نازل کرنے والے)	سُبْحَانَ اللَّهِ	پاک ہیں اللہ	وَهُوَ	اور وہ
اللَّهُ	اللہ ہیں	عَمَّا يُشْرِكُونَ	ان سے (جن کو) شریک	الْعَزِيزُ	زبردست
الَّذِي	جو		ٹھہراتے ہیں لوگ	الْحَكِيمُ	بڑی حکمت والے ہیں

قرآن کریم عظیم الشان اللہ کا کلام ہے اس لئے وہ با عظمت ہے تا شیر ہے

گذشتہ آیت میں تھا کہ قرآن کریم ہر تاثیر کلام ہے، اب اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، اور اللہ تعالیٰ محمود الصفات جلیل الشان ہیں، اور متکلم کا اثر کلام میں آتا ہے: کَلَامُ الْمَلُوكِ مَلُوكُ الْكَلَامِ: بادشاہوں کا کلام: کلام کا بادشاہ ہوتا ہے یعنی اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے، پس مَلِكُ الْأَمَلِكِ: شاہوں کے شاہ کا کلام سب سے بہتر ہونا ہی چاہئے۔

(۱) الغیب: چھپی، الشهادة: کھلی: یہ انسانوں کے تعلق سے ہے، اللہ کے لئے کوئی چیز چھپی نہیں (۲) هَيَمَنَ: حفاظت کرنا، قابض و متصرف ہونا (۳) خَلَقَ اور بَرَأ کے معنی قریب ہیں، فرق کی طرف ترجمہ میں اشارہ کیا ہے (۴) اسمائے حسنیٰ کی تفصیل ہدایت القرآن، سورۃ الاعراف (آیت ۱۸۰) کی تفسیر میں ہے۔

صرف قرآن اللہ کا کلام ہے۔ یہ بات جان لیں کہ سو سے زیادہ اللہ کی کتابیں نازل ہوئی ہیں، مگر وہ سب اللہ کی کتابیں تھیں، کلام نہیں تھیں، کلام یا تو فرشتہ کا تھا یا پیغمبر کا، جیسا کہ حدیثوں کا حال ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کا کلام ہیں، اللہ کا کلام صرف قرآن کریم ہے، جس میں جبریل علیہ السلام کا کوئی دخل ہے نہ نبی ﷺ کا، اسی لئے اس میں تحریف ممکن نہیں: ﴿وَإِنلِ مَا أَوْحِیَ إِلَیْکَ مِنْ کِتَابٍ رَبِّکَ بِالْمُبْدَلِ لَکَلِّمَتِہٖ﴾ اور آپؐ پڑھا کریں اپنے رب کی اس کتاب کو جو آپؐ کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجی جا رہی ہے، اس کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا [الکہف ۲۷] اور گزشتہ کتابوں میں تحریف ممکن ہوئی، اس لئے کہ وہ اللہ کا کلام نہیں تھیں، جیسے حدیثوں میں موضوع حدیثیں لوگوں نے داخل کر دیں، مگر قرآن کا زبر زیر ادھر ادھر نہیں ہوا (اور یہ بات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ نے براہین قاسمیہ میں بیان کی ہے، جس کا پرانا نام ”جواب ترکی بہ ترکی“ ہے، اور میں نے ان کی عبارت تحفۃ القاری جلد نہم کے شروع میں نقل کی ہے، حضرت کی بات بہت مدلل ہے، اس کی مراجعت کریں)

ان آیات کی فضیلت: ان تین آیات کی فضیلت میں ترمذی شریف میں حدیث ہے:

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے تین مرتبہ کہا جب اس نے صبح کی: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ، مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ: پھر اس نے سورۃ الحشر کی آخری تین آیتیں پڑھیں تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتوں کو لگاتے ہیں جو اس پر درود بھیجتے ہیں، یعنی اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ شام کرتا ہے، اور اگر وہ اس دن میں مر گیا تو شہید ہونے کی حالت میں مرتا ہے، اور جو شخص ان کو پڑھتا ہے جب وہ شام کرتا ہے تو وہ بھی اسی مرتبہ میں ہوتا ہے:

آیات پاک کا خلاصہ: ان آیات میں معبودیت کو اللہ کی ذات میں منحصر کر کے اللہ تعالیٰ کے پندرہ اسمائے حسنی بیان کئے ہیں، پھر فرمایا ہے کہ اللہ کے اور بھی (بے شمار) اچھے اچھے نام ہیں، اللہ کے وہ پندرہ نام یہ ہیں:

اللہ: تو اسم علم (خاص نام) ہے، جو واجب الوجود کی ذات کے ساتھ خاص ہے، کسی اور پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا، اس وجہ سے یہ نام سب سے افضل و اعلیٰ ہے، اور بعض کے نزدیک یہ اسم اعظم ہے۔

اَعَالَمُ الْغِیْبِ وَالشَّہَادَةِ: مجھے کھلے کو جاننے والا: بندوں کے لئے جو چیزیں بن دکھی ہیں ان کو بھی اللہ جانتے ہیں۔

۳۶۲- الرحمن الرحیم: نہایت مہربان، بڑے رحم والے: دونوں رحمت سے بنے ہیں، رحمت کے معنی ہیں: مصیبت زدہ کو دیکھ کر دل کا نرم ہونا، اور اس پر انعام و احسان فرمانا، اور اللہ کے ناموں میں مبادی کا اعتبار نہیں، غایات کا

اعتبار ہے، پس دونوں مبارک نام: انعام واحسان فرمانے کے اعتبار سے ہیں — اور مہمانی کی کثرت معافی کی کثرت پر دلالت کرتی ہے، رحمان: میں پانچ حروف ہیں اور رحیم میں چار، اس لئے الرحمن میں معنی زائد ہیں، اور دنیا اور آخرت دونوں کی رحمت کو شامل ہے، یا کہیں کہ مؤمن و کافر: دونوں پر مہربانی کو شامل ہے، اور صرف اللہ کے ساتھ مخصوص ہے، اور الرحیم آخرت کے اعتبار سے ہے، آخرت میں رحمت مؤمنوں کے لئے خاص ہوگی۔

۴- الْمَلِكُ: بادشاہ (حقیقی) دونوں جہاں جس کے قبضہ قدرت میں ہیں، جو بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں۔

۵- الْقُدُّوسُ: صیغہ مبالغہ بہت پاک، تمام عیوب سے مزہ، قُدُّوس (ک) قُدُّوسا: پاک ہونا، بے عیب ہونا۔

۶- السَّلَامُ: مصدر ہے، مبالغہ ذات باری کو تصف کیا گیا ہے، جیسے زید عدل: زید انصاف ہے، سَلِمَ منہ (س) سلاماً: عیب وغیرہ سے پاک صاف ہونا، صحیح سالم، تمام نقصان سے محفوظ۔

۷- الْمُؤْمِنُ: اسم فاعل: امن دینے والا، یہ معنی جب ہیں جب مَأْخُذ امان ہو اور مَأْخُذ ایمان ہو تو معنی ہونگے: مُصَدِّق: یعنی ایمانداروں کے ایمان کو بار آور کرنے والا۔

۸- الْمُهَيِّمُ: اسم فاعل: نگہبانی کرنے والا، حفاظت کرنے والا، هَيَّيْمَةً: نگہبانی کرنا، بایں معنی قرآن کریم بھی سابقہ کتابوں کا مہیمن ہے۔

۹- الْعَزِيزُ: زبردست، غالب، قوی، قاہر، اہل میں عزیز اس کو کہتے ہیں جس کی بارگاہ میں آسانی سے پہنچنا ممکن نہ ہو، عَزَّ (ض) عَزَّاً: طاقت ور ہونا، صاحب عزت ہونا۔

۱۰- الْجَبَّارُ: صیغہ مبالغہ اس کے دو معنی ہیں: (۱) خرابی کو دور کرنے والا، بگڑی بنانے والا، جَبَرَهُ (ن) جَبَرًا: درست کرنا، اسی سے جبیر ہے: شکستہ ہڈی پر باندھی جانے والی لکڑی یا پٹی (۲) بڑے دباؤ والا، جَبَر (ن) فَلَانًا عَلٰی الْأُمُورِ: کسی کو کسی کام پر مجبور کرنا۔

۱۱- الْمُتَكَبِّرُ: اسم فاعل: بڑی عظمت و بزرگی والا، تَكَبَّرَ تَكَبُّراً: بڑا بننا۔

۱۲- الْخَالِقُ: اسم فاعل: پیدا کرنے والا، اور جب الباری کے ساتھ ہو تو مادہ سے یا مثال سے پیدا کرنے والا۔

۱۳- الْمَبْرُؤُ: اسم فاعل: پیدا کرنے والا، اور جب الخالق کے ساتھ ہو تو بغیر مادہ کے یا بغیر مثال کے پیدا کرنے والا، بَرَأَ اللَّهُ (ف) بَرَاءً: پیدا کرنا۔

۱۴- الْمُصَوِّرُ: اسم فاعل: صورت بنانے والا، اجناس کی انواع کی، اصناف کی اور افراد کی الگ الگ صورتیں

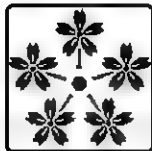
بنانے والا۔

۱۵۔ الحکیم۔ حکمت والا، دانشمند، حکمت: دانائی: یعنی ہر کام کسی مصلحت سے کرنے والا۔

آیاتِ پاک: — وہ اللہ ہیں — قرآن کریم انہیں کا کلام ہے — ان کے سوا کوئی معبود نہیں — وہی برحق معبود ہیں، ان کے سوا سب بیچ ہیں — (۱) وہ چھپی کھلی چیزوں کے جاننے والے (۲) نہایت مہربان (۳) بڑے رحم والے ہیں۔

وہ اللہ ہیں — قرآن انہیں کا کلام ہے — ان کے سوا کوئی (برحق) معبود نہیں — یہ تکرار نہیں، بلکہ قرآن کا اسلوب ہے وہ تمہید لوٹا کر دوسری بات کہتا ہے — (۴) بادشاہ (۵) پاکیزہ (۶) سالم (۷) امن دینے والا (۸) نگہبان (۹) زبردست (۱۰) شکستگی ٹھیک کرنے والا (۱۱) بڑی عظمت والا ہے، اللہ تعالیٰ لوگوں کے شرک سے پاک ہیں، وہ اللہ — جن کا کلام قرآن کریم ہے، یہاں تمہید نہیں لوٹائی، کیونکہ سابقہ کلام دوہی مرتبہ لوٹانے کی نظیر ہے، البتہ لاحقہ کلام ۳۱ مرتبہ سورۃ الرحمن میں لوٹایا ہے — (۱۲) خالق (۱۳) موجد (۱۴) صورت بنانے والا — ان کے لئے اچھے اچھے (غیر متناہی) نام ہیں، ان کی پاکی بیان کرتی ہیں جو چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور وہ زبردست (۱۵) حکمت والے ہیں۔

﴿۵﴾ شعبان ۱۴۳۷ھ = ۱۳ مئی بروز جمعہ ۲۰۱۶ء ﴿۶﴾



بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۃ الممتحنہ

ممتحنہ: چار پر یا زیر: اول: اسم مفعول واحد مؤنث، اور ثانی: اسم فاعل، واحد مؤنث، اشہر اول اور ثانی جائز۔ اسم مفعول کے معنی ہیں: آزمائی ہوئی عورت، چانچی ہوئی عورت، امتحان کی ہوئی عورت، جو عورت مسلمان ہو کر ہجرت کر کے مدینہ آئی اور اس کا امتحان کیا گیا کہ واقعی وہ مسلمان ہو کر آئی ہے یا کسی اور غرض سے ہجرت کر کے آئی ہے، اس صورت میں ممتحنہ: مہاجرہ کی صفت ہوگی — اور آیت دس میں ﴿فَاَمْتَحْنُوْهُنَّ﴾ آئے گا، یعنی ہجرت کر کے آنے والی عورتوں کو جانچو، امتحان لو، پھر آیت بارہ میں بیعت کی دفعات ہیں، جن کے ذریعہ امتحان کیا جاتا تھا، جو ان باتوں کا اقرار کرتی وہ مسلمان قرار پاتی، اس صورت میں ممتحنہ: سورت کی صفت ہوگی، یعنی امتحان لینے والی سورت، جس میں مذکور دفعات کے ذریعہ امتحان کیا جائے۔

رابط: گذشتہ سورت میں حزب الشیطان (یہود و منافقین) کی ناکامی اور حزب اللہ (مومنین) کی کامیابی دکھائی تھی، اب اس سورت میں حزب اللہ کی کامیابی کے لئے منفی پہلو سے ایک شرط عائد کرتے ہیں کہ اللہ کا شکر اس وقت کامیاب ہوگا جب وہ دشمن سے دوستانہ تعلق نہ رکھے، ورنہ رنگ میں بھنگ پر سکتا ہے — پھر آئندہ سورت (سورۃ الصف) میں مثبت پہلو سے شرط عائد کریں گے کہ اللہ کا شکر اس وقت کامیاب ہوگا جب وہ سب سے پلائی ہوئی دیوار کی طرح متحد ہو کر لڑے تو کامیابی قدم چومے گی، اور قرآن کا اسلوب ہے کہ جب وہ کوئی بات لیتا ہے تو اس کو ممکن حد تک بڑھاتا ہے، پس سورت کا موضوع تو منفی شرط کا بیان ہے، اور اسی سے سورت کا آغاز ہوا ہے، پھر آگے متعلق کا بیان ہے۔

کفار کے ساتھ معاملات کے احکام:

کفار کے ساتھ تین قسم کے معاملات ہوتے ہیں:

۱- موالات: یعنی دوستی، یہ کسی حال میں جائز نہیں، کہتے ہیں: العوء علی دین خلیلہ: آدمی دوست کا مذہب قبول کر لیتا ہے، اور جنگی حالات میں تو دشمن سے دوستی خطرناک ہے۔

۲- مدارات: یعنی رکھ رکھاؤ، ظاہری خوش خلقی، یہ تین حالتوں میں جائز ہے: ایک: دفع ضرر کے لئے، دوم: کافر کی

دیجی مصلحت کے لئے یعنی توقع ہدایت کے لئے، سوم: اکرام ضیف کے طور پر، اور اپنی مصلحت و منفعت مال و جان کے لئے درست نہیں۔

۳۔ مواسات: غم خواری، احسان و نفع رسانی اہل حرب کے ساتھ ناجائز ہے، اور غیر اہل حرب کے ساتھ جائز ہے۔

مکہ مکرمہ فتح کرنا کیوں ضروری تھا؟

مکہ مکرمہ میں کعبہ شریف تھا، وہ توحید کا مرکز تھا، اور وہاں کافروں کی حکومت تھی، اور دنیا میں کافروں کی حکومت ہو سکتی ہے، جیسے اسلامی ملک میں غیر مسلم شہری ہو سکتے ہیں، مگر مکہ مکرمہ کو فتح کرنا ضروری تھا، عربوں کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں کہ مکہ پر کون قابض ہے؟ وہی برحق ہے، اسی کا دین سچا ہے، اس لئے حق کا بول بالا کرنے کے لئے اس پر قبضہ ضروری تھا۔ مگر اس پر قبضہ آسان نہیں تھا، کفار ایڑی چوٹی کا زور لگائیں گے اور مکہ کو ہاتھ سے نہیں جانے دیں گے، وہ احتراپ کو اکٹھا کر لیں گے اور خون کا آخری قطرہ بھی بہا دیں گے۔ اس لئے جب مکہ والوں نے صلح حدیبیہ کو توڑ دیا، اور فتح مکہ کا وقت آگیا تو نبی ﷺ نے دو باتوں کا اہتمام کیا: ایک: دس ہزار قدسیوں کا لشکر جرار لے کر آپؐ بڑھے، معمولی لشکر کے ساتھ روانہ نہیں ہوئے، کیونکہ جنگ کا پورا خطرہ تھا۔ دوم: خبروں کو اندھا کرنے کا اہتمام کیا، اور اس کے لئے خاص دعا کی، تاکہ اچانک مکہ والوں کے سر پر پہنچ جائیں، ان کو کانوں کا خبر نہ ہو اور مکہ کو جالیں، تاکہ حرم کی حرمت کم سے کم پامال ہو، ورنہ مکہ میں کشتوں کے پستے لگ جاتے، اور خواب شاید شرمندہ تعبیر نہ ہوتا۔

اللہ نے خبر کو لیکھ ہونے سے بچالیا:

نبی ﷺ نے خواص کو اپنا ارادہ بتلایا تھا، اور خبروں کو روکنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کی تھی، تاکہ ہم حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کے نام خط لکھا کہ آپؐ کی تیاری کر رہے ہیں، اور ایک عورت کے ہاتھ یہ خط روانہ کیا، اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع دی، آپؐ نے چند صحابہ کو روانہ کیا کہ روضہ خانہ میں تمہیں ایک اونٹ سوار عورت ملے گی، اس کے پاس مشرکین مکہ کے نام حاطب کا خط ہے وہ لے آؤ، وہ خط لایا گیا، مگر حضرت حاطبؓ کو کوئی سزا نہیں دی گئی، کیونکہ وہ بدعتی سے نہیں لکھا گیا تھا، غلط فہمی سے لکھا گیا تھا، اور وہ بدعتی صحابی تھے، اس لئے ان سے درگزر کیا گیا، سورت کے شروع میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔



اِنَّا نَهَا ۱۳ سُوْرَةُ الْمُمْتَحَنَةِ مَدَنِيَّةٌ (۹۱) اِنَّا نَهَا ۱۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝ إِنْ يَتَّقُوا اللَّهَ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَسْطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتُهُمْ بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ۝ لَنْ نَنْفَعَكُمْ أَرْحَامَكُمْ وَلَا أَوْلَادَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے لوگو جو	مِنَ الْحَقِّ	سچے دین سے	فِي سَبِيلِي	میرے راستہ میں
لَا تَتَّخِذُوا	ایمان لائے	يُخْرِجُونَ	نکلالتے ہیں وہ	وَابْتِغَاءَ	اور ڈھونڈنے کے لئے
عَدُوِّي	مت بناؤ تم	الرَّسُولَ	اللہ کے رسول کو	مَرْضَاتِي	میری خوشنودی
وَعَدُوَّكُمْ	میرے دشمن کو	وَإِيَّاكُمْ	اور تم کو	تُسِرُّونَ	چھپا کر بھیجتے ہو تم
أَوْلِيَاءَ	اور تمہارے دشمن کو	أَنْ	ان وجہ سے کہ	إِلَيْهِمْ	ان کی طرف
تُلْقُونَ	دوست	تُؤْمِنُوا	ایمان لائے تم	بِالْمَوَدَّةِ	محبت
إِلَيْهِمْ	ڈالتے ہو تم	يَاللَّهُ	اللہ پر	وَأَنَا أَعْلَمُ	اور میں خوب جانتا ہوں
بِالْمَوَدَّةِ	ان کی طرف	رَبِّكُمْ	جو تمہارے پروردگار ہیں	بِمَا أَخْفَيْتُمْ	جس کو تم چھپاتے ہو
وَقَدْ كَفَرُوا	محبت	إِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	وَمَا أَعْلَنْتُمْ	اور جس کو تم ظاہر کرتے ہو
بِمَا جَاءَكُمْ	اور تحقیق انکار کیا انھوں نے	خَرَجْتُمْ	نکلے	وَمَنْ يَفْعَلْهُ	اور جو کرے گا اس کام کو
	اس کا جو تمہارے پاس آیا	جِهَادًا	لڑنے کے لئے	وَمِنْكُمْ	تم میں سے

فَقَدْ صَلَ	پس بالیقین گمراہ ہو گیا وہ	وَالسَّخَفُومُ	اور اپنی زبانیں	يَفْصِلُ	جدا کر دیں گے (فیصلہ
سَوَاءَ السَّبِيلِ	سیدھے راستے سے	يَا لَسَوْءَ	برائی کے ساتھ		کریں گے) وہ
إِنْ يَشْفَعُوْكُمْ	اگر پالیں وہ تم کو	وَوَدَّ	اور تمنا کریں گے	بَيْنَكُمْ	تمہارے درمیان
يَكُونُوا لَكُمْ	ہونگے تمہارے لئے	لَوْ كُنْزُكُمْ	کاش کافر ہو جاؤ تم	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
أَعْدَاءُ	دشمن	لَنْ نَنْفَعَكُمْ	ہرگز کام نہیں آئیں گے	بِمَا	ان کاموں کو جو تم
وَيَبْطُلُوا	اور پھیلائیں گے	أَرْعَاكُمْ	تمہارے رشتہ دار	تَعْمَلُونَ	کرتے ہو
لَا يَنْفَعُكُمْ	تمہاری طرف	وَلَا أَوْلَادُكُمْ	اور نہ تمہاری اولاد	بِعَصِيْرٍ	خوب دیکھنے والے ہیں
أَيُّدِيْكُمْ	اپنے ہاتھ	يَوْمَ الْقِيَامَةِ	قیامت کے دن		

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد مہربان نہایت رحم والے ہیں

شانِ نزول: جب نبی ﷺ نے فتح مکہ کے لئے چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے جو بدری صحابی ہیں، اور یمن کے رہنے والے تھے، اور مکہ میں آئے تھے، اور ان کے بھائی، والدہ، اولاد، اہل و عیال اور اموال لب تک مکہ میں تھے۔ انھوں نے اہل مکہ کے نام ایک خط لکھا کہ رسول اللہ ﷺ تم پر چڑھائی کرنے والے ہیں، اور یہ خط ایک عورت کو دیا جو مکہ جا رہی تھی، آپ کو وحی سے اس کی اطلاع ہو گئی، آپ نے حضرت علی اور چند صحابہ کو بھیجا کہ فلاں جگہ ایک عورت ملے گی، اس سے خط لے آؤ، وہ عورت ملی، اس کو دھمکایا تو اس نے چوٹی سے نکال کر خط دیا، جب خط آیا تو آپ نے حاطب سے پوچھا: یہ کیا حرکت ہے؟ انھوں نے جواب دیا: میں مرتد نہیں ہوا، نہ مخالفت اسلام کے سبب یہ خط لکھا ہے، بلکہ اس لئے لکھا ہے کہ میرے اہل و عیال اور اموال مکہ میں ہیں، میں نے سوچا کہ اسلام کا تو اس سے کوئی ضرر نہ ہوگا، وہ تو غالب ہو کر رہے گا، اور میرا مکہ والوں پر ایک احسان ہو جائے گا، وہ اس کے بدل میں میرے اہل و عیال اور اموال کی حفاظت کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو حضور کے زمانہ میں جلااد (سزا دینے والے) تھے، قتل کی اجازت چاہی، آپ نے فرمایا: یہ بدری ہیں، اور اللہ نے اہل بدر کے گناہ معاف فرمادیئے ہیں، اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ﴾ اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔ کفار سے موالات کا حکم ابھی سورت کی تمہید میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ مطلقاً (کسی بھی صورت میں) جائز نہیں، اور مسلمانوں میں جو گمراہ فرقے ہیں ان کے ساتھ موالات کا بھی یہی حکم ہے، جو فرقہ دائرہ (۱) تَقَف (س) تَقَفَ الشَّيْءُ: کوشش کے بعد پالینا، قابو پانا۔ تَقَفَ الْعِلْمُ: ماہر ہونا، مُتَقَفٌ: مہذب، تعلیم یافتہ۔

اسلام سے خارج ہیں وہ تو کفار کے حکم میں ہیں، اور جو دائرہ اسلام میں ہیں مگر گمراہ ہیں: ان سے بھی دور کی صاحب سلامت اچھی! ان سے بھی دینی ضرر کا اندیشہ ہے۔

﴿تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمُودَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ﴾: تم ان کی طرف دوستی (نامہ) ڈالتے ہو، حالانکہ وہ اس برحق دین کے منکر ہیں جو تمہارے پاس آیا ہے۔ اس لئے وہ اللہ کے دشمن ہوئے اور تمہارے بھی دشمن ہوئے، اور دشمن سے دوستانہ مراسم ایمان والوں کو زیب نہیں دیتے۔

﴿يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِنَّا كُنْمْ أَنْ تُوْثِقُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ﴾: وہ اللہ کے رسول کو اور تم کو شہر بدر کر چکے ہیں، اس وجہ سے کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لائے ہو۔ یعنی اس سے بڑی دشمنی اور ظلم کیا ہوگا؟ پھر بھی تم ایسوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہو!

﴿إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِنَا وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِنَا﴾: اگر تم اپنے گھروں سے نکلے ہو میرے راستہ میں لڑنے کے لئے، اور میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے۔ یعنی مکہ والے تو تمہارے دشمن ہیں، انہی کے ساتھ تمہاری لڑائی ہے، پھر انہی دشمنوں کے ساتھ دوستی کا منہنے کا کیا مطلب؟ کیا ان کو راضی کر کے اللہ کو ناراض کرنا چاہتے ہو؟

﴿تُسَوِّدُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمُودَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ﴾: تم چپکے سے ان کی طرف دوستی (نامہ) بھیجتے ہو، حالانکہ میں خوب جانتا ہوں ان باتوں کو جو تم چھپا کر کرتے ہو، اور ان باتوں کو جو تم علانیہ کرتے ہو۔ یعنی اللہ سے کیا بات چھپی ہے؟ دیکھو تم نے خفیہ نامہ روانہ کیا، مگر اللہ نے اپنے رسول کو مطلع کر دیا، پس یہ تم نے حماقت کی یا نہیں؟

﴿وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ﴾: اور جو شخص تم میں سے یہ حرکت کرے گا وہ یقیناً راہ راست سے بھٹک گیا۔ یہ حرکت: یعنی دشمن سے ساز باز..... سیدھے راستہ: یعنی جنت کے راستہ سے..... بھٹک گیا: یعنی اب جائے گاسیدھا جہنم میں!

﴿إِنْ يَتَّقُوا كُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُم بِالشُّوْءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ﴾

ترجمہ: اگر ان (کفار) کو تم پر دسترس حاصل ہو جائے تو وہ تمہارے دشمن ہو گئے، اور تمہاری طرف بدعتی سے دست درازی اور زبان درازی کریں گے، اور تمنا کریں گے کہ تم کافر ہو جاؤ۔ یعنی ان کافروں سے بحالت موجودہ کسی بھلائی کی امید مت رکھو، خواہ تم کتنی ہی رواداری اور دوستی کا اظہار کرو گے وہ کبھی مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے، باوجود انتہائی رواداری کے اگر تم پر ان کا قابو ہو جائے تو کسی قسم کی برائی اور دشمنی سے درگزر نہ کریں، زبان سے ہاتھ سے ہر طرح ایذا پہنچائیں، اور یہ چاہیں کہ جیسے خود صداقت کے منکر ہیں کسی طرح تم کو بھی منکر بنا ڈالیں، کیا ایسے شریر اور بد باطن اس

لائق ہیں کہ ان کو دوستانہ پیغام بھیجا جائے؟ (فوائد)

﴿لَنْ نَنْفَعَكَ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصَلُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ ترجمہ:

ہرگز تمہارے کام نہیں آئیں گے تمہارے رشتہ دار اور نہ تمہاری اولاد قیامت کے دن، جدائی کر دیں گے اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان، اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جانتے ہیں — یعنی حاطبؓ نے وہ خط اپنے اہل و عیال کی خاطر لکھا تھا، اس پر تنبیہ فرمائی کہ اولاد اور رشتہ دار قیامت کے دن کچھ کام نہ آئیں گے، کیونکہ وہ کافر ہیں، اللہ تعالیٰ تمہارے اور ان کے درمیان جدائی کر دیں گے، ان کو جہنم رسید کریں گے اور تمہیں جنت نشیں! پھر ایسے ناہنجاروں (نالائقوں) کے لئے اپنی آخرت کیوں برباد کرتے ہو — دوسرا ترجمہ: اللہ فیصلہ فرمائیں گے تمہارے لئے جنت کا اور ان کے لئے جہنم کا، پھر تم ان کی خاطر اپنی آخرت کیوں تباہ کر رہے ہو۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءُؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحَدَّثَا إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَا اسْتَغْفِرُ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَاعْفِرْ لَنَا رَبَّنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ

ع

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ	باتحقیق تھا تمہارے لئے نمونہ اچھا	فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ	ابراہیم میں اور ان میں جو ان کے ساتھ ہیں	لِقَوْمِهِمْ	اپنی برادری سے بے شک ہم بیزاریں تم سے اور ان سے جن کو
(۱) أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ		وَالَّذِينَ مَعَهُ	ساتھ ہیں جب کہا انھوں نے	رَبَّنَا بُرَءُؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ	بے شک ہم بیزاریں تم سے اور ان سے جن کو

(۱) اسوۃ: نمونہ عمل، چال، ڈھنگ، نمونہ اچھا بھی ہوتا ہے اور برا بھی، منفعت رساں بھی، اور مضرت رساں بھی (راغب)
(۲) بُرَءُؤُا: بڑی کی جمع، جیسے ظریف کی جمع ظرفاء، بیزاری، بے تعلق۔

تَعْبُدُونَ	تم پوجتے ہو	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	تیرے لئے	وَاعْقِبْنَا	اور بخش دیں آپ ہمیں
مِنْ دُونِ اللَّهِ	اللہ سے ورے	وَمَا أَمْلِكُ	اور نہیں مالک ہوں میں	رَبَّنَا	اے ہمارے رب!
كُفَرْنَا بِكَ	اظہار بے تعلقی کرتے	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	تیرے لئے	إِنَّكَ أَنْتَ	بے شک آپ ہی
وَبَدَا	ہیں ہم تم سے	مِنْ اللَّهِ	اللہ سے	الْعَزِيزُ	زبردست
بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ	اور ظاہر ہوئی	مِنْ شَيْءٍ	کسی چیز کا	الْحَكِيمُ	حکمت والے ہیں
الْعَدَاوَةُ	ہمارے اور تمہارے درمیان	رَبَّنَا	اے ہمارے رب!	لَقَدْ كَانَ	بجدا تحقیق تھا
وَالْبَغْضَاءُ	دشمنی	عَلَيْكَ	آپ پر	لَكُمْ فِيهِمْ	تمہارے لئے ان میں
أَبَدًا	اور بیر (شدید دشمنی)	تَوَكَّلْنَا	بھروسہ کیا ہم نے	أَسْوَأَ حَسَنَةٍ	اچھا نمونہ
حَتَّى تَوَفَّيْتُمَا	ہمیشہ کے لئے	وَالْيَكُ	اور آپ کی طرف	لَعَنَ كَانَ	اس کے لئے جو ہے
يَا اللَّهُ	یہاں تک کہ ایمان لاؤ	أَنْبَتَا	متوجہ ہوئے ہم	يَرْجُوا اللَّهَ	امید رکھتا اللہ کی
وَحَدَاةً	اللہ پر	وَالْيَكُ	اور آپ کی طرف	وَالْيَوْمَ الْآخِرَ	اور آخری دن کی
إِلَّا قَوْلَ	اکیلے	الْمَصِيدُ	لوٹنا ہے	وَمَنْ	اور جو
إِبْرَاهِيمَ	مگر بات	رَبَّنَا	اے ہمارے رب!	يَتَوَلَّى	منہ پھیرے گا
إِلَيْهِ	ابراہیم کی	لَا تَجْعَلْنَا	نہ بنائیں آپ ہمیں	فَإِنَّ اللَّهَ	پس بے شک اللہ تعالیٰ
لَا تَسْتَغْفِرُ	اپنے باپ سے	فِتْنَةً	آزمائش	هُوَ الْعَلِيُّ	ہی بے نیاز
	ضرور معافی مانگوں گا میں	لِلَّذِينَ كَفَرُوا	کافروں کے لئے	الْحَمِيدُ	ستودہ صفات ہیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی، پھر اپنی قوم کی طرف منہ نہیں کیا، تم بھی وہی کرو

اب نصیحت کرتے ہیں کہ تمہارے لئے بہترین نمونہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھی ہیں، تم ملتِ ابراہیمی پر ہو، تمہارے لئے ان سے بہتر کوئی اسوہ نہیں ہو سکتا، ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے اپنی قوم سے علاحدگی اختیار کر لی تھی، اور بیزاری ظاہر کر دی تھی، صاف کہہ دیا تھا کہ تم اللہ کے منکر ہو، اس لئے جب تک شرک چھوڑ کر ایک اللہ کی بندگی نہیں کرو گے ہمارا تمہارا کچھ تعلق نہیں، ہم تم سے اظہار بے تعلقی کرتے ہیں، اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے (۱) کفر بہ: بے تعلقی کا اظہار کرنا (۲) یقول: مضارع مجزوم جب تو لگی: عن کے ساتھ متعدی ہو، خواہ عن مذکور ہو یا پوشیدہ تو منہ پھیرنے اور نزو کی چھوڑنے کے معنی ہوتے ہیں، یہاں عن محذوف ہے۔

لئے عداوت کھلی ہے، ہاں تم شرک چھوڑ کر ایک اللہ کے بندے بن جاؤ تو پھر ہم اور تم ایک ہیں۔

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءُؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَغَفَرْنَا بَعْدَكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحَدُّهُ﴾:

ترجمہ: واقعہ یہ ہے کہ تمہارے لئے ابراہیمؑ میں اور ان لوگوں میں جو ان کے ساتھ تھے ایک عمدہ نمونہ ہے، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو: بیزار ہیں، ہم تم سے بے تعلق ہیں، اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا، جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ۔

ابراہیم علیہ السلام نے باپ سے جو استغفار کا وعدہ کیا تھا وہ قطع تعلق کے منافی نہیں

جب ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی تو باپ سے یہ کہہ کر چلے گئے تھے کہ میں آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا، مگر استغفار کو قبول کروانا میرے اختیار میں نہیں یعنی تو کفر پر مرا تو میں تجھے بخشوا نہیں سکتا: یہ وعدہ قطع تعلق کے منافی نہیں، اس استغفار کا حاصل طلب ہدایت ہے، اور کافر کی حیات میں ایسی دعا ہر شخص کر سکتا ہے، شاید کسی کو غلط فہمی ہو اس لئے یہ استثناء فرمایا، پھر جب ان کا باپ کفر پر مرا تو آپ اس سے بے تعلق ہو گئے [التوبہ: ۱۱۴]

﴿إِنَّا قَوْلُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبْنَيْهِ لَا اسْتَغْفِرُ لَكَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ﴾

ترجمہ: لیکن ابراہیمؑ کی اتنی بات تو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ میں تمہارے لئے استغفار ضرور کروں گا، اور تمہارے لئے مجھ کو خدا کے آگے کسی بات کا اختیار نہیں (تھانوی)

فائدہ: متشکی بظاہر دو چیزیں ہیں: (۱) میں ضرور استغفار کروں گا (۲) مجھے کوئی اختیار نہیں — لیکن مجموعہ کا استثناء پہلے جزء کے اعتبار سے ہے، اور دوسرا جزء جمعاً آگیا ہے (بیان القرآن)

ابراہیم علیہ السلام اور مومنین کی دودعائیں، انبیاء کی دعاؤں میں بھی تعلیم ہوتی ہے

ابراہیم علیہ السلام نے اور ان کے ساتھیوں نے دودعائیں کیں، ان میں بھی اس امت کے مومنین کے لئے سبق ہے، ان کو بھی یہ دعائیں کرنی چاہئیں:

پہلی دعا: الہی! ہم سب کو چھوڑ کر تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں، اور ہم قوم سے ٹوٹ کر تیری طرف رجوع ہوتے ہیں، اور ہم خوب جانتے ہیں کہ سب کو پھر کر آپ ہی کے پاس آنا ہے۔

دوسری دعا: اے الہی! ہمیں کافروں کا تختہ مشق مت بنا، وہ ہم پر ظلم و ستم کے پہاڑ نہ توڑیں، اور الہی! ہماری کوتاہیوں کو معاف فرما، ہماری تقصیرات سے درگزر فرما! آپ زبردست حکمت والے ہیں، آپ کے دست قدرت میں سب کچھ ہے، ہمیں دشمنوں کے مقابلہ میں مغلوب و مقہور نہ ہونے دے!

﴿رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَاعْفُ رُبَّنَا ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝﴾

ترجمہ: (۱) اے ہمارے پروردگار! ہم آپ پر بھروسہ کرتے ہیں، اور آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے (۲) اے ہمارے پروردگار! ہمیں کافروں کا تختہ مشق مت بنا، اور ہمارے گناہ بخش دے، اے ہمارے پروردگار! بے شک آپ ہی زبردست حکمت والے ہیں۔

ترغیب کے ساتھ ترہیب بھی

گذشتہ نصیحت: جس میں ترغیب تھی: اس کے ساتھ ترہیب (دھمکی) کو ملا کر بحث ختم کرتے ہیں۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَفَضَلَ اللَّهُ فَاكَ اللَّهُ هُوَ الْغَفِيُّ الْحَمِيدُ ۝﴾

ترجمہ: بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ان لوگوں میں — ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں میں — تمہارے لئے عمدہ نمونہ ہے ایسے شخص کے لئے جو اللہ کی اور آخری دن کی امید رکھتا ہے — یہ ترغیب ہے — اور جو روگردانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ بے نیاز سزاوارحہد ہیں — یہ ترہیب ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا طرز اپناؤ، اگر اس کے خلاف چلو گے اور دشمنی سے دوستانہ گناہو گے تو خوف نقصان اٹھاؤ گے، اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑو گے، وہ بے نیاز اور تمام خوبیوں کے مالک ہیں۔

عَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوْدَّةً ۖ وَاللَّهُ قَدِيرٌ ۖ
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ لَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ
يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝
إِنَّمَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ
وَأَخْرَجُوا عَلَىٰ إِيحَارِكُمْ أَنْ تَتَوَلَّوهُمْ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝

عَسَىٰ اللَّهُ ^(۱)	ہو سکتا ہے اللہ	عَنِ الَّذِينَ	ان لوگوں سے جو	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
أَنْ يَجْعَلَ	کہ کرویں	لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ	نہیں لڑتے تم سے	عَنِ الَّذِينَ	ان لوگوں سے جو
بَيْنَكُمْ ^(۲)	تمہارے درمیان	فِي الَّذِينَ	دین میں	فَتَتَلَوَّكُمْ	لڑے تم سے
وَبَيْنَ الَّذِينَ	اور ان کے درمیان	وَلَمْ يُخْرِجُوا	اور نہیں نکالا تم کو	فِي الَّذِينَ	دین میں
عَادِيَتِهِمْ	دشمنی ہے تمہاری	مَنْ دِيَارِكُمْ	تمہارے گھروں سے	وَأَخْرَجُوا	اور نکالا تم کو
مِنْهُمْ ^(۳)	ان سے	أَنْ تَبْرُوهُمْ	کہ حسن سلوک کرو تم	مَنْ دِيَارِكُمْ	تمہارے گھروں سے
مَوَدَّةً	محبت	وَأَخْرَجُوا	ان سے	وَأَخْرَجُوا	اور ایک دوسرے کی
وَاللَّهُ	اور اللہ	وَتَقْسَطُوا	اور انصاف کا معاملہ کرو	وَاللَّهُ	مدد کی
قَدِيرٌ	قدرت والے ہیں	لَا إِلَهُمْ	ان کے ساتھ	عَلَىٰ أَخْرَاجِكُمْ	تمہارے نکالنے میں
وَاللَّهُ	اور اللہ	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	أَنْ تَوَلَّوْهُمْ	کہ دوستی کرو تم ان سے
عَفُورٌ	بڑے بخشنے والے	يُحِبُّ	پسند کرتے ہیں	وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ	اور جو دوستی کرے گا
رَجِيمٌ	بڑے مہربان ہیں	الْمُقْسِطِينَ	انصاف کرنے والوں کو	وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ	ان سے
لَا يَنْهَكُمْ	نہیں روکتے تم کو	إِنَّا	اس کے سوا نہیں	فَاُولَٰئِكَ هُمُ	پس وہی لوگ
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	يَنْهَكُمْ	روکتے ہیں تم کو	الظَّالِمُونَ	گنہگار ہیں

مکہ والوں سے ترکِ موالات چند دن کے لئے ہے

مکہ والوں سے ترکِ موالات کا حکم مہاجرین پر بھاری تھا، اس لئے اب امید کی کرن دکھاتے ہیں کہ اللہ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ تمہارے بدترین دشمن مسلمان ہو جائیں، اور تمہارے اور ان کے درمیان دوستانہ تعلقات قائم ہو جائیں، چنانچہ فتح مکہ کے بعد ایسا ہی ہوا، مکہ کے سب لوگ مسلمان ہو گئے، اور ایک دوسرے کے خون کے پیالے سے ایک دوسرے پر جان چھڑکنے لگے، مگر فی الحال ترکِ موالات پر مضبوطی سے عمل ضروری ہے، اور کسی سے کوئی غلطی ہوگئی تو وہ اللہ سے معافی مانگے، اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے مہربان ہیں۔

(۱) عسی: فعل مقارب: امید ورجاء کے لئے ہے، اللہ: اس کا اسم ہے، اور جملہ أن يجعل خبر ہے (۲) بینکم: ظرف مستقر ہو کر جعل کا مفعول ثانی اور مودۃ: مفعول اول ہے (۳) منهم: ظرف مستقر ہو کر حال ہے (۴) جملہ أن تبرؤہم بدل ہے جملہ لم یقاتلوکم سے (۵) ظاہر مضافہ: ایک دوسرے کی مدد کرنا (۶) أن تولوہم: الذین سے بدل ہے۔

﴿عَسَىٰ اللَّهُ أَن يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ كَذَبْتُمْ عَنْهُمْ مَوَدَّةً ۚ وَاللَّهُ قَدِيرٌ ۚ وَاللَّهُ عَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تمہاری دشمنی ہے: دوستی کر دیں گے، اور اللہ کو بڑی قدرت ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑے رحم والے ہیں۔

جو کافر مسلمانوں کے ساتھ برسرِ پیکار نہیں ان کے ساتھ رواداری جائز ہے

مکہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو مسلمان نہیں ہوئے تھے، مگر مسلمانوں سے ان کو خدا اور بے خاش بھی نہیں تھی، نہ دین کے معاملہ میں مسلمانوں سے لڑے، نہ ان کو ستانے اور شہر بدر کرنے میں ظالموں کے مددگار بنے، اس قسم کے کافروں کے ساتھ نرمی، رواداری اور انصاف کا برتاؤ جائز ہے، اسلام کی تعلیم یہ نہیں کہ سب کافروں کو ایک لاشی سے ہانکا جائے، ایسا کرنا حکمت و انصاف کے خلاف ہوگا، ضروری ہے کہ معاند و مسلم میں فرق کیا جائے، ہاں ظالموں سے جو دوستانہ برتاؤ کرے وہ قابلِ مواخذہ ہے، ایسا شخص سخت گنہگار ہے۔

﴿لَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ إِنَّمَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ وَظَهَرُوا عَلَىٰ أَخْرَاجِكُمْ أَن تَتَوَلَّوهُمْ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں سے نہیں روکتے جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے، اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا کہ ان کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کرو، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔
— اللہ تعالیٰ تمہیں انہیں لوگوں سے نہیں روکتے ہیں جو تم سے دین کے بارے میں لڑے ہیں، اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے کہ ان سے دوستی کرو، اور جو ایسوں سے دوستی کرے گا وہی گنہگار ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ
بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ
وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۚ وَآتُوهُنَّ مَّا أَنفَقُوا ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمُ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا
أَتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ ۚ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسَلُّوا مِمَّا أَنفَقْتُمْ وَلَيْسَلُوا مِمَّا
أَنفَقُوا ۚ ذَلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ ۚ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ وَإِنْ فَاتَكُمْ

شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقِبْتُمْ فَاتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَا
 أَنْفَقُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	ایسے وہ لوگ جو ایمان لائے	وَأَتَوْهُمْ مِّنْ أَنْفَقُوا	اور دوئم ان کو جو خرچ کیا انھوں نے	وَاللَّهُ عَلِيمٌ	اور اللہ تعالیٰ
إِذَا جَاءَكُمْ	جب آئیں تمہارے پاس	وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ	اور نہیں کچھ گناہ تم پر	حَكِيمٌ	حکمت والے ہیں
الْمُؤْمِنَاتِ مَّهْجَرَاتٍ	مسلمان عورتیں وطن چھوڑ کر	أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْنَهُنَّ	کہ نکاح کرو ان سے جب دوئم ان کو	وَلَنْ فَاتَكُمْ	اور اگر تمہارے ہاتھ سے نکل جائیں
فَأَمْتَحِنُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمُ	پس جانچ لو ان کو اللہ خوب جانتے ہیں	أُجُورَهُنَّ وَلَا تُسِيكُونَا	ان کی اجرت اور نہ تمہارے رہو تم	شَيْءٌ	کچھ
فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ	پس اگر جانو تم ان کو	بِعَصَمٍ الْكُوفَرِ	عصمتیں کافر عورتوں کی	فَمِنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ	تمہاری بیویوں میں سے کافروں کی طرف
مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَزْنِيُوهُنَّ	ایماندار پس نہ لو ان کو	وَمَنْعُوا مِّنْ أَنْفَقْتُمْ	اور مانگ لو تم جو خرچ کیا تم نے	فَعَاقِبْتُمْ مِثْلَ	پس نمبر آئے تمہارا تودوان کو جو جاتی رہیں
إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ	کافروں کی طرف نہ وہ عورتیں	وَلَيْسَ لَكُنَّ مِّنْ أَنْفَقُوا	اور چاہئے کہ مانگیں وہ جو خرچ کیا انھوں نے	أَزْوَاجَهُمْ مِثْلَ	ان کی بیویاں جتنا انھوں نے خرچ کیا ہے
حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ	حلال ہیں ان کے لئے اور نہ وہ کافر	ذَلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ	یہ اللہ کا فیصلہ ہے	وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ	اور ڈرو اللہ سے تم
يَعْلَوْنَ لَهُنَّ	حلال ہیں ان عورتوں کے لئے	يَعْنَكُمْ بَيْنَكُمْ	فیصلہ کرتے ہیں وہ تمہارے درمیان	بِهِ مُؤْمِنُونَ	جس کا یقین کرنے والے ہو

(۱) عِصْمَ: جمع: ناموس، اصل معنی رسی اور مجازی معنی عقد نکاح (۲) الْكُوفَرُ: الکافرة کی جمع (۳) عاقب: معاقبہ: سزا دینا، نوبت آنا، غنیمت پانا۔

ترک موالات اس حد تک ضروری تھا کہ جن مسلمانوں کے نکاح میں

کافر عورتیں تھیں ان کو حکم دیا گیا کہ وہ ان کو چھوڑ دیں

یہ عنوان آیت کا ماقبل سے ربط ہے، اور وہ آیت میں ضمنی مضمون ہے، مگر ماقبل سے مربوط ہے۔ دشمنوں سے ترک موالات اس حد تک ضروری تھا کہ جن صحابہ کے نکاح میں کافر عورتیں تھیں ان کو حکم دیا گیا کہ وہ ان کو چھوڑ دیں، گھر میں کافر عورت ہوگی تو کوئی راز راز نہیں رہے گا، اور راز افشاء ہو جائے گا تو کامیابی کیسے ملے گی، جیسے آج کل عرب اسلامی حکومتوں کے امراء کے گھروں میں عیسائی یا یہودی لڑکی بیٹھی ہوئی ہے، اور لڑ بھی انھیں سے رہے ہیں، اس لئے ان کا ہر راز فاش ہو جاتا ہے، اور محنت پر پانی پھر جاتا ہے، وہ کہتے ہیں: اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ بے شک جائز ہے، مگر ہر جائز کام کرنے کا نہیں ہوتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے طلاق خواہ مخواہ نہیں دلائی تھی، اور حضرت صلاح الدین ایوبیؒ کی کامیابی کا راز یہی تو تھا کہ انھوں نے کسی عیسائی لڑکی کو حرم میں گھسنے نہیں دیا، اور امراء پر بھی سختی کی، اس لئے فتح نے ان کے قدم چومے!

صلح حدیبیہ کا اطلاق عورتوں پر نہیں ہوا

صلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ تھی کہ جو شخص مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ جائے گا: اس کو واپس کیا جائے گا، چنانچہ کئی حضرات حدیبیہ اور مدینہ سے واپس کئے گئے، پھر وہیں حدیبیہ میں چند خواتین آئیں، ان کے متعلقین ان کو لینے کے لئے آئے تو یہ آیت نازل ہوئی، اور مشرکین سے کہہ دیا گیا کہ عورتوں پر صلح کا اطلاق نہیں ہوتا، انھوں نے مان لیا، البتہ حکم دیا کہ ان عورتوں کو جانچا جائے، واقعی وہ مسلمان ہو کر آئی ہیں؟ اس کے لئے آئندہ آیت نازل ہوئی جو عورت بیعت کی ان دفعات کا اقرار کرتی اس کو مسلمان سمجھا جاتا، اور اس کا مہر کفار کو واپس کیا جاتا۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ﴾: اے ایمان والو! جب تمہارے

پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان لو ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ﴾: اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو خوب جانتے ہیں۔ یعنی امتحان سے حقیقی حالت تو معلوم نہیں ہوتی، وہ تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں، بندوں کو تو حکم یہ ہے کہ ظاہر پر حکم دائر کریں: ﴿فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ﴾: پس اگر تم ان کو مسلمان سمجھو تو ان کو کفار کی طرف مت لوٹاؤ۔ کیونکہ صلح کا اطلاق عورتوں پر نہیں ہوتا، نیز: ﴿لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ﴾: وہ مسلمان عورتیں ان کفار کے لئے حلال نہیں، اور نہ وہ کفار ان مسلمان عورتوں کے لئے حلال ہیں۔ پس وہ عورتیں

ان کافروں کے گھر حرام میں پڑیں گی ﴿وَأَتَوْهُمْ مِّنَّا أَنْفَقُوا﴾ اور ان کو دیدو جو انھوں نے خرچ کیا ہے — یعنی ان کا مہر ان کے شوہروں کو پھیر دو: ﴿وَلَا جُنَامَ عَلَيْكُمْ أِنْ تَكَفُّوهُمْ إِذَا أَتَيْتُمُوهُمْ أَجُورَهُمْ﴾ اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان عورتوں سے نکاح کرو، جب تم ان کو ان کے مہر دو — یعنی نکاح کرنے والا مسلمان ایک تو کافر شوہر کا مہر لوٹائے، دوسرا: عورت کو نیا مہر دے کر نکاح میں لائے: ﴿وَلَا تَنْسَوُا بَعْضَ الْكُفَّارِ وَاسْتَلُوا مِّنَّا أَنْفَقْتُمْ وَلَيْسَ لَكُم مِّنَّا أَنْفَقُوا﴾ اور تم کافر عورتوں کے تعلقات باقی مت رکھو — یعنی تمہاری جو عورتیں کافر ہیں ان کو طلاق دیدو — اور مانگ لو جو تم نے خرچ کیا ہے — یعنی جو مہر دیا ہے وہ نکاح کرنے والے کافر سے لے لو — اور چاہئے کہ وہ کافر بھی مانگ لیں جو کچھ انھوں نے خرچ کیا ہے — یہی انصاف اور برابری ہے، جب یہ حکم اتر تو مسلمان تیار ہوئے دینے کو بھی اور لینے کو بھی، مگر کفار لینے کو تو تیار ہو گئے دینا قبول نہ کیا: ﴿ذَٰلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ يَخْلُكُم بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ یہ اللہ کا فیصلہ ہے، وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتے ہیں — یعنی اُن عورتوں کو واپس نہیں کیا جائے گا، ہاں ان کا مہر لوٹایا جائے گا، اور تمہاری کافر عورتوں کو بھی چھوڑ دیا جائے گا، یہ سب اللہ کے فیصلے ہیں — اور اللہ خوب جاننے والے حکمت والے ہیں۔

﴿وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمُ إِلَى الْكُفَّارِ فَمَا اقْبَلْتُمْ فَاتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَا أَنْفَقُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ﴾

ترجمہ: اور اگر تمہاری کوئی بیوی تمہارے ہاتھ سے نکل کر کافروں کے پاس پہنچ جائے — اور وہ اس کا مہر واپس نہ کرے — پھر تمہاری باری آئے — یعنی کسی مسلمان عورت کا مہر واپس کرنے کا موقع آئے یا غنیمت حاصل ہو — تو جن کی بیویاں ہاتھ سے نکل گئی ہیں: جتنا انھوں نے خرچ کیا ہے اس کے برابر تم ان کو دیدو — اور باقی بچے وہ کافر شوہر کو دیدو، مثلاً ہزار دینا ہے اور پانچ سو لینا ہے، تو وہ پانچ سو مسلمان کو دیدو، اور باقی پانچ سو کا کافر شوہر کو دیدو — اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو — اللہ اکبر! کس قدر عدل و انصاف ہے، لیکن اس پر کار بند وہی ہوگا جس کے دل میں اللہ کا ڈر ہے، اور اس پر ٹھیک ٹھیک ایمان رکھتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ قَبَائِعُهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ إِنَّ

اللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا
مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ۝

یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ	اے پیغمبر	بُهِتَانٍ	بہتان (افترا)	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ	اے لوگو جو
إِذَا جَاءَكَ	جب آئیں آپ کے پاس	تَفْتَرِيْنَهُ	جس کو وہ گھڑ رہی ہوں	آمَنُوا	ایمان لائے
الْمُؤْمِنَاتُ	مسلمان عورتیں	بَيْنَ أَيْدِيَهُنَّ	اپنے ہاتھوں کے سامنے	لَا تَتَوَلَّوْا	نہ دوستی کرو
يُبَايِعُنَكَ	بیعت کر رہی ہیں آپ	وَأَرْجُلُهُنَّ	اور اپنے پیروں کے سامنے	قَوْمًا	ان لوگوں سے
عَلَىٰ أَن	اس بات پر کہ	وَلَا يَعْصِيَنَّكَ	اور نافرمانی نہیں کریں	غَضِبَ اللَّهُ	غضبناک ہیں اللہ
لَا يُشْرِكْنَ	نہیں شریک کریں گی وہ	كَأَنَّكَ	گی آپ کی	عَلَيْهِمْ	ان پر
بِاللَّهِ	اللہ کے ساتھ	فِي مَعْرُوفٍ	جائز کام میں	قَدْ يَئِسُوا	تحقیق آس توڑے
شَيْئًا	کسی چیز کو	فَبَايِعْهُنَّ	پس ان کو بیعت کر لیں	وَمِنَ الْآخِرَةِ	ہوئے ہیں
وَلَا يَسْرِقْنَ	اور چوری نہیں کریں گی	وَأَسْتَغْفِرْ	اور مغفرت طلب کریں	مِنَ الْآخِرَةِ	آخرت سے
وَلَا يَزْنِينَ	اور بدکاری نہیں کریں گی	لَهُنَّ اللَّهُ	ان کے لئے اللہ سے	كَمَا يَئِسَ	جیسا آس توڑے ہوئے ہیں
وَلَا يَقْتُلْنَ	اور قتل نہیں کریں گی	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	الْكُفَّارُ	کفار
أَوْ لَا دَهْنَ	اپنی اولاد کو	غَفُورٌ	بڑے گناہ بخشے والے	مِنَ أَصْحَابِ	قبر والوں سے
وَلَا يَأْتِينَ	اور نہیں لائیں گی وہ	رَّحِيمٌ	بڑے مہربان ہیں	الْقُبُورِ	

مسلمان عورتوں کو جو ہجرت کر کے آئیں: جانچنے کا طریقہ

رابطہ پہلے فرمایا تھا کہ مسلمان عورتوں کی جو ہجرت کر کے آئیں جانچ کی جائے، اس آیت میں جانچ کا طریقہ بیان کیا ہے، آیت میں چھ باتیں ہیں، جو عورت ان باتوں کا اقرار کرے اسے مسلمان سمجھا جائے۔

آیت بیعت: یہ آیت: آیت بیعت کہلاتی ہے، صحابہ نے نبی ﷺ سے مختلف بیعتیں کی ہیں، اس آیت میں جس بیعت کا ذکر ہے وہ ”بیعت سلوک“ ہے، بیعت سلوک: گناہوں سے بچنے اور نوافل اعمال کر کے جنت کے بلند درجات حاصل کرنے کے لئے ہے، نجات اخروی کے لئے یہ بیعت ضروری نہیں، ضروری ہوتی تو تمام صحابہ و صحابیات یہ بیعت کرتے، آخرت میں نجات کے لئے ایمان صحیح اور اعمال صالحہ کافی ہیں، اور جاہلوں کا جو خیال ہے کہ پیر کے بغیر نجات نہیں

ہو سکتی: یہ بات صحیح نہیں۔

بیعت سلوک کے تعلق سے مختلف نظریے:

جاننا چاہئے کہ بیعت سلوک کے تعلق سے دنیا میں تین نظریے پائے جاتے ہیں:

پہلا نظریہ: غیر مقلدین، سلفیوں، نجدیوں اور مودودیوں کا ہے، ان کے نزدیک بیعت سلوک بے اصل ہے، اس کا کوئی ثبوت نہیں، بلکہ مودودی صاحب نے تو اس کو چھینا بیگم کہا ہے، چنیا بیگم افیم کو کہتے ہیں۔

دوسرا نظریہ: بریلویوں کا ہے، وہ کہتے ہیں: آخرت میں نجات کے لئے بیعت ضروری ہے، اور جس کا کوئی پیر نہیں: اس کا پیر شیطان ہے، بلکہ ان کے جاہل تو کہتے ہیں: گونگے پیر (قرآن کریم) سے نجات نہیں ہوگی، بولتا پیر (زندہ پیر) چاہئے۔

تیسرا نظریہ: علمائے دیوبند کا ہے، وہ کہتے ہیں بیعت سلوک کا قرآن وحدیث سے ثبوت ہے، مگر نجات اخروی کے لئے بیعت ضروری نہیں۔ نجات کا مدار ایمان صحیح اور اعمالِ صالحہ پر ہے۔ البتہ بیعت سلوک کے دو بڑے فائدے ہیں:

ایک: بیعت نوافل اعمال میں زیادتی اور اس کے ذریعہ جنت میں بلند درجات حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ آدمی خود بھی نوافل اعمال کر سکتا ہے مگر تجربہ یہ ہے کہ وہ کامیاب نہیں ہوتا اگر خود کو کسی کے سپرد کر دے تو یہ مقصد آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

دوسرا: بیعت کے ذریعہ باطن کی صفائی کی جاسکتی ہے، جس طرح ہمارا ظاہر میلا ہوتا ہے اور اس کو صاف کرنا پڑتا ہے، اسی طرح باطن بھی میلا ہوتا ہے اور اس کی صفائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ باطن کا میل اخلاقِ رذیلہ ہیں جس کی صفائی آنحضور ﷺ کا فرض منصبی تھا، سورۃ البقرۃ (آیت ۱۲۹) میں آنحضور ﷺ کے چار فرائض بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے ایک: ﴿لِيُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ﴾: میری بعثت اخلاقِ حسنہ کی تعلیم کے لئے ہوئی ہے، یہ مقصد بھی بیعت ہی کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔

بیعت سلوک کی دفعات:

بیعت سلوک مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں ہیں، اور اس کی دفعات میں کمی بیشی ہو سکتی ہے، مثلاً ایک شخص غیبت کرتا ہے، جب اس کو بیعت کریں گے تو کہلوائیں گے کہ میں غیبت نہیں کروں گا، یا کسی جگہ اغلام کی دبا عام ہے، وہاں لوگوں

سے یہ گناہ نہ کرنے کا بھی عہد لیں گے، یا کسی جگہ میت کا ماتم کیا جاتا ہے تو نوحہ نہ کرنے کا عہد بھی عورتوں سے لیں گے، یا کوئی شخص نماز میں سستی کرتا ہے تو جماعت کے ساتھ پابندی سے نماز پڑھنے کا عہد لیں گے۔ اس آیت میں بیعت سلوک کی چھ دفعات ہیں:

۱- اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ شرک دو ہیں: شرک جلی اور شرک خفی، شرک جلی: شرک اکبر ہے، یہ مشرکین کا شرک ہے، اور شرک خفی کی بہت سی شکلیں ہیں، مثلاً: قبر کا طواف کرنا، قبروں کو سجدہ کرنا، ان کو چومنا، صاحب قبر کی منت ماننا وغیرہ سب شرک کی باتیں ہیں، اور ریا کاری سے بھی عمل خراب ہو جاتا ہے، پس ہر طرح کے شرک سے بچنا ضروری ہے، شرک جلی سے بھی اور شرک خفی سے بھی۔

۲- چوری نہ کرنا، یہ بیماری مردوں میں بھی ہوتی ہے اور عورتوں میں زیادہ ہوتی ہے۔

۳- زنا سے بچنا، عربوں میں زنا کوئی برائی نہیں تھی، جیسے یورپ اور امریکہ میں یہ کوئی گناہ نہیں، مرد و زن باہمی رضامندی سے جو چاہیں کریں، اس لئے بیعت میں اس گناہ سے بچنے کا بھی عہد لیا جائے گا۔

۴- اولاد کو قتل نہ کرنا، قتل اولاد کا بھی عربوں میں عام رواج تھا، لڑکوں کو رزق کے ڈر سے قتل کرتے تھے، اور لڑکیوں کو عار کے خوف سے لڑکی ہوگی تو کسی کو داماد بنانا پڑے گا۔

۶- افتراء کرنا، کسی کا بچہ کسی کی طرف منسوب کرنا، مثلاً: عورت نے زنا کیا، اس سے حمل ٹھہر گیا، تو وہ بچہ شوہر کا کہلائے گا، حالانکہ وہ اس کا نہیں۔

۶- کسی بھی نیک کام میں نافرمانی نہ کرنا، معروف: وہ کام ہے جو شرعاً جائز ہے، اور جو جائز نہیں وہ منکر ہے۔

آیت کریمہ: اے نبی! جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس ان باتوں پر بیعت کرنے کے لئے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی، اور چوری نہیں کریں گی، اور بدکاری (زنا) نہیں کریں گی، اور اپنے بچوں کو قتل نہیں کریں گی، اور بہتان کی اولاد نہیں لائیں گی، جس کو انھوں نے اپنے ہاتھوں پیروں کے سامنے گھڑ لیا ہو، اور مشروع باتوں میں آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کریں گی: تو آپ ان کو بیعت کر لیں، اور ان کے لئے اللہ سے گناہوں کی بخشش چاہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں۔

فائدہ: قتل اولاد کے بہت سے درجات ہیں، پیدا ہونے کے بعد بچہ کو مار ڈالنا، روح پڑنے کے بعد حمل گرا دینا، روح پڑنے سے پہلے حمل گرا دینا، اور مانع حمل صورتیں اختیار کرنا، مسلم شریف میں عزل کو چپکے سے بچہ کو زندہ درگور کرنا کہا ہے، جب قتل کے درجات مختلف ہیں تو احکام بھی مختلف ہونگے، تفصیل تحفۃ اللمعی (۳: ۵۶۹-۵۷۱) میں ہے۔

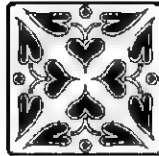
یہود سے بھی سوالات کی ممانعت

یہود مبغوض علیہم قوم ہے، سورۃ الفاتحہ: ﴿الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ﴾ کی تفسیر میں حدیث میں یہود کی مثال دی ہے، اور سورۃ المائدہ (آیت ۶۰) میں ان کے حق میں: ﴿غَضِبَ عَلَيْنَا﴾ آیا ہے، اس لئے اب آخری حکم دیتے ہیں کہ یہود سے بھی دوستی مت کرو، وہ ایسی قوم ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہیں، اور وہ آخرت سے مایوس ہیں، جیسے کفار مردوں کی حیاتِ نو سے مایوس ہیں، دونوں میں نقطہ اشتراک مایوسی ہے، اگرچہ مایوسی مختلف ہے، ایک کی عملی ہے دوسرے کی اعتقادی، مگر نتائج دونوں کے ایک ہیں، اور وہ بددینی کی زندگی ہے۔ آج نام نہاد مسلمان بھی بے دھڑک برائیاں کرتے ہیں، کیونکہ وہ بھی آخرت سے مایوس ہیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی مت کرو جن پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہیں — یعنی یہود سے — جو آخرت سے مایوس ہو چکے ہیں، جیسے کفار قبر والوں سے مایوس ہو چکے ہیں — یعنی ان کو امید نہیں کہ قبر سے کوئی اٹھے گا۔

﴿۸﴾ شعبان ۱۴۳۷ھ = ۱۶ مئی ۲۰۱۶ء



بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۃ الصف

رابطہ: گزشتہ سورت کے شروع میں بیان کیا ہے کہ حزب اللہ (اللہ کے لشکر) کی کامیابی کے لئے منفی پہلو سے شرط یہ ہے کہ کوئی بھی مسلمان دشمن سے ساز باز نہ کرے، جاسوسی نہ کرے، راز افشاء نہ کرے ورنہ کامیابی مشکل ہوگی، اب بتلاتے ہیں کہ مثبت پہلو سے شرط یہ ہے کہ اسلامی لشکر سیسہ پلائی ہوئی عمارت کی طرح یک جہت ہو کر اور ڈٹ کر لڑے، تاکہ کوئی رخنہ نہ پڑے، کیونکہ اگر فوجیوں کے قدم اکھڑ گئے تو کامیابی قدم پیچھے ہٹالے گی، اس پوری سورت میں اسی کا ذکر ہے۔

سورت کے مضامین: سورت تقدیس و تجید کے بیان سے شروع ہوئی ہے، پھر یہ تنبیہ ہے کہ مسلمان کو گفتار کاغازی نہیں ہونا چاہئے، کردار کاغازی بنے، یہ تنبیہ شان نزول کے اعتبار سے ہے، پھر بتلایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے، اور اسلام عالم گیر مذہب ہے، اس لئے اس کے دشمن بہت ہیں، اس لئے اسلامی جہاد ہمیشہ جاری رہے گا، پھر عموم بعثت کا بیان ہے کہ خاتم النبیین ﷺ کی نبوت عالم گیر ہے، آپؐ سے پہلے خاص قوم اور خاص علاقہ کے لئے انبیاء مبعوث کئے جاتے تھے، موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی نبوتیں بھی خاص تھیں، وہ صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کئے گئے تھے، دونوں نے بنی اسرائیل کو مخاطب بنایا ہے کہ ہم تمہاری طرف مبعوث کئے گئے ہیں، پھر عمومی بعثت کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے، مگر جب عام بعثت کا دور شروع ہوا، اور خاتم النبیین ﷺ واضح دلائل (قرآن) کے ساتھ مبعوث ہوئے تو اہل کتاب نے اس کو جادو کہہ دیا، ایمان نہیں لائے، مگر اسلام کا چراغ چھوٹوں سے بجھایا نہیں جاسکتا، اس کی روشنی پھیل کر رہی، اس نے تمام ملتوں کو چٹ کر دیا، پھر آخری رکوع میں جہاد کی ترغیب ہے، عربوں کا ذریعہ معاش کھیتی باڑی اور گلہ بانی نہیں تھا، وہ تجارت پیشہ تھے، اس لئے ان کو بہترین تجارت بتائی، اور وہ جان و مال سے جہاد کرنا ہے، اور فتح قریب کی خوش خبری سنائی، پھر آخر میں عیسائیوں کی مثال دی کہ وہ بھی شروع میں تھوڑے تھے، صرف بارہ حواری تھے، اور یہود ان کے دشمن تھے، مگر جب انھوں نے جہاد شروع کیا تو اللہ نے ان کی مدد کی، اور وہ اپنے دشمنوں پر غالب آ گئے، یہ مثال اس امت کو سنائی ہے کہ وہ اپنی قلت کا رونا نہ روئیں، کمر ہمت باندھیں، ہمت مردانہ مدد خدا!

سورت کا شان نزول: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: صحابہ کی ایک جماعت نے آپس میں مذاکرہ کیا کہ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے؟ تو ہم اس پر عمل کریں (اور ایک روایت میں ہے کہ بعض نے کہا: اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے؟ تو ہم جان و مال کی بازی لگا دیں! اور مسند احمد (۴۵۳:۵) میں یہ بھی ہے کہ ان حضرات نے چاہا کہ کوئی صاحب جا کر نبی ﷺ سے یہ بات دریافت کریں مگر کسی کی ہمت نہ ہوئی) پس اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصف نازل فرمائی (اور آپؐ نے سب کو نام بلایا، اور ان کو یہ سورت پڑھ کر سنائی، جو اسی وقت نازل ہوئی تھی) (ترمذی حدیث ۳۳۲۲ تفسیر سورۃ الصف)

۱۰۹

سُورَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۹)

۱۰۹

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سَبِّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ يَٰ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا ۖ كَانَتْهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُوصٌ ۝

سَبِّحَ لِلَّهِ	اللہ کی پاکی بولتا ہے	لِمَ تَقُولُونَ	کیوں کہتے ہو	يُحِبُّ	پسند کرتے ہیں
مَا فِي السَّمَوَاتِ	جو کچھ آسمانوں میں ہے	مَا لَا تَفْعَلُونَ	جو کرتے نہیں	الَّذِينَ	ان کو جو
وَمَا فِي الْأَرْضِ	اور جو کچھ زمین میں ہے	كَبُرَ مَقْتًا	بڑی بیزاری کی بات ہے	يُقَاتِلُونَ	لڑتے ہیں
وَهُوَ الْعَزِيزُ	اور وہ زبردست	عِنْدَ اللَّهِ	اللہ کے نزدیک	فِي سَبِيلِهِ	اس کی راہ میں
الْحَكِيمُ	حکمت والے ہیں	أَنْ تَقُولُوا	کہہ دو	صَفًّا	قطار باندھ کر
يَٰ أَيُّهَا الَّذِينَ	اے لوگو جو	مَا لَا تَفْعَلُونَ	جو کر نہیں	كَانَتْهُمْ بُنْيَانٌ	گویا وہ عمارت ہیں
آمَنُوا	ایمان لائے	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	مَرْصُوصٌ	سیسہ پلائی ہوئی

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے

سورت کا آغاز تسبیح و تحمید سے ہوا ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے کہ وہ بے عیب ہیں، اُن میں کوئی کمی نہیں، یہ تسبیح ہے، اور وہ زبردست حکمت والے ہیں، یہ تحمید ہے یعنی تمام کمالات ان کی ذات میں مجتمع ہیں۔

پھر اُن حضرات سے خطاب ہے جن کا ذکر شان نزول کی روایت میں آیا ہے جنہوں نے مسجد نبوی میں بیٹھ کر عہد کیا تھا کہ اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کو سب سے زیادہ کونسا عمل پسند ہے تو وہ اس کے لئے جان کی بازی لگا دیں گے، ان کو تنبیہ کی ہے کہ یہ بات صرف زبانی جمع خرچ کی حد تک نہیں رہنی چاہئے، آدمی کو ایسی بات نہیں کہنی چاہئے جسے کرے نہیں، آدمی کو چاہئے کہ کردار کا عادی بنے، گفتار کا نہیں، اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت ہی ناپسند ہے کہ آدمی ایک بات کہے اور

اس کو کرے نہیں۔

اس تنبیہ کے بعد بتلایا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتے ہیں جو اس کے راستہ میں اس طرح صف بستہ لڑتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں جس میں کوئی رخنہ نہیں پر سکتا، قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں اس کے علاوہ بھی جہاد کے بے شمار فضائل آئے ہیں، اتنے کہ خواتین اسلام کی رال ٹپک گئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد کے بہت فضائل ہیں: پس کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپؐ نے فرمایا: لَا، لَكُنَّ أَفْضَلُ الْجِهَادِ حَجَّ مَبْرُورًا: نہیں، تمہارا بہترین جہاد مقبول حج ہے (بخاری حدیث ۱۵۲۰) جہاد بھاری کام ہے، عورتوں کا دل گردہ نہیں کہ وہ یہ کام کر سکیں۔ اس لئے ان کو اس فریضہ سے مستثنیٰ رکھا گیا، اور ان کے لئے متبادل (حج مقبول) تجویز کیا۔

آیات پاک: — اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں، اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں؟ اللہ کے نزدیک بڑی بیزاری کی بات ہے کہ آدمی وہ بات کہے جو کرے نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتے ہیں جو اس کے راستہ میں قطار باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں!

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يُقَوْمِ لِمَ تُوذُّونَنِي وَقَدْ تَعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ ۖ فَلَمَّا زَاغُوا أَزْغَا اللَّهُ قُلُوبَهُمْ ۖ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَبْنِي إِسْرَءِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي ۖ اسْمُهُ أَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ ۖ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ يُرِيدُونَ لِيُطْفِقُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

اپنی قوم سے

لِقَوْمِهِ

موسیٰ نے

مُوسَىٰ

اور جب کہا

وَإِذْ قَالَ

يَعْتَمِرُ لِمَعْنُوذَةٍ وَتَنِي وَقَدْ تَعْلَمُونَ اَتَى رَسُولُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ فَلَمَّا زَاغُوا اَمْرًا غَايَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰٓدَيِّ اِسْرَءِيْلَ اِنِّیْ رَسُوْلٌ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ	اے میری قوم! کیوں ستاتے ہو مجھ کو جبکہ تم جانتے ہو کہ میں رسول ہوں اللہ کا تمہاری طرف پس جب ٹھہرے ہوئے وہ (تو) ٹیڑھا کر دیا اللہ نے ان کے دلوں کو اور اللہ تعالیٰ نہیں راہ دیتے لوگوں کو نافرمان اور جب کہا عیسیٰ بیٹے مریم نے اے بنی اسرائیل بیشک میں رسول ہوں اللہ کا تمہاری طرف تصدیق کرنے والا اس کی جو میرے سامنے ہے	مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَّاتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ اَحْمَدُ (۲) فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكُذِبَ وَهُوَ يَذَّكَّرُ اِلَى الْاِسْلَامِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي	یعنی تورات کی اور خوشخبری دینے والا ایک عظیم رسول کی (جو) آئیں گے میرے بعد ان کا نام احمد ہے پس جب آئے وہ ان کے پاس واضح دلائل کے ساتھ (تو) کہا انھوں نے یہ جادو ہے کھلا اور کون بڑا ظالم ہے اس سے جس نے گھڑا اللہ پر جھوٹ درحالیکہ وہ بلایا جاتا ہے اسلام کی طرف اور اللہ تعالیٰ راہ نہیں دیتے	الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ يُرِيدُونَ لِيُظْفَرُوا نُودَ اللّٰهُ يَا فَاوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمِّمٌ نُّوْرِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ هُوَ الَّذِي اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنٍ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ	نا انصاف لوگوں کو چاہتے ہیں وہ (ان کی کتاب) کہ بجا دیں اللہ کی روشنی کو اپنے منہوں سے اور اللہ تعالیٰ پورا کرنے والے ہیں اپنی روشنی کو اگرچہ ناپسند کریں منکرین وہی جنھوں نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور دین کے ساتھ سچے تاکہ اوپر کرے وہ اس کو ادیان پر سارے اگرچہ ناپسند کریں مشرکین
--	---	--	---	---	---

(۱) رسول کی تنوین تعظیم کے لئے ہے، یعنی عظیم المرتبت رسول (۲) احمد: اکبر کے وزن پر اسم تفضیل ہے: اللہ کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا، مضارع واحد متکلم نہیں۔

عموم بعثت اور یہود و نصاریٰ کا موقف

اسلام ہی آفاقی اور ابدی مذہب ہے، موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی نبوتیں بنی اسرائیل کے لئے خاص تھیں نبی ﷺ سے پہلے نبوتیں اور رسالتیں خاص ہوتی تھیں، انبیاء و رسل خاص اقوام اور خاص علاقوں کی طرف مبعوث کئے جاتے تھے، پھر دور آخر میں خاتم النبیین ﷺ مبعوث ہوئے، آپ کی نبوت آفاقی تھی، تمام سلسلوں کو آپ کی ذات میں سمیٹ لیا گیا، یہاں تک کہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی رسالتیں بھی خاص بنی اسرائیل کے لئے تھیں، دونوں پیغمبروں نے بنی اسرائیل سے خطاب کیا ہے کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ساتھ ہی بنی اسرائیل کو ایک عظیم المرتبت رسول کی خوش خبری بھی سنائی ہے، مگر جب وہ عظیم الشان رسول مبعوث ہوئے اور واضح دلائل (قرآن) کے ساتھ آئے تو یہود و نصاریٰ نے اس کو جادو قرار دیا، اور ایمان نہیں لائے، بلکہ افتراء کیا کہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی نبوتیں ابدی تھیں، حالانکہ وہ جھوٹ تھیں، ابدی مذہب تو اسلام ہی ہے، اسی کی ان کو دعوت دی جا رہی ہے، مگر اللہ تعالیٰ نا انصافوں کو قبول حق کی راہ نہیں دیتے، اب اہل کتاب اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں، لیکن جسے اللہ رکھے اسے کون چکھئے! اللہ کا نور چار دنا گِ عالم میں پھیل کر رہے گا، بلکہ ان کے گھروں میں بھی گھسے گا، چاہے ان کو کتنا ہی ناگوار ہو، اور مشرکین بھی دین اسلام کی برتری نہیں چاہتے، مگر اسلام تمام ادیان کو چپ کر کے رہے گا، اور ان کی ناک خاک آلود ہوگی۔ یہی دو (کفار و مشرکین) اسلام کے دشمن ہیں، اس کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتے رہتے ہیں، اس لئے ان سے نمٹنے کے لئے مجاہدین ہر وقت تیار ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کو اپنوں نے ستایا:

یہ تو آیات کا خلاصہ تھا، اب آیات میں جو مخفی مضامین ہیں ان کو بیان کرتا ہوں، یوں تو سبھی انبیاء و رسل کو سخت حالات سے گزرنا پڑا ہے، مگر وہ تکالیف مخالفین کی طرف سے تھیں، اس لئے ان کا شکوہ بیکار تھا، اور موسیٰ علیہ السلام کو اپنوں کی طرف سے اذیتیں پہنچتی تھیں، اس لئے آپ نے قوم سے شکوہ کیا: (۱) جب فرعون نے دوسری مرتبہ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو قوم نے اس کا ردّ موسیٰ علیہ السلام کے سر رکھا: ﴿قَالُوا اَوْذَيْنَا مِنْ قَبْلُ اَنْ تَاْتِيَنَا وَهِيَ بَعْدَ مَا جِئْتَنَا﴾ قوم کے لوگ کہنے لگے کہ ہم تو ہمیشہ مصیبت میں رہے، آپ کے آنے سے پہلے بھی اور آپ کے آنے کے بعد بھی [الاعراف ۱۲۹] (۲) میدانِ تیبہ میں پہنچے تو چمڑا بنا کر پوجنے لگے، اور کہنے لگے: یہی موسیٰ کا معبود ہے، وہ اس کو بھول کر طور پر معبود کی تلاش میں گئے ہیں [طہ ۸۸] (۳) آپ پر شرمناک بیماری کا الزام لگایا، جس سے اللہ نے آپ کو

بری کیا [الاحزاب ۶۹] (۴) حکم آیا کہ علقہ سے جہاد کرو، اور بیت المقدس میں جا، سو پس قوم نے کہہ دیا: آپ اور آپ کے خدا جائیں، اور لڑیں، ہم تو یہاں ہی مریں گے [المائدہ ۲۴] یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام کو دعا کرنی پڑی: ﴿رَبِّ اِنِّیْ لَا اَمْلِکُ، اِلَّا نَفْسِیْ وَآخِیْ فَاَفَرِّقْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ۝﴾ اے میرے پروردگار! میں اپنا اور اپنے بھائی کا مالک ہوں، پس آپ ہمارے اور نافرمان قوم کے درمیان جدائی کر دیجئے [المائدہ ۲۵] (۵) ہجرانہ میں نبی ﷺ نے حنین کی غنیمت تقسیم کی تو ذوالخویرہ نے کہا: انصاف سے تقسیم نہیں ہوئی، ابن مسعودؓ نے یہ بات آپ کو پہنچائی، آپ نے فرمایا: نَزَحَ اللّٰهُ مُوسٰی! قَدْ اُوْدِیْ بِاَکْثَرٍ مِنْ هٰذَا فَصَبِّرْ: موسیٰ علیہ السلام پر اللہ کی رحمت! وہ اس سے زیادہ ستائے گئے، پس انھوں نے صبر کیا (بخاری حدیث ۳۱۵۰) اسی کا موسیٰ علیہ السلام نے شکوہ کیا ہے کہ تم دل میں یقین رکھتے ہو کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں، پھر تم رنج و جدہ حرکتیں کر کے مجھے کیوں ستاتے ہو!

برائیاں کرتے کرتے دل سخت ہو جاتا ہے:

حدیث میں ہے کہ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو دل میں سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے تو مٹ جاتا ہے، ورنہ بڑھتے بڑھتے سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے، بنی اسرائیل بھی ہر بات میں رسول سے ضد کرتے رہے، اور برابر ٹیڑھی چال چلتے رہے، پس اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا، اب ان کے دلوں میں سیدھی سچی بات قبول کرنے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہی، ایسے ضدی نافرمانوں کے بارے میں اللہ کی سنت یہ ہے کہ ان کو راہ ہدایت نہیں ملتی، چنانچہ یہود کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام آخری نبی ہیں، اور تورات آخری کتاب ہے، پھر کہتے ہیں کہ یہودیت نسلی مذہب ہے، اسرائیل کی اولاد ہی یہودی ہو سکتی ہے، پس کیا ساری دنیا قیامت تک جہالت کی تاریکی میں رہے گی، دین حق کی روشنی سے اللہ تعالیٰ لوگوں کی دستگیری نہیں فرمائیں گے؟ کیسی اٹنی سمجھ ہے! مگر عقل پر پتھر پڑ جائیں تو کوئی کیا کرے!

عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت: موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا متمم تھی:

موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں بہت انبیاء ہوئے، ایک نبی کی وفات ہوتی تو دوسرے کو نبوت مل جاتی، یہ سب انبیاء شریعت موسوی کی تعلیم تبلیغ کرتے تھے، تا آنکہ انبیائے بنی اسرائیل کے خاتم حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے، مگر آپ کی شریعت بھی: موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا متمم تھی، اور آپ کی کتاب انجیل تورات کا ضمیمہ تھی، اس لئے فرمایا کہ میں تورات کے منجانب اللہ ہونے کی تصدیق کرنے والا ہوں۔

عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو عظیم الشان رسول کی خوش خبری سنائی:

چونکہ عیسیٰ علیہ السلام اور خاتم النبیین ﷺ کے درمیان کوئی نبی نہیں، اس لئے عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو نبی

ﷺ کی آمد آمد کی خوش خبری سنائی، تاکہ جب وہ مبعوث ہوں تو بنی اسرائیل ان کی پیروی کریں، آپ نے احمدا نام سے بشارت سنائی، یہ صفاتی نام ہے، اور اکبر کے وزن پر اسم تفضیل ہے، یعنی اللہ کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا، تمام انبیاء نے مجموعی طور پر اللہ کی وہ تعریف نہیں کی جو آپؐ نے اکیلے کی ہے، آپؐ کے اذکار و ادعیہ کے ملاحظہ سے یہ بات واضح ہے، انجیل میں یونانی لفظ پیرا کلیٹس (Peroclitus) تھا، اس کی عربی فارقلیط ہے، یہ عربی کے احمدا کے ہم معنی ہے، عیسائی پادریوں نے بھی یہ بات تسلیم کی ہے، اور ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں نریشیش اور کلکی اوتار کے الفاظ سے پیشین گوئی ہے، نریشیش: محمد کے ہم معنی ہیں: یعنی ستودہ تعریف کیا ہوا، اور کلکی اوتار: خاتم النبیین کے ہم معنی ہے۔

مگر فحسوس: جب وہ عظیم الشان رسول واضح دلائل کے ساتھ مبعوث کئے گئے تو اہل کتاب نے ان دلائل کو کھلا جادو کہا، جادو بہت زود اثر ہوتا ہے، قرآن کریم بھی قوی التأثير ہے، پھر بھی وہ ایمان نہیں لائے، بلکہ جھوٹی بات یہ گھڑی کہ ان کا دین ابدی ہے، اور ان کے رسول اور اس کی کتاب آخری کتاب ہے، اور یہود نے کہا: نصرانیت بے بنیاد ہے، یہی بات عیسائی بھی کہتے ہیں [البقرہ ۱۱۳] حالانکہ دونوں تورات پڑھتے ہیں، اور دونوں کتابیں بائبل میں ساتھ جھپتی ہیں، پس دونوں میں سے ایک کی بات یقیناً جھوٹی ہے، بلکہ دونوں ہی غلط کہتے ہیں، مگر دونوں اسلام کے خلاف برسرِ پیکار ہیں، اسلام کو جڑ سے اکھاڑنا چاہتے ہیں، اس لئے مجاہدین ایک محاذ سے نمٹنے میں کہ دوسرا محاذ کھل جاتا ہے، مگر اسلام کی روشنی پھیلتی جا رہی ہے، وہ جتنا تپے گا اتنا ہی بڑھے گا، اور اس نے تمام ادیان کو چیت کر رکھا ہے، ان کی پیٹھ پر سوار ہے، کوئی اس سے لوہا نہیں لے سکتا، یہ مجاہدین کی محنت کا ثمرہ ہے، اللہم زدّہ!

﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يُقَوِّمُ لَكُمْ تَوَاضُعًا وَقَدْ تَعْلَمُونَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ ۖ فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ ۖ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ٥٠﴾

ترجمہ: — اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم مجھے کیوں ایذا پہنچاتے ہو، جبکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں؟ — معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت خاص بنی اسرائیل کے لئے تھی — پس جب وہ ٹیڑھے ہوئے تو اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا — پس اب سیدھی سچی بات بھی ان کے گلے نہیں اترتی — اور اللہ تعالیٰ حد اطاعت سے نکل جانے والوں کو راہ نہیں دیا کرتے — ایصال الی المطلوب کی نفی ہے۔

﴿وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَبْنِي إِسْرَءِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ ٥١﴾

ترجمہ: اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں —

معلوم ہوا عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت بھی بنی اسرائیل کے لئے خاص تھی۔ تصدیق کرنے والا ہوں اس تورات کی جو مجھ سے پہلے نازل کی گئی ہے۔ کیونکہ آپ کی شریعت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا تتمہ اور انجیل: تورات کا ضمیمہ تھی۔ اور خوش خبری سنانے والا ہوں اس عظیم رسول کی جو میرے بعد آئیں گے۔ یعنی میرے بعد اب ان کے علاوہ کوئی رسول نہیں آئے گا۔ جن کا (وصفی) نام احمد (بہت زیادہ اللہ کی تعریف کرنے والا) ہے۔ اسم علم (ذاتی نام) میں اشتباہ ہو سکتا ہے، کئی آدمی بچوں کا وہ نام رکھ لیں تو کیسے پہچانیں گے؟ اور وصفی نام میں اشتباہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ خوبی تو کسی ایک شخص میں پائی جائے گی۔ پس جب وہ (عظیم المرتبت رسول) ان کے پاس واضح دلائل کے ساتھ پہنچے۔ واضح دلائل سے مراد قرآن کریم ہے۔ تو انھوں نے کہا کہ یہ کھلا جادو ہے۔ مشرکین مکہ بھی قرآن کو جادو قرار دیتے تھے، کیونکہ قرآن جادو کی طرح زوداثر ہے۔

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾
ترجمہ: اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ گھڑتا ہے۔ کہتا ہے کہ اس کا مذہب ابدی ہے، اور اس کی کتاب آخری ہے۔ درحالیکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہے۔ جو آفاقی اور ابدی مذہب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نا انصافوں کو راہ نہیں دیا کرتے۔ جو انصاف سے کام لیتا ہے اسی کو ہدایت ملتی ہے۔

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾
﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾
ترجمہ: وہ (اہل کتاب) چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں، جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کر کے رہیں گے، خواہ کافر کتنے ہی ناخوش ہوں۔ اس آیت کا تعلق اہل کتاب سے ہے، وہ کافر ہیں کیونکہ وہ توحید کو تو مانتے ہیں مگر رسالت محمدیؐ کو نہیں مانتے۔

اللہ وہ ہیں جنھوں نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ وہ اس کو غالب کر دے سارے ادیان پر۔ غالب کر دے: یعنی چڑھ کر اوپر بیٹھ جائے، چت کر دے، اس میں اشارہ ہے کہ مذاہب باطلہ ختم نہیں ہونگے، اسلام کے سامنے دب جائیں گے۔ خواہ مشرکین کتنے ہی ناخوش ہوں۔ اس کا تعلق مشرکین کے ساتھ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۖ تُوْمِنُونَ
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۖ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ

لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ يَعْرِضُ لَكُمْ دُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلُكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَ مَسْكِنٍ طَيِّبَةٍ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ۚ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝
وَأُخْرَى يُحِبُّونَهَا ۖ نَصْرٌ مِنَ اللَّهِ وَ فَتْحٌ قَرِيبٌ ۚ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے لوگو جو ایمان لائے	وَأَنْفُسُكُمْ ذُنُوبَكُمْ	اور اپنی جانوں سے یہ	فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ	باغات میں ہمیشہ رہنے کے
هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تَجَارِكُمْ	کیا بتاؤں میں تمہیں ایسی سوداگری	خَيْرُكُمْ إِنْ كُنْتُمْ	بہتر ہے تمہارے لئے اگر ہو تم	ذَلِكَ الْفَوْزُ	یہ کامیابی ہے
تُحْيِيكُمْ مِّنْ عَذَابٍ	جو بچائے تمہیں عذاب سے	تَعْلَمُونَ يَعْرِضُ لَكُمْ	جانتے بخشیں گے تمہارے لئے	الْعَظِيمِ وَأُخْرَىٰ	بڑی اور ایک اور نعمت
الَّذِينَ تُؤْمِنُونَ	در دناک ایمان لاؤ تم	دُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلُكُمْ	تمہارے گناہوں کو اور داخل کریں گے تم کو	يُحِبُّونَهَا نَصْرٌ	جس کو تم پسند کرتے ہو (یعنی) مدد
بِاللَّهِ وَرُسُولِهِ	اللہ پر اور اس کے رسول پر	جَنَّاتٍ تَجْرِي	ایسے باغات میں بہتی ہیں	مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ	اللہ کی طرف سے اور فتح (کامیابی)
وَتُجَاوِزُونَ فِي سَيِّدٍ	اور لڑو تم راستے میں	مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ	ان کے نیچے نہریں	قَرِيبٌ وَبَشِيرٌ	نزدیکی اور خوش خبری دیں
اللَّهُ يَأْمُرُكُمْ	اللہ کے اپنے مالوں سے	وَمَسْكِنٍ طَيِّبَةٍ	اور گھروں میں سحرے	الْمُؤْمِنِينَ	مؤمنین کو

جہاد کی ترغیب اور فتح کی بشارت

اسلام غالب آئے گا، مگر اس کے لئے محنت درکار ہے، اور فتح قریب ہے، اس کے بعد اسلام کا بول بالا ہوگا —
حجاز میں غلہ وغیرہ پیدا نہیں ہوتا، عربوں کا ذریعہ معاش تجارت تھا، وہ سال میں دو سفر کرتے تھے، جاڑوں میں یمن جاتے تھے کہ وہ گرم تھا، اور گرمیوں میں شام جاتے تھے جو سرد اور شاداب ملک تھا، ان سے فرما رہے ہیں کہ کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو دنیا کی تجارت سے بہتر ہے؟ یہ تجارت تمہیں آخرت کے عذاب سے نجات دے گی۔

وہ تجارت یہ ہے: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرو، یہ دنیا کی تجارت سے بہتر ہے، اللہ تمہارے گناہ بخش دیں گے، اور باغات اور ہمیشہ رہنے کے سحرے مکانات عنایت فرمائیں گے، اور ہاں ایک اور نعمت جو تمہیں بہت پسند ہے عنایت فرمائیں گے، یعنی اللہ کی مدد آئے گی، مکہ مکرمہ فتح ہو جائے گا، اور اسلام کا بول بالا ہوگا۔

آیات پاک: — اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتلاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے بچالے؟ — اس میں دنیوی نفع کی نفی نہیں بنیعت بھی ملے گی — وہ تجارت یہ ہے: — تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ — اس کے بغیر جہاد لا حاصل ہے — اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ذریعہ جہاد کرو — دو راہوں میں حکومت کے پاس فتنہ نہیں تھا، اس لئے جہاد میں خود ہی خرچ کرنا پڑتا تھا — یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں کچھ سمجھ ہو — تو یہ بات بوجھو! — اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخشیں گے، اور تم کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، اور عمدہ مکانات میں ہمیشہ رہنے کے باغات میں — داخل کریں گے — یہ بڑی کامیابی ہے!

اور ایک دوسری نعمت: جس کو تم پسند کرتے ہو: یعنی اللہ کی مدد اور جلد ملنے والی فتح — مراد فتح مکہ ہے، مگر بات اشارے کنایے میں کہی ہے — اور آپ مومنین کو بشارت سنا دیں — بشارت سنانا ایک مستقل نعمت ہے۔
فائدہ: مہاجرین مکہ مکرمہ سے نکالے گئے تھے، اس لئے ان کی بڑی خواہش تھی کہ مکہ فتح ہو جائے، چنانچہ اس کی خوش خبری سنائی، مگر بات اشارے کنایے میں کہی، ابھی کھولنے کا وقت نہیں آیا، اور لفظ چونکہ عام ہیں اس لئے مطلق کامیابی بھی مراد لے سکتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِحَوَارِيِّنَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ قَامَتِ طَائِفَةٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَكَفَرَتْ طَائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ٥

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے لوگو جو	اللہ	اللہ کے	مَرْيَمَ	مریم نے
كُونُوا	ایمان لائے	كَمَا قَالَ	جیسا کہا	لِحَوَارِيِّنَ	حواریوں سے
كُونُوا أَنْصَارَ	ہو جاؤ مددگار	عِيسَى ابْنُ	عیسیٰ بیٹے	مَنْ أَنْصَارِي	کون میرا مددگار ہے

رَأَىٰ اللَّهُ	اللہ کے لئے	ظَلَّيْفَةُ	ایک جماعت	فَأَيَّدْنَا	پس قوی کیا ہم نے
قَالَ الْخَوَارِثُونَ	یاروں نے کہا	فَمِنْ بَنِي	اولاد سے	الَّذِينَ آمَنُوا	ان کو جو ایمان لائے
نَحْنُ أَنْصَارُ	ہم مددگار ہیں	إِسْرَآئِيلَ	یعقوب کے	عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ	ان کے دشمنوں پر
اللَّهُ	اللہ کے	وَوَفَّرَتْ	اور انکار کیا	فَأَصْبَحُوا	پس ہو گئے وہ
فَأَمَنَتْ	پس ایمان لائی	ظَلَّيْفَةُ	ایک جماعت نے	ظَهْرَيْنَ	غالب

ہمتِ مرداںِ مددِ خدا

مدنی دور کی ابتداء تھی، مجاہدین کی تعداد نہ کے برابر تھی، اس لئے دُہائی دی، مدد طلب کی کہ اے مومنو! اللہ کے دین کی مدد کے لئے تیار ہو جاؤ عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کئے گئے تھے، مگر شروع میں ان کی دعوت قبول نہیں کی گئی، بنی اسرائیل سخت مخالف ہو گئے، قتل کے درپے ہو گئے، اللہ نے ان کو تورا سوائی سے بچالیا، اپنی طرف اٹھالیا، مگر ان کے بعد ان کا دین غالب ہو کر رہا، یارِ انِ مسیح (حواری) تھوڑے تھے، وہ حسبِ نسب کے اعتبار سے بھی کچھ معزز نہیں سمجھے جاتے تھے، مسیح علیہ السلام نے ان کو پکارا، انھوں نے بلیک کہا، رافع عیسیٰ کے بعد انھوں نے بڑی قربانیاں دے کر بنی اسرائیل پر محنت کی اور ان میں دعوت پھیلی، ایک جماعت تیار ہوئی، پھر کش مکش شروع ہوئی، اور جہاد کی نوبت آئی، پس اللہ نے اہل حق کی مدد کی تو ان کا ہاتھ اوپر ہو گیا، اسی طرح آج مجاہدین بھی اگرچہ تھوڑے ہیں، مگر ہمتِ مرداںِ مددِ خدا، انھیں اور راہِ خدا میں تن توڑ کر کوشش کریں، اللہ ان کی مدد کریں گے، ان کی کوشش بار آور ہوگی، مکہ مکرمہ فتح ہو جائے گا اور اسلام کا بول بالا ہوگا، دنیا ایک ہو جائے گی اور عالم میں دین کا ڈنکا بجے گا، جیسا کہ اگلی سورت میں آرہا ہے۔

آیتِ پاک: اے ایمان والو! تم اللہ کے دین کے مددگار بن جاؤ، جیسے عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے مدد طلب کی کہ اللہ کے دین کے لئے کون میری مدد کو تیار ہے؟ حواریوں نے جواب دیا: ہم مدد کو تیار ہیں! پھر بنی اسرائیل کے کچھ لوگ ایمان لائے، اور کچھ لوگ منکر رہے، پس ہم نے ایمان لانے والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں تائید کی، سو وہ غالب ہو گئے!

﴿۱۰﴾ ارشعبان ۱۴۳۷ھ = ۱۸ مئی ۲۰۱۶ء



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الجمعہ

رابط: پیچھے سے جہاد کا بیان چل رہا ہے، اگر جہاد اپنی شرائط کے ساتھ چلتا رہے تو دنیا ایک ہو جائے گی، عرب و عجم متحد ہو جائیں گے، اسلام کی روشنی چار دانگ عالم پھیل جائے گی، اور سب خاتم النبیین ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے، یہ جہاد کا بہت بڑا فائدہ ہے۔

سورت کے مضامین: تسبیح و تمجید کے بعد سورت میں تین مضمون ہیں:

۱- عموم بعثت کا بیان ہے، اللہ نے خاتم النبیین ﷺ کو عرب و عجم (ساری دنیا) کی طرف مبعوث فرمایا ہے، مگر کام کی ذمہ داری تقسیم کی ہے، امیوں میں کام کی ذمہ داری آپ کی ہے، اور آخرین (عجمیوں) میں کام کی ذمہ داری صحابہ کی ہے، اور معلم کی استعداد کا متعلم پر اثر پڑتا ہے، اس لئے عرب تو سارے اسلام قبول کر لیں گے، مگر سب عجمیوں کے حصہ میں یہ دولت نہیں آئے گی، اور اللہ کے فضل میں کوئی کمی نہیں، بلکہ فضل حاصل کرنے والوں کی کوتاہی ہے۔

۲- اس امت میں بھی آگے چل کر عملی کوتاہی رونما ہوگی، اس کے لئے یہود کی مثال دی ہے، ان کا حال چار پائے برو کتابچہ چند جیسا تھا، اس امت کا بھی آگے چل کر ایسا ہی حال ہو جائے گا، اور یہ امت بھی یہود کی طرح خوش فہمی میں مبتلا ہوگی، مگر موت کی تمنا نہیں کرے گی، مگر موت بہر حال آتی ہے۔

۳- پھر آخری رکوع میں عموم بعثت کے مضمون کو ایک مثال سے سمجھایا ہے، پہلے جمعہ کی نماز آبادی میں ایک جگہ ہوتی تھی، باقی نمازیں ہر مسجد میں ہوتی تھیں، اسی طرح دنیا میں نبوت و رسالت کے مختلف سلسلے چل رہے تھے، مگر دور آخر میں ان کو آخری رسول کی ذات میں سمیٹ لیا، اب عرب و عجم کی تفریق مٹ جائے گی اور سب انسان ایک امت بن جائیں گے، اسی لئے سورت کا نام الجمعہ رکھا گیا ہے۔



﴿۶۲﴾ سُورَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱۰) ﴿وَكُوعَاهَا﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقَدُّوسِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝
هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْاٰمِيْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۱ وَآخِرِيْنَ مِنْهُمْ لَنُبَلِّغَنَّكُمْ اٰیٰتِنَا
بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيْمُ ۝۲ ذٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيْهِ مَن يَّشَآءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو
الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۳

یُسَبِّحُ لِلَّهِ	پاک بیان کرتے ہیں اللہ کی	وَنُتَمِّمُ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ	انہی میں سے جو ان کے سامنے پڑھتا ہے	وَمِنْهُمْ لَنُبَلِّغَنَّكُمْ (۳)	انہی (کی جنس) میں سے اب تک نہیں
مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ	جوا سمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں	اٰیٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ	اللہ کی آیتیں اور سنوارتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو	يَلْعَلُوْا رَبَّهُمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيْمُ	مطہ وہ ان کے ساتھ اور وہ زبردست حکمت والے ہیں
الْمَلِكِ (۱)	(جو) بادشاہ	الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ	اللہ کی کتاب اور دانشمندی کی باتیں	ذٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ	یہ اللہ کی مہربانی ہے
الْقَدُّوسِ	پاک ذات	وَلَاِنْ كَانُوْا مِّنْ قَبْلُ	اگرچہ وہ تھے قبل ازیں	يُؤْتِيْهِ مَن يَّشَآءُ	دیتے ہیں وہ اس کو جسے چاہتے ہیں
الْعَزِيزِ	زبردست	لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ	گمراہی میں صریح	وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ	اور اللہ بڑی مہربانی والے ہیں
الْحَكِيْمِ	حکمت والے ہیں	وَاٰخِرِيْنَ (۲)	اور دوسروں میں (بھیجا)	الْعَظِيْمِ	
هُوَ الَّذِي	وہی جنہوں نے				
بَعَثَ	بھیجا				
فِي الْاٰمِيْنَ	ناخواندہ لوگوں میں				
رَسُوْلًا	عظیم رسول کو				

(۱) الْمَلِكِ: اللہ کی صفت ہے (۲) آخِرین کا الامین پر عطف ہے (۳) لَمَّا: تم کی طرح مضارع کو ماضی منقح بناتا ہے مگر اس کی نفی متوقع الوجود ہوتی ہے۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

نبی ﷺ کی بعثت عرب و عجم سب کے لئے ہے، مگر کام کی ذمہ داری منقسم ہے

بعثت نبوی کے وقت عرب و عجم میں منافرت آخری حد تک پہنچی ہوئی تھی، متنازع (برے ناموں سے پکارنا) اس درجہ تک پہنچا ہوا تھا کہ عرب: دوسرے لوگوں کو عجمی (بے زبان جانور) کہتے تھے، اور خود کو عرب (فصح و بلیغ) قرار دیتے تھے، اور غیر عرب: عربوں کو اُمّی (اُن پڑھ) کہتے تھے، اس لئے دونوں ایک ہو جائیں اور ایک دوسرے کی خوبیوں کی قدر کرنے لگیں: بظاہر ناممکن نظر آتا تھا، مگر ایسا ہونا ضروری تھا، زمانہ کا دور آخر آ گیا تھا، نبوت کے مختلف سلسلوں کو ایک ذات میں جمع کرنا ضروری تھا، اور قادر مطلق اللہ کے لئے ایسا کرنا کچھ مشکل نہ تھا، وہ بے عیب ہیں، کائنات کا ذرہ ذرہ ان کی پاکی بیان کرتا ہے، زبان حال سے بھی اور زبانِ قال سے بھی، وہ تمام خوبیوں کے مالک ہیں، وہ شہنشاہِ مطلق ہیں، وہ برتر و بالا ہستی ہیں، وہ زبردست اور حکمت والے ہیں، ان کی حکمت کا جو تقاضا ہوتا ہے اس کو کرنے سے ان کو کوئی روک نہیں سکتا، انھوں نے دورِ آخر میں امتیوں میں سے ایک عظیم رسول چنا اور اس کے ذمہ چار کام رکھے: (۱) لوگوں کو قرآن پڑھ کر سنانا۔ (۲) لوگوں کو سنوارنا (اخلاقِ رذیلہ سے پاک کرنا) (۳) لوگوں کو قرآن کی تعلیم دینا۔ (۴) لوگوں کو دانشمندی کی باتیں سکھانا (یہی حکمت کی باتیں حدیثیں کہلاتی ہیں) اور عربوں میں کام کی ذمہ داری آپ کو سونپی، چنانچہ جب عربوں میں کام پورا ہونے آیا تو سورۃ النصر کے ذریعہ آپ کو اطلاع دی کہ آپ کا دنیا کا کام پورا ہو گیا، اب آپ ہمارے یہاں آنے کی تیاری کریں۔

اور امتیوں کے علاوہ کی طرف بھی آپ کی بعثت ہے، ان کو آخرین سے ذکر کیا، اور واو کے ذریعہ عطف کیا، واو کے ذریعہ عطف کرنے کی صورت میں من و چہ اتحاد ہوتا ہے اور من و چہ مغائرت، اور آخرین (دوسرے لوگوں) کہا، اجمعین نہیں کہا، یہ جذبات کی انتہائی درجہ رعایت ہے، رہے اُمّی تو وہ اپنے اُمّی ہونے پر فخر کرتے تھے، خود نبی ﷺ نے فرمایا ہے: نَحْنُ أُمَّةٌ أَمِيَّةٌ: ہم ناخواندہ امت ہیں، اس لئے ان کو اُمّیین کہا، یہ دوسرے لوگ بھی آپ کی امت ہیں، یہ اتحاد کا پہلو ہے، اور ان میں کام کرنے کی ذمہ داری صحابہ کی ہے، یہ مغائرت کا پہلو ہے، اور ﴿وَمِنْهُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ غیر عرب بھی انسان ہیں، کیونکہ سب ایک ماں باپ کی اولاد ہیں، مگر جدا جدا ہو گئے ہیں، اب وقت آ گیا ہے کہ باہم مل جائیں، اور ایک نبی کی امت بن جائیں، اور ﴿لَنَا﴾ سے نفی کرتے ہیں تو وہ مستقبل میں متوقع الوجود ہوتی ہے، یعنی اب تک نہیں ملے، آگے ملیں گے، اور ان کو زبردست اللہ ملائیں گے، وہ حکیم ہیں، ان کی حکمت کا تقاضا ہے کہ باہم مل جائیں۔

مگر اسلام کی دولت سب عربوں کو تو ملے گی، سب جمیوں کو نہیں ملے گی، اللہ تعالیٰ جسے چاہیں گے عنایت فرمائیں گے، اور یہ معلم کی استعداد کا فرق ہوگا، عربوں پر محنت نبی ﷺ نے کی ہے، اس لئے سب عرب مسلمان ہو گئے، مگر آخروں سب مسلمان نہیں ہوئے، کیونکہ ان پر صحابہ نے محنت کی ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ اللہ کے فضل میں ٹوٹا پڑ گیا، اللہ کا فضل تو عظیم ہے، ان کی رحمت بے پایاں ہے، کمی لینے والوں میں ہے:

یہ بزم مئے ہے یاں کوتاہ دہتی میں ہے محرومی ❁ جو بڑھ کر اٹھالے جام مینا اسی کا ہے

آخری نبی امیوں (عربوں) میں کیوں مبعوث کئے گئے؟

اوپر آیات پاک کا مسلسل مطلب تھا، اب چند متفرق باتیں عرض کرتا ہوں:

آخری نبی عربوں میں کیوں مبعوث کئے گئے، آخروں سے کیوں نہیں اٹھائے گئے؟ اس میں کیا حکمت ہے؟ اس میں بہت حکمتیں ہیں، میں چند ذکر کرتا ہوں، آپ غور کریں اور بھی حکمتیں سمجھ میں آئیں گی۔

۱- عرب صریح گمراہی میں تھے، ان کی اصلاح عرب رسول ہی کر سکتا تھا، باریک گمراہی آسانی سے سمجھائی جاسکتی ہے، مگر کھلی گمراہی آسانی سے نہیں سمجھائی جاسکتی۔

۲- عربوں میں قوتِ عمل زیادہ تھی، حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام کی گاڑی کا پیٹرول عرب ہیں، ہم تو بغیر تیل کی گاڑی دھکا دے کر چلا رہے ہیں، اور ساری دنیا میں آخری رسول کام نہیں کر سکتے تھے، کام کو تقسیم کرنا ضروری تھا، عربوں میں یہ صلاحیت تھی کہ وہ دنیا کی اصلاح کا بیڑا اٹھائیں۔

۳- جزیرۃ العرب معلوم دنیا کے سینٹر میں تھا، وہاں سے مغرب میں افریقہ کے آخر تک، مشرق میں ایشیا کے آخر تک، اور شمال میں روم کے آخر تک بیک وقت پہنچ سکتے تھے، جنوب میں سمندر تھا، اور امریکہ ابھی دریافت نہیں ہوا تھا، پس ساری دنیا میں کام کی یہاں سے آسانی تھی۔

۴- عربی افضل زبان ہے، اللہ کی آخری کتاب کو اسی زبان میں اتارنا تھا، اور اس کے لئے عربی رسول ہی موزون تھا۔

نبی ﷺ کے چار کام:

۱- اللہ کی کتاب لوگوں کے سامنے پڑھنا تاکہ وہ اس کو یاد کریں، عربوں میں یاد کرنے کا طریقہ تلقین ہے، قاری پڑھتا ہے، سامع دوہراتا ہے، اس طرح اسے یاد ہو جاتا ہے، رہا ناظرہ اور تجوید سکھانا تو اہل لسان اس سے مستغنی ہیں۔

۲- باطن کو سنوارنا: تزکیہ: اخلاقِ رفیلہ کو اخلاقی عالیہ سے بدلنا آسان کام نہیں، اور جس طرح آدمی کا ظاہر اچھا برا ہوتا ہے، اور بری حالت کو سنوار بھی سکتے ہیں، اسی طرح باطن کو سمجھنا چاہئے، حدیث میں ہے: بُعِثْ لَأْتَمَمَ مَكَارِمَ

الاخلاق: میری بعثت کی ایک غرض اخلاقِ عالیہ کی تعلیم دینا بھی ہے۔

۳۔ قرآن کریم کو سکھانا: یعنی اس کے حقائق واضح کرنا، اہل لسان کلام کا سرسری مطلب تو کلام ہی سے سمجھ جاتے ہیں، مگر حقائق نہیں سمجھ سکتے، مثلاً: قرآن میں نماز کی بار بار تاکید آئی ہے، اور نماز کے ارکان بھی متفرق جگہ بیان ہوئے ہیں، مگر سب کو جوڑ کر نماز کی ہیئت کدائی بنانا ہر شخص کا کام نہیں، یہ کام آپؐ نے کیا، اور فرمایا: صَلُّوا کَمَا رَأَيْتُمُوْنِیْ اَصْلٰی: میں نے جس طرح نماز پڑھائی اس طرح پڑھو، یہ قرآن سکھانا ہے۔

۴۔ حکمت سکھانا: یعنی دقائق واضح کرنا، کلام کی تہہ تک ہر کوئی نہیں پہنچ سکتا، مجتہد ہی پہنچ سکتا ہے، بلکہ بعض دقائق پیغمبر ہی واضح کر سکتا ہے، مثلاً: قرآن میں رضاعت کے تعلق سے دو رشتوں کی حرمت کا بیان ہے، نبی ﷺ نے بتلایا کہ یہ بطور مثال ہے، ورنہ رضاعت سے وہ ساتوں رشتے حرام ہوتے ہیں جو نائے (نسب) سے حرام ہوتے ہیں، یہ ایسی بات ہے جس کو مجتہدین بھی نہیں پاسکتے، اور ایسی باتیں حدیثوں میں بے شمار ہیں، سعدی شیرازی فرماتے ہیں:

تجیے کہ ناکردہ قرآن درست ❁ کتب خانہ چند ملت بشت
(ایک یتیم بچہ جس نے کسی سے پڑھنا نہیں سیکھا: اتنے علوم بیان کئے کہ دنیا کی لائبریریاں پیچھے رہ گئیں)

لَمْ اور لَمَّا میں تین فرق:

لَمْ اور لَمَّا: مضارع پر داخل ہوتے ہیں، اور اس کو ماضی متقی بناتے ہیں، مگر دونوں میں تین فرق ہیں: (۱) لَمْ ماضی مطلق میں فعل کی نفی کرتا ہے اور لَمَّا ماضی قریب میں، جیسے لَمْ یأت زید: زید نہیں آیا، اور لَمَّا یأت زید: زید اب تک نہیں آیا۔ (۲) لَمْ میں نفی زمانہ حال تک مسمد نہیں ہوتی، اور لَمَّا میں نفی مسمد ہوتی ہے، اوپر کی مثال سے یہ بات واضح ہے۔ (۳) لَمْ سے جو نفی کی جاتی ہے وہ آئندہ متوقع الوجود ہے یا نہیں؟ لَمْ کی اس پر کوئی دلالت نہیں ہوتی، اور لَمَّا سے جو نفی کی جاتی ہے اس کی آئندہ امید ہوتی ہے، جیسے زید اب تک نہیں آیا یعنی ہم ابھی اس کے آنے کی امید رکھتے ہیں — اور آیت میں: ﴿لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ﴾ ہے یعنی اب تک عجم عربوں کے ساتھ نہیں ملے مگر آئندہ ملنے کی امید ہے، کون ملائے گا؟ اللہ تعالیٰ ملائیں گے جو زبردست حکمت والے ہیں

عربوں سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا:

امام اعظم رحمہ اللہ نے آیات سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ عربوں سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا، کیونکہ امین کی طرف کوئی استثناء نہیں، عجم سے جزیہ قبول کیا جائے گا، کیونکہ ان کی طرف ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَن يَّشَاءُ﴾ بمنزلہ استثناء ہے۔

آخرین کا مصداق بطور مثال:

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ پر سورۃ الجمعہ نازل ہوئی، اس میں ہے: ﴿وَالْآخِرِينَ مِنْهُمْ لَنَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ﴾ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! یہ آخرین کون ہیں؟ آپؐ نے جواب نہیں دیا، انھوں نے تین مرتبہ پوچھا، وہاں حضرت سلمان فارسی موجود تھے، آپؐ نے اپنا ہاتھ سلمانؓ پر رکھا، اور فرمایا: ”اگر ایمان ثریا (ستارہ) پر ہوتا تو بھی اس کو کچھ لوگ ان میں سے حاصل کرتے!“ (معلوم ہوا کہ آخرین سے عجم مراد ہیں)

﴿يُخَيِّمُ اللَّهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكُ الْقَدُّوسُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾

ترجمہ: اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں وہ چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں — یعنی ساری کائنات تسبیح خواں ہے، یہاں تک تقدیس ہے — جو بادشاہ، پاک ذات، زبردست، حکمت والے ہیں — یہ تہجد ہے، اللہ کی خوبیاں اور کمالات کا بیان ہے۔

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ الْبَيِّنَاتِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِلَهُ دَانَ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ﴾

ترجمہ: وہی ہیں — جن کا پہلی آیت میں ذکر آیا — جنھوں ہے امیوں (ناخواندہ عربوں) میں انہی میں سے ایک بڑے رسول کو اٹھایا، جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، اور ان کو سنوارتا ہے، اور ان کو اللہ کی کتاب اور دانشمندی کی باتیں (حدیثیں) سکھاتا ہے، اگرچہ وہ لوگ قبل ازیں کھلی گمراہی میں تھے — اس میں اشارہ ہے کہ ان کی اصلاح دشوار تھی، آپؐ ہی کے ذریعہ ان کی اصلاح ہو سکتی تھی۔

﴿وَالْآخِرِينَ مِنْهُمْ لَنَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾

ترجمہ: اور (بھیجا) دوسروں میں (بھی) انہی میں سے — اس کا عطف الایمین پر ہے، دوسرے بھی آپؐ کی امت ہیں مگر بالواسطہ، جیسے قیامت تک کے لوگ آپؐ کی بالواسطہ امت ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے اس کو دوہری بعثت سے تعبیر کیا ہے، یعنی آپؐ کی بلا واسطہ بعثت عربوں کی طرف ہے، پھر ان کے واسطہ سے ساری دنیا کی طرف ہے، اور نبیوں میں سب سے اونچا مقام اس نبی کا ہے جس کی بعثت دوہری ہے (یہ مضمون رحمۃ اللہ الواسعہ ۵۰:۲ میں مفصل ہے)..... اور ﴿وَمِنْهُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ آخرین بھی انسان ہی ہیں — جو اب تک ان (عربوں) کے ساتھ نہیں ملے — مگر آگے ملیں گے — اور اللہ زبردست حکمت والے ہیں — وہ ملا کر سب کو

ایک است بنادیں گے۔

﴿ذَٰلِكَ فَضَلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝﴾

ترجمہ: یہ (اسلام) اللہ کی مہربانی ہے، دیتے ہیں اس کو جسے چاہتے ہیں — یہ بمنزلہ استشاء ہے — اور اللہ بڑے فضل والے ہیں — یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

مَثَلُ الَّذِينَ خُمِلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِن زَعَمْتُمْ أَنكُمُ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِن دُونِ النَّاسِ فَتَسَبَّحُوا لَهُم مَّا كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَ أَنبَاءًا قَدِمَتْ أَيْدِيهِمْ ۚ وَاللَّهُ عَلَيْهِمُ بِالظَّالِمِينَ ۝ قُلْ إِن الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

ع

مَثَلُ	حَالَت	بِئْسَ مَثَلُ	بری مثال ہے	هَادُوا ^(۲)	یہودی ہوئے
الَّذِينَ	ان لوگوں کی جو	الْقَوْمِ الَّذِينَ	ان لوگوں کی	إِن زَعَمْتُمْ	اگر گمان کرتے ہو تم
خُمِلُوا	اٹھوائے گئے	كَذَبُوا	جھوٹوں نے جھٹلایا	أَنكُمُ	کہ تم
التَّوْرَةَ	تورات	بِآيَاتِ اللَّهِ	اللہ کی آیتوں کو	أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ	اللہ کے دوست ہو
ثُمَّ لَمْ	پھر نہیں	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	مِن دُونِ النَّاسِ	لوگوں کے سوائے
يَحْمِلُوهَا	اٹھایا انھوں نے اس کو	لَا يَهْدِي	راہ نہیں دیتے	فَتَسَبَّحُوا	تو آرزو کرو
كَمَثَلِ الْحِمَارِ	جیسے گدھے کی حالت	الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ	ظالم لوگوں کو	الْمَوْتَ	موت کی
يَحْمِلُ	اٹھائے ہوئے ہو	قُلْ	کہیں	إِن كُنْتُمْ	اگر ہو تم
أَسْفَارًا ^(۱)	کتابیں	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ	اے لوگو جو	صَادِقِينَ	سچے

(۱) اسفار: سفر کی جمع: وہ کتاب جو حقائق کو واضح کرتی ہو، دینی کتاب (۲) هَادٍ (ن) ہواد: تابع ہو کر حق کی طرف لوٹنا، هَادٍ فلان: یہودی ہونا، یہودی مذہب کا متبع ہونا، پچھڑے کی پوجا سے توبہ کی اس لئے یہودی کہلائے۔

وَلَا يَمْنُونََ	اور نہیں آرزو کریں گے	عَلَيْهِمْ	جاننے ہیں	ثُمَّ تَرْدُّونَ	پھر لوٹائے جاؤ گے تم
أَبَدًا	وہ اس کی	بِالظَّالِمِينَ	ظالموں کو	إِلَىٰ عَلَيْهِ	جاننے والے کی طرف
بِمَا قَدْ مَنَٰ	کبھی بھی	قُلْ	کہیں	الْغَيْبِ	چھپی
أَيُّدِيهِمْ	ان کاموں کی وجہ سے	إِنَّ الْمَوْتَ	بے شک موت	وَالشَّهَادَةِ	اور کھلی چیزوں کو
وَاللَّهُ	جو آگے بھیجے ہیں	الَّذِي تَفْرُّونَ	جو بھاگتے ہو تم	فَيَنْبِتُكُمْ	پھر آگاہ کریں گے وہ تم کو
	ان کے ہاتھوں نے	وَمِنْهُ	اس سے	بِمَا كُنْتُمْ	ان کاموں سے جو تھے تم
	اور اللہ تعالیٰ	فَإِنَّهُ مُلْقِيكُمْ	ملاقات کرنے والی ہے تم سے	تَعْمَلُونَ	کرتے

قرآن کریم کا ایک اسلوب

اس امت کا پہلا قافلہ (صحابہ) دو دھکا ڈھلا ہوا طبقہ تھا، ان میں ایک کنکر نہیں تھا، نبی معصوم ہوتا ہے، کیونکہ وہ اللہ کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے، اور صحابہ آپؐ کے واسطے سے آخرین کی طرف مبعوث تھے، اس لئے وہ محفوظ تھے، مگر یہ صورت حال ہمیشہ باقی رہنے والی نہیں تھی، آگے چل کر زبوں حالی رونما ہونے والی تھی، اس لئے اس بدلی ہوئی حالت کو بھی بیان کرنا ضروری تھا، مگر اگر گفتگو ہوائی ہوتی تو اس کا سمجھنا مشکل ہوتا، اور مثال دے کر مضمون بیان کیا جاتا تو اس کا سمجھنا آسان ہوتا، گفتہ آید در حدیث دیگران: کامیاب طریقہ ہے۔

مثال کس کی بیان کی جائے؟ قرآن کے بعد عظیم الشان کتاب تورات ہے، اور نبی ﷺ کے بعد بڑے رسول موسیٰ علیہ السلام ہیں، اور ان کی امت مدینہ میں آباد تھی، اور ان کے احوال سے عرب واقف تھے، اس لئے بہترین مثال یہودی ہو سکتی تھی، چنانچہ قرآن کریم: آگے چل کر اس امت کی زبوں حالی یہودی زبوں حالی سے سمجھاتا ہے، سورۃ الحدید (آیت ۱۶) میں مسلمانوں کو تنبیہ کی ہے کہ وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی، پھر زمانہ دراز ہو گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے، اور بہت سے ان میں سے بدکار ہو گئے، یہی حال آگے چل کر اس امت کا ہونا تھا، اس کو گدھے کی مثال سے سمجھایا ہے۔

آگے چل کر امت مسلمہ کی زبوں حالی یہودی مثال سے واضح کی ہے

قرآن کریم کے بعد عظیم المرتبت کتاب تورات ہے، یہ کتاب بنی اسرائیل کو دی گئی، اور اس پر عمل کا ان کو مکلف بنایا، مگر عرصہ گزرنے کے بعد ان کا حال برا ہو گیا، وہ بے عملی بلکہ بد عملی میں مبتلا ہو گئے، اور وہ نام کے یہودی رہ گئے، ان کا حال اس گدھے جیسا ہے جس پر دینی کتابیں لدی ہوئی ہوں، اس کو ان کتابوں سے کیا نفع! یہی بری مثال ہے ان لوگوں کی

جنہوں نے اللہ کے احکام کو پس پشت ڈال دیا، مسلمانوں کو اس بری مثال کا مصداق نہیں بننا چاہئے، مگر ہائے افسوس! آگے چل کر مسلمان بھی یہود کے نقش قدم پر چل پڑے، پھر قاعدہ سنایا کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو راہ راست نہیں دیتے، ہدایت زبردستی کسی کے سر نہیں منڈھتے! انصاف سے کام لینے والا ہدایت پاتا ہے اور اپنے پاؤں پر تیشہ زنی کرنے والا ہدایت سے محروم رہتا ہے۔

﴿مَثَلُ الَّذِينَ خُمِلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْسِلُوهَا كَمَثَلِ الْإِنْعَامِ أَصْفَاءَ رَاءِ بَشَرٍ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝﴾

ترجمہ: ان لوگوں کی حالت جن کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا، پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا، اس گدھے جیسی ہے جس پر دینی کتابیں لدی ہوں، یہ بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیتوں (احکامات) کو جھٹلایا، اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو راہ ہدایت نہیں دیتے۔

یہود کا دعویٰ ہے کہ ہم ہی اللہ کے دوست اور چہیتے ہیں

ان سے کہو: اگر تم اس دعوے میں سچے ہو تو 'وصل حبیب' کی تمنا کرو، اور اس کا ہل 'موت' ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے، مگر سن لو! وہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے، ان سے بڑھ کر موت سے ڈرنے والا کوئی نہیں، موت کا نام سن کر ان کو پسینہ آنے لگتا ہے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے زندگی بھر کیا کر توت کئے ہیں، دنیا چھوٹے ہی ان کی سزائیں پکڑے جائیں گے، مگر موت سے کسی کو مفر نہیں، وہ تو اچانک آپکڑے گی، پھر غیب و شہادت کا جلنے والا ان کا سب کچا چٹھالان کے سامنے رکھ دے گا۔

آج جاہل مسلمان بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم محبوب کی امت ہیں، اور اللہ غفور رحیم ہیں، اور عمل کے نام صفر ہیں، اگر محبوب کی امت ہیں تو محبوب جیسا عمل کرو:

تَقْصِي الْإِلَهَ وَأَنْتَ تُظْهِرُ حُجَّهُ ۝ إِنَّ الْمُحِبَّ لَمَنْ يَحِبُّ مُطِيع

(اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور اللہ کی محبت کا دعویٰ بھی کرتا ہے بحجت کرنے والا تو محبوب کے اشاروں پر چلتا ہے) اور اللہ بے شک غفور رحیم ہیں، مگر ان کی پکڑ بھی تو سخت ہے، اس کو کیوں بھول جاتے ہو، سورۃ الحجہ کی (آیات ۵۰-۵۹) ہیں: ﴿يَبْنِي عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ ۝ أَلَا لَيْمُ ۝﴾ میرے بندوں کو بتادو کہ میں بڑا مغفرت والا رحمت والا ہوں اور یہ کہ میری سزا دردناک سزا ہے۔ اصل یہ ہے کہ انسان کو مشقت اٹھائے بغیر جنت چاہئے، حالانکہ وہ مکارہ (ناگوار یوں) سے گھیری گئی ہے۔

﴿قُلْ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِن زُعْتُمْ أَفْئَكُمُ أَذَلِّيَا۟ لِلَّهِ مِنَ النَّاسِ فَتَسْتَوُوا الْمَوْتَ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَلَا يَمْتَنُونَهُ أَبَدًا ۚ إِنَّمَا قَدَّمَ تَأْيِيدَهُمُ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝ قُلْ إِن الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝﴾

ترجمہ: آپ کہیں: اے یہودیو! اگر تمہارا خیال ہے کہ تم ہی بلا شرکتِ غیرے اللہ کے دوست ہو تو موت کی آرزو کرو، اگر تم (دعوے میں) سچے ہو — اور وہ کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے، ان اعمال کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ظالموں کے احوال سے بخوبی واقف ہیں — کہ انھوں نے کیا کرتوت کئے ہیں — آپ کہیں: بے شک وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ یقیناً تم کو آپکڑے گی، پھر تم پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پس وہ تمہیں تمہارے سب کام جلد ا دیں گے۔

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ۚ قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۚ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۝

ع ۱۳

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے لوگو جو	وَذَرُوا الْبَيْعَ	اور چھوڑ دو	فَإِنْتَشِرُوا	تو پھیل جاؤ
إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ	ایمان لائے ہو	ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ	خرید و فروخت	وَابْتَغُوا	زمین میں
مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ	جب پکارا جائے	إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ	یہ	وَاذْكُرُوا اللَّهَ	اور تلاش کرو
فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ	نماز کے لئے	فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ	بہتر ہے تمہارے لئے	لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ	اللہ کی روزی سے
وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ	دن میں	وَتَرَكُوكَ قَائِمًا	اگر ہو تم	تُفْلِحُونَ	اور اللہ کو یاد کرو
	جمعہ کے	وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ	جانے	وَابْتَغُوا	بہت
	پس چل پڑو	وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ	پس جب تمام ہو چکے	وَابْتَغُوا	تا کہ تم
	اللہ کی یاد کی طرف	وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ	نماز	وَابْتَغُوا	کامیاب ہوؤ

وَلَمَّا زَاكُوا تِجَارَةً أَوْ كَهْوًا انْقَضُوا إِلَيْهَا	اور جب دیکھتے ہیں وہ سوداگری یا کھیل تماشا بکھر جاتے ہیں وہ اس (تجارت) کی طرف	وَتَوَكَّلْ فَإِنَّمَا قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ	اور چھوڑ جاتے ہیں آپ کو کھڑا ہوا (خطبہ دیتا ہوا) کہو جو اللہ کے پاس ہے	خَيْرٌ مِّنَ الْكُفْرِ وَمِنَ الْبِجَارَةِ وَاللَّهُ خَيْرٌ الْمُزَكِّينَ	بہتر ہے کھیل تماشا سے اور سوداگری سے اور اللہ بہترین روزی دینے والے ہیں
---	---	---	--	---	---

نبوت کے سلسلوں کو ایک شخصیت میں جمع کرنے کی مثال

رابط: سورت کا موضوع عموم بعثت ہے، یعنی اب ساری دنیا کے لئے ایک رسول ہیں، الگ الگ نبوتیں خاتم النبیین ﷺ میں جمع کر دی ہیں، جیسے آبادی کی ہر مسجد میں پنج وقتہ نمازیں ہوتی ہیں، مگر جمعہ کے دن سب مسجدوں کے نمازی ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں، اور جمعہ کی نماز ایک ساتھ پڑھتے ہیں، اسی طرح مختلف نبوتوں کو ایک ذات میں جمع کر دیا ہے۔

احکام جمعہ

ان آیات میں جمعہ کے تعلق سے دو حکم ہیں، پہلا وجوبی ہے دوسرا استنباطی:
وجوبی حکم: جب جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے اذان دی جائے تو تمام مشاغل چھوڑ کر نماز اور خطبہ سننے کے لئے چل دینا واجب ہے، سستی کرنے والا گنہگار ہوگا، البتہ جمعہ کی تیاری میں مشغول ہونا جائز ہے۔
استنباطی حکم: نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد جہاں چاہے جاسکتا ہے، کاروبار بھی کر سکتا ہے، مگر ساتھ ہی اللہ کا ذکر بھی چلتا رہے، کامیابی کی کنجی یہی ہے۔

فائدہ: اذان سے اذان اول مراد ہے، اسی کے ذریعہ لوگوں کو نماز کے لئے بلایا جاتا ہے، دوسری اذان تو حاضرین کو خطیب کی آمد کی اطلاع دینے کے لئے ہے، رہی یہ بات کہ نزولِ آیت کے وقت پہلی اذان نہیں تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ تفسیر کا قاعدہ ہے: العبرة لعموم اللفظ، لا لخصوص المورد: اعتبار الفاظ کے عموم کا ہے، خاص شانِ نزول کا اعتبار نہیں: ﴿إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ﴾ عام ہے، پہلی یا دوسری اذان کی کوئی قید نہیں، پس جس اذان سے نماز کے لئے بلایا جائے وہ آیت کا مصداق ہے۔

سوال: اذان جمعہ کے بعد کاروبار اور دیگر مشاغل ترک کر کے مسجد جانا فرض ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَاسْمَعُوا﴾

ہالی ذِکْرَ اللّٰہِ وَذُرُّوا الْبَیِّنَہُ مگر عام طور پر پہلی اذان کے بعد لوگ مشاغل ترک نہیں کرتے اور گناہ گار ہوتے ہیں۔ پس کیوں نہ دوسری اذان کو آیت کا مصداق قرار دیا جائے تاکہ لوگ گناہ گار نہ ہوں؟

جواب: یہ خرابی مسلمانوں کے اپنے عمل کی بناء پر پیدا ہوئی ہے۔ اور اس کا علاج بھی مسلمانوں کے پاس ہے، ہمارے دیار میں جو آدھا گھنٹہ پہلے اذان دی جاتی ہے وہ غلط طریقہ ہے، دس منٹ پہلے پہلی اذان دینی چاہئے تاکہ لوگ فوراً مشاغل ترک کر کے مسجد کی طرف چل پڑیں۔ غرض ہمارے پاس اس کا کوئی علاج نہیں، لوگ خود ہی اس کا علاج کر سکتے ہیں۔

آخری آیت کا واقعہ: پہلے عیدین کی طرح جمعہ کی نماز پہلے ہوتی تھی اور خطبہ بعد میں، مر اسیل ابی داؤد میں روایت ہے کہ مدینہ میں ایک تجارتی قافلہ آیا، مدینہ میں غلہ کی کمی تھی، لا دی نے ڈھول بجایا، لوگ نماز پڑھ چکے تھے، خطبہ سن رہے تھے، پس یہ خیال کر کے کہ نماز تو ہو چکی ہے اور بیان ہر جمعہ کو ہوتا ہے: اٹھ کر خریداری کے لئے چل دیئے، صرف بارہ آدمی رہ گئے، اس پر آخری آیت میں تنبیہ ہے کہ یہ ٹھیک نہیں کیا، نماز کی طرح خطبہ سننا بھی واجب ہے، عیدین میں خطبہ اگرچہ بعد میں ہوتا ہے، مگر اس کا سننا بھی واجب ہے۔

پھر ترتیب بدل دی، جمعہ کا خطبہ پہلے کر دیا، کیونکہ جمعہ ہر ساتویں دن آتا ہے، اور مشاغل کے درمیان نماز ادا کرنی ہوتی ہے، اس لئے نماز میں آنے میں کسی سے تاخیر ہو سکتی ہے، اب جب خطبہ پہلے دیا جائے گا تو کوئی تاخیر کرے گا تو خطبہ کا کوئی حصہ چھٹے گا، نماز نہیں چھٹے گی، اور عیدین کو اصل پر برقرار رکھا، کیونکہ مقصود عبادت ہے، بیان ضمنی مقصد ہے، اور عید سال میں ایک دوسرے آتی ہے، اور لوگ اس دن فارغ ہوتے ہیں، اس لئے نماز چھٹنے کا احتمال نادر ہے۔

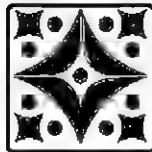
آیاتِ کریمہ: — اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے تو تم فوراً اللہ کی یاد کی طرف چل پڑو، اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں کچھ سمجھ ہو! — پہلے آبادی میں جمعہ کی نماز ایک جگہ ہوتی تھی، پھر جب آبادیاں بڑھ گئیں تو ضرورۃً متعدد جگہ جمعہ کی نماز ہونے لگی۔۔۔۔۔ اور آیت عام مخصوص منہ ابھڑ ہے، عورتیں، بچے، بیمار اور مسافر وغیرہ مستثنیٰ ہیں۔۔۔۔۔ اسی طرح صحتِ جمعہ کے لئے خاص قسم کا تمدن ضروری ہے، حنفیہ کے نزدیک شہر، قصبہ اور بڑے گاؤں میں جمعہ درست ہے، چھوٹے گاؤں میں جمعہ درست نہیں، آیتِ کریمہ میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ لوگوں کی معیشت کا مدار جہاں خرید و فروخت پر ہو وہیں جمعہ ہوگا، اور جس بستی کی معیشت کا مدار کھیتی باڑی پر ہو وہاں جمعہ درست نہیں۔۔۔۔۔ یہ پہلا حکم و جوبی ہے۔

دوسرا حکم: پھر جب جمعہ کی نماز پوری ہو جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ — اس میں بھی اشارہ ہے کہ آبادی بڑی

ہے۔ اور اللہ کی روزی میں سے تلاش کرو۔ یعنی کاروبار شروع کر دو۔ اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تا کہ تم کامیاب ہوؤ۔ کاروبار میں احکام شرع کا خیال رکھنا بھی اللہ کا ذکر ہے۔

آخری آیت:۔ اور جب لوگ کوئی تجارت یا کھیل تماشا دیکھتے ہیں تو وہ اس کی طرف بکھر جاتے ہیں۔ ﴿إِنِّهَا﴾ واحد مؤنث کی ضمیر ﴿زَجَارَةً﴾ کی طرف لوثی ہے، اور ﴿كَهْفٍ﴾ کو چھوڑ دیا، لہذا: تشنیع کی ضمیر لا کر لہو کی طرف بھی ضمیر نہیں لوثائی، کیونکہ میلوں میں جانے والے زیادہ تر خریداری کے لئے جاتے ہیں، تماشا میں تھوڑے ہوتے ہیں، اس لئے ان کا اعتبار نہیں کیا۔ اور آپؐ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ جمعہ اور عیدین کے خطبوں میں سنت کھڑے ہو کر دینا ہے، دوسرے بیانات منبر پر بیٹھ کر دے سکتے ہیں۔ کہیں: جو اللہ کے پاس ہے۔ یعنی واجب خطبہ سننے کا ثواب۔ وہ کھیل تماشا اور تجارت سے بہتر ہے۔ رہا قحط کی وجہ سے روزی کا کھڑکا تو سن لو:۔ اور اللہ تعالیٰ سب سے اچھے روزی پہنچانے والے ہیں۔ لہو: ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اللہ کی یاد سے غافل کرے پس مارکیٹ کی رونق بھی اہو ہے۔

﴿۱۲﴾ شعبان ۱۴۳۷ھ = ۲۰ مئی ۲۰۱۶ء ﴿﴾



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة المنافقون

سورة المجادلہ سے سلسلہ بیان چل رہا ہے، سورة المجادلہ میں حزب اللہ اور حزب الشیطان کا تذکرہ آیا ہے، پھر سورة البقرہ میں اول کی کامیابی اور ثانی کی ناکامی دکھائی ہے، پھر سورة ممتحنہ میں حزب اللہ کی کامیابی کے لئے ایک منفی شرط عائد کی ہے کہ کوئی مسلمان دشمن سے دوستانہ تعلق نہ رکھے۔

پھر سورة الصف میں مثبت شرط لگائی ہے کہ مجاہدین سیسہ پلائی ہوئی عمارت کی طرح متحد ہو کر لڑیں، پھر سورة الجمعہ میں عموم بعثت کا بیان ہے کہ اگر جہاد شرائط کے ساتھ چلتا رہا تو اسلام کی روشنی پوری دنیا میں پھیل کر رہے گی، اور عرب و عجم خاتم النبیین ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے۔

شیطان کا لشکر مشرکین تھے، ان کا یہود کے ساتھ دوستانہ تھا، اور اللہ کا لشکر مسلمان تھے، ان کے ساتھ منافقین ملے ملے تھے، اب اس سورت میں یہ بیان ہے کہ مسلمانوں کے اصل دشمن منافقین ہیں، ان آستین کے سانپوں سے چوکنار ہونا چاہئے، آیت ۴ میں ہے: ﴿هُمُ الْعَدَاؤُ فَاحْذَرُوهُمْ﴾: وہی دشمن ہیں ان سے محتاط رہو — اور حصر اذعائی ہے، جیسے لا ربوا الا فی النسیئة ادھار ہی میں سود ہے، حالانکہ ربوی چیزیں ہم جنس پہنچی جائیں، اور ان میں تفاضل (کمی بیشی) ہو تو وہ بھی سود ہے، اور مذکورہ حدیث میں حصر اذعائی ہے، لوگ ادھار کو سود ہی نہیں سمجھتے، اس لئے زور دینے کے لئے کہا کہ ادھار ہی سود ہے، اسی طرح منافقین چونکہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں، اس لئے ان کو دشمن نہیں سمجھا جاتا، پس فرمایا کہ وہی دشمن ہیں، ان سے محتاط رہو۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں: اعتقادی اور عملی، پہلے رکوع میں نفاق اعتقادی کا بیان ہے، اور دوسرے رکوع میں نفاق عملی کا، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ کی دوسری قسم کے شروع میں اس کو مفصل بیان کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

”ایمان کی دو قسمیں ہیں: ظاہری انقیاد، اس کا مقابل کفر ہے، اور یقین کامل، اس کے مقابل کی تین صورتیں ہیں، اور ان کے تین نام ہیں:

۱۔ اگر تصدیق قلبی بالکل ہی فوت ہو، اور ظاہری انقیاد و اطاعت صرف تلوار کے خوف سے ہو تو وہ اصلی اور اعتقادی نفاق ہے۔

۲- اور اگر دل میں تصدیق تو موجود ہو، مگر عمل بالجوارح فوت ہو، یعنی فرائض کا تارک اور کبار کا مرتکب ہو تو وہ فاسق ہے۔

۳- اور اگر دل میں تصدیق ہو، مگر یقین کی دولت سے محروم ہو تو وہ نفاقِ عملی ہے۔

اور نفاقِ عملی تین طرح سے پیدا ہوتا ہے:

۱- آدمی پر نفس کا یا دنیا یا جہالت کا پردہ پڑ جائے، اور وہ مال، خاندان اور اولاد کی محبت میں بری طرح پھنس جائے،

اس لئے جزاؤں کو مستبعد سمجھنے لگے، اور گناہوں پر بے باک ہو جائے، دوسرے رکوع میں انہی لوگوں کا ذکر ہے۔

۲- اسلام میں سختیاں دیکھے، یعنی مسلمان ہونے کے بعد آلام و مصائب سے دوچار ہو، یا آبائی مسلمان ہو، اور اس کو

یہ صورت پیش آئے، پس وہ اسلام کو ناپسند کرنے لگے۔

۳- بعض خاص کافروں سے اس کو محبت ہو، جو اس کو اللہ کا بول بالا کرنے سے روک دیں، اسی لئے کفار سے مودت

یعنی قلبی تعلق حرام ہے۔

سورة المنافقون کا شان نزول: ۵۵ ہجری یا ۶۱ ہجری میں غزوہ بنی المصطلق پیش آیا، اسی کا نام غزوہ مرہ سیح بھی

ہے (مرہ سیح: اس قوم کے چشمے یا کنوئیں کا نام ہے) اس جنگ میں کامیابی کے بعد ایک واقعہ پیش آیا۔ ایک مہاجر جری اور

ایک انصاری میں جھگڑا ہو گیا، مہاجر جری نے مہاجرین کو مدد کے لئے پکارا، اور انصاری نے انصاریوں کو، اور قریب تھا کہ

مسلمانوں میں ایک فتنہ کھڑا ہو جائے، اس جھگڑے میں انصاری کو چوٹ لگی، نبی ﷺ موقع پر پہنچے، اور فرمایا: ”یہ

جاہلیت کا نعرہ کیسا ہے؟ اسے چھوڑو، یہ بدبودار نعرہ ہے!“ اس طرح معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

مگر اس واقعہ سے رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی نے فائدہ اٹھایا، اس نے اپنے لوگوں سے کہا: تم نے ان مہاجرین کو

سرپے چڑھالیا ہے، تم نے ان کو اپنے اموال اور جائیدادیں تقسیم کر کے دیں، اب یہ تمہاری روٹیوں پر پلے ہوئے تمہیں

آنکھیں دکھا رہے ہیں، اگر اب بھی تم نے ان کے تعاون سے ہاتھ نہ کھینچا تو یہ لوگ تمہارا جینا حرام کر دیں گے، تمہیں

چاہئے کہ جب تم مدینہ پہنچو تو عزت والا ذلیل کو وہاں سے باہر کرے۔

یہ گفتگو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے سنی، وہ اس وقت نوجوان تھے، انھوں نے یہ بات اپنے چچا کو بتلائی، چچا

نے وہ بات رسول اللہ ﷺ کو بتائی، آپ نے حضرت زید کو بلا کر تحقیق کی، اور پوچھا: ”لڑکے تم جھوٹ تو نہیں بولتے؟“

حضرت زید نے قسم کھا کر کہا کہ انھوں نے وہ بات اپنے کانوں سے سنی ہے، آپ نے پھر پوچھا: ”تمہیں کچھ شبہ تو نہیں

ہو گیا؟“ حضرت زید نے پھر وہی جواب دیا، تب آپ نے عبد اللہ کو بلا کر پوچھا، وہ قسم کھا گیا کہ اس نے یہ بات نہیں

کہی، اور زید جھوٹا ہے، چنانچہ تھوڑی دیر کے لئے آپ کو اس کا اعتبار آ گیا، اور حضرت زید سے بدظنی ہو گئی، پھر جب سورة

المنافقین نازل ہوئی تو ڈھول کا پول کھل گیا، اور قرآن نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی تصدیق کر دی۔

۴۳۱ سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ (۴۳۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا جَاءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهُ ۚ وَ
 اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ اَتَّخَذُوْا اٰیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ
 سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطَمِعَ
 عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَمَنْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاٰیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ۚ وَ اِنْ يَقُوْلُوْا
 تَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ ۚ كَانَتْهُمْ حُشْبٌ مِّنْ دَآءٍ يَّعْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۚ هُمْ
 الْعَدُوْۤى فَاحْذَرُهُمْ ۚ فَتَلٰكُمُ اللّٰهُ نَآئِيْ يُّوْفٰكُوْنَ ۝

اِذَا جَاءَكَ	جب آئیں گے آپ	اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ	بے شک منافقین	فَطَمِعَ	پس مہر لگ گئی
الْمُنٰفِقُوْنَ	کے پاس	لَكٰذِبُوْنَ	یقیناً جھوٹے ہیں	عَلٰى قُلُوْبِهِمْ	ان کے دلوں پر
قَالُوْا	منافقین	اَتَّخَذُوْا	بنایا انھوں نے	فَمَنْ لَا يَفْقَهُوْنَ	پس وہ سمجھتے نہیں
نَشْهَدُ	(تو) کہیں گے	اٰیْمَانَهُمْ	اپنی قسموں کو	وَاِذَا رَاٰیْتَهُمْ	اور جب آپ انکو دیکھیں
اِنَّكَ	ہم کو اسی دیتے ہیں	جُنَّةً	ڈھال	تُعْجِبُكَ	پسند آئیں آپ کو
لَرَسُوْلُ اللّٰهِ	بے شک آپ	فَصَدُّوا	پس روکا انھوں نے	اَجْسَامُهُمْ	ان کے جسم
وَاللّٰهُ	البتہ اللہ کے رسول ہیں	عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	اللہ کے راستہ سے	وَ اِنْ يَقُوْلُوْا	اور اگر کہیں وہ
يَعْلَمُ	اور اللہ تعالیٰ	اِنَّهُمْ سَآءَ مَا	بے شک برا ہے جو	تَسْمَعُ	سنیں آپ
اِنَّكَ	جانتے ہیں	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	کیا کرتے تھے وہ	لِقَوْلِهِمْ	ان کی بات
لَرَسُوْلُهُ	بے شک آپ	ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ	یہ بات بایں وجہ گدوہ	كَانَتْهُمْ حُشْبٌ	گو یا وہ لکڑی ہیں
وَاللّٰهُ يَشْهَدُ	اس کے رسول ہیں	اٰمَنُوْا	ایمان لائے	مُسَدَّدَةٌ	سہارے سے رکھی ہوئی
	اور اللہ گواہی دیتے ہیں	ثُمَّ كَفَرُوْا	پھر انھوں نے انکار کیا	يَعْسَبُوْنَ	گمان کرتے ہیں

کُلُّ صَبَیَّةٍ عَلَيْهِمْ	ہر چیخ کو اپنے اوپر	هُمْ الْعَدَاؤُ فَأَحْذَرُهُمْ	وہی دشمن ہیں پس بچیں آپ ان سے	فَتَنَّاكَ اللَّهُ آتَى يُؤْفِكُونَ	تاس کریں ان کا اللہ کہاں بھٹکے جا رہے ہیں
-------------------------------	------------------------	-----------------------------------	----------------------------------	--	--

اللہ تعالیٰ گواہی دیتے ہیں کہ منافقین دعویٰ ایمان میں جھوٹے ہیں

منافقین دل میں نبی ﷺ کے رسول ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے، مگر جھوٹ بولتے تھے کہ ان کو دل سے اعتقاد ہے، وہ اپنی اغراض کے لئے زبان سے باتیں بناتے تھے، اور جھوٹ بولنا تو ان کا شعار تھا، بات بات میں دروغ بیانی سے کام لیتے تھے، شان نزول کے واقعہ میں انھوں نے جھوٹ بولا ہے، اور اللہ نے آسمان سے ان کی تکذیب کی ہے۔

﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا لَوْ شَهِدْنَا لَكُمُ الشَّهَادَةُ لَكُنَّا مِنكُم ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَكُذِبٌ ۚ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكُذِبُونَ ۝﴾

ترجمہ: جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتے ہیں کہ منافقین (گواہی میں) جھوٹے ہیں۔

منافقین نے قسموں کو ڈھال بنایا ہے

منافقین جھوٹی قسمیں کھا کر مسلمانوں کو یقین دلاتے تھے کہ وہ مسلمان ہیں، تاکہ وہ مجاہدین اسلام کے ہاتھوں سے اپنی جال و مال محفوظ رکھیں، اور درپردہ وہ اسلام کی جڑیں کھودتے تھے، اسلام اور مسلمانوں کی عیب جوئی کر کے دوسروں کو بھی اسلام سے روکتے تھے، پس ان کی جھوٹی قسموں کا ضرر ان تک محدود نہیں رہتا تھا، بلکہ دوسروں تک متعدی ہو جاتا تھا، پس اس سے بڑھ کر اور برا کام کیا ہوگا؟

﴿اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَن مَّبَیْلِ اللَّهِ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝﴾

ترجمہ: انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے، پھر وہ دوسروں کو بھی اللہ کے راستے سے روکتے ہیں، بے شک برے ہیں وہ کام جو وہ کیا کرتے ہیں۔

منافقوں کے دلوں پر مہر لگ گئی ہے، اس لئے وہ حق بات سمجھتے نہیں!

منافقین زبان سے تو ایمان لائے، مگر دل منکر رہے، اور انھوں نے کافروں جیسے کام کئے، تو ان کے دلوں پر مہر لگ گئی، اب ان میں قبول حق کی صلاحیت مطلق نہیں رہی، اس لئے اب ان سے بات سمجھنے کی امید رکھنا فضول ہے۔

﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطَغِيَ عَلَيْهِمْ قُلُوبُهُمْ فَمِنْهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝﴾

ترجمہ: وہ بات یعنی منافقین کے اعمال بہت برے ہیں اس سبب سے کہ وہ لوگ (بہ ظاہر) ایمان لائے، پھر (درپردہ) کفر کیا تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی، پس وہ (حق بات) نہیں سمجھتے!

منافقین میں چھ باتیں: اچھی، بری اور بہت بری

منافقین میں چھ باتیں ہیں: دو کھلی ہیں جو اچھی ہیں، دو چھپی ہیں جو بری ہیں، اور دو خفی ہیں، جو بہت بری ہیں: کھلی دو باتیں یہ ہیں: (۱) ان کے جسم بڑے خوبصورت ہیں، ان کو دیکھ کر جی خوش ہوتا ہے (۲) ان کی باتیں لچھے دار ہوتی ہیں، ایسی کہ آدمی سنتا ہی رہے۔ اور دو چھپی باتیں یہ ہیں: (۱) وہ دیوار سے لگا کر کھڑی کی ہوئی لکڑی کی طرح ہیں، ان کو مسلمانوں کا سہارا چاہئے، اسی لئے وہ بظاہر مسلمان ہوئے ہیں (۲) وہ بزدل اور ڈرپوک ہیں، کہیں ذرا شور و غل ہوتا ہے تو ان کا دل وال جاتا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ آئی ہم پر آفت! اور دو خفی باتیں یہ ہیں: (۱) مسلمانوں کے حقیقی دشمن یہی لوگ ہیں، ان کی چالوں سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہئے (۲) وہ راجح کو چھوڑ کر بھٹک رہے ہیں، اللہ ان کا ناس مارے!

﴿وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ ۖ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ ۖ كَأَنَّهُمْ خُشْبٌ مُّسْنَدَةٌ ۚ يَحْسَبُونَ كُلَّ صَبَاحَةٍ عَلَيْهِمْ ۖ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۖ فَتَلَكَمُ اللَّهُ نَارًا يَوقُونَ ۝﴾

ترجمہ: (۱) اور جب آپ دیکھیں تو ان کے اجسام آپ کو پسند آئیں (۲) اور اگر وہ بات کہیں تو آپ ان کی بات سننے لگیں (۳) گویا وہ سہارے سے لگا کر کھڑی کی ہوئی لکڑیاں ہیں (۴) ہر غل پکار کو اپنے اوپر پڑنے والی بلا سمجھتے ہیں (۵) وہی دشمن ہیں، پس آپ ان سے ہوشیار رہیں (۶) اللہ ان کو غارت کرے! وہ کہاں پھرے جارہے ہیں؟

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّاْ رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُونَ ۝ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۚ كُنْ يُغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنْفَضُوا ۚ وَ لِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ وَلَكِنَّ الْمُنٰفِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ۝ يَقُولُونَ لِنُ رَّجِعَنَّ إِلَى الْمَدِينَةِ لَنُخْرِجَنَّكَ الْأَغْرَ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنٰفِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ	اور جب کہا گیا	أَمْرٌ لَّهُمْ تَسْتَغْفِرُ	یا معافی نہ چاہیں	السَّوَاتِ	آسمانوں
لَهُمْ	ان سے	لَهُمْ	ان کے لئے	وَالْأَرْضِ	اور زمین کے
تَعَالَوْا	آؤ	كُنْ يَغْفِرَ اللَّهُ	ہر گز معاف نہیں کریں	وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ	لیکن منافقین
يَسْتَغْفِرُ	گناہ معاف کرائیں	لَهُمْ	گے اللہ ان کو	لَا يَفْقَهُونَ	سمجھتے نہیں
لَكُمْ	تمہارے	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	يَقُولُونَ	کہتے ہیں
رَسُولُ اللَّهِ	اللہ کے رسول	لَا يَهْدِي	راہ نہیں دیتے	لَكِنْ رَجَعْنَا	بخدا! اگر لوٹے ہم
لَوْأَ (۱)	مٹکائے انھوں نے	النَّوْمَ الْفَاسِقِينَ	نافرمان لوگوں کو	لِلْمَدْيَنَةِ	مدینہ کی طرف
رُؤُوسَهُمْ	اپنے سر	هُمْ الَّذِينَ	وہی ہیں جو	لِيُخْرِجَنَّهُ	ضرور نکال باہر کرے گا
وَرَأَيْتَهُمْ	اور دیکھتا ہے تو ان کو	يَقُولُونَ	کہتے ہیں	الْأَعْرَ مِنْهَا (۲)	زیادہ معزز اس سے
يَصُدُّونَ (۲)	رکتے ہیں وہ	لَا تُنْفِقُوا	مت خرچ کرو	الذُّكُلَ	زیادہ ذلیل کو
وَهُمْ	در انحالیکہ وہ	عَلَى مَنْ عِنْدَ	ان پر جو پاس ہیں	وَلِلَّهِ الْغَنَاءُ	اور اللہ کیلئے عزت ہے
مُشْتَكِرُونَ	گھمنہ کرنے والے ہیں	رَسُولِ اللَّهِ	اللہ کے رسول کے	وَلِرَسُولِهِ	اور اس کے رسول کے لئے
سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ	یکساں ہے ان پر	حَتَّى يَنْفَضُوا (۳)	تاکہ نکھر جائیں وہ	وَلِلْمُؤْمِنِينَ	اور مسلمانوں کے لئے
أَسْتَغْفَرْتَ	خواہ آپ معافی چاہیں	وَاللَّهُ	اور اللہ کے لئے ہیں	وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ	لیکن منافقین
لَهُمْ	ان کے لئے	خَذَائِنَ	خزانے	لَا يَعْلَمُونَ	جاننے نہیں

جب منافقین کا پردہ فاش ہو جاتا ہے تب بھی وہ گناہ معاف کرائے نہیں آتے

جب کسی معاملہ میں صاف طور پر منافقین کی شرارت کھل جاتی ہے، اور ان سے کہا جاتا ہے کہ خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اپنا گناہ معاف کراؤ تو ان کا غور اس کی اجازت نہیں دیتا، وہ گردن ہلا کر سر مٹکا کر رہ جاتے ہیں، اور سنی ان سنی کر دیتے ہیں۔

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَأَ رُؤُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكِرُونَ﴾

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ، اللہ کے رسول تمہارے گناہ معاف کرا دیں تو وہ سر مٹکا کر رہ جاتے ہیں، اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ بے رخی اختیار کرتے ہیں، در انحالیکہ وہ تکبر کرنے والے ہیں۔

(۱) لَوَأَ: ماضی معروف، جمع مذکر، تلووۃ مصدر، لَوِ: مادہ: سر کو مٹکانا، گھمانا، ہلانا (۲) صَدُّ (ن): اعراض کرنا، باز رہنا، رکنا، عن: صلہ آئے تو روکنا، باز رکھنا۔ (۳) انْفِضَاض: منتشر ہونا (۴) منها: ای من المدینۃ۔

منافقین کے لئے خواہ معافی چاہیں یا نہ چاہیں، اللہ تعالیٰ ان کو معاف نہیں کریں گے

آیت ۶ میں نبی ﷺ کو اختیار دیا ہے کہ خواہ آپ منافقین کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشیں گے، اس میں اشارہ تھا کہ ان کے لئے استغفار نہیں کرنا چاہئے، مگر آپ نے اختیار سے فائدہ اٹھا کر رئیس المنافقین کا جنازہ پڑھایا، پھر سورۃ التوبہ کی (آیت ۸۴) نازل ہوئی، اور ممانعت کو قطعی شکل دیدی۔

﴿سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ دَلَّكَ اللَّهُ كُفْرَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾

ترجمہ: یکساں ہے ان کے حق میں: خواہ آپ ان کے لئے استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں: اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ حد اطاعت سے نکل جانے والوں کو راہ ہدایت نہیں دیتے۔

انصار کا مہاجرین پر خرچ کرنا منافقین کو گھلاتا تھا

آیت سات کا ترجمہ: وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں: ان لوگوں پر خرچ مت کرو جو اللہ کے رسول کے پاس ہیں، تاکہ وہ متفرق ہو جائیں، اور آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ کے لئے ہیں لیکن منافقین سمجھتے نہیں — وہ سمجھتے ہیں کہ وہ خرچ نہیں کریں گے تو مہاجرین، بھوکوں مریں گے نہیں وہ رزق کے دوسرے دروازے کھول دیں گے۔

عزت (غلبہ) اللہ کے لئے، اس کے رسول کے لئے، اور مومنین

کے لئے ہے، کفار و منافقین کا اس میں کوئی حصہ نہیں

شانِ نزول کی حدیث ایک مرتبہ اور پڑھ لیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم ایک غزوہ (غزوہ مریسج) میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور لوٹے آپ کے ساتھ بہت سے مہاجرین یعنی لشکر میں مہاجرین کی تعداد زیادہ تھی، اور مہاجرین میں ایک تفریح باز آدمی تھا، اس نے ایک انصاری کی سرین پر ہاتھ یالات ماری، پس انصاری بہت زیادہ غصہ ہوا، یہاں تک کہ اس نے (اپنے قبیلہ کو) مدد کے لئے پکارا: او انصار! مدد کو دو! اور مہاجرین نے پکارا: او مہاجر! مدد کو دو! پس نبی ﷺ (خیمہ سے) باہر نکلے اور پوچھا: یہ جاہلیت کا نعرہ کیسا ہے؟ پھر پوچھا: کیا قصہ ہے؟ پس آپ کو مہاجرین کے انصاری سرین پر ہاتھ یالات مارنے کی بات بتائی گئی، پس نبی ﷺ نے فرمایا: اس نعرہ کو چھوڑو، یہ گندہ نعرہ ہے، اور عبد اللہ بن ابی لہن سلول نے کہا: کیا انھوں نے ہمارے مقابلہ پر مدد کے لئے پکارا؟ اگر ہم مدینہ لوٹے تو نہایت عزت والا ضرور نہایت ذلیل کو مدینہ سے نکال دے گا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا ہم اس خبیث کو یعنی عبد اللہ کو قتل نہ کر دیں لے اللہ کے نبی! آپ نے فرمایا: نہیں، لوگ باتیں کریں گے کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں یعنی رہتی دنیا تک لوگ پروپیگنڈہ کریں

گے کہ محمدؐ نے تو اپنے ساتھیوں کو بھی نہیں چھوڑا، ان کو بھی قتل کیا پس ایسے غلط پروپیگنڈہ کاموں کو لوگوں کو نہیں دینا چاہئے۔ منافقین یہ نہیں جانتے کہ عزت والا اور زور والا کون ہے، اصلی عزت تو اللہ کے لئے ہے، پھر ان کی عنایت سے رسول اور مومنین کے لئے، کفار و منافقین کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔

﴿يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدْيَنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾

ترجمہ: وہ کہتے ہیں: بخدا! اگر لوٹ کر ہم مدینہ پہنچے تو ضرور نکال باہر کرے گا نہایت عزت دار بڑے ذلیل کو۔ جواب: اور عزت اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول کے لئے اور مومنین کے لئے ہے، مگر منافقین جانتے نہیں۔ وہ آج خود کو عزت والا اور زور والا تصور کرتے ہیں، مگر کل جو ان کی درگت بنے گی اس کی ان کو خبر نہیں!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ وَأَنْفِقُوا مِنْ مَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَّ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۚ فَأَصَّدَّقَ ۖ وَ أَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ	اے لوگو جو ایمان لائے	فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ	پس وہ لوگ ہی گھائے میں رہنے والے ہیں	أَنْ يَأْتِيَّ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ	کہ آئے تم میں سے کسی کو موت پس کہے وہ اے میرے رب کیوں نہیں مؤخر کیا آپ نے مجھ کو ایک مدت تک تھوڑی
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ	ایمان لائے	هُمُ الْخَاسِرُونَ	ہی گھائے میں رہنے والے ہیں	أَنْ يَأْتِيَّ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ	کہ آئے تم میں سے کسی کو موت پس کہے وہ اے میرے رب کیوں نہیں مؤخر کیا آپ نے مجھ کو ایک مدت تک تھوڑی
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ	نہ غافل کریں تم کو تمہارے اموال اور تمہاری اولاد	وَأَنْفِقُوا مِنْ مَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَّ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ	اور خرچ کرو اس میں سے جو بطور روزی دیا ہم نے تم کو پہلے اس سے	أَنْ يَأْتِيَّ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ	کہ آئے تم میں سے کسی کو موت پس کہے وہ اے میرے رب کیوں نہیں مؤخر کیا آپ نے مجھ کو ایک مدت تک تھوڑی
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ	اللہ کی یاد سے اور جو شخص کرے گا یہ کام	وَأَنْفِقُوا مِنْ مَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَّ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ	اور خرچ کرو اس میں سے جو بطور روزی دیا ہم نے تم کو پہلے اس سے	أَنْ يَأْتِيَّ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ	کہ آئے تم میں سے کسی کو موت پس کہے وہ اے میرے رب کیوں نہیں مؤخر کیا آپ نے مجھ کو ایک مدت تک تھوڑی

(۱) اَللّٰہِی ایلٰہی اِلٰہاء: غافل کرنا، لَا تُغْلِبْ: فعل نہیں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ	وَاللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	اللہ	پس خیرات کرتا میں	فَاَصَدَّقَ ۙ
خوب جانتے ہیں	حَبِيْبٌ	کسی شخص کو	نَفْسًا	اور ہوتا میں	وَ اَكُنْ
ان کاموں کو جو	بِمَا	جب آ جاتا ہے	اِذَا جَاءَ	نیکوں میں سے	مِّنَ الصّٰدِقِيْنَ
تم کرتے ہو	تَعْمَلُوْنَ	اس کی موت کا وقت	اَجَلَهَا	اور ہرگز موثر نہیں کرتے	وَلٰكِنْ يُّؤَخَّرَ

نفاق عملی کا بیان

عمل میں کوتاہ مسلمان قیامت کے دن آرزو کریں گے: کاش انہیں تھوڑی مہلت مل جاتی!

پہلے رکوع میں نفاق اعتقادی کا بیان تھا، اخروی احکام میں اس منافق اور کافر مجاہد میں کچھ فرق نہیں، بلکہ یہ منافق: کافر سے بدرجہ، وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوگا۔ اب آخر میں ضمناً نفاق عملی کا بیان ہے، یہ نفاق: ایمان کے ساتھ جمع ہوتا ہے، مگر یہ منافق ایمان میں یقین کی دولت سے محروم ہوتا ہے، اس لئے عمل میں کوتاہ ہوتا ہے۔

ابھی سورت کی تمہید میں شاہ صاحبؒ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یہ نفاق تین طرح پیدا ہوتا ہے، اس کی ایک صورت یہ ہے کہ آدمی پر نفس یا دنیا یا جہالت کا پردہ پڑ جائے، اور وہ مال، اولاد اور خاندان کی محبت میں بری طرح پھنس جائے، اس لئے جزا و سزا کو مستبعد سمجھنے لگے، اور گناہوں پر بے باک ہو جائے، اور یہ باتیں اس طرح اس کے دل میں سرایت کر جائیں کہ اسے احساس تک نہ ہو، اگر عقل و برہان سے اُن باتوں کو ماننا ہو جن کا ماننا ایمان کے لئے ضروری ہے۔ یہ عملی منافق قیامت کے دن اور موت کے وقت آرزو کرے گا کہ کاش اُسے تھوڑی مہلت مل جاتی یا وہ دنیا کی طرف تھوڑی مدت کے لئے لوٹایا جاتا تو خوب خیر خیرات کر کے نیک صالح بن کر آتا، مگر اب کیا ہوت ہے جب چڑیاں چک گئیں کھیت! جب موت کی گھڑی سر پہ آکھڑی ہوتی ہے تو لمحہ بھر کی مہلت نہیں ملتی، اور وہ جو کچھ کما کر لایا ہے اس سے اللہ تعالیٰ پورے باخبر ہیں، اب اس کا حساب چکائیں گے۔

آیات پاک: — اے ایمان والو! تمہیں غافل نہ کریں تمہارے اموال اور نہ تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے اللہ کے ذکر سے ساری شریعت مراد ہے — اور جو ایسا کرے گا — یعنی دنیا کے دھندوں میں پڑ کر آخرت کو بھول جائے گا — پس وہی لوگ گھائلے میں پڑنے والے ہیں۔

اور کچھ خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تم کو دیا ہے — یہ منافقوں کے قول: ﴿لَا تُنْفِقُوا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ﴾ کا مقابل ہے — اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے، پس وہ کہے: اے میرے رب! کیوں (۱) اَصْدُق: تصدق سے مضارع صیغہ واحد متکلم ہے: صدقہ دینا، خیرات کرنا، باب تفعل کی تاکا صا میں ادغام ہوا ہے۔

مہلت نہ دی آپ نے مجھ کو تھوڑی سی کہ میں خیرات کرتا، اور نیک بندوں میں شامل ہو جاتا؟

جواب: — اور اللہ تعالیٰ ہرگز مہلت نہیں دیتے کسی شخص کو جب اس کی موت کا وقت آ جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو

تمہارے کاموں کی سب خبر ہے!

آیات کی یہ تفسیر: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کی ہے، ترمذی شریف میں حدیث (نمبر ۳۳۳۹) ہے: حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس کے پاس اتنا مال ہے کہ وہ اس کو بیت اللہ تک حج کے لئے پہنچا سکتا ہے، یا اس کے پاس اتنا مال ہے کہ اس میں زکوٰۃ واجب ہے، پس اس نے حج نہ کیا اور زکوٰۃ ادا نہ کی تو وہ موت کے وقت دنیا میں واپس لوٹنے کی درخواست کرے گا (تاکہ اپنی کوتاہی کی تلافی کرے)..... پس ایک شخص نے کہا: ابن عباس! اللہ سے ڈرو! واپس لوٹنے کی درخواست کفار ہی کریں گے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: میں ابھی آپ کے سامنے اس سلسلہ میں قرآن پڑھوں گا کہ یہ بات کافروں کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ وہ مومن جس نے اعمال میں کوتاہی کی ہے وہ بھی درخواست کرے گا، پھر آپؐ نے سورۃ المنافقین کی (آیات ۹-۱۱) پڑھیں۔

تشریح: سورۃ المومنون کی (آیات ۱۰۰-۹۹) ہیں: ﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ۚ لَعَلِّيٰ أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ ۚ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَآئِهِمْ بَرَزَجٌ لِّئَلَّا يُبْعَثُونَ ۚ﴾: یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سر پر موت آکھڑی ہوتی ہے تو وہ کہتا ہے: اے میرے رب! آپ مجھے دنیا میں واپس بھیج دیں، تاکہ جس (مال) کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں نیک کام کروں، ہرگز نہیں! یہ اس کی ایک بات ہے جس کو وہ کہہ رہا ہے یعنی وہ بات پوری ہونے والی نہیں اور ان کے آگے ایک آڑ (قبر کی زندگی) ہے قیامت کے دن تک..... اس آیت سے اعتراف کرنے والے کو دھوکہ ہوا ہے، اس آیت میں کافر کا ذکر ہے، مگر اس میں حصر نہیں کہ وہی واپس لوٹنے کی درخواست کرے گا، اور سورۃ المنافقین کی آیات میں صراحت ہے کہ مسلمان بھی اگر اس نے اعمال میں کوتاہی کی ہے: واپس لوٹنے کی درخواست کرے گا۔

ملاحظہ: احادیث میں جو تین چار باتوں کو منافق کی علامتیں کہا ہے: وہ بطور مثال ہے، ان احادیث میں کلمہ محصر نہیں ہے (بخاری حدیث ۳۳۳۳) پس ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر سے اس کا تعارض نہیں۔

ایک نکتہ: سورۃ المنافقون کا نمبر شمار ۶۳ ہے، اور نبی ﷺ کی وفات ۶۳ سال کی عمر میں ہوئی ہے، اور اس سورت کی آخری آیت ہے کہ جب موت کا وقت آئے تو لمحہ بھر کی مہلت نہیں ملتی، یہ بات محبوب رب العالمین کے لئے بھی ہے، اور آگے سورۃ التغابن (خسارے کی سورت) آ رہی ہے، اس سے بعض علماء نے عمر مبارک اور وفات کا عظیم خسارہ ہونا مستحب کیا ہے (جمل)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ التغابن

التغابن: باب تغافل کا مصدر ہے، اس باب میں مشارکت (حصہ داری) ہوتی ہے، تَغَابَنَ الْقَوْمُ کے معنی ہیں: ایک دوسرے کو دھوکہ دینا، نقصان پہنچانا، اور یوم التغابن کے معنی ہیں: ہار جیت کا دن، سود و زیاں کا دن، یعنی قیامت کا دن، اس دن دوزخی ہاریں گے اور جنتی جیتیں گے، جنت میں دوزخیوں کا جو ٹھکانہ ہے وہ جنتیوں کے ہاتھ آئے گا، اور دوزخ میں جنتیوں کا جو ٹھکانہ ہے وہ دوزخیوں کے پلے پڑے گا۔

دوسری وجہ: قیامت کے دن کو یوم التغابن اس لئے کہا گیا ہے کہ لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد و پیمان کیا ہے، پھر اس کی خلاف ورزی کی ہے، اور وہ اپنی دانست میں دھوکہ دیتے رہے ہیں: اُس دن ان کا یہ فعل کھل کر سامنے آ جائے گا، القاموس الوحید میں یہ معنی لکھے ہیں، اور امام راغب رحمہ اللہ نے بھی 'مفردات' میں اسی کو پھیلا کر لکھا ہے، میں نے یہ معنی اختیار کئے ہیں، اس صورت میں سورۃ التغابن کا سورۃ المنافقون سے ربط زیادہ واضح ہوتا ہے، اس صورت میں التغابن میں مجاز بالحدف ہوگا یعنی مضاف محذوف ہوگا، ای ظہور التغابن: فریب کھلنے کا دن، قیامت کے دن اعتقادی منافقین کا فریب کھل جائے گا۔

ربط: سورۃ المنافقین کے پہلے رکوع میں اعتقادی منافقین کا تذکرہ ہے، یہ نفاق کفر و باح (واضح) سے بدتر ہے، ان منافقین کا ٹھکانہ اسفل السافلین (جہنم کا سب سے نچلا حصہ) ہے، اور دوسرے رکوع میں عملی منافقین یعنی عمل میں کوتاہ مومنین کا ذکر ہے، یہ نفاق: ایمان کے ساتھ جمع ہوتا ہے، اور یہ کوتاہ عمل مسلمان ان شاء اللہ مغفور ہوں گے۔ اس صورت میں بھی نفاق کی ان دونوں قسموں کا تذکرہ ہے، پس یہ صورت ماقبل سے مربوط ہے۔

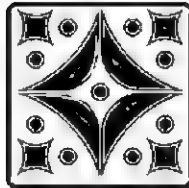
سورۃ کے مضامین: سورۃ ایک تمہید سے شروع ہوئی ہے، پہلے تسبیح و تحمید ہے، پھر یہ بیان ہے کہ انسانوں کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں، پس سب کو ان کی عبادت اور اطاعت کرنی چاہئے، مگر صورت حال یہ ہے کہ بعض اللہ کو مانتے ہیں، اور بعض انکار کرتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے کائنات انسان کے لئے پیدا کی ہے اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے، مگر کفار و منافقین مقصدِ تخلیق کو پورا نہیں کرتے، جبکہ انسان اشرف مخلوق ہے، اس لئے اس کی ذمہ داری سوا ہے، اس کے بعد گزشتہ منکرین کا دنیوی انجام موجودین کی عبرت کے لئے بیان کیا ہے، اور بتایا ہے کہ ان کا یہ انجام دو وجہ سے ہوا: ایک: انھوں نے رسولوں کی تکذیب کی، انسان کا رسول ہونا ان کے گلے نہیں اترتا۔ دوم: انھوں نے موت کے بعد کی

زندگی کو تسلیم نہیں کیا، جبکہ وہ برحق زندگی ہے۔

پھر اعتقادی منافقین سے خطاب ہے کہ رسول بھیجے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اللہ پر، اس کے رسول پر اور قرآن کریم پر ایمان لائیں، اور آخرت کے لئے تیاری کریں، ورنہ قیامت کا دن آ رہا ہے، اس دن منافقین کا فریب کھل جائے گا، اس کے بعد قیامت میں مؤمنین و کفار کا انجام بیان کیا ہے۔

اس کے بعد ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے کہ مصائب تو مؤمنین پر بھی آتے ہیں، تو کیا وہ بھی عذاب ہیں؟ جواب: نہیں، جو بھی مصیبت آتی ہے، وہ باذنِ الہی آتی ہے، اور مؤمن پر جب کوئی آفت آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو تسلیم و رضا کی راہ نبھاتے ہیں، پس اس کو اس حال میں بھی اطاعت شعار رہنا چاہئے اور اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

پھر عملی منافقین یعنی اعمال میں کوتاہی کرنے والے مسلمانوں سے خطاب ہے، اور کوتاہی کا سبب ازواج و اولاد کی پاس داری کو قرار دیا ہے، اور بتایا ہے کہ وہ دوست نما دشمن ہیں، ان سے محتاط رہنا چاہئے، ساتھ ہی بتایا ہے کہ دولت اور اولاد آزمائش ہیں، اس لئے انسان کو اس امتحان میں کامیاب اترنا چاہئے، پھر عام انفاق اور خاص انفاق (جہاد کے لئے خرچ کرنے) کا حکم ہے، اس پر سورت تمام ہوئی ہے۔



(۶۴) سُورَةُ التَّغَابُنِ مَكِّيَّةٌ (۱۰۸)

اِنشَاءً ۱۸

رُكُوعًا ۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ ۖ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسْرُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

یُسَبِّحُ لِلَّهِ	پاک بیان کرتے ہیں	کافر	انکار کرنے والا ہے	صَوَّرَكُمْ	تمہاری صورتیں
مَا فِي السَّمَوَاتِ	اللہ تعالیٰ کی	وَمِنْكُمْ	اور کوئی تم میں سے	وَالْيَهُ	اور اس کی طرف
وَمَا فِي الْأَرْضِ	جو آسمانوں میں ہیں	مُؤْمِنٌ	ایماندار ہے	الْمَصِيرُ	لوٹا ہے
لَهُ الْمُلْكُ	اور جو زمین میں ہیں	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	يَعْلَمُ	جانتے ہیں وہ
وَلَهُ الْحَمْدُ	اسی کے لئے حکومت ہے	بِمَا	ان کاموں کو جو	مَا فِي السَّمَوَاتِ	جو آسمانوں میں ہے
وَهُوَ	اور اسی کیلئے ہر تعریف ہے	تَعْمَلُونَ	تم کرتے ہو	وَالْأَرْضِ	اور زمین میں ہے
عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ	اور وہ	بَصِيرٌ	خوب دیکھنے والے ہیں	وَيَعْلَمُ	اور جانتے ہیں وہ
قَدِيرٌ	ہر چیز پر	خَلَقَ	پیدا کیا	مَا تُسْرُونَ	جو چھپاتے ہو تم
هُوَ الَّذِي	پوری قدرت رکھنے	السَّمَوَاتِ	آسمانوں کو	وَمَا تُعْلِنُونَ	اور جو ظاہر کرتے ہو تم
خَلَقَكُمْ	والے ہیں	وَالْأَرْضِ	اور زمین کو	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
فَمِنْكُمْ	وہی ہیں جنہوں نے	بِالْحَقِّ	بامقصد	عَلِيمٌ	خوب جاننے والے ہیں
	تم کو پیدا کیا	وَصَوَّرَكُمْ	اور ناک نقشہ بنایا تمہارا	بِذَاتِ	راز
	پھر کوئی تم میں سے	فَأَحْسَنَ	پس اچھی بنائیں	الصُّدُورِ	سینوں کے

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

تقدیس و تجید

تقدیس: پاکی بیان کرنا، تجید: بزرگی بیان کرنا — اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں وہ چیزیں جو آسمانوں میں ہیں، اور وہ چیزیں جو زمین میں ہیں — یعنی علویات اور سفلیات سب بدالالت حال ظاہر کرتے ہیں کہ خالق کائنات ہر عیب اور ہر کمی سے پاک ہے، انھوں نے ہر چیز کو خوب بنایا ہے — انہی کے لئے راج ہے — وہی کائنات کے تاجدار ہیں — اور انہی کے لئے تمام تعریفیں ہیں — یعنی راج ہی نہیں ہر خوبی اور کمال انہی کے لئے ہے، اور سب سے بڑی خوبی معبود ہونا ہے جو ان کے لئے خاص ہے، اور دوسروں کو جو بھی خوبی ملی ہے وہ انہی کی دین ہے، اس لئے اگر کسی کی تعریف کی جائے تو وہ درحقیقت اللہ کی تعریف ہے — اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں — پس ان کے لئے کائنات کا سنبھالنا کچھ مشکل نہیں۔

خالق سے برگشتہ لوگوں کے احوال سے اللہ تعالیٰ واقف ہیں

وہی ہیں جنہوں نے تم کو پیدا کیا، پس تم میں سے بعض منکر اور تم میں سے بعض مؤمن ہیں — یعنی چاہئے تو یہ تھا کہ سب انسان اپنے پیدا کرنے والے کی وحدانیت والوہیت کے قائل ہوتے، سب اس کی اطاعت و عبادت کرتے، مگر ہوا یہ کہ کچھ لوگ برگشتہ ہو گئے اور کچھ ایماندار رہے — اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہے ہیں — وہ ہر ایک کو قرار واقعی بدلہ دیں گے۔

کائنات اشرف المخلوقات انسان کے لئے پیدا کی ہے، اور اس کو اطاعت و بندگی کے لئے

آسمانوں اور زمین کا یہ نظام اللہ تعالیٰ نے خاص مقصد سے پیدا کیا ہے، اور وہ مقصد ہے انسان کی خدمت اور چارہ سازی۔ اور انسان کو مخلوقات میں سب سے اشرف بنایا ہے، سب سے انسانوں کی خلقت اچھی ہے، دیکھنے میں بھی خوبصورت اور ملکات و نجوی میں بھی ممتاز، اور اس کو اپنی اطاعت و بندگی کے لئے پیدا کیا ہے، اور اس کو جزوی (ایک حد تک) اختیار دیا ہے، کئی اختیار نہیں دیا، ورنہ وہ قادر مطلق ہو کر خود خدا بن جاتا، پس انسان اللہ کے بخشے ہوئے اختیار سے خیر و شر کا کسب کرتا ہے یعنی ابتدائی اسباب اختیار کرتا ہے، پس اللہ تعالیٰ اس فعل کا خلق کرتے ہیں۔ غرض انسان اللہ کے اختیار سے باہر نہیں، اور اس کو لوٹ کر اللہ کے پاس جانا ہے، وہاں وہ جزا و سزا پائے گا، مکافات عمل کے لئے کلی اختیار ضروری نہیں، جزوی اختیار کافی ہے، اور دیگر مخلوقات کو انسان سے بہت کم اختیار دیا ہے،

اس لئے ان کے لئے جزا دسر نہیں۔

﴿خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ ۚ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ﴾

ترجمہ: اس نے آسمانوں اور زمین کو خاص مقصد سے پیدا کیا ہے — حق کے معنی ہیں: الامر الثابت: پہلی بات
یعنی خاص غرض — اور اس نے تمہارا ناک نقشہ بنایا ہے، پس اس نے تمہاری بہترین صورت بنائی، اور اسی کی طرف
لوٹنا ہے۔

اللہ تعالیٰ انسانوں کے سر بستہ رازوں سے واقف ہیں، اس لئے جزا دسر آسان ہے

وہ جانتے ہیں ان چیزوں کو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور وہ جانتے ہیں ان باتوں کو جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر
کرتے ہو، اور اللہ تعالیٰ دلوں کے رازوں کو بھی خوب جانتے ہیں — یعنی سب کو اللہ کی طرف لوٹنا ہے، وہاں لوگ
مکافاتِ عمل سے دوچار ہونگے، اور یہ بات اللہ کے لئے آسان ہے، کیونکہ وہ کائنات کے اسرار سے واقف ہیں، اور
انسان جو کچھ چھپ کر کرتا ہے یا علانیہ کرتا ہے اس سے بھی واقف ہیں، بلکہ وہ دل کے بھیدوں سے بھی واقف ہیں، اس
لئے اللہ کے لئے انسان کو ان کے اعمال کا بدلہ دینا مشکل نہیں۔

الْمَرْيَاتِكُمْ نَبِئُوا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ
أَلِيمٌ ۚ ذَلِكَ بِأَنَّهُ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالُوا أَبَشَرُ يَهُدُونَ نَادَ
فَكَفَرُوا وَتَوَلَّوْا وَاسْتَغْنَى اللَّهُ وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۚ زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ
لَنْ يُبْعَثُوا ۚ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّيُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۚ وَذَلِكَ عَلَىٰ
اللَّهِ يَسِيرٌ ۝

الْمَرْيَاتِكُمْ	کیا نہیں پہنچی تمہیں	فَذَاقُوا	پس چکھا انھوں نے	ذَلِكَ	یہ بات
نَبِئُوا	خبر	وَبَالَ	وبال	بِأَنَّهُ	اس لئے کہ شان یہ ہے کہ
الَّذِينَ	ان لوگوں کی جنھوں نے	أَمْرِهُمْ	اپنے کام کا	كَانَتْ تَأْتِيهِمْ	آتے تھے ان کے پاس
كَفَرُوا	انکار کیا	وَلَهُمْ	اور ان کے لئے	رُسُلُهُمْ	ان کے رسول
مِنْ قَبْلُ	پہلے سے	عَذَابٌ أَلِيمٌ	دردناک عذاب ہے	بِالْبَيِّنَاتِ	واضح نشانیوں کے ساتھ

فَقَالُوا أَبَشْرٌ يَهْدُونَنَا فَكُفُّوا وَتَوَلَّوْا وَأَسْتَعْصِمُوا اللَّهُ وَاللَّهُ	پس انھوں نے کہا کیا کوئی انسان ہمیں راہ بھٹائے گا؟ پس نہیں مانا انھوں نے اور منہ پھیرا انھوں نے اور بے نیاز ہو گئے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ	عَفِیْ حَمِيدٌ رَّعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَّنْ يُتَّبَعُوا قُلْ بَلَّ	بڑے بے نیاز تعریفوں والے ہیں گمان کیا ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا کہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے وہ کہو: کیوں نہیں!	وَكِرْبِي لَتَتَّبَعَنَّ ثُمَّ لَتَتَّبِعُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذَلِكِ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ	میرے رب کی قسم! ضرور اٹھائے جاؤ گے تم پھر ضرور جتلائے جاؤ گے تم وہ کام جو تم کیا کرتے تھے اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر آسان ہے
--	---	--	---	---	--

پہلے بہت قومیں ہلاک کی گئیں، اور آخرت کا عذاب الگ رہا

اب اہل مکہ سے خطاب ہے کہ تم سے پہلے بہت سی قومیں عاد و ثمود وغیرہ تکذیب رسل اور کفر و انکار کی پاداش میں ہلاک کی گئی ہیں، پس تم کس شمار میں ہو! اور آخرت میں وہ دردناک عذاب سے دوچار ہوگی، پس ان سے سبق لو! ارشاد فرماتے ہیں: — کیا تمہیں ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جنھوں نے (تم سے) پہلے انکار کیا، پس انھوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا — یعنی دنیا میں عذاب سے ہلاک ہوئے — اور (آخرت میں) ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

وہ لوگ دنیا میں عذاب سے ہلاک کیوں کئے گئے؟ جواب: رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے، ان کی سمجھ میں انسان کا رسول ہونا نہیں آیا، اس لئے انھوں نے رسولوں کی بات ماننے سے انکار کر دیا، اور ہلاکت سے دوچار ہوئے، مکہ والے بھی انہیں کی روٹ چل رہے ہیں، پس وہ بھی اپنا انجام سوچ لیں، ارشاد فرماتے ہیں: — یہ (دنوی سزا) بایں سبب ہے کہ ان کے پاس ان کے پیامبر واضح نشانات کے ساتھ پہنچے، پس انھوں نے کہا: کیا انسان ہمیں راہ دکھائے گا! پس انھوں نے انکار کیا، اور انھوں نے منہ موڑا، اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہو گئے — یعنی اللہ نے ان کی کچھ پرواہ نہ کی، سب کو ہلاک کر دیا — اور اللہ تعالیٰ بڑے بے نیاز ستودہ صفات ہیں — یعنی کوئی رہے یا نہ رہے اللہ کا کیا نقصان ہے؟ اور فاسد عضو کو کاٹ دینا حکیم کا کمال ہے، ظلم نہیں!

اور منکرین: آخرت کے عذاب سے بے فکر اس لئے تھے کہ وہ موت کے بعد زندگی کے قائل نہیں تھے، جبکہ وہ حقیقی زندگی ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — منکرین نے گمان کیا کہ وہ ہرگز دوبارہ زندہ نہیں کئے جائیں گے، آپ کہیں: کیوں نہیں! میرے پروردگار کی قسم! تم ضرور زندہ کئے جاؤ گے، پھر تم ضرور جتلائے جاؤ گے وہ کام جو تم نے کئے ہیں، اور یہ بات

اللہ پر بہت آسان ہے۔

فَإْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ يَوْمَ يَجْمَعُكُمُ
لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذَلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۚ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُكَفِّرْ
عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
أَبَدًا ۚ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ
أَصْحَابُ النَّارِ ۖ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَبَشَ الْأَمْصِيرُ ۝

۱۵

فَإْمِنُوا	پس ایمان لاؤ	التَّغَابُنِ	فریب ظاہر ہونے کا	فِيهَا	ان میں
بِاللَّهِ	اللہ پر	وَمَنْ	اور جو شخص	أَبَدًا	ہمیشہ
وَرَسُولِهِ	اور اس کے رسول پر	يُؤْمِنُ	یقین رکھتا ہے	ذَلِكَ	یہ
وَالنُّورِ	اور اس روشنی پر	بِاللَّهِ	اللہ پر	الْفَوْزُ	کا میابی ہے
الَّذِي	جو	وَيَعْمَلُ	اور کرتا ہے	الْعَظِيمُ	بڑی
أَنْزَلْنَا	اتاری ہم نے	صَالِحًا	نیک کام	وَالَّذِينَ	اور جنہوں نے
وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	يُكَفِّرُ	مٹائیں گے وہ	كَفَرُوا	انکار کیا
بِمَا تَعْمَلُونَ	ان کاموں کی جگہ کرتے ہو	عَنْهُ	اس سے	وَكَذَّبُوا	اور جھٹلایا
خَبِيرٌ	پوری خبر رکھنے والے ہیں	سَيِّئَاتِهِ	اس کی برائیاں	بِآيَاتِنَا	ہماری باتوں کو
يَوْمَ	(یاد کرو) جس دن	وَيُدْخِلْهُ	اور داخل کریں گے وہ اس کو	أُولَٰئِكَ	وہ لوگ
يَجْمَعُكُمْ	اکٹھا کریں گے وہ تم کو	جَنَّاتٍ	باغات میں	أَصْحَابُ النَّارِ	آگ والے ہیں
لِيَوْمِ	دن میں	تَجْرِي	بہتی ہیں	خَالِدِينَ	ہمیشہ رہنے والے
الْجَمْعِ	جمع ہونے کے	مِنْ تَحْتِهَا	ان کے نیچے سے	فِيهَا	اس میں
ذَلِكَ	وہ	الْأَنْهَارُ	نہریں	وَبَشَ	اور بری ہے
يَوْمَ	دن ہے	خَالِدِينَ	رہنے والے وہ	الْمَصِيرُ	لوٹنے کی جگہ

اعتقادی منافقین سے خطاب اور مومنین و منکرین کا انجام

پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس روشنی پر جو ہم نے اتاری — یعنی قرآن کریم پر، اسی سے ہدایت کا راستہ واضح ہوتا ہے — اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں — کہ کون دل سے ایمان لایا ہے اور کس نے صرف زبانی جمع خرچ کیا ہے — (یاد کرو) جس دن وہ تم کو جمع کریں گے جمع ہونے کے دن میں — جس دن سب اولین و آخرین اکٹھا کئے جائیں گے — وہ دن فریب (ظاہر ہونے) کا دن ہوگا — اس دن منافقین کا فریب کھل کر سامنے آجائے گا، اور ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے۔

اور جو شخص ایمان لایا اللہ پر اور اس نے نیک عمل کیا: اللہ تعالیٰ اس سے اس کی برائیاں مٹائیں گے، اور وہ اس کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں — اس لئے وہ سدایہا رہو گے — جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے — اور جن لوگوں نے نہیں مانا اور ہماری باتوں کو جھٹلایا وہ دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور وہ برا ٹھکانہ ہے!

مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٥﴾ وَ أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلْغُ الْمُبِينُ ﴿٦﴾ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَعَلَى اللَّهِ قَلْبُتُوكُلِّ الْمُؤْمِنُونَ ﴿٧﴾

مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٥﴾	اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں	اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں	اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں	اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں	اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں
وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلْغُ الْمُبِينُ ﴿٦﴾	اللہ کے اور جو یقین رکھتا ہے اللہ پر راہ دکھاتے ہیں وہ اس کے دل کو	اللہ کے اور جو یقین رکھتا ہے اللہ پر راہ دکھاتے ہیں وہ اس کے دل کو	اللہ کے اور جو یقین رکھتا ہے اللہ پر راہ دکھاتے ہیں وہ اس کے دل کو	اللہ کے اور جو یقین رکھتا ہے اللہ پر راہ دکھاتے ہیں وہ اس کے دل کو	اللہ کے اور جو یقین رکھتا ہے اللہ پر راہ دکھاتے ہیں وہ اس کے دل کو
وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلْغُ الْمُبِينُ ﴿٦﴾	اللہ کے اور جو یقین رکھتا ہے اللہ پر راہ دکھاتے ہیں وہ اس کے دل کو	اللہ کے اور جو یقین رکھتا ہے اللہ پر راہ دکھاتے ہیں وہ اس کے دل کو	اللہ کے اور جو یقین رکھتا ہے اللہ پر راہ دکھاتے ہیں وہ اس کے دل کو	اللہ کے اور جو یقین رکھتا ہے اللہ پر راہ دکھاتے ہیں وہ اس کے دل کو	اللہ کے اور جو یقین رکھتا ہے اللہ پر راہ دکھاتے ہیں وہ اس کے دل کو
وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلْغُ الْمُبِينُ ﴿٦﴾	اللہ کے اور جو یقین رکھتا ہے اللہ پر راہ دکھاتے ہیں وہ اس کے دل کو	اللہ کے اور جو یقین رکھتا ہے اللہ پر راہ دکھاتے ہیں وہ اس کے دل کو	اللہ کے اور جو یقین رکھتا ہے اللہ پر راہ دکھاتے ہیں وہ اس کے دل کو	اللہ کے اور جو یقین رکھتا ہے اللہ پر راہ دکھاتے ہیں وہ اس کے دل کو	اللہ کے اور جو یقین رکھتا ہے اللہ پر راہ دکھاتے ہیں وہ اس کے دل کو
وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلْغُ الْمُبِينُ ﴿٦﴾	اللہ کے اور جو یقین رکھتا ہے اللہ پر راہ دکھاتے ہیں وہ اس کے دل کو	اللہ کے اور جو یقین رکھتا ہے اللہ پر راہ دکھاتے ہیں وہ اس کے دل کو	اللہ کے اور جو یقین رکھتا ہے اللہ پر راہ دکھاتے ہیں وہ اس کے دل کو	اللہ کے اور جو یقین رکھتا ہے اللہ پر راہ دکھاتے ہیں وہ اس کے دل کو	اللہ کے اور جو یقین رکھتا ہے اللہ پر راہ دکھاتے ہیں وہ اس کے دل کو

کوئی مصیبت اللہ کی مرضی کے بغیر نہیں پہنچتی، پس مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ!

یہ آیات پاک ایک سوال کا جواب ہیں کہ مصائب تو مومن پر بھی آتے ہیں تو کیا وہ بھی عذاب ہوتے ہیں؟ جواب وہ عذاب نہیں ہوتے، پہلے ایک قاعدہ سمجھ لیں: کوئی بھی مصیبت اذن الہی کے بغیر نہیں آتی، ایک پتہ بھی بدوں حکم خداوندی کے نہیں پھڑکتا، مگر جب مومن پر کوئی مصیبت آتی ہے تو توفیق خداوندی اس کے شامل حال ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو تسلیم و رضا کی راہ نبھاتے ہیں، پس وہ رضا بہ قضا رہتا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ وہ بندہ ہے کہ جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو خوش رہتا ہے، اور جان لیتا ہے کہ مصیبت اللہ کی طرف سے ہے (بخاری سورة التغابن کی تفسیر) — پس مومن کو ہر حال میں اللہ و رسول کا حکم ماننا چاہئے، اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو اللہ و رسول کا کیا بگڑے گا، اسی کا دل پر اگندہ ہوگا، رسول تو سب نیک و بد کھول کر سمجھا چکا۔ ارشاد فرماتے ہیں: — کوئی مصیبت بغیر اذن خداوندی کے نہیں پہنچتی، اور جو شخص اللہ پر یقین رکھتا ہے: اللہ تعالیٰ اس کے دل کو راہ نبھاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں — وہ جانتے ہیں کہ کون صبر و استقامت اور تسلیم و رضا کی راہ پر چلا، اس کو سکون قلبی کی دولت عطا فرماتے ہیں، اور کون ہائے کرتار ہا، اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں — اور دل کی تخصیص اس لئے کی کہ دل ہی نبھتا ہے، کان تو سنی ان سنی کر دیتا ہے، جیسے: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلَى قَلْبِكَ﴾: اس (قرآن) کو امانت دار فرشتے نے آپ کے دل پر اتارا — اور حکم مانو اللہ کا، اور حکم مانو رسول کا، پس اگر روگردانی کی تم نے تو ہمارے رسول کے ذمہ صاف صاف پہنچا دینا ہی ہے — یعنی ہر حال میں احکام الہی کو پیش نظر رکھو، اگر ایسا نہیں کرو گے تو تمہارا ہی نقصان ہوگا، اللہ و رسول کا کچھ نہیں بگڑے گا — اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اللہ تعالیٰ ہی پر پس چاہئے کہ بھروسہ کریں مومنین! — یعنی معبود اور مستعان تنہا اسی کی ذات ہے، نہ کسی اور کی بندگی، نہ کوئی دوسرا بھروسہ کے لائق (فوائد)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنِّ مِنْ أَرْوَاحِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عُدُوَّكُمْ فَأَحْذَرُوا هُمَ ۖ وَمَنْ
تَعَفَّوْا وَتَصَفَّحُوا ۖ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ
فِتْنَةٌ ۖ وَاللَّهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَأَسْمِعُوا وَأَطِيعُوا
وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِّأَنْفُسِكُمْ ۖ وَمَنْ يُوقِ شَهْمَ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝
إِنْ تَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضْعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۖ وَاللَّهُ شَكُورٌ

حَلِيمٌ ۝ عَلِيمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے لوگو جو ایمان لائے	وَاللَّهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ	اور اللہ تعالیٰ ان کے پاس بڑا ثواب ہے	هُمُ الْمُفْلِحُونَ	ہی کامیاب ہیں
وَأُولَٰئِكَ كُنتُمْ	اور تمہاری کچھ اولاد	فَاتَّقُوا اللَّهَ	پس ڈرو اللہ سے	قَرْضًا حَسَنًا	اچھا قرضہ
عَدُوًّا لَّكُمْ	تمہاری دشمن ہے	مَا اسْتَطَعْتُمْ	جہاں تک تم سے ہو سکے	يُضْعِفُهُ	(تو) دوچند کریں گے
فَاحْذَرُوهُمْ	پس محتاط رہو ان سے	وَأَسْعُوا	اور سکو	لَكُمْ	تمہارے لئے
وَتَصَفَّوْا	اور درگزر کرو	وَاطِيعُوا	اور کہا مانو	وَيُفْضِلْ لَكُمْ	اور بخشیں گے وہ تمہارے گناہ
وَتَغْفِرُوا	اور بخشو	وَأَنْفِقُوا	اور خرچ کرو	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ	بڑے بخشنے والے	خَيْرًا	بھلے کو	شَكُورٌ	بڑے قدر دان
رَحِيمٌ	بڑے رحم والے ہیں	لَا نَفْسِيكُمْ	اپنی ذاتوں کے	حَلِيمٌ	بڑے بردبار ہیں
لَا تَمْنَأْ	اس کے سوا نہیں کہ	وَمَنْ يُوقِ شَعْرَ	اور جو بچایا گیا	الْغَيْبِ	چھپی
أَمْوَالِكُمْ	تمہارے اموال	نَفْسِهِ	اپنے جی کے	وَالشَّهَادَةِ	اور کھلی چیزوں کو
وَأُولَٰئِكَ كُنتُمْ	اور تمہاری اولاد	فَأُولَٰئِكَ	پس وہ	الْعَزِيزُ	زبردست
فِتْنَةً	آزمائش ہے			الْحَكِيمُ	بڑے حکمت والے ہیں

اعمال میں کوتاہی کا ایک خاص سبب: ناجائز بیوی/شوہر اور نالائق اولاد کی موافقت

ان آیات میں اعمال میں کوتاہی کرنے والے مسلمانوں (عملی منافقوں) کا تذکرہ ہے، ایمان کے باوجود اعمال میں کوتاہی کے بہت سے اسباب ہیں، مثلاً: (۱) دین سے ناواقفیت (جہالت) (۲) برے ماحول کے اثرات (۳) اچھی تربیت کا فقدان (۴) غیر ضروری علوم (انجوشن) وغیرہ۔ اور ایک خاص سبب جس کا یہاں تذکرہ ہے: وہ یہ ہے کہ بدچلن بیوی اور بد اطوار شوہر کے جذبات کی ناجائز پاسداری، اور اولاد کی حد سے بڑھی ہوئی ناز برداری دینی اعمال میں کوتاہی کا

سبب بنتی ہے۔ مثلاً: فیشن پسند بیوی اصرار کرتی ہے کہ گھر میں ٹی وی لاؤ، اور شوہر اس کی خاطر سانپوں کی یہ پٹاری گھر میں لے آتا ہے، اور گھر تباہ ہو جاتا ہے، یا جذبات سے مغلوب شوہر اصرار کرتا ہے، اور بیوی جس زمانہ میں نماز نہیں پڑھتی، شب باشی میں اس کی موافقت کرتی ہے، اور دونوں گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں، اسی طرح اولاد کے لئے آدمی حلال و حرام کا خیال کئے بغیر مال حاصل کرتا ہے، اور جس گھر میں حرام یا مشتبہ مال آ جاتا ہے وہ گھر دینی اعتبار سے برباد ہو جاتا ہے، ایسی ہی بیوی/شوہر اور اولاد آدمی کے دشمن ہیں، ان سے محتاط رہنے کا حکم ہے، تاکہ وہ دین کی بربادی کا سبب نہ بنیں۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن مِّنْ آذٍ لَّكُمْ وَآوْلَادِكُمْ وَعَدُوِّكُمْ فَأَحْذَرُوا لَهُمْ﴾

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے! بے شک تمہاری کچھ بیویاں اور تمہاری کچھ اولاد تمہاری دشمن ہے، پس تم ان سے محتاط رہو۔

دین کی دشمن بیوی/شوہر اور اولاد کی نرمی سے اصلاح

کچی (ٹیڑھا پن) پہلے نرمی سے دور کرنی چاہئے، بعد اطور بیوی/شوہر اور نالائق اولاد کی اصلاح کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ نرمی کی جائے: (۱) ان کو معاف کیا جائے یعنی ان کی غلطی نظر انداز کی جائے (۲) ان سے درگزر کیا جائے یعنی ایکشن نہ لیا جائے، تادیب نہ کی جائے، مارا نہ جائے (۳) اور بخش دیا جائے یعنی ان سے راضی ہو جائے، اللہ تعالیٰ بھی جب بندے کا گناہ بخش دیتے ہیں تو اس سے راضی ہو جاتے ہیں، پس یہ ترقی من الادنی الی الاعلیٰ ہے۔ جب انسان اپنی بری زندگی کا ورق پلٹ دیتا ہے، اور اچھی زندگی اختیار کر لیتا ہے تو وہ اس کی فعلی توبہ ہو جاتی ہے، اور گناہ سے توبہ کرنے والے مانند گناہ نہ کرنے والے کے ہو جاتا ہے۔ الذنب کمین لا ذنب لہ (مشکات حدیث ۲۳۶۳) ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ تَغْفِرُوا وَتَضَعُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾

ترجمہ: اور اگر تم معاف کرو، اور درگزر کرو، اور بخش دو تو بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں۔

مال اور اولاد آزمائش ہیں، اس امتحان میں پورا اترنا چاہئے

اموال: یعنی دولت اور اولاد فتنہ ہیں، فتنہ دو دھاری تلوار کو کہتے ہیں، ایسی تلوار اگر احتیاط سے چلائی جائے تو دشمن کا سر پھوٹے گا، اور بے احتیاطی کی جائے تو پہلے اپنا ہی سر پھوٹے گا، اب بیوی کنیں لیا کہ اس سے گلو خلاصی کا راستہ ہے، مگر اموال و اولاد کا کیا کیا جائے؟ وہ فتنہ ہیں، اللہ ان کے ذریعہ بندے کا امتحان کرتے ہیں، لہذا مال جائز طریقہ پر کمایا جائے، اس میں بھی ثواب ہے، اور اچھی جگہوں پر خرچ کیا جائے اس کا بھی اجر عظیم ملے گا، اسی طرح اولاد کی شروع ہی سے اچھی

ترتیب کی جائے، دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا جائے، ان کے عمل سے بھی موت کے بعد اجر آتا رہے گا، ورنہ بری اولاد دنیا میں بھی وبال ہے اور آخرت میں بھی ان کی جواب دہی کرنی پڑے گی۔

﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِنْدَكَ أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾

ترجمہ: تمہاری دولت اور تمہاری اولاد آزمائش ہے، اور اللہ کے پاس اجر عظیم ہے — جائز طریقوں سے اموال کمانے میں اور اچھی راہوں میں خرچ کرنے میں اور اولاد کی دینی تربیت کرنے میں بڑا ثواب ہے۔

مامورات میں امکان بھر عمل مطلوب ہوتا ہے، اور منہیات میں کلی اجتناب ضروری ہے

پہلے ایک ضابطہ سمجھ لیں: مامورات (کرنے کے کاموں) میں حسب استطاعت (امکان بھر) عمل مطلوب ہوتا ہے، اور منہیات (ناجائز کاموں) میں کلی اجتناب (بچنا) ضروری ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مامورات کے مختلف درجات ہیں، فرض، واجب، سنت مؤکدہ، عام سنت، اور مستحبات و مندوبات، اول دو پر تو عمل ضروری ہے، مگر وہ بہت تھوڑے احکام ہیں، اور سنت مؤکدہ کو بھی مستقل چھوڑنے والا گنہگار ہوتا ہے، باقی احکام پر عمل ضروری نہیں، وہ مستحبات ہیں، امکان بھران میں عمل مطلوب ہے اور ایسے احکام بہت ہیں، اسی لئے مامورات کی جانب میں ”امکان بھر“ کی قید لگاتے ہیں۔

اور منہیات (ناجائز کاموں) میں کلی اجتناب (پوری طرح بچنا) ضروری ہے، کیونکہ ان کے دو ہی درجات ہیں، حرام اور مکروہ تحریمی، اور دونوں سے بچنا ضروری ہے، مکروہ تحریمی بھی حرام ہی ہوتا ہے، مگر اس کا ثبوت ظنی ہوتا ہے، زنا کے تعلق سے فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْنَى﴾ زنا کے پاس بھی مت پھٹکو (بنی اسرائیل ۳۲) یعنی زنا کے مقدمات سے بھی بچو، اور حائضہ بیوی کے تعلق سے فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا هُنَّ حَتَّىٰ يَضِلُّوهُنَّ﴾ ان کے نزدیک مت جایا کرو، جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں (البقرہ ۲۲۲) یعنی ایک ساتھ مت لیٹو، ورنہ گناہ میں مبتلا ہو گے، اور ابن ماجہ کے شروع ہی میں حدیث ہے: إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَاخْلُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَانْتَهُوا: جب میں تمہیں کسی کام کے کرنے کا حکم دوں تو امکان بھر اس پر عمل کرو، اور جب میں تمہیں کسی بات سے روکوں تو اس سے (کلی طور پر) رک جاؤ (حدیث ۲) اور جب نبی ﷺ خواتین سے بیعت لیتے تھے، اور جائز کاموں میں نافرمانی نہ کرنے کا عہد لیتے تھے تو فیما اسْتَطَعْتُمْ وَأَطَقْتُمْ بَرَّوْهُنَّ تھے کہ ہم حتی الامکان جائز کاموں پر عمل کریں گی، نافرمانی نہیں کریں گی (درمنثور سورۃ محمد) ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مامورات میں امکان بھر عمل مطلوب ہوتا ہے، اور منہیات میں کلی اجتناب ضروری ہے۔

تقویٰ کے مفہوم میں مامورات و منہیات دونوں شامل ہیں، اور حسب موقع معنی مراد لئے جاتے ہیں اس کے بعد جاننا چاہئے کہ ﴿اتَّقُوا اللَّهَ﴾ اللہ سے ڈرو! کے مفہوم میں مامورات و منہیات دونوں شامل ہیں،

مامورات کی خلاف ورزی نہیں کرنی چاہئے، اور منہیات کا ارتکاب نہیں کرنا چاہئے، دونوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔ اور اللہ سے ڈرنا: سانپ، شیر اور دشمن سے ڈرنے کی طرح نہیں، یہ ڈرنا بر بنائے خوف ہوتا ہے، اللہ سے ڈرنا بر بنائے محبت ہے، جیسے سعادت مند بیٹا، علم کا خواہش مند شاگرد اور اللہ کے وصل کا طالب مرید: باپ، استاذ اور پیر سے ڈرتے ہیں، یہ ڈرنا بر بنائے محبت ہے، وہ پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں کہ کوئی ایسی حرکت نہ ہو جائے جس سے باپ، استاذ اور پیر ناراض ہو جائیں، ورنہ وہ نیک بختی، علم کی دولت اور وصل خداوندی سے محروم رہیں گے۔

اور مومنین کو اللہ تعالیٰ سے بے حد محبت ہوتی ہے: اس کی دلیل یہ ارشاد پاک ہے: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ اور جو لوگ مومن ہیں ان کو اللہ کے ساتھ بے حد محبت ہوتی ہے، اس لئے وہ اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کر کے اللہ کی ناراضگی سے بچتے ہیں یہی اللہ سے ڈرنا ہے۔

اور آیت پاک: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُوا إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ میں تقویٰ سے منہیات مراد ہیں، ان میں کلی اجتناب ضروری ہے، اس لئے فرمایا: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے، اور قرینہ آیت کا آخر ہے کہ تمہاری موت مکمل اطاعت کی حالت میں آنی چاہئے، اور زیر تفسیر آیت میں ﴿اتَّقُوا اللَّهَ﴾ کے ساتھ ﴿مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ کی قید اس لئے لگائی کہ یہاں مامورات مراد ہیں، ان میں امکان بغير عمل مطلوب ہوتا ہے۔

﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا﴾

ترجمہ: پس ڈرو اللہ سے جہاں تک تم سے ہو سکے، اور بات سنو اور حکم مانو۔ یعنی تمام مامورات چرمل کی کوشش کرو۔

عام خرچ کرنے میں بھی مومن کی بہتری ہے

اموال اور اولاد آزمائش ہیں، مال غریبوں پر اور وجوہ خیر میں خرچ کیا جائے تو وہ بہتر ہے، اور اولاد کا معاملہ مؤخر کیا ہے، اس کا ذکر سورۃ التحریم میں آئے گا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ، گھر والوں میں اولاد بھی شامل ہے، اور جائز ذرائع سے مال کمانے کا حکم قرآن میں دوسری جگہ (سورۃ النساء آیت ۲۹) اور حدیثوں میں ہے۔ اور عام انفاق کی بہتری کی دلیل یہ حدیث ہے: بندہ کہتا ہے: یہ مال میرا ہے، وہ مال میرا ہے! حالانکہ اس کے اموال تین ہیں: (۱) کھاپی لیا اور ختم کر دیا (۲) پہن لیا اور پرانا کر دیا (۳) خیرات کر دیا اور آخرت کی بینک میں جمع کر دیا۔ ان کے سوا جو کچھ ہے وہ دوسروں کے لئے چھوڑ جانا ہے۔

(رواہ مسلم مشکات حدیث ۵۱۶۹)

﴿وَأَنْفَقُوا حَيْثُ لَا نَفْسُكُمْ﴾

ترجمہ: اور خرچ کرو تمہارے لئے بہتر ہوگا۔

بخل فطری صفت ہے، مگر اس میں افراط و تفریط بری چیز ہے

بخل کی حقیقت ہے روکنا، مگر اس کا استعمال کنجوسی کے لئے عام ہو گیا ہے، بخل کی وجہ سے انسان اندوختہ کرتا ہے، اور انسان میں یہ صفت مٹی سے آئی ہے، دوسرے جانور جمع نہیں کرتے، صبح چلتے ہیں اور شام پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں، اور انسان حاجت کے وقت کے لئے جمع رکھتا ہے، مگر اچھی صفت میں بھی افراط و تفریط بری چیز ہے، سورہ بنی اسرائیل (آیت ۲۹) میں ہے ﴿لَا يَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ﴾: تو اپنا ہاتھ نہ تو گردن سے باندھ لے اور نہ بالکل ہی کھول دے، پھر بخل میں افراط کا نام شُخ ہے، یعنی خود غرضی، اپنا مفاد پیش نظر رکھنا، غریب کے لئے جیب سے کچھ نہ نکلے، یہ بری صفت ہے، کامیابی میانہ روی میں ہے۔

﴿وَمَنْ يُوقِ شَخْمَ نَفْسِهِ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

ترجمہ: اور جو شخص اس کے جی کی لالچ سے محفوظ رکھا گیا، تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

جہاد کے کار کے لئے خرچ کرنے کا صلہ دنیا میں ملتا ہے

دوسرا حکم: خاص اتفاق کا ہے، یعنی جہاد کے مقصد کے لئے خرچ کرنا، دورِ اول میں حکومت کے پاس فنڈ نہیں تھا، صحابہ جان و مال سے جہاد کرتے تھے، یہ مال کس کو دیا؟ امیر کو یا حکومت کو؟ نہیں، اللہ کو قرض دیا، اور قرض بہر حال واپس آتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس قرض کو نعمت کی صورت میں دوچند کر کے واپس کرتے ہیں، اور آخرت میں بخشش نفع میں رہی! مگر شرط یہ ہے کہ قرض: حسنہ (خوبی والا قرض) ہو، یعنی امیر یا حکومت پر احسان نہ رکھے کہ وہ دل آزاری کا سبب ہوگی۔

﴿إِنْ تَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضْعِفْهُ لَكُمْ وَيَعْفُوْا لَكُمْ ۖ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ﴾
وَالشَّهَادَةُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: اور اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرض دو گے اچھی طرح قرض دینا تو وہ اس کو تمہارے لئے دوچند کریں گے، اور تمہارے گناہ بخشیں گے، اور اللہ بڑے قدردان ہیں — اس لئے قرضہ بڑھا کر لوٹاتے ہیں — اور وہ بڑے بردبار ہیں — اس لئے آخرت میں بخشش فرماتے ہیں — وہ پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والے ہیں — پس جس کا اتفاق جس درجہ کا ہوگا اس کے بقدر صلہ دیں گے — زبردست بڑی حکمت والے ہیں — یعنی وہ خود جہاد کے لئے سامان فراہم کر سکتے ہیں، وہ زبردست ہیں، مگر مسلمانوں سے خرچ کراتے ہیں اس میں حکمت ہے، اور وہ مومنین کا نفع ہے۔

﴿۱۵﴾ ۱۵ شوال ۱۴۳۷ھ = ۲۰ جولائی ۲۰۱۶ء، سورۃ المنافقون کے بعد سفر امریکہ کی وجہ سے وقفہ رہا، دوبارہ

کام ۱۰ شوال سے شروع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الطلاق

رابط: گذشتہ سورت کے آخر میں عمل میں کوتاہی کرنے والے مسلمانوں (عملی منافقین) کا ذکر تھا، اور کوتاہی کا سبب ازواج و اولاد کو قرار دیا تھا، وہ اعمال میں کوتاہی کا باعث بنتے ہیں، پھر یہ بیان تھا کہ نرمی سے ان کی اصلاح کی جائے، ان کو معاف کیا جائے، درگزر کیا جائے اور بخش دیا جائے، سورۃ النساء (آیات ۳۳ و ۳۵) میں بھی بیوی کی اصلاح کے چار طریقے بیان کئے ہیں: (۱) اس کو سمجھایا جائے، فہم اش کی جائے (۲) اس کا بستر میں بائیکاٹ کیا جائے، ساتھ نہ لٹایا جائے (۳) تاذیب کی جائے، سزا دی جائے (۴) کمیشن مقرر کیا جائے، ایک آدمی شوہر کی طرف سے اور ایک عورت کی طرف سے، دونوں اصلاح حال کی کوشش کریں، مگر کبھی صورت حال سنگین ہو جاتی ہے، معاملہ کسی طرح قابو میں نہیں آتا تو آخری علاج جدائی ہے، اب اس سورت میں طلاق اور اس کے متعلقات عدت و رضاعت وغیرہ کا بیان ہے، اور یہی سورت کا موضوع ہے۔

سورت کے مضامین: پہلے رکوع میں طلاق، عدت اور رضاعت کا بیان ہے، اور دوسرے رکوع میں ان معاشرتی احکام پر عمل کی تاکید ہے، اگر مسلمان ان احکام کی خلاف ورزی کریں گے تو دنیا میں سخت سزا پائیں گے، اور آخرت میں گھائلے میں رہیں گے، اور اگر اطاعت کریں گے تو دنیا میں بھی سرخ رو ہوں گے، اور آخرت میں جنت کے سدا بہار باغات کے وارث ہوں گے — پھر آخری آیت میں یہ مضمون ہے کہ کائنات بہت وسیع ہے، آسمان سات ہیں، اور زمینیں بھی اسی قدر ہیں، اور سب میں احکام نازل ہوتے ہیں، اور سب مخلوقات ان کی تعمیل کرتی ہیں، اس زمین میں بھی اللہ نے احکام بھیجے ہیں، لوگوں کو ان کی تعمیل کرنی چاہئے، ورنہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں، اور وہ ہر چیز کو اپنے احاطہ علمی میں لئے ہوئے ہیں۔

عدتیں دو ہیں: عدت التطلاق اور عدت الطلاق: عدت التطلاق یعنی طلاق دینے کا مقررہ وقت، اور عدت الطلاق کا دوسرا نام عدت النساء بھی ہے، عدت التطلاق کا تعلق مرد سے ہے اور عدت الطلاق کا تعلق عورت سے، ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ﴾ (سورۃ البقرہ آیت ۲۲۸) میں عدت الطلاق کا ذکر ہے، اور یہاں ﴿يَتَرَبَّصْنَ﴾ میں عدت التطلاق کا ذکر ہے۔

اور امام اعظم اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک قروء سے مراد حیض ہیں، اور امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک طہر مراد ہیں، اور تمام ائمہ متفق ہیں کہ طلاق طہر میں دی جائے، حیض میں طلاق دینا گناہ ہے، پھر قائلین طہر کے نزدیک عورت عدت طہر سے گزارے گی، اور جس طہر میں طلاق دی ہے وہ طہر عدت میں شمار ہوگا، چاہے طہر کے بالکل آخر میں طلاق دی ہو، اور قائلین حیض کے نزدیک عدت حیض سے گزارے گی، اور ثمرۂ اختلاف اس طرح ظاہر ہوگا کہ قائلین طہر کے نزدیک تیسرا حیض عدت میں داخل نہیں ہوگا، اور قائلین حیض کے نزدیک داخل ہوگا۔

قرآن کریم مسئلہ کی احسن اور حسن صورتیں بیان کرتا ہے، اور انہی کو پیش نظر رکھتا ہے

قرآن کریم کا یہ خاص اسلوب ہے کہ وہ مسئلہ کی احسن اور حسن صورتوں ہی کو بیان کرتا ہے، اور انہی کو پیش نظر رکھتا ہے، فتیج (بدی) صورتوں کو بیان نہیں کرتا، نہ ان کو پیش نظر رکھتا ہے، تاکہ ان کو اعتباریت حاصل نہ ہو، مثلاً: طلاق دینے کے تین طریقے ہیں: احسن، حسن اور بدی:

احسن طریقہ: یہ ہے کہ ایسے طہر میں جس میں صحبت نہ کی ہو ایک صریح طلاق دے، پھر مزید طلاق نہ دے، عدت گزرنے دے، اس صورت میں رجوع کا حق حاصل رہے گا، اور عدت کے بعد بھی تدارک ممکن ہوگا، اس لئے یہ افضل طریقہ ہے۔

اور طلاق حسن: یہ ہے کہ جس طہر میں صحبت نہ کی ہو اس میں ایک صریح طلاق دے، پھر دوسرے طہر میں دوسری صریح طلاق دے، پھر عدت گزرنے دے، تیسری طلاق نہ دے، اس صورت میں بھی عدت کے ختم تک غور و فکر اور رجوع کا موقع رہے گا، اور عدت کے بعد بھی تدارک ممکن ہوگا، اس لئے یہ اچھا طریقہ ہے، اور چونکہ دوسری طلاق بے ضرورت دی ہے اس لئے اس کا نمبر دوسرا ہے۔

طلاق بدی: مذکورہ دونوں طریقوں کے علاوہ طلاق دینے کی ہر صورت بدی (بری) ہے، مثلاً: ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں صحبت کی ہے یا حیض کی حالت میں طلاق دینا یا ایک ساتھ ایک سے زیادہ طلاقیں دینا۔ اسے کیونکہ جب طہر میں صحبت کی پھر طلاق دی تو احتمال ہے کہ حمل ٹھہر گیا ہو، پس عورت حیض آنے تک شش و پنج میں مبتلا رہے گی کہ اسے عدت حیض سے گزارنی ہے یا وضع حمل سے؟ عورت کو اس الجھن سے بچانے کے لئے ایسے طہر میں طلاق دینے کا حکم ہے جس میں صحبت نہ کی ہو، اور یہ قید حدیث نے بڑھائی ہے — اور حیض میں طلاق دینا اس لئے ممنوع ہے کہ وہ شوہر کی فطری نفرت کا زمانہ ہے، اور طہر میں فطری میلان ہوتا ہے، پس اس وقت بیوی سے فائدہ نہ اٹھانا، بلکہ طلاق دینا واقعی ضرورت کی علامت ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر حیض میں طلاق دی جائے گی تو عورت کی عدت لمبی ہو جائے گی کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک عدت طہر سے گذرتی ہے اور جس طہر میں طلاق دی گئی ہے وہ طہر عدت میں شمار کیا جاتا ہے، پس یہ حیض جس میں طلاق دی گئی ہے خواہ مخواہ گزارنا پڑے گا۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک حیض سے عدت گذرتی ہے مگر یہ حیض جس میں طلاق دی گئی ہے شمار نہیں کیا جاتا اس لئے عدت لمبی ہو جائے گی۔

اور ایک طہر میں تین طلاقیں دینا، یا ایک مجلس میں یا ایک لفظ میں تین طلاقیں دینا بھی طلاق بدعی ہے، چونکہ اس صورت میں معاملہ تنگ ہو جاتا ہے اور عدت کے اندر اور عدت کے بعد تدارک کی کوئی راہ باقی نہیں رہتی اور کبھی کف افسوس ملنے کی نوبت آتی ہے اس لئے اس طرح سے طلاق دینا ناپسندیدہ ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک من حیث الوقت طلاق بدعی ہوتی ہے، من حیث العدد نہیں ہوتی، ان کے نزدیک ایک سے زیادہ طلاقیں ایک ساتھ دینا جائز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں۔

سورۃ البقرۃ (آیت ۲۲۹) میں ارشاد پاک ہے: ﴿الطَّلَاقُ مَثْرَتَيْنِ﴾ طلاق دو بار ہے، موقان کے ایک معنی ہیں: مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ، یعنی دو طہروں میں دو طلاقیں دے اور بس کرے، یہی طلاق کا حسن طریقہ ہے، اور اسی سے احسن طریقہ کی فضیلت بھی سمجھ میں آ جاتی ہے۔

سوال: ارشاد پاک: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ﴾: (آیت ۲۳۰) میں تیسری طلاق کا بھی ذکر ہے، جبکہ تیسری طلاق دینا اچھا نہیں، پھر یہ کہنا کیسے درست ہوگا کہ قرآن نامناسب صورت ذکر نہیں کرتا! جواب: اس آیت میں تیسری طلاق کی قباحت کا بیان ہے کہ اگر تیسری طلاق دے گا تو حلالہ کی ضرورت پیش آئے گی، جو شوہر کی غیرت کے خلاف ہوگا۔

طلاق اور اس کے متعلقات کے بیان میں تقویٰ کا بار بار تذکرہ

احکام کی پابندی قانون اور دباؤ سے نہیں کرائی جاسکتی، حکومتیں قانون بناتی ہیں اور لوگ چور دوازے کھول لیتے ہیں، احکام پر عمل اسی وقت ممکن ہے جب دل میں اللہ کا ڈر ہو، اور آخرت میں مواخذہ کا یقین ہو، اس لئے احکام کی آیات میں تقویٰ کا ذکر ضرور آتا ہے، پھر جن احکام کی تعمیل نفس پر شاق ہوتی ہے، جیسے طلاق اور اس کے متعلقات ان میں بار بار تقویٰ کا تذکرہ کیا جاتا ہے، چنانچہ پہلے رکوع میں پانچ بار تقویٰ کا ذکر کیا ہے، اور ہر بار تقویٰ کا نیا فائدہ بھی بیان کیا ہے۔



(۶۵) سُورَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ (۹۹)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ لَا تَذَرُنِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا ۝

یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ	اے پیغمبر	لَا تُخْرِجُوهُنَّ	مت نکالو ان کو	وَمَنْ يَتَعَدَّ	اور جو شخص بڑھے گا
إِذَا طَلَقْتُمُ	جب تم طلاق دو	مِنْ بُيُوتِهِنَّ	ان کے گھروں سے	حُدُودَ	حدوں سے
النِّسَاءَ	عورتوں کو	وَلَا يَخْرُجْنَ	اور نہ نکلیں وہ	اللَّهُ	اللہ کی
فَطَلِّقُوهُنَّ	تو ان کو طلاق دو	إِلَّا أَنْ	مگر یہ کہ	فَقَدْ ظَلَمَ	تو یقیناً ظلم کیا اس نے
لِعَدَّتِهِنَّ ^(۱)	ان کی عدت شروع میں	يَأْتِيَنَّ	ارتکاب کریں وہ	نَفْسَهُ	اپنی ذات پر
وَأَحْصُوا	اور شمار کرو	بِفَاحِشَةٍ	بے حیائی کا	لَا تَذَرُنِي ^(۲)	نہیں جانتی وہ
الْعِدَّةَ	عدت کو	مُبَيِّنَةٍ	صریح	لَعَلَّ اللَّهَ	شاید اللہ تعالیٰ
وَاتَّقُوا	اور ڈرو	وَتِلْكَ	اور یہ	يُحْدِثُ	نئی پیدا کریں
اللَّهُ	اللہ سے	حُدُودُ	مقرر کی ہوئی حدیں ہیں	بَعْدَ ذَلِكَ	اس کے بعد
رَبَّكُمْ	جو تمہارے پروردگار ہیں	اللَّهُ	اللہ کی	أَمْرًا	کوئی صورت

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

طلاق طہر میں دی جائے اور عدت یاد رکھی جائے

ارشاد پاک ہے: — اے پیغمبر! جب آپ لوگ اپنی بیویوں کو طلاق دیں تو ان کو ان کی عدت کے شروع میں طلاق

(۱) لِعَدَّتِهِنَّ: میں لام وقتیہ ہے، ای فی قُبُلِ عَدَّتِهِنَّ: عدت کے شروع میں یعنی طہر میں تاکہ عدت حیض سے شروع ہو

(۲) لَا تَذَرُنِي: واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے اور ہی کا مرجع مطلقہ ہے۔

دیں — یہ حکم امت کو دیا ہے، اور خطاب پیغمبر علیہ السلام سے کیا ہے، ایسا دو وجہ سے کیا ہے:

پہلی وجہ: قدیم دستور یہ تھا کہ بادشاہ قوموں کو حکم دیا کرتے تھے سرداروں کو مخاطب کر کے، یہی طریقہ یہاں اپنایا ہے۔
دوسری وجہ: طلاق جائز کاموں میں بھی اللہ کو نہایت ناپسند ہے، مگر بوقت ضرورت ناپسند نہیں، حتیٰ کہ پیغمبر ﷺ بھی بوقت ضرورت طلاق دے سکتے ہیں، پس آپ کا تذکرہ امت کے قلوب کی تطہیب کے لئے ہے، جیسے غنیمت و فی کے مصارف میں اللہ پاک کا تذکرہ باقی مصارف کے قلوب کی تطہیب کے لئے ہے۔

طلاق دینے کا حکم: جیسے نکاح کرنا کبھی واجب ہوتا ہے، کبھی سنت مؤکدہ اور کبھی مکروہ تحریمی: بے تابی کی حالت میں (عند التَّوَقَّانِ) نکاح کرنا واجب ہے، اعتدال کی حالت میں سنت مؤکدہ، اور بیوی پر ظلم کے اندیشہ کے وقت مکروہ تحریمی (در عتقار) اسی طرح طلاق دینا کبھی واجب ہوتا ہے، کبھی مستحب، کبھی مباح، اور کبھی مکروہ تحریمی: جب شقاق (کشاکش) اس حد تک بڑھ جائے کہ حکمین (ثالثوں) سے بھی مسئلہ حل نہ ہو تو طلاق دینا واجب ہے، اور عورت بدکار ہو تو طلاق دینا مستحب ہے، اور بوقت حاجت مباح ہے، اور بلا وجہ (محض چکھنے کے لئے) طلاق دینا مکروہ تحریمی ہے۔

آگے ارشاد پاک ہے: — اور عدت کو یاد رکھو، اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا پروردگار ہے — عدت تو کبھی مطلقات اور متوفی عنہا پر واجب ہے، اور وہ وقت کے ساتھ خود بخود گزر جاتی ہے، مگر اس کی خاص اہمیت ان عورتوں کے لئے ہے جن کو عدت کے بعد نکاح کرنا ہے، ان عورتوں کی چونکہ نکاح کے ساتھ دلچسپی ہوتی ہے، اس لئے عدت کے شمار میں کھلا کر سکتی ہیں، اس لئے مردوں کو حکم دیا کہ تم عدت کو یاد رکھو، تاکہ کوئی بے عنوانی نہ ہونے پائے۔
اور طلاق رجعی میں شوہر رجوع کر سکتا ہے، پس وہ بھی غل فصل (فریب) کر سکتا ہے اس لئے حکم دیا کہ اللہ سے ڈرتے رہو، ورنہ پکڑے جاؤ گے۔

عورت عدت میں اسی گھر میں رہے جس میں شوہر کے ساتھ رہتی تھی

آگے ارشاد فرماتے ہیں: — ان (مطلقہ) عورتوں کو ان کے (رہنے کے) گھروں سے مت نکالو، اور وہ خود بھی نہ نکلیں، ہاں مکروہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں (تو اور بات ہے) اور یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں، اور جو شخص اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز کرے گا اس نے بالیقین اپنا ہی نقصان کیا، اسے (مطلقہ) کو کیا خبر شاید اللہ تعالیٰ اُس (طلاق) کے بعد کوئی نئی بات پیدا کر دیں۔

تفسیر: ان آیات میں پیش نظریہ ہے کہ شوہر نے ایک یا دو رجعی طلاقیں دی ہیں، پس عورت عدت میں شوہر کے ساتھ اسی گھر میں رہے جس میں طلاق سے پہلے رہتی تھی، کسی پردہ وغیرہ کی بھی ضرورت نہیں، کیونکہ رجعی طلاق میں عورت

نکاح میں رہتی ہے، ہاں اگر باندہ یا مغلطہ طلاق دی ہے تو پردہ یا علاحدہ کرہ ضروری ہے، اور اس کا انتظام نہ ہو تو شوہر نکلے، عورت بہر حال اسی گھر میں عدت گزارے، شوہر اس کو وہاں سے نکال نہیں سکتا، ناجائز ہے۔ اور وہ خود بھی نکل کر میکے وغیرہ نہ چلی جائے، ایسا کرنا صریح بے حیائی کا کام ہے، اور یہ احکام اللہ کی مقرر کی ہوئی باؤنڈری ہیں، ان سے نکلنے کی اجازت نہیں، اگر عورت ایسی حرکت کرے گی تو وہ اپنا نقصان کرے گی اسے کیا معلوم! شاید اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کر دیں یعنی مصالحت ہو جائے اور شوہر رجوع کر لے، اور کہیں اور چلی گئی تو یہ راہ مسدود ہو جائے گی۔

فائدہ (۱): حدیں (دائرے) دو ہیں: چھوٹا اور بڑا: پہلا دینداری کا دائرہ ہے اور دوسرا دین کا، جو پہلے دائرے سے نکل جاتا ہے وہ فاسق کہلاتا ہے، وہ دیندار نہیں رہتا، اور جو دوسرے دائرے سے نکل جاتا ہے وہ مسلمان ہی نہیں رہتا، یہاں پہلا دائرہ مراد ہے، پس مطلقہ کا شوہر کے گھر سے نکل کر میکہ وغیرہ جا کر عدت گزارنا کبیرہ گناہ ہے، ایسی عورت فاسقہ اور ناشمزہ (نافرمان) ہے، اور وہ عدت کے نفقہ کی بھی مستحق نہیں۔

فائدہ (۲): عورت کی خوبی گھر میں رہنے میں ہے، اس کا بے ضرورت گھر سے نکلنا برا ہے، اور مطلقہ کا نکلنا تو کھلی بے حیائی ہے، اللہ کے حکم کی صریح خلاف ورزی ہے، فاحشۃ مبینہ سے یہی خروج مراد ہے۔

فائدہ (۳): آیت کے آخر میں شوہر کے گھر میں عدت گزارنے کی حکمت کا بیان ہے کہ رجوع کی صورت نکل سکتی ہے، وہ شوہر کو راضی کر لے، اور شوہر اس کو رکھ لے، اور چلی گئی تو اصلاح کی کوئی صورت ممکن نہ ہوگی۔

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ۚ ذَٰلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَن كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۖ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ۚ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ	پس جب پہنچیں وہ	فَأَمْسِكُوهُنَّ	تور دو کو ان کو	أَوْ فَارِقُوهُنَّ	یا جدا کرو ان کو
بِمَعْرُوفٍ	اپنی مقررہ مدت کو	بِمَعْرُوفٍ ^(۱)	اچھے انداز سے	بِمَعْرُوفٍ	اچھے انداز سے

(۱) معروف: بہرہ و قول یا فعل جس کی خوبی عقل یا شرف ثابت ہو، یعنی اچھا کام، اچھی بات، اس کی ضد منکر ہے۔

وَأَشْهِدُوا ذَوْنَهُ عَدْلٍ قَبْلَكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ذَلِكُمْ يُنْعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ	اور گواہ بناؤ دو معتبر آدمیوں کو تم میں سے اور ٹھیک ٹھیک دو گواہی اللہ کے لئے یہ بات نصیحت کی جاتی ہے اس کے ذریعہ اس کو جو ایمان لایا	بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ	اللہ پر اور پچھلے دن پر اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے گردانے میں اس کیلئے کوئی نکلنے کی راہ اور روزی دیتے ہیں اس کو جہاں سے خیال نہیں ہوتا اور جو بھروسہ کرتا ہے	عَلَّمَ اللَّهُ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا	اللہ پر تو وہ اس کے لئے کافی ہیں بے شک اللہ تعالیٰ پہنچنے والے ہیں اپنے معاملہ کو تحقیق ٹھہرایا ہے اللہ نے ہر چیز کے لئے ایک اندازہ
--	--	---	---	--	--

جب عدت پوری ہونے کو آئے تو شوہر کو دو اختیار ہیں

ایک یا دو طلاق رجعی میں جب عدت ختم ہونے کو آئے تو شوہر کو دو اختیار ہیں: (۱) یا عدت ختم ہونے سے پہلے عورت کو دستور کے موافق رجعت کر کے اپنے نکاح میں رکھ لے (۲) یا عدت پوری ہونے پر معقول طریقہ سے اس کو جدا کر دے، یعنی رکھنا، ہتھب اور الگ کرنا، ہتھب آدمیت اور شرافت کا برتاؤ کرے، تطویل عدت کے لئے رجعت نہ کرے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — پس جب وہ عورتیں اپنی مقررہ مدت کو پہنچیں تو تم ان کو بھلے طریقہ پر نکاح میں رکھو یا ان کو بھلے طریقہ پر جدا کرو۔

مراجعة یا مفارقت پر گواہ بنانا مستحب ہے، اور گواہ گواہی بغیر رو رعایت کے دیں

نکاح میں تو گواہ بنانا ضروری ہے، مگر مراجعة یا مفارقت میں گواہ بنانا ضروری نہیں، مستحب ہے، بتلے تو بہتر ہے تاکہ لوگوں میں متہم نہ ہو، ارشاد فرماتے ہیں: — اور اپنوں میں سے (مسلمانوں میں سے) دو معتبر آدمیوں (یا ایک آدمی اور دو عورتوں) کو گواہ بنالو، اور وہ اللہ کے لئے (بغیر رو رعایت کے) ٹھیک ٹھیک گواہی دیں۔

مذکورہ احکام بندوں کی خیر خواہی کے لئے ہیں

شروع سورت سے اب تک جو احکام بیان ہوئے ہیں وہ بندوں کے لئے نصیحت (خیر خواہی) ہیں، مگر ان پر عمل وہی

(۱) ذَلَّوْنِي: اصل میں ذَلَّوْنِي تھا، اضافت کی وجہ سے نون گر گیا ہے (۲) ذَلَّكُمْ کا مشارالیه مذکورہ تمام احکام ہیں۔

شخص کرتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے، دوسرے تو سنی اُن سنی کر دیتے ہیں، اور اپنا ہی نقصان کرتے ہیں جیسے قرآن کریم: ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ ہے، سبھی لوگوں کی راہ نمائی کے لئے اتر اے [البقرہ آیت ۱۸۵] مگر اس سے فائدہ متی ہی اٹھاتے ہیں، اس لئے فرمایا: ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾ [البقرہ آیت ۲]

یہی معاملہ مذکورہ احکام کا ہے، جاہل مسلمان جب غصہ چڑھتا ہے تو فوراً فیر کر دیتے ہیں، چاہے جنس کی حالت ہو، اور دھڑا دھڑتین فیر کرتے ہیں، پھر سر پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں یا عورت یا شوہر نکاح اور رجعت میں بے عنوانی کرتے ہیں، یا شوہر مطلقہ کو گھر سے چلنا کرتا ہے یا عورت خود صریح بے حیائی کا ارتکاب کرتی ہے اور میکہ چلی جاتی ہے، اس طرح نادان مسلمان اللہ کی حدود کو پار کر جاتے ہیں اور اپنا ہی نقصان کر بیٹھتے ہیں۔

﴿ذٰلِكُمْ يُوعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾

ترجمہ: ان احکام سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے۔

مشکلات میں بھی اللہ کے احکام پر عمل کرے، اللہ تعالیٰ گلو خلاصی کی راہ نکالیں گے

عام بات: احکام الہی کی تعمیل بہر حال کرنی چاہئے، خواہ کتنی ہی مشکلات اور شدائد کا سامنا کرنا پڑے، اللہ تعالیٰ مشکلات سے نکلنے کا دیر سویر راستہ بتاتے ہیں، مثلاً: معیشت کی تنگی ہو تو گھبرائے نہیں، ہمت مرداں مدد خدا!

خاص مراد: مطلقہ کو شوہر کے گھر میں عدت گزارنے میں کبھی پریشانی پیش آتی ہے، گھر کے افراد کی نظریں پھری ہوئی ہوتی ہیں یا شوہر سے جھگڑا ہوا ہے اور وہ شوہر کو ایک آنکھ نہیں بھاتی، ایسی صورت میں مطلقہ تین ماہ اس گھر میں کیسے رہے؟ فرماتے ہیں: گھبرائے نہیں، اللہ کے حکم پر عمل کرے، اس میں اس کی مصلحت ہے، اور عدت کے دن کتنے ہیں؟ بہت جلد اللہ تعالیٰ اس گھر سے نکلنے کی راہ بتائیں گے، عدت پوری ہوتے ہی چلی جانا، ابھی صبر و سکون سے بیٹیں رہ!

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لِّهٖ مَخْرَجًا ۝﴾

ترجمہ: اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے نکلنے کی راہ بتاتے ہیں۔

عدت کے بعد عورت کا کیا ہوگا؟ مطلقہ اس الجھن میں نہ پڑے، اللہ تعالیٰ اس کا انتظام کریں گے

عام بات: تقویٰ کامیابی کی کلید ہے، اس مشعل کی آسانی ہوتی ہے، بے قیاس و گمان روزی ملتی ہے، اور کون وطمینان کی دولت لگ نصیب ہوتی ہے، لہذا بندہ اللہ پر بھروسہ رکھے، اسباب پر تکیہ نہ کرے، اللہ کی قدرت اسباب کی پابند نہیں، ان کو جو کام کرنا ہے وہ پورا ہو کر رہتا ہے، سب اسباب اسی کی مشیت کے تابع ہیں، البتہ ہر چیز کا اس کے یہاں ایک اندازہ

ہے، اسی کے موافق وہ ظہور پذیر ہوتی ہے، اس لئے اگر کسی چیز کے حاصل ہونے میں دیر لگے تو متوکل کو گھبرانا نہیں چاہئے۔ خاص مراد: معتدہ اس الجھن میں مبتلا رہتی ہے کہ عدت کے بعد اس کا کیا ہوگا؟ میکہ میں عدت گزارتی تو رشتہ دار اس کی فکر کرتے، یہاں شوہر کے گھر میں کس کو اس کی پڑی ہے؟ فرماتے ہیں: معتدہ اس الجھن میں مبتلا نہ ہو، عدت کے بعد اللہ تعالیٰ اس کا انتظام کر دیں گے، ایسی جگہ سے اس کی روزی روٹی (نکاح) کا انتظام ہو جائے گا کہ اس کو اس کا سان گمان بھی نہیں ہوگا، میکہ والے اپنی جگہ اس کے بارے میں سوچیں گے، اور نکاح کے خواہش مند بھی نظریں دوڑائیں گے، اس طرح عدت کے بعد اس کا حل نکل آئے گا، شوہر کے گھر سے نکل کر میکہ میں عدت گزارنے پر یہ بات موقوف نہیں، اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہو جاتے ہیں، اور اللہ کا فیصلہ بہر حال پورا ہو کر رہتا ہے، خواہ کچھ دیر لگے، کیونکہ اللہ نے ہر کام کا ایک اندازہ ٹھہرا رکھا ہے، ہر کام اس کے وقت پر ہوتا ہے، کل امر مرہون بوقتہ: ہر کام اس کے وقت پر ہوتا ہے۔

﴿وَيَزِفُّهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَخْتَسِبُ، وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ ۱۰ إِنَّ اللَّهَ بِأَمْرِهِ ۖ
كَذَا جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ﴿۱۱﴾

ترجمہ: اور اس کو روزی پہنچاتے ہیں ایسی جگہ سے جس کا خیال بھی نہیں ہوتا، اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کے لئے کافی ہو جاتے ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہتے ہیں، البتہ اللہ نے ہر کام کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

وَالَّذِي يَخْنَسُ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ
وَالَّذِي لَمْ يَحْضَنْ ۖ وَأُولَاۓ الْأَحْصَالِ أَجَلُهَا أَنْ يُضْعِنَ حَمْلُهَا ۖ
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ۝ ذَٰلِكَ أَمْرُ اللَّهِ أَنْزَلَهُ
إِلَيْكُمْ ۖ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَكْفِرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا ۝

وَالَّذِي	اور جو عورتیں	إِنْ ارْتَبْتُمْ	اگر تمہیں شک ہو	لَمْ يَحْضَنْ	حیض نہیں آیا
يَخْنَسُ	نا امید ہو گئیں	فَعِدَّتُهُنَّ	تو ان کی عدت	وَأُولَاۓ الْأَحْصَالِ	اور حمل والیاں
مِنَ الْمَحِيضِ	حیض سے	ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ	تین ماہ ہے	أَجَلُهَا	ان کا مقررہ وقت
مِنْ نِسَائِكُمْ	تمہاری عورتوں میں سے	وَالَّذِي	اور جن عورتوں کو	أَنْ يُضْعِنَ	یہ ہے کہ رکھ دیں وہ

حَمَلُكَ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهُ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ	اپنے حمل کو اور جو ڈرے اللہ سے بنائیں گے وہ اس کے لئے اس کے معاملہ میں	يُسْرًا ذَلِكَ أَمْرُ اللَّهِ أَنْزَلَكَ إِلَيْكُمْ وَمَنْ يَتَّقِ	آسانی یہ اللہ کا حکم ہے اتار ہے اس کو تمہاری طرف اور جو ڈرے	اللَّهُ يَقْفِرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمَ لَهُ أَجْرًا	اللہ سے مٹائیں گے اس سے اس کی برائیاں اور بڑا کریں گے اس کے لئے ثواب
--	---	---	--	---	---

آئیہ اور نابالغہ مطلقہ کی عدت تین ماہ ہے

سورۃ البقرة (آیت ۲۲۹) میں مطلقہ کی عدت تین حیض آئی ہے، سوال ہوا کہ اگر کبر سن کی وجہ سے حیض بند ہو گیا ہو یا لڑکی نابالغ ہو، ابھی حیض نہیں آیا، ان کو اگر طلاق ہو جائے تو عدت کیا ہوگی؟ اس آیت میں بتایا کہ ان کی عدت تین ماہ ہے۔ ترجمہ: اور تمہاری جو عورتیں حیض سے ناامید ہو چکی ہیں، اگر تمہیں ان کا حکم معلوم نہ ہو، تو ان کی عدت تین ماہ ہے، اور جن کو ابھی حیض نہیں آیا — ان کی بھی یہی عدت ہے۔

حاملہ کی عدت وضع حمل ہے، اور حمل کی مدت لمبی ہو جائے تو گھبرائے نہیں

حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے، خواہ ایک منٹ کے بعد ولادت ہو جائے خواہ لمبا زمانہ گزر جائے، اور اس میں مطلقہ اور متونی عنہا زوجہا کا حکم یکساں ہے، اور حمل خواہ کامل پیدا ہو یا ناقص، بشرطیکہ کوئی عضو بن گیا ہو، گو ایک انگلی ہی سہی، اور حمل کی مدت لمبی ہو جائے تو حاملہ گھبرائے نہیں، اگر وہ اللہ سے ڈرے گی اور حمل ضائع نہیں کرے گی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے آسانی کریں گے۔

﴿وَأُولَٰئِ الْاِحْسَالِ اَجَلُهُمْ اَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهُ يَجْعَلْ لِّهٖ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝﴾

ترجمہ: اور حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل بچن دیں، اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا تو اللہ اس کے لئے اس کے کام میں آسانی کریں گے۔

تقوی (اللہ سے ڈرنے) کے دو اخروی فائدے

تقوی کا مضمون بار بار مختلف پیرایوں میں دوہرایا گیا ہے تاکہ رنگ چڑھے اور احکام پر عمل کرنا آسان ہو، اب اتفاق کے

دو اخروی فائدے بیان کرتے ہیں: ایک: اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں دوم: آخرت میں اجر عظیم ملتا ہے۔ اس لئے احکام الہی کی تعمیل میں پس پیش نہیں کرنی چاہئے۔

﴿ذَٰلِكَ أَمْرُ اللَّهِ أَنْزَلَهُ إِلَيْكُمْ، وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَكْفِرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا﴾
ترجمہ: یہ (مذکورہ احکام) اللہ کا حکم ہے جس کو اس نے تمہاری طرف اتارا ہے، اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا — اور اس کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کرے گا — اللہ اس سے اس کی برائیاں مٹائیں گے، اور اس کو بڑا اجر عطا فرمائیں گے۔

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وَجْدِكُمْ وَلَا تَضَارُّوهُنَّ لِيُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ۖ وَإِنْ كُنَّ أُولَاتٍ حَمِلٍ فَلْيَضَعْنَ عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ ۚ وَأَتِمُّوا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ ۚ وَإِنْ تَعَاَسَرْتُمْ فَمَتْرُضِعْ لَكُمْ أَخْرَجَ ۖ لِيُنْفِقَ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ ۚ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ ۚ لَا يَكْرِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مِمَّا أَتَاهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ۚ

رکھو ان کو	اُولَاتٍ حَمِلٍ حمل والیاں	اَجُورَهُنَّ ان کی اجرت
مِنْ حَيْثُ جہاں	فَلْيَضَعْنَ حَتَّى تَوَخَّرَ توجھ کرو	وَأَتِمُّوا (۳) اور مشورہ کرو
سَكَنْتُمْ تم رہتے ہو	عَلَيْهِنَّ ان پر	بَيْنَكُمْ باہم
مِنْ وَجْدِكُمْ (۱) اپنی آسودگی سے	حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ تا آنکہ جن دیں وہ اپنا حمل	بِمَعْرُوفٍ (۲) اچھے انداز سے
وَلَا تَضَارُّوهُنَّ اور ضرر مت پہنچاؤ ان کو	فَلْيَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ پھر اگر دودھ پلائیں وہ	وَلَا تَعَاَسَرْتُمْ اور اگر اختلاف کرو تم
لِيُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ تاکہ تنگی کرو	فَلْيَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ پھر اگر دودھ پلائیں وہ	فَمَتْرُضِعْ تودودھ پلائے گی
عَلَيْهِنَّ ان پر	لَكُمْ تمہارے لئے	لَكُمْ اس کو
وَإِنْ كُنَّ اور اگر ہوں وہ	فَلْيَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ تودو ان کو	أَخْرَجَ کوئی دوسری عورت

(۱) کوجہد: آسودگی، مالی وسعت (۲) ضارہ مضارۃ: نقصان پہنچانا (۳) اتتمو بمعنی تآمر ہے، باہم مشورہ کرنا (۴) تعاسرو الرجال: اختلاف کرنا۔

رَّيْبُفٍ	چاہئے کہ خرچ کرے	فَلْيَنْفِقْ	تو چاہئے کہ خرچ کرے وہ	نَفْسًا	کسی کو
ذُو سَعَةٍ	گنجائش والا	مِمَّا	اس میں سے جو	إِلَّا مِمَّا	مگر اس کا جو
مِنْ سَعَتِهِ	اپنی گنجائش سے	أَنَّهُ	دیا ہے اس کو	أَتَتْهَا	دیا ہے اس کو
وَمَنْ قَدَّارٌ	اور جو شخص تنگ کی گئی	اللَّهُ	اللہ نے	سَيَجْعَلُ اللَّهُ	عنقریب بنائیں گے وہ
عَلَيْهِ	اس پر	لَا يُكَلِّفُ	نہیں حکم دیتے	بَعْدَ عُسْرٍ	تنگی کے بعد
رِشْقًا	اس کی روزی	اللَّهُ	اللہ	يُسْرًا	آسانی

معتدہ رجعیہ کا سکنی اور حاملہ کا نفقہ

تمام ائمہ متفق ہیں کہ مطلقہ رجعیہ کو نفقہ بھی ملے گا اور سکنی بھی، کیونکہ وہ ابھی نکاح میں ہے، اسی طرح حاملہ کو بھی دونوں چیزیں ملیں گی، خواہ اس کو رجعی طلاق دی ہو یا بائنہ یا مغلطہ، اور متعوتہ حاملہ کے بارے میں اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک اسے بھی دونوں چیزیں ملیں گی، اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کو دونوں چیزیں نہیں ملیں گی، اور امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک صرف سکنی ملے گا، نفقہ نہیں ملے گا۔ اور متعوتہ کے معنی ہیں: کاٹی ہوئی، یعنی وہ عورت جس کو ایک یا دو بائنہ طلاقیں دی ہوں، اور جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہیں وہ تو متعوتہ ہے ہی، اور حاملہ کے معنی ہیں: غیر حاملہ۔

آیت پاک: تَمَّان (مطلقہ رجعیہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کی جگہ دو — وہ عدت میں شوہر کے ساتھ بغیر پردہ کے رہے، کیونکہ وہ ابھی نکاح میں ہے — اور ان کو تکلیف مت پہنچاؤ، تا کہ ان کو تنگ کرو — یعنی ستاؤ نہیں کہ وہ تنگ آ کر نکلنے پر مجبور ہو جائیں — اور اگر وہ حاملہ ہوں تو (سکنی کے ساتھ) ان پر خرچ (بھی) کرو، یہاں تک کہ وہ اپنا حمل بچن دیں — حمل کی مدت کبھی طویل ہو جاتی ہے، اس لئے خصوصیت سے بتلایا کہ پوری مدت میں خرچ کرتے رہو، خواہ مدت کتنی ہی طویل ہو، وضع حمل تک اس کو نفقہ دینا ہوگا۔

اجرت رضاعت: منکوحہ پر اپنے بچہ کو دودھ پلانا واجب ہے، البتہ اگر بچہ کا باپ مالدار ہو اور وہ کوئی اور انا تلاش کر سکے تو ماں کا دودھ نہ پلانے میں بھی کوئی گناہ نہیں (بہشتی زیور) اور مطلقہ پر شوہر کے بچے کو دودھ پلانا واجب نہیں، خواہ بچہ طلاق سے پہلے کا ہو یا اسی کو جننے سے عدت پوری ہوئی ہو۔

پھر اگر وضع حمل کے بعد ماں بچہ کو ہفت دودھ نہ پلائے تو جو اجرت کسی اور انا کو دیتے ہیں اس کو دی جائے، اور معقول طریقہ سے باہم مشورہ کر کے اجرت ملے کی جائے، فریقین خواہ مخواہ کج روی اختیار نہ کریں، نہ عورت دودھ پلانے سے انکار کرے نہ زیادہ اجرت مانگے، ورنہ کوئی اور عورت دودھ پلانے والی مل جائے گی، نہ شوہر ماں کو چھوڑ کر دوسری کا دودھ

پلاوے، کیونکہ اس کو بھی تو اجرت دینی پڑے گی، پھر ماں ہی کو کیوں نہ دے۔

بچہ کا خرچ: وضع حمل کے بعد بچہ کی پرورش کا خرچ باپ کے ذمہ ہے، وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق اور کم حیثیت والے کو اپنی حیثیت کے مناسب خرچ کرنا چاہئے، اگر کسی شخص کو زیادہ فراخی نصیب نہ ہو، محض نپلی تلی روزی اللہ نے دی ہو، وہ اس میں سے اپنی گنجائش کے موافق خرچ کرے، اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، جب تنگی کی حالت میں اس کے حکم کے موافق خرچ کرو گے: وہ تنگی اور سختی کو فراخی اور آسانی سے بدل دے گا (فوائد)

﴿فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَارْزُقُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ ۖ وَأَنْتُمْ عَلَيْكُمْ رِئَاسَةٌ ۚ وَإِنْ تَعَاَسَرْتُم فَتَعَارَىٰ نَضِغُ لَكُمُ الْخِرَافَ ۝﴾

ترجمہ: پھر اگر وہ تمہاری خاطر دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو، اور اجرت کے معاملہ میں باہم مناسب طور پر مشورہ کرلو، اور اگر تم باہم کشمکش کرو گے تو اس کو کوئی دوسری عورت دودھ پلائے گی۔

﴿يُتَيْنَقُ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ ۖ وَمَنْ قُدِّرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ۝﴾

ترجمہ: چاہئے کہ وسعت والا اپنی وسعت کے موافق خرچ کرے، اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا چاہئے کہ وہ اس میں سے خرچ کرے جو اس کو اللہ نے دیا ہے، اللہ تعالیٰ کسی کو حکم نہیں دیتے مگر اسی کا جو اس کو دیا ہے، جلد ہی اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد آسانی کر دیں گے۔

وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَبْنَاهَا عَذَابًا نُّكَرًا ۝ فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ۝ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ۚ الَّذِينَ آمَنُوا ۖ قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَسُولًا يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّبُخْرٍ ۚ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظَّالِمَاتِ إِلَى التَّوَرِ ۖ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ

رِزْقًا ۝ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۚ
يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ وَأَنَّ
اللَّهَ قَدَّ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝

۱۵

وَكَايِنَ	کتنی ہی	عَذَابًا شَدِيدًا	سخت عذاب	إِلَى السُّورِ	روشنی کی طرف
مِنْ قَرْيَةٍ	بستیاں	فَا تَقْوُا اللَّهَ	پس ڈرو اللہ سے	وَمَنْ يُؤْمِنْ	اور جو یقین رکھتا ہے
عَمَّتْ	نا فرمائی کی انھوں نے	يَا أُولِي الْأَلْبَابِ	اے عقل مندو	يَا اللَّهُ	اللہ پر
عَنِ امْرِئٍ	حکم کی	الَّذِينَ آمَنُوا	جو ایمان لائے ہو	وَيَعْمَلْ	اور کرتا ہے
رَبِّهَا	اپنے رب کی	قَدْ أَنْزَلَ	تحقیق اتاری ہے	صَالِحًا	نیک کام
وَرُسُلِهِ	اور اس کے رسولوں کی	اللَّهُ	اللہ نے	يُدْخِلُهُ	داخل کریں گے اس کو
فَمَا سَبَّنَهَا	پس وارو کی کہ ہم ان کی	لَتَبْكُنَّ	تمہاری طرف	جَنَّتْ	باغات میں
حَسَا بَأْسًا شَدِيدًا	سخت وارو گیر کرنا	ذِكْرًا	خاص نصیحت	تَجَرَّبَى	بہتی ہیں
وَعَذَابُهَا	اور سزا دی ہم نے ان کو	رَسُولًا ^(۲)	(بھیجا) عظیم رسول	مِنْ تَحْتِهَا	ان کے نیچے سے
عَذَابًا نَّكَرًا	سخت سزا دینا	يَسْأَلُوا عَلَيْكُمْ	پڑھتا ہے تمہارے سامنے	الْأَنْهَارُ	نہریں
فَذَاقَتْ	پس چکھا انھوں نے	آيَاتِ اللَّهِ	اللہ کی آیتیں	خَالِدِينَ فِيهَا	رہنے والے ان میں
وَبَالَ أَمْرَهَا	اپنے معاملہ کا وبال	مُبَيِّنَاتٍ	واضح	أَبَدًا	سدا
وَكَا أَنْ عَاقِبَتُهُ	اور تھا آخری انجام	رَبِّخَيْرٍ	تاکہ نکالیں وہ	قَدْ أَحْسَنَ	تحقیق بہترین بنائی
أَمْرَهَا	ان کے معاملہ کا	الَّذِينَ آمَنُوا	ان کو جو ایمان لائے	اللَّهُ	اللہ نے
خُسْرًا	گھٹا	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	لَهُ	اس کے لئے
أَعَدَّ اللَّهُ	تیار کیا ہے اللہ نے	الصَّالِحَاتِ	نیک کام	رِزْقًا	روزی
لَهُمْ	ان کے لئے	مِنَ الظُّلُمَاتِ	تاریکیوں سے	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ

(۱) الذین آمنوا: منصوب ہے، اور منادی اولیٰ الالباب کی صفت یا عطف بیان ہے یا أغنیٰ مقدر ہے (۲) رسولاً سے پہلے
اور سلما محذوف ہے اور قرینہ أنزلنا ہے، اور غایت اتحاد کی وجہ سے حرف عطف نہیں لایا گیا اور ذکر اسے بدل بھی ہو سکتا ہے۔

الَّذِي	جنھوں نے	يَسْتَأْذِنُ	ارتا ہے	قَدِيرٌ	پوری قدرت رکھنے
خَلَقَ	پیدا کئے	الْأَمْرُ	حکم		والے ہیں
سَبْعَ	سات	بَيْنَهُنَّ	ان کے درمیان	وَأَنَّ اللَّهَ	اور یہ کہ اللہ نے
مَلَكُوتِ	آسمان	لِتَعْلَمُوْا	تاکہ جانو تم	قَدْ أَحَاطَ	تحقیق گھیر رکھا ہے
وَمِنَ الْأَرْضِ	اور زمین سے	أَنَّ اللَّهَ	کہ اللہ	بِكُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کو
مُشْكِلُهُنَّ	ان کے مانند	عَلَى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر	عِلْمًا	علم کے اعتبار سے

احکام الہی کی نافرمانی کا وبال اور اطاعت کا صلہ

احکام الہی کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے کتنی ہی بستیاں تباہ کی جا چکی ہیں، دنیا میں ان کی سخت پڑتال کی گئی، اور آخرت میں ان کو سخت سزا ملے گی، وہ گھائلے میں رہیں گے اور ان کے لئے سخت عذاب تیار ہے، ان عبرتناک واقعات سے عقل مند اہل ایمان سبق لیں، کہیں حکم عدولی کی سزائیں پکڑے نہ جائیں اور ان کی آخرت برباد نہ ہو۔

اللہ نے نصیحت نامہ (قرآن کریم) اتارا ہے، ساتھ ہی عظیم رسول بھیجا ہے، جو قرآن کی صاف صاف آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ جن لوگوں میں ایمان کی صلاحیت ہے: کفر و جہل کی اندھیروں سے نکال کر ایمان و عمل صالح کی شاہ راہ پر ڈالیں، پھر جو ایمان لے آئیں اور نیک کام کریں ان کو جنت کے سدا بہار باغات میں داخل کریں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں، اور جنت سے بہتر مقام کیا ہو سکتا ہے؟

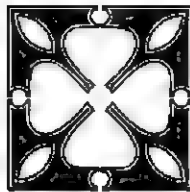
پھر آخری آیت ہے، کائنات بہت وسیع ہے، آسمان سات ہیں اور زمینیں بھی اتنی ہی ہیں، اور سب میں احکامات بھیجے جاتے ہیں، انسانوں کی زمین میں بھی یہ تشریفی احکام بھیجے جا رہے ہیں، ان کی تعمیل کرو، ورنہ یاد رکھو اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں، اور ہر چیز کو اپنے احاطہ علمی میں لئے ہوئے ہیں، ان سے کیسے بچ سکو گے؟ ہر نافرمانی کی سزا پاؤ گے!

آیات پاک: — اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار کے اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرتابی کی، پس، ہم نے ان کی سخت پڑتال کی اور ہم نے ان کو سخت سزا دی، پس انھوں نے اپنے معاملہ (نافرمانی) کا وبال چکھا، اور ان کا آخری انجام گھاٹا ہے، اللہ نے ان کے لئے سخت سزا تیار کی ہے، پس اللہ سے ڈرو! عقل مند جو ایمان لائے ہو، یقیناً اللہ نے تمہاری طرف نصیحت اتاری ہے، عظیم رسول (بھیجا ہے) جو تمہارے سامنے اللہ کی واضح آیتیں پڑھتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ نکالیں ان کو جو (بالقوة) ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے بتاریکیوں سے روشنی کی طرف، اور جو شخص

(بافضل) اللہ پر ایمان لایا، اور اس نے نیک کام کئے: اللہ تعالیٰ اس کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یقیناً اللہ نے ان کے لئے بہترین روزی کا انتظام کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ وہ ہیں جنہوں نے سات آسمان پیدا کئے، اور زمین سے ان کے مانند، ان کے درمیان احکامات اترتے ہیں، تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں اور یہ بات کہ اللہ نے ہر چیز کو اپنے احاطہ علمی میں لے رکھا ہے — کوئی چیز ان کے علم سے باہر نہیں۔

تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک اثر (قول) ہے، حدیث نہیں کہ سب زمینوں میں مکلف مخلوقات ہیں، اور اس زمین کے آدم کی طرح آدم، نوح، ابراہیم اور محمد (ﷺ) ہیں۔ یہ روایت معلوم نہیں کیسی ہے؟ بعض نے اس کو موضوع (گھڑی ہوئی) کہا ہے (بیان القرآن، روح المعانی) اور اکثر حضرات نے اس کا اعتبار کیا ہے، اور حضرت مائتوی قدس سرہ نے ”فتویٰ تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباس“ میں اس کی شرح کی ہے، یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ **يَسْتَكُونُ** **الْاَمْرُ بَيْنَهُمْ** کی دلالت: تشریح احکامات پر صریح نہیں، بلکہ کوئی احکامات کو بھی یہ ارشاد شامل ہے، اور زمینوں کی ہیئت کدائی کیا ہے؟ یہ بات قرآن وحدیث میں مصرح نہیں، پس اس میں سرکھپانا بے فائدہ ہے، مقصود آیت صرف یہ ہے کہ اللہ کی وسیع کائنات میں احکامات بھیجے جاتے ہیں، اور تمام مخلوقات ان کی تابعداری کرتی ہیں، حسب دستور اس زمین میں بھی یہ معاشرتی احکام بھیجے جا رہے ہیں، ان کی اطاعت کرو، ورنہ منہ کی کھاؤ گے!



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ التحریم

تحریم کے معنی ہیں: حرام کرنا، ناجائز بنانا، چونکہ پہلی آیت میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو حرام کرنے پر خفگی کا اظہار ہے، اس لئے سورۃ کا نام التحریم رکھا ہے، اور سورۃ کا موضوع اصلاح و تربیت ہے، گذشتہ سورۃ میں طلاق، اور اس کے متعلقات کا بیان تھا، طلاق کی نوبت اس وقت آتی ہے جب پانی سر سے اوپر ہو جائے، اگر شروع ہی سے اصلاح کی جائے تو طلاق کی نوبت نہیں آئے گی، یہ سورۃ کا سابق سے ربط ہے۔

سورۃ کے مضامین: سورۃ کی پہلی آیت میں یہ بات بیان کی ہے کہ بیوی کی دلداری ایک حد تک ہی مناسب ہے ہر معاملہ میں بیوی کی خوشنودی کی خواہش: کردنی ناکردنی کراتی ہے، آدمی حلال کو حرام کر بیٹھتا ہے، پھر دوسری آیت میں یہ بیان ہے کہ ایسا ہو جائے تو قسم کا کفارہ دے، اس کے حرام کرنے سے وہ چیز حرام نہیں ہوگی۔

اس کے بعد کی دو آیتوں میں یہ بیان ہے کہ عورت کو شوہر کا راز فاش نہیں کرنا چاہئے، یہ بات غضب ڈھا سکتی ہے، پھر پانچویں آیت میں یہ مضمون ہے کہ بیویوں میں کیا صفات مطلوب ہیں۔ پھر خود کو اور فیملی کو دوزخ سے بچانے کا حکم ہے، یہ بات اصلاح اور دینی تربیت کے ذریعہ ممکن ہے، ورنہ قیامت کے دن کوئی معذرت نہیں چلے گی، مگر یہ بات راست نہیں کہی، بلکہ گفتہ آید در حدیث دیگر اس کے طور پر کہی ہے کہ قیامت کے دن کفار سے کہا جائے گا: ﴿لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ﴾: آج بہانے مت بناؤ، یہ بات گہرا مومنین کو بھی ذہن میں رکھنی چاہئے، ان کا بھی کوئی بہانہ نہیں چلے گا، البتہ آج دنیا میں اصلاح کا موقع ہے، سچی توبہ کریں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو رسوا نہیں کریں گے، بلکہ بل صراط پر روشنی عطا فرمائیں گے، جو جنت تک ان کا ساتھ دے گی۔

پھر آیت ۹ میں نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ کفار و منافقین سے ٹکر لیں، ان کے ساتھ سختی برتیں، یہاں منافقین عام ہے، اعتقادی اور عملی دونوں کو شامل ہے، عمل میں کوتاہی کرنے والا نفس، بیوی اور بچے سب اس میں داخل ہیں، نفس بے راہ ہو جائے تو اس کو لوگام دے، فیملی پر لٹھی کا ہوا لٹکائے رکھے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے تاکید فرمائی ہے: لَا تَوَفَّعْ عَصَاكَ عَنْهُمْ أَبَدًا وَأَخْفَهُمْ فِي اللَّهِ: تربیت کے لئے لٹھی ان سے اٹھامت دو یعنی وہ بے خوف نہ ہو جائیں، اور اللہ کے دین کے معاملہ میں ان کو ڈراتے رہو، ہمیشہ کرتے رہو، تاکہ وہ دین دار بنیں۔

پھر آخر میں چار عورتوں کی مثالیں ہیں، دو کی کافروں کے لئے اور دو کی مومنین کے لئے، پہلی دو نے اپنی اصلاح نہیں کی تو وہ تباہ ہوئیں، اور دوسری دو نے اپنی اصلاح کی تو وہ کامیاب ہوئیں۔

اَنبَاہَا ۱۲

(۶۶) سُورَةُ التَّحْرِيمِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۶)

اَنبَاہَا ۱۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ، تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ،
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ، وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ،
وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا،
فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضُهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ،
فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَاكَ هَذَا، قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ۝
إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا، وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ
هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ، وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ ۝
عَلَيْهِ رُبُّنَا، إِنْ طَلَقْتُمْ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُم مِّسْلِمًا مُّؤْمِنَةً
فَإِنَّهُ تَبَتَّلَ تَبَتُّلًا، فَإِنْ فَتِنَاكُمْ بِهِ فَطُغْيَانٌ كَثِيرٌ مِّنْ أَزْوَاجٍ لَّيْسَ لَكُم بِهِ جُنَاحٌ شَيْءٌ
فَإِنْ طَلَقْتُمْهُنَّ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا فَعَلْتُمْ بَيْنَهُمْ إِنَّمَا لَكُم مِّسْلَمٌ عَلَيْهُنَّ
وَإِنْ كُنْتُمْ لَمْ تَجِدُوا لَهَا مِثْلَ ذَلِكَ فَلَا مَعْصِيَةَ لَكُمْ بِهِ، وَاللَّهُ بَصِيرٌ

یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ	اے پیامبر	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
لِمَ تُحَرِّمُ	کیوں حرام کرتے ہیں آپ	غَفُورٌ	بڑے بخشنے والے	مَوْلَاكُمْ	تمہارے کارساز ہیں
مَا أَحَلَّ	اس کو جس کو حلال کیا	رَّحِيمٌ	بڑے رحم والے ہیں	وَهُوَ الْعَلِيمُ	اور وہ خوب جاننے والے
اللَّهُ	اللہ نے	قَدْ فَرَضَ	تحقیق مقرر کیا ہے	الْحَكِيمُ	بڑی حکمت والے ہیں
لَكَ	آپ کے لئے	اللَّهُ	اللہ نے	وَإِذْ	اور (یا کرو) جب
تَبْتَغِي	چاہتے ہیں آپ	لَكُمْ	آپ کے لئے	أَسَرَّ	چپکے سے کہی
مَرْضَاتَ	خوشنودی	تَحِلَّةٌ ^(۱)	کفاروں کے درست کرنا	النَّبِيِّ	پیامبر نے
أَزْوَاجِكَ	اپنی بیویوں کی	أَيْمَانِكُمْ	اپنی قسموں کا	إِلَىٰ بَعْضٍ	اپنی کسی

(۱) تَحِلَّةٌ: مصدر باب حَلَل، تَحْلِيلًا اور تَحْلِيلًا بھی مصادر ہیں، حَلَّلَ الْيَمِينَ: قسم کو کفارہ دے کر درست کرنا۔

اَزْوَاجِهِ	بیوی سے	تَبَيَّنَ لِي	بتلائی مجھے	بَعْدَ ذَلِكَ	اس کے بعد
حَدِيثًا	کوئی بات	الْعَلِيمُ	خوب جاننے والے	ظَهِيْرٌ	مددگار ہیں
فَلَمَّا كُنَّا	پس جب خبر کر دی اس نے	الْحَيُّ	بڑے باخبر نے	عَلَى رُبَّةٍ	ہوسکتا ہے ان کا رب
بِهِ	اس کی	اِنْ تَتُوبَا	اگر توبہ کرو تم دونوں	اِنْ طَلَعْتُمْ	اگر طلاق دیدیں وہ تم کو
وَ اَظْهَرُهُ	اور ظاہر کر دیا اس کو	لَا اِلَهَ اِلَّا	اللہ کے سامنے	اَنْ يُّبْدِلَ لَكَ	تو بدلے میں دیدے وہ
اَللّٰهُ عَلَيْهِ	اللہ نے اس پر	فَقَدْ	پس بالیقین	اِنْ كُو	ان کو
عَرَفَ	جتلایا اس نے	صَعَتُ ^(۱)	جھک گئے ہیں	اَزْوَاجًا	بیویاں
بَعْضُهُ	اس کا کچھ	قُلُوْبُكُمْ	تم دونوں کے دل	خَيْرًا فَمَنْكُمْ	بہتر تم سے
وَ اَعْرَضَ	اور ٹلایا	وَلَا تَظْهَرَا ^(۲)	اور اگر جوش و جذبات کا	مُسْلِمَاتٍ	سرا گلندہ
عَنْ بَعْضٍ	کچھ	اَظْهَارِ	اظہار کرو گی تم دونوں	مُؤْمِنَاتٍ	ایمان دار
فَلَمَّا تَبَيَّنَا	پس جب خبر دی نبی	عَلَيْهِ	اس کے خلاف	فَتَبَيَّنَتْ	اطاعت شعار
لَهُ اس کو	نے اس کو	فَاتَ اللّٰهُ	پس بے شک اللہ تعالیٰ	تَبَيَّنَتْ	توبہ کرنے والیاں
اس کی	پوچھا اس نے	هُوَ مَوْلَاهُ	اس کے رفیق ہیں	عَبِيدَاتٍ	عبادت گزار
قَالَتْ	پوچھا اس نے	وَ حَبْرِيْلُ	اور جبریل	مَسِيْحَتِ ^(۳)	(اللہ کی راہ میں) سفر
مَنْ اَنْجَبَاكَ	کس نے بتلائی آپ کو	وَصَالِحُ	اور نیک	تَبَيَّنَتْ	کرنے والیاں
هَذَا	یہ بات	الْمُؤْمِنِيْنَ	مسلمان	تَبَيَّنَتْ	بیوائیں
قَالَ	جواب دیا اس نے	وَالْمَسِيْكَةُ	اور فرشتے	وَ اَبْكَا رَا	اور کنواریاں

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

بیوی کی دل داری ایک حد تک ہونی چاہئے

گھر کے بگاڑ کا ایک سبب بیوی کی حد سے زیادہ خاطر داری ہے، اس کی ہر رواناروا بات نہیں مانتی چاہئے، ورنہ گھر تباہ
 (۱) صَفَاً يَصْفُو صَفْوًا (ن) جھلکا (۲) تَظْهَرَا: اظہار ناراضگی کے لئے لوگوں کا اکٹھا ہونا، مظاہرہ کرنا (۳) مساحات: مساحۃ کی جمع، مَسَاحُ الْمَاءِ کے معنی ہیں: پانی کا سطح زمین پر بہنا اور مَسَاحُ فِي الْاَرْضِ کے معنی ہیں: زمین میں پانی کی طرح بہہ پڑنا پھل کھڑا ہونا، عورتوں کے لئے بھی حج کے لئے سفر کرنا فرض ہے۔

ہوگا، بیوی بے شک محبت کرنے کی چیز ہے، اس سے محبت نہیں کرے گا تو کس سے کرے گا، مگر اس کی محبت میں پاگل نہیں ہو جانا چاہئے، جو شخص بیوی کی حد سے زیادہ رضامندی چاہتا ہے وہ کبھی اس کی محبت میں نامناسب کام کر بیٹھتا ہے، اس کی ایک مثال پہلی آیت کے شان نزول کے واقعہ میں ہے۔

شان نزول کا واقعہ: حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا: نبی ﷺ کی سرپرست تھیں، اسکندریہ کے بادشاہ نے ان کا ہدیہ بھیجا تھا، ان کو قبائیں رکھا گیا تھا اور گاہ بگاہ آپ ان کے پاس تشریف لے جاتے تھے، ایک مرتبہ وہ آپ سے ملنے آئیں، آپ اس وقت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے، اور وہ اپنے ابا کے گھر گئی ہوئی تھیں، اس لئے گھر خالی تھا، نبی ﷺ نے حضرت ماریہ سے اس گھر میں مقاربت فرمائی، جب یہ بات حضرت حفصہ کے علم میں آئی تو ان کو سخت غیرت آئی، اور انھوں نے کہا: آپ اس کو میرے گھر میں لائے، کسی اور بیوی کے گھر میں نہیں لے گئے، معلوم ہوا کہ میری حیثیت آپ کی نظر میں چار پیسے کی بھی نہیں اٹھ خلیفا فی بیتی، ما صنعت هذا من بین نساءک إلا من ہوانی علیک! نبی ﷺ نے فرمایا: تم یہ بات عائشہ سے ذکر مت کرنا، وہ مجھ پر حرام ہے میں اس سے صحبت نہیں کروں گا: لاخذکری هذا لعائشۃ، فہی علی حرام ان قرأتھا، حضرت حفصہ نے کہا: وہ آپ پر حرام کیسے ہوگی وہ تو آپ کی باندی ہے؟ آپ نے ان کو خوش کرنے کے لئے قسم کھائی کہ آپ اس سے صحبت نہیں کریں گے، اس پر پہلی آیت نازل ہوئی، اس میں خفگی کا اظہار ہے کہ آپ نے اپنی بیوی کی خوشی کے لئے ایک حلال چیز کو حرام کیوں کیا! خیر اللہ نے آپ کو معاف کیا۔

ملفوظہ: یہ روایت دارقطنی میں ہے اور یہی آیت کی اچھی تفسیر ہے، قرطبی رحمہ اللہ یہ حدیث لکھ کر فرماتے ہیں: واما من روى انه حرم مارية القبطية فهو امثل في السند واقرّب إلى المعنى، ولكنه لم يذعن في الصحيح، وروی مرسلًا: [الجامع لأحكام القرآن]

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ، تَتَّبِعِي مَرْضَاتِ أَزْوَاجِكَ، وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

ترجمہ: اے نبی! آپ کیوں حرام کرتے ہیں اس چیز کو جس کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے؟ آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں! اور اللہ بڑے بخشنے والے بڑے مہربان ہیں۔

تحلیل و تحریم سے قسم ہو جاتی ہے

حلال چیز کو حرام کرنے سے وہ حرام نہیں ہوتی، وہ حلال ہی رہتی ہے، اسی طرح حرام چیز کو حلال کرنے سے وہ حلال نہیں ہو جاتی، بدستور حرام رہتی ہے، مگر اس نامناسب اقدام کی سزا ہے، جیسے ظہار میں بیوی کو ماں کی پٹھ کی طرح حرام کیا

جاتا ہے، مگر وہ حرام نہیں ہوتی، بیوی ہی رہتی ہے، مگر اس اوپر ی بات کی سزا ہے، اور وہ کفارہ ادا کرنا ہے، کفارہ ادا کرنے کے بعد ہی مقاربت کر سکتا ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے اوپر کسی حلال چیز کو حرام کر لے یا حرام کو حلال کر لے تو قسم ہو جائے گی، جیسے ٹائڈ کو حرام کیا یا شراب کو حلال کیا، پھر پہلی صورت میں اس حلال چیز کو استعمال کرے گا تو کفارہ دینا ہوگا، نبی ﷺ نے حضرت ماریہؓ سے مقاربت فرمائی اور قسم کا کفارہ ادا فرمایا، اور دوسری صورت میں فوراً کفارہ دینا ہوگا، کیونکہ اس چیز کو استعمال کر ہی نہیں سکتے۔

﴿قَدْ فَضَّلَ اللَّهُ لَكُمْ تَجِلَّةً أَيْمَانَكُمْ، وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ، وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ﴾

ترجمہ: بالتحقیق اللہ نے تمہارے لئے (کفارہ دے کر) اپنی قسموں کو درست کرنے کا طریقہ مقرر کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ تمہارے کارساز ہیں — تحلیل و تحریم کو یمن میں پلٹ دینا اور کفارہ ادا کر کے محذور سے نکل آنا کارساز ہے — اور وہ خوب جاننے والے بڑی حکمت والے ہیں!

شوہر کا راز فاش کرنا غضب ڈھا سکتا ہے

شوہر کو بیوی کی خلقی اور خلقی حالت اجنبی کے سامنے بیان نہیں کرنی چاہئے، ورنہ رقابت پیدا ہو سکتی ہے۔ اور بیوی بھی شوہر کی خلقی اور خلقی حالت کسی عورت سے بیان نہ کرے، ورنہ وہ اس کو دھکا دے گی یا شریک کار ہو جائے گی — اور بیوی شوہر کی راز دار ہوتی ہے، اس کو چاہئے کہ شوہر کا راز فاش نہ کرے، خاص طور پر جب کسی کی متعدد بیویاں ہوں، اور راز ازدواج سے متعلق ہو تو اس کا فاش کرنا غضب ڈھا سکتا ہے، اس کی ایک مثال آئندہ دو آیتوں کے شان نزول کا واقعہ میں ہے، اس میں اگر بات حضرت زینب رضی اللہ عنہا تک پہنچ جاتی تو محاذ آرائی شروع ہو جاتی، پھر بات کہاں تک بڑھتی اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے!

شان نزول کا واقعہ: نبی ﷺ کا معمول تھا کہ آپ عصر کے بعد سب ازدواج کے پاس مزاج پرسی اور ضروریات معلوم کرنے کے لئے تشریف لے جاتے تھے، اس موقع پر ہر بیوی کی خواہش ہوتی تھی کہ آپ اس کے پاس زیادہ سے زیادہ رکیں، اور نبی ﷺ کو شہد پسند تھا، چنانچہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے جو آپ کی پھوپھی زاد بہن بھی تھیں: شہد منگو الیا، جب آپ ان کے پاس پہنچتے تو وہ پوچھتیں: کیا آپ شہد نوش فرمائیں گے؟ آپ خواہش کا اظہار فرماتے تو وہ شربت بتاتیں اور باتیں کرتیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ان سے حسن میں مقابلہ تھا، جب انھوں نے دیکھا کہ آپ زینب کے یہاں زیادہ ٹھہرتے ہیں تو وہ ٹوہ میں لگ گئیں، جب پتہ چلا کہ انھوں نے شہد منگو اور کھا ہے اور وہ شربت کے بہانے روکتی ہیں تو انھوں نے حضرات حفصہ و سودہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ مل کر ایک اسکیم بنائی کہ جب

نبی ﷺ شہد نوش فرما کر جس کے پاس بھی آئیں تو وہ کہے: یا رسول اللہ! آپؐ نے مغفیر کھایا ہے؟ (یہ ایک بدبودار گوند ہے) آپ کہیں گے: نہیں! میں نے شہد پیا ہے تو وہ کہے: شاید شہد کی مکھی نے مغفیر کے پھول کا رس چوسا ہوگا، اور نبی ﷺ کو یہ بات نہایت ناپسند تھی کہ ازواج آپؐ کے منہ سے بدبو محسوس کریں، اسی لئے گھر میں آتے ہی مسواک کرنے کا معمول تھا، چنانچہ جب نبی ﷺ حضرت سودہؓ کے پاس پہنچے تو انھوں نے یہ بات کہی آپؐ نے وہی جواب دیا تو انھوں نے وہی وجہ بتائی، پھر آپؐ حضرت حفصہؓ کے پاس پہنچے تو انھوں نے بھی یہی بات کہی، آپؐ نے ان کو بھی یہی جواب دیا، پھر جب آپؐ حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچے تو انھوں نے بھی یہی بات کہی، آپؐ نے ان سے فرمایا: اب میں وہ شہد نہیں پیونگا، مگر تم کسی سے ذکر نہ کرنا، خیال تھا کہ اگر یہ بات زینبؓ کو پہنچے گی تو ان کا دل ٹوٹے گا، دوسرے دن آپؐ حضرت زینبؓ کے پاس پہنچے تو انھوں نے شہد کی پیش کش کی، آپؐ نے فرمایا: مجھے شہد نہیں پینا، اور آپؐ تھوڑی دیر رک کر آگے بڑھ گئے، حضرت عائشہؓ سمجھ گئیں کہ پلان کامیاب ہو گیا، اور انھوں نے یہ بات حفصہؓ کو بتادی، کیونکہ وہ بھی شریک کار تھیں (اس واقعہ میں شہد کو حرام کرنے کا ذکر کسی روایت میں نہیں آیا)

ادھر زینبؓ بھی ٹوہ میں لگ گئیں کہ اب آپؐ شہد کیوں نوش نہیں فرماتے، اور ازواج میں ان کی بھی ہم نوا تھیں، پس اندیشہ لاحق ہوا کہ بات بڑھ جائے، چنانچہ وحی نازل ہوئی، اور آپؐ کو صورت حال سے واقف کیا گیا، آپؐ نے عائشہؓ سے فرمایا: تم نے راز فاش کر دیا، مگر یہ نہیں بتایا کہ کس کو بتایا؟ مگر ان کا ماتھا ٹھنکا، انھوں نے خیال کیا کہ حفصہؓ نے بتایا ہوگا، کیونکہ انھوں نے صرف حفصہؓ کو بتایا تھا، انھوں نے پوچھا: آپؐ کو یہ بات کس نے بتلائی؟ اگر حفصہؓ نے بتلائی ہے تو وہ ان کے سر ہو جائیں گی، آپؐ نے جواب دیا: مجھے علیم و خیر اللہ نے یہ بات بتلائی ہے۔

﴿وَإِذْ أَسْرَأَ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا ۖ فَلَمَّا نَبَاَكُنَّ بِهِ ۖ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضُهُ ۖ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۖ فَلَمَّا نَبَاَهَا بِهِ ۖ قَالَتْ مَنَ أَخْبَاكَ هَذَا ۖ قَالَ نَبَاَنِي الْعَلِيمُ ۖ﴾

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب نبیؐ نے چپکے سے اپنی ایک بیوی سے — عائشہؓ سے — کوئی بات کہی: پھر جب بتلائی اس بیوی نے وہ بات — حفصہؓ کو — اور اللہ نے اس کو آپؐ پر ظاہر کر دیا تو آپؐ نے اس میں سے کچھ بات بتلائی — یعنی اتنا بتلایا کہ تم نے راز فاش کر دیا — اور کچھ بات بتلائی — یعنی یہ نہیں بتلایا کہ تم نے کس کو بتلایا — پھر جب آپؐ نے بیوی کو وہ بات بتلائی تو اس نے پوچھا: آپؐ کو یہ بات کس نے بتلائی؟ — آپؐ نے فرمایا: مجھے علیم و خیر اللہ نے بتلائی — یعنی حفصہؓ نے مجھے نہیں بتلایا۔

﴿وَإِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ۚ وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ

وَ جَبْرِئِلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ، وَالْمَلَكُ كُتُبًا بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ ﴿۵﴾

ترجمہ: اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرو تو تمہارے دل — نبی کی مخالفت کی طرف — مائل ہوئے ہیں، اور اگر تم دونوں نبی کے خلاف مظاہرہ کرو تو بے شک اللہ تعالیٰ ہی ان کے کارساز ہیں، اور جبرئیل اور میک موسیٰ اور فرشتے بعد ازاں — اللہ کی کارسازی کے بعد — مددگار ہیں۔

سوال: اللہ کی کارسازی کے بعد اتنے بڑے لادشکر کی کیا ضرورت تھی؟

جواب: کارساز تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں، مگر مظاہرہ کے جواب میں مظاہرہ چاہئے، دونوں ازواج اپنی پارٹی کی ازواج کے ساتھ مل کر جوش و خروش کے ساتھ سامنے آئیں گی تو مظاہرہ کے جواب میں بھی مظاہرہ چاہئے، مثلاً: بدر میں کفار نے مظاہرہ کیا، وہ ایک ہزار کاشکر لے کر چڑھ آئے، اور مسلمان تین سو تیرہ تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی کمک اتاری، جس سے مسلمانوں کی نفری بڑھ گئی، فرشتے لڑے نہیں تھے، لڑنا مسلمانوں کا کام تھا، مگر ان کو دیکھ کر کافروں کے چپکے چھوٹ گئے۔

ازواج میں مطلوبہ اوصاف

﴿عَسَىٰ رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبَدِّلَ لَكَ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكَ مُسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنَاتٍ قَنَاطَاتٍ سَيِّدَاتٍ عِبَادَاتٍ لِّبَيْتٍ ثَيِّبٍ وَ آبَاءٍ كَرَامٍ﴾

ترجمہ: ہو سکتا ہے ان کے پروردگار — اگر وہ تمہیں طلاق دیدیں — ان کو بدل کر دیں تم سے بہتر بیویاں: فرمان بردار، ایمان دار، اطاعت شعار، توبہ کرنے والیاں، عبادت گذار، روزہ رکھنے والیاں، غیر کنواریاں اور کنواریاں۔

تفسیر: اسکی بنانے والی ازواج کو سنایا کہ تم یہ وسوسہ دل میں نہ لانا کہ آخر مردوں کو بھی تو بیویوں کی ضرورت ہوتی ہے؟ اور ہم سے بہتر عورتیں کہاں ہیں؟ پس لامحالہ ہماری سب باتیں سہی جائیں گی! یہ سوچ کر تم مظاہرہ شروع کرو ایسا ہرگز نہ کرنا، یاد رکھو! نبی ﷺ اگر تم کو چھوڑ دیں اور اللہ چاہیں تو تم سے بہتر بیویاں اپنے نبی کے لئے مہیا کر دیں، جن میں سات خوبیاں ہوں۔

اسلام: اعمال ظاہری پر عمل کا نام ہے اور ایمان: صحیح عقائد کا، اہل السنہ والجماعہ کے عقائد ہی صحیح عقائد ہیں، اور اسلام کا درجہ ایمان کے بعد ہے، مگر عمل کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے مسلمات کو مقدم لائے ہیں، جیسے میراث میں وصیت کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے تین مرتبہ اس کو دین (قرض) پر مقدم کیا ہے۔

اور قنات سے مراد: شوہر کی اطاعت کرنے والیاں ہیں، سورۃ النساء (آیت ۳۴) میں بھی یہ خوبی آئی ہے، اور اللہ کی اطاعت کا ذکر مسلمات میں آگیا۔ اور مسافحات کے اصل معنی تو اللہ کی راہ میں سفر کرنے والیاں ہیں، عورتوں پر بھی سفر

کرنا مردوں کی طرح لازم ہے، وہ حج کے لئے علم حاصل کرنے کے لئے سفر کر سکتی ہیں، اور روزہ اس کا متبادل ہے، تفصیل کے لئے سورۃ التوبہ (آیت ۱۱۲) کی تفسیر دیکھیں۔ اور کنواری اور بیوہ نکاح کے تعلق سے یکساں ہیں، ہر ایک میں فوائد ہیں جو دوسری میں نہیں، پس ثبات و ابقاراً ایک صفت ہیں، خواہ بیوہ، خواہ کنواری اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ إِنَّا تَجَزَّوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُم جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا آتِنَا نُورَنَا وَاعْفُ رَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے لوگو جو ایمان لائے	وَقُودُهَا ^(۲)	جس کی چھپٹیاں	شِدَادٌ ^(۳)	مضبوط
اتَّقُوا ^(۱)	ایمان لائے	النَّاسُ	لوگ	لَا يَعْصُونَ	نہیں نافرمانی کرتے
أَنْفُسَكُمْ	اپنے آپ کو	وَالْحِجَارَةُ	اور پتھر ہیں	اللَّهُ	اللہ کی
وَأَهْلِيكُمْ	اور اپنے گھر والوں کو	عَلَيْهَا	ان پر (مقرر ہیں)	مَّا	ان کاموں میں جن کا
نَارًا	ایسی آگ سے	مَلَائِكَةٌ	فرشتے	أَمَرَهُمْ	ان کو حکم دیا ہے
		غِلَاظٌ ^(۳)	تند خو	وَيَفْعَلُونَ	اور کرتے ہیں

(۱) اتَّقُوا: امر، جمع حاضر، وَقَى يَقِي وَيَقِي وَيَقِي: بچانا، حفاظت کرنا (۲) وَقُودٌ: ایندھن، چھٹی: لکڑی کی چھیل (۳) غِلَاظٌ: غلیظ کی جمع: سخت دل، بے رحم (۴) شِدَادٌ: شدید کی جمع: زبردست، مضبوط۔

مَا يُؤْمَرُونَ	جو حکم دیے جاتے ہیں وہ	سَيَأْتِيَكُمْ	تمہاری برائیاں	رَبُّكُمْ	اے ہمارے رب
يَأْتِيهَا الَّذِينَ	اے لوگو جو	وَيُذْخِلُكُمْ	اور داخل کرے تم کو	أَنْتُمْ كُنَّا	پورا کیجئے ہمارے لئے
كُفْرًا	منکر ہوئے	بِحَسْبِ	باغات میں	نُورَنَا	ہماری روشنی کو
لَا تَعْتَذِرُوا	مت بہانہ بناؤ	تَجَوَّيْ	بہتی ہیں	وَاعْفِرْ لَنَا	اور بخش دیجئے ہمیں
الْيَوْمَ	آج کے دن	مَنْ تَعْتَرَهَا	ان کے نیچے سے	إِنَّكَ	بے شک آپ
إِنَّمَا	اس کے سوائے کہ	الْأَنْهَرُ	نہیں	عَلَى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر
تُجْزَوْنَ	بدلہ دیے جاتے ہو تم	يَوْمَ	جس دن	قَدِيرٌ	پوری قدرت رکھنے
مَا كُنْتُمْ	ان کاموں کا جو تھے تم	لَا يُخْزِي	نہیں رسوا کریں گے		والے ہیں
تَعْمَلُونَ	کرتے	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	يَأْتِيهَا الشَّيْ	اے پیامبر
يَأْتِيهَا الَّذِينَ	اے لوگو جو	الشَّيْ	نبی کو	جَاهِدٌ	مکمل کیجئے
أَمْنًا	ایمان لائے	وَالَّذِينَ	اور ان کو جو	الْكُفَّارُ	منکرین
تُؤْبَوْنَ	توبہ کرو	أَمْنًا	ایمان لائے	وَالْمُنْفِقِينَ	اور منافقین سے
إِلَى اللَّهِ	اللہ کے سامنے	مَعَهُ	اس کے ساتھ	وَاعْلَظْ	اور سختی کیجئے
تُؤْبَهُ	توبہ	نُورُهُمْ	ان کی روشنی	عَلَيْهِمْ	ان پر
نُصُوحًا ^(۱)	خالص	يَنْصُرُ	دور تکی ہوگی	وَمَا دَنَّهُمْ	اور ان کا ٹھکانہ
عَنِ رَبِّكُمْ	ہو سکتا ہے تمہارا رب	بَيْنَ أَيْدِيهِمْ	ان کے سامنے	جَهَنَّمَ	دوزخ ہے
أَنْ يُكْفَرَ	کہ مٹا دے وہ	وَيَأْتِيَنَّهُمْ	اور ان کے دائیں	وَبِئْسَ	اور بری ہے وہ
عَنْكُمْ	تم سے	يَقُولُونَ	دعا کرتے ہو گئے وہ	الْمَصِيدُ	لوٹنے کی جگہ

خود کو اور گھروالوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ

سورت کا موضوع اصلاح و تربیت ہے، تمام مسلمانوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دین کی راہ پر ڈالو، اور جہنم کی آگ سے بچاؤ، سمجھا کر، ڈرا کر، پیار سے، مار سے، جس طرح بھی ہو سکے ان کو سچا مسلمان بنانے کی فکر کرو، انسان اپنی ذات کے علاوہ زیر نگرانی افراد کا بھی ذمہ دار ہے، حدیث میں ہے: کَلِمَتُ رَاْعٍ وَكَلِمَتُ مَسْنُونٍ عَنْ رَعِيَّتِهِ: (۱) النَّصُوحُ: بالکل خالص، بے غل و غش۔

تم میں سے شخص چرواہا (گنہگار) ہے، اور تم میں سے ہر ایک سے اس کے ریوڑ کے بارے میں باز پرس ہوگی (کہ ایک بکری گم کیوں ہوئی؟ یا بکریاں بھوکی کیوں رہیں؟ وغیرہ) — اور حدیث میں ہے کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز سکھلاؤ، اور جب دس سال کا ہو جائے تو اس کو (نماز نہ پڑھنے پر) مارو اور ان کو علاحدہ سلاؤ — آج کل مدارس میں بچے ایک ساتھ سوتے ہیں، ان میں تکیہ کے علاوہ کوئی فصل نہیں ہوتا، یہ خرابی کا باعث ہے، اگر باب مدارس اس کاظم سوچیں۔

اگر مسلمان نے اپنی اور اپنے گھر والوں کی اسلامی تربیت نہ کی، اور وہ بد عملی میں مبتلا ہو گئے تو گنہگار مومنین کو بھی جہنم میں جانا پر سکنا ہے، اس کی آگ بہت تیز ہے، کفار و اصنام سے اس کو دکھایا جائے گا، اور اس پر ایسے فرشتے مقرر ہیں جو سخت دل طاقتور ہیں، وہ کسی کے ساتھ رورعایت نہیں کریں گے، وہ نہ رحم کھا کر کسی کو چھوڑیں گے، نہ کوئی طاقتور ان کی گرفت سے بچ سکے گا، کیونکہ فرشتے اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے، ان کو جو حکم دیا جاتا ہے وہ بجالاتے ہیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ٥﴾

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے! خود کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ، جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اس پر تندخو مضبوط فرشتے مقرر ہیں، وہ اللہ کی اس بات میں جس کا ان کو حکم دیا جاتا ہے نافرمانی نہیں کرتے، اور جو بھی ان کو حکم دیا جاتا ہے بجالاتے ہیں۔

قیامت کے دن کوئی بہانہ بازی نہیں چلے گی، اس میں گنہگار مسلمانوں کے لئے اشارہ ہے

قیامت کے دن جب جہنم کا عذاب سامنے ہوگا اس وقت منکروں سے کہا جائے گا کہ حیلے بہانے مت بناؤ، آج کوئی بہانہ چلنے والا نہیں، بلکہ تم جو کچھ کرتے تھے اس کی پوری پوری سزا بھگتنے کا دن ہے، ہماری طرف سے کوئی ظلم زیادتی نہیں، تمہارے ہی اعمال ہیں جو عذاب کی صورت میں نظر آ رہے ہیں (فوائد) یہی جواب نافرمان مسلمانوں کو بھی مل سکتا ہے، اسی مناسبت سے یہ آیت یہاں آئی ہے، پس آج موقع ہے مسلمان سنبھل جائیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۚ إِنَّا تَبَجَّرُونَ ۖ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ٦﴾

ترجمہ: اے وہ لوگو جنہوں نے انکار کیا! آج بہانے مت بناؤ، تمہیں انہی کاموں کی سزا دی جا رہی ہے جو تم کیا کرتے تھے۔

ابھی زندگی سنوارنے کا موقع ہے، اس سے فائدہ اٹھاؤ

ابھی توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا، گنہگار بندہ اگر صاف دل سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ ہر گناہ بخش دیں گے، اور آخرت میں

سدا بہار باغات میں داخل کریں گے، اور نبی ہی کو نہیں، اس کے ساتھیوں کو بھی ذلیل نہیں کریں گے، اور پل صراط پر لمبی روشنی ملے گی جو جنت تک ساتھ رہے گی۔ اور سچی پکی توبہ یہ ہے کہ پھر اس گناہ کا خیال دل میں نہ آئے، ورنہ زبانی جمع خرچ ہوگا۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا ۖ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ ۖ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتَيْنَاكَ تُوبَةً وَاعْتَرَفْنَا بِإِثْمِنَا ۖ إِنَّكَ عَلِيمٌ بِكُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝﴾

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے! تم اللہ کے سامنے سچی پکی توبہ کرو، ہو سکتا ہے تمہارا پروردگار تمہاری برائیاں مٹا دے۔ ہو سکتا ہے: شاہی محاورہ ہے یعنی پکا وعدہ ہے۔ اور تمہیں ایسے باغات میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جس دن اللہ تعالیٰ نبیؐ کو اور ان کے ساتھ والوں کو رسوا نہیں کریں گے۔ یعنی محروم نہیں رکھیں گے، بلکہ اپنے فضل و کرم سے مالا مال کر دیں گے۔ ان کی روشنی ان کے ساتھ ان کے سامنے اور ان کے دائیں دوڑ رہی ہوگی۔ یہ ایمان کی روشنی ہوگی، اور چونکہ مؤمنین پل صراط پر تیزی سے گزر رہے ہوں گے، اس لئے روشنی بھی ان کے ساتھ دوڑ رہی ہوگی۔ اور سورۃ حدید (آیت ۱۳) میں ہے کہ منافقین کی روشنی پل صراط پر بجھ جائے گی، وہ گپ اندھیرے میں رہ جائیں گے، اس وقت۔ وہ دعا کرتے ہوں گے: اے ہمارے پروردگار! ہمارے لئے ہماری روشنی آخر تک باقی رکھے، اور ہمارے گناہ بخش دیجئے، بے شک آپ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

اصلاح و تربیت سختی چاہتی ہے

تربیت و اصلاح سختی چاہتی ہے، بہت نرمی سے معاملہ بگڑتا ہے، اس لئے جب بچہ کی عمر دس سال کی ہو جائے، اور وہ نماز میں کوتاہی کرے تو تادیب کا حکم ہے، اور نافرمان عورتوں کی تادیب کا حکم بھی سورۃ النساء میں آیا ہے، جہاد بھی اسی مقصد سے ہے، نبی ﷺ کو حکم دیتے ہیں کہ وہ کفار اور اعتقادی منافقوں سے ٹکر لیں، ان سے سیف و سناں سے جہاد کریں حکومت کی گرفت بھی عمل میں کوتاہی کرنے والے مسلمانوں پر مضبوط ہونی چاہئے، نبی ﷺ نے جماعت میں شریک نہ ہونے والوں کو جلا دینے کا ارادہ فرمایا تھا، پھر کسی مصلحت سے اس پر عمل نہیں کیا، یہ حکم اس جگہ اسی مناسبت سے آیا ہے، ساتھ ہی کفار و منافقین کا اخروی انجام بھی بیان کیا ہے، یہ قرآن کریم کا اسلوب ہے، وہ مؤمنین کے اچھے انجام کے بعد کفار کا اچھا انجام بھی بیان کرتا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ ۖ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ

بَيِّنَاتًا	ایک گھر	الظَّالِمِينَ ^(۲)	ظلم پیشہ	وَمِنْ رُّوحِنَا	ہماری روح سے
فِي الْجَنَّةِ	جنت میں	وَمَزَيَّمِ ابْنَتِ	اور مریم بیٹی	وَصَدَقَتْ	اور تصدیق کی اس نے
وَنَجَّيْنِي	اور بچا مجھے	عِزْرَتِ	عمران کی	يَكْلِمُنِي	باتوں کی
مِنْ فِرْعَوْنَ	فرعون سے	الَّتِي أَحْصَيْتُ	جس نے پاک رکھا	رَبِّهَا	اپنے رب کی
وَعَمَلِهِ ^(۱)	اور اس کے کام سے	فَرَجَهَا ^(۳)	اپنے گریبان کو	وَكُتِبَ لَهُ	اور اس کی کتابوں کی
وَيُخَيِّرُنِي	اور بچا مجھے	فَتَقَفْنَا	پس پھونکا ہم نے	وَكَاثَتْ	اور تھی وہ
مِنَ الْقَوْمِ	لوگوں سے	رَفِيهِ	اس میں	وَمِنَ الْقُنْتَرَيْنِ	تابعداروں میں سے

اصلاح اور عدم اصلاح کے عواقب

دو عورتوں نے اپنی اصلاح نہیں کی، وہ تباہ ہوئیں، اور دو نے اصلاح کی وہ اعلیٰ درجہ میں کامیاب ہوئیں۔ حکم آیا تھا کہ اپنی اصلاح کرو، اور دوزخ سے بچو، یہ حکم مردوں کی طرح عورتوں کے لئے بھی ہے، وہ بھی مکلف ہیں، ان پر بھی اپنی اصلاح واجب ہے، اب چار عورتوں کی مثالیں بیان فرماتے ہیں، دو نے اپنی اصلاح نہیں کی، وہ نفاق اعتقادی میں مبتلا تھیں، اپنے بہترین شوہروں سے اپنا کفر چھپائے رکھا، ان کی بے ایمانی کا پتہ اس وقت چلا جب کشتی میں سوار ہونے کا اور ساتھ چلنے کا وقت آیا، نوح علیہ السلام کی بیوی کا نام وَالْعَاقِلَةُ لکھتے ہیں، وہ آپ کے ایک بیٹے کی طرح درپردہ کافر تھی، کشتی میں سوار نہیں ہوئی، دنیا میں بھی عذاب میں مبتلا ہوئی، اور آخرت میں جہنم رسید ہوئی۔ اور لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام وَاَهْلَةُ لکھتے ہیں، وہ ساتھ نہیں چلی، عذاب سے ہلاک ہوئی اور جہنم میں پہنچ گئی، دونوں کے شوہر نامدار: پیغمبر تھے، مگر ان کا تعلق دونوں کو عذاب سے نہیں بچا، پس ضرورت ہے کہ ہر شخص اپنی اصلاح کرے، وہی کام آئے گا۔ تیسری خاتون: فرعون کی بیوی آسیارضی اللہ عنہا ہیں، وہ موسیٰ علیہ السلام کی صحابیہ تھیں، وہ آل فرعون کی طرح موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئی تھیں، آل فرعون پر تو فرعون کا بس نہیں چلا، مگر اہلیہ کو چومیا کر کے تڑپا تڑپا کر شہید کر دیا، اور وہ کامیاب ہو گئیں، کافر کی بیوی ہونے سے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا، کیونکہ انھوں نے اپنی اصلاح کر لی تھی۔

چوتھی خاتون: حضرت مریمؑ ہیں، آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صحابیہ تھیں، آپ کنواری مگر عقیقہ تھیں، انھوں نے (۱) عمل سے فرعون کی تعذیب مراد ہے (۲) ظالم لوگ: یعنی فرعون کے ہم نوا (۳) فوج: دو چیزوں کے درمیان کشادگی، فاصلہ، پھٹن، یہاں مراد چاک گریبان ہے، احصنت فرجھا: اس نے اپنے گریبان کو پاک رکھا یعنی کسی کا ہاتھ اس تک نہیں پہنچنے دیا، پس یہ کنایہ ہے عفت و عصمت سے، جیسے اردو محاورہ میں پاک دامن اور عربی محاورہ میں نَفِيَّ الحِجِبِ اور ظاہر الذیل: صاف گریبان، پاک دامن یعنی عقیف انفس یہ بلیغ کنایہ ہیں۔

بھی اپنی اصلاح کی تو وہ بھی اعلیٰ درجہ میں کامیاب ہوئیں، نبی ﷺ نے ان کے باکمال ہونے کی شہادت دی ہے۔ خلاصہ: دو عورتوں کو اصلاح کے مواقع حاصل تھے، ان کے شوہر پیغمبر تھے، وہ ایمان لاتیں اور نیک عمل کرتیں تو کامیاب ہوتیں، مگر ہائے رے شومی قسمت! — اور حضرت آسیہؓ فرعون کے شکنجہ میں تھیں، انھوں نے مصائب سہم، مگر ایمان کی باگ ہاتھ سے نہیں چھوڑی تو وہ کامیاب ہوئیں، جنت کا محل ان کو دنیا میں دکھایا گیا — اور حضرت مریمؓ آزاد تھیں، ان کی شادی نہیں ہوئی تھی، وہ ہر طرح سے پاک دامن رہیں، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وجود کا سبب بنیں، وہ اللہ کی چھوٹی بڑی کتابوں پر ایمان لائیں، اور ان کے احکام پر عمل کیا تو کامیاب ہوئیں، پہلی دو عورتوں کی مثال کافروں کی عبرت کے لئے ہے اور آخری دو عورتوں کی مثال مسلمانوں کے فائدے کے لئے!

آیات پاک کا ترجمہ: اللہ تعالیٰ کافروں (کی عبرت) کے لئے نوح و لوط (علیہما السلام) کی بیویوں کی مثالیں بیان فرماتے ہیں، دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پس انھوں نے دونوں سے بے ایمانی کی (دل میں کفر چھپایا اور بظاہر مسلمان بنی رہیں) پس وہ دونوں ان کو اللہ (کے عذاب) سے ذرا بچا نہیں سکے، اور حکم ہوا کہ دونوں دوزخ میں جاؤ، جانے والوں کے ساتھ!

اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں (کے فائدے) کے لئے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی، (یاد کرو) جب اس نے دعا کی اے میرے رب! میرے لئے اپنے پاس جنت میں ایک گھر (ٹھکانہ) بنا، اور مجھے فرعون سے اور اس کے کام (سزا سے) نجات عطا فرما، اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات عطا فرما! — یہ دعا انھوں نے اس وقت کی تھی جب فرعون نے چومینا کر کے ان کو قتل کیا تھا۔

اور عمران کی بیٹی مریم کی (مثال بیان کی) جس نے اپنا گریبان پاک رکھا، پس ہم نے اس (چاک گریبان) میں اپنی روح میں سے پھونکا — اضافت تشریف کے لئے ہے، انسانوں کی سبھی ارواح معزز ہیں، ان میں سے ایک عیسیٰ علیہ السلام کی روح بھی ہے، سورۃ الحجر (آیت ۲۹) میں آدم علیہ السلام کے تعلق سے آیا ہے: ﴿وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ﴾ اور میں اس میں اپنی روح میں سے پھونکوں یعنی محترم روح ڈالوں — اور ﴿فَنَفَخْنَا﴾ میں اسناد مجازی ہے، بظاہر حضرت جبریل علیہ السلام نے پھونک ماری تھی، مگر حقیقت میں اللہ نے روح پھونکی تھی، جیسے: ﴿وَمَا رَمَيْتْ اِذْ رَمَيْتْ وَ لَكِنَّ اللّٰهَ رَمٰهُ﴾ اور جب آپؐ نے مٹھی مٹی پھینکی تو آپؐ نے نہیں پھینکی، حقیقت میں اللہ نے پھینکی [انفال ۱۷]

اور اس نے اپنے رب کی باتوں کی اور ان کی کتابوں کی تصدیق کی — یعنی ایمان لائیں، کلمات اور کُتب ایک ہیں، عطف تفسیری ہے — اور وہ عبادت کرنے والوں میں سے تھیں — یعنی اللہ کے احکام پر عمل پیرا تھیں، اس لئے باکمال ہوئیں اور اونچا مرتبہ پایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الملک

رابط: گذشتہ سورت کا موضوع اصلاح و تربیت تھا، اصلاح: عقائد حقہ اور اعمال صالحہ سے ہوتی ہے، اور ان میں بھی اہم عقائد ہیں، اور بنیادی عقیدے تین ہیں: توحید، رسالت اور آخرت، سورۃ الملک میں توحید اور اس کے متعلقات کا بیان ہے، پھر سورۃ نون و اقلیم میں رسالت اور اس کے متعلقات کا بیان آئے گا، پھر کئی سورتوں میں آخرت کا بیان ہے، یہ دور تک سورتوں میں ارتباط کا بیان ہے۔

فضیلت: جن سورتوں اور آیتوں میں توحید اور صفات باری کا بیان ہوتا ہے ان کی اہمیت بڑھ جاتی ہے، چنانچہ اس سورت کے بھی فضائل وارد ہوئے ہیں، ترمذی شریف کی حدیث (۲۸۹۹) میں اس سورت کو واقعہ (قبر کے عذاب سے بچانے والی) اور منجیۃ (آخرت کے عذاب سے بچانے والی) قرار دیا ہے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کتاب اللہ میں ایک ایسی سورت ہے جس کی تیس آیتیں ہیں، یعنی زیادہ بڑی نہیں، وہ قیامت کے دن ایک شخص کی سفارش کرے گی، یہاں تک کہ اس کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کرے گی، اور وہ سورۃ تبارک ہے۔

سورت کے مضامین: پہلی آیت میں یہ مضمون ہے کہ کائنات (آسمان و زمین) پر راجع اللہ کا ہے، اور وہ عالی شان ہیں، اس لئے وہی برحق معبود ہیں، دوسرا کوئی ان کا شریک نہیں، اور تنہا کائنات کا سنبھالنا ان کے لئے کچھ مشکل نہیں، وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں، وہ اسباب اور فرشتوں سے کام ضرور لیتے ہیں، مگر ان کی حیثیت نوکروں کی ہے، وہ یوس (مالک) کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔

پھر دوسری آیت میں یہ مضمون ہے کہ اللہ نے مرنا اور جینا یعنی اس دنیا کی زندگی انسان کی آزمائش کے لئے بنائی ہے کہ کون ان میں سے سب سے اچھا عمل کرتا ہے، اور اس کی راحت کے لئے مضبوط اور خوشنما آسمان بنایا ہے، پھر پہلے رکوع میں آسمان کے تعلق سے مضامین ہیں، اور دوسرے رکوع میں زمین کا ذکر ہے، زمین میں اللہ نے انسان کی تمام ضروریات کا انتظام کیا ہے، زمین کو اللہ نے انسان کے لئے رام کیا ہے، وہ جس طرح چاہے اس میں تصرف کر سکتا ہے، پھر دلائل قدرت کا بیان ہے، اور دلائل اتمان سے توحید پر استدلال کر کے ایمان کی دعوت دی ہے۔

(۶۷) سُوْرَةُ الْمَلِكِ مَكِّيَّةٌ (۷۷) اِنَّا نَحْنُ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ
وَ الْحَیٰوةَ لِيَسْبُلُوْكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۝

تَبٰرَكَ (۱)	بڑی عالی شان ہے	قَدِیْرٌ	پوری قدرت رکھنے والے ہیں	لِيَسْبُلُوْكُمْ اَیُّكُمْ (۳)	تاکہ آزمائے وہ تم کو کہ تم میں سے کون اچھا ہے
الَّذِیْ	وہ ذات	الَّذِیْ	جس نے	اَحْسَنُ	عمل کے اعتبار سے
بِيَدِهِ	جس کے قبضہ میں	خَلَقَ	پیدا کیا	عَمَلًا	اور وہ زبردست
الْمُلْكُ	سلطنت ہے	الْمَوْتَ (۲)	مرنا	وَهُوَ الْعَزِیْزُ	بڑا بخشنے والا ہے
وَهُوَ	اور وہ	وَالْحَیٰوةَ	اور حیات	الْغَفُوْرُ	
عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ	ہر چیز پر				

توحید کا بیان

توحید کے معنی ہیں: وحدانیت، یکتائی یعنی معبود صرف اللہ تعالیٰ ہیں، دوسرا کوئی معبود نہیں، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ عالی شان ہیں، دوسرا کوئی ان کے برابر نہیں، پھر کوئی دوسرا معبود کیسے ہو سکتا ہے؟ اور اللہ کے عالی شان ہونے کی دلیل یہ ہے کہ کائنات (آسمان و زمین) کی حکومت انہی کی ہے، سب کچھ ان کے قبضہ قدرت میں ہے، اور اگر کوئی خیال کرے کہ اتنی بڑی کائنات وہ تنہا کیسے سنبھال سکتے ہیں؟ تو آخر آیت میں اس کا جواب ہے کہ وہ غیر معمولی قدرت رکھتے ہیں، تنہا ان کے لئے کائنات کا سنبھالنا کچھ مشکل نہیں۔

فائدہ: یاد (ہاتھ) اللہ کی صفت ہے، اور صفات متشابہات میں سے ہے، جس کے حق ہونے پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس کی کیفیت و حقیقت کو اللہ کے حوالے کرنا ضروری ہے، صفات متشابہات کے بارے میں سلف کا مذہب (۱) تبارک پر سورۃ الفرقان کی پہلی آیت کا حاشیہ دیکھیں (ہدایت القرآن ۱۱۳: ۶) (۲) موت کی حیات پر تقدیم اس کا یقین بٹھانے کے لئے ہے، اور موت: عدم محض کا نام نہیں، بلکہ روح کا بدن سے تعلق منقطع کر کے اس کو عالم برزخ میں منتقل کرنے کا نام ہے، جو ایک وجودی چیز ہے۔ (۳) اَیُّکُمْ: جملہ اسمیہ، لیلوکم کا مفعول ثانی ہے۔

تزیین مع اتقویض ہے یعنی یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ اللہ کا ہاتھ ہے مگر مخلوق کے ہاتھ کے مانند نہیں، پھر کیسا ہے؟ اس کو اللہ کے علم کے حوالے کرنا ضروری ہے۔

﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝﴾

ترجمہ: بڑی عالی شان ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں (کائنات کی) سلطنت ہے، اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی دنیوی زندگی اپنی بندگی کے لئے بنائی ہے

سورۃ الذاریات میں ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِي﴾ میں نے جنات اور انسانوں کو اپنی بندگی ہی کے لئے پیدا کیا ہے، بندگی کا مفہوم عام ہے، اللہ کے تمام احکام کی اطاعت کا نام بندگی ہے، صرف نماز روزہ ہی کا نام بندگی نہیں — اور اس بندگی کا فائدہ بندوں کی طرف لوٹتا ہے، جو اطاعت کریں گے وہ بڑا رتبہ پائیں گے، اور جو نافرمانی کریں گے وہ سخت عذاب میں مبتلا ہونگے — دنیا کی یہ مختصر زندگی اسی مقصد سے بنائی ہے، پھر جزا و سزا کے لئے ابدی زندگی ہے — اور فرمان برداروں میں بھی اعلیٰ درجہ کے لوگوں کو چھانٹنے کے لئے یہ عالم پیدا کیا ہے، مرنے جینے سے مراد نبیوی لائف ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں نیا نہیں پیدا ہوتا، اس دنیا میں صرف انسان کا جسم نیا بنتا ہے کیونکہ یہ عالم اجساد ہے اور اس کی روح اس سے بہت پہلے پیدا کی جا چکی ہے اور تمام روحوں عالم ارواح میں موجود ہیں، وہاں سے وہ روح شکم مادر میں بننے والے جسد خاکی میں منتقل کی جاتی ہے۔ سورۃ الاعراف کی آیت ۷۲ ہے۔

﴿وَاِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ ۖ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ ۖ شَهِدْنَا ۚ أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ ۝﴾

ترجمہ: اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا: کیوں نہیں! ہم سب گواہ بنتے ہیں، تاکہ تم لوگ قیامت کے روزیوں نہ کہو کہ ہم تو اس سے مخفی رہے تھے۔

یہ عہد الست اور عالم دُور کا واقعہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد ان کی پشت سے ان کی صلیبی اولاد پیدا کی گئی جیسا کہ حدیث میں تفصیل ہے، پھر اولاد کی پشت در پشت سے ان کی اولاد نکالی گئی اور اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو اپنے سامنے پھیلا دیا یعنی ان پر اپنی تجلی فرمائی، اپنا جلوہ دکھایا، اس طرح دیدار کرا کر اپنی معرفت اور پہچان کرائی، پھر ان

سے پوچھا: ”کیا میں تمہارا رب نہیں؟“ سب نے کہا! کیوں نہیں! ہم سب گواہی دیتے ہیں یعنی اقرار کرتے ہیں۔ یہ مضمون مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۲ اور مستدرک حاکم ج ۱ ص ۵۴۳ کی روایت میں ہے جس کی سند صحیح ہے۔

پھر وہ روحیں اصلااب میں واپس نہیں کی گئیں بلکہ عالم ارواح میں ان کو خاص ترتیب سے رکھ دیا گیا، بخاری شریف میں روایت ہے الأرواح جنودٌ مُّجَنَّدَةٌ: عالم ارواح میں روحیں خاص ترتیب سے جیسے کہ فوج کی پلٹنیں ہوتی ہیں رکھی ہوئی ہیں پھر شکم مادر میں تیار ہونے والے جسم میں وہیں سے روح لا کر فرشتہ پھونکتا ہے۔

یہ جسم کی حیات ہے، پھر ایک مدت کے بعد روح جسم میں سے پرواز کر جاتی ہے، اور عالم برزخ میں پہنچ جاتی ہے، یہ جسم کی موت ہے، روح جو اصل انسان ہے وہ بحالہ باقی رہتی ہے، اور حیات مقدم ہے اور موت بعد میں، مگر آیت میں موت کو اس کا یقین بٹھانے کے لئے مقدم کیا ہے، کیونکہ انسان کو اپنے وجود کا توحق الیقین حاصل ہے، اور موت کا بھی یقین ہے، اس لئے کہ وہ رات دن لوگوں کو مرنا دیکھتا ہے، تاہم وہ موت سے غفلت میں ہے، اس لئے اس کو پہلے لائے ہیں۔

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَسْأَلَكُمْ اَيْنُكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُوْرُ﴾

ترجمہ: (عالی شان اللہ وہ ہے:) جس نے مرنا اور جینا پیدا کیا — یعنی دنیا کی یہ زندگی بنائی — تاکہ وہ تمہیں آزمائے — بندگی کا حکم دے کر — کہ کون تم میں سے سب سے زیادہ اچھا عمل کرنے والا ہے، اور وہ زبردست ہے — جو چاہے کرے، اس کا ہاتھ کون پکڑ سکتا ہے؟ — بڑا بخشنے والا ہے — یہ بندگی میں کوتاہی کرنے والوں کی ڈھارس بندھائی ہے۔

ملفوظ: ایسی ہی آیت سورۃ الکہف میں بھی آئی ہے، وہاں کی تفسیر بھی دیکھ لیں (ہدایت القرآن ۱۵: ۵)

فائدہ: دنیا کی یہ زندگی یہ دیکھنے کے لئے نہیں ہے کہ کون برے کام کرتا ہے، یا کون بُرے سے بُرے کام کرتا ہے؟ اگرچہ یہ بات بھی ضمناً سامنے آہی جائے گی، مثلاً: تعلیم گاہ اس لئے قائم کی جاتی ہے کہ دیکھا جائے کہ کون اعلیٰ نمبرات حاصل کرتا ہے، اور کس کو طلائی یا نقرئی تمغہ ملتا ہے۔ اگرچہ امتحان کے نتیجے میں بعض بدشوق طلبہ قیل بھی ہو جاتے ہیں اور وہ سرزنش کے مستحق بھی ہوتے ہیں، مگر تعلیم گاہ کے قیام کی غرض وہ طلبہ نہیں ہوتے۔ اسی طرح یہ عالم رنگ و بو بہتر سے بہتر کام کرنے والوں کو چھانٹنے کے لئے ہے تاکہ ان کو جنت کے بلند سے بلند درجے عطا فرمائے جائیں — یہ حضرات سابقین اولین ہیں اور نسبت کچھ کم نمبر حاصل کرنے والے اصحاب الیمین ہیں، جو جنت کے فروتر درجات حاصل کریں گے اور بُرے کام کرنے والے بھی چھٹ جائیں گے جو جہنم رسید ہوں گے، بلکہ بد سے بدتر اعمال کرنے والے بھی ہوں گے،

جن کو جہنم میں سخت سے سخت سزا دی جائے گی، مگر مقصد حیات صرف قسم اول کو چھانٹنا ہے، تاکہ ان کا پوری طرح اعزاز کیا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بہتر سے بہتر اعمال کی توفیق عطا فرمائیں اور جنت کے بلند سے بلند درجات سے سرفراز فرمائیں (آمین)

خلاصہ: عالم ارواح میں روح کی صرف حیات تھی، موت نہیں تھی، اور اصل انسان روح کا نام ہے، اور ہاڈی روح کی چلت پھرت اور عمل کے لئے ایک کارہے، اور آخرت میں بھی حیات ہی ہوگی، مرنا نہیں ہوگا، اور بدن کا جینا اور مرنا اسی دنیا میں ہے، اور یہ زندگی مختصر برائے عمل ہے۔

الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا ۚ مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِن تَفَوُّتٍ ۚ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۚ هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ ۚ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ ۚ وَلَقَدْ رَٰيْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِعَصَائِبٍ ۖ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيْطَانِ ۖ وَاعْتَدْنَا لَهُمُ عَذَابَ السَّعِيرِ ۚ وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۚ إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورٌ ۚ تَكَادُ تَمَيِّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ۚ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ ۚ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ ؕ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ۚ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۚ فَاعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ ۖ فَنُحِقُّهَا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ ۖ وَاجْرِكَبِيرٌ ۚ وَأَسْرَفُوا نَفْسَهُمْ وَاجْهَرُوا بِهِ ۖ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۚ

الَّذِي خَلَقَ مَنْ خَلَقَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۚ

الَّذِي خَلَقَ	جس نے پیدا کئے	مَا تَرَىٰ	نہیں دیکھتا تو	مِن تَفَوُّتٍ	کوئی غل
سَبْعَ سَمَاوَاتٍ	سات آسمان	فِي خَلْقِ	بناوٹ میں	فَارْجِعِ	پس لوٹا تو
طِبَاقًا	تہ بہ تہ	الرَّحْمَنِ	مہربان اللہ کے	الْبَصَرَ	نگاہ

ہَلْ تَرَىٰ	کیا دیکھتا ہے تو	وَلِلَّذِينَ	اور ان کے لئے جنہوں	أَلَمْ يَأْتِكُمْ	کیا نہیں آیا تمہارے پاس
مِنْ قُطُوفِ	کوئی شگاف؟	كُفْرُوا	نے انکار کیا	تَذِيرٌ	کوئی ڈرانے والا
ثَمَّ الرَّجِيعِ	پھر لوٹا	يَذِيبُهُمْ	اپنے رب کا	قَالُوا	جواب دیں گے وہ
الْبَصَرِ	نگاہ	عَذَابٌ جَهَنَّمِ	دوزخ کی سزا ہے	بَلْ	کیوں نہیں
كَذَّبِينَ ^(۱)	بار بار	وَيُؤَسِّسُ	اور مری ہے وہ	قَدْ جَاءَنَا	بالتین آیا ہمارے پاس
يَنْقَلِبُ	پلٹ آئے گی	الْمَصِيدُ	لوٹنے کی جگہ	تَذِيرٌ	ڈرانے والا
إِلَيْكَ الْبَصَرُ	تیری طرف نگاہ	إِذَا أُلْقُوا	جب ڈالے جائیں گے وہ	فَكَذَّبْنَا	پس جھٹلایا ہم نے
خَاسِرًا ^(۲)	ذلیل ہو کر	فِيهَا	اس میں	وَقُلْنَا	اور کہا ہم نے
وَهُوَ	در انحالیہ وہ	سَمِعُوا لَهَا	سنیں گے وہ اس کیلئے	مَا نَزَّلَ	نہیں اتاری
حَسِيرٌ ^(۳)	در ماندہ ہوگی!	شَهِيقًا ^(۵)	دھاڑنا (زور کی آواز)	اللَّهُ	اللہ نے
وَلَقَدْ	اور البتہ واقعہ یہ ہے	وَهِيَ	در انحالیہ وہ	مِنْ شَيْءٍ	کوئی چیز
زَيَّنَّا	مزین کیا ہم نے	تَفْؤُورٌ ^(۶)	جوش مار رہی ہوگی	إِنْ أَنْتُمْ	نہیں ہوتے
السَّمَاءِ الدُّنْيَا	قریبی آسمان کو	تَكَادُ	قریب ہوگی	إِلَّا فِي ضَلَالٍ	مگر گمراہی میں
بِعَصَايِمٍ	چراغوں سے	تَمَيِّزٌ	(کہ) پھٹ پڑے	كَبِيرٍ	بڑی
وَجَعَلْنَاهَا	اور بنایا ہم نے ان کو	مِنَ الْغَيْظِ	غصہ سے	وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے
رُجُومًا ^(۴)	پھینک مارنا (میزائل)	كُلَّمَا أُلْقِيَ	جب جب ڈالا جائے گا	لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ	اگر سنا ہوتا ہم نے
لِلشَّيْطَانِ	شیاطین کے لئے	فِيهَا	اس میں	أَوْ نَعْقِلُ	یا سمجھا ہوتا
وَأَعْتَدْنَا	اور تیار کیا ہے ہم نے	فَوْجٌ	کوئی گروہ	مَا كُنَّا	نہ ہوتے ہم
لَهُمْ	ان کے لئے	سَالِكُهُمْ	پوچھیں گے ان سے	فِي أَصْحَابِ	دوزخ والوں میں
عَذَابِ السَّعِيرِ	دوزخ کا عذاب	خَزَنَتُهَا	جہنم کے ذمہ دار فرشتے	السَّعِيرِ	

(۱) کرتین: جثنیہ، تکرار کے لئے ہے (۲) خَسَا الْكَلْبُ: کتے کو دھتکارنا، دور کرنا، ذلیل کرنا (۳) حَسِيرٌ: بھفت مشہ، حَسْرَ البعير: تھکنا، تھکانا (۴) رُجُومًا: مصدر ما يُرْجَم بحد کے معنی میں ہے، اس لئے اسم جادہ ہو گیا ہے اور رُجُومًا کی جمع ہے (۵) شہیقًا: گدھے کے رینکنے کی آخری آواز (۶) فَارَ الْقِلْدَرِ: ہانڈی کا جوش مارنا۔

فَاعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ فَسُحْقًا ^(۱) لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ	پس اقرار کر لیا انھوں نے اپنے گناہ کا پس دوری ہو	بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَعْفَرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ	دیکھے بغیر ان کے لئے بخشش ہے اور بڑا صلہ ہے	بِذَاتِ الصُّدُورِ	بھیدوں کو سینوں کے کیا نہیں جانے گا جس نے پیدا کیا در انحالیکہ وہ
إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ	بے شک جو لوگ ڈرتے ہیں اپنے رب سے	أَوْ جَهْرًا بِهٖ	یا زور سے کہو اس کو بیشک وہ جانتے ہیں	اللَّاطِفِ الْخَبِيرِ	باریک ہیں باخبر ہے

بندوں کی چارہ سازی کے لئے اللہ نے مضبوط بار و برق آسمان بنایا

اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہیں، انھوں نے مکلف مخلوقات (جن و انس) کو اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا ہے، پس ضروری ہے کہ وہ ان کی یاری کریں، ان کی ضروریات کا انتظام کریں، چنانچہ اللہ نے زمین پر تہ بہ تہ مضبوط سات آسمان بنائے، اور اس چھت کو جگمگاتے ستاروں سے مزین کیا، اور آسمان کی چھت اتنی اونچی بنائی کہ اس کی اونچائی کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا، تاہم وہ زمین کے کناروں سے ملتا نظر آتا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک قہ (خیمہ) ہے جو زمین پر تان دیا ہے، انسان اسی قدر ترقی گھر میں آرام سے زندگی بسر کر رہا ہے، اور یہ خیمہ اتنا مضبوط بنایا ہے کہ مدت مدید گزرنے کے بعد بھی نہ اس میں کوئی شکاف پڑا نہ اس کا رنگ پھیکا پڑا، انسان اس کو بار بار دیکھے اور غور کرے اسے اللہ کی کاریگری میں کوئی خلل نظر نہیں آئے گا، پھر چھت میں فانوس لٹکا دیئے، رات کے ستارے میں ان کو دیکھ کر جی خوش ہوتا ہے، یہ بندوں کی چارہ سازی ہے۔

﴿الَّذِينَ خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا مَّا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِن تَفْوُتٍ ۚ فَإِنَّهُمْ الْبَصَرُ ۚ هَلْ تَرَىٰ مِنْ فُطُورٍ ۚ ثُمَّ إِنَّهُمْ الْبَصَرَ كَازِنِينَ يَنْقَلِبُ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ ۝﴾

ترجمہ: جس نے اوپر تلے سات آسمان پیدا کئے، آپ اللہ کی کاریگری میں کوئی خلل نہیں دیکھیں گے، آپ نگاہ پھیریں، کیا آپ کو کوئی شکاف نظر آتا ہے؟ پھر بار بار دیکھیں: نگاہ ذلیل اور در ماندہ ہو کر آپ کی طرف لوٹ آئے گی! — مگر آسمان میں کوئی کمی نظر نہیں آئے گی۔

(۱) سُحْقًا: فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے، تقدیر عبارت: أَسْحَقَهُمُ اللہ ہے، سُحْقًا: دور کرنا۔

فائدہ: طباقاً: مصدر: سبع کی صفت ہے، اور ذاتِ طباق کے معنی میں ہے، اور اللہ نے سات آسمان تہ بہ تہ کیسے بنائے ہیں؟ اس کی حقیقت و کیفیت نہیں جانی جاسکتی، البتہ مقصد واضح ہے، جیسے مکان پر بالائی منزل بناتے ہیں تاکہ تپش نیچے نہ آئے، اسی طرح سات آسمان بنائے تاکہ عالم بالا کے زیادہ اثرات زمین پر نہ آئیں، اور اگر سات آسمان پیاز کے چھلکوں کی طرح ہیں تو ان کا مقصد آسمان کی مضبوطی ہے۔ واللہ اعلم

ستاروں کے دو مقصد: آسمان کی زینت اور شیاطین کی مار

اللہ کے کاموں کی حکمتوں کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا، ہر کام میں متعدد حکمتیں ہوتی ہیں، ناک: ہونٹ کے قریب کیوں رکھی ہے؟ سوچو! اس میں حکمتیں ہیں، اسی طرح تارے بھی مختلف مقاصد سے بنائے ہیں، یہاں دو مقصد ذکر فرمائے ہیں: اول: ستارے آسمان دنیا کے لئے زینت ہیں، ان چراغوں سے آسمان کتنا خوبصورت معلوم ہوتا ہے، اور اسی مقصد سے لوگ چھت میں جھاڑ فانوس لٹکاتے ہیں۔

دوم: شیاطین: فرشتوں کی باتیں سننے کے لئے آسمان کے قریب جاتے ہیں، پس ستارے میزائل بن کر ان پر گرتے ہیں، وہ مر جاتے ہیں یا جھٹی ہو جاتے ہیں، اور کبھی کوئی بات نیچے ڈال دیتے ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے انسان، جنات اور فرشتے سب جنت تک جاسکتے تھے، دادا دادی کو زمین میں پیدا کر کے جنت میں بسایا تھا، اور ابلیس نے جنت میں پہنچ کر ان کو ورغلا یا تھا، پھر دونوں کو آسمان سے نیچے اتارا، اب انسان آسمان کے قریب نہیں جاسکتا، اور جنات: انسان کی بہ نسبت لطیف ہیں، وہ فضا میں آسمان کے قریب جاسکتے ہیں، اور وہاں فرشتوں میں زمینی معاملات کے سلسلہ میں جو گفتگو ہوتی ہے اس کو سننے کی کوشش کرتے ہیں، ان کو تاروں سے مارا جاتا ہے، سورة الصافات (آیات ۷۸) میں بھی اس کا تذکرہ ہے (ہدایت القرآن ۷: ۵۵) اور یہ شیاطین کے لئے دنیوی عذاب ہے، اور آخرت میں ان کے لئے دوزخ کا عذاب تیار ہے۔

﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِرٍ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ﴾
ترجمہ: اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے قریبی آسمان کو چراغوں سے مزین کیا، اور ہم نے ان (ستاروں) کو شیطانوں (کافر سرکش جنات) کے مارنے کا ذریعہ (میزائل) بنایا، اور ہم نے ان کے لئے دوزخ کا عذاب تیار کیا ہے۔

کافر انسانوں کے لئے بھی دوزخ تیار ہے

شیاطین ہی کے لئے نہیں کافر انسانوں کے لئے بھی آخرت میں دوزخ کی سزا تیار ہے، اور دنیا میں بھی ہلاکت سے

محفوظ نہیں، زمین دھنس سکتی ہے، سنگ بار ہوا چل سکتی ہے، اور فضا میں اڑتے ہوئے بھی گرسکتے ہیں، جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَذَرُوهُمْ عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝﴾

ترجمہ: اور ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا دوزخ کا عذاب ہے، اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے!

جب کفار دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو دوزخ دانت پیسے گی!

جب کفار کا کوئی گروہ دوزخ میں ڈالا جائے گا تو وہ ان پر سخت غضبناک ہوگی، کفار اس کی ڈانٹ ڈپٹ اور چنگھاڑ سنیں گے، اور وہ ایسا جوش مارے گی جیسے غصہ سے پھٹ پڑے گی، اور جہنم کے ذمہ دار فرشتے بھی ان کی خبر لیں گے، وہ پوچھیں گے: کم بختو! تمہارے پاس پیغمبر نہیں آئے جو تم یہاں آدھمکے؟ وہ جواب دیں گے: آئے مگر ہم نے ان کی اور ان کی وحی کی تکذیب کی، اس لئے آج یہ برا دن دیکھنا پڑا! کاش ہم ان کی بات سنتے اور سمجھتے تو آج ہم کو یہ برا دن نہ دیکھنا پڑتا!

﴿إِذَا الْغَوَاقِبُ سَمِعُوا لَهَا شَهيقًا وَهِيَ تَفُورُ ۖ تَكَادُ تَمَيِّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلْتَهُمْ خَزَنَتُهُمْ أَمْ يَأْتِيكُمْ نَذِيرٌ ۚ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ ۚ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ ۖ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ۝ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝﴾

ترجمہ: جب وہ لوگ دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو وہ اس کی زور کی آواز سنیں گے، اور وہ جوش مار رہی ہوگی، قریب ہوگی کہ غصہ سے پھٹ پڑے، جب بھی اس میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو اس کے محافظ فرشتے ان سے پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟ وہ جواب دیں گے: کیوں نہیں! واقعی ہمارے پاس ڈرانے والا آیا، مگر ہم نے اس کو جھٹلایا اور ہم نے کہا: اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا، تم بڑی غلطی میں ہو، اور انہوں نے کہا: کاش ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے!

دل کی بات زبان پر آگئی

دیکھو! منکرین نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا، میدانِ قیامت میں تو انہوں نے شرک و کفر کا انکار کیا تھا، کہا تھا: ﴿وَاللَّهُ رَبُّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ﴾ ہمارے پروردگار اللہ کی قسم! ہم مشرک نہیں تھے [الانعام ۲۳] مگر فرشتوں کے سامنے دل کی بات زبان پر آگئی!

﴿فَاعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ ۖ فَسُحِقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝﴾

ترجمہ: پس انھوں نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا، سلطنت ہو دوزخ والوں پر!

مؤمنین کا نیک انجام: قرآن کریم کا اسلوب ہے کہ وہ کفار کے انجام کے بعد مؤمنین کا انجام بیان کرتا ہے، قاعدہ ہے، تَعْرِفُ الْأَشْيَاءَ بِأَضْدَادِهَا: میٹھے سے کڑوا اور کڑوے سے میٹھا پہچانا جاتا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: جو لوگ پروردگار کو دیکھے بغیر، رسولوں کے بتلانے سے ایمان لاتے ہیں، اللہ سے ڈرتے ہیں اور احکام الہی کی پیروی کرتے ہیں ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ﴾

ترجمہ: بے شک جو لوگ اپنے پروردگار سے غیب دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لئے بخشش اور بڑا بدلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ دلوں کے بھیدوں سے بھی واقف ہیں

آخر میں ایک غلبان کا جواب ہے، کفار خیال کر سکتے ہیں کہ ہم دوزخ کے ذمہ دار فرشتوں کو جو جواب دیں گے اس کی اللہ کو کیا خبر؟ پس وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ آہستہ کبھی ہوئی باتوں کو بھی جانتے ہیں اور زور سے کبھی ہوئی باتوں کو بھی جانتے ہیں، انھوں نے فرشتوں سے چپکے سے جو کہا ہے وہ بھی اللہ کے علم میں ہے اور قیامت کے میدان میں جو برملا کہا ہے وہ بھی اللہ کے علم میں ہے، اللہ تعالیٰ دلوں کے رازوں سے بھی واقف ہیں، بھلا جس نے ان کو پیدا کیا وہ مخلوق کے احوال سے بے خبر ہوگا، جبکہ وہ باریک بین باخبر بھی ہیں؟

ایک واقعہ: ہجرت سے پہلے چند کفار ایک جگہ جمع ہوئے، ایک نے نبی ﷺ کی بدگوئی کی، دوسرا بولا: آہستہ بول محمد کا خدا ن لے گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ خدا تو دل کی باتوں کو بھی جانتا ہے، کیا خالق اپنی مخلوق کے احوال سے بے خبر ہوگا؟

﴿وَأَمَّا قَوْلُكُمُ اجْهَرُوا بِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

ترجمہ: اور تم خواہ چپکے سے بات کہو یا اس کو زور سے کہو، وہ یقیناً دلوں کے بھیدوں سے واقف ہیں، کیا وہ نہیں جانے گا جس نے پیدا کیا ہے، اور وہ باریک بین باخبر ہیں؟

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذُلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ ۚ وَلَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ ۚ أَمَّا أَمْنُكُمْ مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ ۚ أَمَّا أَمْنُكُمْ مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۚ فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ ۝

وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۝ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ قَوْضُومًا
صَفَتْ وَيَقْبِضْنَ ۚ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَنُ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ ۝

ہُوَ الَّذِي	وہی ہے جس نے	يُحْكُمُ الْأَرْضَ	تمہارے ساتھ زمین کو	فَكَيْفَ كَانَ	پس کیسا تھا
جَعَلَ لَكُمْ	بنایا تمہارے لئے	فَلَا ذَا هِيَ	پس اچانک وہ	نَكِيرِ	میرا انکار کرنا
الْأَرْضَ	زمین کو	تَوَدُّ	لرزنے لگے	أَوَلَمْ يَرَوْا	کیا اور نہیں دیکھتے وہ
ذُلُولًا	رام (پست)	أَمْ أَمِنْتُمْ	کیا نڈر ہو گئے تم	إِلَى الطَّيْرِ	پرندوں کو
فَأَمْسُوا	پس چلو تم	مَنْ فِي السَّمَاءِ	اس سے جو آسمان میں ہے	قَوْضُومًا	اپنے اوپر
فِي مَنَاجِبِهَا	اس کے کندھوں میں	أَنْ يُرْسِلَ	کہ چھوڑ دے وہ	صَفَتْ	پہ کھولے ہوئے
وَكُلُّوا	اور کھاؤ تم	عَلَيْكُمْ	تم پر	وَيَقْبِضْنَ	اور پکڑ جھپکتے ہیں وہ
مِنْ رِزْقِهِ	اس کی روزی سے	حَاصِبًا	پتھر برسانے والی ہوا	مَا يُمْسِكُهُنَّ	نہیں تھامے ہوئے ہے
وَالْيَهُ	اور اسی کی طرف	فَتَسْعَاكُنَّ	پس عقبوب جان لو گئے تم	إِلَّا الرَّحْمَنُ	ان کو
النُّشُورُ	اٹھنا ہے	كَيْفَ نَذِيرِ	کیسا ہے میرا ڈرانا	إِنَّهُ	مگر مہربان اللہ
أَمِنْتُمْ	کیا نڈر ہو گئے تم	وَلَقَدْ كَذَّبَ	اور تحقیق جھٹلایا	بِكُلِّ شَيْءٍ	بے شک وہ
مَنْ فِي السَّمَاءِ	اس سے جو آسمان میں ہے	الَّذِينَ	ان لوگوں نے جو	بَصِيرٌ	ہر چیز کو
أَنْ يَغْشَى	کہ دھنسا دے وہ	مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے ہوئے		خوب دیکھنے والا ہے

اللہ تعالیٰ نے بندوں کی چارہ سازی کے لئے زمین کو رام کیا، اور اس میں ان کی معیشت کا انتظام کیا
اللہ تعالیٰ نے بندوں کی مصلحت کے لئے اوپر سات مضبوط اور خوبصورت آسمان بنائے، اور دوسرا انتظام یہ کیا کہ یہ
چوڑی چٹکی زمین بنائی، اور اس کو انسان کے لئے مسخر کیا، تاکہ جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے، کوہ پھاندے،
بوئے جوتے، اس کی راہوں میں چلے پھرے، اور پیروں سے اس کو پامال کرے، اور اس میں روزی کے اسباب پھیلا
دیئے، تاکہ اللہ کا رزق تلاش کرے، مگر یاد رکھے کہ کہیں بھی نکل جائے مرے گا ضرور، پھر قیامت کے دن زندہ ہو کر بارگاہ
خداوندی میں حاضر ہونا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ ذُلُولًا فَأَمْسُوا فِي مَنَاجِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ ۚ وَالْيَهُ النُّشُورُ ۝﴾

ترجمہ: وہی اللہ ہیں جنہوں نے تمہارے لئے زمین کو رام کیا، پس تم اس کے کندھوں (راہوں) میں چلو پھرو، اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ، اور اسی کے پاس دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے!

انسان زمین میں کہیں بھی جائے اللہ کی پکڑ سے باہر نہیں

انسان زمین میں آزاد ہے، جہاں چاہے جائے اور رہے، مگر یاد رکھے کہ وہ اللہ کی پکڑ سے باہر نہیں، اللہ تعالیٰ اس کو زمین میں دھنسا سکتے ہیں، زمین تھر تھر کا پھٹنے لگے اور وہ زمین میں اترتا چلا جائے: ایسا ممکن ہے، یا اس پر سنگریزے اڑانے والی آندھی چھوڑ دے، جو اس کا بھر تاباں دے، کیا اس نے گزشتہ قوموں کے واقعات نہیں سنے! قارون زمین میں دھنسا دیا گیا، اور عاد پر سنگ بار ہوا چھوڑی گئی جس سے وہ مر کھ پ گئے، اور اگر فضا میں پرواز کرے تو وہاں سے بھی گر سکتا ہے، کیا لوگ دیکھتے نہیں! پرندے فضا میں اڑتے ہیں، ان کو کون روکتا ہے؟ رحمان روکتے ہیں، فضا اُٹل کو نہیں روک سکتی، اور زمین کی کشش بھی ثقیل چیز کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے، مگر پرندے نہیں گرتے، اور کوئی خیال کرے کہ پرندے پتہ پھیلا کر اڑتے ہیں، ان کے پتہ ان کو روکتے ہیں، تو پرندے پتہ جھپکتے بھی ہیں اس وقت ان کو کون روکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی روکتے ہیں، اسی طرح ہوائی جہازوں کو بھی اللہ تھامتے ہیں، کیونکہ جب ان میں کوئی ٹیکنیکل خرابی پیدا ہوتی ہے تو وہ زمین پر گر جاتے ہیں، معلوم ہوا کہ فضا میں بھی انسان اللہ کی گرفت سے باہر نہیں، اللہ تعالیٰ اس کے سب احوال سے واقف ہیں۔

﴿وَأَمَّا أَنْتُمْ فَمَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يَخِفَّ بِكُمْ الْأَرْضُ فَإِذَا هِيَ تَمُوتُ ۚ أَمْ أَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرٍ ۚ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيفَ كَانَ نَجِيرٍ ۚ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الظَّيْرِ فَوُتُّهُمْ صَلَفٌ ۚ وَيَقْبِضُونَ مِمَّا يُنْسِكُلُونَ إِلَّا الرَّحْمَنُ لَهُ الْيُكُلُ شَيْءٌ بِصِينٍ ۚ﴾

ترجمہ: کیا تم لوگ اس ہستی سے نڈر ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے، پس اچانک وہ تھر تھر کا پھٹنے لگے؟ — یا تم لوگ اس ذات سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر سنگ بار ہوا چھوڑ دے، پس عنقریب تم جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے؟ — اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ان (مکہ والوں) سے پہلے والوں نے جھٹلایا، پس کیسا رہا میرا انکار! — کیا انہوں نے نہیں دیکھا اپنے اوپر پرندوں کو، پتہ پھیلائے ہوئے اور وہ ہر سیٹھتے بھی ہیں، ان کو مہربان اللہ ہی تھامتے ہیں، بے شک وہ ہر چیز کو خوب دیکھ رہے ہیں!

فائدہ: ﴿مَنْ فِي السَّمَاءِ﴾: جو آسمان میں ہے، یہ صفت تشابہ ہے، اور صفات تشابہات کے بارے میں سلف کا مذہب تزییع التفویض ہے، جیسا کہ ابھی گذرا، پس اللہ کا آسمان سے تعلق تو ماننا ہوگا، مگر وہ اللہ کی جہت اور مکان نہیں،

کیونکہ آسمان مخلوق ہے، اور مخلوق: خالق کا مکان اور جہت نہیں ہو سکتی، پس یہ ارشاد: ﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی﴾ کے قبیل سے ہوگا۔

اور اگر تاویل کی راہ اختیار کی جائے تو صفت محلو (بلندی) مراد ہوگی، اللہ تعالیٰ کی صفت علیٰ ہے، ہندوستان کے لوگ بھی دعائیں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں اور امریکہ کے مسلمان بھی یہی غلو ہے، وہ کسی جہت میں نہیں، ورنہ کوئی ایک زمین کی طرف ہاتھ لٹکا کر دعا کرتا، یہ راہ بھی جائز ہے، اور یہ تنزیہ مع التاویل ہے۔

أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُونِ الرَّحْمٰنِ ۚ إِنَّ الْكٰفِرُوْنَ لَا فِيْ غُرُوْرٍ ۚ أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي يَزِيْزُكُمْ إِنَّا أَمْسَكْ رِزْقَهُ ۚ بَلْ لَّجُوْا فِيْ عُتُوِّ وَ نُفُوْرٍ ۚ أَفَمَن يَّمْنِيْ مِكْبًا عَلٰٓى وُجْهِهِ ۚ أَهَٰذَءِ أَمَّنْ يَّمْنِيْ سَوِيًّا عَلٰٓى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

آمَّنْ هَٰذَا ^(۱)	کیا یہ	آمَّنْ هَٰذَا ^(۱)	کیا کون یہ ہے	يَّمْنِيْ	چلے گا
الَّذِي هُوَ	جو وہ	الَّذِي يَزِيْزُكُمْ	جو روزی دے گا تمہیں	مِكْبًا	اوندھا
جُنْدٌ لَّكُمْ	تمہارا لشکر ہے	إِنَّا أَمْسَكْ	اگر روک لیں وہ	عَلٰٓى وُجْهِهِ	اپنے چہرے کے بل
يَنْصُرُكُمْ	(کیا) مدد کریگا تمہاری	رِزْقَهُ	اپنی روزی	أَهَٰذَءِ	زیادہ راہ یاب ہے
مِّنْ دُونِ	سوائے	بَلْ لَّجُوْا	بلکہ گھے ہیں وہ	أَمَّنْ يَّمْنِيْ	یا جو شخص چلے گا
الرَّحْمٰنِ	مہربان اللہ کے	فِيْ عُتُوِّ	سرکشی میں	سَوِيًّا	سیدھا
إِنَّ الْكٰفِرُوْنَ	نہیں ہیں کفار	وَنُفُوْرٍ	اور نفرت میں	عَلٰٓى صِرَاطٍ	راستے پر
إِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ	مگر دھوکے میں	أَفَمَن	کیا پس جو شخص	مُسْتَقِيْمٍ	سیدھے

شُرک کا بطلان

اب دو آیتوں میں شرک کی مخالفت (کنزوری) کا بیان ہے، عبادت کسی نفع کی امید پر کی جاتی ہے، مشرکین بتائیں:

(۱) دونوں جگہ اَمَّنْ دو لفظ ہیں، اُم: استفہامیہ اور من بھی استفہامیہ، میم کا میم میں ادغام ہے، اور دونوں ساتھ ہیں، مگر ایک دوسرے پر داخل نہیں، حرف پر حرف داخل نہیں ہوتا، اُم کا مدخول ہذا ہے اور من کا مدخول ينصرکم اور پرز قکم ہیں، اس لئے اس کا ترجمہ وہاں کیا ہے۔

۱- کیا ان کے معبودوں کی بھیڑ (الشکر) — اللہ کو چھوڑ کر — ان کی کچھ مدد کرتی ہے؟ نہیں کرتی، مگر مشرکین فریب خوردہ ہیں، وہ اپنے معبودوں سے اس لگائے بیٹھے ہیں!

۲- بتاؤ! اگر اللہ تعالیٰ تمہاری روزی روٹی روک دیں تو کیا تمہارے معبودوں کا یہ لشکر تمہیں روزی پہنچا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! وہ ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں، تاہم مشرکین اللہ سے سرکشی اور نفرت میں پیر پمارے ہوئے ہیں! غرض: جب معبودانِ باطل سے کسی نفع کی امید نہیں، تو وہ ان کی سادھی پر اسن جمائے کیوں بیٹھے ہیں؟

﴿أَمَّنْ هَذَا الَّذِي هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُونِ الرَّحْمَنِ ۚ إِنَّ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي غُرُورٍ ۝
أَمَّنْ هَذَا الَّذِي يَزُوقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رَبُّكَ ۚ بَلْ لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ وَ نُفُورٍ ۝﴾

ترجمہ: کیا یہ جو کہ وہ تمہارا لشکر (بھیڑ) ہے: کون تمہاری مدد کرتا ہے اللہ کے سوا؟ نہیں ہیں کافر مگر دھوکہ میں! — کیا یہ جو (بھیڑ ہے) کون روزی پہنچائے گا تمہیں اگر اللہ اپنی روزی روک دیں؟ بلکہ وہ سرکشی اور نفرت میں گھسے ہوئے ہیں!

مشرک اور موحد کی چال میں فرق

دنیا میں بھی اور محشر میں بھی مشرک اور موحد کی چال مختلف ہے، مشرک ناہموار راستہ پر اوندھا چلتا ہے، اس کے منزل مقصود تک پہنچنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے؟ اور موحد سیدھے راستہ پر آدمیوں کی طرح سیدھا چلتا ہے، وہ ضرور منزل مقصود تک پہنچے گا — اور میدانِ محشر میں بھی کفار اوندھے منہ چہرے کے بل چلیں گے اور موحدین سیدھے چلیں گے، نبی ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اوندھے منہ چہرے کے بل کیسے چلے گا؟ آپ نے فرمایا: جو اللہ پیروں سے چلانے پر قادر ہے وہ چہرے کے بل بھی چلا سکتا ہے یعنی اس پر اجمالی ایمان رکھنا چاہئے۔

﴿أَفَمَن يَمْشِي مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ ۖ أَهْدَىٰ أَمَّن يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝﴾

ترجمہ: کیا پس جو شخص اپنے چہرے کے بل اوندھا چلے گا/ چلتا ہے: وہ زیادہ راہ یاب ہے یا جو سیدھے راستہ پر سیدھا چلتا ہے؟

قُلْ هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۖ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ ۖ وَإِنَّمَا

اَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ ۝ فَلَمَّا رَاوُهُ زُلْفَةً سَيِّئَتْ وُجُوهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَقِيلَ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَدَّعُونَ ۝ قُلْ اَرَايْتُمْ اِنْ اَهْلَكْنِي اللهُ وَمَنْ مَعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۚ فَمَنْ يُجِيزُ الْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابِ اَلِيْمٍ ۝ قُلْ هُوَ الرَّحْمَنُ اَمْتًا بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ فِي صَلِّ مُبِينٌ ۝ قُلْ اَرَايْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَعِينٍ ۝

۲۷

قُلْ هُوَ	کہو: وہی ہے	وَيَقُولُونَ	اور کہتے ہیں وہ	سَيِّئَتْ	بگڑ جائیں گے
الَّذِينَ	جس نے	هَٰذَا	کب ہو گا یہ	وُجُوهُ	چہرے
اَنْشَأَكُمْ	تم کو پیدا کیا	الْوَعْدُ	وعدہ	الَّذِينَ	ان کے جنہوں نے
وَجَعَلَ لَكُمْ	اور تمہارے لئے بنائی	اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	كَفَرُوا	انکار کیا
السَّمْعَ	سماعت	صٰدِقِينَ	سچے	وَقِيلَ	اور کہا جائے گا
وَالْاَبْصَارَ	اور آنکھیں	قُلْ	کہو	هَٰذَا الَّذِي	یہ ہے وہ جو
وَالْاَفْئِدَةَ	اور دل	اِنْشَا	اس کے سوا نہیں کہ	كُنْتُمْ بِهِ	تھے تم اس کو
تَلِيًّا مَّا	بہت ہی کم	الْعِلْمُ ^(۱)	(قیامت کا) علم	تَدَّعُونَ	مانگتے
تَشْكُرُونَ	شکر بجالاتے ہو تم	عِنْدَ اللّٰهِ	اللہ کے پاس ہے	قُلْ	کہو
قُلْ هُوَ	کہو: وہی ہے	وَاِنَّمَا	اور اس کے سوا نہیں کہ	اَرَايْتُمْ ^(۳)	بتلاؤ
الَّذِي	جس نے	اَنَا نَذِيرٌ	میں ڈرانے والا ہوں	اِنْ اَهْلَكْنِي	اگر ہلاک کریں مجھے
ذَرَأَكُمْ	پھیلا یا تم کو	مُبِينٌ	صاف صاف	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
فِي الْاَرْضِ	زمین میں	فَلَمَّا	پس جب	وَمَنْ مَعِيَ	اور ان کو جو میرے
وَرَايِهِ	اور اسی کی طرف	رَاوُهُ ^(۲)	دیکھیں گے وہ اس کو		ساتھ ہیں
تُحْشَرُونَ	جمع کئے جاؤ گے تم	زُلْفَةً	قریب	اَوْ رَحِمَنَا	یا میری فرمائیں ہم پر

(۱) العلم: الف لام عہدی ہے (۲) زلفۃ: مصدر: اسم فاعل کے معنی میں ہے (۳) ارايتم: مماشات مع الخضم ہے یعنی تھوڑی دور پنپا کر مخالف کو ساتھ لے چلنا، پھر جب موقع آئے جوت بجانا۔

فَمَنْ يُجِزْ	پس کون پناہ دے گا	وَعَلَيْهِ	اور انہی پر	أَرَىٰ يَتَذَكَّرُ	بتلاؤ
الْكَافِرِينَ	مکروں کو	تَوَكَّلْنَا	بھروسہ کیا ہم نے	إِن أَصْبَحَ	اگر صبح کو ہو جائے
مِنْ عَذَابٍ	سزا ہے	فَسَتَعْلَمُونَ	پس عنقریب جان لو گے تم	مَا ذُكِّرْ	تمہارا پانی
أَلَيْسَ	دردناک	مَنْ هُوَ	کون ہے وہ	غَوَّارًا	زمین میں اتر اہوا
قُلْ	کہو	فِي صَلَاحٍ	گمراہی میں	فَمَنْ يَأْتِيكُمْ	تو کون لائے گا
هُوَ الرَّحْمَنُ	وہ مہربان اللہ ہیں	مُبِينٍ	کھلی	بِصَآءٍ	تمہارے پاس
أَمَّا بِهِ	ایمان لائے ہم ان پر	قُلْ	کہو	مَوْجِبِينَ	چشمہ دار پانی

تین احسانات سے توحید پر استدلال اور ایمان کی ترغیب

اور درمیان میں قیامت کے بارے میں جلدی مچانے کا جواب

شرک کے بطلان کے بعد اب آخر میں تین احسانات سے توحید پر استدلال کر کے مشرکین کو ایمان کی دعوت دیتے ہیں:

۱- اللہ نے انسان کو پیدا کیا، اس کو سماعت، بصارت اور سمجھنے والا دل عطا فرمایا، علم کے ذرائع حواس خمسہ ہیں (سننا، دیکھنا، سونگھنا، چکھنا اور ٹٹولنا) مگر اہم آنکھ اور کان ہیں، زیادہ تر علوم انہی دو سے حاصل ہوتے ہیں، اس لئے انہی کا تذکرہ کیا ہے، اور دل اور اک کرتا ہے، ان کوئی سے کام لے کر انسان آسمان زمین کے قلابے (کڑیاں) ملاتا ہے، اور ستاروں پر کنڈیس پھینکتا ہے۔ اسی سے انسان کو اشرف المخلوقات کا اعزاز حاصل ہوا ہے، مگر کفار و مشرکین اس احسان کی ذرا قدر نہیں کرتے، یہ محسن کا انکار ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ نے زمین میں انسانوں کو پھیلایا، زمین کا چپہ چپہ انسانوں کے وجود سے بھر گیا، آباد غیر آباد ہر جگہ انسان ملیں گے، بلکہ اب تو انسان سمندر کی تہ میں بھی آبادیاں بسانے کی سوچ رہا ہے، بلکہ زمین سے اٹھ کر ستاروں اور سیاروں پر جھنڈے گاڑنے جا رہا ہے، یہ کتنا بڑا احسان ہے! مگر انسان نے اس کی کیا قدر کی؟ یہ قدر کی کہ اس نے اپنے خالق و مالک کا انکار کر دیا یا اس کو چھوڑ کر لٹ پتھر کو پوجنے لگا، مگر یاد رکھو! وہ جہاں تک بھی پھیلے گا: مرے گا ضرور! پھر قیامت کو دوبارہ زندہ ہو کر خدا کے حضور میں پہنچے گا، اور وہاں اس کا نامہ اعمال کھلے گا، لہذا اس کی فکر ضرور کرے!

ضمنی مضمون: جب بات یہاں تک پہنچی کہ: ﴿وَالَّذِينَ يُتَذَكَّرُونَ﴾ تو مکرر قیامت بے تاب ہو کر بول

پڑے: ﴿مَنْ هَذَا الْوَعْدُ﴾: لوگ کب اکٹھے کئے جائیں گے؟ قیامت کب آئے گی؟ اگر تم سچے ہو تو جلدی لے آؤ! ان کو رسول اللہ ﷺ کی زبان سے جواب دیا ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم اللہ ہی کو ہے، اور میرا کام تو بس کھول کر بتا دینا ہے، تاکہ کوئی دھوکہ میں نہ رہے، البتہ تم جان لو کہ جب قیامت برپا ہوگی تو تمہاری شامت آئے گی، تمہارے چہرے بگڑ جائیں گے، اور تم سے کہا جائے گا: یہ ہے وہ جس کو تم مانگا کرتے تھے!

پھر اس دن میرا اور میرے ساتھیوں کا کیا ہوگا؟ اس کو چھوڑو، اگر اس دن اللہ ہمیں سزا دیں یا ہم پر مہربانی فرمائیں تو ہمیں سب منظور ہے (یہ مماشات مع الخصم ہے) تم اپنی سوچو! تمہیں اس دن اللہ کے دردناک عذاب سے کون بچائے گا؟ تمہارے لئے عذاب طے ہے! اور ہمیں تو رحمان (مہربان اللہ) بچائے گا، کیونکہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں، اور ہمارا بھروسہ انہی پر ہے، اس لئے وہی ہمارے کارساز ہونگے، مگر اس دن تمہارا کیا بنے گا؟ اس دن تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ آج دنیا میں گمراہی میں کون تھا: ہم یا تم؟ مگر اس دن معلوم ہونے سے کیا فائدہ ہوگا؟ فائدہ تو جب ہے کہ آج جان لو، اور اللہ پر اور اللہ کے رسول پر ایمان لاؤ (ضمنی مضمون پورا ہوا)

۳۔ پانی حیوانات کی بنیادی ضرورت ہے، ہر جاندار کی نشوونما پانی سے ہوتی ہے: ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾: چنانچہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی تین چوتھائی پر سمندر پیدا کئے، وہاں سے پانی اٹھا کر ہر جگہ برساتے ہیں پھر اس کو زمین میں اسٹور کرتے ہیں، اور زیر زمین اس کے سوت چلتے ہیں، اور جگہ جگہ آبشاروں اور چشموں کی شکل میں پانی نمودار ہوتا ہے اور لوگ اور جاندار اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں، پہاڑوں کی چوٹیوں پر بھی تالاب، آبشاریں اور چشمے ہیں، سوچو! اگر یہ سوت نیچے چلے جائیں تو چشمے کون بہا سکتا ہے۔ مگر انسان اس احسان کی کیا قدر کرتا ہے، محسن کا انکار کرتا ہے یا غیر سے کو لگاتا ہے۔

فائدہ: پہلے آبشاریں ٹپکتی تھیں اور چشمے پھوٹتے تھے، اور بے مشقت پانی ملتا تھا، پھر لوگوں نے کنویں بنانے شروع کئے تو سوت نیچے چلا گیا، پھر بجلی دریافت ہوئی اور ٹیوب ویل بننے لگے تو سوت اور نیچے چلا گیا اور کنویں خشک ہو گئے، مگر ٹیوب ویل بھی گرمیوں میں خشک ہو جاتے ہیں یا بجلی بھاگ جاتی ہے تو انسانوں اور جانوروں کے پینے کے پانی کے لالے پڑ جاتے ہیں، پس لوگو! اس نعمت کی قدر کرو!

﴿قُلْ هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝﴾

ترجمہ: (پہلا احسان:) کہو: اس نے تم کو پیدا کیا، اور تمہارے لئے سماعت، بصارت اور دل بنائے، بہت ہی کم شکر

بجالاتے ہو تم! — (دوسرا احسان:) کہو: اسی نے تم کو زمین میں پھیلا دیا، اور اسی کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے!

﴿وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُلْ إِنَّمَا أَعْلَمُ عِنْدَ اللَّهِ ۖ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سَيِّئَتْ وُجُوهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَقِيلَ هَٰذَا الَّذِي كُنتُمْ بِهِ تَدَّعُونَ ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِن أَهْلَكَكُمُ اللَّهُ وَمَنْ مَعِيَ أَوْ رَحِمَنَا ۚ فَمَنْ يُجِزِ الْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ ۝ قُلْ هُوَ الرَّحْمَنُ أَمَّنَّا بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۖ فَتَسْتَعْلِمُونَ ۖ مَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝﴾

ترجمہ: (ضمنی مضمون:) اور وہ کہتے ہیں: کب پورا ہوگا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو؟ جواب دو: اس کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، اور میں صاف صاف ڈرانے والا ہی ہوں — پس جب دیکھیں گے وہ اس (قیامت کے دن) کو نزدیک تو بگڑ جائیں گے منکروں کے چہرے، اور کہا جائے گا: یہی ہے وہ جس کو تم مانگا کرتے تھے — پوچھو! بتلاؤ: اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کریں یا ہم پر مہربانی فرمائیں — یعنی ہمیں دونوں باتیں منظور ہیں: یہ مماشات مع الخصم ہے — پس کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچائے گا — یعنی تم اپنی سوچو! — آپ کہیں: (یہ مماشات مع الخصم کے بعد تھپڑ ہے:) وہی مہربان اللہ ہیں، ہم ان پر ایمان لائے ہیں، اور ہم نے ان پر بھروسہ کیا ہے — اس لئے قیامت کے دن وہ ہماری کارسازی فرمائیں گے — پس جلد تم جان لو گے اس شخص کو جو (آج دنیا میں) صریح گمراہی میں ہے — مگر اس دن جاننے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِن أَضَاعَ مَأْوُكُمْ غَوْذًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَّعِينٍ ۝﴾

ترجمہ: (تیسرا احسان:) پوچھو: بتلاؤ: اگر تمہارا پانی صبح کو زمین میں اتر جائے تو کون پانی کا چشمہ بہائے گا؟ — کوئی نہیں بہا سکتا!

﴿جمعہ ۸/ رزی قعدہ ۷۷۳ھ = ۱۲/ اگست ۲۰۱۶ء﴾



مَآثِرًا

(۶۸) سُورَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ (۲)

آيَاتُهَا ۵۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ مَا أَنْتَ بِمُعْجِزٍ لِّرَبِّكَ بِمَعْجُونٍ ۝ وَإِنْ لَكَ لَآخِرًا
 غَيْرَ مَمْنُونٍ ۝ وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝ فَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ۝ بِآيَاتِكَ الْمَفْتُونُ ۝
 إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ صَلَّى عَنْ سَبِيلِهِ ۝ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝

ن	وَالْقَلَمِ	وَمَا يَسْطُرُونَ	مَا أَنْتَ بِمُعْجِزٍ لِّرَبِّكَ	بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	فَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ	بِآيَاتِكَ الْمَفْتُونُ	إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ صَلَّى عَنْ سَبِيلِهِ	وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ
نون	قلم کی قسم	اور جس کو	لوگ لکھتے ہیں	نہیں آپ	فضل سے	اپنے رب کے	دیوانے	
وَإِنْ لَكَ	لَآخِرًا	غَيْرَ مَمْنُونٍ	وَإِنَّكَ	لَعَلَى خُلُقٍ	عَظِيمٍ	فَتُبْصِرُ	وَيُبْصِرُونَ	
اور بیشک آپ کے لئے	البتہ بدلہ ہے	بے انتہا	اور بے شک آپ	البتہ اخلاق پر ہیں	بڑے	پس نقوب دیکھیں آپ	اور دیکھیں گے وہ	
بِآيَاتِكَ	الْمَفْتُونُ (۲)	إِنَّ رَبَّكَ	هُوَ أَعْلَمُ	بِمَنْ صَلَّى	عَنْ سَبِيلِهِ	وَهُوَ أَعْلَمُ	بِالْمُهْتَدِينَ	
کہ کون تم میں سے	فتنہ میں مبتلا ہے	بے شک آپ کا رب	وہ خوب جانتا ہے	اس کو جو ہر کا	اس کے راستہ سے	اور وہ خوب جانتا ہے	راہ پانے والوں کو	

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

سورۃ القلم

اس سورت کا موضوع رسالت ہے، سورۃ الملک کا موضوع تو حید تھا، یہ سورت ابتدائی دور کی ہے، اس وقت مخالفت زوروں پر تھی، جب نبی ﷺ نے دعوت کا آغاز کیا تو مشرکین نے آپ پر دیوانہ کی پھبتی کسی، کیونکہ آپ نے قوم کے عقائد کے خلاف دعویٰ کیا تھا کہ مورتیاں معبود نہیں، ہو سکتیں، عبادت کے قابل اللہ کے سوا کوئی نہیں، بت بے علم و شعور ہیں اور کسی نفع و ضرر کے مالک نہیں، یہ باتیں مشرکین کے گلے نہیں اتریں، وہ اس دعوت کو پاگل پن اور آپ کو دیوانہ کہنے لگے، (۱) موصولہ کی طرف عائد محذوف ہے ای بسطرونہ (۲) المفتون: ام مفعول: فتنہ میں مبتلا کیا ہوا اور فتن الشيء فلائنا کے معنی ہیں: دیوانہ بنانا، پس مفتون کا ترجمہ مجنون بھی کرتے ہیں۔

سورت کے شروع میں چار طرح سے اس کی تردید کی ہے۔

مسئلہ: قسم صرف اللہ کی اور اللہ کی صفات کی جائز ہے، غیر اللہ کی قسم جائز نہیں، حدیث میں اس کو شرک کہا ہے، یعنی کبیرہ گناہ قرار دیا ہے، اب سوال یہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ کائناتی چیزوں کی قسمیں کیوں کھائی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قسم کا روپ (صورت) ہے، حقیقت نہیں، قسم: بات کی تاکید کے لئے کھائی جاتی ہے، اور یہ قسمیں شہادت ہیں، ان کے بعد دعویٰ یا تو صراحتہ مذکور ہوتا ہے یا محذوف ہوتا ہے، اور آگے کی عبارت اس کا قرینہ ہوتی ہے، معارف القرآن شفہی میں ہے: ”علماء نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم میں حق تعالیٰ جس چیز کی قسم کھاتے ہیں وہ مضمون قسم پر ایک شہادت ہوتی ہے“ (۵۳۱:۸) یہ بات یاد رکھیں، آخری پاروں میں ایسی قسمیں بہت ہیں۔

قلم سے کونسا قلم مراد ہے؟ اس سورت کے شروع میں جو قلم کی قسم کھائی ہے: اس سے کونسا قلم مراد ہے؟ تین رائیں ہیں:

۱- تقدیر لکھنے والا قلم مراد ہے، عبدالواحد جو ضعیف راوی ہے کہتا ہے: میں مکہ پہنچا، میری ملاقات حضرت عطاء رحمہ اللہ سے ہوئی، میں نے کہا: اے ابو محمد! کچھ لوگ ہمارے یہاں (بصرہ میں) تقدیر میں گفتگو کرتے ہیں، یعنی تقدیر کا انکار کرتے ہیں، پس حضرت عطاء نے ولید سے، اور انھوں نے اپنے ابا حضرت عبادۃ بن الصامتؓ سے یہ حدیث روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا، اور اس سے کہا: لکھ! پس وہ چلی اس چیز کے ساتھ جو اب تک ہونے والی ہے یعنی سب کچھ قلم تقدیر نے لکھ دیا (یہ حدیث ترمذی شریف ابواب القدر کے آخر (تحفہ ۵: ۵۱۶) میں مفصل ہے) — اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی تفسیر مروی ہے (در منثور)

۲- فرشتوں کے قلم مراد ہیں جو انسانوں کے اعمال لکھتے ہیں، یا ملا اعلیٰ کے قلم مراد ہیں، جو معاملات الہی لکھتے ہیں۔

۳- انسانوں کے عام قلم مراد ہیں جو علوم و تاریخ انسانی کے واقعات لکھتے ہیں، اور جس کا ذکر ﴿عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾ میں آیا ہے، یا انسانوں کے خاص قلم مراد ہیں جو ”سیرت نبوی“ رقم کرتے ہیں — یہ آخری احتمال سب سے احسن ہے، آیتوں کے ساتھ زیادہ فٹ یہی احتمال ہے۔

چار طرح سے نبی ﷺ کے دیوانہ ہونے کی تردید

اس سب سے پہلے سیرت نبوی لکھنے والے قلم کی شہادت پیش کی ہے، اپنوں نے اور پراپوں نے، نظم و نثر میں اتنا کچھ لکھا ہے اور لکھیں گے کہ ایک کتب خانہ تیار ہو گیا ہے، کیا کسی دیوانے کے اتنے سوانح (حالات) لکھے گئے ہیں؟ ابھی ماضی قریب میں ایک عیسائی نے تاریخ انسانیت کے: ”سو بڑے آدمی“ (The 100) نامی کتاب لکھی، اس میں اول نمبر نبی ﷺ کو دیا، جب وہ کتاب چھپی تو عیسائی دنیا میں کھلبلی مچ گئی، دوسرے ایڈیشن میں اس نے جواب دیا کہ میں نے

معیاریہ بنایا ہے کہ کس نے لوگوں کو کتنا متاثر کیا ہے؟ اور واقعہ یہ ہے کہ محمدؐ نے جتنا لوگوں کو متاثر کیا ہے اتنا کسی اور نے نہیں کیا، اس لئے میں نے ان کو ان کا صحیح مقام دیا ہے — دیوانہ تو بڑبڑاتا ہے، عقل و فہم کا پتلا ہی لوگوں پر اثر ڈالتا ہے:

آفاقہا گردیدہ ام، رہبر تباں ورزیدہ ام ❀ بسیار خواباں دیدہ ام، لیکن تو چیزے دیگری!
(دنیا گھوم چکا ہوں، محبوبوں کی محبت دیکھ چکا ہوں ❀ بہت خوابوں والے دیکھے ہیں، مگر آپؐ کوئی اور ہی چیز ہیں!)

۲- دوسری آیت میں: ﴿يَزْعُمُو كَذِبًا﴾ بڑھا کر ایک اور دلیل دی ہے، جس شخص پر اللہ کی نعمت و رحمت ہو وہ مجنون کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کو مجنون کہنے والا خود مجنون ہوتا ہے۔

۳- آپ ﷺ کا لایا ہوا دین دنیا کے آخر دن تک باقی رہے گا، ارشاد پاک ہے: ﴿وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾: اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر لیا یعنی قیامت تک تمہارا یہی دین رہے گا، اس کو منسوخ کر کے دوسرا دین تجویز نہیں کیا جائے گا (تھانویؒ) اور ارشاد پاک ہے: ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾: اور ہم نے آپؐ کے فائدے کے لئے آپؐ کا آواز بلند کیا، پس جب تک آپؐ کا لایا ہوا دین باقی رہے گا آپؐ کا ثواب جاری رہے گا: الدالٰل علی الخیر کفعا لہ، اور واقعہ یہ ہے:

اک نام مصطفیٰ ہے جو بڑھ کر گھٹا نہیں ❀ ورنہ پنہاں ہر عروج میں زوال ہے
۴- اور نبی ﷺ بلند اخلاق اور اعلیٰ خوبیوں کے مالک تھے، ایسی بلندی پر تھے کہ کوئی کوہ پیما اس چوٹی کو سر نہیں کر سکا:
حسن یوسف دم عیسیٰ، ید بیضا داری ❀ آنچہ خواباں ہمہ دارند تو تنہا داری
(یوسفؑ کی خوبصورتی، عیسیٰؑ کی پھونک، موسیٰؑ کے ہاتھ کی روشنی آپؐ رکھتے ہیں)

جو خوبیاں متفرق طور پر لوگ رکھتے ہیں وہ آپؐ تمہارے رکھتے ہیں)
بتاؤ! تاریخ انسانیت میں کوئی ایسی خوبیوں والا پاگل گزرا ہے؟ سو عنقریب دنیا دیکھ لے گی کہ دیوانہ کون ہے: آپؐ یا آپؐ کو دیوانہ کہنے والے؟ اور بے راہ کون ہے اور سیدھی راہ پر کون ہے؟ یہ بھی سامنے آجائے گا۔

آیاتِ کریمہ: — ن — یہ عربی حروفِ ہجاء کا پچیسواں حرف ہے، اس کی مراد اللہ ہی، بہتر جانتے ہیں قرآنِ کریم میں جو حروفِ مقطعات ہیں وہ آخری درجہ کے تشابہات ہیں، ان کے معانی سمجھنے کی سعی لا حاصل ہے — قلم کی اور ان تحریروں کی قسم جن کو لوگ لکھیں گے — یہ جنون کی نفی کی ایڈوانس دلیل ہے — آپؐ اپنے پروردگار کے فضل سے دیوانہ نہیں — فرزانے (ہوشیار) ہیں، یہ نفی مع الدلیل ہے، جس پر اللہ کی نعمت و رحمت ہو وہ دیوانہ کیسے ہو سکتا ہے؟ — اور بے شک آپؐ کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے — اس میں اشارہ ہے کہ آپؐ کا لایا ہوا دین آخر تک رہے گا، اور کیا کسی پاگل کی تحریک دو دن بھی چلی ہے؟ یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ آپؐ مجنون نہیں — اور بے شک آپؐ

اخلاق کے اعلیٰ رتبہ میں ہیں۔ اور کیا پاگل میں اخلاق ہوتے ہیں؟ پس عنقریب آپؐ بھی دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے دیوانہ کون ہے؟ بے شک آپؐ کا پروردگار اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے۔ اور اللہ کے سچے اور عظیم رسول کو دیوانہ بتلا رہا ہے۔ اور وہ خوب جانتا ہے اس کو جو اس کی راہ پر چلنے والا ہے۔ یعنی آپ ﷺ کی دعوت کے نشانج جب سامنے آئیں گے تو سب کو نظر آجائے گا کہ شیطان نے کس کی راہ ماری اور کون کامیابی کی منزل پر پہنچا۔

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ ۝ وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ۝ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّيْهِينٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَاءٍ بَنِيْمٍ ۝ مَّنَاعٍ ۝ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ ۝ آثِيْمٍ ۝ عُتْلٍ بَعْدَ ذٰلِكَ ۝ نَزِيْمٍ ۝ اِنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِيْنٍ ۝ اِذَا تُنْتَٰ عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ سَنَسِفُهُ ۝ عَلٰى الْخُرُطُوْمِ ۝

فَلَا تُطِعِ	پس نہ کہانیں آپؐ	ہَمَّازٍ	بہت طعنے دینے والے کا	بَعْدَ ذٰلِكَ	اس کے بعد
الْمُكَذِّبِينَ	جھٹلانے والوں کا	مَّشَاءٍ	بہت چلنے والے کا	نَزِيْمٍ	بدنام کا
وَدُّوا	چاہتے ہیں وہ	بَنِيْمٍ	چغلی کے ساتھ	اِنْ كَانَ	اس وجہ سے کہ وہ
لَوْ تُدْهِنُ ^(۱)	اگر ڈھیلے پڑیں آپؐ	مَّنَاعٍ	بہت روکنے والے کا	ذَا مَالٍ	مال والا
فَيُدْهِنُونَ	تو ڈھیلے پڑیں وہ	لِّلْخَيْرِ	بھلے کاموں سے	وَبَنِيْنٍ	اور بیٹوں والا ہے
وَلَا تُطِعْ	اور نہ کہانیں آپؐ	مُعْتَدٍ	حد سے بڑھنے والے کا	اِذَا تُنْتَٰ	جب پڑھی جاتی ہیں
كُلَّ حَلَّافٍ ^(۲)	بہت قسمیں کھانے والے کا	آثِيْمٍ	بڑے گنہگار کا	عَلَيْهِ	اس کے سامنے
مَّيْهِيْنٍ	بے قدر کا	عُتْلٍ	اجڑ کا	اٰيٰتُنَا	ہماری آیتیں

(۱) اَذْهَنَ فِي الْأَمْرِ: ڈھیلا پڑنا، نرمی برتنا (۲) حَلَّافٍ: صیغہ مبالغہ..... مہین: صفت مشبہ، مَهْنٌ (ک) حقیر ہونا..... هَمَّازٍ: صیغہ مبالغہ، هَمَزَه (ض، ن) هَمَّازٍ: عیب لگانا، طعنہ دینا..... مَشَاءٍ: صیغہ مبالغہ: بہت چلنے والا..... مَشْنٰی بِالنَّمِيْمَةِ: چغلی لگانا..... مَّنَاعٍ: اسم مبالغہ، بہت روکنے والا..... مُعْتَدٍ: اسم فاعل، اعتدی عن الحق: حق سے ہٹنا..... آثِيْمٍ: فعل: برائے مبالغہ: بڑا گنہگار، اَثِيْم (س) اِثْمًا: گناہ کرنا..... عُتْلٍ: صیغہ صفت: سخت بد مزاج، اجڑ، عُتْلَه (ض) سختی سے گھسیٹنا..... نَزِيْمٍ: صفت مشبہ: بدنام، حرامی، زَنَمَ الشَّاةُ: بکری کے کان کا ایک حصہ کاٹ کر لٹکا ہوا چھوڑ دینا۔

قَالَ اِسْطَاطِنُوْ(۱)	(تو) کہتا ہے وہ: جھوٹی داستانیں ہیں	اَلَا وَّلَیْنِ سَنَسِیْهُ(۲)	انگوں کی ابھی داغ دیں گے ہم اسکی	عَلِ الْخُطُوْبِ(۳) سوئڈ پر!	
---------------------------	--	----------------------------------	-------------------------------------	---------------------------------	--

مشرکین نبی ﷺ کو دیوانہ کیوں کہتے تھے؟

مشرکین نبی ﷺ کو جو کائنات میں سب سے زیادہ فرزانے تھے دیوانہ اس لئے کہتے تھے کہ وہ اپنے ریوڑ (عوام) کو آپ سے دور رکھنا چاہتے تھے، لوگ آپ سے قریب ہو گئے تو متاثر ہو گئے اور ایمان لائیں گے، جیسے بدعتی: جب اہل حق ان کی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جاتے ہیں وہ مسجد کو دھوتے ہیں، اور کتا گھس جائے تو نہیں دھوتے، درحقیقت وہ چاہتے ہیں کہ ان کے عوام اہل حق سے قریب نہ ہوں، اس لئے دلوں میں اہل حق کی نفرت بٹھانے کے لئے وہ مسجد دھوتے ہیں، اسی طرح مشرکین نبی ﷺ کو پاگل کہہ کر بدنام کرتے تھے، تاکہ ان کے عوام آپ سے قریب نہ ہوں۔

البتہ اگر اہل حق ڈھیلے پڑ جائیں اور بدعتیوں کی ہاں میں ہاں ملائیں تو وہ ان کو گلے لگائیں گے، اس لئے فرماتے ہیں: آپ ان کی بات کا اثر قبول نہ کریں، اپنی بات پر مضبوط رہیں۔

﴿فَاَلَا تُطِيعُ الْمَكِّذِیْنَ ۝ وَذُوْا لَوْ نُّذٰھِنُ فَاِیْذٰھُنُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: پس آپ ان تکذیب کرنے والوں کی نہ سنیں — ان کی بکواس سے دل گیر نہ ہوں — وہ تو چاہتے ہیں کہ آپ ڈھیلے پڑیں — یعنی صورتوں کی نسبت اپنا رویہ بدل دیں — تو وہ بھی ڈھیلے پڑیں — یعنی پھر آپ ان کو بھانے لگیں گے، آپ عقلمند ہو جائیں گے، اور وہ آپ کے قریب آئیں گے، مگر ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟

نبی ﷺ کو دیوانہ کون کہتا ہے؟

چھلنی کہتی ہے جس میں ستر سوراخ ہوتے ہیں!

مکہ میں ایک شخص تھا، مالدار اور جتھے والا، ولید بن مغیرہ اس کا نام لکھتے ہیں، وہ بدنام زمانہ اور عیوب کی پوٹ تھا، لوگوں میں اس کی چار پیسے کی وقعت نہیں تھی، مال اور اولاد کے ذریعہ رعب جماتا تھا، سورۃ المدثر آیت گیارہ اور اس کے بعد کی آیات میں بھی اس کا ذکر ہے، وہ نبی ﷺ کے بارے میں کہتا پھرتا تھا کہ یہ شخص پاگل ہے، اس سے بچو! جبکہ وہ خود برائیوں کا پلندہ تھا، قرآن نے اس کے نو عیوب ذکر کئے ہیں: ۱- وہ بات بات میں قسم کھاتا تھا، ایسا شخص جھوٹا ہوتا ہے ۲- لوگوں میں اس کی کچھ وقعت نہیں تھی ۳- عزت داروں کو طعنے دیتا تھا ۴- لگائی بجھائی اس کا مشغلہ تھا ۵- بھلے کاموں (۱) اُسٹورۃ کی جمع: مذہبی جھوٹی داستان (۲) نَسِیْم: ہم نشان لگائیں گے، مضارع، جمع مَکْلَم و سَمَہ (ض) و سَمَا و سَمَہ: داغ لگانا (۳) خَرَطُوْم: جمع خَرَاطِیْم: درندہ کی ناک، اور زیادہ تر اس کا اطلاق ہاتھی اور خنزیر کی ناک پر ہوتا ہے۔

سے لوگوں کو روکتا تھا ۶۔ شرارتوں میں حد سے بڑھا ہوا تھا ۷۔ گناہوں کا ارتکاب کرتا تھا ۸۔ اجد اور سخت مزاج تھا ۹۔ اور بدنام (حرامی) بھی تھا، وہی آپ کو بدنام کرتا تھا۔

وہ یہ حرکت کیوں کرتا تھا؟ اس وجہ سے کہ وہ مال دار اور اولاد والا تھا، کہتے ہیں: اس کے دس لڑکے تھے، اور سب مجلس مشاورت کے ممبر تھے، ان کے ذریعہ لوگوں پر دھونس بٹھاتا تھا، جب نبی ﷺ اس کو قرآن سناتے تو وہ اس کو اگلوں سے منقول مذہبی جھوٹی داستانیں قرار دیتا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”ہم عنقریب اس کی سوند (ناک) پر داغ لگائیں گے“ جس سے وہ اور بدنام ہوگا، جزاء سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٍ مِّثْلُهَا!

﴿وَلَا تُطِيعُ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۖ هَكَذَا مَثَلٌ ۖ بَنِيكُمْ ۖ مِّنْآءٍ يَلْحَبِرُ مُعْتَدٍ ۖ آثِنُكُمْ ۖ عَتِلٌ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَيْبٌ ۖ اِنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ۖ اِذَا تُنْتَلٰٓى عَلَيْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلٰیْنَ ۖ سَكْسٰٓئُهُۥ عَلٰی الْخُرُطُوْمِ ۖ﴾

ترجمہ: اور آپ اس شخص کی بات نہ مانیں جو: (۱) بہت زیادہ قسمیں کھانے والا (۲) بے وقعت (۳) طعنہ دینے والا (۴) چغلیاں کھانے والا (۵) نیک کاموں سے روکنے والا (۶) سرکشی میں حد سے گزرنے والا (۷) گناہوں کا ارتکاب کرنے والا (۸) اجد (سخت مزاج) ہے (۹) اور ان (عیوب) کے علاوہ وہ بدنام (حرامی) بھی ہے، بایں سبب (وہ یہ حرکت کرتا ہے) کہ وہ مال والا اور اولاد والا ہے، جب ہماری آیتیں اس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے: اگلوں سے منقول بے سند باتیں ہیں! ہم عنقریب (دنیا میں یا آخرت میں) اس کی سوند پر داغ لگائیں گے!

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرُنَّهٗنَّا مُصْبِحٰیْنَ ۝ وَلَا يَسْتَشْنُوْنَ ۝ فَطَافَ عَلَیْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآیِبُوْنَ ۝ فَاَصْبَحَتْ كَالْضَّرِيْمِ ۝ فَنَنَادَوْا مُصْبِحٰیْنَ ۝ اِنَّ اَعْدُوْا عَلٰی حَزْبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِیْمِیْنَ ۝ فَاَنْطَلَقُوْا وَهُمْ یَتَخَفَتُوْنَ ۝ اِنْ لَا یَدُ خُلِنَہَا الْیَوْمَ عَلَیْكُمْ مَّسْكِیْنٌ ۝ وَغَدَا عَلٰی حَزْبٍ قٰدِرِیْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَاصْحَآءٌ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُوْنَ ۝ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْ لَا تُسَبِّحُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ۝ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَبَلَّآ وَمُوتٌ ۝ قَالُوْا یٰوَيْلَنَا اِنَّا كُنَّا طٰغِیْنَ ۝ عَسٰی رَبُّنَا اَنْ یُّبَدِّلَ لَنَا خَیْرًا مِّنْہَا اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمَرْغُبُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۖ وَلَ الْعَذَابُ الْاٰخِرُ

اَكْبُرُ مَلَكًا تَوَّابًا يَعْلَمُونَ ۝

اِنَّا لَنَعْلَمُ لَوْنَهُ	بیشک ہم نے ان کو آزمایا	مُضْجِحِينَ	صبح کے وقت	اِنَّا لَنَعْلَمُ لَوْنَهُ	بیشک ہم راستہ بھول گئے
كَمَا بَاكُونَا	جس طرح ہم نے آزمایا	اِنْ اَعْدُوا	کہ سویرے چلو تم	بَلْ نَخْنُ	بلکہ ہم
اَضْعَبُ الْجَنَّةِ	باغ والوں کو	عَلَى حَرْثِكُمْ	اپنے کھیت پر	مَعْرُومُونَ	محروم ہیں
اِذَا اَقْبَمُوا	جب تیس کھائیں انھوں نے	اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	قَالَ	کہا
لِيَصْرُفَهُمْ ^(۱)	کہ ضرور پھل توڑیں	صِدْرِيْنَ	پھل توڑنے والے	اَوْ سَطَّهُمْ ^(۵)	ان کے بہترنے
مُضْجِحِينَ ^(۲)	گمہ اس کا	فَاَنْطَلَقُوا	پس چلے وہ	اَلَمْ اَقُلْ	کیا نہیں کہا تھا میں نے
وَلَا يَسْتَشْنُونَ	صبح کے وقت	وَهُمْ	در انحالیکہ وہ	لَكُمْ	تم سے
اور ان شاء اللہ نہیں کہا	یَتَخَفَتُونَ	چپکے چپکے باتیں کر رہے تھے	چپکے چپکے باتیں کر رہے تھے	لَوْ لَا تَسْتَعْجِلُونَ	کیوں نہیں پاکی بیان کرتے تم
انھوں نے	اِنْ لَا	کہ نہ	داخل ہو باغ میں	قَالُوا	کہا انھوں نے
پس اس پر گھا	يَا حُلَّتْهَا	آج	آج	سُبْحَنَ	پاک ہیں
ایک گھومنے والا	الْيَوْمَ	تمہارے پاس	تمہارے پاس	رَبِّنَا	ہمارے پروردگار!
تیرے رب کی طرف سے	عَلَيْكُمْ	کوئی غریب	کوئی غریب	اِنَّا كُنَّا	بیشک تھے ہم
در انحالیکہ وہ	وَسَكِينٌ	اور سویرے چلے وہ	اور سویرے چلے وہ	ظُلُمَيْنِ	قصور وار
سوئے ہوئے تھے	وَعَدَا	روکنے (نہ دینے پر)	روکنے (نہ دینے پر)	فَاَقْبَلَ	پس متوجہ ہوا
پس صبح میں ہو کر رہ گیا وہ	عَلَى حَرْثِ ^(۳)	قَادِرِينَ	قادر ہو کر	بَعْضُهُمْ	ان کا بعض
پھل توڑے ہوئے	فَلْيَدْرِيْنَ	پس جب دیکھا انھوں	پس جب دیکھا انھوں	عَلَى بَعْضِ	بعض کی طرف
درخت کی طرح	فَلَمَّا رَاَوْهَا	نے اس کو	نے اس کو	يَتَكَلَّمُونَ	ملامت کر رہے ہیں وہ
پس ایک دوسرے کو	قَالُوا	کہا انھوں نے	کہا انھوں نے		ایک دوسرے کو

(۱) اَلْيَوْمَ: مضارع، لام تاکید بالون تاکید ثقیلہ، صیغہ جمع مذکر غائب، صَرَمَ النخل: پھل توڑنا (۲) مَصْبِحِينَ: قائل سے حال ہے (۳) صَرِيم: فعلیل بمعنی اسم مفعول: کاٹا ہوا (۴) علی حود: قادرین سے متعلق ہے، اور حود کے معنی ہیں: روکنا، نہ دینا (تھانوی) (۵) اوسط: درمیانی یعنی افضل۔

قَالُوا	کہا انھوں نے	خَيْرًا مِنْهَا	اس بارغ سے بہتر	وَلَعَذَابُ	اور البتہ سزا
يُؤْيِلُنَا	ہائے کم بختی ہماری!	اِنَّا	بے شک ہم	الْاٰخِرَةُ	آخرت کی
اِنَّا كُنَّا	بے شک تھے ہم	اِنَّا رَبُّنَا	اپنے رب کی طرف	اَكْبَرُ	(اس سے) بڑی ہے
طٰغِيْنَ	حد سے بڑھنے والے	لَا رَغْبَتَ	رغبت کرنے والے ہیں	لَوْ كَاثِرًا	کاش ہوتے وہ
عَنْ رَبِّنَا	ہو سکتا ہے ہمارا پروردگار	كَذٰلِكَ	یوں	يَعْلَمُوْنَ	جانتے
اَنْ يُّبَدِّلَنَا	کہ بدل دے ہمیں	الْعَذَابُ	آفت آتی ہے		

اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کو خوش حالی سے آزمایا

سنت الہی یہ ہے کہ جب کسی قوم میں کوئی نبی مبعوث کیا جاتا ہے، اور قوم مخالفت پر کمر بستہ ہو جاتی ہے تو پہلے ان کو تنگ حالی سے آزمایا جاتا ہے، پھر اگر وہ سیدھے نہیں ہوتے تو تنگ حالی کو خوش حالی سے بدل دیا جاتا ہے، اس پر بھی شکر گزار نہیں ہوتے تو عذاب الہی آتا ہے، سورۃ الاعراف کی (آیات ۹۳ تا ۹۵) ہیں:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالصَّرَآءِ لَعَلَّهُمْ يَضُّرُّوْنَ ۝ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتَّىٰ عَفَوْا وَقَالُوا قَدْ مَسَّ آبَاءَنَا الصَّرَآءُ وَالسَّرَآءُ فَأَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝﴾

ترجمہ: اور ہم نے کسی ہستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر وہاں کے رہنے والوں کو ہم نے محتاجی اور بیماری میں نہ پکڑا ہو، تاکہ وہ ڈھیلے پڑ جائیں ۰ پھر ہم نے اس بد حالی کی جگہ خوش حالی بدل دی، یہاں تک کہ ان کو خوب ترقی ہوئی، اور وہ (خوش فہمی سے) کہنے لگے کہ ہمارے آباؤ اجداد کو کبھی تنگی اور راحت پیش آئی تھی، پس ہم نے ان کو دفعہ پکڑ لیا، اور ان کو خبر بھی نہ تھی! (تھانوی)

مگر مکہ کے مشرکین کے ساتھ — جب انھوں نے نبی ﷺ کی دعوت کی مخالفت کی — برعکس معاملہ فرمایا، پہلے ان کو خوش حالی سے آزمایا، جب وہ ایمان نہیں لائے اور مخالفت تیز کر دی تو نبی ﷺ نے ان کے لئے بد دعا کی: اَللّٰهُمَّ سِنِيْنَ كَسَيْنِيْنَ يُوْسُفَ: الہی! ان پر یوسف علیہ السلام کے زمانے جیسا سات سالہ قحط مسلط فرما! چنانچہ ہجرت کے بعد سخت قحط پڑا، مردار، چمڑے اور ہڈیاں کھانے کی نوبت آئی، فضا میں دھواں نظر آنے لگا، ابوسفیان مدینہ آیا، اور ناتے کا واسطہ دے کر دعا کی درخواست کی، آپؐ نے دعا فرمائی اور لوگ نہال ہو گئے، اس سورت میں جو ابتدائی دور کی ہے یہ مضمون ایک مثال کے ذریعہ سمجھایا ہے: گفتہ آید در حدیث دیگران! اور آخر میں اشارہ کیا ہے کہ اگر مشرکین سنبھل جائیں اور ایمان لے

آئیں تو ان کی خوش حالی باقی رہے گی، جیسے باغ والے اللہ کی طرف رجوع ہوئے تو اللہ نے ان کو بہتر باغ اور کھیت عنایت فرمائے، ورنہ ان پر اچانک آفت آئے گی۔

باغ والوں کا واقعہ: یمن میں ایک نیک آدمی تھا، اللہ نے اس کو بڑا باغ اور اس میں کھیتی کی زمین دی تھی، اس کا معمول تھا کہ جب باغ اترتا اور کھیت کٹتا تو وہ غریبوں اور مسکینوں کو نوازتا، اس کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے وارث ہوئے، ان کی نیت بگڑی، انھوں نے سوچا: غریب غریب کیوں لے جائیں، ہمیں سب کیوں نہ رکھ لیں! چنانچہ جب باغ اور کھیت کے کٹنے کا وقت آیا اور مساکین امید باندھے بیٹھے تھے کہ انھوں نے رات میں مشاورت کی کہ صبح جلدی چلو، اور غریبوں کو ہٹک نہ پڑے اس طرح باغ اور کھیت کاٹ لاؤ، اور ایسا پکا پلان بنایا کہ ان شاء اللہ کہنے کی بھی ضرورت محسوس نہ کی، پھر صبح سویرے ایک دوسرے کو اٹھایا، اور سب چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چلے تاکہ مساکین جاگ نہ جائیں کہ آج کسی غریب کو موقع ہی نہ دو کہ آدھمکے!

ادھر رات میں باغ اور کھیت پر کوئی آفت آئی، بگولا آیا اس نے سب کچھ خاکستر کر دیا، جب وہ لوگ موقع پر پہنچے تو وہاں سنسان میدان پایا، پہلے تو انھوں نے سمجھا: ہم راستہ بھول کر غلط جگہ آ گئے، پھر گرد و نواح میں غور کیا تو کہنے لگے: ہماری قسمت پھوٹی! سب کچھ برباد ہو گیا! اس موقع پر جو نسبہ اچھا بھائی تھا: اس نے کہا: میں نے رات میں مشورے کے وقت کہا نہ تھا کہ ایسا مت سوچو! غریبوں کا حق مارنا اچھا نہیں! اور اب اللہ کی پاکی کیوں بیان نہیں کرتے کہ یہ اللہ نے ظلم نہیں کیا، ہمارے پتھن (کروت) کی سزا ہے۔ پھر سب بھائی ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے، اور سب نے اپنے جرم کا اعتراف کیا، تو اللہ نے ان کو اس سے بہتر باغ اور کھیت دیا۔

اور اس میں مشرکین کے لئے اشارہ ہے کہ تم بھی اگر اپنی خوش حالی پر شکر بجالاؤ گے تو تمہاری خوب چاندی ہوگی، ورنہ اچانک آفت آئے گی اور تم کفِ افسوس ملتے رہ جاؤ گے، اور آخرت کا عذاب جو تمہارے سروں پر منڈلا رہا ہے وہ تو اس سے کہیں زیادہ بڑا ہے، کاش تم سمجھو!

آیاتِ پاک: — ہم نے ان (مکہ والوں) کی آزمائش کی — اور ان کو خوش حال اور نہال کیا — جیسے باغ والوں کی آزمائش کی، جب ان لوگوں نے باہم قسمیں کھائیں — یعنی پکا پلان بنایا — کہ وہ ضرور باغ کا پھل صبح چل کر توڑ لیں گے! اور انھوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا — کیونکہ ان کو اپنے پلان کی کامیابی کا یقین تھا، اس لئے انھوں نے ان شاء اللہ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھی!

ایک واقعہ: ایک شخص حیب میں دس ہزار روپے ڈال کر بیٹھ میں گھوڑا خریدنے چلا، راستہ میں ایک دوست ملا، پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ کہا: بیٹھ میں گھوڑا خریدنے جا رہا ہوں، دوست نے کہا: ان شاء اللہ کہہ لو، کہنے لگا: حیب میں پیسے ہیں،

بازار میں گھوڑا ہے، ان شاء اللہ کی کیا ضرورت ہے!

خیر! پیٹھ میں پہنچا، بھیڑ میں جیب کٹ گئی، گھوڑے کا سودا کیا، جیب میں ہاتھ ڈالا تو آر پار! مجبوراً سودا ختم کر کے گھر لوٹا، راستہ میں اور دوست ملا، پوچھا: کہاں سے آرہے ہو؟ کہنے لگا: ان شاء اللہ گھر سے چلا تھا، ان شاء اللہ دس ہزار روپے جیب میں ڈالے تھے، ان شاء اللہ پیٹھ میں پہنچ کر گھوڑے کا سودا کیا، ان شاء اللہ پیسوں کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا ان شاء اللہ جیب کٹ چکی تھی، اس لئے ان شاء اللہ اب گھر جا رہا ہوں! اب ان شاء اللہ کی قدر معلوم ہوئی۔

پس اس باغ پر ایک پھرنے والا پھر گیا آپ کے پروردگار کی طرف سے — رات کو گولا اٹھا، آگ لگی یا اور کوئی آفت آئی، اور سب کھیت اور باغ صاف ہو گیا — اور وہ سورہے تھے، پس صبح کو وہ باغ ایسا ہو گیا جیسے کٹا ہوا کھیت، پس وہ صبح کے وقت ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ اپنے کھیت پر سویرے چلو: اگر تمہیں پھل توڑنا ہے — پس وہ لوگ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چلے کہ آج تم تک کوئی محتاج نہ آنے پائے! اور خود کو نہ دینے پر قادر سمجھ کر چلے! پھر حرب اس باغ کو دیکھا تو کہنے لگے: واقعی، ہم راستہ بھول گئے، بلکہ ہماری قسمت پھوٹی!

ان میں جو اچھا آدمی تھا اس نے کہا: کیا میں نے تم سے کہا تھا! — کہ ایسی بات مت سوچو؟ اب — تم اللہ کی پاکی کیوں بیان نہیں کرتے! — کہ یہ اللہ نے ظلم نہیں کیا بلکہ ہماری حرکت کی سزا ہے — سب نے کہا: ہمارا پروردگار پاک ہے، بے شک ہم قصور وار ہیں — یہ سب نے توبہ کی — پھر ایک دوسرے کو الزام دینے لگے — ناکامی کے وقت ایک دوسرے کو الزام دینے کا معمول ہے — انھوں نے کہا: بے شک ہم حد سے نکلنے والے تھے — یعنی سب نے اپنے قصور کا اعتراف کیا — ہو سکتا ہے ہمارا پروردگار ہمیں اس کے بدلے میں اس سے اچھا باغ دیدے، بے شک ہم اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہوتے ہیں — یہ ان بھائیوں نے اللہ تعالیٰ سے امید باندھی، اور یہی ان کی دعا تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی امید پوری کی، اور ان کو بہتر باغ دیا۔

مشرکین سے خطاب: — (دنیا میں) عذاب اسی طرح آتا ہے، اور آخرت کا عذاب (اس سے) بڑا ہے، کیا خوب ہوتا جو وہ لوگ سمجھتے! — اور متقیوں کا انجام آگے آرہا ہے۔

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٍ النَّعِيمِ ۝ أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ۝
مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝ أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ۝ إِنْ لَكُمْ فِيهِ لَمَّا
تَخْيَرُونَ ۝ أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۝ إِنْ لَكُمْ لَمَّا تَحْكُمُونَ ۝

سَلَّمَهُمْ أَيُّهُمْ يَدْلِكُ زَعِيمٌ ۖ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ ۚ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ﴿۱۰﴾

اِنَّ	بے شک	فَیْنِیْہِ	جس میں	لَمَّا	البتہ وہ ہے جو
لِلْمُتَّقِیْنَ	پرہیزگاروں کے لئے	کَذٰلِکُمْ	تم پڑھتے ہو	تَحْکُمُوْنَ	تم فیصلہ کرتے ہو
عِنْدَ رَبِّہُمْ	ان کے رب کے پاس	اِنَّ لَکُمْ	(کہ) بیشک تمہارے لئے	سَلَّمَهُمْ	پوچھوان سے
جَعَلَتْ	باغات ہیں	فَیْنِیْہِ	اس (کتاب) میں	اَیُّہُمْ	ان میں سے کون
النَّعِیْمِ	نعمتوں کے	لَمَّا	البتہ وہ ہے جو	یَدْلٰکِ	اس کا
اَفْتَجَعَلُ	کیا پس گردانیں گے ہم	تَخٰیرُوْنَ	پسند کرتے ہو تم	زَعِیْمٌ	ذمہ دار ہے
الْمُسْلِمِیْنَ	فرمان برداروں کو	اَمْ لَکُمْ	یا تمہارے لئے	اَمْ لَہُمْ	یا ان کے لئے
کَالْمُجْرِمِیْنَ	گنہگاروں کی طرح	اَیْمَانُ	کوئی عہد و پیمان ہے	شُرَکَآءُ	ساتھی ہیں
مَا لَکُمْ	تمہیں کیا ہوا	عَلٰیکُمْ	ہمارے ذمے	فَلْیَأْتُوا	پس چاہئے کہ لائیں وہ
کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ	کیسے فیصلہ کرتے ہو	بِالْعَقَّةِ	بچنے والا	بِشُرَکَآءِہِمْ	اپنے ساتھیوں کو
اَمْ لَکُمْ	یا تمہارے لئے	اِلٰی یَوْمِ الْقِیَمَةِ	قیامت کے دن تک	اِنْ کَانُوا	اگر ہوں وہ
کِتٰبٌ	کوئی کتاب ہے	اِنَّ لَکُمْ	(کہ) بیشک تمہارے لئے	صٰدِقِیْنَ	سچے

متقیوں کا انجام اور مشرکوں کی خام خیالی

قرآن کریم کفار و مشرکین کا انجام بیان کرنے کے بعد متقیوں کا انجام بیان کرتا ہے، اور یاد ہو گا کہ یہ سورت ابتدائی دور کی ہے، اس وقت کفار مکہ کو خوش حالی سے آزمایا جا رہا تھا، فرماتے ہیں: تم دنیا کے باغ و بہار پر کیا رہتے ہو؟ آخرت میں کفر و شرک سے بچنے والوں کے لئے باغات ہونگے جو تمہاری موجودہ حالت سے کہیں بہتر ہونگے، جن میں ہر قسم کی نعمتیں ہونگی۔

﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّہُمْ جَعَلَتْ النَّعِیْمِ﴾ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: بے شک پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس — یعنی آخرت میں — نعمتوں کے باغات ہیں! مشرکین کی خام خیالی: مشرکوں کے دماغ میں یہ بھوسا بھرا ہوا تھا کہ اگر قیامت کے دن مسلمانوں پر عنایت ہوگی تو ہم پر ان سے بہتر اور بڑھ کر ہوگی، اور جس طرح دنیا میں ہم کو اللہ نے عیش ورفاہیت میں رکھا ہے وہاں بھی یہی معاملہ

رہے گا، اس کو فرماتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وفادار غلام اور مجرم باغی کبھی برابر ہو سکتے ہیں؟ ایسا ہو تو خالی مونگ پھلی اور گری والی مونگ پھلی برابر ہو گئیں! اس کو عقل سلیم اور فطرت صحیحہ رد کرتی ہے۔ پھر کیا کوئی نقلی دلیل تمہارے خیال کی تائید میں ہے؟ کیا کسی آسمانی کتاب میں یہ بات پڑھتے ہو کہ جو تم اپنے لئے پسند کرو گے وہی تمہیں ملے گا؟ اور تمہاری خواہشات پوری کی جائیں گی۔ اور اللہ نے اس دنیا میں تو سب کو روزی پہنچانے کا وعدہ کیا ہے، پس کیا آخرت میں بھی اس کا وعدہ ہے؟ جو ایسا دعویٰ کرتا ہے وہ اس کو ثابت کرے۔ اور اگر مشرکین اس خیال میں ہیں کہ ان کے دیوتا ان کا کلیان (صاحب اقبال) کریں گے تو بلا لائیں ان کو اور اپنی من مانی کاروائی کرادیں لیکن یاد رکھیں! وہ عابدوں سے بھی زیادہ عاجز اور بے بس ہیں، وہ ان کی کیا مدد کریں گے، خود اپنی مدد نہیں کر سکتے۔

آیاتِ پاک:۔ پس کیا ہم فرمان برداروں کو (آخرت میں) نافرمانوں کے برابر کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہوا: تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟ کیا تمہارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو کہ بالیقین تمہارے لئے اس (کتاب) میں وہ چیز (لکھی) ہے جس کو تم پسند کرتے ہو؟ یا تمہارے لئے ہمارے ذمہ کچھ قسمیں چڑھی ہوئی ہیں، جو قیامت کے دن تک پہنچنے والی ہیں کہ تمہیں (آخرت میں) وہ چیز ملے گی جس کا تم فیصلہ کر رہے ہو، ان سے پوچھو: ان میں سے کون اس کا ذمہ دار ہے؟ کیا ان کے کچھ ساجھی ہیں؟ پس پیش کریں وہ اپنے ساتھیوں کو اگر وہ سچے ہیں۔

تفسیر: قسمیں چڑھی ہوئی ہیں: یعنی تم نے اللہ پر واجب کر رکھا ہے، اس دنیا میں تو اللہ نے خود اپنے ذمہ رزق رسانی واجب کی ہے: ﴿وَمَا مِنْ ذَا نَبَةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا﴾ رہا آخرت کا معاملہ تو وہاں کفار سے اللہ نے کوئی وعدہ نہیں کیا کہ ان کو آخرت میں بھی نعمتیں دیں گے، قیامت کے دن تک پہنچنے والی: کا یہی مطلب ہے۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٥﴾ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَلِيمُونَ ﴿٦﴾

يَوْمَ	جس دن	فَلَا يَسْتَطِيعُونَ	پس وہ طاقت نہیں رکھیں گے	وَقَدْ كَانُوا	اور تحقیق تھے وہ
يُكْشَفُ	کھولی جائے گی	خَاشِعَةً	جھکی ہوئی ہوگی	يُدْعَوْنَ	بلائے جاتے تھے
عَنْ سَاقٍ	پنڈلی	أَبْصَارُهُمْ	ان کی نگاہیں	إِلَى السُّجُودِ	سجدوں کی طرف
وَيُدْعَوْنَ	اور وہ بلائے جائیں گے	تَرْهَقُهُمْ	چھائی ہوئی ہوگی ان پر	وَهُمْ	در انحالیکہ وہ
إِلَى السُّجُودِ	سجدہ کرنے کی طرف	ذِلَّةٌ	رسوائی	سَلِيمُونَ	صحیح سلامت تھے

میدانِ قیامت میں حق تعالیٰ ساق کی تجلی ظاہر فرمائیں گے

حق تعالیٰ میدانِ قیامت میں اپنی ساق (پنڈلی) کھولیں گے یعنی معمولی تجلی فرمائیں گے اور اہل محشر کو سجدہ کرنے کی دعوت دیں گے اس وقت تمام مومنین و مومنات سجدہ میں گر پڑیں گے، مگر اعتقادی منافقین اور کفار کی کمر نہیں مڑے گی، ان کی کمر تختہ ہی ہو کر رہ جائے گی، محشر میں ایسا اس لئے کیا جائے گا کہ مومن و کافر اور مخلص و منافق صاف طور پر کھل جائیں، اور ہر ایک کی اندرونی حالت حسی طور پر مشاہد ہو جائے۔

اس دن منافقین و کفار کی ندامت و شرمندگی دکھی نہیں جائے گی، ان کے چہروں پر بولیٹ (سیاہی) برس رہی ہوگی، کیونکہ دنیا میں ان کو سجدہ کا حکم دیا گیا تھا جبکہ وہ صحیح سالم تھے، اپنے اختیار سے سجدہ کر سکتے تھے، مگر کبھی اخلاص سے سجدہ نہیں کیا، اس کا اثر یہ ہوا کہ استعداد ہی ختم ہو گئی، اب وہ چاہتے ہوئے بھی سجدہ نہیں کر سکے۔

آیاتِ پاک:۔۔۔ جس دن پنڈلی کھولی جائے گی، اور وہ (کفار) سجدہ کرنے کے لئے بلائے جائیں گے: پس وہ سجدہ نہ کر سکیں گے، ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوگی، ان پر رسوائی چھائی ہوئی ہوگی، وہ لوگ سجدے کرنے کے لئے (دنیا میں) بلائے جاتے تھے درحالیکہ وہ صحیح سالم تھے۔

فائدہ: ساق (پنڈلی) ید (ہاتھ) اور وجہ (چہرہ) کی طرح صفتِ متشابہ ہے، اور صفاتِ متشابہات کے بارے میں سلف کا مذہب تنزیہ مع التعلویض ہے، پس اس کو ماننا اور اس کی کیفیت کو اللہ کے حوالے کرنا ضروری ہے، اور اس کی تاویل معمولی تجلی ہے، اور اس کی شرح بخاری شریف کی حدیث میں ہے:

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ”ہمارے پروردگار اپنی پنڈلی کھولیں گے، پس سجدہ کرے گا اس کو ہر مومن مرد و زن، اور باقی رہ جائے گا وہ شخص جو دنیا میں دکھانے اور سنانے کے لئے سجدہ کرتا تھا، یعنی منافق، وہ سجدہ کرنا چاہے گا، پس ہو جائے گی اس کی پیٹھ ایک تختہ!“

تشریح: پنڈلی اللہ کی صفت ہے ہاتھ اور چہرے کی طرح، اس کی حقیقت اللہ ہی جانتے ہیں، اور سمجھنا ناپید ہے کہ اس خاص تجلی کے ظہور کے وقت سب سجدہ میں گر پڑیں گے، مگر کافروں اور منافقوں کی کمر اکڑ کر رہ جائے گی، وہ دن ہمیں تختہ کے مانند ہو جائے گی، اس وقت مومن و کافر، اور مومن و منافق کافر قتل کھل جائے گا۔

فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ بِهَذَا الْحَدِيثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥﴾
أُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ﴿٦﴾

فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ بِهَذَا الْعَدْوِثِ	پس چھوڑیے مجھے اور اس کو جو جھٹلاتا ہے اس بات (قرآن) کو	سَنَسْتَدْرِجُهُمْ قَبْلَ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ	بدرج پکڑ رہے ہیں ہم ان کو ایسی جگہ سے (کہ) نہیں جانتے وہ	وَأَمِئْتُ لَهُمْ إِنِّي كَافٍ مَعَهُمْ	اور ڈھیل دے رہا ہوں میں ان کو بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے
---	--	--	---	--	--

اللہ کی لاشی میں آواز نہیں

مکہ کے مشرکین کو عذاب ہونا تو یقینی ہے، مگر جو تھوڑی دیر ہو رہی ہے وہ آپ کے لئے باعث تشویش نہ ہو، اللہ تعالیٰ گناہ کی سزا اس طرح دیتے ہیں کہ مجرم کو گمان بھی نہیں ہوتا، آپ ان کا معاملہ میرے حوالے کریں، میں خود ان سے نمٹ لوں گا، میں ان کو اس طرح آہستہ آہستہ دوزخ کی طرح لے جاؤں گا کہ ان کو پتہ بھی نہیں چلے گا، رتی ڈھیلی چھوڑتا رہوں گا، وہ اپنی حالت پر مگن ہونگے کہ میرا عذاب ان کو آپکڑے گا، میری تدبیر ایسی کچی ہے کہ کوئی اس کا توڑ نہیں کر سکتا، یہ ایک پیشین گوئی ہے جو اسلام کی ابتدا میں کی گئی، اس کا ظہور ہجرت کے بعد بدر وغیرہ میں ہوا۔

آیات پاک: پس چھوڑیے مجھے اور ان لوگوں کو جو اس کلام کو جھٹلاتے ہیں، ہم ان کو آہستہ آہستہ لے جا رہے ہیں اس طرح کہ ان کو خبر بھی نہیں، اور میں ان کو ڈھیل دے رہا ہوں، بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ۖ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُمُونَ ۖ
فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ۚ لَوْلَا
أَنْ تَدْرِكُهُ نَفَسَةٌ مِنْ رَبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ۖ فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ
مِنَ الصَّالِحِينَ ۚ وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا
الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ۚ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۚ

أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ	کیا مانگتے ہیں آپ ان کوئی معاوضہ پس وہ تاوان سے	مُثْقَلُونَ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ	دبے ہوئے ہیں یا ان کے پاس غیب (کی خبر) ہے پس وہ	يَكْتُمُونَ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ	(اس کو) لکھتے ہیں پس انتظار کریں آپ حکم کا اپنے رب کے
---	--	---	--	---	--

وَلَا تَكُنْ	اور نہ ہوں آپؐ	وَهُوَ	در انحالیکہ وہ	بِأَبْصَارِهِمْ	اپنی نظروں کے ذریعہ
كَصَاحِبِ الْغُوتِ	مچھلی والے کی طرح	مَذْمُومٌ	الزام خوردہ ہوتا	لَمَّا	جب
إِذْ نَادَىٰ	جب پکارا اس نے	فَاجْتَبَاهُ	پس چن لیا اس کو	سَمِعُوا	سنی انھوں نے
وَهُوَ مَكْظُومٌ	در انحالیکہ وہ مگھٹا ہوا تھا	رَبُّهُ	اس کے رب نے	الذِّكْرُ	نصیحت
لَوْلَا أَن	اگر نہ ہوتی یہ بات کہ	فَجَعَلَهُ	پس گردانا اس کو	وَيَقُولُونَ	اور کہتے ہیں وہ
تَذَكَّرَهُ	سنجھا لیا اس کو	مِنَ الصَّالِحِينَ	نیک لوگوں میں سے	إِنَّهُ	بے شک وہ
زِعْمُهُ	مہربانی نے	وَأَن يَكَادُ	اور بے شک قریب ہیں	لَيَجْنُوُنَّ	یقیناً پاگل ہے
مِن رَّبِّهِ	اس کے رب کی	الَّذِينَ	جنھوں نے	وَمَا هُوَ	حالانکہ نہیں ہے وہ
كُنِيدٌ	(تو) البتہ ڈالا جاتا	كَفَرُوا	انکار کیا	إِلَّا ذِكْرٌ	مگر نصیحت
بِالْعِزَّةِ	چٹیل میدان میں	لَيَقُولَنَّ	کہ پھسلا دیں آپؐ کو	لِلْعَالَمِينَ	سارے جہانوں کیلئے

رسول کی بات نہ ماننے کی وجہ

افسوس! مشرکین جاہلی کی طرف جارہے ہیں مگر آپؐ کی بات نہیں مانتے، آخر نہ ماننے کی وجہ کیا ہے؟ (۱) کیا آپؐ ان سے کچھ معاوضہ طلب کرتے ہیں جو ان کو بھاری پڑ رہا ہے؟ (۲) یا ان کے پاس وحی آتی ہے: جس کو وہ قرآن کی طرح لکھ لیتے ہیں؟ اس لئے آپؐ کی اتباع کی ضرورت نہیں سمجھتے! آخر کوئی وجہ تو ہونی چاہئے! — جب ان پر کچھ بار بھی نہیں ڈالا جاتا اور وحی سے استغناء بھی نہیں تو بات نہ ماننے کا سبب بجز عناد اور مٹ دھری کے اور کیا ہو سکتا ہے؟

﴿أَمَرْتَهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ۖ أَمْرٌ عِنْدَهُمْ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُمُونَ ۖ﴾

ترجمہ: کیا آپؐ ان سے کچھ معاوضہ مانگتے ہیں کہ وہ اس تاوان (بوجھ) سے دبے جارہے ہیں؟ یا ان کے پاس غیب (کا علم) ہے، پس وہ اس کو لکھ لیتے ہیں۔

ابھی وطن چھوڑنے کا وقت نہیں آیا، آپؐ یونس علیہ السلام کی طرح جلدی نہ کریں

مشرکین نے نبی ﷺ کے لئے مکہ میں جینا حرام کر دیا تھا، ہر طرف سے پاگل! پاگل! کی آوازیں آتی تھیں، ایسی صورت میں آدمی سوچتا ہے کہ کہیں اور نکل جاؤں، ملک خدا تنگ نیست پائے گدا تنگ نیست! اس لئے ارشاد فرماتے ہیں: ابھی وطن چھوڑنے کا وقت نہیں آیا، آپؐ حضرت یونس علیہ السلام کی طرح جلدی نہ کریں، جب وقت آئے گا حکم الہی آئے گا، اس وقت قدم نکالیں۔

حضرت یونسؑ نینوی والوں کی ہدایت کے لئے سبعوث کئے گئے تھے، یہ شہر دریائے نورات کے کنارے پر تھا، آپ نے عرصہ تک ان پر محنت کی مگر نتیجہ صفر رہا، بالآخر آپ نے عذاب کی اطلاع دی، پھر چوک یہ ہوئی کہ ہجرت کی اجازت کے بغیر چل دیئے، یہ خیال کر کے کہ جب عذاب آتا ہے تو میرا یہاں کیا کام! حالانکہ وہاں ان کی ضرورت تھی، قوم توبہ کرنے والی تھی، اور عذاب ٹل جانے والا تھا، اس لئے کشتی میں ان کو اتلا پیش آیا، اس لئے فرمایا کہ آپ ان کی طرح جلدی نہ کریں، اور یونس علیہ السلام کا تذکرہ سورۃ یونس (آیت ۹۸) سورۃ الانبیاء (آیت ۸۷ و ۸۸) اور سورۃ الصافات (آیت ۱۳۹-۱۴۰) میں آچکا ہے۔

﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْغُوْتِ مِرَاذٍ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ۚ لَوْلَا اَنْ تَذْكُرَكَ نِعْمَةٌ مِّنْ رَبِّهِ كُنِيْدًا بِالْعَرَاءِ ۚ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ۚ فَاجْتَبَيْهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝﴾

ترجمہ: پس آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کریں اور مچھلی والے (پیغمبر) کی طرح نہ ہوں، جب اس نے دعا کی اور انحالیکہ اس کا دم گھٹنا ہوا تھا — یعنی مچھلی کے پیٹ میں دعا کی — اگر احسان الہی اس کی دستگیری نہ کرتا تو وہ بد حالی کی حالت میں کھلے میدان میں ڈالا جاتا، پس اس کو اس کے رب نے برگزیدہ کیا، اور اس کو نیک لوگوں میں شامل کیا — اور حدیث میں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ نبی ﷺ یونس بن متی سے بہتر ہیں!

مشرکین آپ کو گھبرا کر مقام صبر سے ڈمگانا چاہتے ہیں، آپ اپنی جگہ جمے رہیں

اَزَلَقْ فُلَانًا بِبَصْرِهِ (باب افعال) کے معنی ہیں: کسی کو انتہائی غضبناک نگاہ سے دیکھنا کہ وہ لڑکھڑا جائے یا لڑکھڑانے کے قریب ہو جائے، مجرد لَقَ بَصْرِهِ کے بھی یہی معنی ہیں، کفار مکہ آپ کو غضبناک اور ترچھی نگاہوں سے دیکھتے تھے، تاکہ آپ کو اپنے مقام سے لغزش دیدیں اور جب وہ اللہ کا کلام سنتے تھے تو کہتے تھے: یہ دیوانے کی بڑ ہے! اسے مت سنو! فرماتے ہیں: یہ کلام تو تمام جہاں والوں کے لئے نصیحت اور ان کی صلاح و فلاح کا ضامن ہے، ایسا کلام کہیں کوئی پاگل کہہ سکتا ہے؟ شروع سورت میں کفار کے اسی طعن کا مدلل جواب دیا ہے، ختم سورت پر اسی کا ایک دوسرے انداز سے جواب دیا ہے۔

﴿وَاِنْ يَكَادُ الْكَافِرُوْنَ لَيَنْفِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۚ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝﴾

ترجمہ: نہ شک (شان یہ ہے کہ) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تکبرین جب قرآن سنتے ہیں تو آپ کو غضبناک نظر دے دیکھ کر اپنے مقام سے پھسلا دیں گے، اور کہتے ہیں: بالیقین وہ پاگل ہے! حالانکہ یہ قرآن جہانوں کے لئے نصیحت ہے!

کسی انسان کو نظر لگ جائے تو تو ان یکاد سے آخر تک پڑھ کر دم کریں اثر زائل ہو جائے گا (حسن بصریؒ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الحاقۃ

اس سورت کا اور آئندہ سورت کا موضوع آخرت (قیامت) ہے، بالترتیب مضامین چل رہے ہیں، سورۃ الملک میں توحید کا اور اقلیم میں رسالت کا بیان تھا، یہ تینوں مضامین مالوف سے بعید ہیں، اس لئے مکی دور کی پچاسی سورتوں میں یہی مضامین بار بار مختلف پیرایوں میں بیان کئے گئے ہیں، اور کلام الہی کا اعجاز یہ ہے کہ تکرار کہیں محسوس نہیں ہوتی، اس سورت میں قیامت کے تحقق وقوع کا بیان ہے، یعنی قیامت کا آنا ایک کچی بات ہے، اس میں ذرا شک کی گنجائش نہیں، اور آئندہ سورت میں منکرین قیامت کی تعذیب کی تفصیل ہے، اور اس سورت میں چار مضامین ہیں:

۱- قیامت کی خبر ایک کچی بات ہے، اور اس کو اس طرح مدلل کیا ہے کہ جن قوموں نے اس کا انکار کیا وہ ہلاک کی گئیں، اقوام خمسہ (قوم نوح، عاد، ثمود، فرعون اور قوم لوط) کا ذکر کیا ہے، انھوں نے پیغمبروں کا انکار کیا، توحید کو نہیں مانا اور انھوں نے آخرت کی جو خبر دی اس کو جھٹلایا، اس لئے صفحہ ہستی سے مٹادی گئیں، یہ دلیل ہے کہ قیامت کی خبر کچی ہے، جو اس کا انکار کرے گا وہ تباہ ہوگا (یہ مضمون آیت بارہ تک ہے)

۲- قیامت کا حادثہ کس طرح رونما ہوگا؟ اس دن آسمانوں کا کیا حال ہوگا؟ (یہ مضمون آیت ۱۸ تک ہے)

۳- قیامت کے دن لوگ دو قسموں میں منقسم ہوں گے: دائیں والے اور بائیں والے، پھر ہر ایک کی جزا و سزا کا بیان ہے (یہ مضمون پہلے رکوع کے ختم تک ہے)

۴- قیامت کے وقوع کو نزول قرآن کی مثال سے سمجھایا ہے، یہ اہم مضمون ہے، کچھ حقائق مرنی اور کچھ غیر مرنی ہوتے ہیں، دونوں کے مجموعہ سے قرآن کا نزول ہوا ہے، تفصیل آگے آئے گی، اسی طرح آخرت جو غیر مرنی ہے دنیا سے قریب آئے گی جو مرنی ہے، اور دونوں کے امتزاج سے قیامت قائم ہوگی، پھر دنیا کا آخرت کی طرف عروج ہوگا، پھر آخرت تاابد چلتی رہے گی۔



سُورَةُ الْحَاقَّةِ مَكِّيَّةٌ (۷۸)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَاقَّةُ ۝ مَا الْحَاقَّةُ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحَاقَّةُ ۝ كَذَّبَتْ ثَمُودُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ ۝
 فَأَمَّا ثَمُودُ فَأُهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ ۝ وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝
 سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَنِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى ۝
 كَأَنَّهُمْ أُعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرَى لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ ۝ وَجَاءَ فِرْعَوْنُ
 وَمَنْ قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكَاتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝ فَعَصَا رَسُولَ رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمْ أَخَذَةً رَابِيَةً ۝
 إِنَّا لَنَأْتِيَنَّكَ الْمَاءُ حَمَلَتِكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعِيَهَا أُذُنٌ
 وَاعِيَةٌ ۝

الْحَاقَّةُ (۱)	وہ بالکل پکی بات!	بِالطَّاغِيَةِ (۳)	نہایت سخت آواز سے	وَثَمَنِيَةَ أَيَّامٍ	اور آٹھ دن
مَا الْحَاقَّةُ	کیا وہ بالکل پکی بات؟	وَأَمَّا عَادٌ	اور رہے عاد	حُسُومًا (۵)	لگاتار
وَمَا أَدْرَاكَ	اور کیا تو جانتا ہے	فَأُهْلِكُوا	تو ہلاک کئے گئے وہ	فَتَرَى	پس دیکھتا ہے تو
مَا الْحَاقَّةُ	وہ بالکل پکی بات کیا؟	بِرِيحٍ صَرْصَرٍ (۳)	نہایت ٹھنڈی ہوا کے	الْقَوْمَ	لوگوں کو
كَذَّبَتْ	جھٹلایا		ذریعہ	فِيهَا	ان (دنوں) میں
ثَمُودُ وَعَادٌ	ثمود اور عاد نے	عَاتِيَةٍ	بے قابو ہونے والی	صَرْعَى	کچھڑا ہوا
بِالْقَارِعَةِ (۲)	کھر کھڑانے والی چیز کو	سَخَّرَهَا	مسلط کیا اس کو	كَأَنَّهُمْ	گویا وہ
فَأَمَّا ثَمُودُ	پس رہے ثمود	عَلَيْهِمْ	ان پر	أُعْجَازُ	تتے ہیں
فَأُهْلِكُوا	تو ہلاک گئے گئے وہ	سَبْعَ لَيَالٍ	سات راتیں	نَخْلٍ	کھجور کے

(۱) الحاق اور الحق: ایک ہیں، ای الامور الثابت: پکی اور قطعی بات (۲) قَرَعَ الْيَابَ: کھکھٹانا، یہ بھی قیامت کا ایک نام ہے
 (۳) طاغیہ: سرکش، یہاں زلزلہ کی سخت آواز مراد ہے (۴) حُور: ٹھہر..... عالیہ: فرشتوں کے قابو سے باہر (۵) حُصُومًا: حاسم کی جمع، حَسَمَتِ الدابة: جانور کو مسلسل داغنا، یہاں تبلیغ (لگاتار) مراد ہے۔

خَارِبَةً قَهْل تَرَنے	کھوکھلے پس کیا دیکھتا ہے تو	بِالْخَاطِئَةِ فَعَصَوْا	گناہوں کے ساتھ پس نافرمانی کی انھوں نے	تَحْمَلْنَكُمْ فِي الْجَارِيَةِ	سوار کیا تم کو چلتی کشتی میں
لَهُمْ نَسْنُ بَاقِيَةٍ	ان میں سے کوئی بچا ہوا؟	رَسُولَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ	اپنے رب کے رسول کی پس پکڑا ان کو	لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ	تاکہ بنائیں ہم اس کو تمہارے لئے
وَجَاءَ فِرْعَوْنُ	اور آیا فرعون	اَخَذَ رَّأْيِيَّةً ^(۱)	پکڑنا بتاہ کرنے والا (سخت)	تَذَكُّرَةً وَنَعِيَةً ^(۲)	یادگار اور یاد رکھیں اس کو
وَمَنْ قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكَتْ	اور جو ان سے پہلے ہوئے اور ایسی ہوئی بستیوں والے	اِنَّا لَمَّا طَعْنَا الْمَاءَ	بے شک ہم نے جب پانی ابلایا	اُذُنْ وَاَعْيَةً	کان یاد رکھنے والے

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

قیامت کا واقعہ ایسا قطعی ہے کہ جس نے اس کا انکار کیا ہلاک ہوا

سوال کبھی احتضار (ذہن حاضر کرنے) کے لئے ہوتا ہے، اور یہاں استفہام (سوال) کا جواب محذوف ہے، یعنی وہ پکا واقعہ: قیامت کا واقعہ ہے، اور قرینہ پانچ قوموں کا ذکر ہے جو قیامت کا انکار کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئیں، ارشاد فرماتے ہیں: وہ پکلی بات! وہ پکلی بات کیا ہے؟ اور آپ جانتے ہیں وہ پکلی بات کیا ہے؟ — وہ قیامت ہے — شمود اور عاد نے اس کھٹکھٹانے والے واقعہ کو جھٹلایا، پس ثمود تو ایک زور کی آواز سے ہلاک کئے گئے — بھونچال آیا، اس کی بھیانک آواز سے سب کھیت رہے! — اور رہے عاد تو وہ بے قابو ہونے والی نہایت ٹھنڈی تیز تند ہوا سے ہلاک کئے گئے، اللہ نے اس کو ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن مسلط کیا، پس دیکھتا ہے تو ان لوگوں کو ان دنوں میں کچھڑا ہوا، گویا وہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں — وہ لوگ قدر آور تھے، اس لئے کھجور کے تنوں سے تشبیہ دی اور بے جان ہو گئے تھے اس لئے کھوکھلے کہا — پس کیا تجھے ان میں سے کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے؟ — نہیں! بچے اور عورتیں سب ہلاک ہو گئے — اور فرعون نے اور اس سے پہلے والوں نے — یعنی قوم نوح اور عاد و ثمود نے۔

سوال: عاد و ثمود کا ذکر آگیا؟ جواب: وہ ان کی ہلاکت کا ذکر تھا، اب ان کے ارتکاب جرم کا ذکر ہے — اور ایسی ہوئی بستیوں نے بڑے قصور کئے — کیا قصور کئے؟ — سو انھوں نے اپنے پروردگار کے پیامبر کی نافرمانی کی (۱) راۓ: سختی میں بڑھا ہوا، رَبَّنَا الشَّيْءُ: زیادہ ہونا (۲) وَعَىٰ يَعْنِي: یاد رکھنا۔

— اس کی باتوں کو نہیں مانا — پس اللہ نے ان کو بہت سخت پکڑا — یہ چار قوموں کا ذکر ہوا: عاد، ثمود، فرعون اور قوم لوط کا، آگے پانچویں قوم کا ذکر ہے — بے شک ہم نے جب پانی میں طغیانی آئی تو تمہیں چلتی کشتی میں سوار کیا، تاکہ ہم اس واقعہ کو تمہارے لئے ایک یادگار بنائیں، اور اس کو یاد رکھنے والے کان یاد رکھیں!

سوال: کان کی تخصیص کیوں کی؟ بوجھتا تو دل ہے!

جواب: بعد کے لوگ کتابوں میں یہ واقعہ پڑھیں گے یا سنیں گے جہی دل یاد رکھے گا، اس لئے ابتدائی مرحلہ کا ذکر کیا۔

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ ۚ وَ حُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً ۚ فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۚ وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ ۚ وَالْمَلَكُ عَلَى أَرْجَائِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَلَاثَةٌ ۚ يَوْمَئِذٍ نَعْرِضُنَاكَ لِلْغَيْبِ ۚ لَا تَخْفَ مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۚ

فَإِذَا	پس جب	دَكَّةً وَاحِدَةً ^(۲)	ایک بار کوٹنا	وَيَحْمِلُ	اور اٹھائے ہوئے ہوں گے
نُفِخَ	پھونکا جائے گا	فَيَوْمَئِذٍ	پس اس دن	عَرْشَ رَبِّكَ	آپ کرب کے تخت کو
فِي الصُّورِ	نرسنگے میں	وَقَعَتِ	ہو پڑے گا	فَوْقَهُمْ	اپنے اوپر
نَفْخَةٌ ^(۱)	پھونکنا	الْوَاقِعَةُ	ہو پڑنے والا واقعہ	يَوْمَئِذٍ	اس دن
وَاحِدَةٌ	ایک بار	وَانْشَقَّتِ	اور پھٹ جائے گا	ثَلَاثَةٌ	آٹھ (فرشتے)
وَحُمِلَتِ	اور اٹھائی جائے گی	السَّمَاءُ	آسمان	يَوْمَئِذٍ	اس دن
الْأَرْضُ	زمین	فَهِيَ يَوْمَئِذٍ	پس وہ اس دن	نَعْرِضُنَاكَ	تم پیش کئے جاؤ گے
وَالْجِبَالُ	اور پہاڑ	وَاهِيَةٌ	بودا ہوگا	لَا تَخْفَ	نہیں پوشیدہ ہوگی
فَدُكَّتَا	پس کوٹ دیئے جائیں گے دونوں	وَالْمَلَكُ	اور فرشتے	مِنْكُمْ	تمہاری
		عَلَى أَرْجَائِهَا ^(۳)	آسمان کے کنارے پر ہوں گے	خَافِيَةٌ	ادنیٰ سی بات

(۱) نفخۃ: ہو محذوف کی خبر ہے، نائب فاعل نہیں، جیسے: ضُرب فی ظہرہ ضربۃً واحِدَةً اِیٰ ہُو ضربۃً واحِدَةً (۲) دکۃ واحِدۃ: بمفعول مطلق ہے (۳) رَجَا کی جمع: جانب، کنارہ۔

جب قیامت کا حادثہ رونما ہوگا تو آسمان، زمین اور پہاڑوں وغیرہ کا کیا حال ہوگا؟

جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سارا کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا، ارشاد فرماتے ہیں: — پس جب صور میں پھونکا جائے گا: (وہ) ایک پھونکنا (ہے) — یعنی یکبارگی پھونکنا ہے یا تھوڑی دیر کے لئے پھونکنا ہے — اور زمین اور پہاڑ اٹھائے جائیں گے — وہ اپنے حیز کو چھوڑ دیں گے — پھر دونوں ایک ہی مرتبہ میں باہم ٹکرا دیئے جائیں گے — اور کوٹ پیٹ کر ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے — تو اس دن ہونے والا واقعہ ہو پڑے گا — یعنی وہی وقت قیامت کے برپا ہونے کا ہوگا — اور آسمان پھٹ جائے گا — وہ آسمان جس میں لاکھوں سال گزرنے پر بھی کہیں شگاف نہیں پڑا پھٹنا شروع ہوگا — اور وہ اس دن بالکل بودا ہوگا — جیسے بُرا نا بوسیدہ کپڑا پھٹتا ہے آسمان پھٹنے لگے گا — اور فرشتے اس کے کناروں پر آجائیں گے — آسمان درمیان سے پھٹنا شروع ہوگا اور فرشتے اس کے کناروں پر چلے جائیں گے — اور آپ کے پروردگار کے شاہی تخت کو اس دن آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہونگے — اب عرش عظیم کو چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں، اُس دن چار اور ساتھ لگیں گے، اور ایسا اظہار جلال و اکرام کے لئے ہوگا — اس دن تمہاری پیشی ہوگی — سب اللہ کی عدالت میں حاضر کئے جائیں گے — تمہاری ادنیٰ بات پوشیدہ نہیں ہوگی — کسی کی کوئی نیکی بدی چھپی نہیں رہے گی، سب کچھ اللہ کے علم میں ہوگا، اور انصاف سے فیصلہ ہوگا۔

فائدہ: جس طرح مادرِ طبعی دنیا (حاکمِ آخرت) کے معاملات کو ابھی پوری طرح نہیں سمجھ سکتے، جنت کے نیچے نہریں کیسے بہہ رہی ہیں؟ اس کے میوے کس طرح جھکے ہوئے ہیں؟ حور و غلمان کی حقیقت کیا ہے؟ اسی طرح جہنم کے احوال کو بھی تقریبی ہی سمجھ سکتے ہیں، یہ معاملات اچھی طرح اس وقت سمجھ میں آئیں گے جب ہم آخرت میں پہنچیں گے۔

اسی طرح مستقبل (آئندہ) کے معاملات بھی ابھی ہم پوری طرح نہیں سمجھ سکتے، دھندلا سا تصور کر سکتے ہیں، جیسے یاجوج و ماجوج آسمان کی طرف جو تیر چلائیں گے: ان کی نوعیت کیا ہوگی؟ وہ وقت بتائے گا، ابھی ہم اس کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے — قیامت میں پیش آنے والے معاملات بھی مستقبل کی باتیں ہیں، زمین اور پہاڑ کیسے ٹکرائیں گے؟ آسمان کیسے پھٹے گا؟ یہ باتیں وقت پر سمجھ میں آئیں گی، ابھی ان کو پوری طرح نہیں سمجھ سکتے، لہذا اس سلسلہ میں دماغ سوڑی کی ضرورت نہیں، میں بھی قیامت سے متعلق آیات کا صرف ترجمہ کر رہا ہوں، میں ابھی اس کی کوئی تشریح نہیں کر سکتا۔

فَإِمَّا مَن أَوْتِيٰ كِتَابَهُ بَيِّنَاتٍ ۖ فَيَقُولُ هَٰؤُلَاءِ أَقْرَبُ وَكِتَابُهُ ۖ إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَّهِ ۖ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۖ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۖ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ۖ

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۖ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ
 بِشِمَالِهِ ۖ فَيَقُولُ يَلَيْتَنِي لَمْ أُوتِ كِتَابِيهِ ۖ وَلَمْ أَذِرْ مَا حَسَابِيهِ ۖ يَلَيْتَهَا
 كَانَتْ الْقَاضِيَةَ ۖ مَا آغْنِي عَنِّي مَالِيهِ ۖ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيهِ ۖ
 خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ۖ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ۖ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا
 فَاسْلُكُوهُ ۖ إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ۖ وَلَا يَحْضُرُ عَلَىٰ طَعَامِ
 الْيَسْكَينِ ۖ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هُنَا حَمِيمٌ ۖ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ ۖ لَا
 يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ ۖ

جنگ

فَأَمَّا مَنْ	پس رہا جو	فِي عَيْشَةٍ	گذران میں ہوگا	الْخَالِيَةِ	گذرے ہوئے
أُوتِيَ	دیا گیا	رَاضِيَةً	من مانے	وَأَمَّا مَنْ	اور رہا جو
كِتَابَهُ	اس کی کتاب	فِي جَنَّةٍ	باغ میں	أُوتِيَ	دیا گیا
بِمِيمِنِهِ	اس کو امیں ہاتھ میں	عَالِيَةٍ	اونچے	كِتَابَهُ	اس کی کتاب
فَيَقُولُ	پس کہے گا وہ	فُطِفُوهَا	اس کے میوے	بِشِمَالِهِ	اس کے بائیں ہاتھ میں
هَآؤُمُ ^(۱)	لو	دَارِنِيَّةٌ	جھکنے والے ہیں	فَيَقُولُ	پس وہ کہے گا:
اَقْرَبُوا	پڑھو	كُلُوا	کھاؤ	يَلَيْتَنِي	کیا اچھا ہوتا
كِتَابِيهِ ^(۲)	میری کتاب	وَاشْرَبُوا	اور پیو	لَمْ أُوتِ	نہ دیا جاتا میں
إِنِّي كُنْتُ	پیشک میں نے گمان کیا	هَنِيئًا ^(۳)	رجح کر	كِتَابِيهِ	میری کتاب
أَنِّي مُلْقٍ	کہ مجھے ملنے والا ہے	بِمَا أَسْلَفْتُمْ	ان اعمال کے بدل جو	وَلَمْ أَذِرْ	اور نہ جانتا میں
حِسَابِيهِ	میرا حساب	فِي الْأَيَّامِ	آگے بھیجے تم نے	مَا حَسَابِيهِ	کیا حساب ہے میرا
فَهُوَ	پس وہ		دنوں میں	يَلَيْتَهَا	کیا اچھا ہوتا وہی موت

(۱) هَآؤُمُ: اسم فعل بمعنی خذوا (۲) کتابیہ: بی: مضاف الیہ، اور آخر میں ہا سکتہ کی ہے (۳) ہنیا ای اکلًا وشربا ہنیا، مفعول مطلق ہے۔

کانتِ القاضیۃ	ختم کر دینے والی ہوتی	ثُمَّ	پھر	عَلَا طَعَامٍ	کھلانے پر
مَا آغْنَىٰ	کچھ کام نہیں آیا	فِي سِلْسِلَةٍ	ایک زنجیر ہے	الْبُسْكِينِ	فقیر کے
عَقَىٰ	میرے	ذَرْعُهَا	جس کی پیمائش	فَلَيْسَ	پس نہیں ہے
مَالِيَّةٍ	میرا مال	سَبْعُونَ	ستر	لَهُ	اس کے لئے
هَكَكَ	بر باد ہوئی	ذِرَاعًا	گز ہے	الْيَوْمَ	آج
عَقَىٰ	مجھ سے	فَأَسْلُكُوهُ	پس اس کو جکڑو	هَهُنَا	یہاں
سُلْطَنِيَّةٍ	میری سلطنت	إِنَّهُ كَانَ	بے شک وہ تھا	حَمِيمٌ	کوئی غم گسار دوست
خُذُوهُ	پکڑو اس کو	لَا يُؤْمِنُ	نہیں ایمان لایا تھا	وَلَا طَعَامٌ	اور نہیں ہے کھانا
فَعَلُوهُ	پس طوق پہناؤ اس کو	بِاللَّهِ	اللہ پر	لَا مِنْ غَسِيلِينَ	مگر دھوون سے
ثُمَّ أَبْجَحِيْمَ	پھر دوزخ میں	الْعَظِيمِ	سب سے بڑے	لَا يَأْكُلُهُ	نہیں کھاتے اس کو
صَلُّوهُ	ٹھونسو اس کو	وَلَا يَحْضُ	اور نہیں ابھارتا تھا	لَا الْخَاطِئُونَ	مگر گنہگار

قیامت کے دن لوگوں کی دُستیں ہوں گی: اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال، اور دونوں کے احوال اصحاب الیمین: — پھر جس شخص کا نام اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا — سابقین کو بھی دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا — وہ کہے گا: لو، پرھو میرا نامہ اعمال! مجھے یقین تھا کہ میرے سامنے میرا حساب آنے والا ہے، پس وہ شخص پسندیدہ عیش میں، بہشت بریں میں ہوگا جس کے میوے جھکے ہوئے ہوں گے — ان سے فرشتے کہیں گے: — مزے سے کھاؤ پیو! ان اعمال کے صلہ میں جو تم نے گزشتہ ایام میں کئے ہیں!

اصحاب الشمال: — اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ کہے گا: کیا اچھا ہوتا جو مجھ کو میرا نامہ اعمال نہ دیا جاتا، اور مجھ کو میرے حساب کی خبر ہی نہ ہوتی، کیا اچھا ہوتا کہ پہلی موت ہی پر خاتمہ ہو جاتا، میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا، میرا جہ بھی گیا گذرا ہوا — فرشتوں کو حکم ہوگا: — اس کو پکڑو، اور اس کو طوق پہناؤ، پھر اس کو دوزخ میں جھونکو، پھر ایک ایسی زنجیر میں اس کو باندھو جس کی پیمائش ستر گز ہے — زنجیر کا لمبا اور بھاری ہونا ایک مستقل عذاب ہے — وہ شخص خدائے بزرگ پر ایمان نہیں رکھتا تھا، نہ غریب کو کھلانے کی ترغیب دیتا تھا، پس یہاں آج اس شخص کا نہ کوئی غم گسار دوست ہے، اور نہ اس کو کوئی کھانے کی چیز نصیب ہوگی، سوائے (جہنمیوں کے) زنجیوں کے دھوون کے، جس کو بڑے گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھائے گا!

فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصَرُونَ ۚ وَمَا لَا تُبْصَرُونَ ۚ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۖ
 وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ۚ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيلًا مَّا
 تَذَكَّرُونَ ۚ تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۚ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ ۚ
 لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۚ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۚ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ
 أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ۚ وَإِنَّهُ لَتَذَكَّرٌ لِّلْمُتَّقِينَ ۚ وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ
 مُّكَذِّبِينَ ۚ وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ ۚ وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ ۚ فَسَبِّحْ بِاسْمِ
 رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝

۵۷

فَلَا ^(۱)	پس نہیں	وَلَا بِقَوْلِ	اور نہیں ہے بات	لَاخَذْنَا	ضرور پکڑتے ہم
أُقْسِمُ	قسم کھاتا ہوں میں	كَاهِنٍ	کسی غیب کی خبریں	مِنْهُ	اس کو
بِمَا تُبْصَرُونَ	ان کی جن کو تم دیکھتے ہو		دینے والے کی	بِالْيَمِينِ ^(۲)	دائیں ہاتھ سے
وَمَا لَا	اور ان کی جن کو تم نہیں	قَلِيلًا مَّا	بہت ہی کم	ثُمَّ لَقَطَعْنَا	پھر ضرور کاٹ دیتے ہم
تُبْصَرُونَ	دیکھتے	تَذَكَّرُونَ	دھیان دیتے ہو تم	مِنْهُ	اس کی
إِنَّهُ لَقَوْلُ	بے شک وہ (قرآن)	تَنْزِيلٌ	(وہ) اتارنا ہے	الْوَتِينَ	دل کی رگ کو
رَسُولٍ كَرِيمٍ ^(۲)	بات سمعہ زفر ستارے کی	مِن رَّبِّ	پروردگار کی طرف سے	فَمَا مِنْكُمْ	پس نہ ہوتا تم میں سے
وَمَا هُوَ	اور نہیں ہے وہ	الْعَالَمِينَ	جہانوں کے	مِّن أَحَدٍ	کوئی بھی
بِقَوْلِ	بات	وَلَوْ تَقَوَّلَ ^(۳)	اور اگر گھڑتا وہ (منغیر)	عَنْهُ	اس کو
شَاعِرٍ	کسی شاعر کی	عَلَيْنَا	ہمارے نام پر	حَاجِزِينَ	بچانے والا
قَلِيلًا مَّا	بہت ہی کم	بَعْضَ	کچھ	وَإِنَّهُ لَتَذَكَّرٌ	اور بیشک وہ یادداشت ہے
تُؤْمِنُونَ	یقین کرتے ہو تم	الْأَقَاوِيلِ	باتیں	لِّلْمُتَّقِينَ	پرہیزگاروں کے لئے

(۱) یہ جو کہا جاتا ہے کہ فعل قسم پر لا زائد ہوتا ہے: وہ خود ساختہ قاعدہ ہے (۲) رسول: سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں (۳) باب
 تَعْلَلٌ میں تکلف یعنی بناوٹ ہوتی ہے (۴) یقین سے اللہ کا ہاتھ مراد ہے جو قضا بہات میں سے ہے (منظہری) اور منہ ای بعضاً منہ

وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ مُكَذِّبِينَ	اور بے شک ہم یقیناً جانتے ہیں کہ بعض تم میں سے جھٹلانے والے ہیں	وَإِنَّهُ لَخَصْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ وَإِنَّهُ	اور بیشک وہ (قرآن) پچھتاوا ہے مکفرین پر اور بے شک وہ	لَحَقُّ الْيَقِينِ فَسَيَنْجِ يَا سَمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ	یقین کے قابل ہے پس پاکی بول تیرے رب کے نام کی سب سے بڑا
--	--	---	---	--	--

نزول قرآن سے وقوع قیامت پر استدلال

عالم (ماسوی اللہ) میں کچھ چیزیں محسوس (مرئی) ہیں اور کچھ چیزیں غیر محسوس (غیر مرئی) اور دونوں عالم الگ الگ ہیں، مرئی عالم کا نام دنیا ہے، اور غیر مرئی کا آخرت، پھر کبھی مرئی اور غیر مرئی مل کر اس دنیا میں کوئی چیز وجود میں آتی ہے، قرآن کریم کا اس دنیا میں وجود (نزول) اسی طرح ہوا ہے۔

قرآن کلام الہی ہے، اور اللہ تعالیٰ غیب الغیب اور وراء الوداء ہیں، پھر ان کا کلام لوح محفوظ میں ریکارڈ ہوا، لوح محفوظ: عرش کی قوت خیالیہ کا نام ہے، جو سدرۃ المنتہی (باڈر کی پیری) سے پہلے ہے، وہاں تک جبرئیل علیہ السلام کی رسائی نہیں، اور انبیاء پر شریعتوں کا نزول بواسطہ جبرئیل علیہ السلام طے ہے، اس لئے پورا قرآن یکبارگی ساتویں آسمان پر اللہ کے گھر بیت المعمور میں اتارا گیا، تاکہ وہاں سے جبرئیل علیہ السلام حسب حکم نبی ﷺ پر تھوڑا تھوڑا تاریں، یہاں تک سب وسائط غیر مرئی ہیں، پھر نبی ﷺ کا تین وحی اور صحابہ جن کو آپ قرآن سنا کر یاد کرایا کرتے تھے سب مرئی (محسوس) ہیں، اس طرح قرآن کریم کا اس دنیا میں وجود (نزول) ہوا، یعنی مرئی اور غیر مرئی کے امتزاج سے ایک چیز دنیا میں موجود ہوئی۔

اسی طرح مرئی اور غیر مرئی حقائق کے امتزاج سے زمین پر قیامت قائم ہوگی، صور پھونکا جائے گا، آسمان پھٹے گا، فرشتے زمین پر اتریں گے، عرش کو اٹھ فرشتے اٹھا کر زمین پر لائیں گے یعنی اللہ تعالیٰ خود زمین پر جلوہ افروز ہونگے، یہ سب غیر مرئی حقیقتیں ہیں، اور زمین اور اس کے شب و روز، اور اس کی مخلوقات نظر آنے والی چیزیں (مرئی) ہیں، اس طرح دونوں کے امتزاج (ملنے) سے قیامت برپا ہوگی، یہ نزول قرآن سے وقوع قیامت پر استدلال ہے، اور یہی مابعد آیات کا ماسبق سے ربط ہے۔

قرآن کریم بواسطہ جبرئیل علیہ السلام نازل کیا ہوا اللہ کا کلام ہے

اور فرضی تین احتمالات باطل ہیں

رسول کریم: (برگزیدہ پیامبر) سے حضرت جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں اور ما تبصرون اور ما لا تبصرون یعنی مرئی

اور غیر مرئی کی شہادت سے ثابت ہے کہ قرآن کریم: رسول کریم کا نازل کیا ہوا کلام الہی ہے، اور تین فرضی احتمالات قطعاً باطل ہیں، وہ احتمالات یہ ہیں:

۱- قرآن: نبی ﷺ کی شاعری ہو۔

۲- نبی ﷺ کا ہن ہوں، اور قرآن: جن پر ی سے لی ہوئی باتیں ہوں۔

۳- قرآن: نبی ﷺ نے خود بتایا ہو، اور اللہ کے نام لگایا ہو۔

یہ تینوں احتمال باطل ہیں:

پہلا احتمال: اس لئے باطل ہے کہ شاعری کو عرب جانتے تھے، وہ ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، اس میں اوزان، بحر اور قوافی ہوتے ہیں، اور قرآن میں ان کا پتہ نہیں، اور شاعروں کی باتیں اکثر بے اہل ہوتی ہیں، وہ جو مضامین باندھتے ہیں ان کے اکثر دہمی اور خیالی ہوتے ہیں، اور قرآن کریم حقائق ثابتہ اور یقینی باتیں پیش کرتا ہے، اس لئے یہ آزاد شاعری بھی نہیں ہو سکتی۔

اور دوسرا احتمال: اس لئے باطل ہے کہ کاہن: عرب میں وہ لوگ تھے، جو بھوت پریت اور جنوں پر یوں سے مناسبت رکھتے تھے، وہ ان کو کچھ غیب کی باتیں بتاتے تھے، وہ ان میں ننانوے جھوٹ ملا کر منہج کلام کے ذریعہ پیشین گوئی کرتے تھے، ان کے کلام میں بہت سے کلمات بھرتی کے ہوتے تھے، اور قرآن کی ہر بات کانٹے کے تول پوری ہے، اس میں بھرتی کا ایک لفظ بھی نہیں، اور آج تک اس کی کوئی بات جھوٹی ثابت نہیں ہوئی، پس قرآن کی کاہنوں کے کلام سے کیا مناسبت!

اور تیسرا احتمال: اس لئے باطل ہے کہ اگر قرآن کو نبی ﷺ نے گھڑ لیا ہے اور یہ ان کا خود ساختہ کلام ہے، اور اس کو اللہ کے نام لگایا ہے، تو اول ان کے دشمن اللہ ہوئے، وہ ان کو دائیں ہاتھ سے یعنی قوت سے پکڑتے، اور رگِ دل کاٹ دیتے، پنپنے نہ دیتے، اور تم میں سے کوئی ان کو بچانہ سکتا، مگر تم دیکھ رہے ہو کہ ان کا معاملہ دن بہ دن ترقی کر رہا ہے، پس یہ احتمال بھی باطل ہے۔

غرض: قرآن کریم ان کا گھڑا ہوا کلام نہیں، اللہ کا کلام ہے، جو متقیوں کی نصیحت کے لئے نازل کیا گیا ہے، اور اللہ جانتے ہیں کہ سب لوگ اس کو قبول نہیں کریں گے، کچھ لوگ اس کی تکذیب کریں گے اور اس سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے، وہ قیامت کے دن کفِ افسوس ملیں گے، پس کان کھول کر سن لو! یہ کتاب ایسی ہے جس پر یقین سے بڑھ کر یقین کیا جاسکتا ہے، اور لازم ہے کہ جس عظیم ہستی نے اس کو نازل کیا ہے اس کی تعریف کے گن گائے جائیں، وہ ہر عیب سے

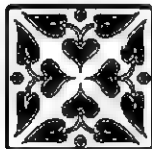
پاک ہیں: سبحان ربی العظیم! سبحان ربی العظیم! سبحان ربی العظیم!

آیاتِ پاک: — پس نہیں! — یعنی قیامت کا انکار مت کر — میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جن کو تم دیکھتے ہو، اور ان چیزوں کی جن کو تم نہیں دیکھتے — یعنی مرئی اور غیر مرئی چیزوں کے استزاج سے بھی چیزیں وجود میں آتی ہیں، جیسے قرآن کریم، قیامت بھی اسی طرح برپا ہوگی — یہ قرآن ایک معزز فرشتہ کالایا ہوا ہے — جو غیر مرئی ہے — اور وہ کسی شاعر کا کلام نہیں، تم بہت ہی کم ایمان لاتے ہو! اور نہ وہ کسی کاہن کا کلام ہے، تم بہت ہی کم سمجھتے ہو، وہ جہانوں کے پائتھار کا نازل کیا ہوا ہے، اور اگر یہ پیغمبر ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگاتا تو ہم اس کو داہنے ہاتھ سے پکڑتے — اور اللہ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں یعنی دونوں ہاتھوں میں یکساں قوت ہے، کوئی ہاتھ کمزور نہیں — پھر ہم اس کی رگِ دل کو کاٹ دیتے، پھر تم میں سے کوئی اس کو ہلاکت سے بچانے والا نہ ہوتا!

اور یہ قرآن بلاشبہ متقیوں کے لئے نصیحت ہے، اور ہمیں بالیقین معلوم ہے کہ تم میں سے بعضے تکذیب کرنے والے ہیں، اور یہ قرآن کافروں کے حق میں موجبِ حسرت ہے، اور یہ قرآن پکی یقینی بات ہے، پس اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی پاکی بیان کر! — اس میں تسبیح اور تقدیس دونوں ہیں، اور اسی کو نبی ﷺ نے رکوع میں تسبیح پڑھنے کے لئے مقرر فرمایا ہے۔

فائدہ: آیات ۴۳-۴۷ میں فرمایا ہے کہ اگر خدا نخواستہ رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے کوئی بات گھر کر اللہ کی طرف منسوب کر دیتے تو آپ کے ساتھ یہ معاملہ کیا جاتا، اس میں کوئی عام ضابطہ بیان نہیں کیا گیا کہ جو شخص بھی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے، ہمیشہ اس کو ہلاک ہی کر دیا جائے، یہی وجہ ہے کہ دنیا میں بہت سے لوگوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، ان پر کوئی ایسا عذاب نہیں آیا (معارف القرآن شفیعی ۸: ۵۳۸)

﴿اتوار ۷ اربزی قعدہ ۱۴۳۷ھ = ۲۱ اگست ۲۰۱۶ء﴾



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة المعارج

یہ سورت مکی دور کے آخر کی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۷۹ ہے، مکی سورتیں کل ۸۵ ہیں، پس یہ سورت ہجرت کے قریب نازل ہوئی ہے، اس کے آخر میں پیشین گوئی ہے کہ اگر قریش ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ دوسری قوم کو ان کی جگہ کھڑا کریں گے، اللہ کے لئے ایسا کرنا کچھ مشکل نہیں، چنانچہ مدینہ کے انصار نے قریش کی جگہ لے لی اور ان کی نصرت سے اسلام کا ستارہ چمکا!

اس سورت کا موضوع بھی آخرت ہے، گزشتہ سورت میں قیامت کے تحقق (یقینی وقوع) کے دلائل تھے، اور اس سورت میں آخرت میں کفار کی سزا کا بیان ہے، اور ابتدائی آیات کے شان نزول میں جو نصر بن الحارث کے مطالبہ کا ذکر کیا جاتا ہے وہ بر محل نہیں، اس کا مطالبہ سورة الانفال (آیت ۳۲) میں ہے:

﴿وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِن كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَابًا مِنَ السَّمَاءِ ۖ أَوْ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝﴾

ترجمہ: اور جب انھوں نے کہا: اے اللہ! اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے واقعی ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا، ہم پر کوئی اور دردناک عذاب واقع کر دے!

یہ مطالبہ صرف نصر کا نہیں تھا سبھی کفار کا تھا، پھر وہ مطالبہ دنیا کے عذاب کا تھا، اور اس سورت میں عذابِ آخرت کا ذکر ہے، پس یہ حقیقی شخص کا سوال نہیں، بلکہ تقدیری (مانے ہوئے) شخص کا سوال ہے۔

قیامت کے دن کی درازی: اس سورت میں قیامت کے دن کی درازی پچاس ہزار سال بیان کی گئی ہے، اگرچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تلمیذ مکرّمہ رحمہ اللہ نے اس کی ایک دوسری تفسیر کی ہے، ان کے نزدیک جب سے آسمان وزمین کی یہ دنیا وجود میں آئی ہے: جب اس کے پچاس ہزار سال پورے ہوں گے تو قیامت قائم ہوگی، مگر اس تفسیر کو پسند نہیں کیا گیا، آلوسی رحمہ اللہ نے روح المعانی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول سے اس کی تردید کی ہے، اس لئے جمہور کے نزدیک یہ قیامت کے دن کی درازی ہے۔

پھر سورة السجدة (آیات ۵۴) سے تعارض پیدا کیا جاتا ہے، اس میں ایک دن کی درازی ایک ہزار سال بیان کی ہے۔

ارشاد پاک ہے:

﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ مَا لَكُمْ مِّنْ دُونِهِ مَن وَّجْهٌ وَلَا شَفِيعٌ إِلَّا مَن تَذَكَّرُونَ ۚ يَكْبِتُ أَلْمُزِمَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْدُهُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مَقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۝﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور دونوں کی درمیانی چیزوں کو چھ دنوں میں، پھر وہ تخت شامی پر جلوہ افروز ہوئے تمہارے لئے اللہ سے ورے نہ کوئی کارساز ہے نہ کوئی سفارش کرنے والا، کیا پس تم سمجھتے نہیں! اللہ تعالیٰ معاملہ کا انتظام کرتے ہیں آسمان سے لے کر زمین تک، پھر وہ معاملہ ان کے حضور میں پہنچ جاتا ہے، ایک ایسے دن میں جس کی مقدار ہزار سال ہے تمہاری گنتی کے اعتبار سے۔

ان آیات میں آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کرنے کا ذکر ہے، ان دنوں کی مقدار کیا تھی؟ کیونکہ اس وقت نظام شمسی پیدا نہیں ہوا تھا، اس لئے معروف ایام مرا نہیں ہو سکتے۔

جواب: زمان و مکان مخلوق (موجود خارجی) ہیں، محض اعتباری نہیں، ہر اقبال رحمہ اللہ نے زمان و مکان پر پی، انج، ڈی کی ہے، اور اللہ تعالیٰ نہ زمانی ہیں نہ مکانی، شرح عقائد کے متن العقائد النسفیہ میں ہے: لا یتممکن فی مکان، ولا یجری علیہ زمان: نہ تو اللہ تعالیٰ کسی جگہ میں قرار پکڑے ہوئے ہیں، نہ ان پر زمانہ گزرتا ہے، پس اللہ کا یوم: مطلق وقت کے معنی میں ہوگا، اور دنیا کا یوم زمانہ کی مقدار کا نام ہوگا۔

اور زمانہ رب کی مثال ہے، اس کو دونوں سروں سے پکڑ کر کھینچیں تو لمبا ہو جائے گا، کتنا لمبا ہوگا؟ اس کا مدار کھینچنے کی مقدار پر ہوگا، پس وہ چھ دن کتنے لمبے تھے؟ اس کی وضاحت کسی جگہ نہیں آئی، البتہ اس دنیا کی تدبیر (نظم و انتظام) ایک ہزار سال میں چڑھتی ہے اور نیا انتظام نازل ہوتا ہے، یہ اللہ کے یہاں کا ایک دن ہے، اور قیامت کی درازی پچاس ہزار سال ہے: یہ بھی اللہ کے یہاں کا ایک دن ہے، اس کو زیادہ کھینچ دیا تو زیادہ لمبا ہو گیا!

فائدہ: پھر وقت گزرنے کے ساتھ زمانہ کا ریڑھ بنتا جاتا ہے، ہماری گزری ہوئی زندگی لمحہ بھر کی معلوم ہوتی ہے، اور جو باقی ہے وہ لمبی معلوم ہوتی ہے، کیونکہ مستقبل میں ریڑھ کھینچا ہوا ہے اور ماضی میں سٹنا ہوا۔

الروح سے کیا مراد ہے؟ قرآن کریم میں الروح کا استعمال تین معنی میں ہوا ہے: (۱) دو جگہ دین و شریعت کے معنی ہیں، سورۃ النحل آیت ۲ اور سورۃ الشوریٰ آیت ۳۲ میں ہے: ﴿رُوحًا مِّنْ أَمْرِكَ﴾ (۲) متعدد جگہ انسان کی روح مراد ہے ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ﴾ (۳) اور تین جگہ الروح سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں، اس سورت میں بھی جہور مفسرین نے جبرئیل علیہ السلام کو مراد لیا ہے لیکن اگر مکلف مخلوقات کی ارواح مراد لی جائیں تو اس میں بھی کچھ استبعاد نہیں۔

(۷۰) سُورَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ (۷۹)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ ۝ لِلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ ۝ مِّنَ اللَّهِ فِي
الْمَعَارِجِ ۝ تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ
أَلْفَ سَنَةٍ ۝ فَاَصْبُرْ صَبْرًا جَمِيلًا ۝ إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ۝ وَنَرَاهُ قَرِيبًا ۝

سَأَلَ	مَآگَ	فِي الْمَعَارِجِ (۳)	بِزِیووں والے	سَنَةِ	سَالِہے
سَائِلٌ	ایک مانگنے والے نے	تَعْرُجُ	چڑھتے ہیں	فَاصِبٌ	پس صبر کریں آپ
بِعَذَابٍ	عذاب	الْمَلَائِكَةُ	فرشتے	صَبْرًا جَمِيلًا	خوبصورت صبر کرنا
وَاقِعٍ (۱)	پڑنے والا	وَالرُّوحُ (۴)	اور روہیں	إِنَّهُمْ	بے شک وہ
لِلْكَافِرِينَ	منکروں پر	إِلَيْهِ	اس کی طرف	يَرَوْنَهُ	دیکھتے ہیں اس کو
لَيْسَ لَهُ	نہیں اس کو	فِي يَوْمٍ (۵)	ایک دن میں	بَعِيدًا	دور
دَافِعٌ	کوئی ہٹانے والا	كَانَ مِقْدَارُهُ (۶)	اس کی مقدار	وَنَرَاهُ	اور ہم دیکھتے ہیں اس کو
مِّنَ اللَّهِ (۲)	اللہ کی طرف سے	خَمْسِينَ أَلْفَ	پچاس ہزار	قَرِيبًا	نزدیک

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

کافروں کو دائمی عذاب قیامت کے دن ہوگا، اور قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہے

دنیا میں کافروں کا عذاب مصلحت کے تابع ہے، آج بھی سکتا ہے اور ٹل بھی سکتا ہے، مگر قیامت کے دن لامحالہ ان پر عذاب پڑے گا، جس کو کوئی ہٹا نہیں سکے گا، اور قیامت کا دن دنیا کے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، اس دن میں فیصلے ہونگے، پھر آسمان سے اترے ہوئے اور زمینی فرشتے اور مکلف مخلوقات (جن و انس) کی ارواح آخرت (ہرے کی دنیا) کی طرف چڑھیں گی، ان کے چڑھنے کے لئے اللہ نے سیڑھیاں بنا رکھی ہیں جن کی حقیقت ابھی نہیں جانی جاسکتی، جیسے

(۱) واقع: عذاب کی صفت ہے (۲) من اللہ: واقع سے متعلق ہے (۳) معارج: معراج کی جمع: سیڑھی، زینہ، چڑھنے کا ذریعہ (۴) الروح: اہم جنس ہے، قلیل و کثیر پر اس کا اطلاق ہوتا ہے (۵) لمی یوم: معراج سے متعلق ہے (۶) جملہ کان: یوم کی صفت ہے۔

آج کی لفٹ: پرانے زمانہ کی سیڑھی ہے، پھر یہ دنیا ختم کر دی جائے گی، کفار اس دن کو دور سمجھ رہے ہیں، حالانکہ کل ماہو آب فہو قریب، وہ دن آیا ہی چاہتا ہے۔

آیات پاک: — ایک سوال کرنے والے نے اس عذاب کے بارے میں سوال کیا جو منکرین پر واقع ہونے والا ہے، جس کو کوئی ہٹانے والا نہیں، سیڑھیوں والے اللہ کی طرف سے (واقع ہوگا) فرشتے اور روحیں اللہ کی طرف چڑھیں گی ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے، پس آپ صبر کریں خوبصورت صبر کرنا — جس میں دل گیری نہ ہو — وہ (کافر) اس دن کو دور سمجھتے ہیں اور ہم اس کو قریب دیکھتے ہیں!

يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْمُهْلِ ۖ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۖ وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيماً ۖ
يُبْصَرُونَهُمْ ۖ يَوْدُ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابٍ يَوْمِيذٍ بِبَنِيهِ ۖ وَصَاحِبَتُهُ
وَآخِيهِ ۖ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ۖ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۖ ثُمَّ يُنْجِيهِ ۖ
كَلَّا ۚ إِنَّهَا لَظَىٰ ۖ نَزَاعَةٌ لِلشَّوْءِ ۖ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ۖ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ۖ

يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْمُهْلِ ^(۱)	جس دن ہو جائے گا آسمان پگھلے ہوئے تانبے (تیل)	وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيماً ^(۲)	اور نہیں پوچھے گا جگری دوست جگری دوست کو	يَوْمِيذٍ بِبَنِيهِ صَاحِبَتُهُ وَآخِيهِ وَفَصِيلَتِهِ ^(۳) الَّتِي تُؤْوِيهِ ^(۴) وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا	اس دن کے اپنے بیٹوں سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بھائی سے اور اپنے کنبے سے جو اس کو ٹھکانہ دیتا ہے اور ان سب جو زمین میں ہیں سبھی سے
وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ^(۲)	اور ہو جائیں گے پہاڑ رنگین دھکی ہوئی اون	يَوْدُ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابٍ	تمنا کرے گا گنہگار کاش بدلہ دیتا وہ عذاب سے		

(۱) مہل کے تین ترجمے کئے گئے ہیں: (۱) پگھلی ہوئی دھات (جیسے سونا، چاندی، لوہا، تانبا) (۲) اونٹوں کو ملنے کا تار کول نما پتلا تیل (۳) تیل کی گاد (نیچے بیٹھا ہوا میل) (۴) عہن: رنگی ہوئی اون (۳) یبصر ونہم: مستقل جملہ ہے، یُبْصَرُونَ: فعل مع نائب فاعل (فاعل اللہ ہیں جو محذوف ہے) ہم: مفعول ثانی (۴) الٹی تووہ: موصول صلا ل کر فصیلہ کی صفت، فصیلہ: آدمی کا کنبہ جو قریبی رشتہ داروں پر مشتمل ہوتا ہے۔

شَعْرٌ يُخَيِّدُ ^(۱)	پھر وہ اس کو بچالے	نَزَاعَةً ^(۳)	کھینچ لینے والی ہے	أَذْبَرُ	پیٹھ پھیری
كَأَنَّ	ہرگز نہیں	لِلشَّوْءِ ^(۴)	کلیجے (سر کی کھال) کو	وَتَوَلَّى	اور روگردانی کی
إِنْفَا	بے شک وہ	تَدْعُوَا	بلائے گی وہ	وَجَمَعَ	اور اکٹھا کیا
لُظْ ^(۲)	شعلہ زن (پتی آگ)	مَنْ	اس کو جس نے	فَأَوْعَى ^(۵)	پس ہیئت کر رکھا

قیامت کے دن کے احوال

جس دن آسمان تیل کی گاد کی طرح ہو جائے گا — یعنی سیاہی مائل ہو جائے گا — اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے — پہاڑ مختلف رنگتوں کے ہیں، اس لئے جب وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو ان کی گرد دھنکی ہوئی رنگین اون کے گالوں کی طرح ہو جائے گی — اور کوئی جگری دوست دوسرے جگری دوست کو نہیں پوچھے گا — سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی — وہ ایک دوسرے کو دکھائے جائیں گے — یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ ملاقات نہ ہو، ملاقات ہوگی مگر کوئی کسی کا حال نہیں پوچھے گا۔

(اس دن) گنہگار تمنا کرے گا: کاش وہ بدلہ دیتا: اس دن کے عذاب سے: اپنے بیٹوں، اپنی بیوی، اپنے بھائی اور اپنے کنبے کے ذریعہ جس میں وہ رہتا ہے، اور سبھی اہل زمین کے ذریعہ، پھر وہ اس کو بچالے — ہرگز نہیں — یعنی کوئی نہیں بچا سکتا — بے شک وہ آگ شعلہ زن ہے، کھال کھینچ لینے والی ہے! — وہ اس شخص کو بلائے گی جس نے پیٹھ پھیری اور بے رحمی برتی اور مال جمع کیا اور اس کو ہیئت کر رکھا — اور اس میں جو اللہ کا حق ہے وہ نہیں دیا۔

لَا إِلَهَ إِلَّا نَسَاكَ خُلِقَ هَلُوعًا ۖ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۖ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۖ
إِلَّا الْمُصَلِّينَ ۖ الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ۖ وَالَّذِينَ فِيْ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ
مِّمَّا عَمِلُوا ۖ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۖ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بَيْعَ الْبَيْعِ ۖ وَالَّذِينَ هُمْ
مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُونَ ۖ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ۖ وَالَّذِينَ هُمْ
لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۖ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ

(۱) بیجہ: مستقل جملہ ہے اور فاعل ہو ضمیر من کی طرف لوثی ہے (۲) لظی: مُلْتَظِيَّة کے معنی میں ہیں: شعلہ زن، لَطِيبُ النَّارِ: آگ کا بھڑکنا (۳) نزاعہ: صیغہ مبالغہ: سخت کھینچنے والی (۴) شوی: شواۃ کی جمع: سر اور انگلیوں کی کھال، کلیجہ بھی اس کے معنی ہیں (۵) اوعی الشیء: کسی چیز کو برتن میں رکھنا ہیئت کر رکھنا۔

مَلُومِينَ ۚ فَمِنْ ابْنَعِي وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعُدُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ
وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَتِهِمْ قَائِمُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ
صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ۝

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ^(۱) إِذَا مَسَّهُ الْفُتْرُ جَزُوعًا ^(۲) وَإِذَا مَسَّهُ الْمُحْضَرُ مُنُوعًا	بے شک انسان پیدا کیا گیا ہے جی کا کچا (کم ہمت) جب اس کو پہنچتی ہے برائی (تو) گھبرا جاتا ہے اور جب اس کو پہنچتی ہے بھلائی (تو) بہت روکنے والا ہوتا ہے مگر نمازی مستثنیٰ ہیں ^(۳) جو کہ وہ اپنی نمازوں پر ہمیشہ رہنے والے ہیں اور جو ان کے مالوں میں مقررہ حق ہے	لِلنَّاسِ وَالْمَعْرُورِ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِغَيْرِ الدِّينِ وَالَّذِينَ هُمْ فِي عَذَابٍ رَّيْبِهِمْ مُشْفِقُونَ إِنَّ عَذَابَ رَّيْبِهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ	مانگنے والوں کا اور بے نصیب کا اور جو تصدیق کرتے ہیں قیامت کے دن کی اور جو کہ وہ عذاب سے اپنے رب کے ڈرنے والے ہیں بے شک عذاب ان کے رب کا بے خوف نہیں اور جو کہ وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیویوں سے	أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَأِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ فَمِنْ ابْنَعِي وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمْ الْعُدُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَتِهِمْ قَائِمُونَ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ	یا جن کے مالک ہیں ان کے دائیں ہاتھ پس بے شک وہ غلامت کئے ہوئے نہیں پس ابتنی اس کے سوا تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں اور جو کہ وہ اپنی امانتوں کی اور اپنے پیٹانوں کی رعایت کرنے والے ہیں اور جو کہ وہ اپنی گواہیوں پر قائم ہیں اور جو کہ وہ اپنی نمازوں کی
--	--	---	---	---	--

(۱) ہلوعاً: خُلِقَ کی ضمیر سے حال ہلوع (س) ہلوعاً: گھبرا جانا، بے صبر ہو جانا (۲) جزوعاً اور منوعاً: یکون محذوف کی خبر،
پھر جملہ إذا کی جزاء (۳) مصلین سے مؤمنین مراد ہیں، کیونکہ نماز مؤمن کی سب سے بڑی علامت ہے۔

يُحَافِظُونَ	حفاظت کرنے والے ہیں	أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ	یہی لوگ باغوں میں	مُكْرَمُونَ	عزت کئے ہوئے ہیں
--------------	---------------------	-------------------------	-------------------	-------------	------------------

اللہ نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھالا ہے

پھر اس کو اختیار ہے کہ خود کو نیچے گرائے یا اوپر اٹھائے

سورۃ اتین میں ہے اللہ نے انسان کو خوبصورت سانچے میں ڈھالا، پھر اللہ تعالیٰ اس کو پست سے پست تر کر دیتے ہیں، مگر جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے وہ بلند سے بلند تر ہو جاتے ہیں، یہی مضمون سورۃ الشمس میں ہے، اللہ نے نفس انسانی کو درست بنایا، اور اس کو اس کی بدکرداری اور نیکوکاری الہام کی، اب وہ نفس کو مزگی (ستھرا) بھی کر سکتا ہے اور گدلا بھی یعنی بلند بھی کر سکتا ہے اور پست بھی۔

یہاں بھی یہی مضمون ہے، انسان خود کو اپنے لیول سے گرائے گا تو کم ہمت ہو جائے گا، ذرا تکلیف پہنچے گی گھبرا جائے گا، اور خوش حال ہوگا تو بے توفیق ہو جائے گا، اللہ کے دیئے ہوئے مال میں جو غریبوں کا حق ہے وہ بھی نہیں دے گا، یہ کافر اور نام نہاد مسلمانوں کا حال ہے، اور جو خود کو اپنے لیول سے اونچا اٹھاتے ہیں، ان کی قیامت کے دن جنت میں پذیرائی ہوگی، اور یہ مؤمن بندے ہیں، جن کی خاص علامت نماز ہے، ان میں نو خوبیاں ہوتی ہیں: ۱- وہ پابندی سے نماز پڑھتے ہیں ۲- وہ مانگنے والوں کو بھی دیتے ہیں اور نہ مانگنے والوں کو بھی پہنچاتے ہیں ۳- وہ قیامت پر یقین رکھتے ہیں ۴- وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں ۵- وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ۶- وہ امانتوں کا خیال رکھتے ہیں ۷- وہ عہد و پیمان (وچن) کا پاس رکھتے ہیں ۸- وہ گواہیاں ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں ۹- وہ نمازوں کی نگہداشت رکھتے ہیں، اس میں کوئی خلل پیدا نہیں ہونے دیتے (ان خوبیوں کا ذکر اٹھارہویں پارے کے شروع میں بھی آیا ہے، تفصیل وہاں ہے ہدایت القرآن ۵: ۵۲۱)

آیات پاک: — یقیناً انسان کم ہمت پیدا کیا گیا ہے، جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا جاتا ہے، اور جب اس کو خوش حالی پہنچتی ہے تو بے توفیق ہو جاتا ہے — یعنی خرچ کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، یہ ان بندوں کا ذکر ہے جو خود کو نیچے گراتے ہیں، یہ بندے کفار تو ہیں ہی، نام کے مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے، کوئی بڑا نقصان ہو جاتا ہے تو ہارٹ فل ہو جاتے ہیں یا خودکشی کر لیتے ہیں، گویا اب اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر نہیں۔

سوال: کم ہمت تو اللہ نے پیدا کیا ہے، انسان نے خود کو کہاں گرایا ہے؟

جواب: بندوں کے اختیاری افعال کی دو جہتیں ہیں: کسب کی جہت اور خلق کی جہت، کبھی پہلی جہت کے لحاظ سے فعل کو بندوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے: ﴿مَّا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ﴾ اور تجھے جو کوئی برائی پہنچتی ہے تو وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے [النساء ۷۹] اور کبھی دوسری جہت سے بندوں کے فعل کو اللہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، یہاں ایسا ہی کیا گیا ہے، ورنہ وہ اپنی بے ایمانی سے کم ہمت ہوا ہے۔

مگر نمازی بندے — مستثنیٰ ہیں، اور نمازیوں سے مراد مؤمنین ہیں، ایماندار بندے با حوصلہ ہوتے ہیں، مگر کامل مؤمن: — (۱) جو پابندی سے نماز پڑھتے ہیں — یعنی ٹھاٹھ کے نمازی ہیں، آٹھ کے اور تین سو ساٹھ کے نمازی نہیں — (۲) اور جن کے مالوں میں سوالی اور غیر سوالی کا مقررہ حق ہے — یعنی زکات ادا کرتے ہیں — (۳) اور جو قیامت کے دن کی تصدیق کرتے ہیں — یعنی دل کی تھاہ سے قیامت کو مانتے ہیں — (۴) اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں — اس لئے حرام کاموں کا ارتکاب نہیں کرتے — بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں — (۵) اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، مگر اپنی بیویوں سے یا اپنی باندیوں سے، پس وہ ملامت کئے ہوئے نہیں، البتہ جو اس کے علاوہ چاہے وہی لوگ حد سے نکلنے والے ہیں — (۶) اور جو اپنی امانتوں اور اپنے پیانوں کا لحاظ کرنے والے ہیں — (۸) اور جو اپنی گواہیوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنے والے ہیں — (۹) اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں — یعنی نمازوں میں آداب و سنن کا لحاظ رکھتے ہیں — انہی کی جنت کے باغوں میں پذیرائی ہوگی!

فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قَبْلَكَ مُهْطِعِينَ ۖ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ ۖ
 أَيُطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِنْهُمْ أَنْ يُدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ ۖ كَلَّا إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِمَّا يَعْلَمُونَ ۖ
 فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ إِنَّا لَقَدِرُونَ ۖ عَلَىٰ أَنْ تُبَدِّلَ خَيْرًا مِنْهُمْ ۖ
 وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۖ فَذَرْنَهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي
 يُوعَدُونَ ۖ يَوْمَ يُخْرِجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَانَهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِصُونَ ۖ
 خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۖ

فَمَالِ	پس کیا ہوا	الَّذِينَ	ان کو جنہوں نے	كَفَرُوا	انکار کیا
---------	------------	-----------	----------------	----------	-----------

قَبْلَكَ	آپ کی طرف	أَقِيمْ	قسم کھاتا ہوں میں	الَّذِي	جس کا
مُهْطِعِينَ ^(۱)	دوڑنے والے ہیں	بِرَبِّ الْمَشْرِقِ	مشرقوں کے رب کی	يُوعِدُونَ	وہ وعدہ کئے جاتے ہیں
عَنِ الْيَمِينِ	دائیں سے	وَالْمَغْرِبِ	اور مغربوں کی	يَوْمَ	جس دن
وَعَنِ الشِّمَالِ	اور بائیں سے	إِنَّا	بے شک ہم	يَخْرُجُونَ	نکلے گا وہ
عِزِينَ ^(۲)	ثولیاں بنا کر	لَقَدْ وُتَّ	یقیناً قادر ہیں	مِنَ الْأَجْدَاثِ ^(۳)	قبروں سے
أَنْصَبُ	کیا امید رکھتا ہے	عَلَىٰ أَنْ	اس بات پر کہ	سِرَاعًا ^(۵)	تیزی کے ساتھ
كُلُّ أَمْرٍ	ہر انسان	يُبَدِّلَ	بدل دیں	كَأَنَّهُمْ	گویا وہ
فُنُومٌ	ان میں سے	خَيْرًا فَنُومٌ	ان سے بہتر کو	إِلَىٰ نُصْبٍ ^(۶)	پرستش گاہوں کی طرف
أَنْ يُدْخَلَ	کہ داخل کیا جائے گا وہ	وَمَا نَحْنُ	اور نہیں ہیں ہم	يُؤْفِقُونَ ^(۷)	دوڑے جارہے ہیں
جَنَّةٍ نَّعِيمٍ	نعت کے باغ میں	بِمَسْبُوقِينَ ^(۳)	ہارنے والے	خَاشِعَةً	جھکی ہوئی ہیں
كَلَّا	ہرگز نہیں	فَذَذَهُمْ	پس چھوڑیں ان کو	أَبْصَارُهُمْ	ان کی نگاہیں
إِنَّا	بے شک ہم نے	يَخْضَوْنَ	باتوں میں گھسے رہیں	تَرْهَقُهُمْ	چھائی ہوئی ہے ان پر
خَلَقْنَاهُمْ	ان کو پیدا کیا ہے	وَيَلْعَبُونَ	اور کھیلتے رہیں	ذِلَّةٌ	رسوائی
مِمَّا	اُس سے جس کو	حَتَّىٰ	یہاں تک کہ	ذَلِكَ الْيَوْمِ	یہ وہ دن ہے
يَعْلَمُونَ	وہ جانتے ہیں	يُلْقَوْنَ	ملاقات کریں وہ	الَّذِي كَانُوا	جس کا تھے وہ
فَلَا	پس نہیں	يَوْمَهُمْ	ان کے اس دن سے	يُوعَدُونَ	وعدہ کئے جاتے

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھو!

جب نبی ﷺ قرآن کی تلاوت فرماتے تو کفار ٹھٹھ کے ٹھٹھ جمع ہو جاتے، اور ٹھٹھا محول کرتے، سورة حم السجدة میں ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ﴾ اور منکرین نے کہا: اس قرآن کو مت سنو، اور اس میں غل مچا دیا کرو، تاکہ تم غالب رہو، دیکھو! پستی کا حد سے گزرنا، کفار نیچے گر کر کہاں پہنچ (۱) مُهْطِع: اسم فاعل، اُھْطَعَ فی سیرہ: تیز چلنا، دوڑنا (۲) عِزِينَ: عِزَّة کی جمع: ثول، لوگوں کی جماعت (۳) مَسْبُوق: سابق کی ضد، جیسے مخدوم: خادم کی ضد (۴) اَجْدَاث: جَدَث کی جمع: پرانی قبر (۵) سِرَاعًا: حال یخروجون کے فاعل کا (۶) نُصْب: مفرد: پوجا کا پتھر، پرستش گاہ، جمع اَنْصَاب (۷) اِيفَاض: تیز چلنا۔

گئے؟ اللہ کے کلام کا، اللہ کے عظیم رسول کا مذاق اڑانے لگے، کیا ان کو اس حرکت کی سزا نہیں ملے گی؟

﴿فَسَالِ الْذِّينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ مُهْطَعِينَ ۖ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ ۝﴾

ترجمہ: پس کافروں کو کیا ہوا کہ آپ کی طرف دوڑے آ رہے ہیں، دائیں اور بائیں سے غول کے غول!

یہ منہ اور مسور کی دال!

مشرکین آخری درجہ کی پستی میں گر چکے ہیں، مگر امیدوار ہیں کہ وہ جنت کے باغوں میں داخل کئے جائیں، سورۃ النحل (آیت ۶۲) میں ہے: ﴿وَتَصِفُ أَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ أَنَّ لَهُمُ الْحُسْنَىٰ﴾: ان کی زبانیں یہ جھوٹے دعوے کرتی ہیں کہ (آخرت کی) بھلائی انہی کے لئے ہے یعنی اگر ان کو لوٹ کر اللہ کی طرف جانا ہوا تو وہاں بھی ان کے لئے بہتری ہی بہتری ہوگی — اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ منہ اور مسور کی دال! تم جانتے ہو کہ ہم نے تم کو مٹی سے سات مراحل سے گذار کر انسان بنایا ہے، یعنی ان کے مادہ تخلیق میں کوئی خوبی نہیں، انسان اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری! خوبی انسان بننے کے بعد ایمان و عمل صالح سے پیدا ہوتی ہے، اور وہ ان میں ہے نہیں! پھر وہ کس منہ سے جنت کے دعویدار ہیں!

﴿إِطْعَمُوهُ كُلَّ امْرِيٍّ فَهُمْ أَن يُدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ ۖ كَلَّا إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِمَّا يَعْلَمُونَ ۝﴾

ترجمہ: کیا ان میں سے ہر ایک امیدوار ہے کہ وہ نعمتوں کے باغ میں داخل کیا جائے گا؟ ہرگز نہیں! ہم نے ان کو ایسی چیز سے پیدا کیا ہے جس کو وہ جانتے ہیں!

پیشین گوئی کہ قریش آگے نہ بڑھے تو کوئی بہتر قوم ان کی جگہ لے گی

یاد ہو گا یہ سورت مکی دور کے آخر کی ہے، اب پیشین گوئی فرماتے ہیں کہ قریش پر کچھ موقوف نہیں، وہ آگے نہیں بڑھتے تو دوسری قوم ان سے بہتر اسلام کا جھنڈا اٹھائے گی، اور یہ تبدیلی اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں، وہ ہر روز سورج کے نکلنے کا اور ڈوبنے کا نقطہ بدلتے ہیں، ان کے لئے قریش کی جگہ بہتر لوگوں کو لانا کیا مشکل ہے!

یہ پیشین گوئی مدینہ کے انصار کے حق میں پوری ہوئی، وہ آئے اور عقبہ میں بیعت کی، اور آپ کو اور مسلمانوں کو مدینہ آنے کی دعوت دی، اور ہر طرح مدد کا وعدہ کیا، اس طرح اسلام کا بول بالا ہوا۔

﴿فَلَا أَقِيمُ بَرِّ الشِّدْقِ وَالْمَغْرِبِ إِنَّا الْغَدُّونَ ۖ عَلَىٰ أَن تُبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۝﴾

ترجمہ: پس نہیں — قریش پر کچھ موقوف نہیں — میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے پروردگار کی!

بے شک ہم اس پر قادر ہیں کہ ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں، اور ہم عاجز نہیں!

قریش کو ان کے مشغلہ میں چھوڑیے، ان کو سزا قیامت کے دن ملے گی

آخری بات یہ ہے کہ قریش کو تھوڑے دنوں کی ڈھیل ہے، ان کو ان کی لغویات میں مشغول رہنے دیجئے، ان کو سزا قیامت کے دن ملے گی، جب وہ پرانی قبروں سے نکل کر میدانِ حشر کی طرف تیزی سے دوڑیں گے جیسے اب وہ پرستش گاہوں کی طرف عقیدت اور شوق سے دوڑتے ہیں، اس دن ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، اور ان پر رسوائی چھائی ہوئی ہوگی، یہی دن ان کی سزا کا ہے، اور اسی کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

﴿فَذَرْنَهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّى يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوْعَدُونَ ۝ يَوْمَ يُخْرِجُونَ مِنَ الْجَذَائِثِ سِرَاعًا كَانَهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِصُونَ ۝ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۝﴾

ترجمہ: پس آپ ان کو اسی شغل اور تفریح میں چھوڑیں، یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ پڑے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، جس دن وہ قبروں سے تیزی سے نکلیں گے گویا وہ پرستش گاہوں کی طرف دوڑے جارہے ہیں، ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، ان پر رسوائی چھائی ہوئی ہوگی، یہی ان کا وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔

﴿۱۹﴾ رذی قعدہ ۱۴۳۷ھ = ۲۳ اگست ۲۰۱۶ء ﴿﴾



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ النوح

یہ سورت بھی مکی دور کے آخر کی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۷۷ ہے، اور اس سورت کا موضوع توحید ہے، اس میں توحید کی دعوت، فوائد اور دلائل ہیں، اور آخر میں انکار و عناد پر عام تباہی کا ذکر ہے، نوح علیہ السلام نے دعا کی تھی: الہی! زمین پر کافروں میں سے ایک باشندہ بھی نہ چھوڑیے، یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ایسی بددعا کیوں کی، انبیاء تو رحمت ہوتے ہیں، سورۃ الانبیاء کے آخر میں ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ اور ہم نے آپؐ کو جہانوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے، اس آیت میں رحمت کا حصر کیا گیا ہے، ذات پاک ﷺ کا حصر نہیں کیا گیا، کیونکہ نبوت مطلقاً رحمت ہے، پھر نوح علیہ السلام نے ایسی بددعا کیوں کی؟

اس کا جواب: سورۃ یونس (آیت ۸۸) کی تفسیر میں دیا ہے کہ مقبولانِ بارگاہِ الہی وحی کے ذریعہ یا الہام سے یا قرآن سے: منہاً خداوندی کو پہچانتے ہیں، اور وہی کہتے ہیں جو استاذِ ازل (اللہ تعالیٰ) کہلانا چاہتا ہے، عام لوگوں کو ایسے مواقع میں الجھن کا سامنا ہوتا ہے، ان کے خیال میں دعا یا بددعا: مناسب یا نامناسب ہوتی ہے، مگر مقبولانِ بارگاہِ الہی کے یہاں معاملہ کچھ اور ہوتا ہے، حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرعونوں کے لئے بددعا، اور رحمتہ للعالمین ﷺ نے مسلسل سات سالہ قحط کے لئے جو بددعا فرمائی تھی (بخاری شریف، کتاب التفسیر، سورۃ دخان) وہ سب اسی شان کی دعائیں ہیں، اور اسی لئے دراجابت فوراً آتا ہوتا ہے — اور اس کی نظیر: قیامت کے دن شفاعتیں ہیں، مقبولانِ بارگاہِ الہی اللہ تعالیٰ کی مرضی جان کر ہی شفاعتیں کریں گے، آیت الکرسی میں ہے: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ وہ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے سفارش کر سکے؟ — اور اس کی مثال: بیمار دار جب بیمار کے کسی فاسد عضو سے مایوس ہو جاتا ہے تو ڈاکٹر سے درخواست کرتا ہے کہ وہ آپریشن کر کے اس فاسد عضو کو کاٹ دے، تاکہ باقی جسم فساد سے بچ جائے!



۲۸ آیات

(۷۱) سُورَةُ نُوحٍ مَكِّيَّةٌ (۷۱)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝
 قَالَ يَقَوْمِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ إِنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُوا أَوْيَعِزُّ لَكُمْ
 مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُخَذِّرُكُمْ إِلَىٰ آجَلٍ مُّسَمًّى إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ ۝
 لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

اور ڈھیل دیں گے تم کو	وَيُخَذِّرُكُمْ	اے میری قوم!	يَقَوْمِ	بے شک ہم نے بھیجا	إِنَّا أَرْسَلْنَا
ایک مدت تک	إِلَىٰ آجَلٍ	بیشک میں تمہارے لئے	إِنِّي لَكُمْ	نوح کو	نُوحًا
مقررہ	مُسَمًّى	کھول کر ڈرانے والا ہوں	نَذِيرٌ مُّبِينٌ	اس کی قوم کی طرف	إِلَىٰ قَوْمِهِ
بے شک مقررہ وقت	إِنَّ أَجَلَ	کہ بندگی کرو تم	إِنِ اعْبُدُوا	(ہم نے حکم دیا) کہ ڈرا	أَنْ أَنْذِرْ
اللہ کا	اللَّهُ	اللہ کی	اللَّهُ	اپنی قوم کو	قَوْمَكَ
جب آجاتا ہے	إِذَا جَاءَ	اور ڈرو اس سے	وَاتَّقُوهُ	اس سے پہلے	مِنْ قَبْلِ
ٹلایا نہیں جاتا	لَا يُؤَخَّرُ	اور کہنا تو میرا	وَأَطِيعُوا	کہ بچنا ان کو	أَنْ يَأْتِيَهُمْ
کاش ہوتے تم	لَوْ كُنْتُمْ	بہنشیں گے تمہارے لئے	يَعِزُّ لَكُمْ	دردناک عذاب	عَذَابٌ أَلِيمٌ
جانتے	تَعْلَمُونَ	تمہارے گناہوں سے	مِنْ ذُنُوبِكُمْ	کہا اس نے	قَالَ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

نوح علیہ السلام قوم کو توحید کی دعوت دینے کے لئے مبعوث کئے گئے

حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول اور انسانوں کے دوسرے دادا ہیں، اب سب انسان نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں، ان سے پہلے انبیاء مبعوث ہوتے تھے، نبی، مومنین کی طرف بھیجا جاتا ہے، اور رسول: کفار و مشرکین کی طرف، وہی اس کی امت دعوت ہوتے ہیں، پھر جو ایمان لاتے ہیں وہ اس کی امت اجابت ہوتے ہیں، نوح علیہ السلام کے زمانہ تک انسان

بہت زیادہ نہیں پھیلے تھے، مگر وہ شرک میں پکے ہو گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو توحید کی دعوت دینے کے لئے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، تاکہ وہ ان کو شرک کے بھیاںک انجام سے ڈرائیں، نوح علیہ السلام نے پہلے قوم کو اپنا شناختی کارڈ دکھایا، فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں، تمہیں شرک کے انجام سے صاف صاف ڈرانے کے لئے آیا ہوں، پھر فرمایا:

”مورتیوں کو چھوڑ دو، اور ایک اللہ کی عبادت کرو، اور اللہ کے احکام کی خلاف ورزی مت کرو، اور میں جو باتیں تم سے کہوں ان کو مانو، اللہ تعالیٰ اب تک کی تمہاری ساری کوتاہیاں معاف کریں گے، اور تمہیں موت تک مہلت دیں گے، عذاب میں نہیں پکڑیں گے، ہاں موت وقت پر ضرور آئے گی، اللہ کا مقررہ وقت جب آتا ہے ٹلنا نہیں، کیا اچھا ہو جو تم میری باتیں بوجھو!“

آیاتِ پاک کا ترجمہ: — ہم نے بالیقین نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو ڈرا، اس سے پہلے کہ ان کو دردناک عذاب پہنچے، اس نے کہا: ”اے میری قوم! میں تمہارے لئے صاف صاف ڈرانے والا ہوں، کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اور اس سے ڈرو، اور میرا کہنا مانو، وہ تمہارے کچھ گناہ (سابقہ گناہ) معاف کر دے گا، اور تمہیں مقررہ وقت (موت) تک ڈھیل دے گا، بے شک اللہ کا مقررہ وقت جب آتا ہے ٹلنا نہیں، کیا خوب ہو جو تم یہ باتیں جان لو“

قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ۖ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا ۖ
وَلَا بِيَّ كَلِمًا دَعَوْتُهُمْ لَتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ
وَأَصْرُوا ۖ وَاسْتَكْبَرُوا ۖ اسْتَكْبَارًا ۖ ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جَهَارًا ۖ ثُمَّ إِنِّي أَغْلَنْتُ
لَهُمْ ۖ وَاسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ۖ

قَالَ رَبِّ	کہا اس نے	لَا فِرَارًا	مگر بھاگنا	فِي آذَانِهِمْ	اپنے کانوں میں
لَيْلًا وَنَهَارًا	اے میرے پروردگار!	وَلَا بِيَّ	اور بے شک میں نے	وَاسْتَغْشَوْا	اور اوڑھ لئے انھوں نے
دَعَوْتُ قَوْمِي	بے شک میں نے بلایا	كَلِمًا	جب بھی	ثِيَابَهُمْ	اپنے کپڑے
لَتَغْفِرَ لَهُمْ	اپنی قوم کو	جَعَلُوا	بلایا ان کو	وَأَصْرُوا	اور اوڑھے رہے وہ
جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ	شب و روز	وَاسْتَكْبَرُوا	تاکہ بخشش آپ ان کو	وَاسْتَغْشَوْا	اور گھنٹہ کیا انھوں نے
وَاسْتَكْبَرُوا ۖ اسْتَكْبَارًا ۖ	پس نہیں بڑھایا ان کو	ثُمَّ إِنِّي	ٹھوس انھوں نے	ثِيَابَهُمْ	گھنٹہ کرنا بڑا
ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَتَغْفِرَ لَهُمْ	میرے بلانے نے	جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ	اپنی انگلیاں	ثُمَّ إِنِّي	پھر بے شک میں نے

دَعَوْنَهُمْ جہازاً	بلا یا ان کو برلا	ثُمَّ اِنِّي اَعْلَنْتُ لَهُمْ	پھر بے شک میں نے کھول کر کہا ان سے	وَاسْرَزْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا	اور چپکے سے کہا ان سے بالکل چھپ کر
------------------------	----------------------	-----------------------------------	---------------------------------------	----------------------------------	---------------------------------------

نوح علیہ السلام کی دعوت صدابہ صحر اثابت ہوئی

نوح علیہ السلام نے قوم پر ساڑھے نو سو سال تک محنت کی مگر نتیجہ صفر رہا، ارشاد فرماتے ہیں:

نوحؑ نے عرض کیا: اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو شب و روز بلایا، مگر میرے بلانے پر وہ اور زیادہ بھاگتے رہے، اور میں نے جب بھی ان کو بلایا کہ آپ ان کو بخشیں تو انھوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھوسیں — کیونکہ میری بات سننا ان کو گوارہ نہ تھا، چاہتے تھے کہ میری آواز ان کے کان میں نہ پڑے — اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے — تاکہ وہ مجھے نہ دیکھیں اور نہ میں ان کو دیکھوں — اور وہ اپنی بات (شرک) پر اڑے رہے، اور انھوں نے غایت درجہ گھمنڈ کیا پھر میں نے ان کو با آواز بلند بلایا، پھر میں نے ان کو علانیہ سمجھایا، اور ان کو بالکل خفیہ بھی سمجھایا — مگر سب لا حاصل رہا!

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝ وَمُمِدِّكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ۝ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ۝ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ۝ أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا ۝ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا ۝ وَاللَّهُ أَنْتَبِتُكُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ۝ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ بِسَاطًا ۝ لَتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝

فَقُلْتُ	پس میں نے کہا	يُرْسِلُ	چھوڑے گا	وَبَنِينَ	اور بیٹوں سے
اسْتَغْفِرُوا	گناہ بخشو اور تم	السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ	آسمان کو تم پر	وَيَجْعَلْ لَكُمْ	اور بنائے گا تمہارے لئے
رَبَّكُمْ	اپنے پروردگار سے	مِدْرَارًا ^(۱)	موسلا دھار	جَنَّتٍ	باغات
إِنَّهُ كَانَ	بے شک وہ ہے	وَمُمِدِّكُمْ	اور بڑھائے گا تم کو	وَيَجْعَلْ لَكُمْ	اور بنائے گا تمہارے لئے
غَفَّارًا	بڑا بخشنے والا	بِأَمْوَالٍ	مال سے	أَنْهَارًا	نہریں

(۱) مِدْرَار: صیغہ مبالغہ، دَرُّ الدَّرِّ (ن، ض) دَرُّ: دودھ کا کثرت سے ہونا، جاری ہونا، بہنا۔

مَا لَكُمْ لَا تَزُجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ^(۱) وَقَدْ خَلَقَكُمْ	تمہیں کیا ہوا نہیں امید رکھتے تم اللہ کے لئے عظمت کی حالانکہ پیدا کیا ہے اس	طِبَابًا وَجَعَلَ النَّفَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا وَاللَّهُ أَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ^(۳)	تہ بہ تہ اور بنایا چاند کو ان میں نور اور بنایا سورج کو چراغ اور اللہ نے اگایا تم کو زمین سے خاص انداز سے اگانا	ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ لَاخِرًا ^(۲) وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ بِطَا لِتَسْلَكُوا مِنْهَا سُبُلًا وَجَا	پھر لوٹائے گا وہ تم کو اس میں اور نکالے گا تم کو خاص انداز سے نکالنا اور اللہ نے بنایا تمہارے لئے زمین کو فرش تاکہ چلو تم اس کی راہوں میں کشادہ
--	---	--	---	--	---

نوح علیہ السلام نے قوم کو انفس و آفاق کے دلائل سے توحید اور اللہ کی عظمت سمجھائی

جو گناہوں سے توبہ کرے وہ نہال اور مالا مال ہو جائے گا: پس میں نے — نوح علیہ السلام نے —
کہا: تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشو! — یعنی شرک سے توبہ کرو — بے شک وہ بڑے بخشنے والے ہیں، وہ بکثرت تم
پر بارش برسا کریں گے، اور تمہیں مال اور اولاد میں ترقی دیں گے، اور تمہارے لئے باغات لگائیں گے، اور تمہارے لئے
نہریں بہائیں گے!

انفس و آفاق میں غور کرو اللہ کی عظمت سمجھ میں آئے گی: — (نوح علیہ السلام نے کہا:) تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ
کی عظمت کے معقد نہیں ہوتے، حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح سے پیدا کیا — مٹی سے غذا نکالی، غذا سے خون بنایا،
خون سے مادہ بنایا، مادہ رحم مادر میں پہنچا تو خون بستہ (کیلی جیسا) بنا، پھر وہ گوشت کی بوٹی بن گیا، پھر اس میں ہڈیاں
ابھریں، پھر ان پر گوشت چڑھا، پھر اشرف المخلوقات انسان وجود میں آیا، فَتَبَرَّكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخُلُقَيْنِ! — کیا
تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے ہیں، اور ان میں چاند کو نور بنایا، اور سورج کو چراغ

(۱) وقار: مصدر، وقو (ک) باوقار ہونا، یہاں عظمت کے معنی ہیں (۲) أطوار: طور کی جمع مختلف حالتیں (۳) نباتا اور
إخراجا بمفعول مطلق بیان نوع کے لئے ہیں (۴) فجج: فجج کی جمع: کشادہ۔

بنایا، اور اللہ نے تم کو زمین سے خاص طور پر اگایا۔ جس کی تفصیل ابھی گزری — پھر وہ (موت کے بعد) تم کو اس میں لوٹائے گا، پھر وہ تمہیں (قیامت کے دن) خاص طور سے نکالے گا۔ اجسام زمین سے گھاس کی طرح اگیں گے، پھر ارواح عالم ہزرخ سے ریوں آئیں گی، اور اپنی اپنی باڈیوں میں داخل ہونگی تو نئی زندگی شروع ہوگی — اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا، تاکہ تم اس کے کشادہ راستوں میں چلو! — مکہ میں پہاڑ ہی پہاڑ ہیں، مگر درمیان میں کشادہ راہیں بھی ہیں جن کی وجہ سے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنا آسان ہو گیا ہے، اگر یہ راہیں نہ ہوتیں تو انسان ایک جگہ گھر کر رہ جاتا!

قَالَ نُوحٌ رَبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْني وَاتَّبَعُوا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالَهُ وَوَلَدَكَ إِلَّا خَسَارًا ۝ وَمَكْرُوزًا مَكْرًا كُبَّارًا ۝ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۝ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۝ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ۝

قَالَ نُوحٌ	نوحؑ نے کہا	إِلَّا خَسَارًا	مگر گھٹا	وَلَا سُوَاعًا	اور نہ سواع کو
رَبِّ	اے رب!	وَمَكْرُوزًا	اور داؤ پر وہ	وَلَا يَغُوثَ	اور نہ یغوث کو
إِنَّهُمْ	بے شک انھوں نے	مَكْرًا	داؤ	وَيَعُوقَ	اور یعوق کو
عَصَوْني	میری نافرمانی کی	كُبَّارًا ^(۲)	بڑے	وَنَسْرًا	اور نسر کو
وَاتَّبَعُوا	اور پیروی کی انھوں نے	وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے	وَقَدْ أَضَلُّوا	اور بالتحقیق گمراہ کیا انھوں نے
مَنْ ^(۱)	اس کی جس کو	لَا تَذَرُنَّ	ہرگز مت چھوڑو	كَثِيرًا	بہت سوں کو
لَّمْ يَزِدْهُ	نہیں بڑھایا اس کو	آلِهَتَكُمْ	اپنے معبودوں کو	وَلَا تَزِدِ	اور نہ بڑھائیں آپ
مَالَهُ	اس کے مال نے	وَلَا تَذَرُنَّ	اور ہرگز مت چھوڑو	الظَّالِمِينَ	ظالموں کی
وَوَلَدَكَ	اور اس کی اولاد نے	وَدًّا	وَد کو	إِلَّا ضَلَالًا	مگر گمراہی

قوم نے نوح علیہ السلام کی بات نہیں مانی، اپنے سرداروں کی بات مانی

نوحؑ نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! ان لوگوں نے میرا کہنا نہیں مانا، اور ایسے لوگوں کا کہنا مانا جن کے مال اور (۱) مَن: موصولہ، صلہ سے مل کر اتبعوا کا مفعول بہ (۲) کُتِبَ: صیغہ مبالغہ، اس میں کُتِبَ سے معنی کی زیادتی ہے، اور کُتِبَ میں کبیر سے معنی کی زیادتی ہے۔

اَغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ؕ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝

وَمَا خَلَقْتَهُمْ	ان کی غلطیوں کی وجہ سے	عَلَىٰ اِلٰذْنِ	زمین پر	اَغْفِرْ لِيْ	بخشیں مجھے
اُعِدُّوْا	وہ ڈبائے گئے	مِّنَ الْكَافِرِيْنَ	کافروں کا	وَلِوَالِدَيَّ	اور میرے ماں باپ کو
فَاَدْخِلُوْا	پس داخل کئے گئے	ذِيَّارًا ^(۲)	کوئی بسنے والا گھر	وَلِمَنْ	اور اس کو جو
تَاْرًا	آگ میں	اِنَّكَ اِنْ	بے شک آپ اگر	دَخَلَ	آیا
فَلَمْ يَجِدْ وَا	پس نہیں پایا انھوں نے	تَذَرَهُمْ	چھوڑیں گے ان کو	بَيْتِيْ	میرے گھر میں
لَهُمْ	اپنے لئے	يُخْذِلُوْا	گمراہ کریں گے وہ	مُؤْمِنًا	مؤمن ہو کر
مِّنْ ذُوْنِ اللّٰهِ	اللہ سے ورے	عِبَادًا ذٰلِكَ	آپ کے بندوں کو	وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ	اور مؤمن مردوں کو
اَنْصَارًا	کوئی مددگار	وَلَا يَلِدْ وَا	اور نہیں جنمیں گے وہ	وَالْمُؤْمِنَاتِ	اور مؤمن عورتوں کو
وَقَالَ نُوحٌ	اور دعا کی نوح نے	اِلَّا فَاِجْرًا	مگر بدکار	وَلَا تَزِدِ	اور نہ بڑھائیں آپ
رَبِّیْ	اے میرے رب!	كَفَّارًا	حق کے منکر کو	الظَّالِمِيْنَ	ظالموں کی
لَا تَزِدْ	نہ چھوڑیں آپ	رَبِّیْ	اے میرے رب	اِلَّا تَبَارًا ^(۳)	مگر تباہی!

نوح علیہ السلام کی قوم اپنی غلطیوں کی وجہ سے غرقاب ہوئی، بددعا مرز تھا

ارشاد فرماتے ہیں: اپنے ان ہی گناہوں کے سبب وہ غرقاب کئے گئے، پھر وہ دوزخ میں داخل کئے گئے — یعنی دنیا کی سزا پر اکتفا نہیں کیا گیا — اور اللہ کے سوال ان کو کوئی مددگار میسر نہیں آیا — آگے نوح علیہ السلام کی بددعا آرہی ہے، اس آیت کی تقدیم میں اشارہ ہے کہ ان کی ہلاکت کا اصل سبب ان کی نافرمانی تھی۔

اور نوحؑ نے دعا کی: اے میرے رب! کافروں میں سے زمین پر ایک بھی باشندہ نہ چھوڑیں، اگر آپ ان کو چھوڑیں گے تو وہ آپ کے بندوں کو (ان مؤمنین کو جو نجات پائیں گے) گمراہ کریں گے، اور ان کی کافروں جڑی اولاد پیدا ہوگی! — اے میرے پروردگار! مجھے، میرے ماں باپ کو، اور جو مؤمن ہونے کی حالت میں میرے گھر میں آئے اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دیں، اور ان ظالموں کی ہلاکت ہی بڑھائیں!

(۱) کما: میں ما زائد ہے، اور من اجلہ ہے (۲) ذیار: بسنے والا، رہنے والا، دُور سے جس کے معنی ہیں: گھومنا (۳) تبار: مصدر: ہلاکت، ہلاک کرنا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۃ الجن

اس سورت کا موضوع بھی توحید ہے، یہ سورت مکی دور کے وسط کی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۴۰ ہے، گذشتہ سورت میں انسان (نوح علیہ السلام) نے انسانوں کو توحید کی دعوت دی تھی، اس سورت میں جنات نے جنات کو توحید کی دعوت دی ہے، اور دوسرے رکوع میں بھی نفی شرک اور توحید سے متعلق مختلف مضامین ہیں۔

زمین میں تین مخلوقات ایک ساتھ بسی ہوئی ہیں: زمین میں بے شمار مخلوقات ہیں: ﴿وَمَا يَعْلَمُ جُحُودَ رَبِّكَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ﴾ اور آپ کے رب کے لشکروں کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا! مگر ان میں خاص مخلوقات تین ہیں: زمینی فرشتے (ملائکہ)، جنات اور انسان، اور تینوں میں لطافت و کثافت کا پارٹیشن ہے، لطیف مخلوق کو کثیف مخلوق نظر آتی ہے، اور کثیف کو لطیف نظر نہیں آتی، ان میں سے فرشتے مکلف نہیں، جیسے اور مخلوقات (حیوانات) مکلف نہیں، فرشتوں کی فطرت میں دیگر مخلوقات کی طرح سلامتی ہے، وہ ہر وقت اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں: ﴿وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِ﴾ کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو!

اور جنات اور انسان مکلف مخلوق ہیں، ان کی فطرت میں خیر و شر دونوں ہیں، وہ اپنے اختیار سے ایک پہلو اختیار کر سکتے ہیں، اور پہلے زمین پر فرشتے پیدا کئے گئے، پھر جنات، پھر انسان، یہ آخری دونوں ہدایت کے محتاج ہیں، پہلے جنات میں بھی رسالت کا سلسلہ ہوگا، مگر جب سے انسان پیدا ہوا ہدایت و رسالت میں جنات انسانوں کے تابع کئے گئے، اب وہ انسان رسول کی امت ہیں، اور ان میں بھی وہ تمام فرقے ہیں جو انسانوں میں ہیں، ان میں یہود و نصاریٰ، ہندو اور مسلمان سب ہیں۔

سورہ جن میں جنات کی رپورٹ نازل کی گئی ہے: جنات پہلے آسمان کے قریب جاتے تھے، فرشتوں کی باتیں سنتے تھے اور کائناتوں کے کانوں میں ڈالتے تھے، پھر جب قرآن کا نزول شروع ہوا تو ان پر پابندی لگ گئی، اب وہ آسمان کے قریب نہیں جاسکتے، جاتے ہیں تو میزائل دانے جاتے ہیں، شہاب ثاقب سے ان کی خبر لی جاتی ہے، اس صورت حال نے شیاطین کے لئے لمحہ فکریہ پیدا کیا، انھوں نے عالمی کانفرنس بلائی، اس میں غور و فکر کے بعد طے پایا کہ ضرور زمین میں کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہے جس کی وجہ سے یہ پابندی لگی ہے، چنانچہ نئی بات جاننے کے لئے کمیشن بنائے گئے جو زمین کا دورہ کریں گے، اور ان کو ڈویژن تقسیم کر کے دیئے گئے، ان میں ایک وفد نصیبین کے جنات کا تھا، ان کو تہامہ کا جائزہ لینے کی

ذمہ داری سپرد کی گئی۔

ہجرت سے پہلے نبی ﷺ عکاظ میلے میں لوگوں کو دین کی دعوت دینے کے لئے تشریف لے جا رہے تھے، رات میں نخلہ مقام میں قیام فرمایا، وہاں آپ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، اور زور سے قرآن پڑھ رہے تھے اچانک وہاں سے جنات کا وفد گذرا، جب قرآن کی آواز ان کے کان میں پڑی تو وہ یکدم رک گئے، اور غور سے سننے لگے، قرآن سن کر وہ سمجھ گئے کہ یہی وہ کلام ہے جس کی وجہ سے ان پر پابندی لگی ہے، وہ قرآن پر ایمان لے آئے، اور نبی ﷺ سے ملاقات کئے بغیر قوم کی طرف لوٹ گئے، اور اپنی مفصل رپورٹ پیش کی، جو سورۃ الجن میں نازل کی گئی، اور جنات کی آمد کی اور ایمان قبول کرنے کی اطلاع آپ کو سورۃ الاحقاف آیات (۲۹-۳۲) کے ذریعہ دی گئی۔

اور یہ مضمون بخاری شریف کی حدیث (نمبر ۷۳۷۷) میں آیا ہے، جو درج ذیل ہے:

حدیث: رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ بازار عکاظ کی طرف جانے کی نیت سے چلے اور انحالیکہ شیاطین کے درمیان اور آسمان کی خبروں کے درمیان روک لگا دی گئی تھی یعنی اس واقعہ سے پہلے جنات کو آسمان پر جانے سے روک دیا گیا تھا، اور ان پر انگارے برسائے جاتے تھے (میزائل داغے جاتے تھے) پس شیاطین اپنی قوم کی طرف لوٹے، پس قوم نے پوچھا: کیا بات ہے؟ یعنی خبریں کیوں نہیں لائے؟ انھوں نے کہا: ہمارے درمیان اور آسمان کی خبروں کے درمیان پیہرہ بٹھا دیا گیا ہے اور ہم پر آگ کے گولے داغے جاتے ہیں، انھوں نے کہا: تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان جو رکاوٹ پیدا ہوئی ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہے، لہذا تم مشرق و مغرب کا دورہ کرو پس دیکھو وہ کیا نئی بات ہے جو تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہوئی ہے؟ پس پھر وہ لوگ جو تمہارے کی طرف متوجہ ہوئے تھے، نبی ﷺ کی طرف، درانحالیکہ آپ مقام نخلہ میں تھے، اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ بازار عکاظ جانے کا ارادہ رکھتے تھے، اور آپ وہاں صحابہ کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، پس جب ان جنات نے قرآن سنا تو وہ بغور سننے لگے، پس انھوں نے کہا: قسم بخدا! یہی وہ کلام ہے جو ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہوا ہے، پس وہی جگہ ہے جب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹے، کہا انھوں نے: اے ہماری قوم! بے شک ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو نیک راستے کی راہنمائی کرتا ہے، پس ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیات اتاریں ﴿فَلْيُؤْجِبْ إِلَيْنَا﴾ (سورۃ الجن) اور آپ کی طرف جنات کی بات ہی وحی کی گئی یعنی جنات نے اپنی قوم میں جو رپورٹ پیش کی تھی وہ سورۃ الجن میں نازل کی گئی، اس وقت وہ جنات آپ سے نہیں ملے تھے، سورۃ احقاف (آیت ۲۹) میں ان جنات کی آمد کی اطلاع دی گئی۔

(۷۲) سُورَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ (۴۰)

بَابُهَا ۲۸

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قُلْ أُوْحِي إِلَىٰ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۖ يَهْدِي
إِلَى الرُّشْدِ فَأَمَّا بِهِ وَلَنْ تُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ۖ وَآتَهُ تَعْلَىٰ جَدُّ رَبِّنَا
مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا ۖ وَآتَهُ كَانَ يَقُولُ سَفِيهُنَا عَلَى اللَّهِ شَطَطًا ۖ
وَأَنَّا ظَنَنَّا أَن لَّنْ تَقُولَ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ وَآتَهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ
الْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا ۖ وَأَنَّهُمْ ظَنُّوا كَمَا ظَنَنْتُمْ أَن
لَّنْ يَبْعَثَ اللَّهُ أَحَدًا ۖ وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلْتَأَةً فَخَشَا شَيْدًا وَشُهَبًا ۖ
وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۖ فَمِنَ يَسْمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شُهَابًا
رَّصَدًا ۖ وَأَنَّا لَا نَدْرِي أَشَرٌّ أُرِيدَ بِمَن فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۖ
وَأَنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِمَّا دُونَ ذَلِكَ كُنَّا طَرَائِقَ قَدَرًا ۖ وَأَنَّا ظَنَنَّا أَن لَّنْ
نُعْجِزَ اللَّهَ فِي الْأَرْضِ وَلَنْ نُّعْجزَهُ هَرَبًا ۖ وَآتَا لَنَا سَمْعَنَا الْهُدَىٰ أَمَّا بِهِ ۖ فَمَنْ
يُؤْمِنُ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا ۖ وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِمَّا الْقَاسِطُونَ
فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۖ وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۖ
وَأَن لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَهُمْ مَّاءً غَدَقًا ۖ لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۖ وَمَنْ
يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۖ وَأَنَّا الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ
اللَّهِ أَحَدًا ۖ وَآتَهُ لَنَا قَامَر عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۖ

ع

میری طرف

إِلَىٰ

وہی کی گئی

اُوْحی

آپ کہیں

قُلْ

اِنَّهٗ (۱)	شان یہ ہے کہ	وَ اَنۡتَکَ	اور شان یہ ہے کہ	اِلَیۡنَاۤ اِلَیۡحٰیۡنٍ	اِس وجہ
اَسَمِعَ	غور سے سنی بات	تَعٰلٰی	برتر ہے	عَلٰی اللّٰہ	اللہ پر
نَفَرَ	ایک جماعت نے	جَدَّ (۳)	نصیبہ	کَذِبًا	جھوٹی بات
مِّنَ الۡحٰیۡحِیۡنِ	جنات کی	رَبِّیۡنَا	ہمارے رب کا	وَ اَنۡتَکَ	اور شان یہ ہے کہ
فَقَالُوۡا	پس کہا انھوں نے	مَا اِتَّخَذَ	نہیں بنائی اس نے	کَانَ رِجَالًا	کچھ مرد تھے
اِنَّا سَیِّعُنَا (۲)	بے شک ہم نے سنا	صَاحِبَہٗ	کوئی بیوی	مِّنۡ اِلَیۡنَا	انسانوں میں سے
قُرَآنًا	پڑھنا	وَلَا وَلَدًا	اور نہ کوئی اولاد	یَعُوۡذُوۡنَ	پناہ لیتے تھے
عَجَبًا	عجیب	وَ اَنۡتَکَ	اور شان یہ ہے کہ	یَرِیۡجَالٍ	کچھ مردوں کی
یَهۡدِیۡ	راہ دکھاتا ہے	کَانَ یَقُوۡلُ	کہا کرتا تھا	مِّنَ النِّجۡنِ	جنات میں سے
اِلَیۡ الرِّشۡدِ	بھلائی کی	سَیِّفُہُنَا	ہمارے بے وقوف	قُرَآدُ وَّہُمُ	پس بڑھائی انھوں نے انکی
فَاَمَّا نَا	پس ایمان لائے ہم	عَلٰی اللّٰہ	اللہ پر	رَہَقًا (۵)	بددماغی
یَہ	اس پر	شَطَطًا (۴)	بڑھی ہوئی بات	وَ اَنۡتَہُمۡ ظَنُّوۡا	اور یہ کہ گمان کیا انھوں نے
وَلٰنۡ نُّشۡرِکَ	اور ہرگز شریک نہیں	وَ اَنَّا	اور یہ کہ ہم نے	کَمَا ظَنَنۡتُمْ	جیسا گمان کیا تم نے
	کریں گے ہم	ظَنۡنَا	خیال کیا	اَنَّ لَیۡنَ یَّتِیۡعَکَ	کہ ہرگز نہیں بھیجیں گے
یَرِیۡبِنَا	ہمارے رب کے ساتھ	اَنَّ لَیۡنَ	کہ ہرگز نہیں	اللّٰہُ اَحَدًا	اللہ کسی کو
اَحَدًا	کسی کو	تَقُوۡلَی	کہیں گے	وَ اَنَّا لَمَسۡنَا	اور یہ کہ ہم نے ٹٹول لیا

(۱) اس ان پر آگے جو پندرہ جگہ ان آرہا ہے: معطوف ہے، پھر سب اوحی کا نائب فاعل (مفعول بہ) ہیں، جنات کی یہ پوری رپورٹ جو سولہ دفعات پر مشتمل ہے: وحی کی گئی ہے۔ قاعدہ: (ن) (بالکسر) اور (ان) (بالفتح) دونوں حروف مشبہ بالفعل ہیں، دونوں مضمون جملہ کی تاکید کے لئے ہیں، (ن) جملہ کے شروع میں آتا ہے اور (ان درمیان میں، جیسے (ن) اللہ علیم: بے شک اللہ جاننے والے ہیں اور علمتُ اُنک عالم: بے شک مجھے معلوم ہے کہ آپ جانتے ہیں، اور دونوں کا اسم منصوب اور خبر مرفوع ہوتی ہے، اور دونوں کا اسم کبھی ضمیر ہوتی ہے، پھر ضمیر کبھی خالی ہوتی ہے، اس کا مرجع نہیں ہوتا، وہ ضمیر شان کہلاتی ہے، اور کبھی ضمیر بھری ہوتی ہے، اس کا مرجع ہوتا ہے، جنات کی رپورٹ میں پانچ جگہ ضمیر شان ہے، اس کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔

(۲) یہ (ن): قال کے ماتحت ہے (۳) جَدَّ: شان، نصیبہ، عظمت (۴) شَطَطُ: مصدر، شَطَطًا: حد سے تجاوز کرنا۔ (۵) رَہَقًا: مصدر: زیادتی، بددماغی رَہِقَ (س) رَہَقًا: ظلم و زیادتی کرنا، گناہوں میں مبتلا ہونا، بددماغی: حاصل مصدر ہے۔

الْأَسْمَاءُ	آسمان کو	وَأَنَا مِمَّا	اور یہ کہ ہم میں سے بعض	وَلَا رَهَقًا	اور نہ کسی زبردستی سے
فَوَجَدْنَاهَا	پس پایا ہم نے اس کو	الضَّالُّونَ	نیک ہیں	وَأَنَا مِمَّا	اور یہ کہ ہم میں سے بعض
مِلَّتْ	بھرا گیا ہے	وَمِمَّا	اور ہم میں سے بعض	الْمُسْلِمُونَ	فرمان بردار ہیں
حَرَسًا شَدِيدًا	سخت چوکیداروں سے	ذُوتَ ذَلِكَ	اس سے ورے ہیں	وَمِمَّا	اور ہم میں سے بعض
وَشُجْبًا	اور انگاروں سے	كُنَّا حَرَآئِقَ	تھے ہم راہیں	الْقَاسِطُونَ	نا انصاف ہیں
وَأَنَا كُنَّا	اور یہ کہ تھے ہم	قَدَدًا ^(۱)	پھٹی ہوئی	فَمَنْ أَسْكَمَ	پس جو فرمان بردار ہوا
نَقَعْدُ	بیٹھتے تھے	وَأَنَا خَلَلْنَا	اور یہ کہ خیال کیا ہم نے	فَأُولَٰئِكَ	پس انھوں نے
مِنْهَا	آسمان سے	أَنْ لَّنْ	کہ ہرگز نہیں	تَحَرَّوْا	سوچ لی
مَقَاعِدَ	نشست گاہوں میں	نُجْجِرَ اللَّهُ	عاجز کر سکتے ہم اللہ کو	رَشَدًا	بھلائی
لِللَّسَعِ	سننے کے لئے	فِي الْأَرْضِ	زمین میں	وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ	اور رہے نا انصاف
فَمَنْ يَسْمِعِ	پس جو سنتا ہے	وَلَنْ نُجْجِرَهُ	اور ہرگز نہیں عاجز کر	فَكَانُوا لِلْجَهَنَّمَ	پس وہ جہنم کا
الْآنَ	اب	سَكْتِ اس كُو	سکتے اس کو	حَطَبًا	ایندھن ہیں
يَجِدْ لَهُ	پاتا ہے اپنے لئے	هَرَبًا	بھاگ کر	وَأَنْ لَّيْ	اور یہ کہ اگر
شَهَابًا نَصْدًا	انگارا گھاٹ میں لگا ہوا	وَأَنَا لَنَا	اور یہ کہ جب	اسْتَقَامُوا	سیدھے رہتے وہ
وَأَنَا لَا نَذِيرُ	اور ہم نہیں جانتے کہ	سَمِعْنَا	سنی ہم نے	عَلَى الظَّرِيقَةِ	راستے پر
أَشْرُ	آیا برائی	الْهُدَى	ہدایت (راہ نمائی)	لَا سَفِيَةَ لَهُمْ ^(۲)	تو ضرور پلاتے ہم ان کو
أُرِيدَ	چاہی گئی ہے	أَمَّا يَبِ	ایمان لائے ہم اس پر	مَنْ عَدَقَا	کثیر پانی
يَمْنٌ فِي الْأَرْضِ	ان کے ساتھ جو زمین	فَمَنْ يَذُوقِ	پس جو ایمان لایا	لِنَفْسِهِمْ	تا کہ جانچیں ہم ان کو
میں ہیں		بِرَبِّهِ	اپنے رب پر	فِيهِ	اس (پانی) میں
أَمْرًا أَرَادَ بِهِمْ	یا چاہی ہے ان کے ساتھ	فَلَا يَخَافُ	پس نہیں ڈرتا وہ	وَمَنْ يُعْرِضْ	اور جو روگردانی کرے گا
رَبَّهُمْ رَشَدًا	ان کے رب نے بھلائی	بَنَسًا	کسی کمی سے	عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ	اپنے رب کے ذکر سے

(۱) قَدَدٌ: جمع مختلف الحیال لوگوں کی جماعت۔

(۲) عَدَقًا: مصدر باب سمع: کثیر پانی، غَدِيقُ المطر: خوب بارش ہونا۔

يَسْأَلُكَ عَذَابًا صَعَدًا ^(۱) وَآَنَ الْمَسْجِدِ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا	چلائیں گے وہ اس کو سخت عذاب میں اور یہ کہ عبادت گاہیں اللہ کے لئے ہیں پس مت پکارو	مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا وَآَنَكَ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ	اللہ کے ساتھ کسی کو اور شان یہ ہے کہ جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ	يَدْعُوْهُ كَادُّنَا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لَبَدًا	پکارتا ہے وہ اس کو قریب ہیں وہ ہو جائیں اس پر ٹھٹھ (جھم گٹا)
---	---	---	---	--	--

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

جنات کی سولہ دفعات پر مشتمل تحقیقاتی رپورٹ

جنات نے اپنی اتھارٹی کو یہ تحقیقاتی رپورٹ سولہ دفعات پر مشتمل پیش کی ہے، آج بھی کمیشن اسی طرح دفعہ دار رپورٹ لکھتے ہیں، ذیل میں ان کو دفعہ دار لکھا ہے، تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

﴿قُلْ اَوْحٰى اِلٰى﴾

ترجمہ: آپ (لوگوں سے) کہیں: میری طرف وحی کی گئی:

﴿اِنَّهُ اسْمِعَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ يَهْدِيْٓ اِلَآءِ الرُّشْدِ فَامْتٰزِبْهُ ۙ وَلٰكِنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا اَحَدًا ۙ﴾

۱- کہ جنات کی ایک جماعت نے قرآن سنا، پس انھوں نے (اپنی قوم سے) کہا: بے شک ہم نے ایک عجیب

پڑھنے کی کتاب سنی، جو راہ ہدایت دکھاتی ہے، پس ہم تو اس پر ایمان لے آئے، اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے!

﴿وَاَنْتَ تَعْلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۙ﴾

۲- اور یہ کہ ہمارے پروردگار کا بڑا رتبہ (شان) ہے، اس نے نہ کسی کو بیوی بنایا اور نہ اولاد!

﴿وَآَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلٰى اللّٰهِ شَطَطًا ۙ﴾

۳- اور یہ کہ ہمارے بے وقوف اللہ کی شان میں حد سے بڑھی ہوئی بات کہا کرتا تھا — یعنی وہ اللہ کے لئے بیوی اور

اولاد مانتا ہے، جو اس کی بے وقوفی ہے، جنات کے احمقوں نے اللہ کا جنات کے ساتھ دامادی کا رشتہ قائم کیا تھا، اور وہ اللہ کو صاحب اولاد مانتے تھے، مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں اور عیسائی: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں، سورۃ

(۱) صَعَدًا: سخت، مصدر باب سَمِعَ اِیْ غَذَابًا عَالِیًا یَعْمُرُهُ وَیَعْلُوْا عَلَیْهِ۔

الصفات میں اس کی تردید ہے (ہدایت القرآن ۷: ۸۳)

﴿وَإِنَّا ظَنَنَّاهُ أَنْ لَنْ تَقُولَ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ﴾

۴- اور یہ کہ ہمارا خیال تھا کہ انسان اور جنات کبھی اللہ کے بارے میں جھوٹ نہیں کہیں گے۔ یہی خیال کر کے ہم بھی بہک گئے، اب قرآن سن کر قلعی کھلی، اور ان احمقوں کی اندھی تقلید سے نجات ملی۔

﴿وَإِنَّكَ كَانِ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنْسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا ۖ﴾

۵- اور یہ کہ کچھ انسان جنات کی پناہ لیا کرتے تھے، پس اُن آدمیوں نے اُن جنات کی بددعا کی اور بڑھادی — عرب میں یہ جہالت بہت پھیلی ہوئی تھی: جنوں سے غیب کی خبریں پوچھتے، ان کے نام کی نذر و نیاز کرتے، چڑھا دے چڑھاتے، اور جب کسی قافلہ کا گذر یا پڑاؤ کسی خوفناک وادی میں ہوتا تو کہتے کہ اس حلقہ کے جنوں کا جو سردار ہے ہم اس کی پناہ میں آتے ہیں، تاکہ وہ اپنے ماتحت جنوں سے ہماری حفاظت کرے، ان باتوں سے جن اور زیادہ مغرور ہو گئے اور سر چڑھنے لگے، اب قرآن نے آکر ان خرابیوں کی جڑ کاٹی (فوائد)

﴿وَأَنَّهُمْ كَانُوا كَمَا ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنبَغْتَ اللَّهُ أَحَدًا ۖ﴾

۶- اور یہ کہ انھوں نے خیال کر رکھا تھا جیسا تم نے خیال کر رکھا ہے کہ (اب) اللہ تعالیٰ کسی کو (نبی بنا کر) مبعوث نہیں فرمائیں گے — یعنی جیسا تمہارا خیال ہے بہت آدمیوں کا بھی یہی خیال ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کوئی پیغمبر مبعوث نہیں فرمائیں گے، جو رسول پہلے ہو چکے سو ہو چکے، اب قرآن سے معلوم ہوا کہ اس نے ایک عظیم الشان رسول بھیجا ہے، اور اس پر اپنی آخری کتاب نازل فرمائی ہے۔

﴿وَإِنَّا لَمَنَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهُبًا ۖ﴾

۷- اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹول لیا، پس ہم نے اس کو سخت پہرے اور شعلوں سے بھرا پایا — یہ کانفرنس کے موضوع کا جواب ہے، کانفرنس اس لئے بلائی گئی تھی کہ جنات آسمان سے خبریں کیوں نہیں لاتے؟ جواب یہ ہے کہ کیسے لائیں، وہاں سخت پہرہ لگا ہوا ہے اور میزائل داغے جاتے ہیں، اور یہ رسول اور قرآن کے برحق ہونے کی علامت ہے، نزول قرآن کی تقریب ہی سے یہ سیکورٹی قائم کی گئی ہے۔

﴿وَإِنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِالنَّمْرِ ، فَمَنْ يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَّصَدًا ۖ﴾

۸- اور یہ کہ ہم آسمان کی نشست گاہوں میں باتیں سننے کے لئے بیٹھا کرتے تھے، پس اب جو کوئی بات سننا چاہتا ہے اپنے لئے ایک تیار شعلہ پاتا ہے — یہ پہلی ہی بات انداز بدل کر کہی۔

﴿وَإِنَّا لَا نَذَرُنَّكَ أَشَرًُّا رُبُّنَا ۚ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ أَخَذْنَا أَمْرَ الْأَرْضِ مِنْ بَنِي آدَمَ ۖ وَبَعَثْنَا فِيهِمُ الرَّسُولَ ۖ رِشْدًا ۖ﴾

۹- اور یہ کہ ہم نہیں جانتے کہ کیا زمین والوں کو کوئی تکلیف پہنچانا مقصود ہے یا ان کے رب نے ان کی ہدایت کا قصد کیا ہے؟ — یعنی یہ جدید انتظامات اور سخت ناکہ بندیوں خدا جانے کس غرض سے عمل میں آئی ہیں؟ یہ تو ہم سمجھ چکے کہ قرآن کریم کا نزول اور پیغمبر عربی کی بعثت اس کا سبب ہوا لیکن نتیجہ کیا ہونے والا ہے؟ آیا زمین والے قرآن کو مان کر راہ پر آئیں گے، اور اللہ ان پر الطاف خصوصی مبذول فرمائیں گے یا یہی ارادہ ٹھہر چکا ہے کہ لوگ قرآنی ہدایات سے اعراض کرنے کی پاداش میں تباہ و برباد کئے جائیں گے؟ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے، اس کا علم علام الغیوب کو ہے (فوائد)

﴿وَإِنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِمَّا دُونَ ذَلِكَ كُنَّا طَرَائِقَ قِدْدًا ۖ﴾

۱۰- اور یہ کہ ہم میں سے بعض نیک اور بعض اور طرح کے ہیں، ہم مختلف طریقوں میں بٹے ہوئے تھے — یعنی جنات میں بھی فرقے اور جماعتیں ہیں، کوئی مشرک، کوئی عیسائی، کوئی یہودی، کوئی بدھست اور کوئی مسلمان ہے، اور سب صحیح نہیں، صحیح کوئی ایک ہے، اس کا فیصلہ قرآن کریم نے کیا۔

﴿وَإِنَّا ظَلَمْنَا ۚ إِنَّ لَكُمُ تَجْزَاةَ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ وَلَكِن تَخْذَرُكَ هَرَبًا ۖ﴾

۱۱- اور یہ کہ ہم نے سمجھ لیا ہے کہ ہم زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے، اور نہ بھاگ کر اس کو ہر سکتے ہیں — یعنی اگر ہم نے قرآن کو نہ مانا تو ہم اللہ کی سزا سے بچ نہیں سکتے، نہ زمین میں کسی جگہ چھپ کر، نہ ادھر ادھر بھاگ کر، نہ ہوا میں اڑ کر پس سلامتی کا راستہ قرآن پر ایمان لانا ہے۔

﴿وَإِنَّا لَنَسْمَعُكَ الْهُدَىٰ أَمَّا بِهٖ ۖ فَمَنْ يُؤْمِنُ ۖ بِرَبِّهٖ ۖ فَلَا يَخَافُ بَغْضًا وَلَا رَهَقًا ۖ﴾

۱۲- اور یہ کہ ہم نے جب ہدایت کی بات سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے، پس جو شخص اپنے رب پر ایمان لائے گا اس کو نہ کسی کمی کا اندیشہ ہوگا اور نہ زیادتی کا — یعنی ہمارے لئے فخر کا موقع ہے کہ جنوں میں سب سے پہلے ہم نے قرآن سن کر بلا توقف قبول کیا، اور ایمان لانے میں ایک منٹ کی دیر نہیں کی اور سچے ایمانداروں کو اللہ کے ہاں کوئی کھٹکا نہیں، نہ نقصان کا کہ اس کی کوئی نیکی اور محنت یونہی رائیگاں چلی جائے، نہ زیادتی کا کہ زبردستی کسی دوسرے کے جرم اس کے سر تھوپ دیئے جائیں، غرض وہ نقصان، تکلیف اور ذلت در سوائی سب سے مأمون و محفوظ ہے (فوائد)

﴿وَإِنَّا لَمِنَ الْمُتَسْلِمِينَ ۚ وَمِمَّا الْقَاسِطُونَ ۖ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشْدًا ۖ وَإِنَّا لَغَاطُونَ ۖ فَكَاؤُنَا لَجَهَنَّمَ حَطَبًا ۖ﴾

۱۳- اور یہ کہ ہم میں سے بعض فرمان بردار ہیں، اور بعض ہم میں سے ناانصاف ہیں، سو جو مسلمان ہو گیا تو انھوں نے

بھلائی کا راستہ تلاش کر لیا، اور جو نا انصاف ہیں وہ دوزخ کا بندھن ہیں — یہ ایمان لانے کا فائدہ اور انکار کا انجام سمجھایا، پس یہ ایمان لانے کی دعوت ہے۔

﴿وَأَن لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَهُمْ مَّاءً غَدَقًا ۖ لَنُفِثَنَّهٖمُ فِيهِ ۖ وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝﴾

۱۴- اور یہ کہ اگر وہ سیدھے راستہ پر قائم ہو جاتے تو ہم ان کو کثیر پانی سے سیراب کرتے، تاکہ ہم اس (پانی) سے ان کا امتحان کریں، اور جو اپنے رب کی یاد سے روگردانی کرے گا اللہ اس کو سخت عذاب میں داخل کریں گے۔ بہت سے مفسرین یہاں سے اللہ کا ارشاد مانتے ہیں یعنی جنات کی رپورٹ ختم ہوگئی، مگر التفات ہو سکتا ہے، اور التفات قرآن کریم کا خاص اسلوب ہے، پس یہ بھی ایمان کی دعوت ہے اسلوب بدل کر کہ جو ایمان لائیں گے ان کی خوب چاندی ہوگی، اللہ تعالیٰ ان کو مائے کثیر سے سیراب کریں گے، اور اللہ کی ہر نعمت کے ذریعہ امتحان مقصود ہوتا ہے اور عرب میں پانی، بہت کم تھا، اور جو ایمان نہیں لائے گا اس کو سخت عذاب سے سابقہ پڑے گا۔

﴿وَأَن الْمَسِيحَ اللَّهُ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ۝﴾

۱۵- اور یہ کہ سجدہ گا ہیں سب اللہ کے لئے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت مت کرو — یہ توحید کی دعوت کے بعد شرک سے بچنے کی ہدایت ہے، ہر عبادت اللہ ہی کے لئے خالص ہونی چاہئے، اس میں شرک کا شائبہ نہیں ہونا چاہئے، ورنہ وہ عبادت منہ پر مادی جائے گی، اور مساجد (عبادت گاہوں) کی تخصیص ان کی اہمیت کی وجہ سے ہے، ورنہ ہر عبادت کا یہی حکم ہے، کسی عبادت میں شرکت گوارا نہیں۔

﴿وَإِنَّهُ لَمَّا قَا مَرْعَبُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يُكَذِّبُونَّ عَلَيْهِ لَبِئْسَ ۝﴾

۱۶- اور یہ کہ جب اللہ کے بندے (رسول اللہ ﷺ) اللہ کی عبادت کے لئے کھڑے ہوئے تو لوگ ان پر بھیڑ لگانے کو تیار ہو گئے — کاد: محل اثبات میں فعل کی نفی کرتا ہے، صرف کُرب بتلاتا ہے اور عبادت سے مراد دعوت بھی ہے، اور یہ درمیانی دور کی سورت ہے، اس وقت لوگ پل پڑتے تھے — اور لوگوں کا جو برتاؤ اللہ کے رسول کے ساتھ ہوتا ہے وہی ان کے ورثاء کے ساتھ ہوتا ہے، پس اس آخری بات میں اشارہ ہے کہ تم ہماری باتیں سن کر چراغ پا ہو جاؤ گے، مگر ہمیں اس کی پروا نہیں، یہ تو ہمارے رسول کی سنت ہے!

قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ۖ قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ صَرًا وَلَا رَشَدًا ۖ قُلْ إِنِّي لَن يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَٰكِن أَجِدُ مِنْ دُونِهِ

مُلْتَحِدًا ۝ إِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللَّهِ وَرِسَالَةً ۚ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا ۝ حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ فَيَسْئَلُونَ مَن أُضْعِفَ تَأْيِيدًا وَأَقْلَ عَدَدًا ۝ قُلْ إِن أَدْرِي أَقْرَبُ مَّا تُوعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُ رَبِّي أَمَدًا ۝ عَلِيمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۝ إِلَّا مَن ارْتَضَىٰ مِّن رَّسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا ۝ لِّيَعْلَمَ أَن قَدْ أَبْلَغُوا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝

۲۵

قُلْ	آپ کہیں:	مِنَ اللَّهِ	اللہ سے	أَبَدًا	سدا
إِنَّمَا	اس کے سوائے کہ	أَحَدًا	کوئی	حَتَّىٰ إِذَا	یہاں تک کہ جب
أَدْعُوا	میں پکارتا ہوں	وَلَكِنْ آجِدُ	اور ہرگز نہیں پاؤں گا میں	رَأَوْا	دیکھیں گے وہ
رَبِّي	میرے رب کو	مِن دُونِهِ	اس سے ورے	مَا يُوعَدُونَ	اس کو جس کا وعدہ کئے گئے ہیں وہ
وَلَا أُشِيرُكَ	اور میں شریک نہیں کرتا	مُلْتَحِدًا ^(۲)	کوئی جائے پناہ	فَيَسْئَلُونَ	پس عنقریب جان لیں گے
بِهِ أَحَدًا	اس کے ساتھ کسی کو	إِلَّا بَلَاغًا	مگر پہنچانا	مَن أُضْعِفَ	کون کمزور ہے
قُلْ	آپ کہیں:	مِنَ اللَّهِ	اللہ کی طرف سے	تَأْيِيدًا	مددگار کے اعتبار سے
إِنِّي	بے شک میں	وَرِسَالَةٍ ^(۳)	اور اس کے پیغامات	وَأَقْلَ	اور کم ہے
لَا أَمْلِكُ	نہیں مالک ہوں	وَمَن يَعْصِ	اور جو نافرمانی کرے گا	عَدَدًا	گنتی کے اعتبار سے
لَكُمْ	تمہارے لئے	اللَّهُ	اللہ کی	قُلْ	آپ کہیں:
صَدًّا	کسی برائی کا	وَرَسُولُهُ	اور اس کے رسول کی	إِن أَدْرِي	نہیں جانتا میں
وَلَا رَشَدًا	اور نہ کسی بھلائی کا	فَأَن لَّهُ	پس بیشک اس کے لئے	أَقْرَبُ	کیا نزدیک ہے
قُلْ إِنِّي	آپ کہیں: بیشک میں	نَارَ جَهَنَّمَ	دوزخ کی آگ ہے	مَا تُوعَدُونَ	جس کا وعدہ کئے جاتے ہوں
لَن يُجِيرَنِي ^(۱)	ہرگز نہیں بچائے گا مجھے	خَالِدِينَ فِيهَا	ہمیشہ رہنے والا اس میں		

(۱) آجار اجارۃ: بچانا، پناہ دینا، مادہ جود، باب نصر: پناہ کا طالب ہونا جار علیہ: ظلم کرنا (۲) مُلْتَحِد: اسم ظرف از باب اعتعال: پناہ کی جگہ (۳) رسالات کا بلاغاً پر عطف ہے، اور استثناء منقطع ہے ای لا املك شيئا ما إلا بلاغاً۔

آمُرُ بِجَعَلُ	یا بنائی ہے	مِنْ رَّسُولٍ	رسول سے	أَجْلَعُوا	پہنچائے انھوں نے
لَهُ رِبِّيْ	اس کیلئے میرے رب نے	فَرَاتَهُ	پس بے شک وہ	رِسْلَتِ	پیغامات
أَمَدًا	کوئی دراز مدت	يَسْلُكُ	چلاتے ہیں	رَبِّهِمْ	ان کے رب کے
عِلْمُ الْغَيْبِ	بہیدوں کے جاننے والے	مَنْ يَدِينُ يَدِينُهُ	اس کے آگے	وَأَحَاطَ	اور گھیر لیا ہے
فَلَا يُظْهِرُ	پس نہیں ظاہر کرتے	وَمَنْ خَلْفَهُ	اور اس کے پیچھے	بِمَا لَدَيْهِمْ	اس کو جو ان کے پاس ہے
عَلَى غَيْبِهِ	اپنے بہید پر	رَّصَدًا ^(۱)	چوکیدار	وَأَحْصَى	اور محفوظ کر لیا ہے
أَحَدًا	کسی کو	لَيَعْلَمَ	تاکہ وہ جانیں	كُلَّ شَيْءٍ	ہر چیز کو
إِلَّا مَنِ ارْتَضَى	مگر جس کو پسند کیا	أَنْ قَدْ	کہ تحقیق	عَدَدًا	گن کر

نبی ﷺ کی زبان مبارک سے شرک کی تردید

کمیشن نے اپنی رپورٹ شرک کی تردید سے شروع کی ہے، کیونکہ نفی شرک کی اہمیت توحید کے برابر ہے، بلکہ توحید کا حصہ ہے، اور جنات نے آخری دفعہ میں نبی ﷺ کا ذکر کیا ہے، اور سورت کا موضوع توحید ہے، اس لئے اللہ پاک نبی ﷺ کی زبان مبارک سے شرک کی تردید فرماتے ہیں:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّيْ وَلَا أَشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ۝﴾

ترجمہ: آپ کہیں: میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

نبی ﷺ کا خدائی میں کوئی حصہ نہیں!

اگر کوئی خیال کرے کہ کائنات میں سب سے اونچا مقام رسول اللہ ﷺ کا ہے، اس لئے شاید ان کا خدائی میں کوئی حصہ ہوگا، وہ اپنی امت اجابہ کو نفع اور امت دعوت کو ضرر پہنچانے کا اختیار رکھتے ہوئے؟ اس لئے آپ ہی کی زبان سے تردید کراتے ہیں کہ آپ کو ایسا کوئی اختیار نہیں۔

﴿قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ۝﴾

ترجمہ: آپ کہیں: میں تمہارے لئے نہ کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہوں نہ کسی بھلائی کا!

آپ ﷺ کے سوا اور بھی کوئی خدائی اختیار نہیں رکھتا

اگر کوئی خیال کرے کہ شاید آپ کے سوا کوئی اور نبی ولی ایسا اختیار رکھتا ہوگا تو اس کی بھی زبان مبارک سے تردید

(۱) رَصَد: مصدر بمعنی اسم فاعل، بگہبانی کرنے والا، چوکیدار، رَصَد (ن) رَصَدًا: کھات میں بیٹھنا، نگاہ رکھنا۔

کراتے ہیں کہ اگر مجھ پر اللہ کی طرف سے کوئی افتاد پڑے تو مجھے اس سے کوئی نہیں بچا سکتا، نہ مجھے کوئی پناہ کی جگہ ملے گی، جہاں چھپ کر اللہ کی پکڑ سے بچ جاؤں، معلوم ہوا کہ اور بھی کوئی خدائی اختیار نہیں رکھتا۔

﴿قُلْ إِنِّي لَنْ يُغْنِيَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَٰكِنْ آجِدُ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا﴾

ترجمہ: آپ کہیں: مجھ کو اللہ کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا، اور نہ میں اس کے سوا کوئی پناہ کی جگہ پاؤں گا۔

نبی ﷺ کا منصب و مقام

اگر کوئی سوچے کہ نبی ﷺ کا خدائی میں کوئی حصہ نہیں تو آخر آپ کا منصب و مقام کیا ہے؟ اس کا اعلان بھی آپ ہی کی زبان مبارک سے کراتے ہیں کہ میرا منصب و مقام اور میری ذمہ داری صرف اللہ کے احکام پہنچانے کی اور پیغام رسانی کی ہے، پھر جو اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانے گا وہ جہنم رسید ہوگا، وہ وہاں ہمیشہ سڑے گا، اور جو مانے گا وہ جنت نشین ہوگا، اور وہاں ہمیشہ مزے لوٹے گا۔

﴿إِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللَّهِ وَرِسَالَاتٍ مِّنْ يَّحْيِي اللَّهُ وَرُسُولَهُ فَإِن لَّهُ تَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا﴾

ترجمہ: مگر اللہ کی طرف سے پہنچانا اور اس کے پیغامات کا ادا کرنا (میرا کام ہے) اور جو اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانے گا: اس کے لئے آتش روزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا!

توحید کی دعوت کب کامیاب ہوگی؟

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ان کے نبی کی تحریک کامیاب ہوگی، مگر ابھی کامیابی کے آثار نظر نہیں آتے، ابھی کئی دور کا وسط ہے، مسلمان کفار کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر جوشہ چلے گئے ہیں، مکہ مکرمہ میں گنتی کے چند مسلمان رہ گئے ہیں، مگر جلد وہ وقت آرہا ہے کہ آپ کی تحریک کامیاب ہوگی، اس وقت لوگوں کو معلوم ہوگا کہ کس کے مددگار کنزور اور کس کی جماعت کم ہے۔ یہ وعدہ فتح مکہ کے دن پورا ہوا، اس سورت کے نزول کے پندرہ سال بعد نبی ﷺ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اور قریش کی آنکھیں کھل گئیں!

﴿حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ فَيَسْخَرُونَ مِمَّنْ أَضَعَفْنَا صَبْرًا وَاقْلَلْ عَدَدًا﴾

ترجمہ: یہاں تک کہ جب لوگ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے: اس وقت وہ جانیں گے کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کی جماعت کم ہے!

ابھی یہ بھید ہے کہ توحید کی دعوت کب کامیاب ہوگی؟ اور بھیدوں کو صرف اللہ تعالیٰ جانتے ہیں دعوت توحید کی کامیابی میں کتنے دن باقی ہیں؟ ابھی یہ ایک بھید ہے، اور غیب کو صرف اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، اس لئے

نبی ﷺ ابھی نہیں بتا سکتے کہ کامیابی کا وعدہ قریب ہے یا اس کے لئے اللہ نے کوئی دراز مدت مقرر کی ہے؟
﴿قُلْ إِنْ أَدْرَىٰٓ أَقْرَبُ مِمَّا تُوعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُ رَبِّي أَمَدًا ۚ عَلَيْهِ الْغَيْبُ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۝﴾

ترجمہ: آپ کہیں: مجھے معلوم نہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ نزدیک ہے یا میرے پروردگار نے اس کے لئے کوئی مدت دراز مقرر کر رکھی ہے، غیب کا جاننے والا وہی ہے، وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔

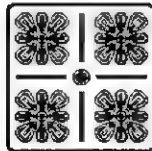
قرآن کریم کی وحی فرشتوں کے پہرے میں آتی ہے

غیب: یعنی وہ باتیں جو پس پردہ ہیں، جو حواس کی گرفت سے باہر ہیں: جن سے اللہ تعالیٰ ہی واقف ہیں، جب ان میں سے کسی بات سے اللہ تعالیٰ انبیاء کو مطلع کرنا چاہتے ہیں تو وحی کے ذریعہ اطلاع دیتے ہیں، اور وحی لانے والے فرشتہ کے ساتھ دوسرے فرشتوں کا پہرہ ہوتا ہے، تاکہ کسی طرح شیطان اس میں دخل کرنے نہ پائے، اور وحی بالیقین انبیاء تک پہنچ جائے، قرآن کریم کی وحی اسی طرح آئی ہے، جنات نے اپنی رپورٹ میں اسی کا ذکر کیا ہے۔

﴿إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَيَمْنُ خَلْفَهُ رَصَدًا ۚ لِيَعْلَمَ أَنْ قَدْ أَبْلَغُوا رَسُولَهُمْ وَاحْتَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝﴾

ترجمہ: (اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا) مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو، پس بے شک وہ اس (وحی) کے آگے اور پیچھے محافظ فرشتے چلاتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ جان لیں کہ انھوں نے (فرشتوں نے) بالیقین اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچا دیئے، اور اللہ تعالیٰ ان (فرشتوں) کے تمام احوال کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اور ان کو ہر چیز کی کتنی معلوم ہے!

فائدہ: غیب: وہ چیزیں ہیں جو پس پردہ ہیں، جب انبیاء کو ان کی اطلاع دیدی جاتی ہے تو وہ غیب نہیں رہتیں، جیسے قرآن کریم پس پردہ اور غیب تھا، جب نبی ﷺ پر اس کا نزول ہوا تو اب وہ غیب نہیں رہا۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم سورة المزمل

اب دوسورتوں کا موضوع رسالت ہے، گذشتہ سورت میں توحید کا بیان تھا، مگر اس کے آخر میں رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے متعدد اعلان کرائے تھے، اس طرح اب رسالت کا بیان شروع ہو گیا، یہ اس سورت کا گذشتہ سورت سے ربط ہے۔ اس سورت کے شروع میں رسول اللہ ﷺ کے لئے تہجد کا حکم ہے، یہ حکم امت کے لئے بھی ہے، آخری آیت میں صحابہ کے تہجد پڑھنے کا ذکر ہے، پھر امتِ دعوت (کفار) کا مختصر تذکرہ ہے، پھر آخری آیت میں امتِ اجابہ (مومنین) کا ذکر ہے اور آئندہ سورت کے شروع میں رسول اللہ ﷺ کے لئے چند احکام ہیں، پھر پوری سورت میں کفار کا ذکر ہے، پہلے ایک کٹر مخالف کا ذکر ہے، پھر عام کفار کا، اور سورتِ آخرت کے عذاب کے بیان پر پوری ہوگی، چنانچہ آگے کئی سورتیں آخرت کے عنوان پر آئیں گی۔

یہ سورت بالکل ابتدا میں نازل ہوئی ہے، مطلقاً پہلی سورت: اعلق ہے، اس کی ابتدائی پانچ آیتیں سب سے پہلے نازل ہوئی ہیں، پھر چھ ماہ وحی بند رہی، یہ زمانہ فترت کہلاتا ہے، پھر دوسری مرتبہ: پہلی وحی سورۃ المدثر کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئی ہیں، اور یہ سورت اس کے بعد نازل ہوئی ہے، خیال رہے کہ یہ ترتیب ابتدائی آیات کے اعتبار سے ہے، باقی حصہ بعد میں نازل ہوا ہے۔

حکم کبھی عمل سے پہلے تخفیفاً منسوخ کیا جاتا ہے

حکم کبھی تخفیف (سہولت) کے لئے عمل شروع کرنے سے پہلے منسوخ کیا جاتا ہے، ایسی صورت میں اصل حکم کا انتخاب باقی رہتا ہے، جیسے معراج میں پہلے پچاس نمازیں فرض کیں، پھر عمل سے پہلے پانچ کر دیں، مگر پچاس نمازوں کا انتخاب اب بھی باقی ہے، نبی ﷺ اور خواص امت رات دن میں پچاس رکعتیں پڑھتے تھے، کیونکہ اصل نماز ایک رکعت ہے، دو رکعتیں شفعہ (جوڑی) ہیں۔

اس کی دوسری مثال یہاں ہے، پہلے رات بھر عبادت کا حکم دیا، تھوڑی دیر کو مستثنیٰ کیا، پھر دوسری آیت میں اس حکم کو عمل شروع کرنے سے پہلے منسوخ کر کے آدھی رات یا کم بیش عبادت کرنے کا حکم دیا، اس میں مصلحت یہ ہے کہ اس طریقہ سے عمل آسان ہو جاتا ہے، اب بندے خوشی خوشی پانچ نمازیں پڑھیں گے، اسی طرح اب بندے خوشی سے آدھی رات

عبادت کریں گے۔

کیا شروع میں تہجد واجب تھا؟ مشہور یہ ہے کہ ابتداء میں تہجد فرض تھا، پھر ایک سال کے بعد آخری آیت سے اس کی فرضیت ختم کی گئی، مگر آخری آیت میں ہے: ﴿وَلَا يَفْنَىٰ مِنَ الَّذِينَ مَعَكَ﴾ یعنی صحابہ کی ایک جماعت بھی تہجد پڑھتی ہے، اگر تہجد واجب ہوتا تو سب صحابہ پڑھتے، پس صحیح یہ ہے کہ شروع ہی سے تہجد مستحب ہے، اور امر ﴿فَم﴾ انتخاب کے لئے ہے، اور انتخاب کے بھی متفاوت درجات ہیں، آخری آیت کے ذریعہ درجہ انتخاب میں بھی تخفیف کر دی ہے۔

کیا نبی ﷺ پر آخر تک تہجد واجب تھا؟ اب یہ مسئلہ طے کرنا ضروری نہیں، اور وجوب کا قول مرجوح ہے، صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ اگر کسی دن آپ کی آنکھ نہ کھلتی یا سونے کا تقاضا ہوتا تو آپ سورج نکلنے کے بعد اس کا بدل بارہ رکعتیں پڑھتے تہجد واجب ہوتا تو آپ کیسے چھوڑتے؟ اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ میں لکھا ہے کہ آپؐ نے مزدلفہ کی رات میں بالقصد تہجد نہیں پڑھا تھا تا کہ اس کے وجوب کا گمان نہ ہو، اس لئے رائج یہ ہے کہ آپؐ کے لئے بھی تہجد مستحب تھا، اور ﴿كَافِلَةٌ لَّكَ﴾ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

﴿۷۳﴾ سُوْرَةُ الْمَزْمَلِ مَكِّيَّةٌ (۳) اِنَّا نَحْنُ ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الْمَزْمَلُ ۝ فَمِ الْيَلِ إِلَّا قَلِيلًا ۝ تَصِفُهُ أَوْ انْقُصُ مِنْهُ قَلِيلًا ۝ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ ۝ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۝ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا ۝ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْعًا طَوِيلًا ۝ وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ ۝ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ۝ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ۝

يَا أَيُّهَا الْمَزْمَلُ (۱) کپڑے میں لپٹنے والے فَمِ الْيَلِ کپڑے ہوں رات بھر إِلَّا قَلِيلًا مگر تھوڑی دیر

(۱) مَزْمَل: باب تفعّل سے اسم فاعل: کپڑے میں لپٹنے والا، اصل میں مَزْمَل تھا، تاء کو زاء میں ادغام کیا، تَوَزَّمَل: کپڑا اوڑھنا، کپڑے میں لپٹنا، یا باب افعل سے اسم فاعل ہے، اس کے بھی یہی معنی ہیں۔

پوری طرح کٹ جانا	تَبَيَّنَا	رات کا	الَّيْلِ	(کھٹے ہوں) آدھی رات	نَضَعَةَ ^(۱)
دوب (مشرق کے رب	رَبِّ الْمَشْرِقِ	وہ سخت ہے	هِيَ أَشَدُّ	یا کم کریں	أَوْ انْقُصْ
اور غرب (کے رب ہیں)	وَالْمَغْرِبِ	کچلنے کے اعتبار سے	وَطَأُ ^(۲)	اس سے	مِنْهُ
کوئی معبود نہیں	لَا إِلَهَ	اور زیادہ سیدھا ہے	وَأَقْوَمُ	تھوڑا	قَلِيلًا
ان کے سوا	إِلَّا هُوَ	بات کے اعتبار سے	قَلِيلًا ^(۳)	یا زیادہ کریں اس پر	أَوْ زِدْ عَلَيْهِ
پس ان کو بنا	فَاتَّخِذْهُ	بے شک آپ کے لئے	إِنَّ لَكَ	اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں	وَسَرَّيْلَ
کار ساز	وَكَيْلًا	دن میں	فِي النَّهَارِ	قرآن	النَّهَارِ
اور صبر کر	وَاصْبِرْ	تیرنا (مشغلہ) ہے	سَبْحًا	صاف صاف	تَزَيَّنَّا
اس پر جو	عَلَى مَا	لبا	كَلِيلًا	بے شک ہم	إِنَّا
وہ کہتے ہیں	يَقُولُونَ	اور ذکر کریں	وَأَذْكُرْ	عنقریب ڈالیں گے	سَنُلْقِيْ
اور چھوڑ ان کو	وَاهْجُرْهُمْ	اپنے رب کا نام	اسْمَ رَبِّكَ	آپ پر	عَلَيْكَ
چھوڑنا	هَجْرًا	اکڑ جائیں (لوگالیں)	وَتَبْتَئِلْ ^(۵)	بھاری بات	قَوْلًا ثَقِيلًا
خوبصورت	جَمِيلًا	اس کی طرف (اس سے)	إِلَيْهِ	بے شک اٹھنا	إِنَّ نَاشِئَةَ ^(۲)

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

ابتدائے اسلام میں پانچ مقاصد سے آدھی رات یا کم و بیش تہجد پڑھنے کا حکم

ابتدائے اسلام میں نبی ﷺ کو مخاطب بنا کر امت کو آدھی رات یا کم و بیش تہجد پڑھنے کا استنباطی حکم دیا تھا: اور یہ حکم پانچ مقاصد سے تھا:

۱- صحابہ نے قرآن بڑی عمروں میں حفظ کیا تھا، ایسا حفظ کچا ہوتا ہے، جبکہ حافظ اہل لسان بھی ہو، اس لئے حفظ پکا کرنے کے لئے ہر رات نازل شدہ سارا قرآن اللہ پاک کو سنانا ہوتا تھا، نماز میں پڑھنا اللہ کو سنانا ہے، اور چونکہ اس (۱) نصفہ کا عامل فمُ محذوف ہے، قلیلا سے بدل کل نہیں، آدھی یا کم و بیش رات سونا نہیں، تہجد پڑھنا ہے، جیسا کہ آخری آیت میں ہے۔ اور اللیل سے بدل بعض بھی نہیں، ورنہ لا قلیلا سے تعارض ہوگا اور ناقابل قبول توجیہ کرنی پڑے گی۔ (۲) ناشئۃ: مصدر نشأ اللیل (ف) ناشئۃ: رات کو سو کر اٹھا (۳) کو طأ: مصدر، ووطی (س): روندنا، کچلنا (۴) قلیلا: مصدر (ن): کہنا، بولنا (۵) تبتل (تفعّل) کٹ جانا، یکسو ہو جانا، تبتیل: مصدر باب تفعیل، بمعنی تبتل۔

وقت تھوڑا قرآن نازل ہوا تھا، اس لئے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کا حکم دیا، تاکہ سارا وقت مشغول ہو جائے، اور تلاوت کا حق بھی ادا ہو جائے۔

۲۔ آگے دعوت کی مشغولیت بڑھ گئی، اس لئے ذمہ داری بڑھ گئی، اس سے پہلے قرآن خوب پکا کر لیا جائے، بعد میں صحابہ کو وقت نہیں ملے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: تَعْلَمُوا قَبْلَ أَنْ تَسْأَلُوا: سردار بتائے جاؤ یعنی ذمہ داری سرپے آجائے: اس سے پہلے علم حاصل کر لو، یعنی پھر موقع نہیں ملے گا۔

۳۔ رات میں اٹھ کر عبادت کی ریاضت نفس کی اصلاح کے لئے بہت مفید ہے، اس سے نفس خوب پامال ہوتا ہے۔
۴۔ رات میں پڑھنا دن کی بہ نسبت آسان ہے، زبان سے بات سیدھی نکلتی ہے، کیونکہ دل و دماغ زبان کے پیچھے راست کام کرتے ہیں، کسی اور چیز میں دل و دماغ مشغول نہیں ہوتے، علاوہ ازیں: رات کے مزاج میں انبساط ہے اور دن کے مزاج میں انقباض، اسی لئے رات کی نمازیں جہری ہیں اور دن کی سری، یہ وجہ ﴿أَقْوَمُ قِيْلًا﴾ میں بیان کی ہیں۔

۵۔ دن میں آدمی کے مشاغل ہوتے ہیں، انسان ادھر ادھر دوڑتا بھاگتا ہے، اور رات میں آدمی فارغ ہوتا ہے، اس لئے بھی رات کا وقت طویل نفل عبادت کے لئے موزون ہے۔

آیات پاک: — اے کپڑا پیٹنے والے رات بھر عبادت کریں، مگر تھوڑی دیر (آرام کریں) — یہ پہلا حکم تھا، پھر اس کو عمل سے پہلے منسوخ کرتے ہیں — (عبادت کریں) آدھی رات، یا اس سے کچھ کم کریں یا اس سے کچھ زیادہ کریں — ابتدا میں تجرنت مؤکدہ تھا، پھر آخری آیت سے اس کی تاکید ختم کی۔

اور یہ حکم پانچ مصلحتوں سے تھا: (پہلی مصلحت) — اور آپ قرآن کو خوب صاف صاف پڑھیں — اس ارشاد میں تین باتیں ہیں:

۱۔ صحابہ حفظ کیا ہوا پارہ ہر رات اللہ پاک کو سنائیں، تاکہ ان کا حفظ پکا ہو جائے — اور حفظ سنانے کے ترتیب وار چار درجے ہیں:

(الف) خود کو سنانا، یہ سب سے آسان درجہ ہے، بچہ جب سبق یاد کر لیتا ہے تو منہ اٹھا کر پڑھتا ہے، یہ خود کو سنانا ہے، یہ کچا پکا بھی سنا دیتا ہے۔

(ب) استاذ کو سنانا، یہ اول سے مشکل ہے، اسی لئے بچہ فجر کی اذان کے ساتھ اٹھتا ہے، اور رات کا یاد کیا ہوا دوبارہ یاد کرتا ہے تب فجر کی نماز کے بعد سنا تا ہے۔

(ج) اللہ کو سنانا یعنی نماز میں پڑھنا، اس کے لئے مضبوط یاد ہونا ضروری ہے، ورنہ نماز میں بھولے گا۔

(د) لوگوں کو سنانا یعنی تراویح میں پڑھنا، یہ سب سے مشکل ہے، حافظ اوامین میں پارہ پڑھتا ہے، پھر بھی تراویح کے رکوع عجدے میں اگلی رکعت کا قرآن دماغ میں گھماتا ہے، ایسا خوف کی وجہ سے کرتا ہے۔ پس اس آیت میں ایک تو اللہ کو پارہ سنانے کا ذکر ہے۔

۲- ایک سوال مقدر کا جواب بھی ہے، سوال یہ ہے کہ ابتداء میں تھوڑا قرآن نازل ہوا تھا، حافظ اس کو تھوڑی دیر میں پڑھ کر فارغ ہو جائے گا، راجدہانی حافظ دس منٹ میں پارہ سنا دیتا ہے، پھر آدھی رات تک کیا کرے گا؟ جواب: بٹھر بٹھر کر صاف صاف پڑھے، پس تھوڑا بھی لمبا ہو جائے گا، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ چھوٹی سورت بٹھر بٹھر کر پڑھتے تھے کہ وہ بڑی سے بڑی سورت کے بقدر ہو جاتی تھی۔

۳- اس آیت میں قرآن پڑھنے کے ادب کی بھی تعلیم ہے، نماز میں اور خارج نماز قرآن خوب صاف صاف پڑھنا چاہئے، یہاں قراء والی ترتیل مراد نہیں، وہ امر حادث ہے، پہلے بچوں کو طہین (ہوائی جہاز) میں بٹھا کر حفظ کراتے تھے، اس لئے وہ تراویح میں اس طرح پڑھتے تھے کہ یعلمون تعلمون کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا، اب الحمد للہ! حفظ کا طریقہ بدل رہا ہے، حفظ صاف صاف پڑھا کر کرایا جائے، تاکہ حفاظ اسی طرح تراویح میں پڑھیں۔

دوسری مصلحت: — بے شک ہم جلد ہی آپ پر بھاری ذمہ داری ڈالیں گے — مراد دعوت کی ذمہ داری ہے، اور جو ذمہ داری آپ پر ڈالی جائے گی وہ صحابہ پر بھی ڈالی جائے گی، لہذا صحابہ اس سے پہلے اپنا حفظ پکا کر لیں۔

تیسری اور چوتھی مصلحت: — بیشک رات میں اٹھنا ہی سخت کچلنے والا ہے، اور بہت زیادہ سیدھی بات والا ہے۔ پانچویں مصلحت: — بے شک آپ کے لئے دن میں لمبا پیرنا ہے — یعنی ادھر ادھر بھاگنا ہے، جیسے مچھلی حوض میں ادھر ادھر بھاگتی ہے، آدمی کو بھی چاروں طرف دوڑنا پڑتا ہے، اس لئے ان میں عبادت مشکل ہوتی ہے، اور رات فرصت کا وقت ہے، اس لئے تہجد کے لئے رات کا وقت موزون ہے۔

تہجد کے علاوہ بھی اللہ کا ذکر جاری رہے، اور جب زبان خاموش رہے تو دل اللہ کی طرف متوجہ رہے مؤمن تہجد کے علاوہ بھی ہمہ وقت اللہ کا نام لیتا رہے، حدیث میں ہے: لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا بِذِكْرِ اللَّهِ: تیری زبان برابر اللہ کا ذکر چٹھا رہے گی، اور جس وقت زبان کسی شغل کی وجہ سے خاموش رہے تو دل اللہ کی طرف متوجہ رہے، اسی کو کاسا ز سبھے، اسباب ضرور اختیار کرے مگر ان پر تکیہ نہ کرے، اس لئے کہ کائنات کے خالق و مالک اللہ ہیں، وہی مشرق و مغرب کے رب ہیں، اور وہی معبود ہیں، پس ان ہی سے کو لگائے — اور کانٹوں بھرے کھیت سے

گزرنا پڑے اور کانٹے دامن سے الجھ رہے ہوں تو مخالفت کی پرواہ نہ کرے، صبر کرے، اور مخالفین کو اچھے انداز سے نظر انداز کرے۔

آیاتِ پاک: — اور آپ اپنے پروردگار کا نام لیتے رہیں، اور اسی سے پوری طرح کو لگائے رہیں، مشرق و مغرب کے مالک وہی ہیں، ان کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، پس ان ہی کو اپنا کارساز بنائیں، اور مخالفین جو باتیں کرتے ہیں ان پر صبر کریں، اور ان کو خوبصورت انداز سے نظر انداز کریں۔

وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِيَ النَّعْمَةِ وَمَهْلَهُمْ قَلِيلًا ۝ إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا ۝
وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ۝ يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ
الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا
أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ۝ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ۝
فَلْيَكْفُفْ تَتَّقُونَ إِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ۝ السَّاءُ مُنْقِطِرٌ
بِهِ ۖ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ۝ إِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝

وَذَرْنِي	اور چھوڑیں مجھے	وَطَعَامًا	اور کھانا ہے	مَّهِيلًا ^(۳)	بہت ریت کے
وَالْمُكَذِّبِينَ	اور جھٹلانے والوں کو	ذَا غُصَّةٍ ^(۲)	گلے میں پھنسنے والا	إِنَّا أَرْسَلْنَا	بیشک ہم نے بھیجا ہے
أُولِيَ النَّعْمَةِ	نعمتوں والے	وَعَذَابًا أَلِيمًا	اور دردناک عذاب ہے	إِلَيْكُمْ	تمہاری طرف
وَمَهْلَهُمْ	اور ڈھیل دیں ان کو	يَوْمَ تَرْجُفُ	جس دن لرزے کی	رَسُولًا	عظیم رسول
قَلِيلًا	تھوڑی	الْأَرْضُ	زمین	شَاهِدًا	گواہی دینے والا
إِنَّ لَدَيْنَا	بے شک ہمارے پاس	وَالْجِبَالُ	اور پہاڑ	عَلَيْكُمْ	تمہارے خلاف
أَنْكَالًا ^(۱)	بیڑیاں	وَكَانَتِ الْجِبَالُ	اور ہو گئے پہاڑ	كَمَا أَرْسَلْنَا	جیسے ہم نے بھیجا
وَجَحِيمًا	اور دوزخ ہے	كَثِيبًا	تودے	إِلَىٰ فِرْعَوْنَ	فرعون کی طرف

(۱) آنکال: نکل کی جمع: بیڑی: لوہے کی زنجیر جو مجرموں کو ڈالتے ہیں (۲) غُصَّة: گلے میں کوئی چیز پھنسا، اچھولگنا (۳) مہیل: بروزن لمعیل بمعنی مفعول: بہائی ہوئی، بکھری ہوئی، مہال الزمیل: ریت کو بکھیرنا۔

رَسُولًا	عظیم رسول	إِنْ كَفَرْتُمْ	اگر ایمان نہ لائے تم	كَانَ وَعْدُهُ	ہے اللہ کا وعدہ
قَعَصَى	پس نافرمانی کی	يَوْمًا	اس دن میں	مَفْعُولًا	پورا ہو کر رہنے والا
فَرَعُونَ	فرعون نے	يَجْعَلُ	جو کر ڈالے گا	إِنَّ هَذِهِ	بے شک یہ
الرَّسُولَ	اس رسول کی	الْوَلَدَانِ	بچوں کو	تَذَكُّرًا	یاد دہانی ہے
فَأَخَذْنَاهُ	پس پکڑا ہم نے اس کو	بَشِيرًا	بوڑھا	كَمَنْ شَاءَ	پس جو چاہے
أَخَذًا	پکڑنا	السَّمَاءِ	آسمان	اتَّخَذَ	بنائے
وَبَيْلًا ^(۱)	دباں کا	مُنْقَطِعًا	پھٹنے والا ہے	إِلَى رَبِّهِ	اپنے رب کی طرف
فَكَيْفَ تَتَّقُونَ	پس کیسے بچو گے تم	بِهِ ^(۲)	اس دن میں	سَيِّئًا	راستہ

رسول اللہ ﷺ کے مخالفین سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نمٹیں گے

آیاتِ پاک: — اور مجھے اور جھٹلانے والے مالداروں کو چھوڑا اور ان کو ذرا ڈھیل دے، بالیقین ہمارے پاس بیڑیاں اور دوزخ ہے، اور گلے میں چھسنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے — ان چیزوں سے مخالفین کو کس دن سابقہ پڑے گا؟ — جس دن زمین اور پہاڑ بے لگنیں گے، اور پہاڑ ریگِ رواں ہو جائیں گے — اس دن مخالفین عذاب سے دوچار کیوں ہونگے؟ — بے شک ہم نے تمہارے پاس عظیم رسول بھیجا ہے، جو قیامت کے دن تمہارے خلاف گواہی دے گا — کہ تم اس پر ایمان نہیں لائے تھے — جس طرح ہم نے فرعون کے پاس عظیم رسول بھیجا، پس فرعون نے رسول کی نافرمانی کی — جیسے تم کر رہے ہو — پس ہم نے اس کو سخت پکڑا — تمہیں بھی اسی طرح سخت پکڑا جاسکتا ہے، اور اگر تم دنیا کی پکڑ سے بچ گئے — تو کیسے بچو گے اگر ایمان نہیں لائے اس دن میں جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا — یہ اس دن کی شدت کی تعبیر ہے — آسمان اس دن پھٹ جائے گا، اللہ کا وعدہ بالیقین ہو کر رہے گا — بے شک یہ ایک یاد دہانی ہے، پس جس کا جی چاہے اپنے رب کا راستہ اختیار کرے!

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثِي اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ أَنْ لَّنْ تَحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ

(۱) کو بیل: بروزن فعلیل جمع مشبہ، وَتَلَّتِ السَّمَاءُ: موسلا دھار بارش برسنے، پس ویتل: وہ دباں جو پوچھنا چھوڑے (۲) بہ: اسی قبیلہ، اور باء سببیہ بھی ہو سکتا ہے یعنی اس دن کی شدت کی وجہ سے۔

فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنْكُمْ مَرْضَىٰ ۖ وَأَخْرُونَ يَصْرِيُونَ
 فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ ۚ وَأَخْرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ
 فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَقَرِّضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا
 وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ مِن خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ وَأَعْظَمُ أَجْرًا
 وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

۱۵۳

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنَ ثَلَاثِي الَيْلِ وَنُصْفَةَ وثلثه وَطَائِفَةً مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ الْيَلَّ وَالنَّهَارَ عَلِمَ أَنَّ لَنَ	بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ کھڑے ہوتے ہیں ذرا کم دو تہائی سے رات کے اور اس کی آدھی اور اس کی تہائی اور ایک جماعت ان لوگوں کی جو آپ کے ساتھ ہیں اور اللہ تعالیٰ اندازہ کرتے ہیں شب و روز کا جانا اس نے کہ ہرگز نہیں	تخصُّوۃ فَتَأْتِي عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنْكُمْ مَرَضَىٰ وَأَخْرُونَ يَصْرِيُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ وَأَخْرُونَ	احاطہ کر سکتے تم اس کا پس توجہ فرمائی تم پر پس پڑھو جو آسان ہو قرآن سے جانا اس نے کہ غریب ہونگے تم میں سے بیمار اور دوسرے (پیر) ماریں گے زمین میں چاہیں گے وہ مہربانی سے اللہ کی اور دوسرے	يَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ	لڑیں گے راہ میں اللہ کے پس پڑھو جو آسان ہو اس سے اور سیدھا کرو نماز کو اور روزکات اور قرضہ دو اللہ کو اچھا قرضہ اور جو آگے بھیجے گے تم اپنی ذاتوں کے لئے نیکی میں سے پاؤ گو تم اس کو
--	---	---	---	--	---

عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ ^(۱) وَاعْظَمُ	اللہ کے پاس وہ بہتر ہے اور بڑا ہے	أَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهُ	ثواب کے اعتبار سے اور گناہ بخشواؤ اللہ تعالیٰ سے	إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ	بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں
---	---	---------------------------------------	--	--------------------------------------	---

تہجد کا تاکید حکم ایک وقت کے بعد ہلکا کر دیا

آیت پاک: — بے شک آپ کے رب جانتے ہیں کہ آپ رات کے دو تہائی سے کچھ کم — یہ آدھی رات سے زیادہ ہے — اور آدھی رات اور تہائی رات — یہ آدھی رات سے کم ہے — عبادت میں مشغول رہتے ہیں، اور ان لوگوں کی ایک جماعت بھی جو آپ کے ساتھ ہیں، اور اللہ تعالیٰ شب و روز کا اندازہ کرتے ہیں، ان کو معلوم ہے کہ تم اس کو ہرگز ضبط نہیں کر سکتے، اس لئے اس نے تمہاری طرف توجہ فرمائی، پس قرآن میں سے جتنا آسان ہو اس کو پڑھو، وہ جانتے ہیں کہ تم میں سے بعضے بیمار ہونگے، اور دوسرے تلاش معاش میں زمین میں سرگرداں ہونگے، اور تیسرے راہِ خدا میں اعدائے اسلام سے لوہائیں گے، پس قرآن میں سے جتنا آسان ہو پڑھو، اور نماز کا اہتمام کرو، اور زکات ادا کرو، اور اللہ کو اچھے طریقہ پر قرض دو، اور جو بھی نیک کام تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے پاس بہتر اور ثواب میں بڑھا ہوا پاؤ گے، اور اللہ سے گناہ بخشواؤ، اللہ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں۔

چند وضاحتیں

- ۱۔ ﴿أَذْنُ مِنْ ثُلُثَيِّ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ﴾ وہی تعبیر ہے جو شروع سورت میں آئی ہے: ﴿نِصْفَهُ أَوْ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا﴾ ﴿أَوْ زِدْ عَلَيْهِ﴾: دو تہائی رات سے کچھ کم یعنی آدھی رات سے زیادہ۔ اور تہائی رات: یعنی آدھی رات سے کم۔ پس یہ تھقن (نہج بدلنا) ہے، اس سے کلام میں فصاحت پیدا ہوتی ہے۔
- ۲۔ ﴿وَاللَّهُ يَقْدَرُ اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ﴾: رات اور دن کی پلاننگ اللہ تعالیٰ کرتے ہیں، کبھی رات کو دن سے گھٹاتے ہیں، کبھی بڑھاتے ہیں، کبھی برابر کرتے ہیں، پس رات کتنی گزری اور کتنی باقی ہے اس کا اندازہ گھڑیوں سے نہیں ہو سکتا، گھڑی سے تو اتنا معلوم ہوگا کہ رات کے دو بجے ہیں، مگر رات کتنی گزری اور کتنی باقی ہے اس کا صحیح اندازہ ہر شخص نہیں کر سکتا: ﴿أَنْ لَّنْ تَحْصُوهُ﴾ کا یہی مطلب ہے۔

۳۔ قراءت نماز کا ایک رکن ہے، اور فاتحہ واجب ہے، یہ حدیث سے ثابت ہے، اور فاتحہ کے ضمن میں قراءت کا تحقق (۱) کو خیراً: تجلد وہ کامفعول ثانی ہے، اور اس کے بغیر سورة البقرة (آیت ۱۱۰) میں ہے۔

ہو جاتا ہے۔ نماز کے ارکان قرآن میں متفرق جگہ آئے ہیں، کسی جگہ تکبیر تحریمہ کا ذکر ہے، کسی جگہ قیام کا، یہاں قراءت کا، اور کسی جگہ رکوع و سجود کا۔ نبی ﷺ نے ان کو جمع کر کے نماز کی ہیئت کدائی بنائی ہے، پس حدیثوں کے بغیر نماز کی ہیئت نہیں جانی سکتی، اس لئے قرآن کی طرح حدیثیں بھی حجت ہیں۔

۴۔ یہ جو فرمایا کہ جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکو پڑھو: اس میں قراءت قرآن سے تہجد کی نماز مراد ہے، نماز تہجد کو اس کے ایک رکن سے تعبیر کیا ہے، پس یہ تہجد کی تاکید میں تخفیف ہے، اب تہجد سنت مؤکدہ نہیں رہا، صرف سنت ہے۔

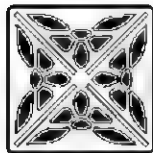
۵۔ ابھی قتال فی سبیل اللہ جاری نہیں ہوا تھا، جیسے ابھی زکات کی تفصیلات نازل نہیں ہوئی تھیں، مگر دونوں کا ذکر کیا، یہ ایڈوانس ذہن سازی ہے۔

۶۔ فرائض میں سے دواہم فرض عبادتیں: نماز اور زکات کا ذکر کیا، مگر امر اتمام فرائض ہیں۔

۷۔ اللہ کو فرض دینا: جہاد کے لئے خرچ کرنا ہے، ابتدا میں حکومت کے پاس فنڈ نہیں تھا، صحابہ جان و مال سے جہاد کرتے تھے، پس یہ بھی ایڈوانس ذہن سازی ہے۔

۸۔ مسلمان جو نیک عمل کرتا ہے وہ ضائع نہیں ہوتا، اللہ کے یہاں محفوظ ہو جاتا ہے، یہ بات سورۃ بقرہ (آیت ۱۱۰) میں ہے، اور وہ عمل قیامت کے دن بہتر حالت میں سامنے آئے گا اور اس کا ثواب کئی گنا بڑھ جائے گا: یہ بات یہاں ہے، حدیث میں ہے کہ مومن ایک کھجور خیرات کرتا ہے تو رحمان اس کو دائیں ہاتھ میں لیتے ہیں، پھر اس کو بڑھاتے ہیں، جیسے تم اپنے پچھیرے کی پرورش کرتے ہو، چنانچہ وہ کھجور قیامت کے دن پہاڑ سے بڑی ہو جائے گی۔

۹۔ غفر کے مادہ میں چھپانے کا مفہوم ہے، پس استغفار کے معنی ہیں: اللہ سے دعا کرنا کہ وہ اپنی رحمت میں چھپالیں، اس کا ہر بندہ محتاج ہے، بلکہ جو زیادہ پاکیزہ ہے وہ استغفار کا زیادہ حقدار ہے، نبی ﷺ روزانہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتے تھے۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ المدثر

مصحف میں سورتوں کے شروع میں بسم اللہ کی بائیں طرف نزول کا نمبر لکھا ہے، یہ ترتیب سیوطی رحمہ اللہ نے اتفاق میں لکھی ہے، ان کے نقطہ نظر سے پہلی سورت اعلق، دوسری سورت اقلیم، تیسری سورت المزمل اور چوتھی سورت المدثر ہے، مگر صحیح حدیث کی رو سے پہلی سورۃ اعلق، دوسری المدثر اور تیسری المزمل ہے۔

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی ﷺ سے سنا، درحالیکہ آپ وحی کے وقفہ کا تذکرہ فرما رہے تھے، آپ نے اپنی حدیث میں فرمایا: اس درمیان کہ میں چل رہا تھا، میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا، تو اچانک وہ فرشتہ جو میرے پاس غار حراء میں آیا تھا، آسمان وزمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا ہے، پس میں ہیبت سے اکھڑ گیا اور لوٹ گیا، اور گھر والوں سے کہا: مجھے کپڑا اوڑھاؤ! مجھے کپڑا اوڑھاؤ! لوگوں نے مجھے کبل اوڑھا دیا، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں اتاریں: ”لے کپڑے میں لپٹنے والے! اٹھو یعنی مستعد ہو جاؤ، پس (کافروں کو) ڈراؤ، اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو، اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو، اور بتوں کو چھوڑ دو، یعنی لوگوں کو سمجھاؤ کہ وہ بتوں کو چھوڑ دیں۔

اس سورت کا موضوع بھی رسالت ہے، شروع سورت میں نبی ﷺ کو چند احکامات دیئے ہیں، جو ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں، پھر مخالفین کا تذکرہ ہے، پہلے ایک کٹر مخالف کا ذکر ہے، پھر عام مومنین کا، اور سورت آخرت کے ذکر پر پوری ہوئی ہے، اس لئے اگلی سورت آخرت کے موضوع پر آئے گی۔

پہلی وحی کے موقع پر نبی ﷺ کو نبوت کی اطلاع نہیں دی تھی، اور خطاب بھی ﴿اقْضِ﴾ سے کیا تھا، اس سے کچھ پتہ نہیں چلا، مگر اس دوسری سورت کے نزول کے وقت اطلاع دی، اور احکام بھی مشعر نبوت تھے، مگر خطاب یا ایہا النبی یا یا ایہا الرسول سے نہیں کیا، بلکہ نزول وحی کے وقت آپ بحس حالت میں تھے اسی حالت سے خطاب کیا، اس سورت کے نزول کے وقت آپ چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے، اور سورت المزمل کے نزول کے وقت آپ رات میں کبل اوڑھے ہوئے تھے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۷۴) سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ (۴)

اِنَّا نَحْنُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۖ قُمْ فَأَنْذِرْ ۚ وَرَبِّكَ فَكْبِّرْ ۚ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۚ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۚ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۚ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۚ

یَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ^(۱) قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبِّكَ	اے کپڑا اوڑھنے والے اٹھیے پس ڈرائیے اور اپنے رب کی	فَکَبِّرْ وَرَبِّكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ ^(۲) فَاهْجُرْ	پس بڑائی بیان کیجئے اور اپنے کپڑے پس پاک رکھیے اور گناہ پس چھوڑیے	وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ	اور احسان مت کیجئے (کہ) زیادہ چاہیں اور اپنے رب کی خاطر پس صبر کیجئے
---	--	--	---	--	---

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

دعوت کا آغاز

(چھ احکام جو ایک سلسلہ کی کڑیاں ہیں)

پہلے جو حکم دیا جاتا ہے وہ اہم ہوتا ہے، جیسے پہلی وحی میں امیوں (بے پردہوں) کو پڑھنے کا حکم دیا، اس سے تعلیم کی اہمیت واضح ہوئی، اب چھ ماہ کے وقفہ کے بعد جو پہلی وحی آئی اس میں چھ احکام ہیں جو ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں، اس سے اس حکم کی اہمیت واضح ہوتی ہے، وہ چھ احکام یہ ہیں:

۱- دعوت کا کام شروع کریں، مشرکین کو مورتی پوجا سے ڈرائیں۔

۲- توحید کا ڈنکا بجائیں، اللہ کی بڑائی بیان کریں، وہی معبود ہیں، ان کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۳- کپڑے پاک صاف رکھیں، ناپاک کپڑا پہننا اگرچہ جائز ہے، مگر پاک کپڑا بہتر ہے، اور یہ مستقل حکم ہے، کیونکہ

(۱) المدثر: اسم فاعل، تَذْکُرُ مصدر، اصل میں متذکر تھا، شعار: وہ کپڑا جو بدن کی کھال (بالوں) سے لگا رہے، جیسے بنیان اور ڈنڈا: وہ کپڑا جو اوپر سے پہنایا اوڑھا جائے، جیسے کرتا، چادر (۲) الرُّجْزُ کے معنی: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے گناہ کئے ہیں، ان کے نزدیک زناء: عین سے مبہل ہے اور مجاہد نے مورتیاں مرادی ہیں (بخاری شریف) اور حقیقت یہ لفظ جس بمعنی گندگی ہے۔

نماز کا حکم ابھی نہیں آیا۔

۴- گناہوں سے بچیں، اپنی زندگی کو داغ دار نہ ہونے دیں۔

۵- کسی کو کوئی چیز مفت اس نیت سے نہ دیں کہ عوض زیادہ ملے گا۔

۶- دعوت کی راہ میں جو حالات پیش آئیں ان کو اللہ کی خاطر برداشت کریں۔

ان چھ اصول احکام میں ارتباط نبوت کے آغاز کے ساتھ توحید کی دعوت کا حکم ملا، یہی اصل الاصول ہے، اور توحید کی دعوت کے دو پہلو ہیں: مثبت اور منفی۔ منفی پہلو مقدم ہے، جلب منفعت سے دفع مضرت مقدم ہے، لہذا مشرکین کو مورتی پوجا سے ڈرائیے، پھر مثبت پہلو لیجئے اور اللہ کی بڑائی بیان کیجئے، وہی معبود ہیں، ان کے سوا کوئی معبود نہیں، اور جب آپؐ لوگوں کو دعوت دینے جائیں تو صاف ستھرے کپڑے پہن کر جائیں، نبی ﷺ وفود عرب سے ملاقات کے وقت اور جمعہ کے لئے اچھے کپڑے پہننے کا اہتمام فرماتے تھے، اور داعی کے لئے ضروری ہے کہ اس کا دامن داغدار نہ ہو، اگر اس کا دامن کسی گناہ میں ملوث ہوگا تو لوگوں کی اس پر انگلی اٹھے گی، اور دعوت کا فائدہ نہیں ہوگا، نیز داعی اپنی دعوت پر لوگوں سے کسی عوض کی امید بھی نہ رکھے، لوجہ اللہ فریضہ انجام دے، اور دعوت کی راہ میں جو مشقتیں پیش آئیں ان کو خندہ پیشانی سے برداشت کرے، ان شاء اللہ دعوت کا ثمرہ ظاہر ہوگا۔

آیات پاک: اے کپڑا اوڑھنے والے! انھیں، اور ڈرائیں، اور اپنے رب کی پس بڑائی بیان کریں، اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیں، اور گناہ کو چھوڑیں، اور اس غرض سے نہ دیں کہ زیادہ ملے گا، اور اپنے رب کی خاطر تکالیف برداشت کریں۔ فائدہ: عرب معاشرہ میں کسی کو کوئی چیز مفت (ہدیہ) دی جاتی ہے تو لازماً اس کا عوض دیا جاتا ہے، اور بہتر عوض دیا جاتا ہے، ہمارے معاشرہ کی طرح جزاء اللہ کہنے پر اکتفا نہیں کیا جاتا، اس پس منظر میں آیت سمجھیں۔

فَإِذَا نَقَرْنَا فِي النَّاقُورِ ۖ فَذَلِكَ يَوْمَ يَوْمِ عَسِيرٍ ۖ عَلَى الْكَافِرِينَ ۖ غَيْرُ يَسِيرٍ ۖ
ذُرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ۖ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا ۖ وَبَيْنَيْنَ شُهُودًا ۖ وَمَهَّدْتُ
لَهُ تَبْهِيدًا ۖ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ۖ كَلَّا إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ۖ سَأَرْهُقُهُ
صَعُودًا ۖ إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۖ فَقَتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۖ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۖ ثُمَّ نَظَرَ ۖ
ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۖ ثُمَّ أَدْبَرَ ۖ وَاسْتَكْبَرَ ۖ فَفَالَ إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْشَرُ ۖ إِنَّ
هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۖ

کیسا دل میں ٹھہرایا	کَيْفَ قَدَّرَ	اور تیار کیا میں نے	وَمَهَّدَتْ	پس جب پھونکا جائے گا	قَدْ أَفْخَرُ ^(۱)
پھر مارا جانیو!	ثُمَّ قُتِلَ	اس کے لئے	لَهُ	نرسکے میں	فِي النَّاقُورِ
کیسا دل میں ٹھہرایا	كَيْفَ قَدَّرَ	اور بھی تیار کرنا	تَمْهِيْدًا	پس وہ دن	فَذَلِكَ يَوْمَئِذٍ
پھر اس نے دیکھا	ثُمَّ نَظَرَ	پھر امید رکھتا ہے وہ	ثُمَّ يَظْمَعُ	سخت دن ہوگا	يَوْمَ عَسِيرٍ
پھر تیر چڑھائے	ثُمَّ عَبَسَ	کہ زیادہ دوں میں	أَنْ أَزِيدَ	کافروں پر	عَلَى الْكَافِرِينَ
اور منہ بگاڑا	وَبَسَّرَ	ہرگز نہیں	كَلَّا	آسان نہیں ہوگا	عَزِيزٌ يَّسِيرٌ
پھر پیٹھ پھیری	ثُمَّ أَدْبَرَ	بے شک وہ ہے	إِنَّهُ كَانَ	چھوڑیے مجھے	ذَرْنِي
اور گھمنڈ کیا	وَاسْتَكْبَرَ	ہماری آیتوں کا	إِلَّا يَتَنَا	اور جس کو پیدا کیا میں نے	وَمَنْ خَلَقْتُ
پس کہا نہیں ہے یہ	فَقَالَ إِنَّ هَذَا	مخالف	عَنِيدًا	اکیلے	وَحِيدًا
مگر جادو	إِلَّا سِحْرٌ	اب اسے چڑھاؤنگ میں	سَأُهِقُّهُ	اور گردانا میں نے	وَجَعَلْتُ
نقل کیا جاتا ہے	يُؤْخَرُ	آگ کے پہاڑ پر	صَعُودًا	اس کے لئے	لَهُ
نہیں ہے یہ	إِنَّ هَذَا	بے شک اس نے سوچا	إِنَّهُ فَكَّرَ	لمبا کیا ہوا مال	مَالًا مَّندُودًا
مگر کہا	إِلَّا قَوْلُ	اور دل میں ٹھہرایا	وَقَدَّرَ	اور بیٹے	وَبَيْنَ
آدنی کا	الْبَشَرِ	پس مارا جانیو!	فَقَتِّلَ	حاضر باش	شُهُودًا

انذار کے لئے قیامت کا موضوع

داعی توحید کی دعوت انداز (ڈرانے) سے شروع کرے، وہ لوگوں کو بتائے کہ یہ دنیا ہمیشہ نہیں رہے گی، اس کا آخری دن آئے گا، جو منکروں پر بڑا سخت ہوگا، اور ایمان لانے والے اس دن مزے میں رہیں گے، ان کو میدانِ حشر میں اللہ کا سایہ ملے گا، اس طرح داعی قیامت کو موضوع بنا کر ایمان کی دعوت دے۔

﴿قَدْ أَفْخَرُ فِي النَّاقُورِ ۖ فَذَلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ۚ عَلَى الْكَافِرِينَ ۖ عَذِيبٌ يَسِيرٌ ۝﴾

ترجمہ: پس جب صور میں پھونکا جائے گا وہ دن سخت ہوگا، کافروں کے حق میں آسان نہیں ہوگا — تیسری آیت دوسری آیت کے لئے بمنزلہ استثناء ہے یعنی قیامت کا دن صرف کافروں پر سخت ہوگا، مومنین پر نہیں، پس اس میں تبشیر بھی آگئی۔

(۱) نَقَرَ بلسانہ: آواز نکالنا، نقر بضمہ: پھونکنا، سٹی بجانا..... الناقور: پھونکی، بگل، صور، نرسنگ۔

داعی کو کٹر مخالفوں سے بھی سابقہ پڑتا ہے

ولید بن مغیرہ نام کا ایک شخص قریش میں سردار تھا، یگانہ روزگار (وحید) کہلاتا تھا، اللہ نے اس کو ڈھیر سا رامل دے رکھا تھا، اس کے دس بیٹے قریش کی مجلس مشاورت کے ممبر تھے، اور بھی ہر طرح کا سامان اسے میسر تھا، پھر بھی زیادہ کا حریص تھا، مگر وہ نبی ﷺ کا کٹر مخالف تھا، اس لئے اب اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں آگے کچھ نہیں دیں گے، ہاں جہنم میں صعود نامی آگ کے پہاڑ پر چڑھائیں گے جس پر ستر سال میں چڑھے گا، پھر جہنم میں گرے گا، اور اسی طرح ہمیشہ کرتا رہے گا۔

(ترمذی شریف)

ولید نے ایک مرتبہ مجلس مشاورت کی، مسئلہ یہ زیر غور تھا کہ نبی ﷺ جو کلام پیش کر رہے ہیں، اور اس کو اللہ کا کلام بتا رہے ہیں: اس کے بارے میں کیا کہا جائے؟ ماننا تو ہے نہیں، مگر کوئی بات بنانی بھی ضروری ہے، کسی نے رائے دی: اس کو شاعری کہا جائے، ولید نے کہا: اس کو شاعری کون باور کرے گا؟ میں شاعری جانتا ہوں، قرآن کا شاعری سے کوئی تعلق نہیں، دوسرے نے رائے دی: محمد کا ہن ہیں، اور قرآن کہانت ہے، جن پر ی سے حاصل کی ہوئی باتیں ہیں، ولید نے کہا: کانہوں کا کلام منہج ہوتا ہے، اور اس میں بھرتی کے الفاظ ہوتے ہیں، اور قرآن میں سجع نہیں (فواصل ہیں) اور اس میں ایک لفظ بھی بھرتی کا نہیں، پھر اس کو کہانت کون باور کرے گا؟ — لوگوں نے کہا: صدر صاحب! آپ ہی فرمائیں: قرآن کے بارے میں کیا کہا جائے؟ اس نے منہ بگاڑا، تیور چڑھائے، اٹھ کر چلتے ہوئے گھمنڈ سے کہتا گیا: یہ جادو ہے، منتروں کی طرح زود اثر ہے، اور یہ محمد ہی کا کلام ہے، اور یہ باتیں اگلوں سے منقول چلی آرہی ہیں، لوگ آخرت، قیامت، جنت اور جہنم کی باتیں کرتے رہے ہیں، انہی باتوں کو محمد اپنے کلام میں پیش کر رہے ہیں، یہ کہو گے تو لوگ مان لیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کم بخت نے سوچ کر کیا بات تجویز کی! کیسی دور کی کوڑی لایا! ابھی وہ اس کی سزا پائے گا!

آیات پاک: — مجھے اور اس شخص کو چھوڑیے جس کو میں نے اکیلے پیدا کیا ہے — ولید: وحید کہلاتا تھا، اس کا جواب دیا کہ وحید (یگانہ) وہ نہیں، ہم ہیں، ہم نے اسے پیدا کیا ہے — اور میں نے اس کو ڈھیر سا رامل دیا، اور حاضر باش بیٹھے دیئے، اور سب طرح کا سامان اس کے لئے مہیا کیا، اب وہ ہوس رکھتا ہے کہ میں اس کو اور دوں! ہرگز نہیں!

کیونکہ — وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے میں عنقریب اس کو دوزخ کی آگ کے پہاڑ پر چڑھاؤں گا! — بے شک اس نے سوچا، اور ایک بات تجویز کی، سو اس پر خدا کی مار! کیسی بات تجویز کی! پھر اس پر خدا کی مار! کیسی بات تجویز کی! پھر اس نے (اہل مجلس کی طرف) دیکھا، پھر تیور چڑھائے — یعنی چپیں بہ جبین ہوا — اور منہ بگاڑا، پھر پیٹھ پھیری اور گھمنڈ کیا، اور کہا: یہ تو جادو ہی ہے، جو منقول چلا آرہا ہے، یہ تو آدمی ہی کا کلام ہے!

سَاصِلِيهِ سَقَرٌ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرٌ ۚ لَا تُبْقَى وَلَا تَذَرُ ۚ ۞ لَوْ أَحَاطَ لِلْبَشَرِ ۚ
عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝ وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً ۚ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ
إِلَّا فِتْنَةً ۚ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ۚ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا
إِيمَانًا ۚ وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ ۚ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ
مَرَضٌ وَالْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا ۚ كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ ۚ
وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۚ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَى لِلْبَشَرِ ۚ

مَا

سَاصِلِيهِ	اب جھوٹوں کا گمراہی اس کو	وَمَا جَعَلْنَا	اور نہیں بتایا ہم نے	وَالْمُؤْمِنُونَ	اور مؤمنین
سَقَرٌ ^(۱)	دوزخ میں	عِدَّتَهُمْ	ان کی تعداد کو	وَلِيَقُولَ	اور تاکہ کہیں
وَمَا أَدْرَاكَ	اور تجھے کیا پتہ	إِلَّا فِتْنَةً	گمراہی آزمائش	الَّذِينَ	وہ لوگ جو
مَا سَقَرٌ	دوزخ کیا ہے؟	لِلَّذِينَ كَفَرُوا	منکروں کے لئے	فِي قُلُوبِهِمْ	ان کے دلوں میں
لَا تُبْقَى	نہ باقی رکھے	لِيَسْتَيْقِنَ	تاکہ یقین کریں	مَرَضٌ	بیماری ہے
وَلَا تَذَرُ	اور نہ چھوڑے	الَّذِينَ أُوتُوا	جو لوگ دیئے گئے	وَالْكَافِرُونَ	اور منکرین
لَوْ أَحَاطَ ^(۲)	جھلس دینے والی	الْكِتَابَ	آسمانی کتاب	مَاذَا	کیا
لِلْبَشَرِ ^(۳)	کھال کو	وَيَزْدَادَ	اور بڑھ جائیں	أَرَادَ اللَّهُ ^(۴)	چاہا اللہ نے
عَلَيْهَا	اس پر ہیں	الَّذِينَ آمَنُوا	جو ایمان لائے	بِهَذَا مَثَلًا	اس عجیب مضمون سے
تِسْعَةَ عَشَرَ	انیس	إِيمَانًا	ایمان میں	كَذَلِكَ	اسی طرح
وَمَا جَعَلْنَا	اور نہیں بتایا ہم نے	وَلَا يَرْتَابَ	اور نہ شک کریں	يُضِلُّ اللَّهُ	گمراہ کرتے ہیں اللہ
أَصْحَابَ النَّارِ	دوزخ کا ذمہ دار	الَّذِينَ أُوتُوا	جو دیئے گئے	مَن يَشَاءُ	جس کو چاہتے ہیں
إِلَّا مَلَائِكَةً	مگر فرشتوں کو	الْكِتَابَ	آسمانی کتاب	وَيَهْدِي	اور راہ دکھاتے ہیں

(۱) سَقَرُ: دوزخ کا نام، سَقَرَاتِ النَّارِ (ن): جھلس دینا (۲) لو احاط: اسم مبالغہ، لاح (ن): جھلس دینا (۳) بشر کے دو معنی ہیں: کھال اور انسان (۴) مثلاً: ہذا کا حال، اور مثل کے معنی ہیں: عجیب بات، انوکھا مضمون۔

مَنْ يَشَاءُ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ	جس کو چاہتے ہیں اور نہیں جانتا الشکر کو	رَبِّكَ إِلَّا هُوَ وَمَا هِيَ	تیرے رب کے مگر وہی اور نہیں ہے وہ (دوزخ)	إِلَّا ذِكْرِي لِلْبَشَرِ	مگر نصیحت انسان کے لئے
---	---	--------------------------------------	--	---------------------------------	------------------------------

دعوتِ اسلام کے کٹر مخالف کا بھیانک انجام

اب ولید بن مغیرہ کا بھیانک انجام سنیں: — میں اس کو جلدی دوزخ میں جھونکوں گا! اور تم کو کچھ خبر ہے کہ دوزخ کیا ہے؟ نہ باقی رہنے دے نہ چھوڑے! — یعنی جو دوزخ میں ڈالا جائے گا: دوزخ اس کا ستیاناس کر دے گی، اور چھوڑے گی بھی نہیں کہ چھٹک جائے، اور یہ لسی ہی تعبیر ہے جیسی سورہ اہل میں ہے: ﴿لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَخْيَى﴾: نہ وہ اس میں مر ہی جائے گا اور نہ جنے گا — وہ کھال کو بگاڑ کر رکھ دے گی، اس پر انیس مقرر ہیں! — یعنی دوزخ کے انتظام پر جو بے شمار فرشتے مقرر ہیں ان کے افسران ہیں اور ان کے کمانڈر انچیف مالک ہیں۔

جہنم پر جو انیس مقرر ہیں وہ فرشتے ہیں

انیس کا عدد کن مشرکین ٹھنھا کرنے لگے کہ ہم ہزاروں ہیں، انیس ہمارا کیا کر لیں گے؟ ہمارے دس دس ان کے ایک ایک کے مقابلہ میں ڈٹ جائیں گے، اور ایک پہلوان بولا: سترہ کے لئے تو میں اکیلا کافی ہوں، باقی دو کا تم سب مل کر تیاپانچا کر دینا، اس پر یہ آیت اتری کہ وہ انیس آدمی نہیں فرشتے ہیں، جن کی قوت کا یہ حال ہے کہ ایک فرشتہ نے قوم لوط کی ساری بستیاں ایک بازو پر اٹھا کر پٹک دی تھیں۔

اور آیتِ کریمہ میں آٹھ باتیں ہیں:

۱۔ انیس کا عدد کافروں کے لئے آزمائش ہے، دیکھتے ہیں وہ اس عدد پر ایمان لاتے ہیں یا ٹھٹھا کرتے ہیں؟ جیسے حروفِ مقطعات راز ہیں، ان کو کھولا نہیں گیا، ان کے ذریعہ امتحان مقصود ہے، اتنا تو سب جانتے ہیں کہ وہ حروف، ہجا ہیں، مگر مراد کیا ہے؟ یہ راز ہے، اسی طرح انیس کا عدد تو سب جانتے ہیں، مگر جہنم کے ذمہ دار فرشتوں کے افسران کیوں ہیں؟ اٹھارہ یا بیس کیوں نہیں؟ اس کو نہیں کھولا، اب دیکھنا ہے کہ اس کو کون مانتا ہے اور کون انکار کرتا ہے؟ پس جن اکابر نے ان کو کھولنے کی کوشش کی ہے: وہ ٹھیک نہیں کیا، جب اللہ نے نہیں کھولا تو اور کون یقینی طور پر ان کو کھول سکتا ہے؟ پس یہ راز سر بستہ ہی رہے: یہ بہتر ہے۔

۲۔ اہل کتاب اس عدد کو مان لیں گے، کیونکہ ان کی کتابوں میں بھی یہی عدد ہے۔

۳۔ جب اہل کتاب کی تائید حاصل ہوگی تو مؤمنین کا ایمان قوی ہو جائے گا۔

۴۔ باہم ایک دوسرے کی موافقت سے دونوں کو اطمینان حاصل ہوگا، کسی کو اس عدد میں شک نہیں رہے گا۔

۵۔ منافقین و منکرین تعجب کریں گے کہ یہی عدد کیوں ہے؟ جیسے یورپ اور امریکہ کے لوگ تیرہ کے عدد کو منحوس سمجھتے

ہیں، پس لوگ تعجب کرتے ہیں کہ یہی عدد منحوس کیوں ہے؟

۶۔ قرآن کے بعض مضامین سے سلیم ذہنوں کو ہدایت ملتی ہے اور بیمار ذہن گمراہ ہوتے ہیں، جب قرآن کریم میں

کبھی مکڑی جیسی چھوٹی چھوٹی اور حقیر چیزوں کی مثال بیان کی تو کافروں کو حیرت ہوئی، انھوں نے کہا: عظیم المرتبت

اللہ تعالیٰ ایسی حقیر اور معمولی چیزوں کی مثال کیوں دیتے ہیں؟ سورۃ البقرۃ (آیت ۲۶) میں اس کا جواب نازل ہوا ہے:

﴿يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَيَهْدِيْ بِهٖ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَۙ﴾ اللہ تعالیٰ ایسی مثالوں سے بہت سوں کو

گمراہ کرتے ہیں، اور بہت سوں کو اس سے ہدایت دیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اس مثال سے صرف حد اطاعت سے نکلنے

والوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ انیس کا عدد بھی ایسا ہی ہے، کسی کو اس سے ہدایت ملے گی کوئی گمراہ ہوگا۔

۷۔ انیس افسروں کے ماتحت بے شمار فرشتے ہیں، جن کی تعداد اللہ ہی جانتے ہیں جیسے ملک الموت (حضرت

عزرائیل علیہ السلام) کے ماتحت بے شمار فرشتے مخلوق کی جانیں وصول کرتے ہیں، وہ سب ملک الموت (موت کے

فرشتے) ہیں۔

۸۔ دوزخ کا تذکرہ اس لئے کیا جاتا ہے کہ لوگ نصیحت پذیر ہوں، اور آخرت کے لئے تیاری کریں۔ جیسے قبر کا

عذاب برحق ہے: یہ آدھا مضمون ہے، قبر میں عذاب گنہگاروں کو ہوگا، نیک مؤمنین قبر میں مزے لوٹیں گے، مگر اس کو ذکر

نہیں کرتے تاکہ لوگ غفلت میں نہ پڑیں۔

﴿وَمَا جَعَلْنَا اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَكِيْكَةًۭ ۚ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْۙ اِلَّا فِتْنَةًۭ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ لِيَسْتَيْقِيْنَ

الَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْكِتٰبَ وَيَزِدَّادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِيْمَانًا ۚ وَلَا يَزِنٰبُ الَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَلَيَقُوْلَ

الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَالْكَافِرُوْنَ مَا ذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۚ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَن يَشَآءُ ۚ وَ

يَهْدِيْ مَنْ يَشَآءُ ۚ وَمَا يَعْلَمُ جُودَ رَبِّكَۙ اِلَّا هُوَ ۚ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِّلْبَشَرِۙ﴾

ترجمہ: (۱) اور ہم نے ان کی تعداد کو کافروں کے لئے آزمائش بنایا ہے (۲) تاکہ اہل کتاب یقین کریں (۳) اور

مؤمنین کا ایمان بڑھ جائے (۴) اور اہل کتاب اور مؤمنین کسی شک میں مبتلا نہ ہوں (۵) اور جن کے دلوں میں روگ ہے

اور منکرین کہیں کہ اس عجیب مضمون سے اللہ تعالیٰ کو کیا مقصود ہے؟ (۶) اس طرح اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں گمراہ کرتے

ہیں، اور جس کو چاہتے ہیں راہ راست پر لے آتے ہیں (۷) اور آپ کے رب کے لشکر کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا (۸) اور دوزخ صرف آدمیوں کی نصیحت کے لئے ہے۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ ۖ وَالْيَلِ إِذَا أَذْبَرَ ۖ وَالصُّبْحِ إِذَا أَاسْفَرَ ۖ إِنَّهَا لِاحِدٌ ۖ الْكُبَرِ ۖ نَذِيرًا ۖ لِلْبَشَرِ ۖ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ۖ

کَلَّا	ہرگز نہیں (دوزخ کا انکار مت کر)	إِذَا أَاسْفَرَ ۖ إِنَّهَا لِاحِدٌ ۖ	جب وہ روشن ہوئی! بے شک وہ (دوزخ) البتہ ایک ہے	لِلْبَشَرِ ۖ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ	انسانوں کو اس کے لئے جو چاہے تم میں سے
وَالْقَمَرِ ۖ وَالْيَلِ	چاند کی قسم! اور رات کی قسم	الْكُبَرِ ۖ	بڑی بھاری چیزوں میں سے	أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ	کہ آگے بڑھے یا پیچھے ہٹے
إِذَا أَذْبَرَ ۖ وَالصُّبْحِ	جب اس نے پیٹھ پھیری! اور صبح کی قسم	نَذِيرًا ۖ	ڈرانے والی		

آخرت میں دوزخ بڑی بھاری مصیبت ہے، اور آخرت پر جوڑی کے قانون سے استدلال

گذشتہ آیت کی آخری بات تھی کہ دوزخ: انسانوں کے لئے ایک نصیحت ہے، اب فرماتے ہیں کہ دوزخ کا انکار مت کر، دوسری دنیا (آخرت) بالیقین قائم ہونے والی ہے، اور اس میں دوزخ ایک سنگین چیز ہوگی، اس سے سابقہ پڑنے والا ہے، ابھی وہ انسانوں کے لئے ڈرا دل ہے، پس جس کا جی چاہے اس کی طرف بڑھے، دوزخ دلے کام کرے اور جائے جہنم میں! اور جس کا جی چاہے اس سے ہٹے، جنت دلے کام کرے اور جنت نشیں بنے!

آخرت پر جوڑی کے قانون سے استدلال: آخرت ضرور آئے گی، اس پر جوڑی کے قانون سے استدلال کرتے ہیں، جوڑی کے قانون کی وضاحت سورۃ الذاریات میں گذر چکی ہے، جوڑی: وہ دو چیزیں ہیں جو مل کر ایک مقصد کی تکمیل کرتی ہیں، جیسے دو جوتے، کرتا پا چامہ، نر مادہ اور شب و روز۔

اسی طرح چاند سورج کی جوڑی ہے، سورج دن میں روشنی پھیلاتا ہے اور چاند رات میں چاندنی نکھیرتا ہے، اسی طرح شب و روز روشن ہو جاتے ہیں، اور انسان آرام سے رات دن سفر کرتے ہیں۔

دوسری مثال: اسی طرح رات دن کی جوڑی ہے، رات گذرتی ہے تو صبح ہوتی ہے، اور شام ڈھلتی ہے تو رات آتی (۱) [حدی: مضاف، واحد اور احد کا مؤنث (۲) النکب: ٹھہری کی جمع، اکبر کا مؤنث۔

ہے، دونوں سے زندگی کی راحت ہے، اگر ایک ہو: رات ہی رات رہے دن نہ آئے یا دن ہی دن رہے، رات نہ آئے تو انسان پریشان ہو جائے، دونوں مل کر انسان کی راحت کا سامان کرتے ہیں، اس لئے دونوں کی جوڑی ہے۔

اسی طرح دنیا کی جوڑی آخرت ہے، دونوں مل کر تکلیف (جزا و سزا) کا مقصد پورا کرتے ہیں، جوڑی کی اس دلیل سے آخرت کا آنا قطعی ہے، اور آخرت میں دوزخ ایک بھاری چیز ہے، ابھی اس سے اس لئے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ جو شخص اس کی طرف بڑھنا چاہے بڑھے، اور جو اس سے ہٹنا چاہے ہٹے۔

سوال: صرف چاند کی قسم کیوں کھائی ہے؟ سورج کی قسم کیوں نہیں کھائی؟ سورج کی قسم کے بغیر جوڑی کیسے بنے گی؟
جواب: سورج کا ذکر: ﴿وَالضُّحٰی اِذَا اَسْفَرَ﴾ میں آ رہا ہے، اگر اس کی الگ قسم کھائی جاتی تو تکرار ہو جاتی، اور کلام فصیح نہ رہتا، اور انسان کو اللہ نے عقلمند پیدا کیا ہے، اس کے لئے اشارہ کافی ہے۔

فائدہ: چاند کی قسم میں ایک اور مضمون بھی ہے، چاند خود روشن نہیں، سورج سے فیض پاتا ہے، اسی طرح آخرت (جنت و جہنم) اس دنیا سے آباد ہیں، وہ یہاں کے اعمال کا نتیجہ ہیں، حدیث میں ہے: جب بندہ اللہ اکبر کہتا ہے تو جنت میں ایک کھجور کا درخت لگتا ہے، ورنہ جنت چٹیل میدان ہے، اسی طرح یہاں کی بدکاریاں جہنم کے سانپ بچھو بختے ہیں، پس چاند کی قسم میں یہ مضمون بھی ہے۔

آیاتِ کریمہ: — ہرگز نہیں — یعنی دوزخ کا انکار مت کر — چاند کی قسم! اور رات کی قسم جب جانے لگے! اور صبح کی قسم جب وہ روشن ہو جائے — یہ جوڑیاں دلیل ہیں کہ دنیا کی جوڑی آخرت ہے، پس مدعیِ محذوف ہے، اور قرینہ اگلا ارشاد ہے: — بے شک دوزخ بڑی بھاری چیز ہے! — دوزخ آخرت میں ہے پس یہ مقسم علیہ کا قرینہ ہے — وہ انسانوں کے لئے بڑا ڈراوا ہے — یعنی اس دنیا میں اس کا تذکرہ اسی مقصد سے کیا جاتا ہے — اس کے لئے جو تم میں سے آگے بڑھنا چاہے — یعنی جو کنوئیں میں گرنا چاہے وہ علی وجہ البصیرت گرے — یا پیچھے ہٹنا چاہے — یعنی جنت والے کام کرنا چاہے تو کرے!

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۖ اِلَّا اَصْحَابَ الْيَمِينِ ۖ فِي جَنَّتٍ يُتَسَاءَلُونَ ۖ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ۖ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ ۖ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمَصْلِيْنَ ۖ وَلَمْ نَكُ نَطْعُمُ الْمُسْكِيْنَ ۖ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَاطِیْضِیْنَ ۖ وَكُنَّا نَكْذِبُ بَیْوَمِ الدِّیْنِ ۖ حَتّٰی اٰتٰنَا الْیَقِیْنَ ۝

کُلُّ نَفْسٍ	ہر شخص	مَا سَأَلَكَكُمْ	کس چیز نے پہنچا تم کو	وَكُنَّا	اور تھے ہم
بِمَا كَسَبَتْ	اپنے کئے میں	فِي سَفَرٍ	دور رخ میں	نَحْنُ	گھٹتے
رَهِيْنَةً	گروی (پھنسا ہوا) ہے	قَالُوا	کہا انھوں نے	مَعَ الْفَٰكِرِيْنَ	گھنے والوں کے ساتھ
اِلَّا اَصْحَابُ الْاِيْمَانِ	مگر دائیں والے	لَمْ تَكْ	نہیں تھے ہم	وَكُنَّا نَكْذِبُ	اور جھٹلاتے تھے ہم
فِي جَهَنَّمَ	باغوں میں (ہونگے)	مِنَ الْمُصَلِّيْنَ	نمازیوں میں سے	بَيْنَهُم	دن کو
يَكْسَاءُ لَوْنٌ	ایک دوسرے سے	وَلَمْ تَكْ	اور نہیں تھے ہم	الَّذِيْنَ	قیامت کے
عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ	پوچھیں گے	نُطْعِمُ	کھلاتے	حَتّٰى اَنْشُرْنَا	یہاں تک کہ آیا ہمیں
	گنہگاروں کے بارے میں	الْمُسْكِيْنَ	غریبوں کو	الْيَقِيْنَ	یقین (موت)

دوزخیوں کے بالمقابل جنتیوں کا تذکرہ

قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ وہ آگ والوں کے بعد باغ والوں کا تذکرہ کرتا ہے، پہلے ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلہ میں مجبوس ہوگا، یہ ضابطہ دوزخ والوں کے لئے ہے، ان کو گناہ کے بقدر ہی سزا ملے گی، جنتی اس ضابطہ سے مستثنیٰ ہیں، ان کو ان کے اعمال سے کہیں زیادہ انعام ملے گا، وہ ایک باغ میں نہیں، بہت سے باغوں میں ہونگے، ادنیٰ جنتی کو دس دنیا کے بقدر باغ ملیں گے۔

علاوہ ازیں: وہ اپنے اعمال پر خوش ہونگے اور وہ ایک مستقل نعمت ہوگی، اور ان کو یہ خوشی اس وقت حاصل ہوگی جب وہ دوزخیوں کے بارے میں پوچھیں گے کہ تم دوزخ میں کیسے پہنچ گئے؟ وہ جواب دیں گے: ہم دو کام نہیں کرتے تھے اور دو کام کرتے تھے: اس وجہ سے جہنم کا منہ دیکھنا پڑا، ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور زکات نہیں دیتے تھے اور ہم اسلام کے خلاف باتیں بنانے والوں کی موافقت کرتے تھے، اور ہم قیامت کے دن کو نہیں مانتے تھے، یہاں تک کہ موت کے وقت ہمیں یقین آ گیا کہ قیامت آنے والی ہے، جب جنتی: دوزخیوں کے یہ احوال سنیں گے تو اپنی زندگی پر ناز فرماں ہونگے، اور وہ ان کے لئے مستقل نعمت ہوگی، جیسے محنتی طالب علم کامیاب ہوتا ہے، پس فیل ہونے والے طالب علم سے پوچھتا ہے: ارے تو فیل کیوں ہوا؟ وہ کہتا ہے: میں مطالعہ نہیں کرتا تھا، سبق سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا تھا، اور خواندہ یا دنیس کرتا تھا تو کامیاب ہونے والا طالب علم اپنی محنت پر پھولا نہیں سماتا!

سوال: یہ بات طے ہے کہ کفار فروع کے مکلف نہیں، پھر نماز نہ پڑھنے اور زکات نہ دینے پر جہنم میں ان کو سزا کیوں ہوگی؟

جواب: آیت میں کفار کی تخصیص نہیں، مجرمین عام لفظ ہے اور نافرمان مسلمانوں کو بھی جہنم میں جانا پڑ سکتا ہے، پس بے نمازی اور زکات ادا نہ کرنے والے مسلمان ہوشیار ہو جائیں!

آیاتِ کریمہ: — ہر شخص اپنے اعمال کے بدلہ میں محبوس ہوگا، مگر داہنے والی مستثنیٰ ہیں، وہ باغوں میں ہونگے، وہ مجرموں کا حال پوچھتے ہونگے، تم کو دوزخ میں کس چیز نے داخل کیا؟ وہ جواب دیں گے: ہم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے، اور نہ غریبوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے، اور (دین اسلام کے خلاف) باتیں چھانٹنے والوں کے ساتھ باتیں چھانٹا کرتے تھے، اور قیامت کے دن کو (عملاً) جھٹلایا کرتے تھے، یہاں تک کہ ہم کو (موت پر) یقین آ گیا — اب کیا ہوت ہے جب چڑیاں چک گئیں کھیت!

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشُّفْعَيْنِ ۖ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ۚ كَانَتْهُمْ حُمْرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۖ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۖ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِنْهُمْ أَنْ يُؤْتَى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۚ كَلَّا بَلْ لَا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ۚ كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ ۚ وَمَا يَنْدَكُرُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَعْفَرَةِ ۚ

فَمَا تَنْفَعُهُمْ	پس نہیں کا کہے گی ان کو	مِنْ قَسْوَرَةٍ ^(۲)	شیر (شور) سے	الْآخِرَةَ	آخرت سے
شَفَاعَةُ	سفارش	بَلْ يُرِيدُ	بلکہ چاہتا ہے	كَلَّا	ہرگز نہیں
الشُّفْعَيْنِ	سفارش کرنے والوں کی	كُلُّ امْرِئٍ	ہر انسان	لَا إِلَهَ تَذْكِرَةٌ	بیشک وہ نصیحت نامہ ہے
فَمَا لَهُمْ	پس کیا ہوا ان کو	مِنْهُمْ	ان میں سے	فَمَنْ شَاءَ	پس جو چاہے
عَنِ التَّذْكِرَةِ	نصیحت سے	أَنْ يُؤْتَى	کہ دیا جائے وہ	ذَكَرَهُ	اس سے نصیحت پذیر ہو
مُعْرِضِينَ	روگردانی کرنے والے ہیں	صُحُفًا	صحیفے (خطوط)	وَمَا يَنْدَكُرُونَ	اور نہیں نصیحت حاصل
كَانَتْهُمْ حُمْرٌ	گو یا وہ گدھے ہیں	مُنَشَّرَةً	کھلے ہوئے		کریں گے وہ
مُسْتَنْفِرَةٌ	بدکنے والے	كَلَّا	ہرگز نہیں	إِلَّا	مگر
فَرَّتْ	بھاگے جا رہے ہیں	بَلْ لَا يَخَافُونَ	بلکہ وہ نہیں ڈرتے	أَنْ يَشَاءَ	یہ کہ چاہیں

(۱) حُمْرٌ مستفرفة: بدکنے والے گدھے یعنی وحشی گدھے: گورخر (۲) قسورة کے معنی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے شیر کئے ہیں، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے شور کئے ہیں۔ اصل معنی ہیں: نہایت سخت۔

اللہ ہو	اللہ تعالیٰ وہ	أَهْلُ التَّقْوَىٰ ①	اس کے حقدار ہیں کہ ان سے ڈرا جائے	وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ②	اور وہ اس کے حقدار ہیں کہ گناہ بخشیں
------------	-------------------	----------------------	--------------------------------------	-----------------------------	---

دوزخیوں کا باقی تذکرہ: کوئی سفارش دوزخ سے نہیں بچا سکے گی

پہلی آیت: سابقہ آیات سے جڑی ہوئی ہے، مجرموں (کافروں اور بدکاروں) کا اگر یہ خیال ہے کہ مورتیاں، اولیاء یا شفیع المدین ﷺ سفارش کر کے دوزخ سے بچا لیں گے تو یہ خام خیالی ہے، کیونکہ سفارش اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکے گی، اور کافروں کے لئے تو اجازت کا سوال ہی نہیں، اور بدکاروں کے لئے اجازت ملے گی، مگر دھلائی کے بعد!

﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ﴾

ترجمہ: پس ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہیں دے گی۔

کفار قرآن کی نصیحت سے سر پر پیر رکھ کر بھاگتے ہیں!

گورخر (جنگلی گدھے) شیر یا شکاریوں کے شور سے بے تحاشا بھاگتے ہیں، اسی طرح کفار قرآن کی باتیں سن کر بھاگتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ ان کے نام اللہ کی طرف سے کھلا خط آئے، جس میں ان کو ایمان کی دعوت دی ہو پس وہ ایمان لائیں، مگر یہ کیونکر ممکن ہے؟ اللہ جانتے ہیں جن کے پاس پیغام بھیجتے ہیں، ہر شخص میں رسالت (اللہ کا مخاطب بننے) کی صلاحیت کہاں ہے؟

درحقیقت وہ لوگ آخرت سے نہیں ڈرتے، جبکہ آخرت سے بے خوف ہونا عقلمندی کی بات نہیں، پس لوگ سن لیں! قرآن ایک نصیحت نامہ ہے، ان کو چاہئے کہ قرآن سے نصیحت پذیر ہوں۔

﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكَرَةِ مُعْرِضِينَ ۚ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهُمْ ۖ فَذَرَتْهُم مِّنْ قَبْرِ ۖ بَلْ يُرِيدُ كَلٌّ مِّنْهُمْ ۖ أَن يُؤْتِيَ صُحُفًا مِّنْشَرَّةٍ ۚ كَذَّبَ بَلْ لَا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ۚ كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمِنْ شَاءَ ذَكَرَهُ ۚ﴾

ترجمہ: پس ان کو کیا ہوا کہ نصیحت سے روگردانی کرتے ہیں؟ گویا وہ وحشی گدھے ہیں جو شیر سے (یا شور سے) بھاگے جا رہے ہیں! بلکہ ان کا ہر شخص چاہتا ہے کہ ان کو کھلے خط دیئے جائیں — یعنی ہر شخص کے نام الگ الگ خط آئے — ہرگز نہیں — یہ ممکن نہیں — بلکہ وہ آخرت سے نہیں ڈرتے — ہرگز نہیں — یعنی آخرت سے

(۱) التقویٰ: مصدر مجہول ہے (۲) المغفرة: مصدر معروف ہے۔

بے خوف ہونا ٹھیک نہیں۔۔۔ یہ قرآن ایک نصیحت ہے، پس جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے!

بندوں کی مشیت اللہ کی مشیت کے تابع ہے، پس اللہ سے توفیق مانگیں!

بندوں کا قرآن کریم سے نصیحت پذیر ہونا اللہ کی مشیت پر موقوف ہے، بندوں کا کوئی معاملہ اللہ کے اختیار سے باہر نہیں، ورنہ بندے خود خدا بن جائیں گے، پس بندوں کو چاہئے کہ اللہ سے توفیق مانگیں، اللہ تعالیٰ محروم نہیں کریں گے۔

﴿وَمَا يَكُونُ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ﴾

ترجمہ: اور بدولت اللہ کے چاہے وہ لوگ نصیحت پذیر نہیں ہو سکتے۔

اللہ تعالیٰ اس کے حقدار ہیں کہ ان سے ڈرا جائے اور وہی اس کے حقدار ہیں کہ گناہ بخشیں!

حدیث قدسی: نبی ﷺ نے آیت: ﴿هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں: ”میں اس کا حقدار ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے، پس جو مجھ سے ڈرتا ہے، اور میرے ساتھ کوئی اور معبود نہیں گردانتا تو میں اس کا حقدار ہوں کہ اس کی بخشش کر دوں“ یعنی جو اللہ سے ڈر کر شرک سے بچے گا: اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف کر دیں گے (ترمذی شریف حدیث ۳۵۱ تحفۃ الامی: ۷۵۳۳)

﴿هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ﴾

ترجمہ: وہ اس کے حقدار ہیں کہ ان سے ڈرا جائے، اور وہ اس کے حقدار ہیں کہ گناہ بخشیں!

﴿۲۹/ ذی قعدہ ۱۴۳۷ھ = ۲/ ستمبر ۲۰۱۶ء﴾



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة القیامہ

یہی دور کے وسط کی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ۳۱ ہے، اور اس کا موضوع آخرت ہے، گذشتہ سورت کے آخر میں دوزخ کا ذکر تھا، دوزخ: آخرت میں ہے، اس لئے اب کئی سورتوں کا یہی موضوع ہے اور یہ سورت جوڑی دار ہے، اگلی سورت کے ساتھ مل کر اس کا مضمون مکمل ہوتا ہے، اس سورت میں کفار کا اور آخرت میں ان کی سزا کا بیان ہے، اور اگلی سورت میں مؤمنین کے اعمال کا اور ان کے انعام کا ذکر ہے۔

قیامت اور آخرت دو الگ الگ چیزیں ہیں، مگر گلوں ہیں، قیامت اس دنیا کا آخری دن ہے، اس لئے اس کو الیوم الآخر بھی کہتے ہیں، اور قیامت اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ وہ متعین دن ہے، اور اس کا آنا یقینی ہے، اور آخرت: ساتھ والی دنیا کا نام ہے، جو فی الحال موجود ہے، وہاں جنت و جہنم ہیں، قیامت کے دن حساب کے بعد مکلف مخلوقات کو جزا و سزا کے لئے آخرت میں منتقل کیا جائے گا، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

آخرت کا موضوع بھی توحید و رسالت کی طرح اہم ہے، لوگوں کو اس کا یقین ہی نہیں آتا، جو لوگ قیامت اور آخرت کو مانتے ہیں: ان کے عمل سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نہیں مانتے، اس لئے اب کئی سورتیں اسی موضوع پر ہیں۔

اَنۡاۤ اَنۡهٰٓیۤہٗ ۙ (۷۵) سُوْرَةُ الْقِيٰمَةِ مَكِّيَّةٌ (۳۱) اَنۡاۤ اَنۡهٰٓیۤہٗ ۙ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَاۤ اُقِیْمُ یَوْمَ الْقِیَمَةِ ۙ وَلَاۤ اُقِیْمُ بِالنَّفْسِ اللّٰوَامَةِ ۙ اَیَحْسَبُ الْاِنۡسَانُ اَلَنۡ
تُجَمَعَ عِظَامُهٗ ۙ بَلٰی قٰدِرِیۡنَ عَلٰی اَنْ تُسَوِّیۡ بَنٰنَہٗ ۙ بَلۡ یُرِیۡدُ الْاِنۡسَانُ لِیَفۡجُرَ
اَمَامَہٗ ۙ یَسۡتَلۡ اٰیَانَ یَوْمِ الْقِیَمَةِ ۙ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۙ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۙ وَجُمِعَ الشَّمۡسُ
وَالْقَمَرُ ۙ یَقُوۡلُ الْاِنۡسَانُ یَوْمَیۡذِ اَیۡنَ الْمَفَرِّ ۙ کَلَّا لَاۤ وَرَرَ ۙ اِلَیۡ رَبِّکَ یَوْمَیۡذِ
الْمُسۡتَقَرِّ ۙ

لَا	نہیں (آخرت کا انکار)	بَلَىٰ	کیوں نہیں!	وَحَسَفَ	اور گہنا (بے نور ہو) جائیگا
أَقِیْمُ	میں قسم کھاتا ہوں	خُلِدِیْنِ	(ہم) قادر ہیں	الْقَمَرِ	چاند
یَوْمِ	دن کی	عَلَىٰ اَنْ	اس پر کہ	وَجُمِعَ	اور اکٹھا کئے جائیں گے
الْقِیَمَةِ	قیامت کے	تُسُوٰی	درست بنائیں	الشَّمْسِ	سورج
وَلَا	اور نہیں (سزا کا انکار)	بَنَانَهُ ^(۲)	اس کی پوریوں کو	وَالْقَمَرِ	اور چاند
أَقِیْمُ	میں قسم کھاتا ہوں	اِلَیْنِی	انسان	یَقُوْلُ	کہے گا
یَا لِنَفْسِ	نفس کی	اِلَیْنِی	کہ بدکاریاں کرے	اِلَیْنِی	انسان
الْوَاْمَةِ ^(۱)	بہت ملامت کرنے والے	اَمَّا ^(۳)	اس (دن) سے پہلے	اَمَّا ^(۳)	آج
اَیَحْسَبُ	کیا گمان کرتا ہے	یَسْئَلُ	پوچھتا ہے	کَلَّا	کہاں بھاگوں؟
اِلَیْنِی	انسان	اَیَّانَ	کب (ہے)	لَا وَرَرَ	ہرگز نہیں
اَلَنْ	کہ ہرگز نہیں	یَوْمَ الْقِیَمَةِ	قیامت کا دن	اَلَمْ یَرِیْكَ	کوئی جائے پناہ نہیں
تَجْمَعُ	اکٹھا کریں گے ہم	فَاِذَا	پس جب	یَوْمَیْمِذِ	تیرے رب کے پاس
عِظَامُهُ	اس کی ہڈیوں کو؟	یَرِیْ	چکا چونہ ہوگی	اَلْمُسْتَقَرُّ	آج
		اَلْبَصَرُ	آنکھیں		نظر ہے

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

آخرت اور اس میں سزا کے برحق ہونے کے دلائل

آخرت کے برحق ہونے کی دلیل قیامت کا دن ہے، وہ اس دنیا کا آخری دن ہے، اس میں اولین و آخرین دوبارہ زندہ کئے جائیں گے، پھر حساب کتاب کے بعد مکلف مخلوقات آخرت میں منتقل کی جائے گی، اب اگر آخرت کو کوئی نہیں مانے گا تو جن وانس کہاں جائیں گے؟ یہ دنیا تو ختم کر دی جائے گی! اس کا تو آخری دن آگیا، پس لامحالہ آخرت کو ماننا ہوگا، جو آخری ٹھکانا ہوگا۔

(۱) اللوامۃ: صیغہ بالغہ نہایت ملامت کرنے والا (۲) بنان: بنانہ کی جمع (۳) امامہ: ضمیر یوم القیامۃ کی طرف عائد ہے۔

اور مکلف مخلوقات کے لئے آخرت میں برائیوں کی سزا ہے: اس کی دلیل اس کا بہت زیادہ ملامت کرنے والا نفس ہے، انسان اور جانور کے احوال میں غور کریں، انسان خواہ کوئی ہو: اگر اس کی گاڑی کے پہیے میں غلطی سے کوئی معصوم بچہ آجائے تو اس کا کیا حال ہوتا ہے؟ اس کا دل کتنا روتا ہے! اور بھینس کے پیروں میں بچہ کچل جائے تو اس کا نفس اس کو ذرا ملامت نہیں کرتا، یہ دلیل ہے کہ انسان کو یقین ہے کہ اس کی غلطی پر پکڑ ہوگی۔

﴿لَا أَقْسِمُ بِمَوْمِنَةٍ ۖ وَلَا أَقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۖ﴾

ترجمہ: نہیں — یعنی آخرت کا انکار مت کر — میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں — یہ دلیل ہے جس کو قسم کے روپ میں پیش کیا ہے، اور مدعی وہ ہے جس کی لاکے ذریعہ نفی کی ہے — اور نہیں — یعنی سزا کا انکار مت کر — میں بہت زیادہ ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں۔

قیامت کے احوال

اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن مخلوقات کو دوبارہ پیدا کرنے پر پوری قدرت ہے

اگر کوئی خیال کرے کہ آخرت اور سزا کا قصہ تو جب ہے کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کئے جائیں، کیا یہ ممکن ہے؟ جواب: کیا انسان گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو اکٹھا نہیں کریں گے؟ کیوں نہیں! ہم اس کی پور پور دوبارہ ٹھیک ٹھیک بنانے پر قدرت رکھتے ہیں — جس نے پہلی بار پیدا کیا ہے وہ دوسری بار کیوں پیدا نہیں کر سکتا؟ دوسری بار کسی چیز کو بنانا پہلی بار سے آسان ہوتا ہے — اور پوریوں کی تخصیص شاید اس لئے کی کہ اطراف بدن میں باوجود چھوٹی ہونے کے صنعت کی رعایت زیادہ ہے، کسی بھی دو شخصوں کے فینگر پرنٹ یعنی پوریوں کی لکیریں یکساں نہیں ہوتیں، کچھ نہ کچھ فرق ہوتا ہے، یہ کتنا دشوار اور باریک کام ہے؟

انسان قیامت کا انکار کیوں کرتا ہے؟

جو لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں اور دوبارہ زندہ کئے جانے کو محال جانتے ہیں: اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ یہ مسئلہ بہت مشکل ہے، اور اللہ کی قدرتِ کاملہ کے دلائل و نشانات غیر واضح ہیں، بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ قیامت کے آنے سے پہلے اپنی اگلی عمر میں — جو باقی رہ گئی ہے — بالکل بے باک ہو کر فسق و فجور کرتا رہے، اگر کہیں قیامت کا اقرار کر لیا اور حساب کتاب کا خوف دل میں بیٹھ گیا تو بے باکی اور ڈھٹائی سے بدکاری نہیں کر سکے گا، اس لئے ایسا خیال دل میں آنے ہی نہیں دیتا، بلکہ سینہ زوری سے سوال کرتا ہے: صاحب! آپ کی قیامت کب آئے گی؟ جواب: جب سورج سر سے قریب

ہو جائے گا، اور اس کی چمک سے آنکھیں پتھر جانیں گی، اور سورج کے ساتھ تقابل نہ رہنے سے چاند بے نور ہو جائے گا، بلکہ سورج اور چاند ایک دوسرے کے مقابل نہیں رہیں گے، ایک ساتھ ہو جائیں گے: اس دن قیامت قائم ہوگی، اس وقت انسان بدحواس ہو کر پوچھے گا: آج کدھر بھاگوں؟ اور کہاں پناہ لوں؟ جواب ملے گا: اب نہ بھاگنے کا موقع ہے نہ کوئی جائے پناہ! اب سب کو پروردگار کی عدالت میں حاضر ہونا ہے!

آیات پاک: — بلکہ انسان چاہتا ہے کہ روز جزاء سے پہلے بدکاریاں کر لے، پوچھتا ہے: قیامت کا دن کب ہے؟ — پس جب آنکھیں پتھر جانیں گی، چاند گہنا جائے گا، اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں گے تو انسان کہے گا: اب کہاں بھاگوں؟ ہرگز نہیں (اب کہیں نہیں بھاگ سکتا) کوئی جائے پناہ نہیں، اب تیرے رب کے پاس ہی ٹھہرنا ہے!

يُكَذِّبُوا الْإِنْسَانَ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ۚ بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ۚ وَلَوْ أَلْفَىٰ مَعَاذِيرَهُ ۚ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَجْعَلَ فِيهِ ۚ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۚ فَإِذَا قَرَأَهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۚ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۚ كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ۚ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ ۚ

يُكَذِّبُوا	جتلایا جائے گا	لَا تُحَرِّكْ	آپ نہ ہلائیں	فَاتَّبِعْ	پس پیروی کریں آپ
الْإِنْسَانَ	انسان	بِهِ	وہی کے ساتھ	قُرْآنَهُ	اس کے پڑھنے کی
يَوْمَئِذٍ	اس دن	لِسَانَكَ	اپنی زبان	ثُمَّ إِنَّ	پھر بے شک
بِمَا قَدَّمَ	جو آگے بھیجا اس نے	لِتَجْعَلَ	تاکہ جلدی لیں آپ	عَلَيْنَا	ہمارے ذمہ ہے
وَأَخَّرَ	اور (جو) پیچھے چھوڑا اس نے	بِهِ	اس (وہی) کو	بَيَانَهُ	اس کی وضاحت
بَلِ الْإِنْسَانَ	بلکہ انسان	إِنَّ عَلَيْنَا	بیشک ہمارے ذمہ ہے	كَلَّا	ہرگز نہیں
عَلَىٰ نَفْسِهِ	اپنے بارے میں	جَمْعَهُ	اس کو (دل و دماغ میں)	بَلْ تُحِبُّونَ	بلکہ پسند کرتے ہو تم
بَصِيرَةٌ	با بصیرت ہے		جمع کرنا	الْعَاجِلَةَ	جلدی کو
وَلَوْ أَلْفَىٰ	اگرچہ ڈالے وہ (پیش	وَقُرْآنَهُ	اور اس کا پڑھنا	وَتَذَرُونَ	اور چھوڑتے ہو تم
	کرے وہ)	فَإِذَا	پس جب	الْآخِرَةَ	پچھلے کو
مَعَاذِيرَهُ	اپنے غیر واقعی اعذار	قُرْآنَهُ	پڑھیں ہم اس کو		

قیامت کے دن جب انسان کو اس کے اعمال جتلائے جائیں گے

تو وہ غیر واقعی اعذار پیش کرے گا اور اس کی مثال اور مثال در مثال

اس دنیا میں بھول، ایک نعمت ہے، اسی کے سہارے آدمی پنپتا ہے، بڑے سے بڑا نقصان ہو جاتا ہے مگر چند دن کے بعد بھول جاتا ہے اور زندگی معمول پر آ جاتی ہے۔ قیامت کے دن اس نعمت کی ضرورت نہیں رہے گی، چنانچہ سب کیا کرایا یا د آ جائے گا، سورة النازعات میں ہے: ﴿يَوْمَ تَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَى﴾ قیامت کے دن انسان کو اپنا کیا کرایا سب یاد آ جائے گا۔ تاہم قیامت کے دن انسان کو اس کے اچھے برے آگے بھیجے ہوئے اور پیچھے چھوڑے ہوئے سب اعمال جتلائے جائیں گے، اس وقت انسان اپنے اعمال کے بارے میں با بصیرت ہوگا، سب کو جانتا ہوگا، پھر بھی برے اعمال کے لئے بہانے تراشے گا، اور غیر واقعی اعذار پیش کرے گا کہ میں نے یہ گناہ اس مجبوری میں کیا۔

اس کی مثال: شروع میں نزولِ وحی کے وقت نبی ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ زبان سے سر اُڑھتے تھے، اس سے دُور ابوجہ پڑتا تھا، ایک تو آپ کو ناسوت سے ملکوت کی طرف عروج کرنا پڑتا تھا، جس سے آپ سخت جاڑے میں پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے، دوسرے: وحی سننا بھی اور ساتھ ہی پڑھنا بھی، اس لئے آپ کو نزولِ وحی کے ساتھ پڑھنے سے روک دیا لیکن اگر آپ سے پوچھا جائے کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو آپ جواب دیں گے: میں ایسا اس لئے کرتا ہوں کہ وحی یاد ہو جائے، کوئی حصہ بھول نہ جاؤں، یہ غیر واقعی عذر ہے، کیونکہ وحی بھولنے کا آج تک کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

مثال در مثال: انسان کی فطرت ہے کہ وہ جلد اور نقد کو پسند کرتا ہے، اگر چہ ادھار میں نفع ہوتا ہے جیسے کفار دنیا کے پیچھے مرتے ہیں اور آخرت کو چھوڑتے ہیں، کیونکہ دنیا عاجلہ (نقد) ہے اور آخرت (آخرۃ) ادھار ہے، اس کے ملنے میں ابھی دیر ہے، اسی طرح نزولِ وحی کی حالت عاجلہ ہے اور بعد کی حالت آخرۃ، اور وہ پچھلی حالت: پہلی حالت سے بہتر ہے، پہلی حالت میں تو ساری وحی یا نہیں ہوتی، ابھی وحی اتر رہی ہے اور بعد میں ساری وحی یاد ہو جاتی ہے، مگر آپ عاجلہ کو آخرۃ پر ترجیح دیتے ہیں، جبرئیل کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

ملاحظہ: یہ آیتوں کے مضامین میں ارتباط ہے، اور ذرا دقیق ہے، غور سے آیات پڑھیں، اگر واضح نہ ہو تو تحفۃ القاری جلد اول صفحہ ۱۴۸ دیکھیں، وہاں بھی یہ مضمون ہے۔

آیاتِ کریمہ کا ترجمہ اور تفسیر: — قیامت کے دن انسان جتلا یا جائے گا جو کچھ اس نے آگے بھیجا اور جو کچھ اس

نے پیچھے چھوڑا — آگے بھیجا: یعنی مرنے سے پہلے وہ اعمال کئے، اور پیچھے چھوڑا: یعنی مرنے کے بعد بھی وہ اعمال جاری رہے، جیسے برا طریقہ چلا گیا، جب تک اس غلط راستے پر لوگ چلتے رہیں گے: ریت چلانے والے کو وبال پہنچتا رہے گا، جیسے قاتیل نے ظلماً قتل کیا، اور وہ ریت پر گئی تو قیامت تک جو ناحق قتل ہوگا اس کے گناہ کا ایک حصہ قاتیل کو پہنچے گا — بلکہ انسان اپنے بارے میں بالصیرت ہے — اس لئے جتلانے کی ضرورت نہیں تھی — اگرچہ وہ غیر واقعی اعذار (بہانے) تراشے!

غیر واقعی اعذار کی مثال: — آپ وحی کے ساتھ اپنی زبان نہ ہلائیں — یعنی سرانہ پڑھیں — تاکہ آپ وحی جلدی لے لیں — اس میں آپ کے غیر واقعی عذر کی طرف اشارہ ہے — بے شک ہمارے ذمہ اس کو (آپ کے ذہن میں) جمانا، اور اس کا پڑھنا ہے — یعنی آپ کو گلوں کے سامنے جو پڑھیں گے: وہ ہماری ذمہ داری ہے، اس میں نبی ﷺ کے پڑھنے کو اللہ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے — پس جب ہم اس کو پڑھیں تو آپ اس پڑھنے کی پیروی کریں — اس میں جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے کو اللہ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے — پھر بے شک ہمارے ذمہ اس کی وضاحت ہے — یعنی آپ جبرئیل سے وحی کا مطلب نہ پوچھیں، ہم آپ کو خود اس کا مطلب سمجھا دیں گے۔ مثال در مثال: — ہرگز نہیں — یعنی آخرت کو نظر انداز مت کر — بلکہ تم جلدی (دنیا) کو پسند کرتے ہو، اور پچھلی (آخرت) کو چھوڑتے ہو — جبکہ وہ پچھلی دنیا اصل ہے، پس پوری توجہ اس کی طرف رہنی چاہئے۔

وَجُوهٌ يُّومِضُ نَاضِرَةٌ ۖ اِلٰى رَّبِّهَا نَاطِرَةٌ ۖ وَوُجُوهُ يُّومِضُ بِاَسْرَةٍ ۖ تَظُنُّ اَنْ يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۖ كَلَّا اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۖ وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ ۖ وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۖ وَاتَّقَتِ السَّاقِ بِالسَّاقِ ۖ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ۖ

ج ۱۴

وَجُوهٌ (۱)	کچھ چہرے	نَاطِرَةٌ	دیکھنے والے ہوں گے	تَظُنُّ	خیال کرتے ہو گے
یُّومِضُ	اس دن	وَوُجُوهُ	اور کچھ چہرے	اَنْ يُفْعَلَ	کہ کیا جائے گا
نَاضِرَةٌ	تروتازہ ہوں گے	یُّومِضُ (۲)	اس دن	بِهَا	ان (چہروں) کے ساتھ
اِلٰى رَّبِّهَا	اپنے پروردگار کی طرف	بِاَسْرَةٍ	اداس ہو گے	فَاقِرَةٌ (۳)	کمر توڑ معاملہ

(۱) وجہ: بول کر ذات مراد لی ہے (۲) باسرة: بہت زیادہ منہ بگاڑنے والی، بدرقہ کرنے والی، اداس: مرادی معنی ہیں (۳) فَقَرَّ الرَّجُلُ: ریڑھ کی ہڈی توڑنا، مہرے توڑنا۔

کَلَّا	ہرگز نہیں (جزا کا انکار)	رَاقٍ	جھاڑنے والا؟	السَّائِقِ	پنڈلی
إِذَا بَلَغَتِ	مت کر)	وَوَلَّتْ	اور گمان کرے گا وہ	بِالسَّائِقِ	پنڈلی سے
الشَّرَاقِ ^(۱)	جب پہنچ جائے گی روح	إِنَّهُ	(مرنے والا)	إِلَى رَبِّكَ	تیرے رب کی طرف
وَقِيلَ	ہنسلوں کو	الْفَرَافِ	کہ وہ	يَوْمَئِذٍ	آج
مَنْ	اور کہا جائے گا	وَالْتَفَتِ	جدائی ہے	السَّائِقِ	کھنچا جانا ہے
	کوئی ہے		اور لوٹ جائے گی		

آخرت: دنیا سے بہتر کیوں ہے؟

آخرت: دنیا سے بہتر اس لئے ہے کہ آخرت میں جنتیوں کو دیدارِ خداوندی نصیب ہوگا پس یہ مثال در مثال ہے، معزز لہ اس کے منکر ہیں، اس لئے وہ محروم رہیں گے، ارشاد فرماتے ہیں: — کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہونگے، اپنے رب کا دیدار کر رہے ہونگے — اور ان کے بالمقابل — اور کچھ چہرے اس دن اداں ہونگے، وہ خیال کرتے ہونگے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ معاملہ کیا جائے گا!

سفر آخرت کی ابتداء

اب پھر مضمون پیچھے کی طرف لوٹ رہا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — ہرگز نہیں! — یعنی آخرت کی سزا کا انکار مت کر، انسان کو دنیا میں ہمیشہ کہاں رہنا ہے؟ — جب روح ہنسلوں تک پہنچ جائے گی — اور تیار دار مایوں ہو جائیں گے — اور کہا جائے گا: کوئی جھاڑنے والا ہے؟ — جب علاجِ معالجہ سے لوگ مایوں ہو جاتے ہیں تو جھاڑ پھونک کا سہارا لیتے ہیں — اور وہ (بیمار) گمان کرے گا کہ جدائی کا وقت آگیا، اور پنڈلی پنڈلی سے لپٹ گئی — نیچے کے بدن کی روح نکل گئی — اس دن تیرے رب کے پاس کشاں کشاں جانا ہے — اور وہاں جزاء سے دوچار ہونا ہے۔

فَلَا صَدَقَ وَلَا صَلَّى ۖ وَلَكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى ۖ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّى ۚ أُولَٰئِكَ فَأُولَٰئِكَ ۖ ثُمَّ أُولَٰئِكَ فَأُولَٰئِكَ ۖ أَيْحَسِبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدَّةً ۚ أَلَمْ يَكُنْ نُطْفَةً مِّنْ مَّيْنِي يُمْنَىٰ ۖ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسُوَّىٰ ۖ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۚ أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَدِيرٍ عَلَىٰ أَنْ يُبْخِيََ الْهَوَىٰ ۚ

(۱) الترافی: ترقی کی جمع، ہنسی، وہ ہڈی جو گروں کے نیچے ہوتی ہے۔

فَلَا صَدَقَ	پس نہ تصدیق کی	أَيَحْسَبُ	کیا خیال کرتا ہے	فَسَوَّيْ	پس درست بنایا
وَلَا صَلَّى	اور نہ نماز پڑھی	الْإِنْسَانُ	انسان	وَجَعَلَ	پس بنائے
وَلَكِنَّ كَذَبًا	بلکہ جھٹلایا	أَنْ يُتْرَكَ	کہ چھوڑ دیا جائے گا	مِنْهُ	اس سے
وَكَوَّلَى	اور منہ موڑا	سُدَّةً	مہمل (بے سزا)	الزَّوْجَيْنِ	جوڑے
ثُمَّ ذَهَبَ	پھر گیا	الْعَرِيكَ	کیا نہیں تھا وہ	الذَّكَرَ	نر
إِلَىٰ أَهْلِهِ	اپنے گھر والوں کے پاس	نُطْفَةً	ایک بوند	وَالْأُنثَىٰ	اور مادہ
يَنْظُرُ ^(۱)	اکڑتا ہوا	مِنْ مَّيْنِي	منی کی	أَلَيْسَ ذَٰلِكَ	کیا نہیں ہے وہ
أَوَّلَىٰ لَكَ ^(۲)	کم بختی ہو تیرے لئے	يُنْفَىٰ	جو پٹکائی گئی	بِقُدْرٍ	قدرت رکھنے والا
فَأَوَّلَىٰ	پس کم بختی ہو	ثُمَّ كَانَ	پھر تھا وہ	عَلَىٰ أَنْ	اس پر کہ
ثُمَّ أَوَّلَىٰ لَكَ	پھر کم بختی ہو تیرے لئے	عَلَقَةً	خون بستہ	يُحْيَىٰ	زندہ کرے
فَأَوَّلَىٰ ^(۳)	پس کم بختی ہو	فَخَلَقَ	پس پیدا کیا (اس کو)	النَّوْثَىٰ	مردوں کو؟

دیکھو دنیا میں کیا کر کے آیا ہے؟

مر کر برزخ میں پہنچا، وہاں جائزہ لیا جائے گا کہ دنیا میں کیا کر کے آیا ہے؟ فرماتے ہیں: — پس نہ تو اس نے تصدیق کی — یعنی ایمان نہیں لایا یہ منافق اعتقادی بھی اس میں شامل ہیں — اور نہ نماز پڑھی، بلکہ جھٹلایا اور منہ موڑا پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کے پاس گیا — گویا بڑی بہادری اور ہنرمندی کا کام کر کے آیا ہے — کم بختی ہو تیرے لئے! پس کم بختی ہو! پھر کم بختی ہو تیرے لئے، پس کم بختی ہو!

انسان اشرف مخلوق ہے اس لئے اس کو بے سزا نہیں چھوڑا جاسکتا: — کیا انسان خیال کرتا ہے کہ وہ بے سزا چھوڑ دیا جائے گا؟ — ہرگز نہیں، اس کو سزا ضرور ملے گی اس لئے کہ وہ فرزند ہے۔

انسان اپنی پہلی پیدائش میں غور کرے تو دوبارہ پیدا ہونا اس کی سمجھ میں آجائے گا:

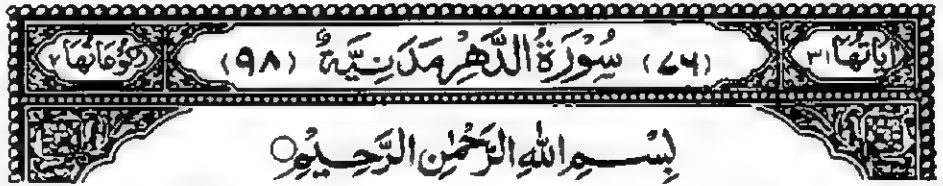
کیا وہ منی کی ایک بوند نہیں تھا، جو رحم مادر میں پٹکائی گئی، پھر وہ خون بستہ بنا، پھر اللہ نے اس کو ٹھیک بنایا، اور اس (بوند) سے نرمادہ کے جوڑے بنائے، کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مردوں کو زندہ کرے؟ — بے شک قادر ہے!

(۱) تَحْمَطَى: باب تفعیل: غرور سے اکڑ کر چلنا، اتراتے ہوئے چلنا، مجرد مَطَّ (ن) پھیلا نا، بڑھانا (۲) اَوَّلَىٰ لَكَ: محاورہ ہے اِیْ الْهَلَاکَ لَكَ (۳) فَاوَّلَىٰ کے بعد لَكَ محذوف ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الدھر

یہ مدنی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ۹۸ ہے، سورۃ القیامہ کے بعد یہ سورت اس لئے ہے کہ یہ اس کی جوڑی ہے، سورۃ القیامہ کے ساتھ مل کر مضمون مکمل ہوتا ہے، سورۃ القیامہ میں کفار کی تکذیب کا ذکر تھا، مؤمنین کا ذکر نہیں تھا اور قرآن کا اسلوب ہے کہ وہ ایک فریق کے بعد دوسرے فریق کا ذکر کرتا ہے، اس لئے اب دوسرے فریق (مؤمنین) کا ذکر اس سورت میں ہے۔



هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكَورًا ۝ إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝ إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا ۖ وَإِمَّا كَفُورًا ۝ إِنَّا آَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلًا وَأَغْلَالًا وَسَعِيرًا ۝

ہل (۱)	تحقیق	شَیْئًا	کوئی چیز	أَمْشَاجٍ (۲)	مخلوط
آئی	گذرا ہے	مَذْكَورًا	زبان پر آئی ہوئی	نَّبْتَلِيهِ (۳)	التے پلٹے رہے ہم اسکو
عَلَى الْإِنْسَانِ	انسان پر	إِنَّا	بے شک ہم نے	فَجَعَلْنَاهُ	پس بنایا ہم نے اس کو
حِينٌ	ایک وقت	خَلَقْنَا	پیدا کیا	سَمِيعًا	سننے والا
مِّنَ الدَّهْرِ	لمبے زمانہ سے	الْإِنْسَانَ	انسان کو	بَصِيرًا	دیکھنے والا
لَمْ يَكُنْ	نہیں تھا وہ	مِنْ نُّطْفَةٍ	بونہ سے	إِنَّا هَدَيْنَاهُ	بیٹھک دکھائی، ہم نے اس کو

(۱) اہل: استفہام تقریری ہے، اپنے مدخول کو ثابت کرتا ہے (۲) امشاج: جمع ہے، اس کے مفرد میں مختلف قول ہیں، ایک قول مَشَج ہے، مَشَجُ الشَّيْءِ (ن) مَشَجًا: ملانا، مخلوط کرنا، یہاں نطفہ کی صفت ہے، دو نطفوں پر جمع کا اطلاق کیا گیا ہے (۳) نبتلیہ: مستقل جملہ ہے۔

السَّيِّئَاتِ	راہ	إِنَّمَا آغْتَدْنَا	بے شک تیار کی ہیں	سَلْسِلًا	زنجیریں
إِنَّمَا شَاكَرًا	یا شکر گزار		ہم نے	وَأَغْلَلًا	اور بیڑیاں
وَلَمَّا كَفُورًا	اور یا ناشکرا	لِلْكَافِرِينَ	منکروں کے لئے	وَسَعِيرًا	اور دہکتے انگارے

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

انسان کی تاریخ

انسان کو غیر معمولی صلاحیتیں دے کر مکلف بنایا

زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی چیزیں اللہ تعالیٰ نے چھ ادوار میں پیدا کیں، پھر زمینی فرشتے (ملائکے) پیدا کئے، لمبے عرصہ تک وہ زمین کو آباد کئے رہے اور اللہ کی عبادت کرتے رہے، وہ مکلف نہیں تھے، دیگر مخلوقات کی طرح اپنی فطرت سے تسبیح میں مشغول رہے۔

پھر ایک وقت کے بعد اللہ نے جان کو پیدا کیا، ان کی اولاد جنات کہلائی، یہ مکلف تھے، وہ بھی لمبے زمانے تک زمین کو آباد کئے رہے، مگر ان کی فطرت میں آگ کا غلبہ تھا، اس لئے انھوں نے سرکشی کی، اور زمین کو فتنہ و فساد سے بھر دیا، پس اللہ نے اپنے نائب انسان کو پیدا کیا۔

انسان کی پیدائش کے وقت اللہ نے فرشتوں کے سامنے ڈکیر کیا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ پیدا کرنے جا رہا ہوں، اب کائنات میں انسان کا چرچا شروع ہوا، اس سے پہلے اس کا کوئی ذکر نہیں تھا۔

پھر آدم علیہ السلام کو اور آدمی حواء رضی اللہ عنہا کو مٹی سے پیدا کیا، اس لئے کہ انسان کی تخلیق مٹی سے مقدر تھی، پھر دونوں کو جنت میں بسایا، وہاں ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی، اولاد کو بھی مٹی سے پیدا کرنا مقدر تھا، پھر جب دونوں نے شجر ممنوعہ کھایا تو دونوں زمین پر اتارے گئے، انھوں نے زمین سے پیدا ہونے والی غذا کھائی تو ان کے بدن میں خون بنا، اس سے مادہ بنا، پھر مرد و زن کے مادے بچہ دانی میں پہنچے، وہاں اللہ تعالیٰ نے اس کو مختلف مراحل میں گزارا، اس کو علقہ بنایا، پھر مضغ، پھر ہڈیاں، پھر ان پر گوشت چڑھا، اور جب باڈی مکمل ہو گئی تو اس میں فرشتہ نے عالم ارواح سے روح لا کر پھونکی، یہ روحیں تخلیق آدم کے بعد وجود میں لائی گئی تھیں، اور ان سے ربوبیت کا اقرار لے کر ان کو عالم ارواح میں خاص ترتیب سے رکھ دیا ہے، وہاں سے روح لا کر فرشتہ نے باڈی میں ڈالی تو ماں کے پیٹ میں جسم زندہ ہو گیا، پھر ایک وقت تک اس کو بچہ دانی میں رکھا، پھر جب وہ دنیا کی آب و ہوا برداشت کرنے کے قابل ہو گیا تو پیدا (ظاہر) ہوا، اور بتدریج بڑھ کر جوان ہوا، پس اللہ نے اس کو عقل و فہم سے بہرہ ور کیا اور احکامات دیئے۔

اللہ نے انسان میں خیر و شر کی دونوں صلاحیتیں رکھی ہیں، اس کو دونوں راہیں نبھائی ہیں، وہ اپنی مرضی سے اللہ کا شکر گزار بندہ بھی بن سکتا ہے اور ناشکرا بھی، جب اس میں دونوں طرح کی صلاحیتیں ہیں تو اس کو ایک راہ پر ڈالنا مناسب نہیں، اس لئے اس کو ایسے احکام دینے کہ اس کی دونوں صلاحیتیں بروئے کار آئیں، اب اگر وہ احکام کی خلاف ورزی کرے گا تو اللہ کے یہاں اس کے لئے زنجیریں، بیڑیاں اور دیکھتے انگارے ہیں، اور احکام کی فرمان برداری کرے گا تو اللہ کے پاس پہنچ کر مزے لوٹے گا، اس کا ذکر آگے آئے گا۔

آیات پاک: — یقیناً انسان پر ایک لمبا زمانہ ایسا گزارا ہے کہ کائنات میں اس کا کوئی چرچا نہیں تھا — اس کا تذکرہ اس وقت سے شروع ہوا جب اللہ نے فرشتوں کے سامنے ظاہر کیا کہ وہ زمین میں اپنا خلیفہ پیدا کرنے والے ہیں — بے شک ہم نے انسان کو — یعنی اولادِ آدم کو — ایک مخلوق قطرہ سے پیدا کیا — جب مرد کے مادے کے جزوئے عورت کے مادے کے خلیے میں داخل ہوتے ہیں تو حمل ٹھہرتا ہے، ورنہ مادہ باہر نکل آتا ہے — ہم اس (مادہ) کو لٹے پلٹے ہیں — اس کی تفصیل سورۃ المؤمنین کے شروع میں اور سورۃ نوح میں گزری ہے، مٹی سے سات مراحل میں گزار کر انسان کا جسم تیار کرتے ہیں — پھر ہم نے اس کو سننے والا دیکھنے والا بنایا — مراد بھی قوی عقلیہ اور علمیہ ہیں، پھر — بے شک ہم نے اس کو راہ دکھائی: خواہ شکر گزار بنے یا ناشکرا! — بے شک ہم نے منکروں کے لئے زنجیریں، بیڑیاں اور انگارے تیار کئے ہیں!

إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِٖ لَكَافُورٌ ۝ عَيْنًا يَشْرِبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ۝ يُوفُونَ بِالْغَدْرِ وَغَدَاوَنَ يَوْمًا كَانَ شَرْهُهُمُ مُّسْتَطِيرًا ۝ وَطُغِيَ مَوْنُ الطَّعَامِ عَلَىٰ حُبِّهِمْ مُّسْكِنًا وَ يَتِيمًا وَ أَسِيرًا ۝ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لُوحُجَّهِ اللَّهِ لَا نُؤِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝ إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۝ فَوَقَّهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّهْمُ نَصْرَةً وَ سُرُورًا ۝

إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِٖ لَكَافُورٌ	بے شک نیکوکار نہیں گے	مِنْ كَافٍ ۱) كَانِ مَزَاجُهَا	ایک جام سے جس میں ملوثی ہے	كَافُورًا عَيْنًا (۲)	کافور کی ایک چشمہ
--	-----------------------	--------------------------------	----------------------------	-----------------------	-------------------

(۱) میزاج: حاصل مصدر: ملوثی جیسے شربت میں عرق گلاب ک ملوثی (۲) عینا: من کاس کے محل سے بدل ہے، من کاس محلاً منصوب ہے، ویدشربون کا مفعول بہ ہے۔

يَشْرَبُ بِهَا	پیشیں گے اس سے	عَلَى حَيْثُمْ	اللہ کی محبت میں	مِنْ رَبِّنَا	ہمارے رب سے
عِبَادُ اللَّهِ	اللہ کے بندے	مُسْكِنِينَ	غریبوں	يَوْمًا	ایک ایسے دن سے
يُفَجِّرُونَهَا	بہالے جائیں گے وہ اس کو	وَيَتِيمًا	قیموں	عَبُوسًا ^(۱)	جو سخت
تَفْجِيرًا	بہالے جانا	وَأَسِيرًا	اور قیدیوں کو	قَمَطِيرًا ^(۲)	تکلیف دہ ہے
يُؤْفُونَ	پورا کرتے ہیں وہ	إِنَّمَا	اس کے سوا نہیں کہ	فَوْقَهُمْ	پس، بچایا ان کو
بِالتَّذِيرِ	منتوں (واجبات) کو	نُظِعَ لَهُمْ	کھلاتے ہیں ہم تم کو	اللَّهُ	اللہ نے
وَيَعْلَفُونَ	اور ڈرتے ہیں وہ	لَوْجَهُ اللَّهِ	اللہ کی خوشنودی کیلئے	شَرُّ	برائی سے
يَوْمًا	ایک دن سے	لَا تُرِيدُ	نہیں چاہتے ہم	ذَلِكَ الْيَوْمِ	اس دن کی
كَانَ شَرُّهُ	جس کی برائی (تکلیف)	مِنْكُمْ	تم سے	وَأَلْفَهُمْ ^(۳)	اور کچھ کرائی ان کو
مُسْتَطِيرًا	پھیلنے والی (عام) ہے	جَزَاءً	کوئی بدلہ	نَصْرَةً	تازگی
وَيُطْعَمُونَ	اور کھلاتے ہیں	وَلَا شُكُورًا	اور نہ شکر گزاری	وَمُسْرَدًا	اور خوشی
الطَّعَامِ	کھانا	إِنَّا نَحْنُ	بے شک ہم ڈرتے ہیں		

نیک لوگوں کے کام اور ان کا انعام

نیک لوگوں کے دو کام اور ان کے دو انعام ذکر فرمائے ہیں: دو کام یہ ہیں:

۱- وہ جو بھی منت مانتے ہیں اس کو پورا کرتے ہیں، اور جب خود اپنی لازم کی ہوئی چیز کو پورا کرتے ہیں تو اللہ کی لازم کی ہوئی باتوں کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں (فوائد) دوسری تفسیر: منت سے مراد واجبات ہیں یعنی تمام ضروری احکام پر عمل کرتے ہیں (بیان القرآن)

۲- اللہ کی محبت میں مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو یعنی محتاجوں کو کھلاتے ہیں، دورانل میں حکومت کے پاس فنڈ نہیں تھا، اس لئے جنگوں میں جو قیدی (کافر) پکڑے جاتے ان کو لوگ کھلاتے تھے۔

اور یہ دونوں کام نیک لوگ لوجہ اللہ اور قیامت کے ڈر سے کرتے ہیں، وہ محتاجوں سے کسی بدلہ یا شکریہ کے طالب نہیں ہوتے، اور قیامت کے دن سے اس لئے ڈرتے ہیں کہ وہ سخت تکلیف دہ دن ہے، اور اس کی تکلیف سب کو عام

(۱) عَبُوسًا: صفت مشہ: سخت، عَبَسَ الْيَوْمُ: سخت ہونا، ترش ہونا (۲) قَمَطِيرًا: اسم: بہت زیادہ سخت، تکلیف دہ، تلخ (۳) لَقَاءُ الشَّيْءِ (تقلیل): کسی کی طرف کوئی چیز ڈالنا تاکہ وہ لیے، یعنی کچھ کرانا۔

ہے، مگر اللہ تعالیٰ جس کو محفوظ رکھیں وہ محفوظ رہے گا، ابرار کو اللہ تعالیٰ اس دن کی تکالیف سے محفوظ رکھیں گے۔
اور ابرار کے دو انعام یہ ہیں:

۱- وہ آخرت میں ایسے جام سے شاد کام کئے جائیں گے، جس میں تھوڑا سا کافور ملایا گیا ہوگا، اور یہ کافور دنیا کے کافور کی طرح نہیں ہوگا، بلکہ وہ جنت کا ایک چشمہ ہے، اس میں سے ملوٹی کی جائے گی، اور وہ چشمہ نیک بندوں کے اختیار میں ہوگا، جہاں چاہیں گے بہالے جائیں گے، عرب کافور کی خوشبو پسند کرتے ہیں، جیسے ہم گلاب اور کیوڑے کی خوشبو پسند کرتے ہیں۔

۲- ابرار میدانِ قیامت میں خوش و خرم اور تروتازہ ہونگے، جبکہ قیامت کا دن سخت تکلیف دہ ہوگا، اللہ تعالیٰ ان کو اس دن کی تکالیف سے محفوظ رکھیں گے۔

آیاتِ پاک: — بے شک نیکو کار ایسے جام سے پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی، جو ایک چشمہ ہے، جس سے اللہ کے بندے پئیں گے، وہ اس کو جہاں چاہیں گے بہا کر لے جائیں گے، وہ منتوں (واجبات) کو پورا کرتے ہیں، اور ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہے، اور وہ اللہ کی محبت میں غریب، یتیم اور قیدی کو کھلاتے ہیں ہم تم کو اللہ کی خوشنودی کے لئے کھلاتے ہیں، ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ! ہم اپنے رب کی طرف سے ایک سخت تلخ دن کا اندیشہ رکھتے ہیں، پس اللہ نے ان کو اس دن کی سختی سے بچایا، اور ان کو تازگی اور خوشی عطا فرمائی!

وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا ۖ مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۖ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ۖ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلُّهَا وَذُلَّتْ أُتُوفُهَا تَذَلِيلًا ۖ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِأَنْيَةٍ مِنْ فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرًا ۖ قَوَارِيرًا مِنْ فِضَّةٍ قَدَرُوهَا تَقْدِيرًا ۖ وَيَسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ۖ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّى سَلْسَبِيلًا ۖ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُخَلَّدُونَ ۖ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَنُورًا ۖ وَإِذَا رَأَيْتَ ثُمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ۖ عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ سُنْدُسٌ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ ۖ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ۖ إِنَّ هَذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا ۝

وَجَزَّوْنَهُمْ	اور بدلہ دیا (اللہ نے) انکو	مِنْ فَضْلِهِ	چاندی کے ہونگے	نُعِيْمًا	نعمتیں
بِمَا صَبَرُوا	ان کے صبر کرنے کی وجہ سے	قَدَرُوا مَا	اندازہ کیا انھوں نے ان کا	وَمُلْكًا كَبِيرًا	اور ملک بڑا
جَنَّةٍ وَحَرِيرًا	باغ اور ریشم کا	تَقْدِيرًا	اندازہ کرنا	خَلِيْفَهُمْ	ان کی بالائی پوشاک
مُتَّكِئِينَ فِيهَا	فیک لگانے والے اس میں	وَيَسْقَوْنَ فِيهَا	اور پلائے جائیں گے	شِيَابُ	کپڑے ہیں
عَلَى الْأَرَائِكِ	مسمریوں پر		وہ اس میں	سُنْدُسٍ	باریک ریشم کے
لَا يَرَوْنَ فِيهَا	نہیں دیکھیں گے اس میں	كَأَسَا	ایک ایسا پیالہ	خَضْرُ	ہرے رنگ کے
شَمْسًا	سورج	كَأَن مِّنْ أَجْهًا	جس میں طونی ہوگی	وَأَسْتَبْرَقُ	اور دبیز ریشم کے
وَلَا يَرَوْنَ فِيهَا	اور نہ ٹھہر (سخت جاڑا)	زَنْجَبِيلًا	سوٹھ کی	وَحُلُوًّا	اور پہنئے جائیں گے وہ
وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ	اور جھکنے والے ہیں ان پر	عَيْنًا فِيهَا	ایک چشمہ ہے اس میں	أَسَاوِرَ	کنگن
ظِلُّهَا	ان کے سایے	تَسْنِي	کہلاتا ہے	مِنْ فَضْلِهِ	چاندی کے
وَدُلِّلَتْ	اور تابع کر دیئے گئے	سَلْسَبِيلًا	سلسبیل (بہتا پانی)	وَسَفْهَمٌ	اور پلائیں گے ان کو
قُطُوفُهَا	ان کے خوشے	وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ	اور گھومیں گے ان پر	رَبُّهُمْ	ان سے پروردگار
تَذَلُّيلًا	تابع کرنا	وَلَدَانِ	لڑکے	مَكْرَابًا طَهُورًا	پاک کرنے والا مشروب
وَيُطَافُ	اور گھمائے جائیں گے	مُخَلَّدُونَ	سدا رہنے والے	إِنَّ هَذَا	بے شک یہ
عَلَيْهِمْ	ان پر	إِذَا رَأَوْا يَنْتَهَوُ	جب دیکھیں آپ ان کو	كَأَن لَّكُزْ	ہے تمہارا
بِأَنبِيَةٍ	برتن	حَسْبَتْهُمْ	خیال کریں آپ ان کو	جَزَاءٌ	بدلہ
مِنْ فَضْلِهِ	چاندی کے	لَوْ لَوْ أَقْنَمُوا	بکھرے موتی	وَكَاَنَ	اور ہے
وَ أَكْوَابٍ	اور پیالے	وَإِذَا رَأَيْتَ	اور جب دیکھیں آپ	سَعْيَكُمْ	تمہاری محنت
كَأَنَّ قَوَارِيرًا	جوششے کے ہونگے	ثَمَّ	وہاں	مَشْكُورًا	شکریہ ادا کی ہوئی
قَوَارِيرًا	شیشے	رَأَيْتَ	دیکھیں		

ابرار (نیک لوگوں) کی جنت کے احوال

نیک لوگ دنیا میں اعمال پر جسے رہے، اور معاصی سے رکے رہے، اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں عیش کرنے کے لئے باغات اور پہننے کے لئے ریشم عنایت فرمائیں گے، ان کی جنت کے دس احوال بیان فرمائے ہیں:

۱۔ مجلس کا حال — جنتی جنت میں مسہریوں پر ٹیک لگا کر بیٹھیں گے، وہ وہاں شہنشاہ بے تاج ہوں گے۔

۲۔ موسم کا حال — وہاں نہ پیش ہوگی نہ ٹھہر، موسم نہایت معتدل ہوگا۔

۳۔ سایوں اور خوشوں کا حال — درختوں کے سایے قریب اور خوشے لٹکے ہوئے ہوں گے، جنتی ہر حال میں ان سے استفادہ کر سکیں گے۔ سوال: جب سورج نہیں ہوگا تو سایہ کیسے ہوگا؟ جواب: سایہ چاندنی میں بھی ہوتا ہے، چونہویں رات میں تجربہ کر کے دیکھیں، اور جنت میں اندھیرا نہیں ہوگا، چاندنا ہوگا۔

۴۔ برتنوں اور پیالوں کا حال — جنت میں برتن چاندنی کے اور پیالے کانچ کے ہوں گے، اور کانچ چاندنی سے بنائے گئے ہوں گے، دنیا میں کانچ خاص مٹی سے بنائے جاتے ہیں، اس میں سے چمکدار اجزاء نکال کر شیشہ بناتے ہیں، جنت میں چاندنی میں سے چمکدار اجزاء نکال کر شیشے بنائے جائیں گے، خدام ان برتنوں اور پیالوں کو خوب انداز سے بھر کر لائیں گے کہ پینے کے بعد نہ خواہش باقی رہے نہ برتن میں کچھ بچے۔

۵۔ مشروب میں سوٹھ کی ملونی — جنت میں سلسبیل نامی ایک چشمہ ہے، اس کی جام شراب میں ملونی کی جائے گی پس سوٹھ کی خوشبو آئے گی، عرب اس کو بہت پسند کرتے ہیں، جیسے ہمارے بچے بلکہ بڑے بھی فردی کو پسند کرتے ہیں، اس میں آم کا فلیور ہے۔

۶۔ خدام کا حال — جنت میں حوروں کی طرح خدام ہوں گے، جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، جنت میں ان کو آتے جاتے دیکھیں تو بکھرے موتی معلوم ہوں گے۔

۷۔ جنت کی وسعت — جنت نعمتوں سے بھری ایک بڑا ملک ہے، اور جس کو اللہ تعالیٰ بڑا ملک فرمائیں اس کی وسعت کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟

۸۔ لباس کا حال — جنتیوں کی شیروانیاں اور صدریاں ہنر باریک ریشم اور دبیر ریشم کی ہوں گی۔

۹۔ زیور کا حال — جنتیوں کو سونے چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے، زیور زنا نہ پن پیدا کرتا ہے، مگر جنت کے زیور میں یہ بات نہیں ہوگی، جیسے شراب میں نشہ ہے اس لئے حرام ہے، مگر جنت کی شراب میں نشہ نہیں ہوگا، اس لئے حلال ہوگی۔

۱۰۔ شراب طہور — جنتیوں کو اللہ تعالیٰ شراب طہور کا ایک خاص جام پلائیں گے، جس سے باطن روشن ہو جائے گا، یہ دیدار خداوندی کی طرح ایک عظیم نعمت ہے۔

حوصلہ افزائی: اور جنتیوں سے کہا جائے گا: یہ تمہارے اعمال کا صلہ ہے اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی! یہ سن کر جنتی

بھولے نہیں سائیں گے!

آیاتِ کریمہ: — اور اُن (ابرار) کو ان کے صبر کرنے کی وجہ سے باغ اور ریشم عطا فرمایا — یہ تمہید ہے —
 (۱) وہ وہاں مسہریوں پر ٹیک لگانے والے ہیں (۲) وہ وہاں نہ سورج دیکھیں گے نہ سخت سردی (۳) ان پر جنت کے درختوں کے سایے نزدیک ہونے والے ہونگے، اور ان کے میوے ان کے اختیار میں ہونگے (۴) اور ان کے پاس چاندی کے برتن لائے جائیں گے، اور پیالے شیشے کے ہونگے، شیشے چاندی کے ہونگے، جن کو خدام خوب اندازے سے بھریں گے (۵) اور وہاں وہ ایسا جام پلائے جائیں گے جن میں سوکھ کی طوئی ہوگی، یہ جنت میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل ہے (۶) اور ان کے پاس ایسے لڑکے آتے جاتے رہیں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، اگر آپ ان کو دیکھیں تو ان کو خیال کریں بکھرے موتی! (۷) اور جب آپ اس جگہ کو دیکھیں تو نعمتیں اور بڑی حکمت دیکھیں (۸) ان کا اوپر کا لباس سبز باریک ریشم اور دہیر ریشم کا ہوگا (۹) اور ان کو چاندی کے ننگن پہنائے جائیں گے (۱۰) اور ان کو ان کا رب پاک کرنے والا شروب پلائے گا (حاصلہ افزائی: بے شک یہ تمہارا صلہ ہے، اور تمہاری محنت پسندیدہ ہے!

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ۝ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ
 اِمًّا اَوْ كَفُورًا ۝ وَاذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيلًا ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ
 وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ۝ اِنَّ هٰؤُلَاءِ يَجْتَوْنَ الْعَاجِلَةَ وَ يَذُرُونَ وَّرَآءَهُمْ
 يَوْمًا ثَقِيْلًا ۝ نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا اَسْرَهُمْ ۝ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا اَمْثَالَهُمْ
 تَبْدِيْلًا ۝ اِنَّ هٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمِنْ شَاءِ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهِ سَبِيْلًا ۝ وَمَا
 تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ يَدْخُلُ مَنْ
 يَّشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظَّالِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

۲۹۲

إِنَّا نَحْنُ	ہے شک ہم نے	فَاصْبِرْ	بس آپ انتظار کریں	اَوْ كَفُورًا	یا ناشکرے کا
نَزَّلْنَا عَلَيْكَ	اتارا آپ پر	لِحُكْمِ رَبِّكَ	اپنے رب کے حکم کا	وَاذْكُرْ	اور لیں آپ
الْقُرْآنَ	قرآن	وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ	اور نہ کہانیں ان میں	اسْمَ رَبِّكَ	اپنے رب کا نام
تَنْزِيلًا	تھوڑا تھوڑا	اِمًّا	کسی گنہگار کا	بُكْرَةً وَّاَصِيلًا	صبح و شام

وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا إِنَّ هَؤُلَاءِ يُجِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا	اور کسی قدر رات میں پس سجدہ کریں اس کو اور اسکی پاکی بیان کریں لمبی رات تک بے شک یہ لوگ پسند کرتے ہیں جلدی (دنیا) کو اور چھوڑتے ہیں اپنے آگے بھاری دن کو ہم نے پیدا کیا ان کو اور مضبوط بنائے ہم نے	اَسْرَهُمْ وَلَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَلَهُمْ تَبْدِيلًا إِنَّ هَذِهِ قَدْ كَرِهَتْ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا وَمَا	ان کے جوڑ بند اور ہم جب چاہیں گے بدل دیں گے ان کے مانند بدلنا بے شک یہ نصیحت ہے پس جو چاہے بنائے اپنے رب کی طرف راستہ اور نہیں	تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ وَالْظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا	چاہو گے تم مگر یہ کہ چاہیں اللہ تعالیٰ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے بڑی حکمت والے ہیں داخل کرتے ہیں جس کو چاہتے ہیں اپنی مہربانی میں اور نا انصاف تیار کیا ہے ان کے لئے دردناک عذاب
--	---	--	--	---	---

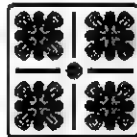
سیدالابرار ﷺ کو تسلی

ابرار کے ذکر کے بعد اب سیدالابرار ﷺ کا ذکر ہے، یہ سورت ہجرت کی ابتدا میں نازل ہوئی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۹۸ ہے، مکی سورتیں ۸۵ ہیں، باقی سورتیں مدنی ہیں، یہ زمانہ سخت ابتلاء کا تھا، مکہ والے مسلسل مدینہ پر حملے کر رہے تھے، اس لئے دن کا چین اور رات کا سکون ختم ہو گیا تھا، اور آگے کیا ہونا ہے؟ یہ معلوم نہیں تھا، ایسے پر آشوب زمانہ میں یہ سورت نازل ہوئی ہے، اس لئے ان آیات میں نبی ﷺ کو تسلی دی ہے، اور فی الحال کرنے کے جو کام ہیں ان کی راہ نمائی کی ہے، اور آگے اللہ کے حکم کے انتظار کا حکم دیا ہے۔ اور کفار کی ہم نوائی سے روکا ہے، ارشاد فرمایا کہ کفار دنیا کے پیچھے رال ٹپکا رہے ہیں، اور آگے جو سخت دن آرہا ہے اس کو بھولے ہوئے ہیں، اور اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہم طاقت ور ہیں، وہ جان لیں کہ ان کو ایسا ہم نے بنایا ہے، اور ہم اس میں انقلاب بھی لاسکتے ہیں — پھر آخر میں فرمایا کہ قرآن ایک نصیحت نامہ ہے، کفار کو چاہئے کہ اس سے نصیحت پذیر ہوں، مگر یاد رکھیں: انسان کی مشیت اللہ کی مشیت کے تابع ہے، اس لئے ہدایت اسی سے مانگیں، وہ جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت میں داخل کرتے ہیں، ہدایت سے سرفراز کرتے ہیں، اور جو لوگ اپنے پیروں پر کھارڑی مارتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے جس کا تذکرہ اگلی سورت میں ہے۔

آیات پاک: — بے شک ہم نے آپ پر چھوڑا تھا قرآن اتارا ہے — اس لئے آخر تک کی بات ابھی نہیں بتائی — پس آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کریں — کہ آگے کیا ہوتا ہے؟ — اور ان میں سے گنہگار اور ناشکرے کا کہنا نہ مانیں — یعنی اپنے موقف پر جمے رہیں — اور اپنے پروردگار کا صبح و شام نام لیں — یعنی پانچ نمازیں پڑھیں، اہل کا ترجمہ شام پورا مفہوم ادا نہیں کرتا، اہل: زوال سے رات چھانے تک کا وقت ہے، اس میں چار نمازیں ہیں، وہ صبح و شام ہیں — اور کچھ رات میں بھی اس کو سجدہ کریں — یعنی تہجد پڑھیں — اور لمبی رات تک اس کی پاکی بیان کریں!

بے شک یہ لوگ (کفار) دنیا سے محبت رکھتے ہیں، اور اپنے آگے ایک بھاری دن (قیامت) کو چھوڑے ہوئے ہیں، ہم نے ان کو پیدا کیا ہے، اور ہم نے ان کے جوڑ بند مضبوط بنائے ہیں — یعنی ان کو اپنی طاقت کا زعم ہے تو جان لیں ان کو ایسا طاقتور ہم نے بنایا ہے — اور ہم جب چاہیں ان کے مانند کو بدل سکتے ہیں — یعنی ان کی جگہ دوسروں کو طاقتور بنا سکتے ہیں۔

بے شک یہ قرآن ایک نصیحت ہے، پس جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ بنائے — یعنی قرآن سے نصیحت حاصل کر کے ایمان لائے — اور نہیں چاہو گے تم مگر یہ کہ چاہیں اللہ تعالیٰ — کیونکہ بندوں کا کوئی فضل اللہ کے اختیار سے باہر نہیں، اور بندوں کا چاہنا بھی ایک فعل ہے جو اللہ کے اختیار میں ہے، اور بندوں کا اختیار ایک حد تک ہے، اور وہ کسب کا اختیار کہلاتا ہے، جیسا کہ سورۃ المدثر کے آخر میں گذرا، اور مقصد یہ ہے کہ ایمان کی توفیق اللہ سے مانگو، وہ چاہیں گے تب تم چاہو گے — بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں — وہ جانتے ہیں کہ کس کی استعداد و قابلیت کس قسم کی ہے، اسی کے موافق اس کی مشیت کام کرتی ہے — وہ جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت میں داخل کرتے ہیں — یعنی جس کی استعداد اچھی ہوتی ہے اس کو ایمان لانے کی توفیق دیتے ہیں، اور اپنی رحمت و فضل کا مستحق بناتے ہیں — اور اس نے نا انصافوں کے لئے دردناک عذاب تیار کیا ہے — یعنی ان کو گمراہی میں پڑا چھوڑ دیتے ہیں تاکہ ان کو آخرت میں دردناک عذاب سے واسطہ پڑے، جس کی تفصیل اگلی سورت میں ہے۔

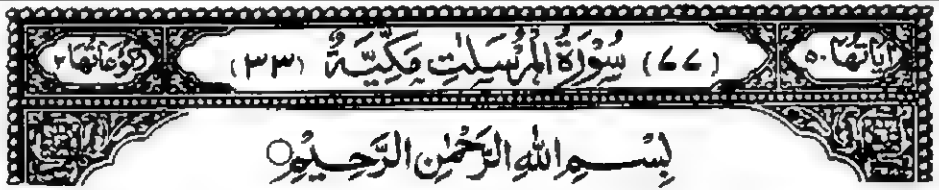


بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ المرسلات

یہی دور کے وسط کی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ۳۳ ہے، یہ دور سخت ابتلا کا تھا، مخالفت زوروں پر تھی، اس لئے اس کا لہجہ بھی سخت ہے، اس وقت کفار زور شور سے مطالبہ کرتے تھے کہ ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا؟ اس سورت میں ان کو جواب دیا ہے کہ سزا قیامت کو ملے گی، اور اس کا وقت متعین ہے، اس کا انتظار کرو۔

اور گذشتہ سورت کا آخری مضمون تھا کہ ظالموں کے لئے اللہ نے دردناک عذاب تیار کیا ہے، اسی کا بیان اس سورت میں ہے کہ وہ دردناک عذاب قیامت کے دن ہوگا، اور اس دن قیامت کو جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم سختی ہوگی، یہ بات اس سورت میں دس مرتبہ آئی ہے۔



وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا ۚ فَالْعَصْفِ عَصْفًا ۚ وَالنَّشْرِ نَشْرًا ۚ فَالْفَرْقِ
فَرْقًا ۚ فَالْمُلْقِیَاتِ ذِكْرًا ۚ عَذْرًا أَوْ تَنْذِيرًا ۚ إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَوَاقِعٌ ۚ
فَإِذَا النُّجُومُ طُبِسَتْ ۚ وَإِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ ۚ وَإِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۚ وَإِذَا الرُّسُلُ
أُقْتَتَتْ ۚ لَآئِي يَوْمٍ أُحِجَّتْ ۚ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۚ وَمَا آدْرَاكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۝

وَالْمُرْسَلَاتِ ^(۱)	قسم چلتی ہواؤں کی	فَالْعَصْفِ ^(۲)	پس آنندھیوں کی	وَالنَّشْرِ ^(۳)	اور پھیلانے والیوں کی
عُرْفًا	عام طور پر	عَصْفًا	تیز ہو کر	نَشْرًا	خوب پھیلاتا

(۱) المرسلات: ام مفعول بھیجی ہوئی، چھوڑی ہوئی..... عُرْفًا: عام طور پر، معمول کے مطابق، یہ عرف و عادات والا لفظ ہے، کوئی غریب لفظ نہیں، اور مفعول مطلق من غیر لفظ ہے ہی المرسلات ایسا لا عادیہ، عرفہ پہچاننا، معمول سے لوگ واقف ہوتے ہیں (۲) عاصفہ: آندھی، تیز چلنے والی ہوا، عاصف الریح ہوا کا تیز چلنا..... عصف: مفعول مطلق ہے (۳) ناشر: پھیلانے والی، نشر الشیء: پھیلاتا۔

فَاَنفُخْ فِيهِ ^(۱)	پس جدا کرنے والیوں کی	فَاِذَا النُّجُومُ	پس جب ستارے	اُجْحَلَّتْ	وہ موخر کئے گئے ہیں
فَزَقًا	بانٹ کر	طُهِسَّتْ	بے نور کر دیئے جائیں گے	لَيَوْمِ الْفَصْلِ	فیصلہ کے دن کے لئے
فَالْمُلَاقِيَتِ ^(۲)	پس ڈالنے والیوں کی	وَإِذَا السَّمَاءُ	اور جب آسمان	وَمَا أَدْرَاكَ	اور کیا تو جانتا ہے
ذِكْرًا	نصیحت کو	فُرجَتْ	کھول دیا جائے گا	مَا يَوْمُ	کیا ہے دن
عُذْرًا ^(۳)	توبہ کرنے کے لئے	وَإِذَا الْجِبَالُ	اور جب پہاڑ	الْفَصْلِ	فیصلہ کا
أَوْ نَذْرًا ^(۴)	یا ڈرانے کے لئے	تُسْفَتْ	اڑا دیئے جائیں گے	وَنِيلٌ	بڑی کم بختی ہے
إِنشَاءً ^(۵)	بے شک جو	وَإِذَا الرُّسُلُ	اور جب رسول	يَتَوَصَّيْنِ	اس دن
تَوْعْدُونَ	وعدہ کئے جاتے ہوئے	أُقْعَتِ ^(۶)	وقت مقرر کئے جائیں گے	لِلْمَكَذِبِينَ	جھٹلانے والوں کیلئے
لَوَاقِعُ	ضرور پورا ہونے والا	لَا تَأْتِي يَوْمَ	کس دن کے لئے		

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہوتا ہے، جیسے بارش کا وعدہ اور اس کے لئے اسباب بنتے ہیں

اسی طرح قیامت کا وعدہ ضرور پورا ہوگا، اور اس کے لئے بھی اسباب بنیں گے

اللہ نے بندوں سے بارش کا وعدہ کیا ہے، چنانچہ پہلے ہوائیں حسب معمول چلتی ہیں، پھر تیز ہو کر آندھی بن جاتی ہیں، اور بادلوں کو آسمان میں پھیلا دیتی ہیں، پھر حسب مصلحت خداوندی بادلوں کو بانٹ کر جدا کرتی ہے، اور وہ لوگوں کے لئے نصیحت ہوتی ہیں، کوئی توبہ کرتا ہے اور کوئی خوف کھا کر رہ جاتا ہے، حدیث میں ہے: جب بارانی ہوا چلتی تھی تو نبی ﷺ کبھی گھر میں آتے کبھی باہر جاتے اور چہرے پر پریشانی ظاہر ہوتی، صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کی وجہ پوچھی تو آپؐ نے فرمایا: میں کیا جانوں بادل میں کیا ہے؟ عاد کے بادل کی طرح آگ بھی تو ہو سکتی ہے! — اس طرح بارش ہوتی ہے اور اللہ کا وعدہ پورا ہوتا ہے۔

اسی طرح قیامت کا وعدہ بھی سچا ہے، جب اس کا وقت آئے گا ستارے بے نور ہو جائیں گے، آسمان پھٹ جائے گا، پہاڑ گرد بن کر اڑ جائیں گے، انبیاء کی قوموں کی سزا دی کے لئے یہی دن متعین کیا گیا ہے، یہی فیصلہ کا دن ہے، اس دن

(۱) الفارقة: جدا کرنے والی، فرق بین الشیئین: جدا کرنا..... فرقا: مفعول مطلق (۲) الملقیة: ڈالنے والی، انقی الشیء: ڈالنا..... ذکرًا: مفعول بہ (۳) عذر: مصدر: معذرت یعنی توبہ (۴) نذر: مصدر: ڈرانا (۵) انما: کلمہ حصر نہیں، اس میں ما کا قہ ہوتا ہے، یہ ان اور ما موصولہ ہے (۶) اُقعت: اصل میں وُقعت تھا: وقت مقرر کرنا۔

جنہوں نے قیامت کو جھٹلایا ہے ان کے لئے بڑی کم بختی ہوگی۔

آیات پاک: — قسم ہے عام طور پر چلنے والی ہواؤں کی! پھر آندھی بن کر چلنے والی ہواؤں کی! پھر خوب بادلوں کو پھیلانے والی ہواؤں کی! پس بانٹ کر جدا کرنے والی ہواؤں کی! پھر نصیحت ڈالنے والی ہواؤں کی! تو بہ کرنے کے لئے اور ڈرانے کے لئے، بے شک تم سے جس چیز کا وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور پورا ہونا ہے۔

پس جب ستارے بے نور کر دیئے جائیں گے، اور جب آسمان کھول دیا جائے گا، اور جب پہاڑ اڑا دیئے جائیں گے، اور جب رسولوں کے لئے وقت مقرر کیا جائے گا، کس دن کے لئے ان کو مقرر کیا گیا ہے؟ فیصلہ کے دن کے لئے! اور آپ جانتے ہیں: فیصلہ کا دن کیا ہے؟ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم بختی ہے!

أَلَمْ نُهْلِكْ الْآوَالِينَ ۚ ثُمَّ نَتَّبِعُهُمُ الْآخِرِينَ ۚ كَذَلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ۚ
وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۚ أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ۚ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ
مَّكِينٍ ۚ إِلَى قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۚ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقَدِيرُونَ ۚ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ
لِّلْمُكَذِّبِينَ ۚ أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا ۚ أَحْيَاءَ وَآمَوَاتًا ۚ وَجَعَلْنَا
فِيهَا رَوَاسِيَ شَاخِصَاتٍ وَأَسْقَيْنَكُم مَّاءً فُرَاتًا ۚ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۚ

پس کیسے اچھے ہیں ہم	فَنِعْمَ	کیا نہیں پیدا کیا ہم	أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ	کیا ہلاک نہیں کیا ہم	أَلَمْ نُهْلِكْ
اندازہ کرنے والے	الْقَدِيرُونَ	نے تم کو		انگوں کو	الْآوَالِينَ
بڑی کم بختی ہے	وَيْلٌ	پانی سے	مِنْ مَّاءٍ	پھر پیچھے بھیجا ہم نے ان کے	ثُمَّ نَتَّبِعُهُمُ
اس دن	يَوْمَئِذٍ	بے قدر	مَّهِينٍ	پچھلوں کو	الْآخِرِينَ
جھٹلانے والوں کیلئے	لِّلْمُكَذِّبِينَ	اور گردانا ہم نے اس کو	فَجَعَلْنَاهُ	اسی طرح	كَذَلِكَ
کیا نہیں بتایا ہم نے	أَلَمْ نَجْعَلِ	ٹھہرنے کی جگہ میں	فِي قَرَارٍ	کرتے ہیں ہم	نَفْعَلُ
زمین کو	الْأَرْضَ	اطمینان سے	مَّكِينٍ	گنہگاروں کے ساتھ	بِالْمُجْرِمِينَ
سیٹنے والا	كِفَاتًا	ایک وقت تک	إِلَى قَدَرٍ	بڑی کم بختی ہے	وَيْلٌ
زندوں کو	أَحْيَاءَ	جانے ہوئے	مَّعْلُومٍ	اس دن	يَوْمَئِذٍ
اور مردوں کو	وَأَمْوَاتًا	پس اندازہ کیا ہم نے	فَقَدَرْنَا	جھٹلانے والوں کیلئے	لِّلْمُكَذِّبِينَ

وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ	اور گردانے، ہم نے اس میں بھاری پہاڑ	شِخَاطٍ وَأَسْقَيْنَكُم مَاءً حَرًّا	اونچے اونچے اور پلایا ہم نے تم کو پیاں بجھانے والا پانی	وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ	بڑی کم بختی ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے
------------------------------------	---	--	---	---	--

جس قوم نے بھی قیامت کا انکار کیا وہ ہلاک ہوئی، اس میں قریش کے لئے اشارہ ہے

ارشاد فرماتے ہیں: — کیا ہم نے انگوں کو ہلاک نہیں کیا — اگلے قوم نوح اور عاد ہیں — پھر دوسروں کو ان کے پیچھے چلتا کیا — بعد میں جس نے بھی قیامت کا انکار کیا ان کو ہلاک کیا — ہم گنہگاروں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں — اس میں قریش کو تنبیہ ہے کہ تم انکار پر مصر رہے تو تم بھی ہلاک کئے جاؤ گے — اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم بختی ہے!

انسان اپنی پہلی پیدائش میں غور کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ وہ دوسری مرتبہ پیدا کیا جاسکتا ہے

ارشاد فرماتے ہیں: — کیا ہم نے تم کو بے قدر پانی (منی) سے پیدا نہیں کیا؟ پھر اس پانی کو ہم نے اطمینان سے ٹھہرنے کی جگہ میں گردانا — مراد بچہ دانی ہے — ایک معلوم وقت تک — یعنی نو ماہ تک — پھر ہم نے اندازہ کیا — کہ کیا بنانا ہے — پس ہم بہترین اندازہ کرنے والے ہیں — یعنی اس سے اشرف المخلوق انسان کو بنایا — اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم بختی ہے! — اس دن یعنی جس دن اس کو دوبارہ بنایا جائے گا، اس کی کم بختی آئے گی!

زمین میں اللہ نے بے پناہ صلاحیتیں رکھی ہیں

ارشاد فرماتے ہیں: — کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والا نہیں بنایا؟ — یعنی تم پیدا ہوئے کہاں سے؟ زمین سے! پھر مر کر کھو گے کہاں؟ زمین میں! پھر اسی زمین سے دوبارہ کیوں پیدا نہیں ہو سکتے؟ — اور ہم نے اس میں اونچے اونچے بھاری پہاڑ رکھے — یہ پہاڑ اسی زمین سے ابھرے ہیں، پھر اس سے تم جیسی کمزور مخلوق کیوں نہیں ابھر سکتی؟ — اور ہم نے تم کو پیاں بجھانے والا پانی پلایا — ساری زمین کے نیچے سوت بہتے ہیں، پھر چشموں اور دریاؤں میں پانی بہتا ہے اور کنوئیں اور نیوب ویل سے میٹھا پانی نکلتا ہے جس سے تمہاری پیاس بجھتی ہے، اسی پانی سے اللہ نے ہر چیز بنائی ہے، پھر تم کو اس سے دوبارہ کیوں نہیں بنا سکتا؟ — اس دن (قیامت کو) جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم بختی ہے — اس دن یعنی جس دن زمین کے پانی سے تمہیں دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔

إِنطَلِقُوا إِلَى مَا كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ۝ إِنطَلِقُوا إِلَى ظِلِّ ذِي ثُلُثِ شُعْبٍ ۝

لَا ظَلِيلٍ وَلَا يُغْنِي مِنَ اللَّهَبِ ۚ إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرِّ كَالْقَصْرِ ۚ كَأَنَّهُ
 جُمِلَتْ صُفْرًا ۚ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۚ هَذَا يَوْمٌ لَا يَنْطِقُونَ ۚ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ
 فَيَعْتَذِرُونَ ۚ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۚ هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنَاكُمْ وَالْأَوَّلِينَ ۚ
 فَإِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيدُوا ۚ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۚ

اِنْطَلِقُوا اِلٰی مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ اِنْطَلِقُوا اِلٰی ظِلِّ ذِي ثُلُثٍ شُعَبٍ لَا ظَلِيلٍ وَلَا يُغْنِي مِنَ اللَّهَبِ اِنَّهَا تَرْمِي بِشَرِّ	چلو اس چیز کی طرف جس کو تھے تم جھٹلاتے چلو ایک سایے کی طرف تین شاخوں والا نہ ٹھنڈی چھاؤں اور نہ بے نیاز کرے لپٹ سے پیشک دوزخ پھینکے گی چنگاریاں	کَالْقَصْرِ كَأَنَّهُ جُمِلَتْ صُفْرًا وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ هَذَا يَوْمٌ لَا يَنْطِقُونَ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ	جیسے بڑے محل گویا وہ اڑت ہیں پیلے بڑی کم بختی ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے یہ ایسا دن ہے کہ نہیں بولیں گے وہ اور نہیں اجازت دی جائے گی ان کو پس معافی مانگیں وہ	وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ هَذَا يَوْمٌ الْفَصْلِ جَمَعْنَاكُمْ وَالْأَوَّلِينَ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيدُوا وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ	بڑی کم بختی ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے یہ دن ہے فیصلہ کا اکٹھا کیا ہے ہم نے تم کو اور انگوں کو پس اگر ہو تمہارے لئے کوئی داؤ تو چل دیکھو میرے ساتھ بڑی کم بختی ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے
---	---	---	---	---	---

قیامت کے تین ہولناک مناظر

۱۔ کافر دوزخ کے سیاہ دھوئیں میں ہونگے، اور اس میں سے بڑے محل جیسے شرارے اڑیں گے

ارشاد فرماتے ہیں: (میدانِ حشر میں کافروں سے کہا جائے گا: — چلو! اس عذاب کی طرف جس کو تم جھٹلایا کرتے

تھے، چلو! تین شاخوں والے سایے کی طرف، نہ ٹھنڈی چھاؤں نہ لپٹ میں کام دے — قتادہ وغیرہ سے مروی ہے کہ کافروں کے سایہ کے لئے ایک دھواں دوزخ سے اٹھے گا جو پھٹ کر کئی ٹکڑے ہو جائے گا، کہتے ہیں کہ ان میں سے ہر شخص کو

تین طرف سے گھیرے گا، ایک ٹکڑا سر کے اوپر سائبان کی طرح چھترے گا، دوسرا ٹکڑا داہنے اور تیسرا بائیں ہو جائے گا، حساب سے فارغ ہونے تک وہ لوگ اسی سایہ کے نیچے رہیں گے (فوائد) — دوزخ بڑے محل کے برابر چنگاریاں پھینکے گی، گویا وہ زردافٹ ہیں — آگ سے شرارہ اڑتا ہے تو پھٹ کر چھوٹے ٹکڑے ہو جاتا ہے، شرارے کو بڑے محل سے اور چھوٹے ٹکڑوں کو زردافٹوں سے تشبیہ دی ہے — اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم سختی ہے!

۲- قیامت کے دن نہ کوئی بول سکے گا نہ کوئی معافی مانگ سکے گا

ارشاد فرماتے ہیں: — یہ ایسا دن ہے جس میں لوگ نہیں بولیں گے — سورۃ طہ میں ہے: ﴿وَحُشِعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا﴾ اور تمام آوازیں نہایت مہربان اللہ کے سامنے دب جائیں گی پس آپ پیروں کی چاپ کے سوا کچھ نہیں سنیں گے — اور ان کو اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ معذرت پیش کریں — کیونکہ معذرت اور توبہ کے قبول ہونے کا وقت گزر گیا — اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم سختی ہے!

۳- قیامت کے دن کوئی چال اللہ کی گرفت سے نہ بچا سکے گی

ارشاد فرماتے ہیں: — یہ فیصلہ کا دن ہے، ہم نے تم کو اور اگلوں کو اکٹھا کیا ہے، پس اگر تمہارے پاس کوئی داؤد ہو تو اس کو میرے خلاف چل دیکھو! اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم سختی ہے!

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلِّ وَعُيُونٍ ۖ وَقَوَّاحَةٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۝ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ وَيَلُوكُ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۝ كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُمْ مُّجْرِمُونَ ۝ وَيَلُوكُ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ۝ وَيَلُوكُ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۝ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ۝

إِنَّ الْمُتَّقِينَ	بے شک پرہیزگار	مِمَّا	اس میں سے جو	هَنِيئًا	رغبت سے (رجح کر)
فِي ظِلِّ	سایوں میں	يَشْتَهُونَ	چاہیں گے وہ	بِمَا كُنْتُمْ	ان کاموں کے عوض جو تم
وَعُيُونٍ	اور چشموں میں ہونگے	كُلُوا	کھاؤ	تَعْمَلُونَ	کیا کرتے تھے
وَقَوَّاحَةٍ	اور میوں میں	وَاشْرَبُوا	اور پیو	إِنَّا كَذَلِكَ	ہم اسی طرح

بُخِزْه الْمُحْسِنِينَ وَيَلُ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ كَلُوا وَسَمِعُوا قَلِيلًا	بدلہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو بڑی کم بختی ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے کھاؤ تم اور فائدہ اٹھاؤ تھوڑے وقت کے لئے	إِنَّكُمْ مُجْرِمُونَ وَيَلُ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ ارْكَعُوا	بے شک تم گنہگار ہو بڑی کم بختی ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے اور جب کہا جاتا ہے ان سے جھکو	لَا يَرْكَعُونَ وَيَلُ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ فَمَا تَعْمَلُونَ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ	(پس) نہیں جھک سکیں بڑی کم بختی ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے پس کوئی بات پر قرآن کے بعد ایمان لائیں گے وہ؟
--	---	---	--	--	--

آخرت میں پرہیزگاروں کی خوش انجامی

سورت تو کفار کی سزا کے بیان کے لئے ہے، مگر قرآن کریم کا اسلوب یہ ہے کہ وہ ایک فریق کے بعد دوسرے فریق کا ذکر کرتا ہے، تاکہ توازن قائم ہو جائے، اور ضد سے ضد پہچانی جائے، اس لئے اب تھوڑے امتقیوں کا انجام بیان فرماتے ہیں:

— بے شک پرہیزگار سایوں میں اور چشموں میں اور مرغوب میوں میں ہوں گے (ان سے کہا جائے گا: خوب مزے سے کھاؤ پیو! ان کاموں کے صلہ میں جو تم کیا کرتے تھے، ہم اسی طرح نیکوکاروں کو صلہ دیتے ہیں، اس دن جھٹلانے والوں کے لئے کم بختی ہے! — اپنی حالت کا امتقیوں کی حالت سے موازنہ کریں گے تو کفِ افسوس ملیں گے۔

اب پھر جھٹلانے والوں کو آڑے ہاتھوں لیتے ہیں

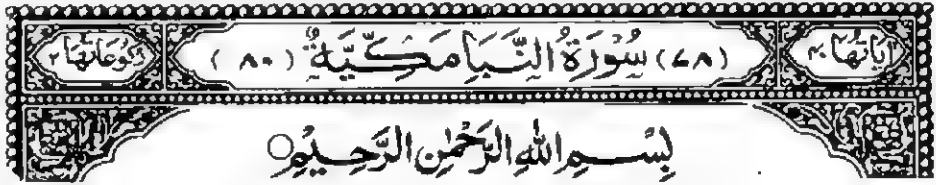
ارشاد فرماتے ہیں: — کھاؤ اور فائدہ اٹھا لو چند دن بے شک تم گنہگار ہو — آخر یہ کھایا پیا بہت بری طرح نکلے گا — اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم بختی ہے! اور جب ان سے کہا جائے گا کہ جھکو تو وہ جھک نہیں سکیں گے — میدانِ حشر میں پنڈلی کی تجلی ہوگی، اور اہلِ محشر سے سجدہ کے لئے کہا جائے گا، مومنین سجدہ کریں گے اور منافقین اور کفار کی کمر تختہ ہو جائے گی، وہ سجدہ نہیں کر سکیں گے، اس کا ذکر ہے، تفصیل سورۃ القلم میں گزری ہے — اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم بختی ہے! پس کوئی بات پر قرآن کے بعد وہ ایمان لائیں گے؟ — یعنی قرآن سے بڑھ کر کامل اور موثر بیان کس کا ہوگا! اگر یہ مکذبین اس پر یقین نہیں لاتے تو اور کس بات پر ایمان لائیں گے؟ کیا قرآن کے بعد کسی اور کتاب کے منتظر ہیں جو آسمان سے اترے گی؟ (فوائد)

(۱) إذا: ظرف برائے زمانہ مستقبل متضمن معنی شرط ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ النبا

یہی سورت ہے، اس میں قیامت کا امکان و اثبات اور جزا و سزا کے وقوع کا بیان ہے۔ نبأ کے معنی ہیں: کوئی بھی خبر، اور النبا (معرفہ) کے معنی ہیں: اہم خبر یعنی قیامت کی خبر، جو اہم واقعہ ہے، پہلے اللہ کی قدرت کاملہ کی نشانیاں بیان کی ہیں: زمین، پہاڑ، مردوزن، شب و روز، آسمان، سورج، بارش، کھیتی اور باغ، اللہ نے کیسی کیسی چیزیں پیدا کی ہیں، کیا ان کی قدرت میں قیامت کو برپا کرنا نہیں؟ بے شک ہے! وہ قیامت لائیں گے، اس دن قیامت کا انکار کرنے والوں کا برا حال ہوگا اور متقیوں کو نعمتوں سے مالا مال کر دیا جائے گا۔



عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۚ عَنِ النَّبَا الْعَظِيمِ ۚ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ ۚ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۚ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۚ لَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مُهْدًى ۚ وَالْجِبَالِ أَوْتَادًا ۚ وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا ۚ وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۚ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا ۚ وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۚ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شَدِيدًا ۚ وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا ۚ وَأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا ۚ لِنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا ۚ وَجِئْتُ الْفَافًا ۚ

عَمَّ (۱)	کس چیز کے بارے میں	عَنِ النَّبَا الْعَظِيمِ	خاص خبر کے بارے میں	فِيهِ	اس میں
يَتَسَاءَلُونَ	ایک دوسرے سے	الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ	بہت بڑی	مُخْتَلِفُونَ (۲)	اختلاف کرنے والے ہیں
ثُمَّ كَلَّا	پوچھتے ہیں	كَلَّا سَيَعْلَمُونَ	جو کہ وہ	كَلَّا	ہرگز نہیں

(۱) عَمَّ: عن: جارہ اور ما: موصولہ ہے، آخر سے الف حذف کیا ہے (۲) اختلاف: باب افعال کے معنی ہیں: کسی دوسرے سے اختلاف کرنا، آپس میں اختلاف کرنا: اس کے معنی نہیں۔

سَيَعْلَمُونَ ^(۱)	ابھی جان لیں گے وہ	سَبَّأًا	آرام کا ذریعہ	يَرْلَجًا	چراغ
ثُمَّ كَلَّا	پھر ہرگز نہیں	وَجَعَلْنَا	اور بنایا ہم نے	وَهَاجًا ^(۲)	نہایت چمکدار
سَيَعْلَمُونَ	ابھی جان لیں گے وہ	الْيَلَّ	رات کو	وَأَنْزَلْنَا	اور اتارا ہم نے
أَلَمْ نَجْعَلِ	کیا نہیں بنایا ہم نے	لِبَاسًا	پہناوا	وَمِنَ الْمُعْصِرَاتِ ^(۳)	بادلوں سے
الْأَرْضَ	زمین کو	وَجَعَلْنَا	اور بنایا ہم نے	مَاءً	پانی
مُحْدًا	پچھونا	النَّهَارَ	دن کو	نَجَّاجًا ^(۴)	موسلا دھار
وَالْجِبَالَ	اور پہاڑوں کو	مَعَاشًا	کمانے کا وقت	لِنُخْرِجَ	تاکہ نکالیں ہم
أَوْتَادًا	میخیں؟	وَبَنَيْنَا	اور بنائے ہم نے	بِلَهٍ	اس کے ذریعہ
وَخَلَقْنَاكُمْ	اور پیدا کیا ہم نے تم کو	فَوْكَلُمْ	تمہارے اوپر	حَبًّا	غلہ
أَزْوَاجًا	جوڑا جوڑا	سَبْعًا	سات	وَبَنَيْنَا	اور بنی
وَجَعَلْنَا	اور بنایا ہم نے	يَشَدَّادًا	مضبوط (آسمان)	وَجَنَّتِ	اور باغات
نُؤْمُكُمْ	تمہاری غیرت کو	وَجَعَلْنَا	اور بنایا ہم نے	الْفَاكَا	گھنے (گنجان)

قیامت کا برپا کرنا ہر طرح اللہ کی قدرت میں ہے

جب قرآن کریم نے لوگوں کو اطلاع دی کہ یہ دنیا ایک دن ختم ہو جائے گی، اس کا آخری دن آئے گا، اور وہ قیامت کا دن ہوگا، تو لوگوں نے یہ بات قبول نہیں کی، اور آپس میں باتیں کرنے لگے، کوئی پوچھتا: کیا ایسا ہونا ممکن ہے؟ دوسرا کہتا: لہجی! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جب ہم سر کر مٹی ہو گئے تو دوبارہ کیسے پیدا ہونگے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ بے وقوفی کی باتیں ہیں، ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہماری قدرت کتنی بڑی ہے، ہم نے کیسی کیسی چیزیں تمہارے لئے پیدا کی ہیں، ان چیزوں کو دیکھ کر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ جس نے ایسی ایسی چیزیں پیدا کی ہیں اس کو یہ قدرت ضرور حاصل ہے کہ وہ وہ دن بھی لے آئے جسے قیامت کہتے ہیں۔

(۱) سین: مستقبل قریب کے لئے ہے، اس کا ترجمہ: اب، ابھی ہے، اور سوف: مستقبل بعید کے لئے ہے، اس کا ترجمہ: عنقریب ہے، یعنی ذرا دور۔ (۲) وہاج: انتہائی روشن، چمکدار، وَهَجَتِ النَّارُ: آگ کا روشن ہونا (۳) مُعْصِرَاتُ: اسم فاعل مَوْنُث، از باب افعال: نچوڑنے والے یعنی بادل، وہ خود کو نچوڑتے ہیں تو بارش ہوتی ہے (۴) حجاج: زور سے برسنے، بہنے یا گرنے والا پانی، قُبْحُ الْمَاءِ: پانی کا بہنا۔

آیات پاک: (منکرین قیامت) کس چیز کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں؟ بڑے واقعہ کے بارے میں جس میں وہ لوگ (اہل حق سے) اختلاف کرتے ہیں، ہرگز نہیں! — یعنی اختلاف مت کرو، مان لو، قیامت ضرور آنے والی ہے — ابھی ان کو معلوم ہو جائے گا — جب اللہ کی قدرت کی نشانیاں ان کے سامنے لائی جائیں گی — پھر (کہتا ہوں) ہرگز نہیں! ابھی ان کو معلوم ہو جائے گا — تکرار کا مقصد اذہان کو ادھر متوجہ کرنا ہے۔

اللہ کی قدرت کاملہ کی نشانیاں

۱- کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو مٹھیں نہیں بنایا؟ — زمین پہلے لرزتی تھی، بچکولے لکھاتی تھی، اس کو قرار نہیں تھا، وہ مخلوقات کی رہائش کے قابل نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے اس پر پہاڑ پیدا کئے، جیسے خیمے کو تھامنے کے لئے کھونٹے گاڑتے ہیں، پہاڑوں سے توازن پیدا ہوا، اور زمین کا کپکپانا بند ہوا، اور وہ بستر کی طرح ہو گئی، اب انسان اس پر آرام سے زندگی گزارتا ہے، زمین کو ایسا پرسکون کس نے بنایا؟ اللہ نے بنایا! پس جو اللہ زمین کو ایسا کر سکتا ہے وہ کسی دن اس میں بھونچال بھی لاسکتا ہے: ﴿إِنَّ زَلْزَلَةً السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ﴾: قیامت کا زلزلہ یقیناً بھاری چیز ہے، قیامت سے پہلے زمین پوری طرح ہلادی جائے گی، اور زمین کی حالت اس کشتی جیسی ہو جائے گی جو موجوں کے تھپیروں سے ڈمگ رہی ہو، یا اس قندیل جیسی ہو جائے گی جو ہول کے جھونکوں سے جھول رہی ہو، اس وقت قیامت برپا ہوگی۔

۲- اور ہم نے تم کو جوڑا جوڑا پیدا کیا — ایک ہی ماڈے سے لڑکا بھی پیدا ہوتا ہے اور لڑکی بھی، پھر نرمادہ کے ذریعہ نسل بڑھتی ہے، اور دنیا آباد ہوتی ہے، یہ کس کی قدرت کا کرشمہ ہے؟ کیا وہ اس دنیا کا جوڑا (آخرت کو) پیدا نہیں کر سکتا؟ کر سکتا ہے! سورۃ الذاریات میں ہے: ﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾: اور ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا کیا، تاکہ تمہیں یاد آئے کہ اس دنیا کا بھی جوڑا ہے، اور وہ آخرت ہے، دونوں سے مل کر تکلیف اور جزا و سزا کا مقصد پورا ہوگا۔

۳- اور ہم نے تمہارے سونے کو راحت بنایا، اور ہم نے رات کو لباس بنایا، اور ہم نے دن کو کمانے کا وقت بنایا — اللہ نے دنیا کا نظام اس طرح سیٹ کیا ہے کہ وقت کو شب و روز میں تقسیم کیا ہے، آدمی دن میں کماتا ہے، پھر جب تھک کر چور ہو جاتا ہے تو رات میں پڑ کر سو جاتا ہے، اور اوڑھنے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی، رات ہی اوڑھنا ہوتا ہے، پھر صبح تازہ دم ہو کر اٹھتا ہے، سوچو! اگر دن ہی دن ہوتا تو انسان کام کرتے کرتے تھک جاتا، اور رات ہی رات ہوتی تو کب تک کر دیش بدلتا! اسی طرح یہ دنیا کام کرنے کے لئے ہے، پھر مر جانا ہے، موت: نیند کی بہن ہے، پھر قیامت کے دن تازہ دم ہو کر اٹھنا ہے، پھر آخرت میں یا تو مزے لوٹے گا یا کفِ افسوس ملے گا!

۴- اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے، اور ہم نے روشن چراغ بنایا، اور ہم نے پانی بھرے بادلوں سے موسلا دھار پانی برسایا، تاکہ ہم اس کے ذریعہ غلہ اور سبزی اور گنجان باغات اگائیں — یہ نظام شمسی کا بیان ہے، عالم دو ہیں: بالا اور زیریں، عالم بالا: سات آسمانوں کے اوپر ہے، وہی عالم آخرت ہے، اور عالم زیریں: ہماری یہ دنیا ہے، دونوں عالموں کے درمیان اللہ تعالیٰ نے سات مضبوط آسمان بنائے ہیں، جن کی وجہ سے اوپر کی دنیا کے آثار یہاں نہیں جھلکتے، اور اس زیریں عالم میں نہایت روشن سورج بنایا، جو اپنے سارے نظام کو لے کر چل رہا ہے، اور بقلموں (رنگارنگ) چیزیں وجود میں آ رہی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ سورج کی گرمی سے سمندر میں موجیں اٹھتی ہیں، اور بھاپ بنتی ہے، وہ اوپر اٹھ کر بادل بن جاتی ہے، پھر ہوائیں ان کو لے چلتی ہیں، اور وہ جگہ جگہ موسلا دھار برستے ہیں، اور اس سے غلہ، سبزہ اور پھل پیدا ہوتے ہیں، جن کو کھا کر لوگ عیش کرتے ہیں — اب سوچو! کیا وہ عالم بالا ہمیشہ خالی رہے گا؟ نہیں! اس دنیا کا ایک آخری دن آئے گا، اس کے بعد مکلف مخلوقات اس عالم بالا میں منتقل کر دی جائے گی، اور یہ دنیا ختم کر دی جائے گی۔

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۖ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ۚ وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ۖ وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۚ إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۚ لِلطَّاغِينَ مَابًا ۖ لَبِثُتُمْ فِيهَا أَحْقَابًا ۖ لَا تَذُقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۖ إِلَّا حُمِيمًا وَعَسَاقًا ۚ جَزَاءُ وِفَاقًا ۖ أَنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ۖ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَابًا ۖ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ۖ فَذُقُوا فَلَنُزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ۖ

-۴۶۵-

إِنَّ يَوْمَ	بے شک دن	فَتَأْتُونَ	پس آؤ گے تم	وَسُيِّرَتِ	اور چلائے جائیں گے
الْفَصْلِ	فیصلے کا	أَفْوَاجًا	گروہ گروہ	الْجِبَالُ	پہاڑ
كَانَ مِيقَاتًا	مقررہ وقت ہے	وَفُتِحَتِ	اور کھولا جائے گا	فَكَانَتْ	پس ہو جائیں گے وہ
يَوْمَ	جس دن	السَّمَاءُ	آسمان	سَرَابًا	چمکتی ریت
يُنفَخُ	پھونکا جائے گا	فَكَانَتْ	پس ہو جائے گا وہ	إِنَّ جَهَنَّمَ	بے شک دوزخ
فِي الصُّورِ	صور میں	أَبْوَابًا	دروازے دروازے	كَانَتْ مِرْصَادًا	گھات ہے

لَظَاغِينَ ^(۱)	سرکشوں کے لئے	إِلَّا حَيْثُ	مگر کھولتا پانی	كَذَّابًا	زور سے جھٹلاتا
مَآبًا	ٹھکانا ہے	وَعَسَا	اور بہتی پیپ	وَكُلَّ شَيْءٍ	اور ہر چیز کو
لِيُشِيرَ	ٹھہرنے والے ہیں وہ	جَزَاءً ^(۲)	(چکھو) بدلہ	أَحْصَيْنَاهُ	گن رکھا ہم نے اس کو
فِيهَا	اس میں	وَفَاقًا	پورا	كَيْتًا	لکھ کر
أَحْطَابًا	قرنہا قرن	إِنَّهُمْ كَانُوا	بے شک وہ تھے	كَذَّابُوا	پس چکھو (عذاب)
لَا يُدْفَعُونَ	نہیں چکھیں گے وہ	لَا يَرْجُونَ	نہیں امید رکھتے تھے	فَلَنْ	پس ہرگز نہیں
فِيهَا	اس میں	حِسَابًا	کسی حساب کی	تَزِيدُكُمْ	بڑھائیں گے ہم تمہارا
بَزْدًا	ٹھنڈک	وَلَذًّا	اور جھٹلایا انھوں نے	إِلَّا	مگر
وَلَا شَرَابًا	اور نہ کوئی اور مشروب	بِأَيْتِنَا	ہماری باتوں کو	حَدَابًا	عذاب

منکرین قیامت کو سزا کب ملے گی؟ اور کیا ملے گی؟

بلاشبہ فیصلہ کا دن ایک معین وقت ہے — یعنی قیامت کے دن ان کو سزا ملے گی، اور اس کا وقت اللہ کے علم میں ٹھہرا ہوا ہے — جس دن صور پھونکا جائے گا، پس تم گروہ گروہ ہو کر حاضر ہوؤ گے — لوگوں کی الگ الگ جماعتیں اور ٹولیاں نہیں گی، اور تقسیم عقائد و اعمال کے اعتبار سے ہوگی — اور آسمان کھول دیا جائے گا، پس وہ دروازے دروازے ہو جائے گا — یعنی قیامت کے دن آسمان بہت کھول دیا جائے گا، کیونکہ دروازے تو آسمان میں اب بھی ہیں، مگر قیامت کے دن فرشتوں اور عرش الہی کے نزول کے لئے کشادہ دروازے کھولے جائیں گے — اور پہاڑ چلائے جائیں گے پس وہ چمکتی ریت ہو جائیں گے — یعنی گرد و غبار میں تبدیل ہو جائیں گے — بلاشبہ دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے — وہاں فرشتے دوزخیوں کی تاک میں ہیں، وہ — سرکشوں کا ٹھکانا ہے، وہ اس میں قرنہا قرن رہیں گے — تابدر رہیں گے — وہ اس میں نہ کوئی ٹھنڈی چیز چکھیں گے اور نہ اور کوئی مشروب، سوائے کھولتے پانی اور بہتی پیپ کے! (چکھو) پورا بدلہ — یقیناً وہ لوگ حساب کتاب کی امید نہیں رکھتے تھے — یا ڈرتے نہیں تھے — اور ہماری باتوں کو خوب جھٹلاتے تھے — اس لئے ان کی یہی سزا ہے — اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر ضبط کر رکھا ہے — کرانا کاتبین لکھ رہے ہیں، زمین ریکارڈ کر رہی ہے اور اوپر بڑے بڑے ستارے (کیمرے) لگے ہوئے ہیں، وہ ریکارڈ کر رہے ہیں، اور اللہ کے علم محیط میں تو سب کچھ ہے — پس چکھو مزہ! ہم تمہاری سزا ہی بڑھائیں گے (۱) للظاغین: مآب سے متعلق ہے، اور وہ کائنات کی دوسری خبر ہے۔ (۲) جزاء: ذوقاً: مقدر کا مفعول بہ ہے۔

عذاب میں تخفیف کا کوئی سوال نہیں!

إِنَّ الْمُتَّقِينَ مَفَازٌ حَدِيثٌ وَأَعْنَابًا ۖ وَكَوَاعِبٌ أَثْرَابًا ۖ وَكَاَسًا دِهَاقًا ۖ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِدًّا ۖ جَزَاءُ مَن يَكُ عَظَاءً ۖ حَسَابًا ۖ رَبِّ السَّمَوَاتِ الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَنُ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ۖ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا ۖ لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَن أِذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ قَال صَوَابًا ۖ ذَلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۖ فَمَن شَاءِ اسْتَخَذْ إِلَىٰ رَبِّهِ مَا بَاءَ ۖ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ عَذَابًا قَرِيبًا ۖ يَوْمَ يَنْظُرُ السَّمْعُ مَا قَدَّمَتْ يَدُهُ وَيَقُولُ الْكَفِرُ لِيَلَيْتَنِي كُنْتُ تُرْبًا ۖ

۳۶۷

جس دن	یوم	بدلہ	جَزَاءُ ^(۳)	بیشک پرہیزگاروں کیلئے	إِنَّ الْمُتَّقِينَ
کھڑے ہونگے	يَقُومُ	تیرے رب کی طرف سے	مَن يَكُ عَظَاءً ^(۴)	کامیابی ہے	مَفَازًا
ذی حیات	الرَّحْمَنُ ^(۷)	عطیہ	عَطَاءً ^(۵)	باغات	حَدِيثًا ^(۱)
اور فرشتے	وَالْمَلَائِكَةُ	کافی	حَسَابًا ^(۵)	اور انگور	وَأَعْنَابًا
قطار باندھ کر	صَفًّا	آسمانوں کے رب	رَبِّ السَّمَوَاتِ	اور دو شیرائیں	وَكُوَاعِبٌ
نہیں بولے گا (کوئی)	لَا يَتَكَلَّمُونَ	اور زمین کے	وَالْأَرْضِ	ہم عمر	أَثْرَابًا
مگر جسے	إِلَّا مَن	اور دونوں کی درمیانی	وَمَا بَيْنَهُمَا	اور جام	وَكَاَسًا
اجازت دیں	أِذِنَ لَهُ	چیزوں کے		لبالب بھرے ہوئے	دِهَاقًا
نہایت مہربان اللہ	الرَّحْمَنُ	نہایت مہربان اللہ	الرَّحْمَنُ ^(۶)	نہیں سنیں گے وہ	لَا يَسْمَعُونَ
اور کہے گا	وَقَالَ	نہیں مالک ہونگے وہ	لَا يَمْلِكُونَ	اس میں	فِيهَا
درست بات	صَوَابًا	اس سے	مِنْهُ	بک بک	لَغْوًا
یہ دن	ذَلِكَ الْيَوْمُ	گفتگو کرنے کے	يَخْطُبَانَا	اور نہ جھٹلاتا	وَلَا كِدًّا ^(۲)

(۱) حدائق: مغازا سے بدل یا عطف بیان ہے (۲) کذاب: مصدر: جھٹلانا۔ (۳) جزاء: فعل محذوف کا مفعول، ای جَزَاهُمْ اللہ جزاء (۴) عطاء: جزاء سے بدل (۵) حسابا: ای کافی کہتے ہیں: اعطانی فاحسبنی: اس نے مجھ سے دیا پس میں نے کہا: میرے لئے کافی ہو گیا۔ (۶) الرحمن: رب سے بدل ہے (۷) الروح کا ترجمہ حضرت تھانویؒ نے 'نظام ذی ارواح' کیا ہے، پس یہاں جبریل علیہ السلام مراد نہیں

الحق	برحق ہے	عَذَابًا	عذاب سے	يَذُكُّ	اس کے دونوں ہاتھوں نے
قَمَنْ شَاءَ	پس جو چاہے	قَرِيبًا	نزدیک آنے والے	وَيَقُولُ	اور کہے گا
اِتَّخَذَ	بنائے	يَوْمَ	جس دن	الْكَفْرِ	کافر
اِلٰى رِبِّهِ	اپنے رب کی طرف	يَنْظُرُ	دیکھے گا	يَلْتَمِئَنِي	اے کاش
مَا بَا	ٹھکانا	النَّارُ	انسان	كُنْتُ	ہوتا میں
لَا اَنْذَرْنَكُمْ	بیشک ہم نے ڈرایا تم کو	مَا قَدَّمْتُ	جو کچھ آگے بھیجا	تَرَابًا	مٹی!

پرہیزگاروں کا بہترین انجام

منکرین قیامت کی سزا کے بعد نیک بندوں کا انجام بیان فرماتے ہیں: — بلاشبہ اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے کامیابی ہے — یعنی کھجور کے — باغات اور انگور اور دوشیزہ، ہم عمر عورتیں، اور لبالب بھرے ہوئے جام ہیں — سورۃ الواقعہ میں ہے: ﴿اَتْرَابًا ۚ لَا صُحُبَ الْيَعِينِ﴾: دلہنے والوں کی ہم عمر — وہ جنت میں بیہودہ بات نہیں سنیں گے نہ جھٹلانا — جنت میں کوئی جھوٹ نہیں بولے گا اس لئے جھٹلانے کا سوال ہی نہیں — یہ بدلہ ہے تیرے پروردگار کی طرف سے جو کافی انعام ہے، آسمانوں اور زمین اور درمیانی چیزوں کے نہایت مہربان پروردگار کی طرف سے — رَبِّ السَّمَاوَاتِ مِنْ رَبِّكَ سے بدل ہے — ان سے کوئی بات نہیں کر سکے گا! — یعنی باوجود اس قدر لطف و رحمت کے عظمت و جلال ایسا ہوگا کہ کوئی ان کے سامنے لب نہیں ہلا سکے — جس دن تمام ذی ارواح (جن و انس) اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہونگے — سب باادب ہوشیار ہونگے — کوئی بولے گا نہیں، مگر جس کو نہایت مہربان اللہ اجازت دیں، اور وہ بات بھی صحیح کہے گا — یعنی اس دربار میں جو بولے گا اللہ کی اجازت سے بولے گا اور معقول بات ہی کہے گا، یعنی سفارش کرے گا تو مستحق ہی کی کرے گا — یہی برحق دن ہے — جس کا آنا قطعی ہے — پس جو چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنائے — یعنی ایمان لائے اور نیک کام کرے۔

آخری بات: اب پھر روئے سخن منکرین کی طرف ہے: — ہم تم کو ایک نزدیک آنے والے عذاب سے ڈرا چکے، جس دن ہر شخص ان اعمال کو دیکھ لے گا جو اس کے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں، اور کافر کہے گا: کاش میں مٹی ہوتا! — یعنی انسان نہ بنا ہوتا یا غیر مکلف مخلوقات کی طرح مٹی بنا دیا جاتا، یا افسوس کرے گا کہ کاش میں خاک ہو جاتا! مگر اصلاح کا وقت گیا اب افسوس کرنے سے کیا ہوگا!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة النازعات

یہ سورت مکی دور کے آخر کی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۷۹ ہے، اور سورة الباقی کی طرح اس کا موضوع بھی قیامت کا وقوع اور اس کے بعض واقعات کا بیان ہے، شروع میں روحیں وصول کرنے والے فرشتوں کی صفات کی قسم کھائی ہے، اور جواب قسم محذوف ہے کہ مُردے ضرور زندہ کئے جائیں گے، اور قیامت آئے گی، اور روحوں کی وصولی کا نظام وقوع قیامت کی دلیل کیسے ہے؟ تفصیل طلب ہے:

انسان اس دنیا میں نیا نہیں پیدا ہوتا، تمام انسان تخلیقِ آدم کے وقت پیدا کئے جا چکے ہیں، اس وقت صرف روحیں پیدا کی گئی تھیں، اور ان کو مثالی اجسام دیئے گئے تھے، پھر ان سے ربوبیت کا اقرار لینے کے بعد ان کو عالم ارواح میں خاص ترتیب سے رکھا گیا ہے، یہ بات بخاری شریف کی حدیث میں ہے۔

اور انسان درحقیقت روح کا نام ہے، جسم تو آلہ کار ہے، جیسے عبدالرحمن کا ایکسیڈنٹ ہو گیا، دونوں پیر کٹ گئے، پھر بھی عبدالرحمن پورا ہے، پھر حادثہ پیش آیا اور دونوں ہاتھ کٹ گئے، اب بھی وہ پورا ہے، معلوم ہوا کہ عبدالرحمن روح کا نام ہے جو بحالہ باقی ہے۔

پھر جب کسی روح کے دنیا میں آنے کا وقت آتا ہے تو رحم مادر میں جسم بنتا ہے، پس فرشتہ اس روح کو لا کر جسم میں پھونک دیتا ہے جس کے لئے جسم تیار ہوا ہے، پس جسم زندہ ہو جاتا ہے، پھر چار ماہ بعد وہ دنیا میں پیدا (ظاہر) ہوتا ہے، پھر پلتا بڑھتا ہے، یہاں تک کہ موت کا وقت آ جاتا ہے، پس فرشتے آتے ہیں اور روح کو جسم سے نکال کر بارگاہِ خداوندی میں پیش کرتے ہیں، اور بدن مرجاتا ہے، اس کو مٹی کے حوالے کر دیا جاتا ہے، کیونکہ وہ مٹی سے بنا ہے۔

پھر ارواح قیامت تک عالم برزخ میں رہتی ہیں، قیامت کے دن جسم زمین سے دوبارہ بنے گا، اور روح اس میں واپس آئے گی، اور نئی زندگی شروع ہوگی، یہی قیامت ہے جو برحق ہے، اگر قیامت نہیں ہے تو روحوں کی وصولی اور ان کی حفاظت کا یہ نظام کیوں ہے؟ جب روحیں باقی ہیں تو اجسام ان کو دوبارہ ضرور ملیں گے۔

(۷۹) سُورَةُ النَّازِعَاتِ مَكِّيَّةٌ (۸۱)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا ۝ وَالنَّشِيطَاتِ نَشْطًا ۝ وَالسَّيِّحَاتِ سَبْحًا ۝ فَالسَّيِّقَاتِ سَبْقًا ۝
فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا ۝

وَالنَّازِعَاتِ ^(۱)	روحیں کھینچنے والے	نَشْطًا	سہولت سے	سَبْقًا	دور ڈکر
غَرْقًا ^(۲)	فرشتوں کی قسم	وَالسَّيِّحَاتِ	اور پیرنے والے	فَالْمُدَبِّرَاتِ	پس انتظام کرنے والے
وَالنَّشِيطَاتِ ^(۳)	سختی سے	سَبْحًا	تیزی سے	أَمْرًا	معاملہ کی
	اور بندش کھولنے والے	فَالسَّيِّقَاتِ	اور آگے بڑھنے والے		

روحوں کی وصولی کا نظام رسیل ہے کہ مُردے زندہ ہونگے اور قیامت آئے گی

۱۔ ان فرشتوں کی قسم جو سختی سے جانیں نکالتے ہیں — کن کی جانیں سختی سے نکالتے ہیں؟ کافروں کی جانیں سختی سے نکالتے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: موت کے فرشتے کافروں کے اجسام سے، ہر بال کے نیچے سے، ناخنوں کے نیچے سے، اور دونوں پیروں کی جڑ سے سختی کے ساتھ روحوں کو کھینچ کر نکالتے ہیں، جیسے آکٹرا (گوشت بھرنے کی سیخ) بھیگی ہوئی روئی سے نکالیں، پھر وہ روحوں کو جسم میں لوٹاتے ہیں، پھر کھینچ کر نکالتے ہیں، کافروں کی روحوں کے ساتھ فرشتے ایسا ہی کرتے ہیں (قرطبی) سوچو! اس نکالنے اور ڈالنے میں کتنی تکلیف ہوتی ہوگی؟

۲۔ اور ان فرشتوں کی قسم جو نرمی سے بندش کھول دیتے ہیں — روح بدن کے ساتھ مربوط (مضبوط بندھی ہوئی) ہے، فرشتے اس بند کو کھول دیتے ہیں تو روح آسانی سے نکل آتی ہے، آسانی سے روح اس شخص کی نکل سکتی ہے جس کی روح کو آخرت کا شوق ہو، اور جس کو دولتِ ایمان نصیب ہو۔ مشکوٰۃ شریف میں ایک طویل حدیث (نمبر ۱۶۳) ہے، نبی ﷺ نے ایک بار حاضرین کو سمجھایا کہ مومنوں کی روح کس طرح نکلتی ہے، اور کافروں کی روح کس طرح نکلتی ہے؟ فرمایا: جب کسی مومن بندے کا آخری وقت ہوتا ہے تو اس کے پاس فرشتے آتے ہیں، بہت خوبصورت، چمکتے سورج کی

(۱) النازعة: اسم فاعل مؤنث، تانیث بتاویل طائفہ ہے، نَوَعَ الشَّيْءِ: کھینچ کر نکالنا (۲) غَرْقًا: ڈوب کر یعنی سختی سے، مفعول مطلق ہے (۳) ناشطة: بندش کھولنے والے، نَشْطًا (ن، ض) نَشْطًا: کھولنا۔

تَتَّبِعْهَا	اس کے پیچھے آئے گی	عَلَمًا	کیا بے شک ہم	كَوْنُهُ	لوٹنا
الرَّادِّ فِتْنَةٍ	پیچھے آنے والی چیز	لَمَرْدُودُونَ	البتہ لوٹائے گئے ہیں	خَائِرَةٍ	گھانٹے کا ہے!
قُلُوبُ	دل	فِي الْحَافِرَةِ (۱)	پچھلی روش میں	فَأَمَّا	پس اس کے سوا نہیں کہ
يَوْمَئِذٍ	اس دن	وَإِذْ أَكُنَّا	کیا جب ہو گئے ہم	هِيَ	وہ
وَاجِفَةً	دھڑکتے ہوئے	عِظَامًا	ہڈیاں	زُخْرَةً	جھڑکی ہے
أَبْصَارُهَا	ان کی آنکھیں	نُجْرَةً (۲)	بوسیدہ؟	وَاحِدَةً	ایک
خَاشِعَةً	جھکی ہوئی ہوگی	قَالُوا	کہا انھوں نے	فَإِذَا هُمْ	پس اچانک وہ
يَقُولُونَ	کہتے ہوئے	تِلْكَ إِذًا	تب تو وہ	بِالْشَّاهِدَةِ (۳)	میدان میں ہو گئے

مُردے کب زندہ ہونگے؟ اور قیامت کب آئے گی؟

جس دن لرز نے والی چیز خوب لرز جائے گی! — یعنی خوب زور سے پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا جس سے زمین میں زلزلہ پڑے گا، ہر چیز ہل جائے گی اور تمام مخلوقات بے ہوش ہو کر ختم ہو جائے گی — پھر اس کے پیچھے آئے گی ایک پیچھے آنے والی چیز! — یعنی نوحۃ اولیٰ سے چالیس سال بعد دوبارہ صور پھونکا جائے گا، اس کے بعد بارش ہوگی، اس کا اثر یہ ہوگا کہ انسانوں کے اجسام اس طرح زمین سے اُگیں گے جس طرح سبزہ اُگا کرتا ہے، اس کے بعد ارواح عالم برزخ سے آ کر اپنے ابدان میں داخل ہوگی، اور حشر کا معاملہ شروع ہوگا۔

اس دن دل کانپ رہے ہونگے، اور آنکھیں جھکی ہوئی ہوگی — گھبراہٹ ایسی کہ خدا کی پناہ اذلت ایسی کرنگاہیں اٹھاتے بن نہ پڑے! — پوچھیں گے: کیا ہم پہلی روش میں لوٹائے ہوئے ہیں؟ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو گئے؟ تب تو یہ گھانٹے کا لوٹنا ہے — یعنی جیسے آدمی نیند سے ہڑ بڑا کر اٹھتا ہے اور حواس باختہ ہوتا ہے، اہل محشر بھی قیامت کے دن جب دوبارہ زندہ ہونگے تو حواس باختہ ہونگے، وہ حیرت سے ایک دوسرے سے پوچھیں گے: کیا ہم جس راستہ سے آئے تھے اسی پر لوٹا دیئے گئے؟ ہم تو مرکز گل سرگزشتی اور ہڈیاں ہو گئے تھے؟ اس کے باوجود کیا پھر زندہ ہو گئے؟ پھر جب انہیں ہوش آئے گا، اور یقین آئے گا کہ یہ پہلی ہی زندگی ہے تو کفِ افسوس ملیں گے، اور کہیں گے: یہ گھانٹے کا سودا رہا!

اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں: — وہ بس ایک جھڑکی ہے — مراد دوسری مرتبہ صور پھونکنا ہے — جس سے

(۱) حَقَرُ الطَّرِيقِ: راستہ میں چلنے کا نشان ذالنا، الحافرة: پہلا راستہ، پہلی حالت (۲) نَجْوَى الشَّيْءِ: پرانا اور بوسیدہ ہو جانا (۳) مَسْجُورٌ (س): ساری رات جاگنا، الساهرة: میدان جس میں گھاس تیزی سے اگتی ہو، یہ اس کا جائگنا ہے۔

وہ میدانِ حشر میں آ موجود ہو گئے! — اس طرح قیامت کا دن شروع ہو جائے گا۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى ۖ إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۖ إِذْ هَبَّ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ۖ فَقُلْ هَلْ لَكَ إِلَىٰ أَنْ تَزَكَّىٰ ۖ وَ أَهْدِيكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ ۖ فَأَرَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ ۖ فَكَذَّبَ وَعَصَىٰ ۖ ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعَىٰ ۖ فَخَشَرَ فَنَادَىٰ ۖ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ۖ فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ ۖ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنِ يَخْشَىٰ ۖ

اور زور کی تقریر کی	فَنَادَىٰ	یہ بات کہ	إِلَىٰ أَنْ	کیا پہنچا ہے تجھے	هَلْ أَتَاكَ
پس کہا:	فَقَالَ	سنور جائے تو	تَزَكَّىٰ	موسیٰ کا واقعہ	حَدِيثُ مُوسَىٰ
میں ہی تمہارا رب ہوں	أَنَا رَبُّكُمْ	اور راہ دکھاؤں میں تجھے	وَأَهْدِيكَ	جب پکارا اس کو	إِذْ نَادَاهُ
سب سے بڑا	الْأَعْلَىٰ	تیرے رب کی	إِلَىٰ رَبِّكَ	اس کے رب نے	رَبُّهُ
پس پڑا اس کو	فَأَخَذَهُ	پس ڈرے تو	فَتَخْشَىٰ	میدان میں	بِالْوَادِ
اللہ نے	اللَّهُ	پس انھوں نے سکود کھائیں	فَأَرَاهُ	پاک	الْمُقَدَّسِ
سزا میں	نَكَالٌ	بڑی نشانیاں	الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ	طوی نامی	طُوًى
آخرت کی	الْآخِرَةِ	پس اس نے جھٹلایا	فَكَذَّبَ	جائیے	إِذْ هَبَّ
اور دنیا کی	وَالْأُولَىٰ	اور نافرمانی کی	وَعَصَىٰ	فرعون کے پاس	إِلَىٰ فِرْعَوْنَ
بے شک اس میں	إِنَّ فِي ذَٰلِكَ	پھر پیٹھ پھیری	ثُمَّ أَدْبَرَ	بیشک اس نے سرکشی کی ہے	إِنَّهُ طَغَىٰ
البتہ عبرت ہے	لَعِبْرَةً	در اعمالیکہ کوشش کر رہا ہے	يَسْعَىٰ	پس کہیں آپ	فَقُلْ
اس کے لئے جو ڈرے	لِّمَنِ يَخْشَىٰ	پس (لوگوں کو) جمع کیا	فَخَشَرَ	کیا تو چاہتا ہے	هَلْ لَكَ

قریش کی عبرت کے لئے فرعون کی تباہی کا واقعہ

بارہ سال گزر گئے، قریش نبی ﷺ کی بات نہیں مان رہے، نہ ایک اللہ کو معبود مانتے ہیں نہ آخرت کو قبول کرتے ہیں، اب ان کو فرعون کا واقعہ سنایا جا رہا ہے، اس نے بھی موسیٰ علیہ السلام کی بات نہیں مانی تھی، اور اپنی سرکشی سے باز نہیں آیا (۱) مخاطب عام ہے مراد مشرکین مکہ ہیں، نبی ﷺ مراد نہیں۔ (۲) بہ ارادہ جنس مجموعہ عصا وید مراد ہیں (بیان القرآن) (۳) جملہ یسعی: ادبر کے فاعل سے حال ہے (۴) نکال: اس مصدر: عبرت ناک سزا۔

تھا، تو دنیا میں بھی عذاب اس کو پہنچا اور آخرت میں بھی عذاب سے ہم کنار ہوگا، اس میں قریش کے لئے عبرت (سبق) ہے، اگر وہ بھی اپنی شرارت سے باز نہ آئے تو ان کو بھی دنیا کی سزائیں پکڑا جاسکتا ہے۔

آیات پاک: — (اے مخاطب!) کیا تجھے موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے؟ جب ان کو آواز دی ان کے رب نے طوی نامی پاک میدان میں — موسیٰ علیہ السلام مدین سے فیملی کے ساتھ آبائی وطن کنعان (فلسطین) کے لئے چلے، راستہ بھول کر وادی سینا میں پہنچ گئے، وہاں انھوں نے ایک ٹھنڈی رات میں ایک پہاڑ پر آگ دکھی، جب وہ آگ لینے وہاں پہنچے تو ابھی فاصلہ پر تھے کہ اس درخت سے آواز آئی جو جل رہا تھا، وہ آگ نہیں تھی جلی تھی — آپ فرعون کے پاس جلیئے، اس نے سرکشی کی ہے، پس اس سے کہیے: کیا تیری خواہش ہے کہ تو سنور جائے، اور میں تجھے تیرے رب کی راہ دکھاؤں پس تو اس سے ڈرے؟ پس موسیٰ نے ان کو بڑی نشانیاں — عصا اور ید بیضا — دکھائیں، پس اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی، پھر پیٹھ پھیری دراصل ایک وہ کوشش کر رہا ہے — موسیٰ علیہ السلام کی کاٹ کرنے جا رہا ہے — پس لوگوں کو جمع کیا، اور بے آواز بلند تقریر کی کہ میں ہی تمہارا سب سے بڑا پروردگار ہوں!

پس اللہ نے اس کو آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑا — آخرت کا عذاب یقینی اور سخت ہے، اس لئے اس کو مقدم کیا — بے شک اس میں یقیناً سبق ہے، اس کے لئے جو اللہ سے ڈرے!

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَاءُ بَنَسْهَا ۚ رَفَعَ سَنَكْهَا ۚ فَسَوَّيْهَا ۚ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُغْهَهَا ۚ وَالْاَرْضُ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحْهَا ۚ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعَهَا ۚ وَاِجْبَالَ اَرْسَهَا ۚ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۚ

ءَاَنْتُمْ	کیا تم	سَنَكْهَا	اس کی اونچ (ارتقاء)	وَالْاَرْضُ	اور زمین کو
اَشَدُّ	زیادہ سخت ہو	فَسَوَّيْهَا	پس ٹھیک بنایا اس کو	بَعْدَ ذٰلِكَ	اس کے بعد
خَلْقًا	پیدا کرنے کے اعتبار سے	وَاَغْطَشَ	اور تاریک بنایا	دَحْهَا	پھیلا یا
اَمِ السَّمَاءُ	یا آسمان؟	لَيْلَهَا	اس کی رات کو	اَخْرَجَ	نکالا
بَنَسْهَا ^(۱)	اللہ نے اس کو بنایا	وَاَخْرَجَ	اور نکالا (روشن بنایا)	مِنْهَا	زمین سے
رَفَعَ	بلند کی	ضُغْهَهَا	اس کی چاشت کو	مَآءَهَا	اس کے پانی کو

(۱) بننا: ضمیر کا مرجع سماء ہے، وہ مؤنث سماعی ہے، بعد کی ضمیریں بھی اسی کی طرف راجع ہیں۔

وَمَزَعَهَا وَالْجِبَالِ	اور اس کے چارے کو اور پہاڑوں کو	اَوْسَهَا مَتَاعًا	اس پر مضبوطی سے قائم کیا برتنے کے لئے	لَكُمْ وَلَا تَعْلَمُكُمْ	تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے
-----------------------------	------------------------------------	-----------------------	--	------------------------------	---------------------------------

اللہ نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی چیزیں پیدا کیں

پس کیا وہ انسانوں کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟

کیا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا؟ — یہ کافروں سے سوال ہے، اس کا ایک ہی جواب ہے کہ آسمان کا پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے، کیونکہ وہ انسان سے کہیں زیادہ بڑا ہے، پھر تم دوبارہ پیدا کئے جانے کو ناممکن کیوں سمجھتے ہو؟ — اللہ نے آسمان کو بنایا، پھر اس کی اوج (ارتفاع) کو اونچا کیا — آسمان چاروں طرف سے زمین کو چھوتا ہوا نظر آتا ہے، مگر سر پر بہت اونچا ہے، یہ اس کی اوج (ارتفاع) ہے، اس کی اونچائی کو دیکھو سائنس دان اس کی اونچائی کا اندازہ کرتے کرتے تھک گئے اور آسمان ہی کا انکار کر بیٹھے، کہہ دیا: یہ نیلگوں رنگ نظر کا منہا ہے! — پس اس کو درست بنایا — نظر اٹھا کر دیکھو! کہیں اونچ نیچ، درز اور شکاف نظر نہیں آئے گا، ایک صاف، ہموار، مربوط اور متصل چیز نظر آئے گی، جس میں زمانہ دراز گزرنے کے باوجود کوئی فرق نہیں پڑا — اور اس کی رات کو تاریک بنایا، اور اس کے دن کے شروع حصہ کو روشن بنایا — یعنی آسمان بنا کر اس کے نیچے نظام شمسی چلایا، اس کی گردش سے شب وروز پیدا ہوئے، رات تاریک اور دن روشن ہوا جس کا انسان کی مصلحت سے گہرا تعلق ہے، ہر شخص اس سے بخوبی واقف ہے۔

اور زمین کو اس کے بعد پھیلایا — زمین کی ہیئت کدائی تو آسمانوں سے پہلے بنائی ہے، مگر اس کی موجودہ صورت بعد میں بنی ہے — اس سے اس کا پانی اور چارائکالا، اور پہاڑوں کو اس پر جمایا — یہ زمین کو پھیلانے کی شرح ہے — تمہارے اور تمہارے موسیٰ کے فائدہ کے لئے — یعنی یہ سب کچھ انسان کے لئے اور اس کے جانوروں کے لئے ہے، اللہ پاک نے انسان کے لئے کیا کیا سامان کیا ہے! ہر چیز میں اس کی ضرورت کا خیال رکھا ہے، اب اگر انسان اللہ کا ہو کر نہ ہے اور اس کی اور اس کے رسول کی باتیں نہ مانے تو اس سے بڑا ناانجار (بے راہ) کون؟

فَلَمَّا جَاءَتِ الطَّاقَةُ الْكُبْرَىٰ ۖ يَوْمَ يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَىٰ ۚ وَتَرَىٰ الْجَحِيمَ لِمَنِ بَرِي ۖ
فَأَمَّا مَنْ طَغَىٰ ۖ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۖ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۖ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ
وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۖ

قُلْ اِنَّا عِبَادُ رَبِّكَ الْكَافِرِينَ يَوْمَ تَذْكُورُ الْاِنْسَانُ مَا سَعَى فَتَنَزَّلَتْ الْجَحِيمُ	پس جب آئے گی چھا جانے والی چیز بہت بڑی جس دن یاد کرے گا انسان جو اس نے عمل کیا اور ظاہر کی جائے گی دوزخ	لِمَنْ يَّرَى فَاَتَا مَنْ طَغَى وَأَشْرَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَإِنَّا الْجَحِيمُ هِيَ الْمَالُوتِ وَأَمَّا مَنْ	اس کے لئے جو دیکھے گا پس رہا وہ جس نے سرکشی کی اور ترجیح دی دنیا کی زندگی کو پس بے شک دوزخ ہی ٹھکانا ہے اور رہا وہ جو	كَتَافٍ مَقَامَرِكُمْ وَنَكَى النَّفْسِ عَيْنَ الْمَالُوتِ فَإِنَّا الْجَحِيمُ هِيَ الْمَالُوتِ	ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے اور روکا نفس کون خواہش سے پس بے شک جنت ہی ٹھکانا ہے
--	--	---	--	---	--

قیامت کے دن دوزخ کا فیصلہ ہوگا یا جنت کا

پہلے چند باتیں ذہن نشین کر لیں:

۱- جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو کائنات ارضی تہیں نہیں ہو جائے گی، سورۃ الرحمن میں ہے: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ زمین پر جو کچھ ہے سب ختم ہو جائے گا، اسی کو ﴿الطَّاغُتَةُ الْكُبْرَى﴾ کہا ہے۔

۲- انسان کے اعمال ہر طرف ریکارڈ ہو رہے ہیں، زمین ریکارڈ کر رہی ہے، قیامت کو وہ جگہیں گواہی دیں گی جہاں انسان نے اچھا برا عمل کیا ہے، کرنا کاتین ریکارڈ تیار کر رہے ہیں، اسی طرح انسان کا نفس ریکارڈ کر رہا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے حجۃ اللہ الباقیہ میں لکھا ہے کہ ایسا سمجھنا صحیح نہیں کہ انسان کے اعمال وجود میں آ کر ختم ہو جاتے ہیں، بلکہ نفس کے دامن کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں (ایک وقت تک یاد رہتے ہیں، پھر ان پر بھول کا پردہ پڑ جاتا ہے)

۳- اس دنیا میں بھول ایک نعمت ہے، اسی کی وجہ سے انسان پنپتا ہے، بڑا نقصان ہو جاتا ہے، آدمی بلبلا جاتا ہے، پھر چند دن کے بعد صدمہ بھول جاتا ہے اور زندگی نارمل ہو جاتی ہے، قیامت کے دن بھول کی نعمت کی ضرورت نہیں رہے گی، اس لئے جب دوبارہ زندہ ہوگا سب کرا کر ایسا یاد آ جائے گا۔

۴- دنیا اور آخرت ساتھ ساتھ چل رہے ہیں، درمیان میں گاڑھا پردہ ہے، عالم برزخ میں یہ پردہ مہین ہو جاتا ہے،

(۱) الطَّامَّةُ: قیامت کا نام، سب سے بڑی مصیبت جو ہر چیز کو محیط ہو جائے، طَمَّ الشَّيْءُ: کسی چیز کا زیادہ ہو کر پھیلنا اور زبردست ہو جانا۔

اس لئے وہاں آخرت کے احکام جھلکتے ہیں، قیامت کے دن یہ پردہ برائے نام رہ جائے گا، اس لئے میدانِ حشر سے جنت و جہنم نظر آئیں گے۔

قیامت کے دن فیصلے:

جس نے اس دنیا میں دو کام کئے ہیں اس کے لئے جہنم کا فیصلہ ہوگا:

۱- اللہ کے احکام سے سرکشی کی ہے، جیسے بیل بوجے کے نیچے سے سرکھینچ لیتا ہے، بندے نے بھی کرنے کے کام نہیں کئے، اور نہ کرنے کے کام کئے ہیں۔

۲- دنیا کو آخرت پر ترجیح دی ہے، دنیا کے لئے مرتا رہا اور آخرت کو بھولا رہا۔

اور جس نے دوسرے دو کام کئے ہیں اس کے لئے جنت کا فیصلہ ہوگا:

۱- اللہ کے سامنے پیش ہونے سے ڈرتا رہا، جب بھی کوئی کام کرتا تو سوچتا کہ ایک دن مجھے اللہ کو حساب دینا ہے، اس لئے اللہ کی پسند والے کام کرتا، اور ناپسندیدہ کاموں سے بچتا۔

۲- ہمیشہ نفسِ امارہ کو لگام دیتے رہا، اس کی بات نہ سنتا اور گناہ سے بچا رہتا۔

آیاتِ کریمہ: — پس جب ہر چیز پر چھا جانے والی بڑی آفت آئے گی — یعنی پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا۔ اور ہر چیز ختم ہو جائے گی، پھر چالیس سال کے بعد دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا اور انسان دوبارہ زندہ ہونگے — اس دن انسان کو اپنا کرا کر ایسا یاد آ جائے گا — کیونکہ اعمال اس کے نفس میں ریکارڈ ہیں، اور بھول کا پردہ ہٹ گیا، اس لئے سب کچھ یاد آ جائے گا، علاوہ ازیں: نلہ اعمال بھی اڑائے جائیں گے، ان کو پڑھ کر بھی آدمی فیصلہ کرے گا کہ اس کا ٹھکانا کہاں ہے؟ — اور دوزخ دیکھنے والوں کے لئے ظاہر کی جائے گی — اسی طرح پرہیزگاروں کے لئے جنت بھی قریب کی جائے گی [اشعراء آیت ۹۰]

پس جس نے سرکشی کی، اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی: پس اس کا ٹھکانا دوزخ ہی ہے! اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا، اور نفس کو خواہش سے روکا، پس اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے!

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ۖ قِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا ۖ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا ۖ إِنَّمَا أَنْتَ مُنذِرُ مَنِ يَخْشَاهَا ۖ كَانَتْهُمْ يَوْمَ يُبْعَثُونَ آلا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ۖ

پس

يَسْأَلُونَكَ	لوگ آپ سے پوچھتے ہیں	عَنِ السَّاعَةِ	قیامت کے بارے میں	أَيَّانَ	کب ہے
---------------	----------------------	-----------------	-------------------	----------	-------

مُسَبِّحًا فَيَوْمَ أَنْتَ مِنْ ذَكَّرَ بِهَا	اس کا نگر ڈالنا کس چیز میں آپ ہیں اس کے بیان کرنے سے	لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ مُنْذِرٌ	اس کے سوا نہیں کہ آپ ڈرانے والے ہیں	يَوْمَ يُرْوَدُّهَا لَعْنَةُ الْبُكُورِ	جس دن دیکھیں گے اس کو نہیں ٹھہرے ہونگے وہ
إِلَى رَبِّكَ مُنْذِرًا	تیرے پروردگار کی طرف اس کا آخری سرا ہے	مَنْ يَخْشِفْهَا كَأَنَّهُمْ	اس کو جو اس سے ڈرے گویا وہ لوگ	لَا عَشِيَّةً أَوْضَعَهَا	مگر ایک شام یا اس کی ایک چاشت

سوال کہ قیامت کب آئے گی؟

سمجھا کر تھک گئے مگر مرغ کی ایک ہی ناگ رہی! رو سائے مشرکین بطور استہزاء پوچھتے تھے: قیامت کی کشتی کب لنگر انداز ہو رہی ہے؟ گویا وہ کشتی سے سامان اتارنے کے لئے بے تاب ہیں! ان کو ماننا تو تھا نہیں، بات میں فیہ نکالنی تھی، ان کو جواب دیا جا رہا ہے: یہ کام ہمارے رسول کی حدود سے باہر ہے، اس کا علم صرف اللہ کو ہے، وہی اس کا وقت جانتے ہیں، نبی کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ وہ اس آدمی کو آگاہ کرے جس کو آگاہی سے فائدہ پہنچ سکتا ہے، جس کا دل قیامت کی حقیقت کو محسوس کرتا ہے اور وہ اس سے ڈرتا ہے۔

البتہ یہ جان لو کہ دنیا کی زندگی کے لحاظ سے آخرت کی زندگی کیسی ہوگی؟ دنیا کی زندگی قیامت کے دن کے سامنے ذرا سی معلوم ہوگی، بڑی سے بڑی عمر کے واقعات لمحہ بھر کے محسوس ہونگے، کفار کو ایسا لگے گا جیسے وہ دنیا میں ایک شام یا ایک صبح رہے ہیں!

آیات پاک: — لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ کب وہ لنگر انداز ہو رہی ہے؟ سو اس کو بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق! آپ کے رب ہی کی طرف اس کا آخری سرا ہے! آپ تو صرف اس شخص کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہے، جس روز وہ اس کو دیکھیں گے تو ان کو ایسا محسوس ہوگا جیسے وہ صرف دن کا آخری حصہ یا شروع کا حصہ دنیا میں ٹھہرے ہیں!

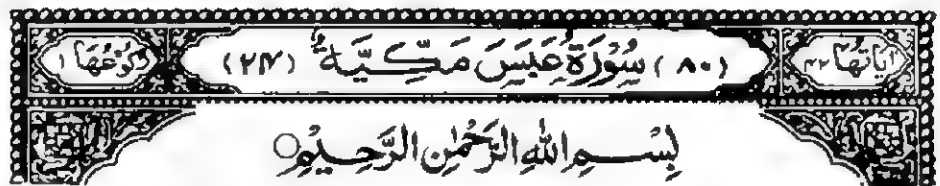


بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ عبس

یہ بھی مکی سورت ہے، اور النازعات سے متصل نازل ہوئی ہے، اب دور تک سورتیں مسلسل نازل ہوئی ہیں، ان کے نزول کے نمبرات بالترتیب ہیں، اس سورت کا موضوع بھی قیامت کے واقعات ہیں، اس کے آغاز میں اور گذشتہ سورت کے اختتام میں مناسبت ہے، گذشتہ سورت کے آخر میں رؤسائے مکہ کا ایک سوال تھا کہ قیامت کی کشتی کب لنگر انداز ہو رہی ہے؟ یہ سوال ناچنا نہیں آنگن ٹیڑھا کے طور پر تھا، نبی ﷺ ان سرداروں کی بہت زیادہ دلداری کرتے تھے، اس خیال سے کہ سربراہ آوردہ لوگ ایمان لے آئیں گے تو دوسروں کے لئے ایمان کی راہ کھل جائے گی، اس سلسلہ میں ایک واقعہ پیش آیا، آپ ﷺ چند رؤساء کے ساتھ بیٹھے تھے، ان کو قرآن سنارہے تھے اور دین کی دعوت دے رہے تھے کہ اچانک ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آگئے، اور انھوں نے بے خبری میں دخل در محمولات کیا، انھوں نے کوئی آیت پوچھی، آپ کو ان کی یہ خلل اندازی ناگوار ہوئی، اور آپ ان رؤساء کی طرف متوجہ رہے، اس پر اس سورت کے شروع میں ناگواری کا اظہار ہے۔

ان آیات میں آپ کی ایک اجتہادی چوک سے آپ کو مطلع کیا گیا ہے، آپ نے اہم کو مقدم فرمایا، کفر کی شاعت بہر حال اہم تھی، جیسے دوسریں ہوں، ہیضہ اور زکام کے، تو مقدم ہیضے والے کو رکھا جاتا ہے، ڈاکٹر پہلے اس کو دیکھتا ہے، مگر ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ زکام کا مریض طالب علاج ہے، اور ہیضہ کا مریض معرض، پس طالب کا پہلا حق ہے، یہاں شان نزول کے واقعہ میں یہی صورت تھی۔



عَبَسَ وَتَوَلَّى ۖ اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمٰی ۚ وَمَا يُدْرِیْكَ لَعَلَّہٗ یُزَکَّیْ ۚ اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّکْرُ ۚ اَمَّا مِّنْ اَسْغَفٰی ۖ فَاَنْتَ لَہٗ تَصَدِّی ۚ وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یُزَکَّیْ ۚ وَاَمَّا مِّنْ جَاہِلٍ یَّسْعٰی ۚ وَہُوَ یُخٰشِعُ ۖ فَاَنْتَ عَنْہُ تَلٰہٰی ۚ کَلَّا ۚ اِنَّہَا تَذٰکِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَاءَ ذَکِّرْہَا ۚ فِیْ صُحُفٍ مُّکْرَمٰتٍ ۚ

قُرْءُوْعَةُ مُطَهَّرَةٌ ۝ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝

عَبَسَ	چہرہ بگاڑا	فَأَنْتَ لَهُ	پس آپ اس کے	إِنهَآ ^(۱)	بے شک قرآن
وَتَوَلَّى	اور منہ پھیرا	تَصَدَّى ^(۲)	درپے ہیں	تَنَكَّرَتْ	ایک نصیحت ہے
أَنْ ^(۱)	اس وجہ سے کہ	وَمَا عَلَيْكَ	اور نہیں آپ پر	فَمَنْ شَاءَ	پس جو چاہے
جَاءَهُ	ان کے پاس آیا	الَّا يَزِيْزُهُ ^(۳)	کہ نہ سنوے وہ	ذَكَرًا	اس نصیحت پذیر ہو
الْأَعْيُنَ	ایک نابینا	وَأَمَّا مَنْ	اور رہا وہ شخص جو	فِي ضُفْحٍ	(وہ) صحیفوں میں ہے
وَمَا يَذْكُرُكَ	اور آپ کو کیا پتہ	جَاءَهُ	آیا آپ کے پاس	مُكْرَمَةً	معزز
لَعَلَّهُ يَزِيْزُهُ	شاید وہ سنوے جائے	يَسْعَى	لپکتا ہوا	قُرْءُوْعَةٍ	بلند مرتبہ
أَوْ يَذْكُرُ	یا نصیحت پذیر ہو	وَهُوَ	اور وہ	مُطَهَّرَةٍ	پاکیزہ
فَتَنَفَّسَهُ	پس کام آئے اس کے	يَحْنَثُ	ڈرتا ہے (مومن ہے)	بِأَيْدِي	ہاتھوں میں
الذِّكْرِ	نصیحت پذیری	فَأَنْتَ عَنْهُ	پس آپ اس سے	سَفَرَةٍ	لکھنے والوں کے
أَمَّا مَنْ	رہا وہ شخص جو	تَلْهَى	غفلت برت رہے ہیں	كِرَامٍ	معزز
اسْتَعْجَلَ	بے نیاز ہوا	كَأَلَا	ہرگز ایسا نہ کریں	بَرَرَةٍ	نیک لوگ

احتمالی نفع اگرچہ بڑا ہو اس کی وجہ سے یقینی نفع کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے اگرچہ وہ تھوڑا ہو

رُوسائے مکہ ایمان لاتے تو مکہ والوں کے لئے ایمان کا دروازہ کھل جاتا، یہ بہت بڑا نفع تھا، مگر منظور تھا، اور ایک ایماندار بندے کو دین سکھایا جائے تو وہ بالفعل یا بالقوہ عمل کرے گا یعنی فوری عمل کرے گا یا امید ہے کہ عمل کرے پس یہ یقینی نفع ہے، اگرچہ تھوڑا ہے، پس اول کی خاطر نبی ﷺ نے ثانی کو جو نظر انداز کیا وہ ٹھیک نہیں کیا، مرنے دیتے ان رُوساء کو! وہ نہ سنو رتے تو آپ کا کیا نقصان ہوتا؟ وہ خود ہی پہلو تپی کر رہے ہیں، پس ان کے ایمان کی امید تو درجہ صفر میں ہے، اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ لپک کر آئے ہیں اور وہ ایماندار بھی ہیں، اس لئے ان سے تغافل برتنا ٹھیک نہیں!

آیات پاک: — وہ جیسے بہت جیسے ہوئے اور منہ موڑا — عبس اور تولی: دونوں غائب کے صیغے ہیں، غائب (۱) ان: سے پہلے لام اجلہ محذوف ہے (۲) تَصَدَّى للاُمر: درپے ہونا (۳) الا: میں ان تفسیر یہ ہے (۴) إنهآ: ضمیر کا مرجع قرآن ہے، بتاویل ضحیف، اللہ، رسول اور قرآن کی طرف ضمیر لوٹانے کے لئے مرجع کا ذکر ضروری نہیں، یہ مراجع قاری کے ذہن میں رہتے ہیں۔

کے صیغوں سے بات کہنے میں نبی ﷺ کی دلداری ہے کہ گویا یہ کام کسی اور نے کیا ہے، آپ نے نہیں کیا، آپ بھلا یہ کام کیسے کرتے! — اس وجہ سے کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا — لفظ اعمیٰ میں دو اشارے ہیں: (۱) نابینا ہونے کی وجہ سے وہ دیکھ نہیں سکا کہ آپ کن لوگوں کے ساتھ مشغول ہیں، اس لئے دخل در معقولات کیا (۲) نابینا ہونے کی وجہ سے وہ توجہ کا زیادہ محتاج تھا — اور آپ کو کیا پتہ وہ سنور جائے — یہ بالفعل نفع ہے اور یہاں التفات ہے، بات ملکی تھی اس لئے راست خطاب کیا — یا نصیحت پذیر ہو، پس نصیحت پذیر یں اس کو نفع پہنچائے — یہ بالقوة نفع ہے۔

رہا وہ شخص جو لا پرواہ ہے — مراد روسائے مکہ ہیں — پس آپ اس کے درپے ہیں — اس کے پیچھے جان کھپا رہے ہیں کہ وہ کسی طرح سنور جائے — حالانکہ آپ کی کوئی ذمہ داری نہیں کہ وہ نہ سنورے — آپ نے اپنا فریضہ انجام دیدیا، اس کو ایمان کی دعوت دیدی، آگے وہ جانے! — اور رہا وہ شخص جو آپ کے پاس لپک کر آیا، اور وہ اللہ سے ڈرتا بھی ہے — یعنی مومن ہے — پس آپ اس سے تغافل برت رہے ہیں، ہرگز ایسا نہ کریں۔

قرآن کریم کا احترام اور کاتبین وحی کے فضائل

نبی ﷺ روسائے مکہ کو قرآن کریم سنارہے تھے، اس تعلق سے ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن کریم ایک نصیحت نامہ ہے، پس جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے، وہ زبردستی کسی کے سر تھوپنا نہیں جاسکتا!

دور اول میں قرآن کریم مصحف یعنی کتابی شکل میں نہیں تھا، ہر سورت علاحدہ علاحدہ لکھی ہوئی تھی، وہ صحیفے صحیفے تھیں، سورۃ البینہ میں ہے: ﴿رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً﴾: ایک عظیم رسول جو ان کو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے، یہاں صحیفوں سے مراد سورتیں ہیں، یہ صحیفے کاتبین وحی کے پاس رہتے تھے، جو چاہتا ان سے نقل لیتا، پھر جب سورت مکمل ہو جاتی تو جو صحابی مانگتا اس کو دیدی جاتی، اس طرح قرآن امت کو سونپ دیا تھا، نبی ﷺ نے اپنے گھر میں اس کو نہیں رکھا تھا یعنی سرکاری ریکارڈ میں نہیں رکھا تھا۔

پھر دور صدیقی میں ایک مصلحت سے قرآن کو سرکاری ریکارڈ میں لیا گیا، اس وقت بھی سورتیں الگ الگ تھیں، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کو مصحف کی شکل دی گئی، یعنی سب سورتوں کو ایک ساتھ کتابی شکل میں لکھا گیا، پھر ان مصاحف کو ملک کے اطراف میں بھیج دیا۔

پس ابھی قرآن معزز، بلند رتبہ، پاکیزہ صحیفوں میں ہے، اور وہ صحائف بڑے درجہ کے نیکو کار کاتبین وحی کے قبضہ میں ہیں، ان میں کوئی تصرف نہیں کر سکتا پس جو چاہے ان صحیفوں کو کاتبین وحی سے لے کر پڑھے اور فائدہ اٹھائے۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ قرآن کو نہایت عمدہ کاغذ پر چھاپا جائے، کتاب اچھی چھپی ہوئی ہوتی ہے تو وہ قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے، اور اس کو بلند جگہ رکھنا چاہئے، اور اس کو صاف ستھرے جزدان میں رکھنا چاہئے، یہ قرآن کا ادب ہے۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ أَنكَارًا صَبَبًا لَللَّهِ صَبَبًا ثُمَّ شَقَقْنَا	پس چاہئے کہ غور کرے انسان اپنے کھانے میں بے شک ہم نے ریڑھا پانی ریڑھنا پھر پھاڑا ہم نے	الْأَرْضُ شَقَقْنَا فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَوَعْبْنَا وَقُضْبًا وَزَيْتُونًا	زمین کو پھاڑنا پس اگایا ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور ترکاری اور زیتون	وَنَخْلًا وَحَدَائِقَ غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَأَنْجًا مَتَاعًا لَكُمْ وَلَا تَعْلَمُونَ	اور کھجور کے درخت اور باغات گنجان اور میوہ اور ہر اچارہ فائدہ اٹھانے کے لئے تمہارے اور تمہارے جانوروں کے
---	---	---	--	--	---

انسان زمین کی پیداوار میں غور کرے تو بھی دوسری زندگی کو سمجھ سکتا ہے

انسان دوبارہ پیدا ہونے کا ہرگز انکار نہ کرے، اس کو جو اپنی پیدائش میں غور کرنے کا حکم دیا تھا اس سے تو نتیجہ کچھ نہ نکلا، اب وہ اپنی خوراک میں غور کرے، اللہ تعالیٰ آسمان سے چھاجوں پانی برساتے ہیں، پھر زمین کتنی سہولت سے پھلٹی ہے، اور اس میں سے غلہ، انگور، ترکاری، زیتون، کھجور، گھنیرے، باغات، میوے اور مزیدار ہری گھاس اُگتی ہے، جن سے انسان اور ان کے جانور فائدہ اٹھاتے ہیں، اسی طرح زمین سے دوبارہ اجسام اُگیں گے، پھر ان کی طرف رحمتیں لوٹیں گی اور نئی زندگی شروع ہوگی۔

آیاتِ پاک: — ہرگز نہیں — یعنی دوبارہ زندہ ہونے کا انکار مت کر — اب تک اس نے وہ کام نہیں کیا جس کا اس کو حکم دیا تھا — اس کو حکم دیا تھا کہ اپنی پیدائش میں غور کر کے بعث بعد الموت کا اقرار کرے، مگر اس نے یہ کام نہیں کیا — پس چاہئے کہ انسان اپنے کھانے میں غور کرے، بے شک ہم نے موسلا دھار پانی برسایا، پھر ہم نے زمین کو سہولت پھاڑا، پس ہم نے اس میں غلہ، انگور، ترکاری، زیتون، کھجور، گنجان باغات، میوہ اور مزیدار ہری گھاس اُگائی، تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدے کے لئے!

فَإِذَا جَاءَتْ الصَّاحَّةُ ۖ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۖ وَأُمُّهُ وَأَبِيهِ ۖ وَصَاحِبَتِهِ
وَبَنِيهِ ۖ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۖ وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفَرَةٌ ۖ صَاحَّةٌ
مُسْتَبْشِرَةٌ ۖ وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۖ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ

الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٥٠﴾

پنج

اور کتنے چہرے	وَوُجُوهُ	ان میں سے	مِنْهُمْ	پس جب آئے گی	فَإِذَا جَاءَتْ
اس دن	يَوْمَئِذٍ	اس دن	يَوْمَئِذٍ	کان پھوڑنے والی آواز	الصَّاحَّةُ ^(۱)
ان پر	عَلَيْهَا	ایک حال ہوگا	شَأْنٌ	اس دن	يَوْمَ
گرد جی ہوگی	غَبَرَةٌ	جو اس کو بے نیاز کئے	يُغْنِيهِ	بھاگے گا انسان	يَفِرُّ الْمَرْءُ
چھائی ہوگی ان پر	تَرَهَقَهَا	ہوئے ہوگا		اپنے بھائی سے	مِنْ أَخِيهِ
سیاہی	قَلَرَةٌ	کتنے چہرے	وُجُوهُ	اور اپنی ماں سے	وَأُمِّهِ
یہی لوگ	أُولَئِكَ	اس دن	يَوْمَئِذٍ	اور اپنے باپ سے	وَأَبِيهِ
وہ	هُمْ	روشن	مُسْفَرَةٌ	اور اپنی بیوی سے	وَصَاحِبَتِهِ
منکرین	الْكَفَرَةُ	ہنسنے والے	ضَاحِكَةٌ	اور اپنے بیٹوں سے	وَبَنِيهِ
بدکار ہیں	الْفَجَرَةُ	خوشی منانے والے ہونگے	مُسْتَبْشِرَةٌ	ہر شخص کے لئے	رَبِّ كُلِّ امْرِئٍ

قیامت کے دن کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہوگا

جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو ایسی کرخت آواز ہوگی کہ کانوں کے پردے پھٹ جائیں گے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا، پھر بارش ہوگی، اجسام زمین سے اُگیں گے، اور روچیں ریوس آئیں گی، اور لوگ زندہ ہو کر میدانِ حشر میں اکٹھا ہونگے، اس دن کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہوگا، سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی، — اس سورت میں فتحِ اولیٰ کے بعد کا حال ہے، اس لئے بعدِ رشتہ سے شروع کیا ہے اور سورۃ المعارج میں قیامت کے دن کا منظر ہے اس لئے اقرب سے شروع کیا ہے اور لوگ دو حصے ہو جائیں گے: جہنمی اور جنتی، جنتی شاداںِ فرحان ہونگے اور جہنمیوں کے چہروں پر سیاہی برس رہی ہوگی۔

آیاتِ پاک: — پس جب کان پھوڑنے والی آواز آئے گی، اس دن آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے، اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے بھاگے گا، ہر شخص کے لئے ان میں سے اس دن ایک حال ہوگا جو اس کو (دوسروں سے) بے نیاز کئے ہوئے ہوگا!

کتنے چہرے اس دن روشن، ہنسنے والے ہونگے، اور کتنے چہروں پر اس دن گرد جی ہوئی ہوگی، ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی، یہی لوگ منکرین بدکار ہیں! — اور پہلے لوگ ایماندار نیکوکار ہیں!

(۱) الصّاحۃ: کانوں کا پردہ پھاڑنے والا شور، صَخَّ الْأَذْنُ (ن) صَخَا: آواز کا کان کو بہرہ کرنا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة التکویر

یہ سورت بھی مکی ہے، اس میں دو باتیں ہیں:

پہلی بات: قیامت کی منظر کشی کی ہے کہ چھ باتیں پہلی مرتبہ صور پھونکنے کے بعد یعنی قیامت کا دن شروع ہونے سے پہلے پیش آئیں گی، اور چھ باتیں دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے بعد یعنی قیامت کا دن شروع ہونے کے بعد پیش آئیں گی، اس دن ہر شخص جان لے گا کہ وہ کیا ساتھ لے کر آیا ہے۔

دوسری بات: قیامت کی یہ منظر کشی قرآن کریم کر رہا ہے، اور قرآن اللہ کا کلام ہے، اس کی حقیت کا انکار مت کرو، پھر دو قسمیں کھائی ہیں جن کا مدعی مخدوف ہے۔

پہلی قسم: سے یہ ثابت کرنا ہے کہ جس طرح پانچ سیارے چلتے چلتے پیچھے ہٹ جاتے ہیں، پھر پیچھے ہی چلتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ کبھی اپنے مطالع میں چھپ جاتے ہیں، اسی طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آتے ہیں، پھر وحی پہنچا کر پیچھے لوٹ جاتے ہیں، اور اپنی روش پر چلتے ہوئے اپنے مستقر میں پہنچ جاتے ہیں۔

اور دوسری قسم: سے یہ ثابت کرنا ہے کہ جہالت کی تاریکی کے بعد ہدایت کی روشنی پھیلنی ضروری ہے، جیسے تاریک رات جاتی ہے تو صبح کی روشنی نمودار ہوتی ہے۔ اور یہ صبح ہدایت نزول قرآن سے شروع ہوئی ہے، پھر وحی لانے والے فرشتہ کی اور نبی ﷺ کی اعتباریت کا بیان ہے، اور یہ مضمون دونوں مخدوف مقسم علیہ کا قرینہ ہے، تفصیل آگے آئے گی۔



إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۖ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۖ وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۖ وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۖ
وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۖ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۖ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۖ وَإِذَا الْمَوْءَدَةُ
سُيِّلَتْ ۖ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۖ وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۖ وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ۖ وَإِذَا الْجَبَعِيمُ
سُفِّرَتْ ۖ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ۖ عَلِمْتُ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرْتُ ۖ

وَإِذَا السَّمَاءُ كُوفَتْ ^(۱)	جب سورج لپٹا جائے گا	وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ^(۲)	اور جب سمندر دھکائے جائیں گے	فُشِّرَتْ ^(۹)	اُڑائے جائیں گے
وَإِذَا الْهُوْمُ اَلْفُكِّرَتْ ^(۳)	اور جب ستارے میلے ہو جائیں گے	وَإِذَا الْفُجُورُ زُوجَتْ ^(۴)	اور جب ارواح ملائی جائیں گی	كُشِطَتْ ^(۱۰)	کھال اتاری جائے گی
وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ	اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے	وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ ^(۸)	اور جب زندہ درگور کی ہوئی لڑکی	سُودَتْ ^(۱۱)	بھڑکائی جائے گی
وَإِذَا الْعُشَارُ ^(۳) عُظِّلَتْ ^(۴)	اور جب بیاہتی اونٹیاں کھلی پھریں گی	سُيِّلَتْ يَأْتِي ذَيْبٌ	پوچھی جائے گی کس گناہ میں	وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ^(۱۲)	اور جب جنت نزدیک لائی جائے گی
وَإِذَا الْوُحُوشُ ^(۵) حُشِرَتْ	اور جب درندے جمع کر دیئے جائیں گے	فَتِلَتْ وَإِذَا الضُّعُفُ	وہ ماری گئی؟ اور جب نلہ اعمال	عَلِمَتْ نَفْسٌ	جان لے گا آدمی
				مَا أَكْضَرَتْ ^(۱۳)	جو لے کر آیا ہے

جو شخص قیامت کا منظر گویا آنکھوں سے دیکھنا چاہے وہ تکویر، انفطار اور انشقاق پڑھے

عنوان ترمذی شریف کی حدیث (نمبر ۳۳۵۶) ہے، اس سورت میں قیامت کی منظر کشی کی گئی ہے، اور بارہ واقعات بیان کئے ہیں، چھ واقعات پہلی مرتبہ صور پھونکنے کے بعد یعنی قیامت کا دن شروع ہونے سے پہلے پیش آئیں گے، وہ قیامت کی تمہید ہونگے، اور دوسرے چھ واقعات دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے بعد یعنی قیامت شروع ہونے کے بعد پیش آئیں گے، اور چونکہ یہ آئندہ پیش آنے والے واقعات ہیں، اس لئے ان کی تفصیلات کوئی نہیں بتلا سکتا، پس جتنا قرآن نے بیان کیا ہے اس کو سمجھنا چاہئے۔

وہ چھ واقعات جو فقہ اولیٰ کے بعد پیش آئیں گے

۱۔ جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا — یعنی اس کی کرنیں اس میں ضم کر دی جائیں گی، پس سارا نظام شمسی معطل

(۱) التکویر: لپیٹنا، جیسے کَوَّرَ الثوب: کپڑا لپیٹا (۲) انکدر: میلانگلا ہونا، جیسے کَدَرَ (س) الماء۔ (۳) العشار: العشواء کی جمع: دس ماہ کی گاہن اونٹنی، اونٹنی دس ماہ میں بچہ دیتی ہے۔ (۴) تعطیل: چھٹی کرنا، جیسے عَطَّلَ الْإِبِلَ: اونٹوں کو چرنے کے لئے چرواہے کے بغیر چھوڑ دیا (۵) الوحوش: الوحش کی جمع: جنگلی جانور، خاص طور پر درندے۔ (۶) التسجیر: بھڑکانا (۷) الترویح: ملانا (۸) الموءودة: ام مفعول: وَأَدَّ يَدَ وَادَّ: زندہ دفن کرنا۔ (۹) نشور: (ن) نشور: کھولنا، پھیلانا (۱۰) کشط: (ض) کشط: کھال اتارنا (۱۱) التسعیر: دھکانا، بھڑکانا (۱۲) بزلاف: نزدیک کرنا (۱۳) إحضار: حاضر کرنا، لے کر آنا۔

ہو جائے گا۔

۲- اور جب ستارے گد لے (بے نور) ہو جائیں گے — ستاروں کی روشنی بھی سورج کی طرح ذاتی ہے، وہ سورج سے مستفاد نہیں، پس جس طرح سورج بے نور جائے گا ستارے بھی بے نور ہو جائیں گے۔

۳- اور جب پہاڑوں کو چلایا جائے گا — یہی پہاڑ جن کے بوجھ سے زمین ٹھہری ہوئی ہے: اپنی جگہیں چھوڑ دیں گے، گردوغبار ہو کر ہوا میں اڑ جائیں گے، اور شاید سمندروں کی گہر بھر دیں۔

۴- اور جب بیاہتی اونٹیاں لاوارث پھریں گی — عربوں کے نزدیک گا بھن اونٹنی جس کے بچہ دینے کا وقت قریب آ گیا ہو بہت ہی قیمتی چیز ہے، وہ اس کی دُم سے لگے رہتے ہیں، قیامت سے پہلے وہ لاوارث ادھر ادھر ماری ماری پھریں گی، کوئی ان کا پوچھنے والا نہیں ہوگا، اور یہی حال ہر قیمتی چیز کا ہو جائے گا، نہ تیار کھیتی اور فصل کا کوئی پرسان حال ہوگا، نہ باغ اور دھن دولت کا!

۵- اور جب وحشی جانور جمع کر دیئے جائیں گے — یعنی درندے جو کبھی یک جا نہیں ہوتے خوفزدہ ہو کر یک دم جمع ہو جائیں گے، یا جنگلی جانور بستیوں میں اتر آئیں گے، سوچو! جب جانوروں کا یہ حال ہوگا تو انسانوں کا کیا حال ہوگا؟

۶- اور جب سمندر کھولائے جائیں گے — وہ اہلٹی ہانڈی کی طرح اہلیں گے اور بھاپ بن کر ہوا میں تحلیل ہو جائیں گے، اور ان کی جگہ خشکی نکل آئے گی، آج تین چوتھائی زمین پانی چھپائے ہوئے ہے، اور بڑا حصہ پہاڑوں نے دبا رکھا ہے، یہ سب خالی میدان ہو جائیں گے، پھر اس وسیع زمین پر اولین و آخرین کا حشر ہوگا۔

وہ چھ واقعات جو حقہ ثانیہ کے بعد پیش آئیں گے

۱- اور جب ارواح جوڑی جائیں گی — یعنی دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے بعد بارش ہوگی، اس سے اجسام زمین سے اُگ آئیں گے، پھر ارواح عالم برزخ سے ریوس (واپس) آئیں گی، اور اپنے اپنے ابدان میں داخل ہو جائیں گی، پھر حشر برپا ہوگا۔

۲- اور جب زندہ درگور کی ہوئی لڑکی پوچھی جائے گی کہ وہ کس جرم میں قتل کی گئی؟ — قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہے، اس لمبے دن میں تمام معاملات بارگاہِ خداوندی میں پیش ہو کر آخری مرتبہ فیصل ہوں گے، اس دن ایک سنگین مقدمہ یہ پیش ہوگا کہ جس نے اپنی لڑکی کو زندہ درگور کیا ہے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ اس لڑکی کا کیا گناہ تھا جو تو نے اس کو زندہ دفن کر دیا؟ اس سے کوئی جواب بن نہ پڑے گا پس وہ اپنی حرکت کی سزا پائے گا۔

سوال: زندہ درگور کی ہوئی لڑکی کے بارے میں سوال کس سے ہوگا: لڑکی سے یا زندہ درگور کرنے والے سے؟
جواب: لڑکی سے سوال ہوگا، مگر اس کے باپ کے سامنے ہوگا، تاکہ لڑکی کی مظلومیت اور باپ کا ظلم واضح ہو۔
فائدہ: جاہلیت میں یعنی اسلام سے پہلے انسان اس درجہ بد بخت ہو گیا تھا کہ جھوٹی بے عزتی یا تنگ دستی کے ڈر سے بچیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیتا تھا، اللہ پاک نے قرآن پاک میں کئی جگہ اس بدترین عادت کی برائی بیان فرمائی ہے، یہاں بھی قیامت میں فیصلہ ہونے والے معاملات میں سے اس خاص معاملہ کا ذکر اسی نقطہ نظر سے کیا ہے، اس حرکت کی قباحت ذہنوں میں بٹھانی مقصود ہے کہ کسی زندہ جان کو — جبکہ وہ اس کی بیٹی بھی ہو — زمین میں گاڑ دینا کس قدر ناپاک حرکت ہے، قیامت میں اس پر سخت گرفت ہوگی۔

۳- اور جب اعمال نامے پھیلانے جائیں گے — ہر ایک کا کچا چٹھا اس کے ہاتھ میں تھمایا جائے گا، اس دن جو برائیاں لے کر گیا ہے اس کی کیسی شامت آئے گی!

۴- اور جب آسمان کی کھال اتاری جائے گی — اس کی کیا صورت ہوگی وہ وقت بتلائے گا۔

۵- اور جب دوزخ دہکائی جائے گی — دوزخ دہک رہی ہے، حدیث میں ہے: دوزخ کو ایک ہزار سال دہکایا تو وہ سرخ ہوئی، پھر ایک ہزار سال دہکایا تو وہ سفید ہوئی، پھر ایک ہزار سال دہکایا تو وہ سیاہ ہوئی، قیامت کے دن پھر اس کو دہکایا جائے گا، اس وقت اس کا حال معلوم نہیں کیا ہوگا؟

۶- اور جب جنت قریب لائی جائے گی — میدانِ حشر سے نظر آئے گی، دنیاؤ آخرت کے درمیان کا پردہ بس برائے نام رہ جائے گا، اس دن اللہ کے نیک بندے جنت کو دیکھ کر کس قدر شادان فرحان ہوں گے: اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ جب یہ واقعات پیش آئیں گے — آدمی جان لے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے — ادھر آفتوں اور مصیبتوں کا سلسلہ اور ادھر یہ معلوم ہونا کہ انجام کیا ہوگا؟ کیسا وحشت ناک دن ہوگا؟ ہاں آج کا سننا نکل ضرور کام آئے گا۔

فَلَا أُقِيمُ بِإِخْنَسٍ ۝ الْجَوَارِ الْكُنْشِ ۝ وَالْبَيْلِ إِذْ أَعْسَعَسَ ۝ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ۝

فَلَا أُقِيمُ	پس نہیں! قسم کھاتا ہوں میں	بِإِخْنَسٍ ^(۱)	پیچھے ہٹنے والے کی چلتے رہنے والے کی	الْكُنْشِ ^(۲) وَالْبَيْلِ	چھپ جانے والے کی اور رات کی
---------------	----------------------------	---------------------------	--------------------------------------	--------------------------------------	-----------------------------

(۱) الْخَنْسُ: الخنافس کی جمع: پیچھے کو ہٹنے والا سیارہ، خمسه متحیرہ: زحل، مشتری، مریخ، زہرہ اور عطارد، خَنْسَ (ض) خَنْسًا: پیچھے ہونا، خَنْسَ اور اخنس: کسی کو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ جانا، خَنْسَ: شیطان، وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔
(۲) الْجَوَارِ: الجارية کی جمع: چلتے رہنے والا (۳) الْكُنْشِ: الكانس کی جمع: كَنْسَ الظُّمَى: ہرن کا اپنی پناہ گاہ میں چھپنا۔

إِذَا تَنَفَّسَ	اور صبح کی	وَالصُّبْحِ	جب وہ گذر جائے	إِذَا عَسَسَ ^(۱)
-----------------	------------	-------------	----------------	-----------------------------

قیامت کے یہ احوال قرآن بیان کر رہا ہے، اور قرآن جبریل علیہ السلام پہنچا کر لوٹ

جاتے ہیں، کیونکہ جہالت کی شب تار کے بعد صبح ہدایت کا نمودار ہونا ضروری ہے

ان آیات میں دو قسمیں ہیں، ان سے دو باتیں بیان کرنا مقصود ہے:

اول: پانچ سیارے ایسے ہیں جو کبھی سیدھے چلتے ہیں کبھی پیچھے چلتے ہیں، ان کو غم سے متحیرہ کہتے ہیں، وہ زحل، مشتری، عطارد، مریخ اور زہرہ ہیں، جب یہ پیچھے کو ہٹتے ہیں تو پیچھے ہی کو چلتے رہتے ہیں، اور کبھی پیچھے چلتے چلتے اپنے مطالع میں چھپ جاتے ہیں (بیان القرآن)

اس قسم سے یہ ثابت کرنا ہے کہ قرآن کریم کی وحی لے کر حضرت جبریل علیہ السلام آتے ہیں وہ وحی پہنچا کر پیچھے لوٹ جاتے ہیں، اور واپس چلتے چلتے اپنے مستقر میں پہنچ جاتے ہیں۔

دوم: رات کے گزرنے کی اور صبح کی نمودار ہونے کی قسم کھائی ہے، اس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ جہالت کا تاریک دور گذر گیا، اب صبح ہدایت قرآن کی شکل میں نمودار ہوئی ہے، اس کی قدر پہچانو، موقع ہاتھ سے نکل نہ جائے۔

آیات پاک: — پس نہیں — یعنی قرآن کے کتاب الہی ہونے کا انکار مت کرو — میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے، چلتے رہنے والے، چھپ جانے والے سیاروں کی — اور رات کی قسم کھاتا ہوں جب وہ گذر جائے، اور صبح کی جب وہ سانس لے — یعنی نمودار ہو۔

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝ مُطَاعٍ ۝ ثُمَّ أَمِينٌ ۝ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِبَغِيٍّ ۝ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأَفُقِ الْمِينِ ۝ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيزٍ ۝ فَإِنَّ تَذَهُبُونَ ۝ إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ۝ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَن يَسْتَقِيمَ ۝ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝

إِنَّهُ	بے شک قرآن	رَسُولٍ	بھیجے ہوئے	ذِي قُوَّةٍ	طاقت ور
لَقَوْلُ	البتہ بات ہے	كَرِيمٍ	معزز فرشتے کی	عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ	عرش والے کے پاس

مَلٰٓئِكَةٍ	ذی رتبہ	وَمَا هُوَ	اور نہیں وہ	اَلَاۤ اَذْكُرُ	مگر نصیحت
مُطَاعٍ	مقتدا	عَلَى النَّصِيبِ	غیب کی باتوں میں	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	جہانوں کے لئے
ثُمَّ	وہاں (آسمانوں میں)	يَصْنَعُونَ	بخیل	لِمَنْ شَاءَ	اس کے لئے جو چاہے
اٰمِنِينَ	امانت دار	وَمَا هُوَ	اور نہیں وہ	مِنْكُمْ	تم میں سے
وَمَا صَاحِبُكُمْ	اور نہیں تمہارے ساتھی	يَقُولُ	بات	اَنْ يَّسْتَفِيْہِمَ	کہ سیدھا چلے
يَجْعَلُوْنَ	کچھ پاگل	شَیْطٰنٍ	شیطان	وَمَا تَشَاۤءُوْنَ	اور نہیں چاہو گے تم
وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	تَجْنِیْہِ	مردود کی	اِلَّا اَنْ	مگر یہ کہ
رَاٰہُ	دیکھا ہے انھوں نے اس کو	فَاٰیَنْ	پس کہاں	یَشَآءُ اللّٰہُ	چاہیں اللہ
بِاِلٰہِیْہِ	آسمان کے کنارے میں	تَذٰہِبُوْنَ	جار ہے ہوتم	رَبِّ	پانہار
الْمُیْنِیْنَ	واضح	اِنْ هُوَ	نہیں ہے وہ	الْعٰلَمِیْنَ	جہانوں کے

قرآن کریم جن دو واسطوں سے لوگوں تک پہنچا ہے ان کی اعتباریت کا بیان

قرآن کریم درحقیقت لوگوں کی طرف اتارا گیا ہے، سورۃ النحل (آیت ۴۴) میں ہے: ﴿لِّلْمَلٰٓئِكَةِ لِنٰٓئِسٍ مَّا نُزِّلَ اِلَیْہِمْ﴾ تاکہ آپ مکھول کر سمجھائیں اس قرآن کو جو لوگوں کی طرف اتارا گیا ہے، یعنی سبھی لوگوں کی طرف اتارا گیا ہے، صرف مسلمانوں کے لئے نہیں، البتہ دو واسطوں سے قرآن لوگوں تک پہنچا ہے، ایک واسطہ: جبریل علیہ السلام کا ہے، دوسرا: نبی ﷺ کا، یہ دونوں واسطے معتبر اور قابل اعتبار ہیں، پہلے واسطہ میں پانچ اوصاف ہیں: (۱) وہ معزز و مکرم فرشتہ ہے (۲) وہ طاقت ور ہے (۳) وہ عرش کے مالک کے نزدیک ذی رتبہ ہے (۴) آسمانوں میں اس کی بات مانی جاتی ہے (۵) اور وہ امانت دار ہے، جو چیز اسے سونپی جائے اس کی حفاظت کرتا ہے۔

اور نبی ﷺ کے تعلق سے چار باتیں بیان فرمائی ہیں: (۱) آپ فرزانہ ہیں، دیوانہ نہیں (۲) آپ نے جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا ہے، پس آپ ان کو خوب پہچانتے ہیں، وہ آپ کے لئے انجائے نہیں (۳) آپ غیب پر یعنی وحی کے ذریعہ جو باتیں آپ کو بتائی جاتی ہیں ان کو چھپاتے نہیں، اس بارے میں آپ بخیل نہیں (۴) قرآن شیطان مردود کی بات نہیں، وہ جتن پری سے باتیں لے کر کہانت نہیں کی۔

پھر تم کہاں جا رہے ہو؟ قرآن کریم کو اللہ کی کتاب کیوں نہیں مانتے؟ اور ایمان کیوں نہیں لاتے؟ قرآن کریم تو جہانوں کے پانہار کی طرف سے ایک نصیحت نامہ ہے، جو سیدھی راہ چلنا چاہے اس سے فائدہ اٹھائے، مگر جان لو کہ بندوں کی مشیت

اللہ کی مشیت کے تابع ہے، اللہ کے چاہے بغیر بندہ نہیں چاہ سکتا، پس اسی سے ایمان کی توفیق مانگو، محروم نہیں رہو گے!
آیات پاک: — بے شک یہ قرآن ایک معزز بھیجے ہوئے فرشتہ کی بات ہے، جو قوت والا ہے، عرش کے مالک کے نزدیک ذی رتبہ ہے، وہاں آسمانوں میں اس کی بات مانی جاتی ہے، وہ قابل اعتماد ہے۔

اور تمہارے ساتھی (محمد ﷺ) کچھ دیوانے نہیں، اور بلاشبہ انھوں نے اس فرشتہ کو دیکھا ہے آسمان کے واضح کنارے میں — اس کی تفصیل سورة النجم میں ہے — اور وہ غیب کی باتوں میں بخیل بھی نہیں، اور وہ شیطان مردود کی بات بھی نہیں — پس تم کہاں جا رہے ہو؟ قرآن جہانوں کے لیے نصیحت ہی ہے، اس شخص کے لئے جو تم میں سے سیدھی راہ چلنا چاہے، اور تم نہیں چاہو گے مگر یہ کہ اللہ رب العالمین چاہیں!

قرآن اللہ کا پاک کلام ہے، ہر اس انسان کے لئے ہے جو سیدھی راہ چلنا چاہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة الانفطار

اس سورت میں بھی قیامت اور اس کے متعلقات کا بیان ہے، اور اس میں پانچ باتیں ہیں:
پہلی بات: شروع میں قیامت کی منظر کشی کی ہے، جب قیامت کا وقت آئے گا تو تھوڑے اولیٰ کے بعد تین واقعات پیش آئیں گے، اور تھوڑے ثانیہ کے بعد ایک بات پیش آئے گی، یعنی قبریں الٹ دی جائیں گی، مردے نکل آئیں گے، اور قیامت شروع ہو جائے گی، اس دن ہر شخص اپنے لگے پچھلے اعمال کو جان لے گا (شروع سورت سے آیت ۵ تک)
دوسری بات: انسان کا گلہ شکوہ ہے کہ وہ اپنے رب کریم کے معاملہ میں کیوں دھوکہ کھائے ہوئے ہے؟ وہ ایسا کیوں خیال کرتا ہے کہ وہ نئی آقا اس کو دوبارہ پیدا نہیں کرے گا، حالانکہ جس آقا نے پہلی مرتبہ اس کو شاندار بنایا وہ دوسری مرتبہ بنانے سے کیوں عاجز ہو گیا (آیت ۶ سے آیت ۸ تک) (حضرت تھانوی قدس سرہ نے اس کو تنقیح (دھمکانا) قرار دیا ہے)
تیسری بات: انکار قیامت کی اصل وجہ بیان کی ہے کہ انسان اعمال کی جزاء سے دوچار ہونا نہیں چاہتا، اس لئے بعث بعد الموت کا انکار کرتا ہے، حالانکہ جزاء کے لئے ریکارڈ تیار کیا جا رہا ہے، کرنا کاتبین بندوں کے اعمال لکھ رہے ہیں، وہ اس کے تمام کاموں سے واقف ہیں، انسان سوچے! اگر جزا و سزا نہیں تو یہ ریکارڈ تیار کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ (آیت ۹ سے آیت ۱۲ تک)

چوتھی بات: جزا و سزا بیان کی ہے کہ نیک لوگ جنت میں ہونگے اور بدکار دوزخ میں، وہ دوزخ میں قیامت کے دن

داخل ہونگے، پھر وہاں سے چھٹک نہیں سکیں گے (آیت ۱۳ سے آیت ۱۶ تک)
 پانچویں بات: قیامت کے دن سارا اختیار اللہ کا ہوگا، اس دن کوئی شخص کسی شخص کے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا
 (آیت ۱۷ سے آخر تک)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 (۸۲) سُورَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ (۸۲) اَنَامُهَا ۱۹

اِذَا السَّمَاءُ اِنْفَطَرَتْ ۝ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ اِنْتَثَرَتْ ۝ وَاِذَا الْاِحْصَارُ فُجِرَتْ ۝ وَاِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ۝ عَلِمْتَ ۝
 نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ ۝ وَاٰخَرَتْ ۝ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝ الَّذِي خَلَقَكَ
 فَسَوَّكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِيْ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ ۝ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالْاٰدِيْنَ ۝ وَاِنْ
 عَلَيْنَاكُمْ لَخِطٰٓئِيْنَ ۝ كِرٰٓمًا كٰتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝
 وَاِنَّ الْفٰجِرَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝ يَّصْلُوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغٰٓيِبِيْنَ ۝ وَمَا
 اَدْرٰٓكَ مَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ ثُمَّ مَّا اَدْرٰٓكَ مَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ
 شَيْۤآءًا وَّالْاَمْرُ يَوْمَٓ لِلّٰهِ ۝

ع

اِذَا السَّمَاءُ اِنْفَطَرَتْ (۱)	جب آسمان پھٹ جائے گا	وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ (۳)	اور جب قبریں زیر پر بردی جائیں گی	يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ	اے انسان کس چیز نے دھوکہ میں ڈالا تجھ کو
وَإِذَا الْكَوَاكِبُ اِنْتَثَرَتْ (۲)	اور جب ستارے جھڑ جائیں گے	نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ وَاٰخَرَتْ	آدمی جو آگے بھیجا اس نے اور جو پیچھے چھوڑ اس نے	بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ (۵) الَّذِي	تیرے رب کے معاملہ میں جو بڑا کریم ہے جس نے

(۱) انفطار: پھٹنا، باب الفعال (۲) انتثار: جھڑنا، نثر الشئ: بکھیرنا (۳) تفجیر: (چشمہ) جاری کرنا (۴) بعثرة (فعللة) الٹ پلٹ دینا، قبروں کو اکھاڑ دینا، نیچے کی مٹی اوپر لے آنا (۵) کریم کا اردو میں ترجمہ نہیں ہو سکتا، کریم: ایسا بڑا اچھی اور فیاض جس کی بخشش و عطا کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہو (القاموس الوحید)

خَلَقَكَ	تجھ کو پیدا کیا	يَعْلَمُونَ	جانتے ہیں	الَّذِينَ	الذین	جزاء کا
فَسَوَّلَكَ	پس ٹھیک بنایا تجھ کو	مَا تَفْعَلُونَ	جو کرتے ہو تم	ثُمَّ مَّا أَدْرَاكَ	پھر تجھے کیا پتہ	
فَعَدَلَكَ	پھر برابر کیا تجھ کو	إِنَّ الْأَبْرَارَ	بے شک نیک لوگ	مَا يَوْمُهُ	کیا ہے دن	
فَإِنِّي صُورَةٌ مَّا	جوئی صورت میں بھی	لَفِي نَجْمٍ	البتہ نعمتوں میں ہونگے	الَّذِينَ	الذین	جزاء کا
شَاءَ	چاہا اس نے	وَلَا الْفُجَّارَ	اور بے شک بدکار	يَوْمَهُ	یومہ	اس دن
رَكَّبَكَ	تجھے جوڑ دیا	لَفِي جَحِيمٍ	البتہ دوزخ میں ہونگے	لَا تَمْلِكُ	نہیں مالک ہوگا	
كَلَّا	ہرگز نہیں	يُضْلَوْنَهَا	داخل ہونگے وہ اس میں	نَفْسٌ	کوئی شخص	
بَلْ تُكَلِّمُونَ	بلکہ جھٹلاتے ہو تم	يَوْمَ الَّذِينَ	جزاء کے دن	لِنَفْسٍ	کسی شخص کے لئے	
بِالَّذِينَ	جزاء کو	وَمَا هُمْ	اور نہیں ہونگے وہ	شَيْئًا	کسی چیز کا	
وَلَا عَلَيْكُمْ	اور بے شک تم پر ہیں	عَنْهَا	دوزخ سے	وَالْآخَرُ	اور معاملہ	
لِخَافِظِينَ	بالحقین نگہبان	بِعَاصِيَيْنَ	غائب ہونے والے	يَوْمَ يَدْعَا	اس دن	
كِرَامًا	عزت والے	وَمَا أَدْرَاكَ	اور تجھے کیا پتہ	لِللّٰهِ	اللہ کے اختیار میں ہوگا	
كَاتِبِينَ	لکھنے والے	مَا يَوْمُهُ	کیا ہے دن			

قیامت کی ہولناکی

جب آسمان پھٹ جائے گا، اور ستارے جھڑ جائیں گے، اور سمندر ابل پڑیں گے — یہ واقعات فتحہ اولیٰ کے بعد پیش آئیں گے — اور جب قبریں الٹ دی جائیں گی — اور مردے نکل پڑیں گے — اس وقت ہر انسان جان لے گا جو آگے بڑھایا اس نے اور جو پیچھے چھوڑا اس نے — آگے بڑھایا: یعنی عمل کر کے آگے بھیج دیا، جیسے نماز پڑھ کر اور زکات دے کر آخرت میں ذخیرہ کر لیا، اور پیچھے چھوڑا: یعنی کوئی ایسا کام کر کے گیا جس کا اثر موت کے بعد بھی جاری رہا، جیسے کوئی رفاہی کام کر گیا۔

جب یہ واقعات رونما ہونگے تو انسان پر کیا بیتے گی؟ فتحہ اولیٰ پر سارا کارخانہ آہل ستقل ہو جائے گا، کوئی چیز اپنی حالت پر برقرار نہیں رہے گی، اس دن انسان کے بھی ہوش اڑ جائیں گے پس اس دن سے ڈرو، اور اس کے لئے تیاری کرو۔

انسان کا گلہ شکوہ کہ وہ اپنے رب کریم کے معاملہ میں دھوکے میں کیوں پڑا ہوا ہے؟

انسان خیال کرتا ہے کہ اس کا کریم آقا اس کو دوبارہ پیدا نہیں کرے گا، حالانکہ اس نے پہلی مرتبہ اس کو شاندار بنایا ہے،

پس کیا وہ دوسری بار پیدا کرنے سے عاجز ہو گیا؟ — اے انسان! تجھے کس چیز نے دھوکہ میں ڈالا، تیرے رب کریم کے معاملہ میں؟ — رب کریم کے معاملہ میں: یعنی بعث بعد الموت کے معاملہ میں — جس نے تجھے پیدا کیا، پھر تجھے ٹھیک بنایا — تیرا بدن، نجوی اور شکل و صورت شاندار بنائی — پھر تجھے برابر کیا — یعنی اخلاق و عادات میں معتدل بنایا — اور اس نے جس صورت میں بھی چاہا تجھے جوڑ دیا — کوئی بھی دو انسان ایک شکل و صورت کے نہیں ہیں، ہر دو میں کچھ نہ کچھ فرق ہے، یہ اللہ کی کارگیری کا کمال ہے۔

انسان کو اللہ نے اپنا احسان و کرم یاد دلایا ہے کہ وہ اپنی شکل و صورت، بدن اور قد و قامت میں غور کرے، پھر اپنی صلاحیتوں کو سوچے: اللہ نے اس کو کیسا شاندار اور کیسا باکمال بنایا ہے؟ کیا اس کے اس احسان کا شکریہ ہے کہ اس کو دوسری مرتبہ پیدا کرنے سے عاجز تصور کر لیا جائے!

بعث بعد الموت کے انکار کی اصل وجہ یہ ہے کہ انسان جزائے اعمال سے دوچار ہونا نہیں چاہتا ہرگز نہیں — یعنی دوبارہ زندہ ہونے کا انکار مت کر — بلکہ تم جزاء کے دن کو جھٹلاتے ہو — یعنی انکار کی اصل وجہ یہ ہے کہ تم نہیں چاہتے کہ تمہیں جزاء کے دن سے سابقہ پڑے — حالانکہ تم پر یاد رکھنے والے معزز لکھنے والے مقرر ہیں، وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو — یہ ریکارڈ اسی لئے تیار کر لیا جا رہا ہے کہ ایک دن انصاف کیا جائے گا، اور ہر ایک کو قدر واقعی جزا و سزا ملے گی۔

انصاف کے دن کیا فیصلہ ہوگا؟

بے شک نیک لوگ جنت میں ہونگے، اور بدکار دوزخ میں، جس میں وہ انصاف کے دن داخل ہونگے، اور وہ دوزخ سے چھٹک نہیں سکیں گے! — سدا اس میں سڑیں گے۔

انصاف کے دن سارا اختیار اللہ کا ہوگا

اور تجھے معلوم ہے انصاف کا دن کیا ہے؟ پھر (کہتا ہوں) تجھے معلوم ہے انصاف کا دن کیا ہے؟ اس دن کوئی کسی کے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا، اس دن سارا اختیار اللہ ہی کا ہوگا! — آج بھی سارا اختیار اللہ ہی کا ہے، مگر بظاہر دوسرے بھی دعویٰ رکھتے ہیں، مگر اس دن کوئی دعوے دار نہیں ہوگا: ﴿لَمِنَ الْمُلْكِ الْيَوْمَ ۖ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾: قیامت کے دن سوال ہوگا: آج کس کی حکومت ہے؟ سب لرز جائیں گے، کسی میں جواب دینے کی ہمت نہ ہوگی، پس خود ہی جواب دیں گے: ایک غالب اللہ کی حکومت ہے، جزاء کے دن کے وہی مالک ہیں!

بسم اللہ الرحمن الرحیم سورة التطفیف

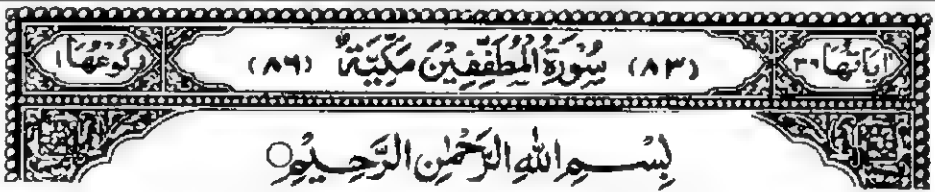
اس سورت کے دو نام ہیں: التطفیف اور المطففین، طَفَّفَ المکیات کے معنی ہیں: پیمانے کو پورا نہ بھرنا، کم رکھنا۔ سورة الانقطار قیامت کے تذکرہ پر پوری ہوئی تھی، یہ اسی کے تذکرہ سے شروع ہو رہی ہے، وہ لوگ کم ناپتے تو لتے ہیں جن کو نہ خدا کا خوف ہے نہ قیامت کا ڈر! پس اس سورت کا موضوع بھی قیامت اور جزا و سزا کا بیان ہے، اور اس سورت میں بنیادی مضامین چار ہیں:

۱- شروع میں کم ناپنے والوں کے لئے وعید ہے، جب وہ حساب کتاب کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونگے تو ان کے لئے بڑی کم بختی ہوگی۔

۲- بدکاروں کا ٹھکانا جیل خانہ (دوزخ) ہے، پھر جنہیں ان کے بارے میں پانچ باتیں بیان کی ہیں۔

۳- نیکو کاروں کا ٹھکانا بالا خانہ (جنت) ہے، پھر ان کی پانچ نعمتوں کا ذکر ہے۔

۴- دنیا میں جو لوگ مسلمانوں کا ٹھٹھا کرتے ہیں: آخرت میں جب پانسہ پلٹے گا تو مسلمان: کفار پر نہیں گے، اور ان کو قرا واقعی سزا ملے گی۔



وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ اِذَا كَتَالُوْا عَلَی النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝۲ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وُزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝۳ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝۴ لِّیَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝۵ یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۶

وَيْلٌ	بڑی کم بختی ہے	لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ^(۱)	گھٹانے والوں کیلئے	الَّذِيْنَ اِذَا	وہ لوگ کہ جب
--------	----------------	-----------------------------------	--------------------	------------------	--------------

(۱) مُطَفِّفٌ: اسم فاعل: تطفیف: ناپ تول میں کمی کرنا۔

اَلتَّائِلُوْا ^(۱)	ناپ کر لیتے ہیں	يُغَيِّرُوْنَ	(تو) گھٹا کر دیتے ہیں	لَيَوْمٍ عَظِيْمٍ	ایک بڑے دن میں
عَلَى النَّاسِ	لوگوں سے	اَلَا يَظُنُّ	کیا گمان نہیں کرتے	يَقُوْمُ	جس دن
يَسْتَوْفُوْنَ	(تو) پورا پورا لیتے ہیں	اُولٰٓئِكَ	وہ لوگ	يَقُوْمُ	کھڑے ہونگے
وَلَا كَاٰلُوْهُمُ ^(۲)	اور جب ان کو ناپ کر	اَنَّهُمْ	کہ وہ	النَّاسِ	لوگ
اَزُوْدُوْهُمُ	دیتے ہیں	مَبْعُوْثُوْنَ	دوبارہ زندہ کئے جائیں گے	لِرَبِّ	رب کے لئے
	یا ان کو تول کر دیتے ہیں			الْعٰلِيْنَ	جہانوں کے

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے قیامت کے دن بڑی کم سختی ہوگی

جو لوگ دوسروں سے تو پورا ناپ کر لیتے ہیں، مگر دوسروں کو کم ناپ تول کر دیتے ہیں ان کے لئے قیامت کے دن بہت بڑی تباہی، بربادی اور عذاب ہوگا، ارشاد فرماتے ہیں: — بڑی کم سختی ہے گھٹانے والوں کے لئے! یہ وہ لوگ ہیں کہ جب وہ دوسروں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔ اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کمی کرتے ہیں، کیا ان کو خیال نہیں کہ وہ ایک بڑے دن میں زندہ کئے جائیں گے جس دن تمام آدمی پروردگار عالم کے سامنے کھڑے ہونگے۔ تفسیر: ڈنڈی مارنا بہت بری عادت ہے، آج کل بعض دوکاندار ایسا کرتے ہیں، اور حدیث میں ہے کہ جن لوگوں میں بھی کم تولنے ناپنے کی بیماری پیدا ہوگی ان کی پیداوار گھٹ جائے گی، قحط پڑے گا اور کھانے کے لالے پڑ جائیں گے، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بازار سے گذرتے تو دوکانداروں سے فرماتے: اللہ سے ڈرو! پورا ناپ تولو! کیونکہ قیامت کے دن کم ناپنے تولنے والے اس طرح کھڑے کئے جائیں گے کہ وہ پسینہ میں شرابور ہونگے، اور ترمذی شریف میں حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کی حدیث (نمبر ۲۳۱۵) ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو سورج بندوں سے قریب کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ ایک یا دو میل (Mile) رہ جائے گا، پس سورج لوگوں کو پگھلا دے گا، لوگ اپنے اعمال کے بقدر پسینہ میں ہونگے، کسی کو پسینہ ایڑی تک پکڑے گا، کسی کو گھٹنوں تک، کسی کو کمر تک اور کسی کو پسینہ لگام دیدے گا یعنی پسینہ منہ تک پہنچ جائے گا اور کلام سے روک دے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کیا کم ناپنے تولنے والوں کو اس بات کا اندیشہ نہیں کہ ان کو قیامت کے دن زندہ ہو کر اٹھنا ہے، اور رب العالمین کے سامنے کھڑا ہونا ہے، اس دن مصیبت کا جو عالم ہوگا اس کا ہم آج تصور بھی نہیں کر سکتے، پس جان لو کہ (۱) اِشْتَالَ مِنْهُ وَعَلَيْهِ: کسی سے اپنے لئے خود ناپ کر لینا (باب اِشْتَالَ) (۲) كَالْوَهْمِ: اُی كَالْوَهْمِ، اسی طرح و زنونہم: اُی و زنونہم۔

ناپ تول میں دھوکہ مسلمانوں کا کام نہیں، یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جن کو نہ خدا کا خوف ہے نہ آخرت کا ڈر اللہ تعالیٰ اس ناپاک حرکت سے ہماری حفاظت فرمائیں (آمین)

دوسری حق تلفیوں کا حکم: نبی ﷺ کا پاک ارشاد ہے: جس نے اپنے مسلمان بھائی کی کوئی حق تلفی کی، خواہ اس کا تعلق آب و سوس ہو یا کسی اور معاملہ سے، پس چاہئے کہ وہ اس سے آج معاف کر لے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جب نہ دینار ہو گا نہ درہم، اگر ظالم کے پاس نیکی ہوگی تو اس سے ظلم کے بقدر لیا جائے گا، اور اگر نیکی نہیں ہوگی تو مظلوم کی برائیوں میں سے اس پر لاداجائے گا (بخاری شریف حدیث ۲۴۳۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر حق تلفی خطرناک ہے، حقوق اللہ کی معافی تو ممکن ہے کہ اللہ کریم ہیں، مگر حقوق العباد کا معاملہ سنگین ہے، حدیث میں ہے کہ شہادت سے بھی قرضہ معاف نہیں ہوتا، حق العبد بندے کے معاف کرنے ہی سے معاف ہوگا، اور قیامت کے دن سب محتاج ہوں گے، ہر ایک اپنا حق وصول کرے گا، کوئی کسی کو معاف نہیں کرے گا۔

سوال: لینے کی طرف صرف ناپنے کا ذکر کیا، اور دینے کی طرف کم ناپنے تو لے کا ذکر کیا اس کی کیا وجہ ہے؟
جواب: اپنا حق پورا وصول کرنا مذموم نہیں، اس کے ذکر سے مقصود کم دینے کی مذمت کو مؤکد کرنا ہے، یعنی کم دینا اگرچہ فی نفسہ مذموم ہے لیکن اس کے ساتھ اگر لیتے وقت پورا لیا جائے تو اور بھی مذموم ہے، اس لئے پہلے اختصار کیا۔

كَلَّا اِنَّ كِتٰبَ الْفُتُوْرِ لَفِيْ سَجِيْنٍ ؕ وَمَا اَدْرٰكَ مَا سَجِيْنٌ ؕ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ؕ وَاِنَّ يَوْمَیْنَ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ؕ الَّذِيْنَ يَكْذِبُوْنَ يَوْمَ الَّذِيْنَ ؕ وَمَا يَكْذِبُ بِهٖ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَرۡشِيْمٍ ؕ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلٰیْنَ ؕ

گلا	ہرگز نہیں	ما سَجِيْنٌ	قید خانہ کیا ہے؟	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ	جھٹلانے والوں کیلئے
اِنَّ كِتٰبَ	بے شک نوشتہ	كِتٰبٌ	ایک نوشتہ ہے	الَّذِيْنَ	وہ جو
الْفُتُوْرِ	بدکاروں کا	مَّرْقُوْمٌ	لکھا ہوا	يَكْذِبُوْنَ	جھٹلاتے ہیں
كَفٰی سَجِيْنٍ ^(۱)	البتہ قید خانہ میں ہے	وَاِنَّ	بڑی کم بختی ہے	يَوْمَ	دن کو
وَمَا اَدْرٰكَ	اور تجھے کیا پتہ	يَوْمَیْ	اس دن	الَّذِيْنَ	جزاء کے

(۱) سَجِيْن اور سَجْن: مترادف ہیں: جیل، قید خانہ، یہ کوئی نیا لفظ نہیں، سورۃ بنی اسرائیل (آیت ۸) میں جہنم کے لئے حصیر آیا ہے، ما سَجِيْن: اُی ما فی سَجِيْن۔

وَمَا يَكْذِبُ بِهَا الْأَكْثَرُ مُعْتَدٍ	اور نہیں جھٹلاتا اس کو مگر ہر حد سے بڑھنے والا	اَنۡنَحْمُ اِذَا نُنۡتَلٰ عَلَيْهِ اِیۡتُنَا	گنہگار جب پڑھی جاتی ہیں اس کے سامنے ہماری آیتیں	قَالَ اَسَاۡطِیۡزُ الۡاَوَّلٰیۡنَ	کہتا ہے کہانیاں ہیں انگلوں کی!
--	---	---	--	---	--------------------------------------

کفار جو جزاء کے دن کو جھٹلاتے ہیں ان کے ناموں کا رجسٹر جیل (دوزخ) میں ہے

پہلے ترمذی شریف کی ایک حدیث (نمبر ۲۱۴۱) پڑھ لیں جس میں یہ مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنتیوں اور جہنمیوں کے نام رجسٹروں میں لکھ لئے ہیں:

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ گھر میں سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے، دراصل ایک آپ کے ہاتھ میں دور رجسٹر تھے، پس فرمایا: ”جانتے ہو یہ دور رجسٹر کیا ہیں؟“ ہم نے کہا: نہیں، اے اللہ کے رسول! مگر یہ کہ آپ ہمیں بتلائیں (تو ہم جان سکتے ہیں) پس آپ نے اس رجسٹر کے لئے جو آپ کے دائیں ہاتھ میں تھا، فرمایا: ”یہ تمام جہانوں کے پالنے والوں کی طرف سے ایک رجسٹر ہے جس میں جنتیوں کے، ان کے باپ دادوں کے اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں، پھر ان کے آخر میں میزان لگادی گئی ہے یعنی ٹول کر دیا گیا ہے، پس کبھی بھی نہ تو ان میں کوئی اضافہ کیا جائے گا اور نہ ان میں کوئی کمی کی جائے گی“ پھر آپ نے اس رجسٹر کے لئے جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھا، فرمایا: ”یہ تمام جہانوں کے پالنے والوں کی طرف سے ایک رجسٹر ہے، اس میں جہنمیوں کے، ان کے باپ دادوں کے اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں، پھر ان کے آخر میں میزان لگادی گئی ہے، پس کبھی بھی نہ تو ان میں کوئی اضافہ کیا جائے گا اور نہ ان میں کوئی کمی کی جائے گی“

تشریح: یہ دور رجسٹر جو آپ کے ہاتھوں میں تھے: محسوس تھے یا معنوی؟ حدیث سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ محسوس تھے، اور دوسری دنیا کی چیزیں جس طرح انبیاء کے لئے متمثل ہوتی ہیں صحابہ وغیرہ کے لئے بھی کبھی متمثل ہوتی ہیں، مثلاً حضرت جبریل علیہ السلام کبھی صحابہ کو بھی نظر آتے تھے، اسی طرح اگر یہ رجسٹر صحابہ کو بھی نظر آئے ہوں تو اس میں کوئی استعجاب نہیں۔

رہا یہ سوال کہ اتنے سارے نام ایک ایک رجسٹر میں کیسے آگئے؟ اور اتنے بڑے بڑے رجسٹر ہاتھوں میں لے کر آپ کیسے تشریف لائے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اب کمپیوٹر اور ڈی جیٹل کا زمانہ ہے، بڑے سے بڑا کتب خانہ ایک چھوٹی سی چٹ میں آجاتا ہے، پس یہ سارے نام قابل تحمل رجسٹروں میں کیوں نہیں آسکتے؟

ارشاد پاک ہے: جزاء کا انکار مت کرو، بدکاروں کے ناموں کا رجسٹر جیل خانہ (دوزخ) میں ہے، اور جہاں ان کا رجسٹر ہے وہاں وہ خود بھی ہونگے، جیسے کتب خانہ کا رجسٹر کتب خانہ میں ہوتا ہے، اور جس دن دوزخی وہاں پہنچیں گے ان کے لئے بربادی اور ہلاکت ہوگی، اور وہ ان کی روز جزاء کی تکذیب کا نتیجہ ہوگی۔

﴿كَذَّابًا ۖ إِنَّ كِتَابَ الْفُجْرَارِ لَفِي سِتْرَيْنِ ۖ وَمَا أَزْدُرُكَ مَا يَسْتَوِينَ ۖ كُتِّبَ قُرْآنُكَ ۖ وَيَوْمَ يُؤْمَدُ لِلْمُكَذِّبِينَ ۖ الَّذِينَ لَمْ يَكْفُرُوا يَوْمَ الَّذِينَ ۖ﴾

ترجمہ: ہرگز نہیں — یعنی جزاء کا انکار مت کرو — بے شک بدکاروں کا رجسٹر جیل (دوزخ) میں ہے اور تجھے کیا خبر جیل کیا ہے؟ وہ ایک لکھا ہوا رجسٹر ہے — اُس رجسٹر میں جن کے نام ہیں جب وہ دوزخ میں پہنچیں گے تو — اُس دن بڑی کم سختی ہوگی جھٹلانے والوں کے لئے جو جزاء کے دن کو جھٹلاتے ہیں!

جزاء کے دن کا انکار سرکش گنہگار ہی کرتا ہے

سرکشی اور گناہ سے دلچسپی آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہیں، پھر اس کے اندھا پن کی کوئی حد نہیں رہتی، یہاں تک کہ جب اس کے سامنے اللہ کا کلام پڑھا جاتا تو کہہ دیتا ہے: اس میں کیا رکھا ہے؟ یہ تو انگوٹوں کی مذہبی جھوٹی داستانیں ہیں! حالانکہ قرآن کی باتوں کو سن کر کانپ جانا چاہئے تھا، عبرت حاصل کرنی چاہئے تھی، اللہ کے قانون قدرت سے ڈرنا چاہئے تھا، اس کی پکڑ سے کوئی بچ نہیں سکتا، مگر ہائے رے کم سختی! جب آدمی عقل سے پیدل ہو جائے تو کیسی کیسی حماقت بھری باتیں کرتا ہے!

﴿وَمَا يَكْذِبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَبٍ أَثِيمٍ ۖ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۖ﴾

ترجمہ: اور جزاء کے دن کو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد سے تجاوز کرنے والا گنہگار ہے، جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے: یہ پہلوں کی کہانیاں ہیں!

﴿كَذَّابًا ۖ إِنَّ كِتَابَ الْفُجْرَارِ لَفِي سِتْرَيْنِ ۖ وَمَا أَزْدُرُكَ مَا يَسْتَوِينَ ۖ كُتِّبَ قُرْآنُكَ ۖ وَيَوْمَ يُؤْمَدُ لِلْمُكَذِّبِينَ ۖ الَّذِينَ لَمْ يَكْفُرُوا يَوْمَ الَّذِينَ ۖ﴾

کَذَّابًا	ہرگز نہیں	مَا كَانُوا	اس کا جو تھے	عَنْ رَبِّهِمْ	اپنے پروردگار سے
بَلْ	بلکہ	يَكْسِبُونَ	کماتے	يَوْمَئِذٍ	اس دن
رَانَ	زنگ بیٹھ گیا ہے	كَذَّابًا	ہرگز نہیں	لَمْ يَكْفُرُوا	البتہ پروردگار سے
عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ	ان کے دلوں پر	لَا يُؤْمِنُونَ	بے شک وہ	لَمْ يَكْفُرُوا	ہوئے ہونگے

ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ نَصَاوًا	پھر بے شک وہ البتہ داخل ہونے والے ہیں	الْبَحْثِیْمِ ثُمَّ يُقَالُ	دورِ خ میں پھر کہا جائے گا	هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهِ مُكْذِبُونَ	یہ ہے جو تم اس کو جھٹلاتے
-------------------------------	---------------------------------------	-----------------------------	----------------------------	--	---------------------------

مکذیب کی اصل وجہ یہ ہے کہ تکذیب کرنے والوں کے دلوں پر ان کے کرتوتوں کا رنگ بیٹھ گیا ہے دل انسان کا سب سے اہم عضو ہے، جب اس کو کوئی شخص برابر گناہ پر لگائے رہے تو وہ سیاہ ہو جاتا ہے، قبولِ حق کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے، اور بالآخر دل مردہ ہو جاتا ہے، ترمذی شریف کی حدیث (نمبر ۲۳۵۷) ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ لگا دیا جاتا ہے، پھر جب وہ گناہ سے نکل جاتا ہے اور بخشش طلب کرتا ہے اور توبہ کر لیتا ہے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے، اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو اس دھبہ میں اضافہ کر دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے، اور یہی وہ رنگ ہے جس کا اللہ پاک نے: ﴿كَلَّا بَلْ عَرَّانًا﴾ میں ذکر کیا ہے“

﴿كَلَّا بَلْ عَرَّانًا عَلَى قُلُوبِهِمْ مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾

ترجمہ: ہرگز نہیں — یعنی قرآن اگلوں کی کہانیاں نہیں — درحقیقت ان کے دلوں پر رنگ بیٹھ گیا ہے ان کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے — اس وجہ سے قبولِ حق کی صلاحیت ختم ہو گئی، اور وہ قرآن کو اللہ کی کتاب ماننے کے لئے تیار نہیں!

مکذبینِ آخرت میں دیدارِ خداوندی سے محروم ہونگے اور وہ ان کے لئے بڑی سزا ہوگی

جھٹلانے والوں کو آخرت میں ایک بڑی سزا ملے گی کہ وہ جمالِ خداوندی کی زیارت سے محروم ہونگے اور یہ ان کے لئے بڑی سزا ہوگی، اور یہ محرومی اسی وقت سزا ہو سکتی ہے جب ان کے دلوں میں اللہ کی انتہائی محبت اور دیدار کا شوق ہو، عاشق کو معشوق کے دیدار سے محروم رکھا جائے تو اس کی جان نکل جائے گی اور غیر عاشق کو محروم رکھا جائے تو وہ کہے گا: میرے پاؤں سے! مجھے دیکھنا ہی نہیں!

انسان کی فطرت میں بھی اللہ کی محبت رچی بسی ہے، خالق و مخلوق کا رشتہ باپ بیٹے کے رشتے سے قوی ہے، بندہ اگر فرنٹ (FRONT) ہو جائے تو بھی دل میں مکنونِ محبت ختم نہیں ہوتی، اس لئے آخرت میں کفار بھی دیدارِ خداوندی کے مشتاق ہونگے، اور اس نعمتِ بے بہا سے محرومی ان کے لئے بڑی سزا ہوگی۔

﴿كَلَّا إِنَّكُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّتَحْجُوبُونَ﴾

ترجمہ: ہرگز نہیں — جزاؤں کا انکار مت کر — بے شک وہ لوگ اس دن اپنے پروردگار سے پردے میں کئے ہوئے ہونگے!

بالآخر مکذبین دوزخ میں داخل کئے جائیں گے

اس کے بعد جزاؤں کا انکار کرنے والوں کو دوزخ میں ڈالا جائے گا، اور ان سے کہا جائے گا: تمہیں دنیا میں اپنے برے انجام کا یقین نہیں تھا، اب اپنی آنکھوں سے اس دوزخ کو دیکھ لو جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے!

﴿ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ ۖ ثُمَّ يُقَالُ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُونَ﴾

ترجمہ: پھر بے شک وہ دوزخ میں داخل کئے جائیں گے، پھر کہا جائے گا: ”یہی وہ دوزخ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے!“

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ۚ وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ ۚ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ۚ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ۚ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۚ عَلَى الْأَرَآئِكِ يَنْظُرُونَ ۚ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ۚ يُسْقُونَ مِنْ رَاحِيَةٍ مُّخْتَلِمٍ ۚ خِتْمُهُ مِسْكَ ۚ فِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ۚ وَهَزَاجُهُمْ مِنْ تَسْنِيمٍ ۚ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ۚ

کَلَّا	ہرگز نہیں	کِتَابٌ	ایک رجسٹر ہے	عَلَى الْأَرَآئِكِ	مسہریوں پر
إِنَّ كِتَابَ	بے شک رجسٹر	مَرْقُومٌ	لکھا ہوا	يَنْظُرُونَ	دیکھ رہے ہونگے
الْأَبْرَارِ	نیکوں کا	يَشْهَدُهُ	دیکھیں گے اس کو	تَعْرِفُ	پہچانیں گے آپ
لَفِي عِلِّيِّينَ ^(۱)	البتہ بالا خانوں میں ہے	الْمُقَرَّبُونَ	مقرب بندے	فِي وُجُوهِهِمْ	ان کے چہروں میں
وَمَا أَدْرَاكَ	اور تجھے کیا پتہ	إِنَّ الْأَبْرَارَ	بے شک نیک لوگ	نَضْرَةَ	تازگی
مَا عِلِّيُّونَ	بالا خانے کیا ہیں؟	لَفِي نَعِيمٍ	یقیناً نعمتوں میں ہونگے	النَّعِيمِ	نعمتوں کی

(۱) الْعِلِّيُّ: بلند ترین جگہ یا بلند ترین درجہ، الْعِلِّيُّونَ: جنت کے اعلیٰ مقام کا نام، وادون اعرابی ہیں اور ما علیون؟ اُی ما فی علیین؟ ظرف بول کر مظروف مراد لیا ہے۔

يُسْقَوْنَ	پلائے جائیں گے	فَقِيْرًا ذٰلِكَ	اور اس میں	عَيْنًا	ایک چشمہ
مِنْ لَّحْنٍ ^(۱)	خالص شراب سے	فَلْيَتَنَافِسِ ^(۲)	پس چاہئے کہ ریس کریں	يَتَرَبَّ	تعبیں گے
فَعَتُوْرٌ	مہر لگی ہوئی	اَلْمُنْتَافِسُوْنَ	ریس کرنے والے	يَهَا	اس سے
خَيْتَمُهُ	اس کی مہر	وَهِيَ رَاجِعَةٌ	اور اس کی ملونی	اَلْمُقَرَّبُوْنَ	مقرب بندے
مِسْكٌ	مشک ہے	وَمِنْ تَنْزِيْمٍ	تسним سے ہے		

نیک لوگوں کے ناموں اور کاموں کا رجسٹر جنت میں ہے، اور وہاں ان پر پانچ نوازشات

جزاؤں کا انکار مت کرو، بدکاروں کی بد انجامی تم دیکھ چکے، اب نیکو کاروں کی نیک انجامی بھی دیکھو، ابرار کے ناموں اور کاموں کا دفتر جنت کے بالا خانوں میں ہے، پس وہ بھی وہاں ہونگے، اور وہاں ان پر پانچ نوازشات ہونگی:

۱- ان کے ناموں اور کاموں کے دفتر کو مقرب بندے: ملائکہ اور مومنین شوق سے دیکھیں گے، اور جب کسی کے کارنامہ کو اہل نظر سر رہتے ہیں تو آدمی پھولا نہیں سماتا، محل بنایا، باغ لگایا کوئی چیز ایجاد کی، اور ماہرین نے اس کو شوق سے دیکھا اور تعریف کی تو یہ عامل کے لئے سب سے بڑا صلہ ہے۔

۲- جنتیوں کو جنت میں ہر نعمت حاصل ہوگی، کسی چیز کا ٹوٹنا نہیں ہوگا، ان کو وہاں ہر طرح کی سہولت، خوشی، راحت اور عزت حاصل ہوگی۔

۳- وہ مسہریوں پر بیٹھے نظارہ کریں گے، مسہریاں کیسی ہونگی؟ جیسی جنت ہوگی ویسی ہی مسہریاں ہونگی! ابھی ان کی خوبی کوئی نہیں بتلا سکتا، اور کس چیز کا نظارہ کریں گے؟ گرد و پیش کا نظارہ کریں گے، جیسے آدمی لالہ زار میں بیٹھ کر چاروں طرف دیکھتا ہے اور خوش ہوتا ہے، اسی طرح جنتی جنت کے نظارے سے لطف اٹھائیں گے۔

۴- جنتیوں کے چہروں سے تازگی فیک رہی ہوگی، ایسے آدمی کے چہرے پر چمک دمک ہوتی ہے جس کو ہر طرح کا آرام اور اطمینان نصیب ہو، ایک جنت ہی ایسی جگہ ہے جہاں ہمیشہ جی لگا رہے گا۔

۵- نیک لوگوں کو جنت میں خالص سر بہر شراب ملے گی جس کی ڈاٹ مشک کی ہوگی، اور اس میں تسنیم کی ملونی ہوگی، تسنیم جنت میں ایک چشمہ ہے، مقربین (سائقین) کو تو اسی چشمہ سے پلایا جائے گا، اور ابرار کے لئے اس میں سے ملونی کی جائے گی، اور یہ جام ایسی نعمت ہے کہ ریس کرنے والے اس کو حاصل کرنے کے لئے ریس کریں، یعنی نیک کام کریں تاکہ ان کو وہ جام نصیب ہو۔

(۱) الحقیق: صاف و خالص شراب (۲) تنافس القوم فی کذا: کسی چیز کے حاصل کرنے میں باہم مقابلہ کرنا، ریس کرنا، کسی کو نقصان پہنچانے بغیر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینا۔

آیات پاک: — ہرگز نہیں — یعنی جزاء کا انکار مت کرو — بے شک نیک لوگوں کا رجسٹر جنت کے بالا خانوں میں ہے، اور تجھے کیا خبر ان بالا خانوں میں کیا ہے؟ وہاں لکھا ہوا ایک رجسٹر ہے: (۱) جس کو مقربین دیکھتے ہیں (۲) بے شک نیک لوگ نعمتوں میں ہونگے (۳) مسہریوں پر بیٹھے نظارہ کر رہے ہونگے (۴) اور ان کے چہروں پر آپ نعمتوں کی تازگی دیکھیں گے (۵) وہ سر بہر خالص شراب پلائے جائیں گے، اور اس کی مہر مشک کی ہوگی، پس چاہئے کہ مقابلہ کرنے والے اس میں مقابلہ کریں، اور اس میں ملوثی تسنیم کی ہوگی، اور وہ ایک چشمہ ہے جس سے مقرب بندے پیتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرُمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ۖ وَإِذَا امْرَأُوهُمْ يَتَغَامَزُونَ ۖ وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ۖ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ۚ وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ ۚ فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ۚ عَلَىٰ الْأَرَائِكِ ۚ يَنْظُرُونَ ۚ هَلْ ثَوْبَ الْكُفَّارِ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نَفْعَلُونَ ۚ

لَا الَّذِينَ	بے شک جنہوں نے	انْقَلَبُوا	پلٹتے ہیں	الَّذِينَ	جو لوگ
أَجْرُمُوا	گناہ کیا	فَكِهِينَ ^(۲)	خوش طبعی کرتے ہوئے	آمَنُوا	ایمان لائے
كَانُوا مِنَ الَّذِينَ	وہ ان سے جو	وَإِذَا رَأَوْهُمْ	اور جب دیکھتے ہیں ان کو	مِنَ الْكُفَّارِ	کافروں سے
آمَنُوا	ایمان لائے	قَالُوا	کہتے ہیں	يَضْحَكُونَ	ہنسیں گے
يَضْحَكُونَ	ہنستے ہیں	إِنَّ هَؤُلَاءِ	بے شک یہ لوگ	عَلَى الْأَرَائِكِ	مسہریوں پر
وَإِذَا امْرَأُوهَا	اور جب گذرتے ہیں	لَضَالُّونَ	یقیناً بھٹکے ہوئے ہیں	يَنْظُرُونَ	دیکھیں گے
بِهِمْ	ان کے پاس سے	وَمَا أُرْسِلُوا	اور نہیں بھیجے گئے وہ	هَلْ ^(۳)	واقعی
يَتَغَامَزُونَ ^(۱)	آنکھیں مارتے ہیں	عَلَيْهِمْ	ان پر	ثَوْبَ	بدلہ دیئے گئے
وَإِذَا انْقَلَبُوا	اور جب پلٹتے ہیں	حَافِظِينَ	نگہبان بنا کر	الْكُفَّارِ	کافر
إِلَىٰ أَهْلِهِمْ	اپنے گھر والوں کی طرف	فَالْيَوْمَ	پس آج	مَا كَانَ لَنَا أَنْ نَفْعَلُونَ	ان کا مل کر جو کر سکتے تھے

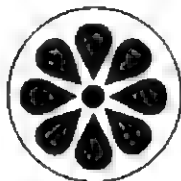
(۱) غمز (ض) بالعين: آنکھ سے اشارہ کرنا، آنکھ مارنا (۲) فکھین: فکھ کی جمع: باتیں بتانے والا، مذاق اڑانے والا۔ (۳) هل: استفہام تقریری کے لئے ہے، جو ما بعد کو ثابت کرتا ہے۔

دنیا میں کفار مسلمانوں کی ہنسی اڑاتے ہیں مگر آخرت میں پانسہ پلٹ جائے گا

کفار مکہ ابو جہل، ولید اور عاص لعنہم اللہ، ضعیفائے مسلمین بلال، عمار، خباب اور صہیب وغیرہ رضی اللہ عنہم کا انکو بنایا کرتے تھے، جب ان کے پاس سے گذرتے تو ایک دوسرے کو آنکھ مارتے اور غمزہ کرتے، اور گھروں پر جا کر ان کی باتیں کر کے دل بہلاتے، اور جب ان سے ملتے تو کہتے: تم گمراہ ہو گئے ہو، اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں: کیا تمہیں ان کا ٹھیکیدار بنا کر بھیجا گیا ہے! پس آج وہ کمزور مسلمان جنت میں پہنچ کر قوی ہو گئے ہیں، وہ ان کافروں پر ہنس رہے ہیں، مسہریوں پر بیٹھے ان کی تباہ حالی کا نظارہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: بالیقین ان کافروں کو ان کے کئے کا پورا بدلہ مل گیا!

آیات پاک: — بے شک جن لوگوں نے برے کام کئے — آخری درجہ کے برے کام مراد ہیں، یعنی کفر و شرک میں مبتلا رہے — وہ ایمان والوں پر ہنستے ہیں، اور جب وہ ان (مسلمانوں) کے پاس سے گذرتے ہیں تو (ایک دوسرے کو) اشارے کیا کرتے ہیں، اور جب وہ اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں تو بطور دل لگی مسلمانوں کا تذکرہ کیا کرتے ہیں، اور جب وہ مسلمانوں کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں: یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں! اور ان کافروں کو مسلمانوں پر نگران بنا کر نہیں بھیجا گیا، پس آج ایمان والے کافروں پر ہنس رہے ہیں، مسہریوں پر بیٹھے نظارہ کر رہے ہیں، بالتحقیق کافروں کو ان کے کئے کا بدلہ مل گیا۔

فائدہ: مکہ کے کافروں کا جو طریقہ تھا: آج جہاں بھی کافروں کا غلبہ ہوتا ہے، مسلمانوں کے ساتھ ان کا یہی وتیرہ ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ کوئی ملک ہو، کوئی زمانہ ہو، کوئی ماحول ہو، نیک لوگوں کے ساتھ بدکار کافروں کا طریقہ ایک ہی رہتا ہے، پس مسلمان برداشت کریں، جب دنیا کی بساط پلیٹ دی جائے گی تو پانسہ پلٹ جائے گا، آج کے کمزور کل قوی ہو جائیں گے، اور جوان پرہنتے ہیں مسلمان ان پر ہنسیں گے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة الانشقاق

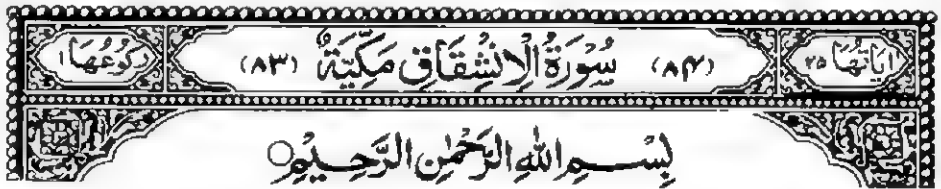
انشقاق کے معنی ہیں: پھٹنا، چرنا، شکاف پڑنا، کریم ہونا، اس سورت کا موضوع بھی حسب سابق قیامت اور مجازات ہے، اور اس سورت میں چار باتیں ہیں:

۱- انسان کا سب کرا کر ایسا اچھا برا قیامت کے دن اس کے سامنے آ جائے گا۔

۲- اللہ نے انسان کی دنیوی زندگی پر مشقت بنائی ہے، موت تک سخت محنت میں لگا رہنا ہے اور اعمال کا فرق یہاں ظاہر نہیں ہوگا، مگر ایک دن اس کو اپنے اعمال سے سابقہ پڑے گا، کسی کو اس کا ندمہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اور کسی کو اس کی پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں تھمایا جائے گا، اور ایسا قیامت کے دن ہوگا، اس دن دونوں کے احوال مختلف ہوں گے۔

۳- انسان کی موجودہ حالت آخری حالت نہیں، اس کو آگے درجہ بہ درجہ ترقی کرنی ہے، آگے دو زندگیاں ہیں، ایک قبر کی زندگی، دوسری: قیامت کی زندگی، یہ زندگی اس کی آخری حالت ہوگی، اور اس بات کو دو قسموں سے مدلل کیا ہے۔

۴- آخر میں کفار کے لئے زجر و توبخ ہے، ان کو دھمکایا ہے اور عذاب الیم کی خوش خبری سنائی ہے، اور نیک مومنین کو دائمی اجر کی خبر دی ہے۔



إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ ۖ وَأَذْنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۖ^(۱) وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ۖ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ۖ^(۲) وَأَذْنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۖ

إِذَا السَّمَاءُ	جب آسمان	انْشَقَّتْ وَأَذْنَتْ ^(۱)	چر جائے گا اور حکم سن لے گا	لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ^(۲)	اپنے رب کا اور وہ اسی لائق ہے
---------------------	-------------	---	--------------------------------	--	----------------------------------

(۱) اَذْنَتْ (س) اَذْنًا لَهُ وَآلِيهِ: کان لگا کر سننا (۲) حُقَّتْ: حقّ الأمور کا مجہول ہے، حُقَّتْ لَهُ اَنْ يَفْعَلَ كَذَا: اسے ایسا کرنا ضروری اور لازم ہے۔

وَلَا ذَا الْأَرْضُ	اور جب زمین	وَأَلْقَتْ مَافِيهَا	اور ڈال دے گی جو کچھ اس میں ہے	وَأَزْنَتْ لِرَبِّهَا	اور حکم سن لے گی اپنے رب کا
مُدَّتْ	کھینچ دی جائے گی	وَتَحَلَّتْ	اور خالی ہو جائے گی	وَحَقَّتْ ^(۱)	اور وہ اسی کے لائق ہے

انسان کا سب کرا کر ایسا اچھا برا قیامت کے دن اس کے سامنے آئے گا

جب (دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا، اور) آسمان پھٹ جائے گا۔ تاکہ فرشتے اور عرش پاک زمین پر اترے۔ اور وہ اپنے رب کا حکم سن لے گا، اور وہ اسی کے لائق ہے۔ یعنی اس کی حیثیت ہی یہ ہے کہ وہ اپنے پروردگار کا حکم مانے، اور اس کے سامنے مجبور ہو کر رہ جائے۔ اور جب زمین کھینچ دی جائے گی۔ یعنی بڑی کر دی جائے گی، حشر اسی زمین پر ہوگا، اولین و آخرین سب اسی زمین پر پیدا ہونگے، اس لئے زمین بڑی کر دی جائے گی، سمندر سوکھ جائیں گے، اور پہاڑ گرد ہو کر اڑیں گے اور سمندر کی گہر کو بھر دیں گے، اس طرح زمین پہاڑوں سے بھی خالی ہو جائے گی، علاوہ ازیں زمین کو بڑی طرح کھینچ دیا جائے گا، یا غبارے کی طرح ہوا بھر کر پھلا دیا جائے گا، پھر اس پر حشر ہوگا۔ اور وہ اپنے اندر کی چیزوں کو باہر ڈال دے گی اور خالی ہو جائے گی۔ مراد خاص ہے، یعنی مردے نکل آئیں گے، کوئی مرا ہوا زمین کے اندر نہیں رہے گا، سب نکل آئیں گے۔ اور وہ اپنے رب کا حکم سن لے گی، اور وہ اسی کے لائق ہے۔ اس دن انسان اپنے اعمال کو دیکھے گا۔

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدًّا حَافِلٌ لِّقِيهِ ۖ فَمَا مَنَ أَوْقَىٰ كِتَابَهُ بِمِيزَانٍ ۖ
فَسَوْفَ يُحَاسِبُ حَسَابًا يَّسِيرًا ۖ وَيُنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۖ وَأَمَّا مَنَ أَوْقَىٰ كِتَابَهُ
وَرَاءَ ظَهْرِهِ ۖ فَسَوْفَ يَدْعُوا ثُبُورًا ۖ وَيَصْلُ سَعِيرًا ۖ إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۖ
إِنَّهُ ظَنَّ أَن لَّنْ يَحُورَ ۖ بَلَىٰ ۖ إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا ۖ

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ	اے انسان بے شک تو	كَادِحٌ ^(۲) إِلَىٰ رَبِّكَ	تکلیف اٹھانے والا ہے تیرے رب تک	كَدًّا فَلِّقِيهِ ^(۳)	سخت تکلیف اٹھانا پھر تو اس سے ملنے والا ہے
--------------------------------------	----------------------	--	------------------------------------	-------------------------------------	---

(۱) اذا کی جزء محذوف ہے ای لَقِيَ الْإِنْسَانَ عَمَلَهُ: انسان کا کرا کر ایسا اس کے سامنے آ جائے گا، اور حذف کا قرینہ اگلی آیات ہیں۔ (۲) کادح: اسم فاعل: کَدَحَ (ف) فی العمل: محنت کرنا، مشقت اٹھانا، جانفشانی سے کام کرنا، انتھک کوشش کرنا۔ (۳) مثلاً فی: اسم فاعل: ضمیر کی طرف مضاف ای ملاقی المذکور من خیر أو شر یوم القيامة (جلالین)

فَاَمَّا مَنْ	پس رہا جو	مَسْهُودًا	خوش خوش	لَا يَذَّكَرْ	بے شک وہ تھا
اَوْفَىٰ	دیا گیا	وَاَمَّا مَنْ	اور رہا جو	فِيْٓ اَهْلِهِ	اپنے گھر والوں میں
كُتِبَتْ	اس کا نلمہ اعمال	اَوْفَىٰ	دیا گیا	مَسْهُودًا	خوش
بِیَمِينِهِ	اس کے ہاتھ میں	كُتِبَتْ	اس کا نلمہ اعمال	لَا يَذَّكَرْ	بیشک اس نے خیال کیا
مُسَوِّفٌ	پس عنقریب	وَرَاٰ ظَهْرَهُ	اس کی پیٹھ کے پیچھے	اِنَّ لَّنْ يَّعْوِزَ (۲)	کہ ہرگز نہیں لوٹے گا وہ
يُحَاسِبُ	حساب کیا جائے گا وہ	مُسَوِّفٌ يَّذْخَرُ	پس عنقریب پکارے گا	بَلَىٰ	کیوں نہیں
حَسَابًا اَيْسَرًا	آسان حساب	ثُبُورًا (۱)	موت کو	اِنَّ رَبَّنَا	بیشک اس کا رب
وَيُنْقَلِبُ	اور پلٹے گا وہ	وَاَيُّسًا	اور داخل ہوگا	كَانَ بِهِ	اس سے ہے
اِلَىٰ اَهْلِهِ	اپنے گھر والوں کی طرف	سَوِيْرًا	دور رخ میں	بَصِيْرًا	خوب واقف

انسان مشقت بھری زندگی گزارتا ہے اور شمرہ سامنے نہیں آتا، وہ اگلی زندگی میں سامنے آئے گا

اللہ نے انسان کی دنیوی زندگی مشقت بھری بنائی ہے، یہاں کسی کو چین نہیں، ہر شخص اچھے برے کام میں لگا ہوا ہے، اور شمرہ سامنے نہیں آتا، پس کیا ہیرا اور خرف برابر ہو جائیں گے؟ نہیں! ایک دن آئے گا جس میں انسان کو اپنے عمل سے سابقہ پڑے گا، اس دن لوگ دو طرح کے ہوں گے:

ایک: دائیں والے جن کو نلمہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، ان کا آسان حساب ہوگا، اعمال دکھلا دیئے جائیں گے، پھر برائیوں سے درگزر کیا جائے گا، وہ میدان قیامت میں اپنے گھر والوں کے پاس خوش خوش لوٹے گا، جیسے ہم دنیا میں دیکھتے ہیں: اگر کسی کو کسی سنگین جرم میں عدالت میں جانا پڑتا ہے تو اس کے متعلقین کو اس کی واپسی کا کتنا سخت انتظار ہوتا ہے، پھر جب وہ بری ہو کر لوٹتا ہے تو خود اس کو اور اس سے مل کر اوروں کو کتنی خوشی ہوتی ہے؟ آخرت کی عدالت کا معاملہ دنیا کی عدالت سے زیادہ سخت اور سنگین ہے!

دوسرے: بائیں والے: جن کو نلمہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، جب نلمہ اعمال اڑیں گے، اور بروں کے بائیں ہاتھ کی طرف آئیں گے تو وہ اپنا انجام سمجھ جائیں گے؟ اور بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ نہیں لینا چاہیں گے، وہ اپنا بایاں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے چھپا دیں گے، پس ان کو وہیں بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ تھمایا جائے گا، یہ شخص دنیا میں اپنی فیملی میں خوش خوش زندگی گزارتا تھا، اور اس کا گمان تھا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہونا، کیوں نہیں ہونا؟ مرنے کے بعد بھی اللہ

(۱) ثُبُور: مصدر: ہلاک ہونا، بابہ نصر (۲) حَارَ (ن) حَوْرًا: لوٹنا، واپس ہونا۔

تعالیٰ تیرے احوال سے باخبر ہیں جس طرح انھوں نے تجھ کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے دوبارہ پیدا کریں گے!

جس کے ساتھ حساب میں روکو کی گئی اس کی لٹیا ڈو بی!

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس سے بھی حساب لیا جائے گا وہ ہلاک ہوگا!“ صدیقہؓ نے عرض کیا: اللہ مجھے آپ پر قربان کریں! کیا اللہ تعالیٰ (سورة الانشقاق آیات ۷ و ۸ میں) نہیں فرماتے: ”جس کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا: اس سے آسان حساب لیا جائے گا؟“ آپؐ نے فرمایا: ”وہ پیش کرنا ہے، لوگ پیش کئے جائیں گے (بندے کو بلا کر اس کے سامنے اس کے سب اعمال رکھ دیئے جائیں گے، پھر اس کی مغفرت کر دی جائے گی) اور جس کے ساتھ حساب میں روکو کی گئی، وہ ہلاک ہو یعنی جس سے پوچھا گیا کہ یہ گناہ کیوں کیا؟ اور جب تک مجرم جواب نہیں دے گا حساب میں پیش رفت نہیں ہوگی: وہ مرادیا جائے گا۔

آیات پاک: — اے انسان! بے شک تو اپنے پروردگار کے پاس پہنچنے تک مشقت بھری زندگی گزارنے والا ہے، پس تو اس سے — یعنی اپنے اعمال سے — ملنے والا ہے، پس رہا وہ شخص جس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا گیا، اس سے عنقریب آسان حساب لیا جائے گا، اور وہ اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش لوٹے گا — اور رہا وہ شخص جس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا گیا تو وہ عنقریب ہلاکت کو پکارے گا، اور وہ جہنم میں جائے گا — وہاں وہ بد بخت کیا کرے گا؟ موت کو پکارے گا، بے بسی کے ساتھ پکارے گا کہ شاید موت آجائے، اور جان بچ جائے، مگر اب موت بھی نہیں آئے گی، اب تو بس دوزخ ہے اور اس کا عذاب! — بے شک وہ (دنیا میں) اپنے متعلقین میں خوش خوش زندگی گزارتا تھا، اور اس نے خیال کر رکھا تھا کہ وہ ہرگز نہیں لوٹے گا — یعنی دوبارہ پیدا نہیں ہوگا — کیوں نہیں! اس کا پروردگار اس سے خوب واقف ہے!

فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۖ وَالْيَلِ ۖ وَمَا وَسَقٍ ۖ وَالْقَمَرِ ۖ إِذَا اتَّسَقَ ۖ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۖ

طَبَقٍ ۖ

فَلَا أُقْسِمُ	پس نہیں	بِالشَّفَقِ	شفق کی	وَمَا	اور ان کی جن کو
اُقْسِمُ	قسم کھاتا ہوں میں	وَالْيَلِ	اور رات کی	وَسَقٍ (۲)	سمیٹا اس نے

(۱) فلا: پس نہیں یعنی انسان کی موجودہ حالت آخری حالت نہیں، آگے تو کین: جواب قسم آ رہا ہے، اس کی ضد کی نفی ہے۔
(۲) وَسَقٍ وَسَقًا: متفرق کو جمع کرنا (راغب) موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے ای وَسَقًا۔

وَالْقَمِي لَاذَا	اور چاند کی جب	الْشَّقِ (۱) لَتَرْكَبُنَّ (۲)	پورا ہو جائے ضرورت کم کو چڑھتا ہے	طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ	(اوپر کے) درجہ میں (نیچے کے) درجہ سے
----------------------	-------------------	-----------------------------------	--------------------------------------	------------------------	---

انسان کی موجودہ حالت آخری حالت نہیں، آگے قبر اور قیامت کی زندگیاں آرہی ہیں

اوپر یہ بات آئی ہے کہ کافر گمان کرتا ہے کہ وہ دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا، اس کا یہ خیال غلط ہے، انسان کی یہ دنیوی زندگی اس کی آخری حالت نہیں، آگے دوزندگیاں اور آرہی ہیں: ایک: قبر کی زندگی، دوسری: قیامت کی زندگی، اور اس کو دو قسموں سے مدلل کیا ہے۔

پہلی قسم: دن ختم ہوتا ہے تو رات شروع ہوتی ہے، کچھ دیر دن کا اثر شفق کی صورت میں باقی رہتا ہے، پھر رات چھا جاتی ہے، اور تمام حیوانات اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں، اسی طرح دنیا کی زندگی ختم ہوتی ہے تو موت آتی ہے اور لوگ چند دن یا درکھتے ہیں (یہ شفق ہے) پھر بھول جاتے ہیں (یہ رات چھا گئی) اور سب روحمیں بتدریج عالم برزخ میں سمٹ جاتی ہیں (یہ رات نے حیوانات کو سمیٹ لیا)

پھر عالم برزخ میں روحوں کی تربیت کی جاتی ہے، وہاں روحمیں قوی ہوتی ہیں، اس دنیا میں روح پانچ فٹ اور ستر کلو وزن کے جسم کو ڈیل کر سکتی ہے، اور قیامت کے دن جسم ساٹھ ہاتھ کا ہوگا، اور اسی قدر وزنی بھی ہوگا، پس روحمیں جب ریوس آئیں گے تو وہ ان ابدان کو ڈیل کریں گی، روحمیں اتنی پاور فل کہاں بن گئیں؟ عالم برزخ میں ان کو ایسا قوی بنایا گیا۔

دوسری قسم: مہینہ شروع ہوتا ہے تو ہلال (نیا چاند) نمودار ہوتا ہے، پھر وہ دن بہ دن بڑھتا جاتا ہے، یہاں تک کہ چودھویں کو بدر کمال بن جاتا ہے، اسی طرح انسان درجہ بہ درجہ ترقی کرتا رہے گا، یہاں تک کہ قیامت کے دن کمال حالت میں پہنچ جائے گا۔

آیات پاک: — پس نہیں — یعنی انسان اپنی موجودہ حالت ہی میں نہیں رہے گا — میں شفق کی قسم کھاتا ہوں اور رات کی قسم کھاتا ہوں، اور ان چیزوں کی قسم کھاتا ہوں جن کو رات سمیٹ لیتی ہے — یہاں تک ایک قسم ہے — اور چاند کی قسم کھاتا ہوں جب وہ پورا بھر جاتا ہے — یہ دوسری قسم ہے — تم لوگوں کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں پہنچنا ہے — یہ جواب قسم اور مدعی ہے۔

(۱) اَتَسْقَى الْقَمَرُ: چاند کا پورا ہونا، مَادَّةُ وَسْقٍ۔ (۲) تَرْكَبُنَّ: رُكُوب سے، مضارع بانون تاکید ثقیلہ، صیغہ جمع مذکر حاضر، اصل لَتَرْكَبُوْنَ تَمَّا، نون جمع اور واد حذف ہوا ہے (جالین)

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۝ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا
يَكْذِبُونَ ۝ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ۝ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ لَا الَّذِينَ آمَنُوا
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝

فَمَا لَهُمْ	پس ان کو کیا ہوا	كَفَرُوا	انکار کیا	أَلِيمٍ	دردناک
لَا يُؤْمِنُونَ	ایمان نہیں لاتے	يَكْذِبُونَ	جھٹلاتے ہیں	لَا الَّذِينَ	مگر جو لوگ
وَإِذَا قُرِئَ	اور جب پڑھا جاتا ہے	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	آمَنُوا	ایمان لائے
عَلَيْهِمْ	ان کے سامنے	أَعْلَمُ	خوب جانتے ہیں	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے
الْقُرْآنُ	قرآن	بِمَا يُوعُونَ ^(۱)	جس کو وہ جمع کرتے ہیں	الصَّالِحَاتِ	نیک کام
لَا يَسْجُدُونَ	(تو) سجدہ نہیں کرتے	فَبَشِّرْهُمْ	پس خوشخبری سنائیں انکو	لَهُمْ أَجْرٌ	ان کے لئے اجر ہے
بَلِ الَّذِينَ	بلکہ جنھوں نے	بِعَذَابٍ	عذاب کی	غَيْرُ مَمْنُونٍ	نہ ختم ہونے والا

قرآن کریم کی تکذیب کرنے والوں کو لتاڑ

پس ان لوگوں کو — یعنی قرآن کے مخاطبین کو — کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے، اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے؟ — یہ سجدہ کی آیت ہے، یہاں سجدہ واجب ہے — بلکہ منکرین (الٹے) تکذیب کرتے ہیں، اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو وہ بھرے ہوئے ہیں — یعنی دلوں میں جو تکذیب و انکار، بغض و عناد اور حق کی دشمنی بھری ہوئی ہے اس کو تو اللہ ہی خوب جانتا ہے (فوائد) — پس خوش خبری سنائیں ان کو دردناک عذاب کی، البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے ان کے لئے کبھی نہ ختم ہونے والا صلہ ہے!



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ البروج

بُورُج: بُورُج کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: بڑے ستارے جو نگلی آنکھ سے نظر آتے ہیں، اور بُورُج (ن) بُورُجَا کے معنی ہیں: بلند اور نمایاں ہونا، سورت کے شروع میں بڑے ستاروں کی قسم کھائی ہے، اس لئے سورت کا یہ نام ہے، درمنثور میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں یہی تفسیر آئی ہے۔

یہ سورت مضمون کے اعتبار سے گذشتہ سورت کا تکملہ ہے، گذشتہ سورت کے آخر میں قرآن کی تکذیب کرنے والے کفار قریش کو لٹاڑا ہے، اب اس سورت کے شروع میں قیامت کے دن اصحابِ اخدود (کھائیوں والوں) کے مقدمہ کی کاروائی، فیصلہ اور ان کا انجام سنایا ہے، کیونکہ کفار قریش نے بھی کمزور مسلمانوں کو ستانے میں اور ان کی ایذا رسانی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، ان ظالموں کو خندق والے ظالموں کا مآل سنایا ہے کہ ان ظالموں کے خلاف قیامت کی کورٹ سے قصاصاً قتل کا فیصلہ ہوگا، اس سے سبق لیں۔

پھر مکذبین کو وارننگ دی ہے کہ اگر وہ مسلمانوں کو ستانا نہیں چھوڑیں گے اور ایمان نہیں لائیں گے تو ان کو دوزخ کے عذاب سے سابقہ پڑے گا۔ اس کے بالمقابل اہل ایمان کی ڈھارس بندھوائی ہے، اور ان کو بڑی کامیابی کا مژدہ سنایا ہے، پھر سورت کے ختم تک کفار مکہ سے خطاب ہے، ان کو اللہ کی پکڑ سے ڈرایا ہے اور قرآنِ کریم کی عظمت کا بیان ہے۔

اصحابِ اخدود کا واقعہ

صحیح مسلم میں یہ واقعہ مفصل آیا ہے: اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی کافر بادشاہ کے پاس ایک کاہن (غیب کی خبریں دینے والا) تھا، اس نے بادشاہ سے کہا: مجھے کوئی ہوشیار لڑکا دو، تاکہ میں اس کو اپنا علم سکھا دوں، چنانچہ ایک لڑکا تجویز کیا گیا، اس کے راستہ میں ایک عیسائی راہب رہتا تھا، جو اس وقت کے دینِ حق (مسیحیت) کا سچا پیرو تھا، اس لڑکے کی راہب کے پاس آمد و رفت شروع ہوئی، اور وہ خفیہ طور پر مسلمان ہو گیا — ایک مرتبہ اس لڑکے نے دیکھا کہ ایک شیر نے لوگوں کا راستہ روک رکھا ہے، اور لوگ پریشان ہیں، اس نے ایک پتھر لے کر دعا کی: اے اللہ! اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ جانور میرے پتھر سے مارا جائے! پھر پتھر شیر کو مارا تو وہ مر گیا، لوگوں میں اس کا بڑا چرچا ہوا کہ اس لڑکے کو کوئی

عجیب علم آتا ہے، ایک اندھے نے یہ بات سنی، کہتے ہیں: وہ بادشاہ کا وزیر تھا، اس نے آکر لڑکے سے کہا: اگر میری آنکھیں اچھی ہو جائیں تو میں نواز دوں گا، لڑکے نے کہا: مجھے مال نہیں چاہئے، اگر تو مسلمان ہونے کا وعدہ کرے تو میں دعا کروں، اس نے وعدہ کیا، لڑکے نے دعا کی اور وہ بینا ہو کر مسلمان ہو گیا، بادشاہ کو یہ سب خبریں پہنچیں، اس نے لڑکے کو، راہب کو اور اندھے کو طلب کر لیا، جواب دینا تھا، پھر راہب اور بینا کو تو شہید کر دیا، اور لڑکے کے لئے حکم دیا کہ اس پہاڑ سے گرا دیا جائے، مگر جو لوگ اس کو لے کر گئے تھے وہ گر کر ہلاک ہو گئے، اور لڑکا بچ آیا، پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو سمندر میں غرق کر دیا جائے، مگر جو ڈوبنے گئے تھے وہ سب غرق ہو گئے اور لڑکا زندہ سلامت نکل آیا تو بادشاہ سخت مضطرب ہوا۔ لڑکے نے بادشاہ سے کہا: اگر تو مجھے مارنا چاہتا ہے تو بسم اللہ کہہ کر تیرا مار: میں مر جاؤں گا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور لڑکا شہید ہو گیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر ملک کے بہت سے عوام ایمان لے آئے، بادشاہ بدحواس ہو گیا، اس نے ارکان سلطنت کے مشورے سے بڑی بڑی خندقیں آگ سے دہرائیں، اور اعلان کیا کہ جو اسلام سے نہیں پھرے گا وہ نذر آتش کر دیا جائے گا، چنانچہ سب مسلمان زندہ جاوید بن گئے، ایک بھی دین سے نہیں پھرا۔

(۸۵) سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ (۲۷) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ ۝ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ ۝ وَشَٰهِدٍ ۝ وَمَشْهُودٍ ۝ قَتَلَ أَصْحَبُ الْأَعْدُوْدِ ۝
النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ ۝ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ۝ وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ۝
وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَن يُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۝
وَاللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَٰهِدٌ ۝

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ	آسمان کی قسم بڑے ستاروں والے	وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ ^(۱)	اور دن کی قسم وعدہ کئے ہوئے	وَشَٰهِدٍ ^(۲) وَمَشْهُودٍ ^(۳)	اور گواہوں کی قسم اور وعدہ کئے فریقین کی قسم
----------------------------------	---------------------------------	--	--------------------------------	--	---

(۱) الموعود: وعدہ کیا ہوا: یعنی قیامت کا دن (۲) شاہد اور مشہود: اسم جنس ہیں، قلیل و کثیر پر بولے جاتے ہیں
(۳) مشہود کے بعد لہ و علیہ محذوف ہے، کورٹ میں گواہ مدعی پیش کرتا ہے، پس وہ مشہود لہ ہے، اور گواہی مدعی علیہ
(منکر) کی موجودگی میں سنی جاتی ہے، پس وہ مشہود علیہ ہے۔

فُتِلَ (۱)	مارے گئے	بِالْمُؤْمِنِينَ	مسلمانوں کے ساتھ	الْجَمِيدِ	ستودہ صفات
أَصْحَابُ الْأَخْدُودِ	کھائیوں والے!	شُهُودٌ	آنکھوں سے دیکھ رہے تھے	الَّذِي لَهُ	وہ جس کے لئے
النَّارِ (۲)	آگ والے	وَمَا نَقُودُوا	اور نہیں عیب پایا انھوں نے	مُلْكٌ	حکومت ہے
ذَاتِ الْوُكُودِ	بہت ایستادن والی	وَمِنْهُمْ	ان لوگوں میں	الْتَّمُوتِ	آسمانوں
إِذْهُمْ عَلَيْهَا	جبکہ وہ کھائیوں پر	إِلَّا أَنْ	مگر یہ کہ	وَالْأَرْضِ	اور زمین کی
صُودٌ	بیٹھے تھے	يُؤْمِنُونَ	ایمان لائے تھے وہ	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
وَهُمْ عَلَىٰ مَا	اور وہ اس کو جو	بِاللَّهِ	اللہ تعالیٰ پر	عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کو
يَفْعَلُونَ	وہ کر رہے تھے	الْعَزِيزِ	زبردست	شَهِيدٌ	دیکھنے والے ہیں

قیامت کی کورٹ سے کھائیوں والوں کے لئے قتل کا فیصلہ

پہلے چار باتیں جان لیں:

۱- قیامت کے لمبے دن میں — جو پچاس ہزار سال کا ہے — اس دنیا کے تمام معاملات اللہ کی عدالت میں آخری فیصلہ کے لئے پیش ہونگے، خواہ دنیا میں ان کے فیصلے ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں، اور خواہ فیصلے صحیح ہوئے ہوں یا غلط: سب کے دوبارہ آخری فیصلے ہونگے۔

۲- کھائیوں والوں کے خلاف اس دنیا میں کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا، کیونکہ وہ زبردست تھے، ان کے خلاف کون مقدمہ دائر کرتا اور کہاں کرتا؟ اب شہداء اللہ کی عدالت میں ان کے خلاف دعویٰ دائر کریں گے، اور کاروائی کے بعد ان کے خلاف قتل عہد میں قصاص کا فیصلہ ہوگا کہ قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔

۳- انسان کے اعمال ہر طرف ریکارڈ ہو رہے ہیں، زمین محفوظ کر رہی ہے، وہ قیامت کے دن گواہی دے گی، انسان کے اعضاء محفوظ کر رہے ہیں، وہ قیامت کے دن بولیں گے، آسمان کے بڑے بڑے ستارے ریکارڈ کر رہے ہیں، وہ گویا واج کرنے والے کیمرے ہیں، وہ قرآن خارجیہ کے طور پر پیش ہونگے اور ستاروں کی یہ ریکارڈنگ ایک مثال ہے، ہر خارجی قرینہ پیش ہوگا۔

۴- مقدمہ میں مدعی (خندق کے شہداء) گواہ پیش کریں گے، وہ گواہ کون ہونگے؟ درمنثور میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ وہ گواہ نبی ﷺ ہونگے، اور حضور گواہ ہونگے تو آپؐ سے پہلے آپؐ کی امت گواہ ہوگی اور وہ (۱) لختل: محذوف جواب قسم کا قرینہ ہے، یعنی اصحاب اخدود کے خلاف قتل کا فیصلہ ہوگا (۲) النار: اصحاب الاخذود سے بدلہ اُٹتا ہے، یعنی یہ دوزخ کی آگ نہیں، بہت سارے ایستادن میں لگائی ہوئی آگ ہے۔

حدیث جس میں جمعہ اور عرفات سے تفسیر آئی ہے وہ حدیث ضعیف ہے، اس کا ایک راوی موسیٰ بن عبیدہ کی حدیثی یادداشت اچھی نہیں تھی، اور یہ حدیث اسی راوی سے مروی ہے (تحفۃ المصنف ۵۲۱:۷) پس شہداء مشہور دہم ہونگے، اور گواہی اصحاب الاخذہ کی موجودگی میں سنی جائے گی، اس لئے وہ مشہور علیہم ہونگے۔

مقدمہ کا فیصلہ: قیامت کے دن جس کا پکا وعدہ ہے، کھائیوں والے شہداء نے اصحاب الاخذہ کے خلاف مقدمہ دائر کیا، قرآن خارجیہ پیش ہوئے، مثلاً: بڑے ستاروں نے جو ریکارڈ کیا تھا وہ پیش ہوا، اور فریقین کی موجودگی میں گواہی گزری، اب انصاف سے فیصلہ کیا جاتا ہے کہ اصحاب الاخذہ کو قتل عمد کی سزا میں قصاصاً قتل کیا جائے، اس فیصلہ کی طرف لفظ قتل اشارہ کرتا ہے، البتہ آخرت کے قتل کی نوعیت الگ ہوگی۔

مقدمہ کی مسل: کسی زمانہ میں، کسی علاقہ میں، کچھ لوگ ایک کرمہ دیکھ کر مسلمان ہوئے تھے، بادشاہ کافر اور ظالم تھا، اس نے سب ایمان لانے والوں کو گرفتار کر لیا، اور مرتد ہونے کا حکم دیا، مسلمانوں نے انکار کیا، اس نے گہرے کھدے کھدوائے، اور ان میں سوختہ بھر کر دھکایا، پھر جو ایمان سے نہیں ہٹا اس کو آگ میں ڈال کر بھن دیا۔

ان مسلمانوں کا جرم کیا تھا: جس کی ان کو یہ سزا دی گئی؟ صرف ایک جرم تھا کہ وہ اللہ پر ایمان کیوں لائے، حالانکہ یہ کوئی جرم نہیں تھا، اللہ کا تو حق تھا کہ ان پر ایمان لایا جائے، وہ زبردست ستودہ صفات ہیں، آسمانوں اور زمین کی حکومت انہی کی ہے، ان پر ایمان نہیں لائیں گے تو اور کس پر ایمان لائیں گے؟

پھر آخر میں یہ بات ہے کہ مقدمہ کی یہ کاروائی اور فیصلہ: ضابطہ کی کاروائی ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہیں، ان کو سزا دینے کے لئے کسی کاروائی کی ضرورت نہیں۔

آیات پاک: — بڑے بڑے ستاروں والے آسمان کی قسم! — یہ مثال کے طور پر قرآن خارجیہ کا تذکرہ ہے — اور وعدہ کئے ہوئے دن کی قسم! — یعنی قیامت کے دن یہ مقدمہ چلے گا — اور گواہوں کی اور جن کے خلاف یا موافق گواہی دی جائے گی ان کی قسم! — یہ مقدمہ کے کردار ہیں — اور کیا فیصلہ ہوگا؟ یہ محذوف ہے، اور اس کا قرینہ یہ ہے: — مارے گئے کھائیوں والے یعنی بہت سے ایندھن میں آگ لگانے والے — مقدمہ کی مسل — جس وقت وہ لوگ اس آگ پر بیٹھے ہوئے تھے — یعنی بادشاہ اور اس کے وزیر و مشیر خندقوں کے آس پاس بیٹھے ہوئے نہایت سنگدلی سے مسلمانوں کے جلنے کا (دل دوز) تماشا دیکھ رہے تھے، بد بختوں کو ذرا رحم نہ آتا تھا! (نوائد) — اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے — یہ کھائیوں والوں کے جرم کی سنگینی کا بیان ہے — اور انھوں نے ان مسلمانوں میں کوئی عیب نہیں پایا سوائے اس کے کہ وہ زبردست ستودہ صفات اللہ پر ایمان

لائے تھے۔ بس یہی ان کا جرم تھا۔ وہ جس کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں۔ یعنی حقیقی بادشاہ کی بات مانی ضروری ہے، ظاہری بادشاہ کی بات کیوں مانی جائے؟ آخری بات:۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے خوب واقف ہیں۔ ان کو سزا دینے کے لئے کسی کاروائی کی ضرورت نہیں!

إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝
إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ۝

إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا	بے شک جنھوں نے ستایا	وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ	اور ان کے لئے عذاب ہے آگ کا	لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ	ان کیلئے باغات ہیں بہتی ہیں ان کے نیچے سے نہریں یہ کامیابی ہے بڑی
وَالْمُؤْمِنَاتِ	اور مسلمان مردوں کو	ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا	پھر توبہ نہیں کی انھوں نے	ذَلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ	یہ کامیابی ہے بڑی
ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا	پھر توبہ نہیں کی انھوں نے	وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ	تو ان کیلئے عذاب ہے دوزخ کا	الْكَبِيرُ	بڑی

مکذبین کو وارننگ اور مسلمانوں کو تسلی

اب مشرکین مکہ سے خطاب ہے۔ بے شک جنھوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ستایا۔ ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے، اور ان کو وطن چھوڑنے پر مجبور کیا۔ پھر انھوں نے توبہ نہیں کی۔ یعنی ایمان نہیں لائے، ایمان لانے سے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ تو ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے۔ دنیا میں ممکن ہے وہ سزا سے بچے رہیں۔ اور ان کے لئے جتنے عذاب ہے! یہ کھائیوں والوں کی سزا کی طرف اشارہ ہے کہ انھوں نے مسلمانوں کو جلا یا تھا اس لئے تو ان کو آخرت میں دوزخ کی آگ میں جلا یا جائے گا۔

بیشک جو لوگ ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے: ان کے لئے (آخرت میں) باغات ہیں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ اس لئے وہ سدا بہار ہیں۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔ یعنی اس سے بڑی کسی کامیابی کا تصور کیا جاسکتا ہے۔

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِي وَيُعِيدُ ۖ وَهُوَ الْغَفُورُ الْودُودُ ۖ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۖ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۖ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ۖ فِرْعَوْنٌ وَثَمُودُ ۖ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ۖ وَاللَّهُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ ۖ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ۖ فِي كُوفٍ مَّحْفُوظٍ ۖ

۱۱

رَبِّكَ	بے شک پکڑ	الْمَجِيدُ ^(۳)	بڑی شان والا	فِي تَكْذِيبٍ	جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں
لَشَدِيدٌ	تیرے رب کی	فَعَالٌ	کر ڈالنے والا	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
هُوَ يُبْدِي وَيُعِيدُ ^(۱)	البتہ سخت ہے	لِّمَا يُرِيدُ	جو کچھ بھی چاہے	مِنْ وَرَائِهِمْ ^(۵)	ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں
وَالَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ^(۲)	بے شک وہی	هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ^(۳)	کیا پہنچی تجھے بات لشکروں کی	مُحِيطٌ	بلکہ وہ
وَالَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ^(۲)	پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے	فِرْعَوْنٌ وَثَمُودُ ^(۴)	فرعون اور ثمود کی؟	قُرْآنٌ	پڑھنے کی کتاب ہے
وَالَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ^(۲)	اور وہی لوٹائے گا	وَالَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ^(۲)	بلکہ جنہوں نے انکار کیا	مَّجِيدٌ	عظمت والی
وَالَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ^(۲)	اور وہ	مُحِيطٌ	بلکہ جنہوں نے انکار کیا	فِي كُوفٍ	تختی میں
وَالَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ^(۲)	بڑا بخشنے والا	مُحِيطٌ	بلکہ جنہوں نے انکار کیا	مَّحْفُوظٌ	حفاظت سے رکھی ہوئی
وَالَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ^(۲)	بڑا محبت کرنے والا ہے	مُحِيطٌ	بلکہ جنہوں نے انکار کیا	مُحْفُوظٌ	حفاظت سے رکھی ہوئی
وَالَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ^(۲)	تختِ شاہی والا	مُحِيطٌ	بلکہ جنہوں نے انکار کیا	مُحْفُوظٌ	حفاظت سے رکھی ہوئی

قرآن کی تکذیب کرنے والوں کو اللہ کی پکڑ سے ڈرنا چاہیے

اللہ تعالیٰ میں ایک طرفہ صفات نہیں، دونوں طرح کی صفات ہیں، وہ غفور رحیم ہیں تو ان کی پکڑ اور سزا بھی سخت ہے، سورۃ الحجر کی (آیات ۴۹ و ۵۰) ہیں: ﴿يَتَّبِعُ عَبْدًا ذِي الْإِنْفِ أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ﴿﴾ میرے بندوں کو آگاہ کر دیجئے کہ میں ہی بہت درگزر کرنے والا، بے حد مہربانی کرنے والا ہوں، اور (یہ بھی) کہ میری ہی سزا انہایت دردناک سزا ہے! پس ایک طرفہ صفات پر تکیہ کرنا نادانی ہے، جاہل مسلمان جو اللہ کی صفت (۱) أَبْدَأُ الشَّيْءَ: پیدا کرنا، باب افعال (۲) أَعَادَ إِعَادَةً: لوٹانا، باب افعال، (۳) الْمَجِيدُ: اللہ کی صفت ہے، العرش کی صفت نہیں (۴) فِرْعَوْنُ: الجنود سے بدل ہے (۵) اللہ تعالیٰ کسی جہت میں نہیں، اس لئے وراء کا ترجمہ آگے یا پیچھے نہیں کریں گے، ہر طرف کریں گے۔

رحمت پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں وہ فریبِ نفس میں مبتلا ہیں، یہاں بھی قرآن کی تکذیب کرنے والوں کو اللہ کی پکڑ اور عذاب سے ڈرایا ہے، مگر ان کو یہ سزا دوسری زندگی میں ملے گی۔

﴿رَأَىٰ بَطْشَ رَبِّكَ لَنَلَذَّ لُنَا ۖ وَهُوَ يُبْدِي ۚ وَيُعِينُ ۝﴾

ترجمہ: بیشک آپ کے رب کی پکڑ بہت سخت ہے، بے شک وہی پہلی بار پیدا کرتے ہیں اور وہی دوبارہ پیدا کریں گے۔ اس وقت مکذبین کی سخت پکڑ ہوگی، اللہ پاک ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں، وہ اللہ کی سزا سے بچ نہیں سکتے۔

عظمتِ قرآن کا بیان

کسی ذات میں متعدد صفات ہوں تو بعض کا بعض پر اثر پڑتا ہے، جیسے باپ، شفیق، مہربان اور منصف مزاج ہو تو اس کے ہر فیصلہ سے مہربانی اور شفقت ٹپکے گی، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بھی پانچ صفات ہیں، اور چھٹی صفت: کلام ہے، پس ان صفاتِ خمسہ کا اثر قرآن میں ضرور آئے گا، وہ پانچ صفات یہ ہیں:

۱- وہ غفور: بڑے بخشنے والے ہیں، کفر و شرک کے سوا ہر خطا جس کے لئے چاہیں گے معاف کر دیں گے۔

۲- وہ ودود: بہت محبت کرنے والے ہیں، صالح کو اپنی مصنوعات سے محبت ہوتی ہے۔

۳- وہ شامی تحت: والے ہیں، یعنی کائنات پر بلا شرکت غیرے انہی کا کنٹرول ہے۔

۴- وہ مجید: عظمت والے ہیں، ایسی عظمت جس کو کوئی چھو نہیں سکتا۔

۵- وہ جو چاہیں کر گزرنے والے ہیں، فرعون کو اس کے لاؤ لشکر کے ساتھ غرقاب کر دیا تو ان کا کیا نقصان ہوا؟ شمود

جیسی زور آور قوم کو صفحہ ہستی سے نابود کر دیا تو ان کا کیا بڑ گیا؟

اور چھٹی صفت: کلام ہے، کفار جس کی تکذیب میں لگے ہوئے ہیں، مگر اللہ ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں،

وہ تکذیب کی سزا سے بچ نہیں سکتے، عظمت والا کلام پہلے لوح محفوظ میں جلوہ گر ہوا، وہاں سے بیت معمور میں اتارا گیا، پھر

وہاں سے چوکیداری کے ساتھ نبی ﷺ پر اتارا گیا، جو آج ہمارے ہاتھوں میں ہے، اس کی ہر طرح تعظیم کی جائے، اس

کو پڑھا سمجھا جائے اور اس کے احکام پر عمل کیا جائے، اور اس کو چاروں گ عالم میں پھیلا یا جائے۔

﴿وَهُوَ الْغَفُورُ الْودُودُ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۝ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۝ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ۝ فِرْعَوْنُ وَثَمُودُ ۝ بِلِ الْذِّينِ كَفَرُوا ۖ فِي تَكْذِيبٍ ۝ وَاللَّهُ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ مُخِيطٌ ۝ بَلْ هُوَ قَائِلٌ مَّجِيدٌ ۝ فِي كُوفِهِمْ مَّخْفُوظٌ ۝﴾

ترجمہ: اور وہ بڑے بخشنے والے، بہت محبت کرنے والے، تختِ شامی کے مالک، عظمتوں والے، جو چاہیں کر

گزرنے والے ہیں، کیا آپ کو لشکروں کی بات پہنچی ہے یعنی فرعون اور شمود کی، بلکہ مکرین تکذیب میں لگے ہوئے ہیں،

اور اللہ تعالیٰ ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں، بلکہ وہ باعظمت پڑھنے کی کتاب ہے جو محفوظ سختی میں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الطارق

طارق کے معنی ہیں: رات میں طلوع ہونے والا روشن ستارہ، طوق النجم (ن) کے معنی ہیں: رات کو ستارہ کا نمودار ہونا پہلی آیت میں ایسے ستارہ کی قسم ہے، اس لئے یہ سورت کا نام ہے۔

اس سورت کا موضوع بھی قیامت، بعثت بعد الموت اور قرآن کی حقانیت کا بیان ہے، اور اس سورت میں ترتیب وار چار باتیں بیان فرمائی ہیں:

۱- بات یہاں سے شروع کی ہے کہ ہر تنفس (سانس لینے والا) اللہ کی نگرانی میں ہے، اور اس کو دو دلیلوں سے مدلل کیا ہے، آسمان کی اور رات میں طلوع ہونے والے چمکدار ستارے کی قسم کھائی ہے، یہ دونوں غیر تنفس (جمادات) ہیں، جب ان پر نگرانی مقرر ہے، تو تنفس بلکہ انسان پر نگرانی بدرجہ اولیٰ مقرر ہوگی، وہ نگرانی کے زیادہ محتاج ہیں۔

۲- پھر بات آگے بڑھائی ہے کہ انسان اپنی تخلیق میں غور کرے، اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے، جس کا مرکز دل ہے، جو پیٹھ اور سینہ کی پسلیوں کے درمیان ہے، مرکز سے لے کر آخری مرحلہ تک انسان اللہ کی نگرانی میں بننا اور بڑھتا ہے، پس کیا انسان کو اللہ تعالیٰ دوبارہ بنانے پر قادر نہیں؟

۳- انسان کو دوبارہ اللہ تعالیٰ کب زندہ کریں گے؟ جب سینوں کے راز آشکارہ ہونگے، جس دن انسان کے پاس نہ کوئی طاقت ہوگی نہ مددگار یعنی قیامت کے دن اس کو دوبارہ زندہ کریں گے، پھر اس کو ایک نظیر سے سمجھایا ہے، آسمان پر ستا ہے تو زمین سبزہ اگاتی ہے، اسی طرح قیامت کے دن خاص بارش ہوگی، جس سے زمین سے مردے باہر نکل آئیں گے۔

۴- پھر آخر میں یہ بیان ہے کہ یہ سب باتیں قرآن کریم بیان کر رہا ہے، اور وہ دو ٹوک فیصلہ کرنے والی کتاب ہے، اس کی باتیں دل لگی نہیں ہیں، مگر منکرین قرآن کی دعوت کو روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں، اور اللہ تعالیٰ بھی دعوت قرآن کے پھیلنے کی تدبیریں کر رہے ہیں، پس ذرا صبر کریں، مکذبین کو ذرا مہلت دیں، وہ جلد اسلام کی کامیابی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔



ذُكِرَ هُنَا

(۸۶) سُورَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ (۳۶)

بَيَّنَّا هُنَا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ۚ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ ۚ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۚ إِنَّ كُلَّ نَفْسٍ لَنَا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۚ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۚ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۚ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۚ إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۚ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۚ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ۚ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۚ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۚ إِنَّهُ لَقَوْلُ فَصْلٍ ۚ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۚ إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۚ وَآكِيدُ كَيْدًا ۚ فَمَهْلِكُ الْكَافِرِينَ آمِهْلَهُمْ رُيُودًا ۚ

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ	آسمان کی قسم اور رات میں آنے والے کی قسم!	فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ (۲)	پس چاہئے کہ دیکھے انسان کس چیز سے	إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ	بے شک وہ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر یقیناً پوری قدرت رکھتا ہے جس دن جاچے جائیں گے سرستہ راز
النَّجْمُ الثَّاقِبُ إِنَّ كُلَّ نَفْسٍ لَنَا عَلَيْهَا حَافِظٌ	ستارہ ہے چمکنے والا نہیں کوئی بھی متنفس مگر اس پر ہے ایک نگہبان	خُلِقَ خُلِقَ وَمِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالْتَّرَائِبِ (۳)	پیدا کیا گیا ہے وہ؟ پیدا کیا گیا ہے وہ پانی سے اچھلنے والے (جو) نکلتا ہے درمیان سے پیٹھ کے اور سینہ کی پسلیوں کے	فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ (۴)	پس نہیں ہوگی اس کیلئے کچھ طاقت اور نہ کوئی مددگار قسم آسمان کی بارش والے

(۱) ان: نافیہ ہے، آگے لے کر معنی والا ہے، نفی اثبات سے حصر ہوا ہے (۲) مم: میں من جارہ اور ما موصولہ ہے، اس کا الف نہیں لکھا جاتا، اور نون کا میم میں ادغام ہوا ہے۔ (۳) الترائب: قریبہ کی جمع: سینہ کی پسلیاں (۴) مستدرک حاکم میں ابن عباسؓ کی مرفوع روایت ہے کہ رجوع کے معنی بارش کے ہیں (لغات القرآن)

وَالْأَنْصٰٓ ذٰٓآِ الصُّنْدُجِ ^(۱) اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَضْلٌ وَمَا هُوَ	اور زمین کی پھٹنے والی بے شک وہ (قرآن) البتہ ایک بات ہے فیصلہ کن (دو ٹوک) اور نہیں ہے وہ	يٰٓاَلْهٰٓزِلُ اِنَّهُمْ يَكْبِتُوْنَ كَيْدًا وَ اَكْبِدُوْٓ ہوں	دل لگی کی بات بے شک وہ لوگ چال چل رہے ہیں بڑی چال اور میں چال چل رہا	كَيْدًا فَقَمِيْلٌ اَلْكَافِرِيْنَ اَمْضٰٓهُمْ رُوْبًا ہوں	بڑی چال پس مہلت دیں آپ کافروں کو مہلت دیں آپ ان کو تھوڑی دیر
--	---	---	--	---	--

ہر تنفس پر نگرانی ہے

﴿اِنَّ كُلَّ نَفْسٍ﴾ جواب قسم ہے، اور قسمیں دو ہیں: آسمان کی قسم، اور رات میں طلوع ہونے والے چمکدار ستاروں کی قسم، اپنے اوپر آسمان کو دیکھو! یہ چوڑی چکی چھت کیا بس یونہی تنی کھڑی ہے؟ نہیں! اس پر نگرانی ہیں، جو اس کی گرنے پھٹنے سے حفاظت کرتے ہیں، پھر ستاروں کے نظام میں غور کرو، بعض بڑے ستارے رات میں ہی طلوع ہوتے ہیں، اور ان کی روشنی رات کی تاریکی کو چیر کر زمین تک پہنچتی ہے، یہ ستارے رات ہی میں کیوں نکلتے ہیں؟ اس لئے کہ ان پر نگرانی مقرر ہیں، جب وہ ان کو حکم دیتے ہیں: طلوع کرتے ہیں، یہ جمادات (بے جان چیزوں) کا حال ہے، پس حیوانات (متنفس) خاص طور سے انسان پر نگرانی مقرر نہیں ہونگے؟ ان پر بھی نگرانی مقرر ہیں۔

﴿وَالنَّجْمُ الثَّاقِبُ﴾ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

انسان کی تخلیق ابتدائی مرحلہ سے نہائی مرحلہ تک اللہ کی نگرانی میں ہوتی ہے

اب انسان کی پیدائش میں غور کریں، اللہ نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے، اور مٹی کا منبع (مرکز) دل ہے، جو بیٹھ اور سیدہ کی پسلیوں کے درمیان ہے، دل میں مٹی بننے والا خون علاحدہ پڑتا ہے، پھر بوقت صحبت مادہ کو دو کچھ دانی میں پہنچتا ہے، وہاں جراثیم اور خلیہ ملتے ہیں، دونوں ایک ہو جاتے ہیں، اور حمل ٹھہر جاتا ہے اور کچھ دانی کا منہ بند ہو جاتا ہے، پھر مادہ سات مراحل سے گذر کر انسان بنتا ہے، غرض: مٹی کے مرکز سے لے کر آخری مرحلہ تک سارا کام فرشتوں کی نگرانی میں ہوتا (۱) صَدَح: مصدر باب فتح، پھٹنا، مراد بنہ نکلنے کے لئے پھٹنا ہے۔

ہے، جو اس کی حفاظت کرتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

دل منی کا منج کیسے ہے؟ — ہم جو غذا کھاتے ہیں وہ پانچ مرتبہ ہضم ہوتی ہے، ہضم کے معنی ہیں: توڑنا، کھانا پہلی مرتبہ منہ میں ہضم ہوتا ہے، وہاں سے ٹوٹ کر معدہ میں پہنچتا ہے، وہاں دوسری مرتبہ ہضم ہوتا ہے، معدہ غذا کے تین حصے کرتا ہے، سیال حصہ گردوں میں جاتا ہے، وہ اس کو فیلٹر کر کے مثانہ میں بھیجتے ہیں، وہاں سے پیشاب کے راستے باہر نکل جاتا ہے، اور غلیظ حصہ آنتوں میں جاتا ہے، وہاں سے وہ غلاظت بن کر نکل جاتا ہے، اور چاولوں کی پیک جیسا حصہ جگر میں جاتا ہے، وہاں تیسری مرتبہ ہضم ہوتا ہے، جگر پکا کر اس کے چار حصے کرتا ہے: سوداء، صفراء، بلغم اور خون، سوداء جوڑوں میں جاتا ہے، صفراء پت کی تھیلی میں جاتا ہے، اور غذا کے ہضم میں مددگار بنتا ہے، اور بلغم کھال کے نیچے پھیل جاتا ہے، وہاں وہ تحلیل ہو کر گوشت بنتا ہے، اور خون دل میں جاتا ہے، وہاں چوتھی مرتبہ ہضم ہوتا ہے، دل خون کو پکا کر تین حصے کرتا ہے، اعلیٰ درجہ کا خون منی بننے کے لئے رگوں میں اسٹور کر لیا جاتا ہے، پس دل منی کا مرکز ہے، اور وہ پیٹھ اور پسلیوں کے درمیان ہے، اور دوسرے درجہ کا خون گوشت بننے کے لئے کھال کے نیچے پھیل جاتا ہے، وہاں وہ بلغم کے ساتھ مل کر گوشت میں تحلیل ہو جاتا ہے، اور نکاحون رگوں میں دوڑتا ہے، اور اسی پر زندگی کا مدار ہے، یہ خون بار بار دل میں واپس آتا ہے، دل اس کو پھیر پھڑے میں بھیجتا ہے، وہ اس میں سے کاربانڈ (زہریلی حصہ) سانس کے ذریعہ باہر کرتا ہے، اور باہر سے آکسیجن لے کر خون میں شامل کرتا ہے اور دل کو واپس کرتا ہے، دل اس کو پمپ کرتا ہے، یہ عمل ایک منٹ میں کئی مرتبہ ہوتا ہے، اس طرح یہ نظام فرشتوں کی نگرانی میں چلتا رہتا ہے۔ پھر بوقت صحبت فوطے منی بہاتے ہیں، جس سے حمل ٹھہرتا ہے، غرض پانچواں ہضم اپنے اپنے محل میں ہوتا ہے، رہی یہ بات کہ مادہ بننے والا خون کہاں جمع رہتا ہے؟ اور فوطوں کا اس میں کس طرح دخل ہے؟ یہ اہل فن بتا سکتے ہیں، البتہ اتنی بات محسوس ہوتی ہے کہ جب فراغت کا وقت آتا ہے تو سینہ ہی سے مادہ چھٹتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

منی کو ذکر کیوں نکلتی ہے؟ — بچہ دانی کا منہ پھیل (جماع کے راستے) سے ذرا فاصلہ پر ہے، تاکہ حالت حمل میں بھی جماع ہو سکے، مرد کا عضو بچہ دانی سے نہ ٹکرائے، اور صحبت کے وقت بچہ دانی کا منہ پھول کی طرح کھلتا بند ہوتا رہتا ہے، اگر فراغت کے وقت اتفاق سے بچہ دانی کا منہ کھلا ہے تو مادہ اس میں داخل ہوتا ہے، اور بند ہوتا ہے تو مادہ ٹکرا کر باہر آ جاتا ہے، اور منی گاڑھا مادہ ہے، اور سوراخ تنگ ہے، اس لئے پہلے مذی پورے راستے کو چکنا کر دیتی ہے، پھر منی کو ذکر نکلتی ہے، مرد کا مادہ باہر کی طرف کو دتا ہے اور عورت کا اندر کی طرف، جب دونوں مادے ایک ساتھ بچہ دانی میں پہنچتے ہیں تو جڑوے اندھا ہند حرکت کرتے ہیں، اگر وہ عورت کے مادہ کے کسی خلیہ میں داخل ہو گیا تو حمل ٹھہر جاتا ہے اور بچہ دانی کا منہ بند ہو جاتا ہے اور آگے کے مراحل شروع ہوتے ہیں۔

﴿فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۚ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۖ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۚ إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ

لَقَادِرٌ ۝﴾

ترجمہ: پس چاہئے کہ انسان غور کرے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ وہ اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے، جو پیٹھ اور سینہ کی پسلیوں کے درمیان سے نکلتا ہے، بے شک وہ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر پوری طرح قادر ہے!

انسان دوبارہ کب پیدا کیا جائے گا؟ اور بعث بعد الموت کی نظیر

انسان کو اللہ تعالیٰ دوبارہ قیامت کے دن پیدا کریں گے، اس دن انسان کے پوشیدہ بھید کھل جائیں گے، کوئی بھید چھپا نہیں رہے گا، پھر ان کا حساب ہوگا، اس دن انسان بے بس ہوگا، نہ خود میں کوئی طاقت ہوگی نہ دوسرا کوئی مددگار ہوگا۔
بعث بعد الموت کی نظیر: جیسے بارش برتی ہے تو زمین سے سبزہ اُگ آتا ہے، اسی طرح قیامت کے دن خاص بارش ہوگی اور مرنے والے زمین سے نکل آئیں گے اور قیامت برپا ہوگی۔

﴿يَوْمَ يُنْفَخُ السَّارِيزُ ۚ فَمَالَهُ مِنْ قُوَّةٍ ۚ وَلَا نَاصِرٍ ۚ وَالسَّمَاءُ ذَاتُ الرَّجْعِ ۚ وَالْأَرْضُ ذَاتُ الصَّدْعِ ۚ﴾

ترجمہ: جس دن دلوں کے بھید جانچ جائیں گے — یعنی ان کا حساب ہوگا — پس انسان کے اندر نہ کچھ زور ہوگا اور نہ کوئی مددگار! بارش برسانے والے آسمان کی قسم! اور پھٹنے والی زمین کی قسم! — یہ نظیر کا بیان ہے کہ انسان اسی زمین سے دوبارہ پیدا ہونگے۔

قرآن کی باتیں برحق ہیں اور اس کی دعوت پھیل کر رہے گی

مذکورہ باتیں قرآن کریم بیان کر رہا ہے، اس کی باتیں دو ٹوک ہیں، وہ دل بہلانے والی باتیں نہیں، اور اس کی دعوت پھیل کر رہے گی، اگرچہ منکرین اس کی دعوت کو ناکام کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ اس کی دعوت کی راہ ہموار کر رہے ہیں، البتہ اسلام کا بول بالا ہونے کے لئے تھوڑا وقت درکار ہے، لہذا کمفہین کو ان کے حال پر چھوڑیے، کرنے دیجئے ان کو جو کرنا چاہیں، جلد وہ اسلام کا بول بالا ہوتا ہوا دیکھ لیں گے۔

﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ فَضْلٍ ۚ وَنَامُوا بِأَهْلِهِمْ ۚ إِنَّهُمْ يُكِيدُونَ كَيْدًا ۚ وَأَكِيدُ كَيْدًا ۚ فَمَهْلِكُ الْكَافِرِينَ أَمْهَلُهُمْ

رُؤْيَدًا ۝﴾

ترجمہ: بے شک وہ یعنی مذکورہ باتیں فیصلہ کن باتیں ہیں، دل لگی کی باتیں نہیں! بے شک منکرین بڑے بڑے داؤ چل رہے ہیں، اور میں بھی بڑے داؤ چل رہا ہوں، پس آپ ان کافروں کو ڈھیل دیں، ان کو بس تھوڑے دنوں تک ڈھیل دیں!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

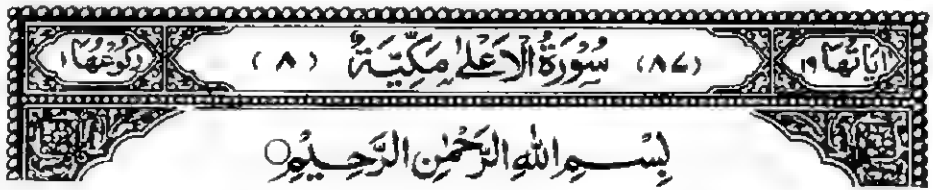
سورۃ الاعلیٰ

الاعلیٰ: اللہ کی صفت ہے، اس کے معنی ہیں: بلند و بالا، پہلی آیت میں یہ صفت آئی ہے، اس سے سورت کا نام رکھا ہے، یہ سورت نبی ﷺ کو بہت پسند تھی (درمنثور) جمعہ اور عیدین میں اکثر آپؐ یہ سورت اور آئندہ سورت پڑھتے تھے، وتر کی پہلی رکعت میں بھی اس کو پڑھتے تھے، اور اس سورت کو عشاء میں قراءت کا معیار بنایا ہے، جب اس سورت کی پہلی آیت نازل ہوئی تو آپؐ نے صحابہ سے فرمایا: اس کو سجدہ کی تسبیح بناؤ، چنانچہ سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہتے ہیں۔
رابط: گزشتہ سورت کے آخر میں فرمایا ہے کہ قرآن فیصلہ کن کتاب ہے، اور اس سورت میں ہے کہ قرآن لوگوں کی دینی راہ نمائی کے لئے نازل کیا گیا ہے، پس دونوں سورتوں کا اول و آخر مربوط ہے۔ اور اس سورت میں چار باتیں ہیں:
۱- شروع میں انسان کا پیدائش سے لے کر موت تک کا تذکرہ ہے۔

۲- پھر یہ بیان ہے کہ قرآن کریم لوگوں کی ہدایت (دینی راہ نمائی) کے لئے نازل کیا گیا ہے۔

۳- اس کے بعد یہ بیان ہے کہ دعوتِ اسلامی اپنی آخری منزل تک ضرور پہنچگی، البتہ اس کے لئے محنت ضروری ہے۔

۴- پھر آخر میں آخرت کی کامیابی اور ناکامی کا تذکرہ ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝ الَّذِي خَلَقَ فَتَسُبِّحْ ۝ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى ۝ وَالَّذِي أَحْرَمَ
الْمَرْءَ ۝ فَجَعَلَهُ عَظَاءً أَخُوهُ ۝

سَبِّحْ	پاک بیان کر	الْأَعْلَى	برتر و بالا کی	وَالَّذِي	اور جس نے
اسْمَ	نام کی	الَّذِي خَلَقَ	جس نے بنایا (انسان کو)	قَدَّرَ	اندازہ ٹھہرایا
رَبِّكَ	اپنے پروردگار	فَتَسُبِّحْ	پس درست کیا	فَهَدَى	پس راہ دکھائی

وَالَّذِيْ	اور جس نے	الْمَرْحَلَةَ	چارا	عُثَايَ ^(۱)	کوڑا
اَخْرَجَهُ	نکالا	فَجَعَلَهُ	پس کیا اس کو	اَخُوْنِ ^(۲)	کالا

انسان پیدا نش سے موت تک

انسان کو برتر و بالا پروردگار نے بنایا ہے، جس میں کوئی عیب اور کوئی کمی نہیں، اللہ میں ساری خوبیاں جمع ہیں، پس ان کی بنائی ہوئی چیز میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی، چنانچہ انسان کو بھی ہر اعتبار سے ٹھیک بنایا، اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑی، پھر اس کی زندگی کی پلاننگ کی، اس کے لئے ہر ضرورت مہیا کی، اور اس کو زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھایا، پھر ایک وقت آیا کہ اس کو دنیا سے ہٹا دیا، جیسے بارش ہوتی ہے تو چراگاہ تیار ہوتی ہے، پھر ایک وقت کے بعد گھاس کالا کوڑا ہو جاتی ہے، یہی حال انسان کا ہے، ماں کے پیٹ سے نکلا، جوان رعنا ہوا، پھر آہستہ آہستہ بوڑھا پا آگیا، پھر مر کھ پ گیا! از آدم تا ین دم کتنے انسان آئے اور گئے، کسی کا نام باقی ہے؟ صرف نیک کام کرنے والوں کا نام باقی ہے، پس لوگو! اچھے کام کرو تا کہ دنیا میں اچھا نام باقی رہے اور آخرت میں بھی چین و قرار آئے!

آیات پاک: — پاکی بیان کر اپنے سب سے برتر و بالا پروردگار کے نام کی! — اس آیت میں تسبیح و تحمید دونوں کو جمع کرنے کا حکم ہے، تسبیح میں پاکی بیان کرنے کا حکم ہے، اور الاعلیٰ میں تحمید کا^(۳) اور قرآنی قسموں کی طرح یہ آیت بعد والے مضمون کی دلیل ہے — جس نے (انسان کو) بنایا، پس ٹھیک بنایا — اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑی — اور جس نے اس کی زندگی کے لئے اندازہ کیا — یعنی اسباب زندگی مہیا کئے — پھر اس کو راہ سجھائی — یعنی عقل تام دی جس سے وہ اپنی دنیوی ضرورتیں پوری کرنے لگا — اور جس نے چار اُگایا، پس اس کو سیاہ کوڑا کر دیا — یہی انجام انسان کا ہونا ہے۔

سَنُقَرِّبُكَ ۚ فَلَا تَنْتَسِيْ ۚ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ مَرَاتَهٗ ۚ يَعْلَمُ الْجَهَنَّمَ وَمَا يَخْفٰی ۝

سَنُقَرِّبُكَ	اب پرھائیں گے ہم آپ کو	فَلَا تَنْتَسِيْ	پس نہیں بھولیں گے آپ	اِلَّا مَا	مگر جو
---------------	------------------------	------------------	----------------------	------------	--------

(۱) عُثَايَ: سوکھے سڑے گلے پتے، کوڑا، فعل نھر اور ضرب سے آتا ہے (۲) اِخْوٰی: حُوَّة سے صفت مشبہ: سیاہ بنری مائل یا سیاہ سرخی مائل۔ (۳) رکوع کی تسبیح: سبحان ربی العظیم، اور جحدہ کی تسبیح: سبحان ربی الاعلیٰ: سبلی اور شوقی معرفتوں کی جامع ہیں، اسی طرح سبحان اللہ و بحمدہ اور سبحان اللہ العظیم بھی دونوں علوم کے جامع ہیں، اس لئے اللہ کو بہت پسند ہیں، اور نہایت وزنی ہیں ۱۲

شَاءَ اللَّهُ إِنَّمَا	چاہیں اللہ تعالیٰ بے شک وہ	يَعْلَمُ الْجَهَنَّمَ	جانے ہیں زور سے کہی ہوئی بات	وَمَا يُخْفَى	اور جو چھپی ہوئی ہے
---------------------------	-------------------------------	--------------------------	---------------------------------	------------------	------------------------

قرآن ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے، اور اس میں حسبِ مصلحت تبدیلی کی جاتی تھی

انسان: روح اور بدن کا مجموعہ ہے، اصل روح ہے اور بدن تابع ہے، انسان کو بدن کی ضروریات پوری کرنے کے لئے غیر معمولی عقل دی ہے، جس سے اس کا کام چل رہا ہے، مگر وہ اپنی روحانی ضرورت اپنی عقل سے پوری نہیں کر سکتا، کیا آپ دیکھتے نہیں! انسانوں میں مذہبی امور میں کس قدر اختلافات ہیں! جبکہ سب کے پیش نظر روح کو سنوارنا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں آسمان سے ہدایت بھیجی، پہلا انسان ہی پہلا نبی تھا، معلوم ہوا کہ کوئی شخص اللہ کی راہ نمائی کے بغیر روح کو نہیں سنوار سکتا، چنانچہ سو سے زیادہ کتابیں نازل ہوئیں، پھر آخر میں اپنا کلام (قرآن) نازل کیا، اس نازل کرنے کو پڑھانے سے تعبیر کیا ہے، نزول کے ساتھ ہی نبی ﷺ کو قرآن یاد ہو جاتا تھا، اور پکا یاد ہو جاتا تھا، آپ بے تکلف اس کو لوگوں کے سامنے پڑھتے تھے، پھر آپ کوئی حصہ قرآن کا بھولتے نہیں تھے، ورنہ اللہ کے پڑھانے کا فائدہ کیا؟ البتہ جب کوئی آیت منسوخ کرنی ہوتی، یعنی احکام میں تبدیلی کرنی ہوتی تو آپ پرانی آیت بھول جاتے، اور اس کی جگہ نئی آیت یاد ہو جاتی، کیونکہ نسخ کی یہ بھی ایک صورت تھی، اور احکام میں یہ تبدیلی بندوں کی مصلحت سے ہوتی تھی، اللہ تعالیٰ بندوں کے سب کھلے چھپے احوال سے واقف ہیں، وہ بندوں کی جیسی مصلحت دیکھتے ہیں احکام بھیجتے ہیں۔

آیاتِ پاک: اور ہم آپ کو پڑھائیں گے، پس آپ بھولیں گے نہیں، مگر جو اللہ بھلانا چاہیں، بلاشبہ وہ زور سے کہی ہوئی بات جانتے ہیں، اور جو بات چھپی ہوئی ہے — اس کو بھی جانتے ہیں۔

وَيُسِرُّكَ لِلْيُسُورَةِ ۚ فَذَكِّرْ ۚ إِنَّ نَفْعَتِ الذِّكْرِ ۚ سَيَذَكِّرُكَ مَنْ يُحْشَى ۚ وَيَتَجَدَّبُهَا الْأَشْهُفُ ۚ الَّذِي يَصْلَى التَّارُكُ الْكُبْرَى ۚ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَخْيَى ۚ

وَيُسِرُّكَ ^(۱)	اور آہستہ آہستہ پہنچائیں	لِلْيُسُورَةِ ^(۲)	آسانی تک	إِنَّ نَفْعَتِ ^(۳)	اگر نفع پہنچائے
فَذَكِّرْ	گے ہم آپ کو	فَذَكِّرْ	پس نصیحت کریں آپ	الذِّكْرِ	نصیحت کرنا

(۱) يُسِرُّ: مضارع، جمع متکلم، مصدر قَسَمَ، يُسِرُّ، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ نے ترجمہ کیا ہے: ”اور سچ سچ پہنچائیں گے ہم تجھ کو“ (۲) الیسوری: اسم تفضیل واحد مؤنث، اس کا واحد مذکر اُیسر ہے، یہ الطریقیہ کی صفت ہے، آسان طریقہ یعنی وہ عمل جو رضائے الہی کے حصول کا سبب ہو (معالم) شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ نے ”آسانی تک“ ترجمہ ←

سَيِّدًا كَرِيمًا	اب نصیحت پذیر ہوگا	الَّذِي يَشْفَعُ	بدبخت	ثُمَّ لَا يَمُوتُ	پھر نہیں مرے گا وہ
مَنْ يُحْيِي	جو ڈرتا ہے	الَّذِي يَصْلَى	جو داخل ہوگا	فِيهَا	اس میں
وَيُخَيِّبُهَا	اور دور ہٹے گا اس سے	النَّارَ الْكُذْبَى	بڑی آگ میں	وَلَا يَخْبِي	اور نہ چھپے گا

اللہ آپ کو آسان منزل تک بدرج پہنچائیں گے، آپ لوگوں کو سمجھائیں

قرآن کی دعوت پھیلے گی، آہستہ آہستہ منزل سے جا لگے گی، اللہ تعالیٰ سچ سچ کام کو بڑھائیں گے، البتہ اس کے لئے محنت ضروری ہے، آپ لوگوں کو سمجھائیں، نصیحت ضرور سودمند ہوگی، جو اللہ سے ڈرے گا ایمان لائے گا، اور جنت میں جائے گا، اور بدبخت اعراض کرے گا اور جہنم میں جائے گا، وہاں وہ نہ مرے گا کہ تکلیفوں کا خاتمہ ہو، اور نہ آسائش کی زندگی چھوڑے گا!

آیات پاک: — ہم آہستہ آہستہ آپ کو آسانی کی طرف لئے جارہے ہیں، پس آپ لوگوں کو نصیحت کریں، اگر نصیحت کرنا سودمند ہو — یعنی نصیحت کا فائدہ ضرور ہوگا — ابھی نصیحت قبول کرے گا جو اللہ سے ڈرتا ہے، اور اس سے بڑا بدبخت اعراض کرے گا، جو بڑی آگ میں داخل ہوگا، پھر وہ اس میں نہ مرے گا نہ چھوڑے گا!

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ۝ بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْآخِرَةَ خَيْرٌ ۝ إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى ۝ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى ۝

قَدْ أَفْلَحَ	بالیقین کامیاب ہوا	بَلْ تُؤْثِرُونَ	بلکہ تم ترجیح دیتے ہو	لَفِي الصُّحُفِ	البتہ کتابوں میں ہے
مَنْ تَزَكَّى	جو ستر اہوا	الْحَيَاةَ الدُّنْيَا	دنیا کی زندگی کو	الْأُولَى	اگلی
وَذَكَرَ	اور لیا اس نے	وَالْآخِرَةَ	جبکہ آخرت	صُحُفِ	کتابیں
اسْمَ رَبِّهِ	اپنے رب کا نام	خَيْرٌ ۝ وَأَبْقَى	بہتر اور دیر پا ہے	إِبْرَاهِيمَ	ابراہیم
فَصَلَّى	پس اس نے نماز پڑھی	إِنَّ هَذَا	بے شک یہ بات	وَمُوسَى	اور موسیٰ کی

آخرت کی کامیابی اور ناکامی

جس میں دو باتیں ہوں گی وہ آخرت میں بالیقین کامیاب ہوگا:

→ کیا ہے۔ (۳) ان شرط کے لئے ہے، مگر شرط مقصود نہیں، بلکہ نصیحت کرنے کا تاکید حکم دینا مقصود ہے، جیسے کہتے ہیں: اگر تو مرد ہے تو یہ کام کر، اس سے مقصود ابھارنا ہے، یعنی نصیحت سودمند ہے اسے ضرور کیجئے۔

۱- جو ظاہری اور باطنی، حسی اور معنوی نجاستوں سے پاک ہوا، اور قلب و قالب کو عقائد صحیحہ، اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ سے آراستہ کیا (فوائد) اور زکات اس میں آگئی، کیونکہ وہ بخل کی برائی دور کرنے کے لئے ہے، اور اس کو نماز سے مقدم اس لئے کیا کہ نماز کے لئے پاکی شرط ہے۔

۲- تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز پڑھی، نماز دین کا بنیادی ستون ہے، اسی پر دین کی عمارت استوار ہوتی ہے۔ مگر لوگ نماز اور زکات سے غافل ہیں، دنیا کے گورکھ و حسدوں میں اور مال کی محبت میں پھنسے رہتے ہیں، اور نماز چھوڑتے ہیں، زکات ادا نہیں کرتے، ان کو آخرت کی فکر نہیں، حالانکہ آخرت بہتر اور ابدی زندگی ہے، اس کی تیاری سب سے اہم اور مقدم ہے۔ اور ان آیات میں جو مضمون ہے وہ اگلی کتابوں میں بھی ہے، پس یہ نہایت مؤکد احکام ہیں، حضرات ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کی کتابوں میں ہے۔

فائدہ (۱): ایک ضعیف روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے (سورتیں) نازل ہوئے تھے (فوائد) اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں سے مراد تورات کی پانچ کتابیں ہیں۔

فائدہ (۲): تکبیر تحریمہ نماز کے بارڈر پر ہے، کوئی اس کو شرط کہتا ہے کوئی رکن، اور قرآن نے نماز کے ارکان متفرق جگہ بیان کئے ہیں، یہاں تکبیر تحریمہ کا ذکر ہے، یہ پہلا رکن یا قریبی شرط ہے، ان ارکان کو جو ذکر نبی ﷺ نے نماز کی ہیئت کدائی بنائی ہے۔

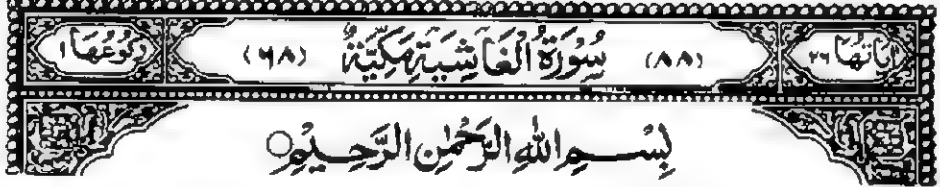
آیات پاک: بلاشبہ کامیاب ہوا جو پاک صاف ہوا، اور اس نے اپنے پروردگار کا نام لیا، پس نماز پڑھی، بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، جبکہ آخرت بہتر اور دیرپا ہے، بے شک یہ مضمون پہلی کتابوں میں ہے، ابراہیم و موسیٰ (علیہما السلام) کی کتابوں میں۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الغاشیہ

غاشیہ: قیامت کا ایک نام ہے، اس کے معنی ہیں: محیط عام، ہر چیز پر چھا جانے والی آفت، قیامت کی آفت بھی ہر چیز کو گھیر لے گی۔ گذشتہ سورت کے آخر میں آخرت میں کامیاب اور ناکام لوگوں کا تذکرہ کیا تھا، اس سورت کے شروع میں ان کی تفصیل ہے، پہلے جہنمیوں کا ذکر ہے، پھر جنتیوں کا، اس پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ قصہ جب ہے کہ مردے زندہ ہوں! اس لئے لوگوں کو چار دلائل قدرت میں غور کرنے کی دعوت دی ہے، تاکہ لوگوں کو یقین آئے کہ اللہ کی قدرت میں سب کچھ ہے۔ پھر آخر میں نبی ﷺ کو تسلی دی ہے کہ آپ ایمان کی دعوت دیتے رہیں، لوگوں کو ایمان پر مجبور کرنا آپ کا کام نہیں، منکرین کا معاملہ ہمارے حوالے کریں، ہم ان سے نمٹ لیں گے۔



هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ۖ وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۖ عَامِلَةٌ تَلَوَّلَتْ نَارًا ۖ حَامِيَةٌ ۖ تَسْفَعُ مِنْ عَيْنٍ أُنِيَتْ ۖ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ صَرِيرٍ ۖ لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ ۖ

هَلْ أَتَاكَ	کیا پہنچی ہے آپ کو	یَوْمَئِذٍ	اس دن	تَلَوَّلَتْ	داخل ہو گئے
حَدِيثُ	بات	خَاشِعَةٌ	ذلیل ہو گئے	نَارًا	آگ میں
الْغَاشِيَةِ	قیامت کی	عَامِلَةٌ	محنت کرنے والے	حَامِيَةٌ	دبکتی
وَجُوهٌ ^(۱)	بہت چہرے	تَلَوَّلَتْ	تھکنے والے	تَسْفَعُ	پانی پلائے جائیں گے وہ

(۱) وجوہ: چہرے: بول کر ذوات مراد لی ہیں۔

مَنْ عَيْنٍ اَنْبَتْهُ كَيْسَ لَهُمْ	چشمہ سے کھولتے نہیں ہوگا ان کے لئے	طَعَامٌ اِلَّا مِنْ صَرْيَعٍ	کوئی کھانا خاردار بد بودار نہایت کڑوے درخت کے علاوہ	لَا يُبْنُونَ وَلَا يُعْزِفُونَ مِنْ جُوعٍ	جونہ مونا کرے گا اور نہ بے نیاز کرے گا بھوک سے
--	--	---------------------------------	---	--	--

آخرت میں ناکام لوگوں کا تذکرہ

کفار: قیامت کے دن ذلیل ہونگے، انھوں نے دنیا میں آخرت کے لئے بہت کچھ محنت کی ہے، مگر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے وہ اجر سے محروم ہونگے، جب وہ اپنی محنت را انگاں دیکھیں گے تو تھک ہار کر بیٹھ رہیں گے، وہ دوزخ میں داخل کئے جائیں گے، وہاں ان پر پیاس مسلط کی جائے گی، وہ پیاس! پیاس! پکاریں گے تو کھولتے چشمہ سے پینے کو پانی دیا جائے گا، جس سے ہونٹ کباب ہو جائیں گے، اور آنتیں کٹ جائیں گی، مگر فوراً ہی ٹھیک کر دی جائیں گی، پھر ایسا ہی ہوتا رہے گا، اسی طرح ان پر بھوک مسلط کی جائے گی، وہ کھانا! کھانا! پکاریں گے تو خاردار بد بودار نہایت کڑوا درخت ضریح کھانے کو دیا جائے گا، جو کسی کام کا نہیں ہوگا، اس لئے کہ کھانا یا تو مونا ہونے کے لئے کھایا جاتا ہے یا بھوک مٹانے کے لئے، ضریح میں یہ دونوں باتیں نہیں۔

سوال: دوسری جگہ جنہیموں کے کھانے میں زقوم اور غسلین (پیپ) کا بھی ذکر ہے، پھر ضریح میں حصر کیا؟
جواب: یہ حصر ادعائی ہے، حقیقی نہیں، جیسے کہیں کہ شہر میں مفتی یہی ہیں تو اس سے دوسرے مفتیوں کی نفی نہیں ہوتی۔
آیات پاک: — کیا آپ کو ہر چیز کو ڈھاکنے والی آفت کی خبر پہنچی ہے؟ — سوال: تو جہ طلب کرنے کے لئے ہے، تاکہ سامع غور سے بات سنے۔ — بہت لوگ اس دن ذلیل ہونگے (دنیا میں آخرت کے لئے) محنت کرنے والے (آخرت میں اجر سے محروم ہونے کی وجہ سے) تھکنے والے ہونگے — یعنی ہمت ہارے ہوئے ہونگے — وہ وقتی آگ میں داخل ہونگے، وہ کھولتے چشمہ سے پلائے جائیں گے، ان کے لئے ضریح (خاردار، بد بودار، نہایت کڑوے درخت) کے علاوہ کھانے کو کوئی چیز نہیں ہوگی، وہ ایسا کھانا ہے کہ نہ فربہ کرے گا نہ بھوک مٹائے گا!

وَجُودُهُ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۖ لَسِعِهَا رَاضِيَةٌ ۖ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۖ لَا تَسْمَعُ فِيهَا
لَاغِيَةً ۖ فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۖ فِيهَا سُرٌّ مَرُفُوعَةٌ ۖ وَ اَكْوَابٌ مَوْضُوعَةٌ ۖ وَ نَمَارِقُ
مَصْفُوفَةٌ ۖ وَ زَرَائِبُ مَبْثُوثَةٌ ۖ

وَجُودٌ ^(۱)	دوسرے بہت چہرے	لَا تَسْمَعُ	نہیں سنیں گے وہ	مَنْ نُوعَةٌ	اعلیٰ درجہ کی
يَوْمٍ مِّنْ	اس دن	فِيهَا	اس میں	وَأَكْوَابٌ	اور پیالے ہیں
نَاعِمَةٌ	خوش و خرم ہونگے	لَا خَبِيَّةٌ	بکواس	مَوْضُوعَةٌ	قرینہ سے رکھے ہوئے
لِسَعِيدٍ	اپنی کوشش پر	فِيهَا عَيْنٌ	اس میں چشمہ ہے	وَتَمَارِقٌ	اور تکیے ہیں
رَاضِيَةٍ	خوش ہونگے	جَارِيَةٌ	بہتا ہوا	مَصْفُوفَةٌ	قطار میں لگے ہوئے
فِي جَنَّاتٍ	باغ میں	فِيهَا	اس میں	وَزُرَّابٌ	اور عقالچے ہیں
عَالِيَةٍ	اونچے درجہ کے	سُرٌّ	چار پائیاں ہیں	مَبْنُوتَةٌ	ہر طرف پھیلے ہوئے

آخرت میں کامیاب لوگوں کا تذکرہ

دوسری قسم کے لوگ آخرت میں خوش و خرم ہونگے، انھوں نے دنیا میں آخرت کے لئے جو کام کئے ہیں: جب ان کا صلہ ملے گا تو وہ نازاں فرحاں ہونگے، وہ بہشت بریں میں ہونگے یعنی ان کو ہائے کلاس گارڈن ملے گا، وہاں وہ کوئی بیہودہ بات نہیں سنیں گے، بک بک جھک جھک دماغ کو خراب کرتی ہے، جنت میں بہتے ہوئے چشمے ہیں، اس لئے پانی لینے کے لئے کہیں جانا نہیں پڑے گا، وہاں اعلیٰ درجہ کی چار پائیاں ہیں، اور چشموں پر سلیقہ سے رکھے ہوئے پیالے ہیں، اور قطار سے رکھے ہوئے گاؤ تکیے ہیں، اور ہر طرف بچھے ہوئے منجلی قالین ہیں، یہ وہ نعمتیں ہیں جن کو حاصل کرنے کی مسلمان کوشش کریں، ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ کریں، نام نہاد مسلمانوں کی طرح اعمالِ صالحہ سے غافل نہ رہیں۔

آیاتِ پاک: دوسرے چہرے اس دن تروتازہ ہونگے، اپنی (دنیا کی) کمائی پر (آخرت میں) خوش ہونگے، اس میں کوئی بیہودہ بات نہیں سنیں گے، اس میں بہتا ہوا چشمہ ہے، اس میں اعلیٰ درجہ کی چار پائیاں ہیں، اور قرینہ سے رکھے ہوئے پیالے ہیں، اور لائن سے رکھے ہوئے تکیے ہیں، اور ہر طرف پھیلا ہوا منجلی فرش ہے!

أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبْرَةِ كَيْفَ خُلِقَتْ^(۱۵) وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ^(۱۶) وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ^(۱۷) وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ^(۱۸)

أَفَلَا يَنْظُرُونَ	کیا پس نہیں دیکھتے وہ	كَيْفَ خُلِقَتْ	کیسے پیدا کیا گیا ہے وہ	كَيْفَ رُفِعَتْ	کیسے اونچا بنایا گیا ہے وہ
إِلَى الْإِبْرَةِ	اونٹ کو	وَإِلَى السَّمَاءِ	اور آسمان کو	وَإِلَى الْجِبَالِ	اور پہاڑوں کو

(۱) وجوہ: نکرہ ہے، اور نکرہ کو نکرہ سے لوٹایا جائے تو ثانی غیر اول ہوتا ہے۔

کیسے پھیلائی گئی ہے	کَيْفَ سُرِطَتْ	اور زمین کو	وَالِیَ الْأَرْضِ	کیسے کھڑے کئے گئے ہیں	کَيْفَ نُصَبَّتْ
---------------------	-----------------	-------------	-------------------	-----------------------	------------------

قدرتِ خداوندی میں غور کرنے کے لئے چار چیزیں

اب ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے، جو شخص دوسری زندگی کو نہیں مانتا وہ کہہ سکتا ہے کہ لوگوں کی یہ دو قسمیں: کامیاب اور ناکام: اس دن ہوگی جب مُردے زندہ ہوں گے، مگر یہ بات ناقابلِ فہم ہے! ایسے بندے کو اللہ کی قدرت میں غور کرنے کی دعوت دی ہے، اور اس کے ماحول کے اعتبار سے چار چیزوں کا انتخاب کیا ہے، یہی چار چیزیں قرآن کے اولین مخاطبین کے ارد گرد تھیں، قرآن کے اولین مخاطب مشرکین مکہ تھے، ان کی معیشت کا مدار اسفار پر تھا، اور جزیرۃ العرب کی فضا صاف ہے، ہمیشہ آسمان نظر آتا ہے، اور ملک پہاڑوں سے آنا پڑا ہے، اور موسم گرم ہے، وہاں لمبا سفر اونٹ ہی پر ہوتا ہے، اور اونٹ قطار میں چلتا ہے، اس کو چلانا نہیں پڑتا، سوار سوار ہوتا ہے یا سوچتا رہتا ہے، گھر تو کاروبار کے جھمیلوں میں سوچنے کا موقع نہیں ملتا، سفر میں اس کا خوب موقع ملتا ہے، اس لئے فرمایا کہ:

۱- اپنے اونٹ میں سوچ، اللہ نے اس کو کیسا پیدا کیا ہے؟ عرب اونٹ سے سواری کا کام بھی لیتے ہیں، اور بار برداری کا بھی، اس کا دودھ، گوشت اور اون استعمال کرتے ہیں، کھال سے کپڑے، خیمے اور جوتے بناتے ہیں، وہ عربوں کی زندگی کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا سہارا ہے، اونٹ مطیع جانور ہے، ایک بچہ اس کی مہار پکڑ کر جہاں چاہے لے جاسکتا ہے، ایسے بڑے ذیل ڈول کا جانور، مگر اس پر سوار ہونے کے لئے سیڑھی نہیں رکھنی پڑتی، وہ خود بیٹھ جاتا ہے اور اپنے سوار کو لے کر کھڑا ہو جاتا ہے، جبکہ گھوڑا نہیں بیٹھتا، اس پر کود کر سوار ہونا پڑتا ہے، اسی طرح اس پر بوجھ لانا بھی آسان ہے، وہ خود بیٹھ جاتا ہے اور بھاری بوجھ لے کر اٹھ جاتا ہے، اس کا چارہ بڑی آسانی سے مل جاتا ہے، وہ کانٹے کھا کر بھی گزارہ کر لیتا ہے، بھوک پیاس، سردی گرمی اور محنت و مشقت برداشت کرتا ہے، اور عرب میں پانی بہت کم ہے، اونٹ کے پیٹ میں ٹنکی ہے، وہ اس میں آٹھ دن کا پانی بھر لیتا ہے اور ہفتہ بھر بے آب و گیاہ بیابان میں چلتا رہتا ہے، اس لئے عربوں کو اول اونٹ کی بناوٹ میں غور کرنے کی دعوت دی۔

۲- پھر جب سوار سر اٹھاتا ہے تو سامنے آسمان نظر آتا ہے، اس کی بلندی میں غور کرے، اللہ نے اس کو کتنا اونچا بنایا ہے کہ انسان کی سوچ بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتی!

۳- پھر سر جھکاتا ہے تو پہاڑوں پر نظر پڑتی ہے، ان میں غور کرے کہ ان کو کس طرح زمین میں گاڑا ہے، کروڑوں سال گذر گئے، مگر وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے!

۴- پھر اور نیچے دیکھے گا تو زمین پر نظر پڑے گی، اس میں غور کرے، اس کو کیسے بچھایا ہے؟ گول ہے مگر کسی کو گولائی کا

احساس نہیں ہوتا، جیسے گنبد پر چیونٹی کو گولائی کا احساس نہیں ہوتا۔

منکر بحث ان چیزوں میں غور کرے تو اس کو قدرتِ خداوندی کا یقین آجائے گا، ایسے قادر مطلق خدا کے لئے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟ کچھ مشکل نہیں! وہ دوبارہ پیدا کر سکتا ہے اور کرے گا!

آیاتِ کریمہ: کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے: کس طرح پیدا کیا گیا ہے؟ اور آسمان کو نہیں دیکھتے: کس طرح بلند کیا گیا ہے؟ اور پہاڑوں کو نہیں دیکھتے: کس طرح گاڑے گئے ہیں؟ اور زمین کو نہیں دیکھتے: کس طرح بچھائی گئی ہے؟

فَذَكِّرْهُم بِذُنُوبِهِمْ ۚ أَنْتَ أَنتَ مُذَكِّرٌ ۚ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ ۝ إِلَّا مَنْ تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ۚ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ۚ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝

فَذَكِّرْهُم بِذُنُوبِهِمْ ۚ أَنْتَ أَنتَ مُذَكِّرٌ ۚ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ ۝	پس نصیحت کریں آپ اس کے سوا نہیں کہ آپ نصیحت کرنے والے ہیں نہیں ہیں آپ ان پر داروغہ (زبردستی کرنے والے) اللہ	لَا مَنْ تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ۚ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ۚ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝	لیکن جس نے منہ موڑا اور انکار کیا پس اس کو سزا دیں گے اللہ تعالیٰ	الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ۚ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝	سخت سزا بے شک ہماری طرف ان کی واپسی ہے پھر بیشک ہمارے ذمہ ان کا حساب ہے
---	---	--	---	--	---

نبی ﷺ کو تسلی

جب لوگ باوجود قیامِ دلائل کے غور نہیں کرتے تو آپؐ بھی ان کی فکر میں نہ پڑیں، آپؐ کا کام صرف نصیحت کرنا اور سمجھانا ہے، اگر لوگ نہیں سمجھتے تو آپؐ داروغہ کی طرح ان پر مسلط نہیں کہ مار کر مسلمان بنائیں، اور ان کے دلوں کو پھیر دیں، یہ کام مقلبِ القلوب کا ہے۔

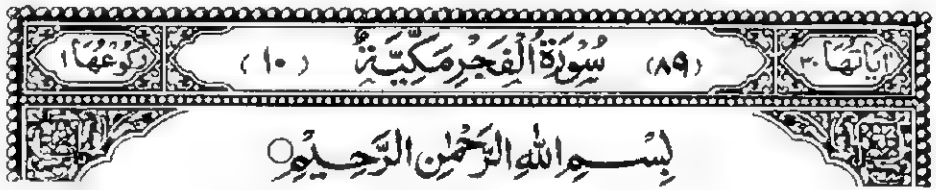
البتہ جو اطاعت سے روگردانی کرے گا، اور ایمان نہیں لائے گا اس کو آخرت میں سخت سزا دی جائے گی، وہ جائے گا کہاں؟ آئے گا اللہ کی طرف، اس وقت اللہ تعالیٰ اس سے رتی رتی کا حساب لیں گے!

آیاتِ پاک: — پس آپؐ نصیحت کریں، آپؐ کا کام صرف نصیحت کرنا ہے، آپؐ ان پر مسلط نہیں! ہاں جو روگردانی اور انکار کرے تو اس کو اللہ تعالیٰ سخت سزا دیں گے، وہ بالیقین ہماری طرف لوٹیں گے، پھر بے شک ہمارے ذمہ ان کا حساب ہے!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ الفجر

پہلی آیت میں فجر کی قسم ہے، اس لئے سورت کا یہ نام ہے، یہ سورت گذشتہ سے پیوستہ سورت کے ساتھ جڑی ہوئی ہے، سورۃ الاعلیٰ کے آخر میں تھا: ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ ۖ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ﴾: یعنی جو دو فرض عبادتوں کا اہتمام کرے گا وہ بالیقین کامیاب ہوگا، ایک: زکات ادا کرنا، دوسری: پابندی سے نماز پڑھنا، پھر سورت الفاشیہ میں کامیاب ہونے والوں کا صلہ بیان کیا ہے، اب اس سورت میں تین نفل عبادتوں کا بیان ہے، جو ان کو بجالائے گا وہ نہ صرف کامیاب ہوگا، بلکہ پوزیشن لائے گا۔



وَالْفَجْرِ ۚ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۚ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۚ وَالْيَلِّ إِذَا يَسَّرَ ۚ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۚ

وَالْفَجْرِ	فجر کی قسم	وَالْوَتْرِ	اور طاق کی	هَلْ	کیا
وَلَيَالٍ	راتوں کی قسم	وَالْيَلِّ	رات کی قسم	فِيْ ذٰلِكَ	ان میں
عَشْرٍ	دس	إِذَا	جب	قَسَمٌ	قسم (اشارہ) ہے
وَالشَّفْعِ	جفت کی قسم	يَسَّرَ	وہ جانے لگے	لِّذِيْ حِجْرٍ	عقل مند کے لئے؟

جو تین نفل عبادتیں بجالائے گا وہ پوزیشن لائے گا

ان آیات میں قسمیں بظاہر چار ہیں، مگر حقیقت میں تین ہیں، جفت اور طاق کا دس راتوں سے تعلق ہے، اور جواب قسم نہ محذوف ہے نہ مذکور، بلکہ اس کی جگہ: ﴿هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ﴾ آیا ہے، یعنی ان قسموں میں جو اشارہ ہے اس کو

عقل مند سمجھ لے گا، وہ اس پر عمل کرے گا، اور پوزیشن لائے گا۔

وہ تین نفل اعمال یہ ہیں: (۱) فجر کی نماز مسجد میں جماعت سے پڑھنا (۲) رمضان کی آخری دس راتوں میں عبادت کرنا، طاق راتوں میں بھی اور جفت راتوں میں بھی (۳) رات کے آخری حصہ میں تہجد پڑھنا۔

ان کی تفصیل یہ ہے کہ فجر کی نماز باجماعت پڑھنے کی خاص اہمیت ہے، سورۃ بنی اسرائیل میں ہے: ﴿إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾ بے شک فجر کی قراءت یعنی نماز حاضری کا وقت ہے، اس میں اللہ کا کلام سننے کے لئے فرشتے جماعت میں شریک ہوتے ہیں، اور مدرسہ والے بھی فجر کی نماز کے بعد حاضری لیتے ہیں، پس ہر مومن کو اس کا خاص اہتمام کرنا چاہئے، اور سورۃ الصافات کے شروع میں بھی اس کا ذکر ہے، اس لئے پوچھتے ہی اٹھ جانا چاہئے، پھر سنتیں پڑھ کر سستی اڑالے، اور دلچسپی کے ساتھ فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے، مگر یہ اس وقت ممکن ہے کہ عشاء کے بعد فوراً سو جائے۔

دوسری نفل عبادت ہے: رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں میں عبادت کرنا، عام طور پر انہی راتوں میں شب قدر آتی ہے، جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، نبی ﷺ بھی آخری عشرہ میں کمر کس لیتے تھے، اور گھر والوں کو بھی عبادت میں لگاتے تھے، اور آخری عشرہ کی سب راتوں میں عبادت کرنی چاہئے، طاق راتوں میں بھی اور جفت راتوں میں بھی، سب کی اہمیت یکساں ہے، کیونکہ طاق اور جفت راتیں متعین نہیں، شروع سے شمار کریں گے تو ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹ طاق راتیں ہوں گی، اور آخر سے گنیں گے اور مہینہ تیس پر پورا ہوگا تو بھی طاق راتیں یہی ہوں گی اور دوسری راتیں جفت ہوں گی، اور اگر مہینہ ۲۹ کا ہوگا تو معاملہ برعکس ہو جائے گا۔ اس لئے سبھی راتوں میں عبادت کرنی چاہئے، اور اسی لئے دس راتوں کی قسم کھانے کے بعد طاق اور جفت کی قسم کھائی ہے۔

اور تیسری نفل عبادت تہجد کی نماز ہے، جب رات ختم ہونے پر آئے تو اٹھ جائے اور سر نیاز جھکائے، سورۃ بنی اسرائیل میں اس کا ذکر ہے، اور بڑے انعام کا وعدہ ہے، اور احادیث میں بھی اس کے بہت فضائل آئے ہیں۔

آیات پاک: فجر (پوچھنے) کی قسم — نبی ﷺ کے زمانہ میں مسجد نبوی میں اول وقت جماعت ہوتی تھی، اور دیوبند میں بھی رمضان میں اول وقت فجر کی نماز پڑھی جاتی ہے، اس میں تہجد گزاروں کے لئے اور سحری کھانے والوں کے لئے سہولت ہے، اور عام مسجدوں کے لئے اسفار (روشنی کر کے) نماز پڑھنے کا حکم ہے، اس میں عام مسلمانوں کا فائدہ ہے، یہاں فجر یعنی پوچھنے کی قسم کھائی ہے، اس میں اول وقت میں فجر پڑھنے کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے، مگر لوگوں کی مجبوری کا حکم دوسرا ہے — اور (رمضان کے آخری عشرہ کی) دس راتوں کی قسم، اور جفت و طاق راتوں کی قسم! — جفت: جو برابر تقسیم ہو جائے، اور طاق: جو برابر تقسیم نہ ہو، کچھ بچ جائے، اور جس حدیث میں دس راتوں کی تفسیر ذی الحجہ

کے شروع کی دس راتوں سے آئی ہے وہ حدیث نہایت ضعیف ہے (فوائد) — اور رات کی قسم جب وہ جانے لگے — یہ تہجد کا وقت ہے، یہ تیسری نفل عبادت ہے — کیا ان میں کوئی قسم (اشارہ) ہے عقلمند کے لئے؟ — عقلمندوں کو یہ اشارہ سمجھنا چاہئے، اور یہ عبادتیں بجالانی چاہئیں، تاکہ ان کی پوزیشن آئے^(۱)

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۖ إِرَامَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۚ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۚ
وَتُمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۚ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ۚ الَّذِينَ طَعَوْا فِي الْبِلَادِ ۚ
فَاكْثَرُوا فِيهَا الْفُسَادَ ۚ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۚ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۚ

پس زیادہ کیا	اور تُمود (کے ساتھ)	فَاكْثَرُوا	پس زیادہ کیا
ان میں	جنہوں نے	فِيهَا	ان میں
فساد	تراش	الْفُسَادَ	فساد
پس ریڑھا	چٹائیں	فَصَبَّ	پس ریڑھا
ان پر	وادئ القری میں	عَلَيْهِمْ	ان پر
آپ کے رب نے	اور فرعون (کے ساتھ)	رَبِّكَ	آپ کے رب نے
کوڑا	کھونٹیوں والے	سَوْطَ	کوڑا
عذاب کا	جنہوں نے	عَذَابٍ	عذاب کا
بے شک آپ کا رب	سرکشی کی	إِنَّ رَبَّكَ	بے شک آپ کا رب
البتہ گھات میں ہے	شہروں میں	لَبِالْمِرْصَادِ	البتہ گھات میں ہے

جو قوم اس درجہ دنیا کے پیچھے پڑتی ہے کہ آپ سے باہر ہو جاتی ہے تو وہ دنیا میں بھی سزا پاتی ہے

سورۃ الاعلیٰ میں فرمایا تھا کہ آخرت میں ناکام وہ لوگ ہونگے جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں، ایمان نہیں لاتے، اور ان کی ساری توانائی دنیا کے پیچھے خرچ ہوتی ہے، پھر سورۃ الغاشیہ میں ان کا اخروی انجام بیان کیا تھا، اب یہ بیان ہے کہ جو قوم اس درجہ دنیا کے پیچھے پڑتی ہے کہ آپ سے باہر ہو جاتی ہے، مخلوق پر ظلم و ستم ڈھالے لگتی ہے، اللہ کی زمین کو فساد سے

(۱) درجہ میں جواول، دوم اور سوم آتا ہے اس کو پوزیشن لانے والا کہتے ہیں ۱۲

(۲) إرام: عاد کا عطف بیان یا بدل ہے، اور غیر منصرف ہے (۳) کو تہ: خیمہ باندھنے کی کھوٹی۔

بھرو دیتی ہے، اس کو دنیا میں بھی عبرتناک سزا ملتی ہے، ایسی تین قوموں کا تذکرہ کرتے ہیں: عاد اولیٰ، ثمود (عاد ثانیہ) اور فرعون، جو اپنی سرکشی کے نتیجے میں ہلاک ہوئیں۔

آیات پاک: — کیا آپ نے دیکھا نہیں! کیسا معاملہ کیا تیرے رب نے ستونوں والے عادِ ارم کے ساتھ؟ جن کے مانند علاقہ میں کوئی پیدا نہیں کیا گیا! — عاد: قریبی دادا کا نام ہے، اور ارم: دور کے دادا کا، انہیں کو عاد اولیٰ کہا جاتا ہے، اور عاد ثانیہ کو ثمود کہا جاتا ہے، عاد اولیٰ نے بڑے بڑے ستون کھڑے کر کے اونچے اونچے محلات بنائے تھے، اس زمانہ میں اس قوم جیسی کوئی قوم مضبوط اور طاقتور نہیں تھی، اور ان کی عمارتیں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں، مگر جب ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل طوفانی ہوا چلی تو سب ڈھیر ہو گئے — اور ثمود کے ساتھ جنھوں نے وادی القریٰ میں چٹانیں تراش کر مضبوط عمارتیں بنائی تھیں — مگر جب بھونچال آیا تو سب کھیت رہے — اور کھوئیوں والے فرعون کے ساتھ — فرعون بڑے لاؤ لشکر والا تھا، اس کو کافی مقدار میں خیمے گاڑنے کے لئے کھوئیاں رکھنی پڑتی تھیں، وہ بھی اپنی فوج کے ساتھ غرقاب ہوا۔

ان سب قوموں نے علاقوں میں سرکشی کی، اور ان میں بہت زیادہ ادھم مچایا، پس ان پر آپ کے رب نے عذاب کا کوڑا بجایا، بالیقین آپ کے رب گھات میں ہیں — یعنی سب کے احوال دیکھ رہے ہیں، جب کسی کی شرارت کا پارہ چڑھ جاتا ہے تو اس کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَابْتَلٰهُ رَبُّهُ فَاکْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّيْٓ اَکْرَمَنِ ۝ وَاَمَّا اِذَا مَابْتَلٰهُ فَقَدَّرَ عَلَیْهِ رِشْقَهُ ۝ فَيَقُولُ رَبِّیْٓ اَهَانَنِیْ ۝ کَلَّا بَلْ لَا تُکْرِمُوْنَ الْیَتٰیْمَ ۝ وَلَا تَحْضُوْنَ عَلٰی طَعَامِ الْمَسْکِیْنَ ۝ وَتَاْكُلُوْنَ الثَّرٰثَ اَکْلًا لَّمًّا ۝ وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ	پس رہا انسان	وَنَعَّمَهُ	اور اس کو نعمتیں دیتے ہیں	فَقَدَّرَ	پس تنگ کرتے ہیں
اِذَا مَابْتَلٰهُ	جب بھی	فَيَقُولُ	تو کہتا ہے	عَلَیْهِ	اس پر
اَبْتَلٰهُ	جانچتے ہیں اس کو	رَبِّیْٓ	میرے رب نے	رِشْقَهُ	اس کی روزی
رَبُّهُ	اس کے پروردگار	اَکْرَمَنِ	میری عزت بڑھائی	فَيَقُولُ	تو کہتا ہے
فَاکْرَمَهُ	پس وہ اس کی عزت	وَاَمَّا اِذَا	اور رہا جب	رَبِّیْٓ	میرے رب نے
	افزائی کرتے ہیں	مَابْتَلٰهُ	بھی جانچتے ہیں اس کو	اَهَانَنِیْ	میری توہین کی

کَلَّا بَلْ	ہرگز نہیں، بلکہ	عَلَىٰ طَعَامٍ	کھانے پر	اَكَلًا لَّمَّا ^(۱)	سمیٹ کر کھانا
لَا تُكْرِمُونَ	عزت نہیں کرتے تم	الْمُسْكِينِ	غریب کے	وَتُحِبُّونَ	اور محبت کرتے ہو تم
الْيَتِيمِ	یتیم کی	وَنَاكُلُونَ	اور کھا جاتے ہو تم	الْمَالِ	مال سے
وَلَا تَحْضُونَ	اور ابھارتے نہیں تم	الْثَرَاتِ	میت کا مال	حُبًّا جَمًّا ^(۲)	بہت زیادہ محبت کرنا

انسان نہ خوش حالی میں شکر گزار نہ بد حالی میں صبر شعار

اللہ تعالیٰ بندوں کا خوش حالی اور تنگ حالی سے امتحان کرتے ہیں، جن کو نعمتیں دیتے ہیں ان کو اللہ کی نعمتوں کا شکر گزار ہونا چاہئے، اور مثال کے طور پر دو کام کرنے چاہئیں: (۱) یتیموں کی عزت کرنی چاہئے، ان کی خبر گیری کرنی چاہئے اور ان کا تعاون کرنا چاہئے (۲) غریبوں کا تعاون کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ ان کا رزق مالداروں کے واپا بھیجتے ہیں، یا کم از کم ان کے تعاون کی شکلیں نکالنی چاہئیں کہ یہ بھی خیر کے کاموں پر ابھارنا ہے، مگر ناشکر انسان یہ کام نہیں کرتا، یتیم کو دھکے دیتا ہے اور غریب کو دیکھ کر منہ بگاڑتا ہے، اور اپنی خوش حالی کو اپنا ذاتی کمال سمجھتا ہے، کہتا ہے: میں اس لائق تھا اس لئے میرے رب نے میری عزت بڑھائی، اور مجھے نہال کیا!

اور جن کو جانچنے کے لئے تنگ حال رکھتے ہیں، روزی کم دیتے ہیں، اس کو رضابہ قضا رہنا چاہئے، اور اپنی تنگی ترشی پر صبر کرنا چاہئے، اور مثال کے طور پر دو کام نہیں کرنے چاہئیں: (۱) مرنے والے کا مال نہیں کھانا چاہئے، حق داروں کو ان کا حق دینا چاہئے (۲) مال کی حد سے بڑھی ہوئی محبت نہیں ہونی چاہئے، مگر وہ یہ کام کرتا ہے، پوری میراث سمیٹنے کی کوشش کرتا ہے، اور مال سے ٹوٹ کر محبت کرتا ہے، اور اپنی حالت کا شکوہ کرتا ہے کہ میرے رب نے میری عزت گھٹائی، میں قابل تو عزت افزائی کے تھا، مجھے خوب مال دیتے مگر میرے رب نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا، مجھے مفلوک الحال رکھا!

آیات پاک: — پس رہا انسان: جب اس کو اس کے رب نے جانچا، اور اس کی عزت بڑھائی اور اس کو نعمتیں دیں تو کہتا ہے: میرے رب نے میری عزت بڑھائی! — اور رہا جب اس کو آزمایا، اور اس پر اس کی روزی تنگ کی تو کہتا ہے: میرے رب نے مجھے ذلیل کیا! — ہرگز نہیں! — یعنی عزت بڑھائی نہ ذلیل کیا، بلکہ دونوں حالتوں کے ذریعہ سے امتحان کیا — بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے، اور غریب کے کھلانے کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے — ان دو باتوں کا تعلق پہلے شخص سے ہے — اور مرنے والے کا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو، اور مال سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہو — ان دو باتوں کا تعلق دوسرے شخص سے ہے — اور چاروں باتیں بطور مثال ہیں۔

(۱) لَمَّا: باب نصر کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں: جمع کرنا، سمیٹنا (۲) جَمًّا بھی مصدر ہے، زیادتی اور کثرت کے لئے آتا ہے۔

كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًا ۖ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۖ وَجِئَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ۚ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرُ ۖ يَقُولُ يَلِيْتَنِي قَدَّمَتُ بِهَا نَفْسِي ۖ فَيَوْمَئِذٍ لَا يَُعْذِبُ عَذَابَةَ أَحَدٍ ۖ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ۖ يَأْتِيهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۖ أَرْجَعِي إِلَىٰ رَبِّكَ رَاضِيَةً مُّرْضِيَةً ۖ فَأَدْخِلْنِي عِبْدِي ۖ وَأَدْخِلْنِي جَنَّتِي ۖ

کَلَّا	ہرگز نہیں	الْإِنْسَانُ	انسان	وَثَاقَهُ	اس کے جکڑنے کی طرح
إِذَا دُكَّتِ ^(۱)	جب نشیب و فراز ہموار	وَأَنَّى لَهُ	اور کہاں مفید ہوگا اس	أَحَدٌ	کوئی
الْأَرْضُ	زمین کے	الذِّكْرُ	یاد کرنا	يَأْتِيهَا	اے
دَكًّا دَكًا ^(۲)	خوب ہموار کرنا	يَقُولُ	کہے گا وہ	النَّفْسُ	نفس
وَجَاءَ	اور آئیں گے	يَلِيْتَنِي	کاش میں	الْمُطْمَئِنَّةُ	چین پکڑنے والے
رَبُّكَ	آپ کے پروردگار	قَدَّمَتُ	آگے بھیجتا	الرَّجْعِي	لوٹ جا
وَالْمَلَكُ	اور فرشتے	بِحَيَاتِي	اپنی زندگی کے لئے	إِلَىٰ رَبِّكَ	اپنے رب کی طرف
صَفًّا صَفًّا	قطار قطار	فَيَوْمَئِذٍ	پس آج	رَاضِيَةً ^(۳)	راضی خوش
وَجِئَ يَوْمَئِذٍ	اور لائی جائے گی	لَا يُعْذِبُ	نہیں سزا دے گا	مُرْضِيَةً	پسند کیا ہوا
يَوْمَئِذٍ	اس دن	عَذَابَةَ	اس کی سزا جیسی	فَادْخُلِي	پس شامل ہو جا
بِجَهَنَّمَ	دوزخ	أَحَدٌ	کوئی	فِي عِبْدِي	میرے بندوں میں
يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ	اس دن یاد کرے گا	وَلَا يُوثِقُ	اور نہیں جکڑے گا	وَأَدْخِلِي	اور پہنچ جا
				جَنَّتِي	میری جنت میں

رسوائی اور عزت افزائی قیامت کے دن ہوگی

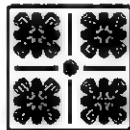
دنیا کی خوش حالی عزت افزائی نہیں، نہ تنگ حالی رسوائی ہے، یہ دونوں حالتیں جانچ کے لئے ہیں، حقیقی رسوائی اور عزت افزائی قیامت کے دن ہوگی، اس دن کافر رسوا اور نیک مومن معزز ہوگا، دونوں کا حال پڑھیں:

(۱) ذٰلِكَ الْاَرْضُ: زمین کے نشیب و فراز کو دور کر کے ہموار کر دینا (القاموس الوحید) (۲) دوسرا دکھا پہلے دکا کی تاکید ہے (۳) مرضیۃ: اسم مفعول: پسندیدہ۔

قیامت کے دن کافر کی رسوائی: — ہرگز نہیں! — یعنی خوش حالی اور تنگ حالی: عزت افزائی اور بے قدری نہیں، یہ باتیں تو قیامت کے دن پیش آئیں گی — جب زمین کے نشیب و فراز خوب ہموار کر دیئے جائیں گے — سمندر خشک ہو جائیں گے، پہاڑ گرد بن کر اڑ جائیں گے، اور سمندروں کی گہرائی بھر دیں گے، اس طرح زمین بڑی ہو جائے گی — اور آپ کے پروردگار اور فرشتے قطار قطار آئیں گے — اللہ کا آنا تو ان کے شایانِ شان ہے، اور فرشتوں کا آنا انتظام اور جاہ و جلال کے اظہار کے لئے ہوگا — اور اس دن جہنم لائی جائے گی — اور جنت بھی قریب کی جائے گی — اس دن انسان کو سب کچھ یاد آجائے گا — کیونکہ بھول کی نعمت ختم ہوگئی — اور کہاں سود مند ہوگا اس کے لئے یاد آنا؟ — چڑیا چک گئیں کھیت! — کہہ گا وہ: اے کاش! میں اپنی آخری زندگی کے لئے کچھ آگے بھیج دیتا! — مگر اب کفِ افسوس ملنے سے کیا فائدہ! — پس آج اللہ کی سزا جیسی سزا کوئی نہیں دے سکتا! — یعنی اللہ تعالیٰ ایسی سخت سزا دیں گے کہ نانی یاد آجائے گی — اور اللہ کے جکڑنے کی طرح کوئی نہیں جکڑ سکتا — عیاں کیا کس کر باندھے گا کہ ہڈی پسلی ایک ہو جائے گی۔

موت کے وقت اور قیامت کے دن نیک مومن کی عزت افزائی — موت کے وقت جب فرشتے روح وصول کرنے آئیں گے تو نیک بندے کی روح سے کہیں گے: — اے چین پکڑی ہوئی روح! چل اپنے رب کی طرف تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش — یہ سنتے ہی روح نکلنے کے لئے بے تاب ہو جائے گی، مگر وہ بدن سے بندھی ہوئی ہوگی، اس لئے جب فرشتے بند کھولیں گے مگر سے نکل جائے گی — پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: — اب میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا، اور میری جنت میں پہنچ جا! — یہ ہے آخری درجہ کی عزت افزائی!

نفس کی تین حالتیں: جو نفس بے باک ہوتا ہے، ہر وقت گناہ پر ابھارتا ہے، وہ نفس امارہ ہے، پھر جب وہ سنور جاتا ہے، اور برائی سرزد ہونے پر جھنجھوڑتا ہے، اور توبہ پر ابھارتا ہے تو وہ نفسِ لوازمہ کہلاتا ہے، پھر جب اس کو چین و قرار آ جاتا ہے اور دل میں گناہ کا خیال نہیں آتا تو وہ نفسِ مطمئنہ ہو جاتا ہے، اور یہ آخری درجہ کی کامیابی ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے نفوس کو اس درجہ تک پہنچائیں (آمین)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ البلد

البلد: سے مکہ مکرمہ مراد ہے پہلی آیت میں اس کی قسم ہے، اس لئے سورۃ کا یہ نام ہے۔ گذشتہ سورۃ میں خوش حال لوگوں کو کرنے کے دو کام بتائے تھے: یتیم کی عزت کرنا، اور عام حالات میں غریبوں کو کھانا کھلانا، یہ کام آسان تھے، اب اس سورۃ میں ان کو دوسرے دو کام بتلاتے ہیں جو سبب مشکل ہیں، ایک غلام کو آزاد کرنا، دوسرا: بھوک مری کے دنوں میں کھانا کھلانا، یہ دونوں کام مشکل ہیں، پہاڑوں میں تنگ راستے میں گھسنے کی طرح ہیں، اس لئے سورۃ اس مضمون سے شروع ہوئی ہے کہ انسان کی زندگی مشقت بھری ہے، پس اس کو یہ مشکل کام کرنے چاہئیں، مگر یہ کام بحالت ایمان ہونے چاہئے، آخر میں یہ شرط لگائی ہے، کیونکہ ایمان کے بغیر عمل بے گری کی مونگ پھلی ہے!

دوسرا مضمون: اس سورۃ میں یہ ہے کہ مخالفین اسلام جہاں مال خرچ کرنا چاہئے خرچ نہیں کرتے، البتہ اسلام کی مخالفت میں دل کھول کر خرچ کرتے ہیں، اور اس پر فخر کرتے ہیں، کہتے ہیں: میں نے ڈھیر سا مال خرچ کر دیا! کیا اللہ نے اس کو نہیں دیکھا؟ جس نے انسان کو دیکھنے اور بولنے کی صلاحیتیں دی ہیں، کیا وہ ان کی حرکتوں سے بے خبر ہوگا؟ اور کیا وہ اللہ کی قدرت سے باہر ہیں؟

پھر یہ بیان ہے کہ اللہ نے انسان کو دو طرفہ صلاحیت دی ہے، اس کو خیر و شر کی دونوں راہیں سمجھائی ہیں، وہ اپنی اچھی صلاحیت کو بروئے کار لا کر یہ مشکل کام کیوں نہیں کرتا؟ اسلام کی مخالفت میں کیوں مال اڑاتا ہے، پھر اعمالِ صالحہ کے لئے ایمان کی شرط لگائی ہے، اور آخر میں مؤمنین اور منکرین کا انجام بیان کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
(۹۰) سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ (۳۵) رُكُوْعُهُمَا ۲

لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۚ وَاَنْتَ حَلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۚ وَالْوَلَدِ وَمَا وَلَدَ ۚ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۚ

لَا (۱)	نہیں! (انسان بے مشقت نہیں)	وَأَنْتَ حَلٌّ (۲)	در انحالیکہ آپ مقیم ہیں	وَمَا وَلَدٌ (۳)	اور جس کو جتنا اس نے البتہ یقین پیدا کیا ہم نے انسان کو مشقت میں
أَقِيمُ	میں قسم کھاتا ہوں	بِهَذَا الْبَلَدِ	اس شہر میں	الْإِنْسَانَ	انسان کو
بِهَذَا الْبَلَدِ	اس شہر (مکہ) کی	وَالِدًا	اور جننے والے کی	فِي كَبَدٍ (۴)	مشقت میں

انسان کی زندگی مشقت بھری ہے

اللہ نے انسان کو محنت کش زندگی دی ہے، یہاں کسی کو چین نہیں، ہر شخص بیل کی طرح جُٹا ہوا ہے، اس مضمون کو دو مثالوں سے سمجھایا ہے:

پہلی مثال: مکہ مکرمہ ایک امن والا شہر ہے، جاہلیت میں بھی یہاں ہر طرح کا امن و امان تھا، آدمی باپ کے قاتل سے ملتا تھا، مگر اس کا خون نہیں کھولتا تھا، یہاں کا شکار اور گھاس تک کاٹنا جائز نہیں، مگر اشرف کائنات ﷺ کو اسی مکہ میں تکالیف کا سامنا ہے، مسلمان بھی تختیوں سے گزر رہے ہیں، یہ سورت مکی دور کے وسط کی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۴۵ ہے، ابھی ستم زدہ مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت بھی نہیں کی تھی، وہ بھی شدائد و تکالیف سے گزر رہے ہیں، مگر یہ تو ہونا ہے، انسان کی مشقت بھری زندگی ہے، یہاں کسی کو چین سکون نہیں، ہر ایک کو تکالیف کا سامنا ہے۔

دوسری مثال: ماں باپ اور اولاد کی ہے، ماں باپ: اولاد کی خاطر کیا کیا سختیاں جھیلے ہیں؟ پیدا ہونے سے پروان چڑھنے تک ہر طرح کی مشقتیں برداشت کرتے ہیں، اور انسان کی اولاد ناقواں پیدا ہوتی ہے، وہ سہارے کی محتاج ہوتی ہے، پھر جب ہوٹن سنبھالتی ہے تو تعلیم کی سختیاں شروع ہو جاتی ہیں، پھر شادی اور اولاد کی فکر سوار ہو جاتی ہے، پھر ان کے لئے کمانا اور ان کو بسا نا ضروری ہو جاتا ہے اور بالآخر موت کا سامنا ہے!

ان دو مثالوں (قسموں) کے ذریعہ یہ بات سمجھائی ہے کہ اللہ نے انسان کو مشقت بھری زندگی دی ہے، اگر ایسا نہ کرتے تو انسان زندگی سے اُوب (اکتا) جاتا، خالی پڑا پڑا کیا کرتا، اب اسے ایک لمحہ کی فرصت نہیں، ہر آن غم دیگر! (ہر وقت دوسرے کام کا فکر!)

فائدہ: مفسرین کرام نے ﴿وَأَنْتَ حَلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ﴾ کو جملہ معترضہ قرار دیا ہے، اس کو حال اور قید نہیں بنایا، اور (۱) قسم سے پہلے جولا ہوتا ہے اس سے جواب قسم کی ضد کی نفی کی جاتی ہے (۲) حَلٌّ (ن) مصدر ہے، اور بمعنی اسم فاعل یا اسم مفعول ہے یعنی مقیم (۳) موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے، ای ولدہ (۴) کَبَدٌ (باء کے زیر کے ساتھ): مشقت، تکلیف اور کَبَدٌ (باء کے زیر کے ساتھ): جگر، کلیجہ۔

اس کو نبی ﷺ کی تسلی قرار دیا ہے کہ آپ کی مکہ کی پریشانیاں ایک دن ختم ہوں گی، آپ فاتحانہ اس شہر میں داخل ہونگے، اور اس دن اس شہر میں آپ کے لئے قتل و قتل بھی حلال ہوگا، حِلّ: حلال کے معنی میں آتا ہے، مگر اس صورت میں مکہ کی قسم کا فائدہ ظاہر نہیں ہوگا۔

آیاتِ پاک: — نہیں — یعنی انسان اس دنیا میں فری (FREE) نہیں ہے — میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں، درحالیکہ آپ اس شہر میں مقیم ہیں — آپ کو یہاں کسی پریشانیوں سے گزرنا پڑ رہا ہے! — اور ماں باپ اور اولاد کی قسم کھاتا ہوں — دونوں کو کتنے پاؤں بیلے پڑتے ہیں؟ — بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے! — یہ جواب قسم ہے، مذکورہ دونوں قسمیں اس کی شاہد ہیں۔

أَيَحْسَبُ أَنْ لَنْ يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ يَقُولُ أَهْلَكَ مَا لَا يُبْدَا ۖ أَيْحَسِبُ أَنْ لَمْ يَرَكْ أَحَدٌ ۖ
أَلَمْ نَجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ ۖ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ۖ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ۖ

أَيَحْسَبُ	کیا خیال کرتا ہے	أَهْلَكَ	اڑا دیا میں نے	لَهُ	اس کے لئے
أَنْ لَنْ	(انسان)	مَا لَا يُبْدَا ^(۱)	ڈھیر سا رامال!	عَيْنَيْنِ	دو آنکھیں
يَقْدِرَ عَلَيْهِ	کہ ہرگز نہیں	أَيَحْسَبُ	کیا خیال کرتا ہے	وَلِسَانًا	اور زبان
أَحَدٌ	قادر ہے اس پر	أَنْ لَمْ يَرَكْ	کہ نہیں دیکھا اس کو	وَشَفَتَيْنِ	اور دو ہونٹ
يَقُولُ	کوئی	أَحَدٌ	کسی نے	وَهَدَيْنَاهُ	اور دکھلائی ہم نے اس کو
	کہتا ہے	أَلَمْ نَجْعَلْ	کیا نہیں بنائی ہم نے	النَّجْدَيْنِ ^(۲)	دو چڑھائیاں

انسان زیر اختیار ہے، اور اس کو دو چڑھائیاں دکھائی ہیں

جاننا چاہئے کہ:

۱- پہاڑی علاقہ میں کسی اہم جگہ پہنچنے کے لئے کبھی چڑھائی چڑھنی پڑتی ہے، اور چڑھائی کبھی بلند اور سخت ہوتی ہے، جیسے غارِ حراء اور غارِ ثور کی چڑھائیاں اتنی سخت ہیں کہ آدھے لوگ تھک کر لوٹ جاتے ہیں، ایسی بلند جگہ نجد کہلاتی ہے، سعودیہ میں ریاض کا علاقہ جزیرۃ العرب کا اونچا حصہ ہے، اس لئے وہ نجد کہلاتا ہے۔

(۱) اللَّبْد: بہت سا رامال (۲) النَّجْد: بلند اور سخت جگہ، پہاڑ کی چوٹی۔

۲۔ پہاڑی علاقہ میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے کہیں تنگ راستہ ہوتا ہے، وہاں سے گزرتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ کوئی چٹان لڑھک نہ آئے، ایسے تنگ دشوار گزار راستہ کو عقبہ (گھائی) کہتے ہیں۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو شقت والی زندگی دی ہے، وہ ہر طرح سے قید میں ہے، مگر وہ خیال کرتا ہے کہ وہ فری ہے، اس پر کسی کا بس نہیں وہ بے بس چل رہا ہے، اس لئے شیخی بگارتا ہے، کہتا ہے: میں نے دعوتِ اسلام کو روکنے کے لئے ڈھیروں مال خرچ کر دیا! حالانکہ دھیلا خرچ نہیں کیا، پس کیا اس کو کسی نے دیکھا نہیں؟ جس نے دیکھنے کے لئے اس کو دو آنکھیں اور بولنے کے لئے زبان اور دو ہونٹ دیئے ہیں وہ اس کی حرکتوں کو نہیں دیکھ رہا اور اس کی باتوں کو نہیں سن رہا؟ اصل یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو دونوں چڑھائیاں دکھلا دی ہیں، اچھی بھی اور بری بھی، مگر وہ بری چڑھائی چڑھ رہا ہے، حالانکہ اس کے لئے مناسب یہ تھا کہ وہ اچھی چڑھائی چڑھتا۔

آیاتِ پاک: — کیا انسان سمجھتا ہے کہ اس پر ہرگز کوئی قادر نہیں — وہ مطلق العنان (بے لگام) ہے — وہ کہتا ہے: میں نے ڈھیروں مال اڑا دیا! — اسلام کی دعوت کو روکنے میں — کیا وہ سمجھتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں؟ — ایسا سمجھنا خود کو دھوکہ دینا ہے — کیا ہم نے اس کے لئے دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے؟ — جب اللہ نے اس کو دیکھنے کے لئے دو آنکھیں دی ہیں، تو کیا دینے والا اندھا ہوگا؟ وہ ضرور بینا ہے، وہ اس کی حرکتوں کو دیکھ رہا ہے کہ کہاں مال خرچ کر رہا ہے، اور کیا بک رہا ہے؟ زبان اور ہونٹ ملا کر آدمی بولتا ہے، ہنہ کھول کر نہیں بول سکتا، زبان مخرج سے نکل رہی ہے تو ہوا پیدا ہوتی ہے، پھر وہ بند ہونٹوں سے ٹکراتی ہے اور آواز پیدا ہوتی ہے، پھر ہونٹ بار بار کھلتے ہیں تو آواز باہر نکلتی ہے اور کان سنتے ہیں — اور ہم نے اس کو دو چڑھائیاں دکھلائی ہیں — اچھی اور بری، پس اس کو اچھی راہ اپنانی چاہئے جس کا بیان آگے ہے۔

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۖ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ۖ فَكُ رَقَبَةً ۖ أَوْ لَاطِعُمْ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْجَبَةٍ ۖ يَتَّبِعُنَا ذَا مَقْرَبَةٍ ۖ أَوْ مَسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۖ

فَلَا اقْتَحَمَ	پس نہیں داخل ہوا وہ	فَكُ رَقَبَةً	گردن کا چڑھانا	يَتَّبِعُنَا	یتیم
الْعَقَبَةَ	گھائی میں	أَوْ لَاطِعُمْ	یا کھلانا	ذَا مَقْرَبَةٍ	رشتہ دار کو
وَمَا أَدْرَاكَ	اور تجھے کیا پتہ	فِي يَوْمٍ	دن میں	أَوْ مَسْكِينًا	یا غریب
مَا الْعَقَبَةُ	گھائی کیا ہے؟	ذِي مَسْجَبَةٍ	فاقہ والے	ذَا مَتْرَبَةٍ	خاک نشیں کو

دو مشکل کام جو خوش حال لوگوں کو کرنے چاہئیں

سورۃ الفجر میں خوش حال لوگوں کو چار کام بتائے ہیں، دو مثبت اور دو منفی، مثبت کام: یتیموں کا اکرام کرنا، اور غریبوں کا تعاون کرنا، اور منفی کام: میراث سمیٹ کر نہ کھانا اور مال سے بہت زیادہ محبت نہ کرنا، اب دوسرے دو ذرا مشکل کام بتاتے ہیں: ایک غلاموں کو آزاد کرنا دوسرا بھوک مری میں کھانا کھلانا، کس کو؟ رشتہ دار یتیم کو اور خاک نشیں مسکین کو، یہ کام پہلے کاموں کی نسبت مشکل ہیں، اس لئے ان کو گھائی میں گھسنے سے تعبیر کیا ہے۔

نجد کے معنی ہیں: بلند جگہ، اور عقبہ کے معنی ہیں: گھائی، دونوں ایک ہیں، تعبیر میں فرق تفتن ہے، اور مراد ملکیت اور بہیمیت ہیں، اگلی سورت میں ان کا ذکر آ رہا ہے: ﴿فَالْهَمُّهَا فُجُورُهَا وَتَقْوُهَا﴾: بدکاری اور نیکوکاری فطرت میں رچی بسی ہیں، اور انسان کو اختیار ہے جوئی راہ اختیار کرے، پس العقبة (معرفہ) سے مراد نیکی کا راستہ ہے، اور الفصاحم کے معنی ہیں: کسی چیز میں زبردستی یعنی مشکل سے گھسنا، یہ دو کام کرتے ہوئے طبیعت پر بوجھ پڑتا ہے، اس لئے یہ تعبیر اختیار کی ہے۔ اس کے بعد جاننا چاہئے کہ غلامی کا مسئلہ اسلام نے شروع نہیں کیا، یہ طریقہ جنگی قیدیوں کے حل کے طور پر پہلے سے چلا آ رہا تھا، اسلام نے اس کو باقی رکھا ہے، کیونکہ اس سے بہتر کوئی حل نہیں، البتہ اسلام نے غلامی سے نکلنے کی راہیں کھولی ہیں، ایک راہ لوجہ اللہ غلام کو آزاد کرنا ہے، اس کا یہاں ذکر ہے۔

اور غریبوں کو کھلانا ہر حال میں ثواب کا کام ہے، اور خاص طور پر رشتہ دار یتیم کو کھلانے میں بڑا ثواب ہے، یتیم غریب ہوتا ہی ہے، اور رشتہ دار یتیم کی خبر گیری میں دو ہر ثواب ہے، اسی طرح قحط سالی میں لوگ بھوکوں مرتے ہیں، پس جو غریب مٹی پر پڑا ہوا ہے اس کو کھلانے میں بہت زیادہ ثواب ہے، اس کو نہیں کھلایا جائے گا تو وہ مرجائے گا!

آیات کریمہ: — پس وہ (خوش حال) گھائی میں کیوں نہیں گھسا؟ اور جانتے ہو گھائی کیا ہے؟ اگر دن کا چھڑانا اور بھوک مری کے دن میں کھلانا: رشتہ دار یتیم کو یا خاک نشیں غریب کو۔

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۖ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّائِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۖ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّوَصَّدَةٌ ۖ

ثُمَّ كَانَ	اور تھا وہ	آمَنُوا	ایمان لائے	بِالصَّبْرِ	برداشت کرنے کی
مِنَ الَّذِينَ	ان لوگوں میں سے جو	وَتَوَاصَوْا	اور باہم تاکید کی	وَتَوَاصَوْا	اور باہم تاکید کی

(۱) اہم: ترتیب ذکر کے لئے معنی واد ہے، تراخی کے لئے نہیں، کیونکہ ایمان شرط مقدم ہے (۲) کو اوصی (باب تفاعل) ایک دوسرے کو وصیت (تاکید) کرنا۔

بِأَلْسِنَتِهِ ^(۱)	مہربانی کرنے کی	وَالَّذِينَ	اور جن لوگوں نے	أَصْحَابُ	بائیں والے (بد)
أُولَئِكَ	یہی لوگ	كَفَرُوا	انکار کیا	الْمُشْرِكُو	(نصیب) ہیں
أَصْحَابُ ^(۲)	دائیں والے (خوش نصیب) ہیں	بِأَلْسِنَتِهِ	ہماری باتوں کا وہ	عَلَيْهِمْ نَارٌ	ان پر آگ ہے
الْمُيْمَنَةِ		هُمْ		مُؤَصَّدَةٌ ^(۳)	موندی ہوئی

اعمال کی اعتباریت کے لئے ایمان شرط ہے اور دوسری غیبی باتیں اور اچھوں بروں کا انجام آخرت میں اعمال صالحہ کی قبولیت کے لئے بنیادی شرط ایمان ہے، اگر یہ شرط نہیں پائی جائے گی تو سب کراکریا اکارت جائے گا، دنیا میں ان کا بدلہ دیدیا جائے گا، پھر دوسری غیبی باتیں بیان کی ہیں:

ایک: لوگوں کو تاکید کرنا کہ دین پر عمل کرنے میں جو سختیاں اور دشواریاں پیش آئیں ان کو انگیز کیا جائے، ہمت نہ ہارے، پیچھے نہ ہٹے، ہمت مرداں مدد خدا۔ دوم: خلق خدا پر رحم کھایا جائے، انسان ہی نہیں جانوروں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا جائے، آسمان والا ان پر رحم کرے گا۔

پھر لوگوں کا انجام بیان کیا ہے، جو شرط کے مطابق نیک عمل کریں گے وہ خوش نصیب ہوں گے، قیامت کے دن ان کو نئمہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور وہ جنت میں عیش کریں گے — اور جو ایمان نہیں لائے اور انھوں نے قرآن کی باتوں کو جھٹلایا، وہ قیامت کے دن بد نصیب ہوں گے، ان کو نئمہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اور وہ جہنم میں جائیں گے، جس کی آگ دنیا کی آگ سے بہتر (۶۹) درجہ بڑھی ہوئی ہے، پھر بھی اس کی پریش کو کر کی طرح موند کر گری بڑھائی جائے گی، پس وہ کس درجہ گرم ہو جائے گی؟ اللہ کی پناہ!

آیات کریمہ: — اور تھا وہ ان لوگوں میں سے جو ایمان لائے، اور ایک دوسرے کو ہر کی تاکید کرتے رہے، اور مہربانی کرنے کی تاکید کرتے رہے، یہی خوش نصیب لوگ ہیں — اور جنھوں نے ایمان لانے سے انکار کیا، اور قرآن کریم کی باتوں کو جھٹلایا، وہ بد نصیب ہیں، ان پر موندی ہوئی آگ ہوگی!



(۱) المرحمة: مصدر میم یعنی رحمت (۲) عرب سیدھے ہاتھ کو میمنہ یعنی مبارک کہتے ہیں اور اٹے ہاتھ کو شؤمی اور مشئمہ کہتے ہیں، یعنی منویں (۳) مؤصدة: اسم مفعول، ایصاد (باب افعال): بند کرنا، موندنا، ڈھانپنا، منہ بند کرنا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
سورۃ الشمس

گذشتہ سورت میں آیا ہے: ﴿وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ﴾ ہم نے انسان کو دونوں اونچائیوں دکھلا دیں، یعنی اس کی فطرت میں خیر و شر کی دونوں صلاحیتیں رکھ دیں، اب اس سورت میں اسی بات کو مدلل کیا ہے، تین متقابلات کے ساتھ نفس کی دونوں حالتوں کو بھی ذکر کیا یہی مدعی ہے۔

(۹۱) سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ (۲۶)
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا ۝ وَالْقَمَرُ إِذَا تَلَّهَا ۝ وَالنَّهَارُ إِذَا جَلَّهَا ۝ وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشَاهَا ۝
وَالسَّمَاءَ وَمَا بَنَاهَا ۝ وَالْأَرْضَ وَمَا طَحَاهَا ۝ وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۝ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا
وَتَقْوَاهَا ۝

وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا ^(۱)	سورج کی قسم اور اسکی دھوپ چڑھنے کی	وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشَاهَا	رات کی قسم جب ڈھانک لے	وَمَا طَحَاهَا وَنَفْسٍ	اور اس کو پھیلانے کی نفس کی قسم
وَالْقَمَرُ إِذَا تَلَّهَا ^(۲)	چاند کی قسم جب وہ سورج کیچھ آئے	وَالنَّهَارُ وَمَا بَنَاهَا ^(۳)	رات سورج کو آسمان کی قسم	وَمَا سَوَّاهَا فَأَلْهَمَهَا ^(۵)	اور اسکو ٹھیک بنانے کی پس بھائی اس کو
وَالنَّهَارُ إِذَا جَلَّهَا ^(۳)	دن کی قسم جب روشن کرے دن سورج کو	وَالْأَرْضَ	اور اس کو بنانے کی زمین کی قسم	فُجُورَهَا ^(۶) وَتَقْوَاهَا	اس کی بدکاری اور اس کی نیکوکاری

(۱) ضحی: چاشت، اس وقت دھوپ چڑھتی ہے، اور دن خوب روشن ہو جاتا ہے (۲) تلاھا: چودھویں کا چاند مراد ہے، وہ سورج کے غروب کے ساتھ نکلتا ہے (۳) جلی کا فاعل ضمیر ہے جو نہار کی طرف لوٹی ہے (۴) لما: یہاں اور آگے مصدر یہ ہے۔ (۵) فالھمھا: جواب قسم کی جگہ آیا ہے، یہی قسم بھی ہے اور جواب قسم بھی۔ (۶) لاجور کی تقدیم اس کی خطرناکی ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

نفس میں دو متضاد کیفیات: ملکیت اور بھیمیت جمع ہیں: اس پر تین متقابلات سے استدلال
۱- سورج کو دیکھو، جب چاشت کا وقت ہو جائے اور وہ خوب روشن ہو جائے، اور اس کے بالمقابل چاند کو دیکھو، جب
وہ چودھویں رات میں سورج کے غروب کے ساتھ طلوع کرے، دونوں مل کر شب دروز کو روشن کرتے ہیں۔
۲- دن کو دیکھو! جب دن میں سورج خوب روشن ہو جائے، اور سارا جہاں جگمگا جائے، اور اس کے بالمقابل رات کو
دیکھو، جب وہ سورج کی روشنی کو ڈھانک لے، اور رات خوب تاریک ہو جائے، دونوں کے ساتھ معاش اور راحت کا
تعلق ہے۔

۳- آسمان کو دیکھو، اس کو کتنا مضبوط اور چوڑا چکلا بنایا ہے، اور اس کے بالمقابل زمین کو دیکھو، اس کو کیسا پھیلا یا ہے؟
دونوں کے ساتھ انسان کی معاش اور معیشت کا تعلق ہے۔
جواب قسم: اسی طرح نفس کو خوب ٹھیک بنایا ہے، اس میں بھیمیت اور ملکیت دونوں صلاحیتیں جمع کی ہیں، اور دونوں
کے ساتھ انسان کی ترقی اور تنزل کا تعلق رکھا ہے، اور بھیمیت (بدکاری) کو مقدم اس لئے کیا ہے کہ اس سے بچنا نہایت
ضروری ہے۔

آیات کریمہ: — سورج اور اس کی دھوپ چڑھنے (چاشت) کی قسم، چاند کی قسم جب وہ سورج کے غروب پر
طلوع ہو، دن کی قسم جب اس کو سورج خوب روشن کر دے، رات کی قسم جب وہ سورج کی روشنی کو ڈھانک لے، آسمان اور
اس کی بنانے کی قسم، زمین اور اس کو پھیلانے کی قسم! (جواب قسم بصورت قسم) نفس کو ٹھیک بنانے کی قسم! اس طرح کہ اس کو
الہام کی اس بدکاری اور اس کی نیکوکاری!

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۖ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ۚ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا ۖ إِذِ انْبَعَثَ
أَشْقَاهَا ۖ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ نَاقَةَ اللَّهِ وَسُقْيَاهَا ۖ فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا ۖ
فَدُمِدَّمْ عَلَيْهُمْ رَبُّهُمْ يُدْثِرِهُمْ فَسَوَّاهَا ۖ وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا ۖ

قَدْ أَفْلَحَ	تحقیق کامیاب ہوا	مَنْ دَسَّاهَا	جس نے اس کو ملیا بیٹ	ثَمُودُ	ثمود نے
مَنْ زَكَّاهَا	جس نے اس کو سنوار لیا	كَذَّبَتْ	کر دیا	بَطَغْوَاهَا	اپنی سرکشی سے
وَقَدْ خَابَ	اور تحقیق نامراد ہوا	كَذَّبَتْ	جھٹلایا	إِذِ انْبَعَثَ	جب اٹھا

اَشْفَقَهَا	ان کا بد بخت	فَكَذَّبُوهُ	پس جھٹلایا تو تم نے صالح کو	يَذْنِبُهُمْ	ان کے گناہ کی وجہ سے
فَقَالَ	پس کہا	فَعَقَرُوهَا	پس انھوں نے اس کے	فَسَوَّيْهَا	پس برابر کر دیا ان کو
لَهُمْ	ان سے		پاؤں کاٹ ڈالے	وَلَا	اور نہیں
رَسُولُ اللَّهِ	اللہ کے رسول نے	وَقَدْ مَدَّ	پس ناراض ہوئے	يَخَافُ	ڈرتے وہ
نَاقَةَ اللَّهِ	(بجھ) اللہ کی اونٹنی سے	عَلَيْهِمْ	ان پر	عُقِبَهَا	اس کے انجام سے
وَسُقِيَهَا	اور اسکی پینے کی باری سے	رَبُّهُمْ	ان کے پروردگار		

جوفس کو سنوارے گا وہ کامیاب ہوگا، اور جو اس کو خاک آلود کرے گا وہ ناکام ہوگا

جب نفس میں دو متضاد کیفیات جمع ہیں تو دونوں کے احکام بیان کرنا ضروری ہیں، پس فرماتے ہیں: جو نفس کو سنوارے گا وہ کامیاب ہوگا، اور جو اسے خاک آلود کرے گا وہ ناکام ہوگا، نفس کو سنوارنے کی مثال آگے سورۃ الضحیٰ اور سورۃ الانشراح میں آئے گی، اور وہ نبی ﷺ کی مثال ہے، سورۃ الضحیٰ میں آپ کا ابتدائی حال ہے اور سورۃ الانشراح میں اس کی شرح ہے، اور نفس کو خاک آلود کرنے کی مثال یہاں ہے، اور وہ شمود کی مثال ہے، انھوں نے بھیبت کی پیروی کی، اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی، اور معجزہ طلب کیا، صالح علیہ السلام نے ان کے مطالبہ کے مطابق پتھر کی چٹان سے اونٹنی نکال کر دکھائی، مگر وہ ایمان نہیں لائے، بلکہ اونٹنی کو مارنے کے درپے ہوئے، قذار نامی ایک سردار نے اس کی ذمہ داری لی، حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو سمجھایا کہ اللہ کی اونٹنی کو اور اس کی پانی کی باری کو مت چھیڑو! مگر انھوں نے نہیں مانا، اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں، جس سے وہ ہلاک ہوگئی، اللہ تعالیٰ ان کی اس حرکت سے ناراض ہوئے اور ان کا صفایا کر دیا، اور انجام کیا ہوگا؟ اس کی اللہ کو کچھ پرواہ نہیں!

آیات کریمہ: بِالْبَاقِينَ وہ شخص کامیاب ہوا، جس نے نفس کو سنوارا، اور وہ شخص ناکام ہوا جس نے اس کو بگاڑا (مثلاً) شمود نے اپنی سرکشی سے (اللہ کی دعوت کو) جھٹلایا (یاد کرو:) جب قوم کا بد بخت کھڑا ہوا پس اللہ کے رسول نے ان سے کہا: (بجھ) اللہ کی اونٹنی اور اس کی پانی پینے کی باری سے! پس انھوں نے ان کی یہ بات نہیں مانی، اور اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں (جس سے وہ ہلاک ہوگئی) پس اللہ قوم پر ان کی اس حرکت سے ناراض ہوئے اور ان کا صفایا کر دیا، اور وہ اس کے انجام سے نہیں ڈرتے! — وہ ان کی جگہ دوسری قوم پیدا کر دیں گے۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ اللیل

اس سورت میں دو مضمون ہیں:

- ۱- انسان کی فطرت میں دو متضاد کیفیات (نیکو کاری اور بد کاری) ساتھ ساتھ ہیں، ان کے احکام گزشتہ سورت میں بیان کئے تھے، اب ان کے آثار بیان فرماتے ہیں، اور ان کا اختلاف و نظیروں کے ذریعہ سمجھاتے ہیں۔
- ۲- اللہ نے انسان کو مجبور پیدا نہیں کیا، اس کو کسب کا اختیار دیا ہے، البتہ راہ نمائی اپنے ذمہ لی ہے، اور دنیا اور آخرت کی جوڑی ہے، یہاں کے اعمال کی جزا و سزا آخرت میں ہے، پس انسان کے سامنے دو راہیں ہیں، جنت کی اور جہنم کی، انسان کو جہنم کی راہ سے بچنا چاہئے اور جنت کی راہ اپنانی چاہئے۔



وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ۚ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ ۚ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۚ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ۚ
فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۚ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۚ فَسَنِيَرُهُ لِلْعُسْرَىٰ ۚ وَ
وَأَمَّا مَنْ أَسَفَعَ ۚ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ۚ فَسَنِيَرُهُ لِلْعُسْرَىٰ ۚ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ ۚ

وَاللَّيْلِ	رات کی قسم	الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ	نر اور مادہ کو	وَاتَّقَىٰ	اور ڈرا
إِذَا يَغْشَىٰ	جب وہ چھا جائے	إِنَّ سَعْيَكُمْ	بیشک تمہارے اعمال	وَصَدَّقَ	اور تصدیق کی
وَالنَّهَارِ	دن کی قسم	لَشَتَّىٰ	یقیناً مختلف ہیں	بِالْحُسْنَىٰ	بہترین بات کی
إِذَا تَجَلَّىٰ	جب وہ روشن ہو جائے	فَأَمَّا مَنْ	پس رہا وہ جس نے	فَسَنِيَرُهُ	پس ہم اس کو آہستہ
وَمَا خَلَقَ ^(۱)	پیدا کرنے کی قسم	أَعْطَىٰ	دیا		آہستہ لے جائیں گے

لَیْسَ رَمَیْ	جنت میں	بِالْحَسَنَى	بہترین بات کو	عَنْهُ	اس کے
وَأَمَّا مَنْ	اور رہا وہ جس نے	فَسَيُجْزَىٰ	پس ہم اس کو آہستہ	مَالَهُ	اس کا مال
بَخِلَ	ہاتھ روکا		آہستہ لے جائیں گے	إِذَا	جب وہ
وَأَسْبَغَ	اور وہ بے پرواہ بنا	لِلْعُسَىٰ ^(۱)	دوزخ میں	كَرَّ ذَا	کھڑے میں گرے گا
وَكَذَّبَ	اور جھٹلایا	وَمَا يُغْنِي	اور نہیں کام آئے گا		

انسان کے اختلاف اعمال کی نظیریں

انسان کو دو متضاد صلاحیتیں دی ہیں: اچھی اور بری، جیسا کہ گذشتہ سے پیوستہ سورت میں آیا، اب انسان جس قوت کو بڑھا دے گا اس کے آثار ظاہر ہونگے، اور قوتیں چونکہ متضاد ہیں، اس لئے آثار بھی مختلف ہونگے، اور اس کی دو نظیریں ہیں:

۱- رات اور دن ٹائم (وقت) کے دو حصے ہیں، تاہم جب رات چھا جاتی ہے اور دن روشن ہو جاتا ہے تو دونوں کتنے مختلف ہو جاتے ہیں؟ اسی طرح انسانوں کے اعمال کے اختلاف کو سمجھنا چاہئے۔

۲- اللہ نے نوع کو تقسیم کر کے دو صنفیں بنائی ہیں: نر اور مادہ، ہر نوع کو اسی طرح تقسیم کیا ہے، اب ان دو صنفوں کا تفاوت دیکھیں: کس قدر ہے؟ اسی طرح انسانوں کے اعمال مختلف ہیں:

مومنین ایسے تین کام کرتے ہیں جو آہستہ آہستہ ان کو جنت میں پہنچاتے ہیں، وہ کار خیر میں خرچ کرتے ہیں، وہ تقویٰ والی زندگی گزارتے ہیں اور کلمہ حسنی: لا الہ الا اللہ کی تصدیق کرتے ہیں۔

اور کفار کے دوسرے تین کام ہیں جو آہستہ آہستہ ان کو دوزخ میں پہنچاتے ہیں، وہ کار خیر میں خرچ کرنے سے ہاتھ روکتے ہیں، ان کو اللہ کی کچھ پرواہ نہیں، اور وہ کلمہ حسنی کو نہیں مانتے، اس لئے وہ جہنم میں پہنچیں گے اور جب وہ جہنم کے کھڈے میں گریں گے تو ان کا مال ان کے کچھ کام نہیں آئے گا۔

آیات پاک: — رات کی قسم جب وہ چھا جائے، دن کی قسم جب وہ روشن ہو جائے — ان دو حالتوں میں دونوں کے آثار کتنے مختلف ہیں، جبکہ دونوں ٹائم کے حصے ہیں — نر اور مادہ کو پیدا کرنے کی قسم! — یہ دونوں نوع کے حصے ہیں، پھر بھی دونوں کے کام کتنے مختلف ہیں؟ — بے شک تمہارے اعمال یقیناً مختلف ہیں — یہ جواب قسم

(۱) یسوی اور عسوی: موصوف کے قائم مقام صفتیں ہیں، جیسے الدنیا اور الآخرة الدار الیسوی: آسان گھر یعنی جنت اور الدار العسوی: سخت گھر یعنی دوزخ، اور قرینہ: وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى ہے یعنی جب جہنم کے کھڈے میں گرے گا تو مال کچھ کام نہیں آئے گا، اور نیسو کا ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب نے کیا ہے: ”ہم اس کو سچ سچ پہنچائیں گے“

ہے یعنی دعویٰ ہے جس کو مذکورہ نظیروں سے سمجھایا ہے۔

اب رہا وہ شخص جس نے راہِ خدا میں دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات کی تصدیق کی، اس کو ہم آہستہ آہستہ جنت میں پہنچائیں گے، اور رہا وہ شخص جس نے نہیں دیا، اور بے پروا ہوا، اور اچھی بات کو جھٹلایا، اس کو ہم آہستہ آہستہ دوزخ میں پہنچائیں گے، اور جب وہ کھڑے میں گرے گا تو اس کا مال اس کے کچھ کام نہیں آئے گا — اور دونوں کے اعمال مختلف اس لئے ہیں کہ مومن نے ملکیت کی پیروی کی ہے پس اس کے آثار ظاہر ہوئے اور کافر نے بھیمیت کی پیروی کی ہے، اس لئے اس کے آثار ظاہر ہوئے، اور دونوں کے کاموں میں تقابل کی نسبت ہے یعنی تضاد ہے، کیونکہ ملکیت اور بھیمیت میں تضاد ہے۔

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ۖ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ۚ فَأَنْذَرْنَكُمْ كَارًا تَلَظَّى ۚ لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ۖ الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّى ۖ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۖ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۖ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ ۖ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ۖ وَلَسَوْفَ يَرُصُّهُ ۖ

اور نہیں ہے کسی کیلئے	وَمَا لِأَحَدٍ	نہیں داخل ہوگا اس میں	لَا يَصْلَاهَا	بیشک ہمارے ذمہ ہے	إِنَّ عَلَيْنَا ^(۱)
اس کے پاس	عِنْدَهُ	مگر نہایت بد بخت	إِلَّا الْأَشْقَى	البتہ راہِ نمائی	لَلْهُدَىٰ
کوئی احسان	مِنْ نِعْمَةٍ	جس نے جھٹلایا	الَّذِي كَذَّبَ	اور بیشک ہماری ملک	وَإِنَّ لَنَا ^(۱)
جس کا بدلہ دے رہا ہو	تُجْزَىٰ ^(۲)	اور منہ موڑا	وَتَوَلَّى	میں ہیں	لَلْآخِرَةِ
لیکن چاہتے ہوئے	إِلَّا ابْتِغَاءَ ^(۳)	اور اب بچار ہے گا اس	وَسَيُجَنَّبُهَا	یقیناً آخرت	وَالْأُولَىٰ
چہرہ (خوشنودی)	وَجْهِ	نہایت پرہیزگار	الْأَتْقَى	اور دنیا	فَأَنْذَرْنَكُمْ
اپنے پروردگار کا	رَبِّهِ	جو دیتا ہے	الَّذِي يُؤْتِي	پس ڈرا تاہوں میں تم کو	كَارًا
برتر و بالا	الْأَعْلَىٰ	اپنا مال	مَالَهُ ^(۳)	آگ سے	تَلَظَّى ^(۲)
اور غریب وہ راضی ہوگا	وَلَسَوْفَ يَرُصُّهُ	سترا ہوتا ہے	يَتَزَكَّىٰ	جو بھڑک رہی ہے	

(۱) علینا اور لنا ظرف ہونے کی وجہ سے خبر مقدم ہیں (۲) جملہ تلطی: ناز کی صفت ہے، اور تلطی میں سے ایک تاء محذوف ہے۔ (۳) یتزکی: یوتی کے فاعل کا حال ہے (۴) جملہ تجزی: نعمۃ کی صفت ہے (۵) استثناء منقطع یعنی لیکن ہے۔

اللہ کی راہ نمائی

پہلے دو باتیں سمجھ لیں:

۱- اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجبور پیدا نہیں کیا، اس کو جزوی اختیار دے کر دور رہے پر کھڑا کیا ہے، خیر و شر کی دونوں راہیں اس کے لئے کھول دی ہیں، اس کی فطرت میں ملکیت بھی رکھ دی ہے اور ہمیت بھی، وہ جس رخ پر پڑنا چاہے پرسکتا ہے، البتہ اس کی راہ نمائی کی ذمہ داری اللہ نے خود لی ہے، اس مقصد سے انسان کو دنیا میں بھیجے سے پہلے درس معرفت دیا، پچھ اسی نیچر کو لے کر دنیا میں آتا ہے، پھر انبیاء و رسل بھیجے، اپنی کتابیں نازل کیں، اور انسان کی مکمل راہ نمائی کی، تاکہ وہ غلط راہ پر نہ پڑے۔

۲- عالم دو ہیں: دنیا اور آخرت، دونوں اللہ کی ملک ہیں، اور اللہ نے دونوں کی جوڑی بنائی ہے، دونوں سے مل کر ایک مقصد کی تکمیل ہوگی، دنیا میں عمل کرنا ہے اور آخرت میں اس کی جزا و سزا پانا ہے، پس راہ نمائی میں اس کا لحاظ رہے گا کہ انسان کی آخرت آباد ہو، اسے جہنم کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اللہ کی راہ نمائی: — اللہ تعالیٰ بندوں کو جہنم کی بھڑکتی آگ سے ڈراتے ہیں، کیونکہ اس میں بڑا بد بخت ہی جائے گا، جو دعوتِ اسلام کو جھٹلائے گا، اس سے منہ موڑے گا اور ایمان نہیں لائے گا، پس جو آخرت میں خیر چاہتا ہے وہ ایمان لائے، اور اللہ کے دین پر عمل کرنے جیسی آخرت میں کامیابی اس کے قدم چومے گی۔

اور جو بندے نہایت پرہیزگار ہیں، آنکھ چپکنے کے بقدر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور وہ پاک صاف ہونے کے لئے یعنی بخیلی کی بیماری دور کرنے کے لئے مال خرچ کرتے ہیں، ان پر کسی غریب کا کوئی احسان نہیں جسے اتارنا چاہتے ہوں، بلکہ محض لوجہ اللہ غریب پر خرچ کرتے ہیں، ان کو آخرت میں جنت ملے گی جس سے وہ خوش ہو جائیں گے۔

آیاتِ کریمہ: — بے شک ہمارے ذمہ (انسانوں کی) راہ نمائی ہے — یہ پہلی بات ہے — اور بے شک

ہماری ملک ہیں آخرت اور دنیا — یہ دوسری بات ہے — پس میں تم کو بھڑکتی آگ سے ڈراتا ہوں — یہ نصیحت

شروع کی — اس میں بڑا بد بخت ہی داخل ہوگا — بڑا بد بخت یعنی کافر، اور داخل ہونا ہمیشہ کے لئے ہے —

جس نے (رسول کی) تکذیب کی، اور (دعوتِ ایمان سے) منہ موڑا — اور اب بچا رہے گا دوزخ سے نہایت پرہیزگار

جو پاک صاف ہونے کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے، اور کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں جس کو وہ اتارنا چاہتا ہو، لیکن اپنے

پروردگار برتر و بالا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے، اور عنقریب وہ خوش ہو جائے گا — یعنی صلہ حسبِ نیت

ملے گا، اس کی نیت اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی تھی، پس صلہ ایسا دیا کہ وہ خوش ہو گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۃ الضحیٰ

رابط: گذشتہ سے پیوستہ سورت میں (سورۃ الشمس میں) فرمایا ہے کہ اللہ نے انسانوں کی فطرت میں بدکاری اور نیکوکاری جمع کی ہیں، اب جو نفس کو سنوارے گا کامیاب ہوگا، اور جو اس کو خاک آلود کرے گا ناکام ہوگا، پھر نفس کو خاک آلود کرنے والوں کی مثال دی تھی کہ شمود نے سرکشی کی اور تباہ ہوئے، اور نفس کو سنوارنے والوں کی مثال نہیں دی تھی، اب دو سورتوں میں اس کی مثال ہے، اور سورۃ اللیل میں صلاحیتوں کے اختلاف سے اعمال کا اختلاف دکھلایا ہے۔

نفس کو سنوارنے والے مومنین ہیں، ان کے سردار سرور کو نبی ﷺ ہیں، وہ نفس کو سنوارنے والوں کا اعلیٰ فرد ہیں، ان کو مثال میں پیش کرتے ہیں، پھر سورۃ التین میں عام لوگوں کا ذکر ہے، ان کے ضمن میں مومنین بھی آئیں گے، اور یہ سورت ابتدائی دور کی ہے، اس کا نزول کا نمبر گیارہ ہے، اور اگلی سورت اس کے فوراً بعد نازل ہوئی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۱۲ ہے، پس اگلی سورت میں اسی سورت کی وضاحت ہے۔

(۹۳) سُورَةُ الضُّحَىٰ مَكِّيَّةٌ (۱۱) (رُكُوعُهَا ۱)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالضُّحَىٰ ۝ وَاللَّيْلُ إِذَا سَجَىٰ ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَآ قَلَىٰ ۝ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ ۝ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۝ أَلَمْ يَجْعَلْكَ يَتِيمًا فَالْوَىٰ ۝ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ۝ وَوَجَدَكَ عَالِمًا فَلَأَعْنِي ۝ فَامَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

وَالضُّحَىٰ	چاشت کے وقت کی قسم	مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ	نہیں چھوڑا آپ کو	وَالْآخِرَةُ	اور البتہ پچھلی حالت
وَاللَّيْلُ	اور رات کی قسم	وَمَآ قَلَىٰ (۲)	آپ کے رب نے	خَيْرٌ لَّكَ	بہتر ہے آپ کے لئے
إِذَا سَجَىٰ (۱)	جب وہ چھا جائے		اور نہ وہ بیزار ہوا	مِنَ الْأُولَىٰ	پہلی حالت سے

(۱) سَجَا اللَّيْلُ: چھپانا، ڈھانکنا (۲) قَلَىٰ فَلَا تَقْلَىٰ: کسی سے متنفر ہو کر ترک تعلق کرنا۔

وَلَوْ كُنْتَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَاهُ أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ	اور البتہ عنقریب دیں گے آپ کو آپ کے رب پس خوش ہو جائیں گے کیا نہیں پایا اس نے آپ کو یتیم پس ٹھکانا دیا اس نے	وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ وَوَجَدَكَ عَائِلًا ۚ فَأَغْنَىٰ فَأَمَّا الْيَتِيمَ	اور پایا اس نے آپ کو دین سے بے خبر پس باخبر کیا اس نے اور پایا اس نے آپ کو محتاج پس مالدار کیا اب رہا یتیم	فَلَا تَقْهَرْ وَأَنَا السَّكِينُ ۚ فَلَا تَنْهَرْ وَأَنَا يَنْصَحُ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُكَ	تو مت ڈانٹ اور رہا مانگنے والا پس مت جھڑک اور رہا فضل تیرے رب کا پس بیان کر
--	--	--	--	---	---

اللہ نے آپ کو نہ چھوڑا نہ بیزار ہو

شروع کی تین آیتوں کا واقعی شانِ نزول معلوم نہیں، نزولِ وحی کے درمیان کبھی کسی مصلحت سے وقفہ ہو جاتا تھا، جیسے آپ سے تین باتیں پوچھی گئی تھیں: اصحاب کہف کون ہیں؟ ذوالقرنین کا واقعہ کیا ہے؟ اور روح کی حقیقت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں کل جواب دوں گا، اور ان شاء اللہ نہیں کہا، پس کئی دن وحی نہیں آئی، مشرکین نے کہنا شروع کیا: اللہ: محمد سے بیزار ہو گئے اور ان کو چھوڑ دیا، شروع کی تین آیتوں میں اس کا جواب ہے۔

فائدہ: پہلی وحی کے بعد جو چھ ماہ فترت کا زمانہ ہے، وہ مراؤ نہیں، کیونکہ پہلی وحی کے موقع پر آپ کو نبوت کی اطلاع نہیں دی تھی، نہ اس وقت آپ نے دعوت کا کام شروع کیا تھا، اس لئے اس وقت مخالف بھی کوئی نہیں تھا، نبوت کی اطلاع آپ کو دوسری وحی کے وقت دی گئی ہے، جب ﴿يَا أَيُّهَا الْمَدْيُنِيُّ﴾ کی وحی آئی، اور اس کے بعد آپ نے دعوت کا کام شروع کیا ہے (فائدہ پورا ہوا)

اب آپ ایک مثال میں غور کریں: جب سورج چڑھتا ہے، چاشت کا وقت ہوتا ہے، اور روشنی خوب پھیل جاتی ہے تو کون گمان کر سکتا ہے کہ کچھ وقت کے بعد رات آئے گی؟ پس اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ رات سے بیزار ہو گئے، اور اس کو چھوڑ دیا، اب رات نہیں آئے گی تو ایسا سمجھنا غلط ہوگا، اسی طرح جب رات چھا جائے، اور ہر چیز کو اپنی تاریکی کی چادر میں چھپا لے اس وقت کون تصور کر سکتا ہے کہ کچھ وقت کے بعد سورج نکلے گا، دن شروع ہوگا اور روشنی پھیلے گی، پس آدھی رات کو کوئی کہے کہ اللہ دن سے بیزار ہو گئے، اور اس کو چھوڑ دیا، اب سورج نہیں نکلے گا تو یہ بات غلط ہوگی، اسی طرح کسی مصلحت سے وحی میں وقفہ ہو گیا تو یہ کہنا درست نہیں کہ اللہ اپنے نبی سے بیزار ہو گئے اور ان کو چھوڑ دیا۔

(۱) غَالٍ فَلَا تَحْتَاجُ هُوَ۔

﴿وَالضُّحَىٰ ۝ وَالْأَيْلِيلَ إِذَا سَجَىٰ ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ ۝﴾

ترجمہ: دن چڑھنے کے وقت کی قسم! اور رات کی قسم جب وہ چھا جائے! — یہ دو دلیلیں ہیں کہ — نہ تو آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا، نہ وہیزار ہوا!

بعد کے احوال آپ کے لئے سابقہ احوال سے بہتر ہیں، اور اس کی تین مثالیں

وقفہ کے بعد وحی موسلا دھار آئے گی، اور یہ پچھلی حالت آپ کے لئے پہلی حالت سے بہتر ہوگی، اللہ تعالیٰ آپ کی طرف اتنی وحی نازل فرمائیں گے کہ آپ خوش ہو جائیں گے، اور بعد کی حالت پہلی حالت سے بہتر ہوگی: اس کی تین مثالیں ہیں:

۱- آپ یتیم تھے، والد ماجد کا انتقال آپ کی ولادت سے پہلے ہو گیا تھا، اور پانچ سال کی عمر میں والدہ ماجدہ بھی غم مفارقت سے دی گئیں، گویا آپ ڈبل یتیم تھے، مگر فوراً دادا عبدالمطلب نے آپ کو اپنی گود میں لے لیا، اور ان کے انتقال کے بعد شفیق چچا ابوطالب نے آپ کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا، یہ بعد کی حالت آپ کے لئے سابقہ حالت سے بہتر ہے۔

۲- آپ دین سے بے خبر تھے، ملت اسماعیلی باقی نہیں رہی تھی، اور اللہ کی راہ نمائی کے بغیر انسان آخرت میں کامیاب نہیں ہو سکتا، چنانچہ جب وقت آیا تو آپ کو نبوت سے سرفراز کیا، اور دین سے واقف کیا، یہ بعد کی حالت سابقہ حالت سے بہتر ہے۔

۳- آپ محتاج تھے، آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال میں مضاربت کی، اس میں اللہ نے خوب نفع دیا، پھر آپ کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر حضرت خدیجہؓ نے آپ سے نکاح کر لیا، اور اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا، اس طرح آپ بے نیاز ہو گئے، یہ پچھلی حالت بھی سابقہ حالت سے بہتر ہے۔

﴿وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ ۝ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۝ أَلَمْ يَجْعَلْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ ۝ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ۝ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ ۝﴾

ترجمہ: اور پچھلی حالت یقیناً آپ کے لئے پہلی حالت سے بہتر ہے، اور اب آپ کو آپ کے رب اتا دیں گے کہ آپ خوش ہو جائیں گے — آیات کا مسبق لاجلہ الکلام (مقصود) تو وحی ہے، مگر الفاظ کے عموم سے آخرت اور اس کی نعمتیں بھی مراد ہیں — کیا اللہ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پس اس نے ٹھکانا دیا، اور آپ کو دین سے بے خبر پایا، پس آپ کو باخبر کیا، اور آپ کو محتاج پایا، پس آپ کو بے نیاز کیا۔

تین نعمتوں کی شکر گزاری کے لئے تین کام

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر تین فضل فرمائے ہیں پس شکر گزاری کے طور پر تین احکام دیئے ہیں:

۱- جب آپؐ نے یتیمی کا دوریکھا ہے تو اب آپؐ یتیم کو نہ ڈانٹیں! اس کا دل نہ توڑیں، اس کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کریں۔

۲- جب آپؐ پر غریبی کا زمانہ گزرا ہے تو اب آپؐ کسی محتاج سائل کو نہ جھڑکیں، دھکے نہ دیں، اس کی غریبی نے اس کو سوال پر مجبور کیا ہے، پس اس کی حاجت روائی کریں۔

۳- آپؐ کو اللہ نے نبوت سے سرفراز کیا ہے، دین سے واقف کیا ہے اور بے شمار علوم عطا فرمائے ہیں، پس آپؐ ان علوم کو بیان کریں اور لوگوں کو اپنے علوم سے فائدہ پہنچائیں، آپؐ کے بیان کردہ ان علوم کا نام احادیث شریفہ ہے۔

﴿فَإِنَّمَا إِلَهُ الْيَتِيمِ فَلَا تَقْهَرْ ۖ وَأَنَا الْمَسْكِينُ فَلَا تَسْهَرْ ۖ وَأَنَا الْبَغِيضُ فَلَا تُفْجِرْ ۖ﴾

ترجمہ: لہذا آپؐ یتیم کو نہ ڈانٹیں، اور سائل کو نہ جھڑکیں، اور اپنے رب کی نعمتوں (علوم) کو بیان کریں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ الانشراح

یہ سورت گذشتہ سورت کے بعد متصل نازل ہوئی ہے، الضحیٰ کا نزول کا نمبر گیارہ ہے اور اس کا بارہ، اس میں نبی ﷺ پر تین نوازشات کا ذکر ہے، دو تو وہی ہیں جن کا گذشتہ سورت میں ذکر آچکا، اور ایک نیا اعزاز ہے، پھر آپؐ کے لئے تین ہدایتیں ہیں۔

اِنَّا نَحْنُ ۙ اَنْۢحَا ۙ سُوْرَةُ الْمُنَشَّرِ مَكِّيَّةٌ (۱۲) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۙ الَّذِیۡۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۙ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۙ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۙ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۙ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۙ

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَقْنَصْ	کیا ہمیں کشادہ کیا ہم آپ کے لئے آپ کے سینہ کو اور اتار دیا ہم نے آپ سے آپ کے بوجھ کو جس نے دوہری کر رکھی تھی	ظَهَرَكَ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا لَإِنَّ	آپ کی پیٹھ اور بلند کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کا آوازہ بس بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے بے شک	مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا فَإِذَا فَرَعْتَ فَإِنْصَبْ ^(۱) وَلَا تَرْبِكْ فَارْغَبْ	دشواری کے ساتھ آسانی ہے پس جب آپ فارغ ہو جائیں تو سخت محنت کریں اور اپنے رب کی طرف پس رغبت کریں
--	---	--	---	--	---

نبی ﷺ پر اللہ کی تین نوازشات

دو عنایات کا ذکر گذشتہ سورت میں آگیا ہے، آپ یتیم تھے اللہ نے آپ کو ٹھکانا دیا: اس کو نہیں لوٹایا، باقی دو کا دوبارہ ذکر فرماتے ہیں اور تیسری نعمت نئی ہے:

۱- اللہ نے نبوت سے سرفراز کر کے نبی ﷺ کا سینہ علوم و معارف کے لئے کشادہ کر دیا، نبوت بڑا کمال ہے، نبی کا اللہ سے رابطہ ہو جاتا ہے، ہر آن اس پر علوم و معارف کا نزول ہوتا ہے، یہ: ﴿وَأَنَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ کا دوسرے انداز سے ذکر کیا ہے۔

۲- آپ پر عیال داری کا بوجھ تھا، نبوت سے پندرہ سال پہلے آپ کا نکاح ہو گیا تھا، اولاد بھی تھی، صاحبزادے تو حیات نہیں تھے، مگر چار صاحبزادیاں تھیں، گھر کے خرچ نے کمزور کر رکھی تھی، مگر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا سارا اثاثہ آپ کی نذر کر دیا تو گھر کا خرچ چلانا آسان ہو گیا۔

۳- نبوت ملنے کے بعد آپ کی شہرت ہو گئی، عرب و عجم آپ کی شخصیت سے واقف ہو گئے، نیز اذان و اقامت اور کلمہ طیب میں آپ کا نام شامل کیا تو آپ کی شہرت اپنی انتہاء کو پہنچ گئی۔

آیات پاک: — کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کا سینہ کشادہ نہیں کیا؟ اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمزور کر رکھی تھی، اور ہم نے آپ کا آواز دہلند کیا۔

(۱) انْصَبَ: بابِ سَمْعٍ سے امر، نَصَبَ نَصْبًا: بہت تھک جانا، چکنا چور ہو جانا، اور بابِ ضَرْبٍ سے معنی ہیں: کھڑا کرنا۔

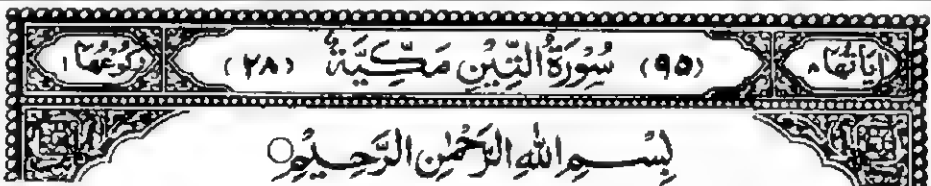
اللہ کی طرف سے نبی ﷺ کو تین ہدایات

- ۱- کارِ نبوت میں دشواریاں پیش آئیں تو آپ نہ گھبرائیں، ایک دشواری کے ساتھ دو آسانیاں ہوتی ہیں، ایک سابقہ دوسری لاحقہ، اس میں اشارہ ہے کہ آگے کام آسان ہوگا۔
 - ۲- جب آپ دعوت کے کام سے فارغ ہوں تو اللہ کے ذکر میں لگیں، اور خوب محنت کریں، کیونکہ لوگوں کے ساتھ اختلاط سے دل پر میل آجاتا ہے، اس کی صفائی کے لئے خلوت اور ذکر ضروری ہے، حضرت مولانا الیاس صاحب کاندھلوی قدس سرہ (بانی تبلیغی جماعت) جب میوات میں چلے لگا کر بنگلہ والی مسجد میں لوٹے تو تین دن کا اعتکاف کرتے، کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: لوگوں کے ساتھ اختلاط سے دل پر میل آجاتا ہے، اس کی صفائی کے لئے اعتکاف کرتا ہوں۔
 - ۳- ہر آن اور ہر لمحہ اللہ سے کو لگائے رہیں، کسی وقت ادھر سے بے التفاتی نہ ہو کہ یہی حاصل زندگی ہے۔
- باقی آیات: — پس بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے، بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے — معرفہ کو معرفہ لوٹایا جائے تو ثانی عین اول ہوتا ہے، اور نکرہ کو نکرہ لوٹایا جائے تو ثانی غیر اول ہوتا ہے، پس معلوم ہوا کہ ایک دشواری کے ساتھ دو آسانیاں ہیں، ایک سابقہ دوسری لاحقہ — پس جب آپ فارغ ہو جائیں تو چکنا چور ہو جائیں، اور اپنے پروردگار سے ہر وقت کو لگائے رہیں!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ التین

ابھی سلسلہ بیان پیچھے سے جڑا ہوا ہے، گزشتہ دو سورتوں میں اس ہستی کا ذکر تھا جس نے اپنے نفس کو خوب سنوار لیا، اب اس سورت میں عام انسان کا ذکر ہے، ان میں نفوس کو سنوارنے والے اور بگاڑنے والے دونوں ہیں۔ پس یہ: ﴿قَالَ هُمْ فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾ کی جامع مثال ہے۔



وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۝ وَطُورِ سِينِينَ ۝ وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ

فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۖ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۖ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۖ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالذِّينِ ۚ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمَ الْحَاكِمِينَ ۚ

وَالَّذِينَ وَالَّذِينَ وَطُور سِينِينَ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ	انجیر کی قسم اور زیتون کی قسم اور طور پہاڑ کی قسم سینا وادی والا اور اس شہر کی قسم اس والا بخدا واقعہ یہ ہے کہ پیدا کیا ہم نے انسان کو	فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ	بہترین سانچے میں پھر لوٹایا ہم نے اس کو نیچے نچلوں سے مگر جو لوگ ایمان لائے اور کئے انھوں نے نیک کام	فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالذِّينِ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمَ الْحَاكِمِينَ	پس ان کیلئے بدلہ ہے کبھی ختم نہ ہونے والا پس کیوں انکار کرتا ہے تو اب جزاء کا کیا نہیں ہیں اللہ تعالیٰ بڑے حاکم سب حاکموں سے
--	--	--	--	--	--

انسان بہترین مستوی پر پیدا کیا گیا ہے، اب وہ خود کو گرا بھی سکتا ہے اور اٹھا بھی سکتا ہے

خشک میووں میں انجیر بہترین میوہ ہے، اس میں کیڑا نہیں پڑتا، کھجور میں سرسری ہو جاتی ہے، اور تھن (جن سے تیل نکلتا ہے) میں بہترین زیتون ہے، اس کا پھل سلا د کے طور پر کھاتے ہیں، اور اس کی گٹھلی سے تیل نکلتا ہے جس کو قرآن نے مبارک (نہایت مفید) کہا ہے، اور پہاڑوں میں طور پہاڑ اہمیت کا حامل ہے، اس پر موسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز کیا گیا ہے، اور شہروں میں اہم اس والا شہر مکہ مکرمہ ہے، اسی طرح زمینی مخلوقات میں خیر المخلوق انسان ہے، اس کو اللہ نے بہترین سانچے میں ڈھالا ہے، اس کے وجود میں ظاہری اور باطنی خوبیاں جمع کر دی ہیں، اس کی فطرت میں خیر و شر کی دونوں صلاحیتیں رکھی ہیں، اس طرح اس کا نفس بہترین نفس بن گیا ہے، سورۃ الشمس میں ہے: ﴿وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۚ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾ اللہ نے انسان کے نفس کو بالکل درست بنایا یعنی شاندار بنایا، اس طرح کہ اس میں بدکاری اور نیکوکاری و دیعت فرمائیں، پھر اس کو دور رہے پر کھڑا کیا، وہ اپنی مرضی سے کوئی بھی پہلو اختیار کر سکتا ہے یعنی اپنے لیول سے خود کو نیچے بھی گرا سکتا ہے، پس وہ بدترین مخلوق ہو کر رہ جائے گا، یہی لوگ ہیں نفوس کو بگاڑنے والے اور چاہتے تو ایمان

و عمل صالح کے ذریعہ خود کو اوپر اٹھائے، یہ بندے اپنے نفس کو سنوارنے والے ہیں، ان کو آخرت میں ایسا اجر ملے گا جو کبھی ختم نہیں ہوگا، اور اگر کوئی سوچے کہ دوسری زندگی تو ایک خواب ہے! اس سے اللہ پاک فرماتے ہیں: تو جزاء کو کیوں جھٹلاتا ہے؟ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑے حاکم نہیں ہیں؟ دنیا کے چھوٹے حاکم وفاداروں کو انعام اور غداروں کو سزا دیتے ہیں، پس کیا سب سے بڑا حاکم جزا و سزا نہیں دے گا؟

ترجمہ: انجیر اور زیتون کی قسم! اور وادی سیناء والے طور پہاڑ کی قسم! اور اس ہداس شہر کی قسم! بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھالا ہے، پھر ہم نے اس کو نچلوں سے نیچے پھنچا دیا — نیچے تو انسان خود گرنا ہے، مگر اس کے فعل کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں، اس اعتبار سے اللہ نے بندے کے فعل کو اپنی طرف منسوب کیا ہے کہ ہم اسے نیچے گرا دیتے ہیں — مگر جو ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے وہ مستثنیٰ ہیں، پس ان کے لئے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے، پس اب تو جزاء کا کیوں انکار کرتا ہے؟ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑے حاکم نہیں ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ العلق

گذشتہ سورت میں یہ مضمون تھا کہ اللہ نے انسان کو بہترین مستوی (لیول) پر پیدا کیا ہے، اس کی فطرت میں ملکیت بھی ہے اور بھیمیت بھی، اس لئے اس کی فطرت جامع ہے، پھر انسان کو اختیار ہے کہ وہ خود کو یا تو اوپر اٹھائے یا نیچے گرائے، نیچے گرے گا تو تحت الارضیٰ میں پہنچ جائے گا، اور بلند ہوگا تو کربلا دامن دھوکہ بخشیں گے! اب جو لوگ خود کو گراتے ہیں ان کا ذکر چھوڑیے، ہمیں ان سے کیا لینا ہے؟ البتہ جو لوگ خود کو بلند کرنا چاہتے ہیں ان کی راہ نمائی ضروری ہے، جیسے نبی ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے جہتر (۷۳) فرقے ہوں گے، بہتر (۷۲) ناری اور ایک ناجی ہوگا تو صحابہ نے ناجی فرقہ کے بارے میں پوچھا کہ وہ کون ہے؟ ناری فرقوں کے بارے میں نہیں پوچھا۔

سوال: وہ اسباب کیا ہیں جن سے آدمی بڑا رتبہ پاسکتا ہے؟ جواب: دو سبب ہیں: کمال علمی اور کمال عملی پیدا کیا جائے، اور دونوں میں افضل کمال علمی ہے، اس سورت میں اسی کا بیان ہے، اور اگلی سورت میں کمال عملی کا بیان ہے، پھر سورۃ البینہ میں کمال علمی حاصل کرنے کا ذریعہ قرآن کریم کو بتایا ہے، اس لئے کہ ﴿فِيهَا كُتِبَ قِيَمَةُ﴾ اس میں قیمتی مضامین ہیں، ان کے ذریعہ کمال علمی پیدا کیا جاسکتا ہے، اور سلسلہ بیان اُس سورت پر پورا ہو جائے گا۔

آیتوں اور سورتوں میں ربط جاننے کا طریقہ

سورۃ الذاریات میں یہ بات بیان کی ہے کہ قرآن کریم کا ایک خاص اسلوب ہے، جب وہ کسی مقصد سے کوئی بات

شروع کرتا ہے تو سلسلہ کلام دراز ہو جاتا ہے، پس جو لوگ پوری آیت یا پوری سورت پیش نظر رکھ کر سوچتے ہیں وہ ربط نہیں پاسکتے آیت اور سورت میں جو خاص جزاء سابق لاجلہ الکلام (مقصود) ہوتا ہے اس کو لیں گے تو ربط واضح ہوگا، ان چھوٹی سورتوں میں یہ بات خاص طور پر ملحوظ رہنی چاہئے، اس سورت میں مقصود شروع کی پانچ آیتیں ہیں، آگے ذیلی مضامین ہیں۔

سورت کی شروع کی پانچ آیتیں پہلی وحی ہیں

حدیث میں ہے: نبی ﷺ نبوت سے پہلے غار حراء میں عبادت کے لئے تشریف لے جاتے تھے، جب عمر مبارک کے چالیس سال پورے ہوئے اور آپ غار سے گھر لوٹنے کے لئے غروب آفتاب کے بعد نکلے تو اچانک حضرت جبریل علیہ السلام انسانی صورت میں سامنے آگئے، اور فرمایا: اقرا! (پڑھیے!) آپ نے جواب دیا: میں پڑھا ہوا نہیں، جبریل نے آپ کو بانہوں میں لے کر بھینچا، پھر فرمایا: اقرا! آپ نے پھر وہی جواب دیا، تیسری مرتبہ بھینچنے کے بعد کہا: ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾: آپ نے یہ آیت پڑھی، اس طرح پانچ آیتیں پڑھا کر وہ غائب ہو گئے، آپ گھبرائے ہوئے گھر لوٹے، کیونکہ ابھی انھوں نے نہیں بتایا تھا کہ آپ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا ہے۔

فائدہ: اس پہلی وحی سے تین طرح سے تعلیم و تعلم کی اہمیت واضح ہوتی ہے: ایک: پہلی وحی میں پڑھنے کا حکم دیا ہے، جو حکم سب سے پہلے دیا جاتا ہے وہ اہم ہوتا ہے۔ دوم: وحی کا پہلا کلمہ اقرا ہے، سوم: یہ حکم امیوں کو دیا ہے جو اپنے ناخواندہ ہونے پر فخر کرتے تھے یعنی امی ہونا کوئی فخر کی بات نہیں، پڑھو، پڑھنا عزت کی بات ہے۔

آخرت کی کامیابی کے لئے ترتیب وار تین صورتیں

۱- آخرت میں نجات کے لئے بنیادی شرط ایمان ہے، ایمان کے بغیر کسی کی نجات نہیں ہوگی، نہ اولی نہ ثانوی، ارشاد پاک ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَ يَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾: یعنی اللہ پاک شرک و کفر کو تو معاف نہیں کریں گے، اس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لئے چاہیں گے معاف کریں گے۔

۲- اور نجات اولی کے لئے یعنی مرتے ہی نجات پانے کے لئے صحیح ایمان کے ساتھ ارکان اربعہ پر مضبوطی سے عمل اور کبیرہ گناہوں سے فقی اجتنب ضروری ہے، ان کے بغیر بھی نجات ہو سکتی ہے، مگر دھلائی کے بعد۔

۳- جنت کے بلند درجات حاصل کرنے کے لئے کمال علمی یا کمال عملی حاصل کرنا ضروری ہے، دین کا جتنا زیادہ علم ہوگا اتنا بلند درجہ پائے گا، اور عبادت میں جتنا آگے بڑھے گا، بلند مقام پائے گا، اور کمال علمی: کمال عملی سے اہم ہے، اور دونوں جمع ہوں تو سونے پر سہاگہ!

(۹۶) سُورَةُ الْعَلَقِ مِثْقَلُهُ (۱) رُكُوعُهَا ۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۚ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۚ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۚ

اقْرَأْ	پڑھ	الْإِنْسَانَ	انسان کو	عَلَّمَ	سکھلایا
بِاسْمِ	نام سے	مِنْ عَلَقٍ ^(۲)	جسے ہوئے خون سے	بِالْقَلَمِ ^(۳)	قلم سے
رَبِّكَ	اپنے رب کی	اقْرَأْ ^(۳)	پڑھ	عَلَّمَ	سکھلایا
الَّذِي	جس نے	وَرَبُّكَ	اور تیرا رب	الْإِنْسَانَ	انسان کو
خَلَقَ	پیدا کیا	الْأَكْرَمُ	بڑا کریم ہے	مَا لَمْ	جو نہیں
خَلَقَ	پیدا کیا	الَّذِي	جس نے	يَعْلَمْ ^(۵)	جانتا وہ

کمال علمی کے لئے دواقر ضروری ہیں: ناخواندہ کا اقرار اور خواندہ کا اقرار

اللہ نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا، اور سات مراحل سے گذارا، مٹی سے غذا پیدا ہوئی، اس کو انسان نے کھایا تو بدن میں خون بنا، یہ مٹی کا سلالہ (ست) ہے، پھر خون سے مادہ بنا، یہ تین مراحل ہوئے: مٹی، خون اور مادہ، پھر مادہ رحم میں پہنچ کر ایک چلہ میں علقہ (خون بستہ جیسے کلمی) بنا، یہ درمیانی مرحلہ ہے، پھر علقہ ایک چلہ میں مضغہ (گوشت کی بوٹی) بنا، پھر اس میں ہڈیاں پیدا ہوئیں، پھر ان پر گوشت چڑھا، یہ بعد کے تین مراحل ہیں، جب جسم تیار ہو گیا تو اس میں فرشتہ نے روح پھونکی، اس طرح اشرف المخلوقات انسان وجود میں آیا۔

پس آیت میں جو علقہ ہے اس سے سب مراحل مراد ہیں، درمیانی مرحلہ کا ذکر کر کے طرفین کے مراحل بھی مراد لئے ہیں، اب آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بے جان مادے میں سات تبدیلیاں کر کے انسان بناتے ہیں، پس اگر (۱) باسم: بآء استعانت کے لئے ہے یعنی اللہ کی مدد لے کر پڑھ (۲) علق: تخلیق انسانی کا درمیانی مرحلہ ہے، مراد سابقہ تین مراحل اور لاحقہ تین مراحل بھی ہیں (۳) یہ دوسرا اقرار ناخواندہ کا اقرار ہے (۴) قلم سے مراد ہے: لوگوں نے جو کچھ لکھا ہے (۵) ما لم يعلم: یعنی پہلے اقرار سے نہیں جانا۔

ناخواندہ (جاہل) اللہ کے نام کی مدد لے کر پڑھنا شروع کرے تو اس کو سات سال میں عالم بنائیں گے۔

یہ ناخواندہ کا پڑھنا ہے، دوسرا پڑھنا عالم کا ہے، پہلے اقوامیں طالب علم کو استاذ کے سامنے باادب بیٹھ کر پڑھنا پڑتا ہے، خود اپنے طور پر نہیں پڑھ سکتا، پھر پہلے اقوام سے جو استعداد ذاتی ہے اس سے کام لے کر اپنے طور پر مطالعہ شروع کرے، اللہ تعالیٰ قلم سے بھی علم سکھلاتے ہیں، گذشتہ لوگوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کو پڑھنا شروع کرے اور بیس سال کتابوں کا کیڑا بنائے: تو اس کے بعد محسوس ہوگا کہ اب علم آنا شروع ہوا ہے، اللہ تعالیٰ اکرم الاکرمین ہیں، ان کے خزانہ میں کمی نہیں، اب مطالعہ سے وہ علم کھولیں گے جو اس نے مدرسہ میں نہیں پڑھا، پھر زندگی بھر اس شغل میں لگا رہے تو کمال علمی حاصل ہوگا، اور وہ ایک باکمال شخصیت بنے گا۔

فائدہ: اب چند باتیں عرض ہیں:

۱- دین کا علم ایک ایسا سمندر ہے جس کا کنارہ نہیں، پوری زندگی اس کے پیچھے لگائی جائے تب ہمتہ بھر علم ملتا ہے، یہ علم: دنیوی علوم کی طرح نہیں کہ چند دن میں حاصل کر کے منٹ لیا جائے، علم دین کی تحصیل کا سلسلہ موت کے بعد بھی جاری رہے گا، حدیث میں ہے کہ جس کو قرآن سے دلچسپی ہے: جنت میں اس سے کہا جائے گا: پڑھتا جا اور چڑھتا جا! ظاہر ہے وہ پڑھنا سمجھ کر ہوگا اور چڑھنا مراتب جنت کے علاوہ مراتب کمال میں بھی ہوگا، البتہ منقطع الدرر لستہ کو یہ نعمت حاصل نہ ہوگی، جو موت تک پڑھتا رہا وہی جنت میں پڑھتا رہے گا۔

۲- علم پڑھنے سے آتا ہے، اس لئے دوسرے اقوام فرمایا، صرف پڑھانے سے علم نہیں آتا، آج مدارس آباد ہیں اور قحط الرجال ہے، کیونکہ پڑھانے والے پڑھتے نہیں، جو طلبہ مدارس سے نکلتے ہیں وہ فارغ ہو جاتے ہیں، اور آتا جاتا کچھ نہیں اور فاضل ہو جاتے ہیں، پھر باکمال شخصیات کیسے پیدا ہوں؟ علم دین لوجبہ اللہ مطلوب و مقصود ہے، معیشت تابع ہے، اس لئے زندگی بھر اس میں لگا رہنا چاہئے تب کمال علمی حاصل ہوگا۔

۳- طالب علم (ناخواندہ) کے پڑھنے میں تین چیزیں ہیں، اگر تین چیزیں حاصل ہیں تو وہ پڑھ رہا ہے، ورنہ مدرسہ میں پڑا ہے، اور پڑنے سے علم کبھی نہیں آتا، پڑھنے سے آتا ہے: ایک: سبق میں مطالعہ کر کے جائے، جو مطالعہ کیے بغیر جاتا ہے وہ استاذ کو پڑھانے جاتا ہے۔ دوم: سبق سمجھ کر پڑھے، بے سمجھے آگے نہ بڑھے، جو آج استاذ سے نہیں سمجھے گا وہ کل کس سے سمجھے گا؟ سوم: ناخواندہ یاد کرے، ورنہ پڑھا ہوا چند دن میں بھول جائے گا، اور وہ اس شخص کی طرح ہو جائے گا جو ہاتھوں میں سوراخ کر کے پانی پیتا ہے، پانی اس کے منہ تک کبھی نہیں پہنچے گا۔

۴- عالم (خواندہ) کے پڑھنے میں بھی تین چیزیں ہیں: ایک: فن دیکھ کر پڑھائے، کتاب کے متعلقات پر اکتفا نہ کرے، شروع میں سارا علم نہیں، ورنہ شروع لکھنے کا سلسلہ جاری نہ رہتا۔ دوم: مطالعہ کی تجمیع کر لے، حاصل مطالعہ لکھ

لے، ہر سال پورا فن نہیں دیکھ سکے گا۔ سوم: احتیاج کرے، معلومات میں غور کر کے نئے نتائج نکالے، فنون اسی طرح ترقی کرتے ہیں۔

آیات پاک: — (امیوں سے خطاب:) اپنے اس پروردگار کے نام کی مدد سے پڑھ جس نے پیدا کیا (جس نے) انسان کو خون بستہ سے پیدا کیا (خواندہ سے خطاب:) پڑھ! اور تیرا پروردگار بڑا ہی نئی ہے (وہ تجھے اور بھی علم دے گا) جس نے پین سے سکھایا، انسان کو سکھایا جو اس نے نہیں جانا!

كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِۦٓ اَكْرَهًا ۚ اَنْ يَّرَاهُ اَسْتَغْنٰ ۚ اِنْ اِلٰى رَبِّكَ الرَّجْعٰى ۚ اَرَاَيْتَ الَّذِىۡ يَنْهٰى ۙ عَبْدًا اِذَا صَلَّٰ ۚ اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ ۙ عَلَى الْهُدٰى ۙ اَوْ اَمَرَ بِالْقَوٰى ۙ اَرَاَيْتَ اِنْ كَذَّبَ ۙ وَتَوَلٰٓ ۙ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰۙ ۙ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۙ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۙ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۙ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۙ كَلَّا لَا تَطْعَمُهٗ وَاسْمُهُ وَاَقْتَرَبَ ۙ

كَلَّا	ہرگز نہیں (گھنڈ مت کر)	الَّذِی	جو	اِنْ كَذَّبَ	اگر جھٹلایا اس نے
اِنَّ الْاِنْسَانَ	بے شک انسان	یَنْهٰى	روکتا ہے	وَتَوَلٰٓ	اور منہ موڑا!
لِیَطْعَہٗ	البتہ سرکشی کرتا ہے	عَبْدًا	خاص بندے کو	اَلَمْ یَعْلَمْ	کیا نہیں جانتا وہ
اَنْ ^(۱)	اس وجہ سے کہ	اِذَا صَلَّٰ	جب وہ نماز پڑھتا ہے!	بِاَنَّ اللّٰهَ	کہ اللہ
رَاٰہُ ^(۲)	دیکھتا ہے وہ خود کو	اَرَاَيْتَ	بتلا	یَرٰہُ	دیکھ رہا ہے؟
اَسْتَغْنٰ	مستغنی ہو گیا ہے وہ	اِنْ كَانَ	اگر ہے وہ	کَلَّا	ہرگز نہیں (یہ حرکت
اِنَّ	بے شک	عَلٰی الْهُدٰى	ہدایت پر		مت کر)
اِلٰی رَبِّكَ	تیرے رب کی طرف	اَوْ اَمَرَ	یا حکم دیتا ہے وہ	لَئِنْ لَّمْ	بجدا اگر نہیں
الرَّجْعٰى ^(۳)	لوٹنا ہے	بِالْقَوٰى	پرہیز گاری کا!	یَنْتَهِ	باز آیا وہ
اَرَاَيْتَ	بتلا	اَرَاَيْتَ	بتلا	لَنَسْفَعًا ^(۴)	ضرور گھسیٹیں گے ہم

(۱) اَنْ: ای بان (۲) راہ میں دو ضمیریں ہیں: قائل کی اور مفعول کی: دونوں کا مرجع انسان ہے (۳) رُجعی: رَجَعَ یُوجِع (ض) کا مصدر ہے: لوٹنا، پھر جانا (۴) لَنَسْفَعُنَّ: لام تاکید بانون تاکید خفیہ ہے، اس کے نون کو قرآنی رسم الخط میں الف اور تونین کے ساتھ لکھتے ہیں۔

ہرگز نہیں	گلا	پس چاہئے کہ بلائے وہ	فَلْيَذْهَبْ	پیشانی پکڑ کر	بِالْثَّاصِبَةِ
آپ اسکی بات نہ مانیں	لَا تُطْعَمُهُ	اپنی محفل کو	ثَاوِيَةً	پیشانی	ثَاوِيَةً
اور سجدہ کریں	وَأَسْفِدْ	اب بلا تے ہیں ہم	مَسْدُودٌ	جھوٹی	كَادِيَةً
اور نزدیکی حاصل کریں	وَأَقْتَرِبْ	جہنم کے سپاہیوں کو	الزَّبَانِيَةِ	گنہگار	خَاطِفَةً

باکمال عالم غرور میں مبتلا نہ ہو، جیسے مکہ کا ایک مالدار سر دار غرور میں مبتلا تھا

کمال چاہے علم کا ہو یا مال کا غرور میں مبتلا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ جس کو علم میں کمال عطا فرماتے ہیں اور وہ ناتریت یافتہ ہوتا ہے تو دوسرے اس کی نظر سے گر جاتے ہیں، وہ خود کو لمبا کھینچنے لگتا ہے، ایسا ہی حال مالدار کا ہو جاتا ہے، اس کی نظر میں بھی کوئی نہیں چٹا! ابتدائی زمانہ تھا، ابو جہل نبی ﷺ کو کعبہ کے پاس نماز پڑھنے سے روکتا تھا، اس کی انجمن کے سردار اس کے ہموا تھے، کبھی وہ آپ کی گردن میں پھندا ڈال کر کھینچتا تھا، کبھی بیابانی اونٹنی کا میل لا کر آپ کی پیٹھ پر رکھ دیتا تھا، وہ غرور نفس میں مبتلا تھا، اس کی مثال دے کر باکمال عالم کو نصیحت کرتے ہیں کہ اس کا بھی یہ حال نہ ہو جائے۔

آیات پاک: — ہرگز نہیں! — یعنی باکمال عالم کو تکبر میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے — بے شک انسان سرکشی کرنے لگتا ہے جب دیکھتا ہے کہ وہ بے نیاز ہو گیا ہے — یعنی وہ سب سے بڑا عالم ہو گیا ہے، کیا وہ جانتا نہیں کہ اسے یقیناً اس کے رب کی طرف لوٹنا ہے؟ — جو اس کی خبر لیں گے، اور اب بات متکبر مالدار کی طرف مڑ رہی ہے —

بتلا! جو خاص بندے کو روکتا ہے جب (وہ کعبہ کے پاس) نماز پڑھتا ہے، بتلا! اگر وہ ہدایت پر ہے یا وہ پرہیزگاری کا حکم دیتا ہے، بتلا! اگر وہ (سردار) جھٹلاتا ہے اور منہ موڑتا ہے — یعنی اس کی حرکت کی قباحت کی تین دھیمیں اکٹھا ہیں:

(۱) اللہ کے خاص بندے کو اللہ کی عبادت سے روکتا (۲) اس بندے کا اس سردار کو بھلائی کی بات بتانا اور اللہ سے ڈرانا (۳) اس سردار کا اللہ کی بات کو جھٹلانا اور اس کو قبول کرنے سے انکار کرنا — ان وجوہ کی موجودگی میں کیا اس کی یہ حرکت

مناسب ہے؟ جو اس کی دل دوزی کرتا ہے اس کے ساتھ وہ یہ معاملہ کرتا ہے؟ — کیا وہ جانتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ

رہے ہیں؟ ہرگز نہیں — یعنی وہ یہ حرکت نہ کرے — بخدا! اگر وہ باز نہ آیا تو ہم ضرور اس کی جھوٹی گنہگار چوٹی کے

بال پکڑ کر (جہنم کی طرف) گھسیٹیں گے، اور وہ چاہے تو اپنی انجمن کو (اپنی مدد کے لئے) بلا لے، ہم بھی ابھی جہنم کے

سپاہیوں کو بلاتے ہیں ہرگز نہیں — یعنی آپ اس کی حرکت کا خیال نہ کریں — آپ اس کی بات نہ مانیں اور سجدہ

کریں — یعنی نماز پڑھیں — اور اللہ کی نزدیکی حاصل کریں — نماز اللہ کی نزدیکی حاصل کرنے کا بہترین

ذریعہ ہے، اور سجدہ میں نمازی اللہ سے قریب سے قریب تر ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة القدر

رابط: انسان کو اللہ نے بہترین سانچے میں ڈھالا ہے، اس میں خیر و شر کی صلاحیتیں رکھی ہیں، اب اگر وہ خود کو اپنے مستوی (لیول) سے اوپر اٹھانا چاہے تو اس کو اپنے اندر کمال علمی اور کمال عملی پیدا کرنا ہوگا، کمال علمی کا بیان سورة اعلق میں آگیا، اب اس سورت میں کمال عملی کا بیان ہے۔

کمال عملی اللہ کی عبادت سے حاصل ہوتا ہے، اور اس امت کی عمریں کم ہیں، اوسط ساٹھ سال ہے، اور گزشتہ امتوں کی عمریں ہزار سال سے زائد ہوتی تھیں، نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک تبلیغ کی ہے، پھر قوم کی ہلاکت کے بعد ڈیڑھ سو سال زندہ رہے ہیں، پس یہ امت عبادت میں گزشتہ لوگوں کا مقابلہ کیسے کرے گی؟ جواب: اللہ نے اس امت کو عبادت کے لئے خاص مواقع عنایت فرمائے ہیں، جیسے جمعہ کا دن، شبِ براءت اور سب سے اہم شبِ قدر عنایت فرمائی ہے، یہ رات تراسی سال سے بہتر ہے، اگر امت اس رات کو وصول کرے تو وہ گزشتہ امتوں سے آگے بڑھ جائے گی، یہ رات رمضان میں آتی ہے، اور خاص طور پر اس کے آخری عشرہ میں، اور اس رات کو اہمیت نزولِ قرآن کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے، پس سوچو! قرآنِ عظیم کا کیا مقام و مرتبہ ہے؟ اس کا بیان اگلی سورت میں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
(۹۷) سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ (۲۵)

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَمَا اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۚ لَيْلَةُ الْقَدْرِ هِيَ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ سَهْرٍ ۚ تَنْزَلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ ۚ فِيْهَا يٰۤاٰذُنُ رُبُّوْهُمْ مِّنْ كُلْ اَمْرٍ ۙ سَلٰمٌ تَرْوٰى حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ ^(۱)	بے شک ہم نے اتارا قرآن کو	فی لیلۃ القدر ^(۲)	رات میں اہمیت والی	وَمَا اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ	اور کیا آپ جانتے ہیں کیا ہے رات
------------------------------------	---------------------------	------------------------------	--------------------	---------------------------------------	---------------------------------

(۱) قرآن کی طرف ضمیر لوٹانے کے لئے مرجع کا ذکر ضروری نہیں، قاری کے ذہن میں قرآن رہتا ہی ہے، علاوہ ازیں: ←

الْقَدْرُ	اہمیت والی	تَنْزِيلُ الْمَلَكِ ^(۱)	اتر تے ہیں فرشتے	مِنْ كُلِّ امْرٍ ^(۳)	ہر چیز سے
لَيْلَهُ	رات	وَالزُّوْحُ ^(۲)	اور حیات	سَلَامٌ	سلامتی لے کر
الْقَدْرُ	اہمیت والی	فِيهَا	اس رات میں	هِيَ	وہ ہے
حَبِيبٌ	بہتر ہے	بِأَذْنِ	اجازت سے	حَتَّىٰ مَطْلَعِ ^(۳)	طلوع ہونے تک
مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ	ہزار مہینوں سے	نَوَافِلِهِ	ان کے رب کی	الْفَجْرِ	صبح کے

شب قدر کی منزلت قرآن کریم کی وجہ سے ہے

قرآن اللہ کا کلام ہے، اور اللہ کا کلام اللہ کی صفت ہے، اور صفت اور موصوف کا درجہ ایک ہوتا ہے، پس قرآن کی عظمت و اہمیت ظاہر ہے، اور زمین پر قرآن کا نزول رمضان میں شروع ہوا ہے، پہلی وحی رمضان کی کسی رات میں غروب آفتاب کے بعد آئی ہے، اس لئے رمضان کو بھی اہمیت حاصل ہوئی ہے اور اس کے روزے فرض کئے گئے ہیں [البقرہ ۱۸۲] اور شب قدر کو تو غیر معمولی اہمیت حاصل ہوئی ہے، اس کو ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا ہے، اور اہم چیزیں راستہ میں نہیں بڑی ہوتیں، چھپا کر رکھی جاتی ہیں، اس لئے اس رات کو بھی چھپایا ہے، اور بندوں کو تلاش کر کے اس میں عبادت کرنے کا حکم دیا ہے، مگر وہ رات بہر حال رمضان میں ہے، اور اس کے بھی آخری عشرہ میں اور اس کی طاق راتوں میں ہے پس اس کا تلاش کرنا آسان ہے، ۲۹ راتیں عبادت میں گزارنا کیا مشکل ہے؟

اُس رات میں بہ اذن الہی فرشتے اور حیات (زندگی) زمین پر اترتی ہے، اور ہر چیز کی سلامتی لے کر اترتی ہے، اور حدیث میں ہے کہ جو مسلمان اس رات میں عبادت میں مشغول ہوتا ہے فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں، اور درمنثور میں بیہقی کے حوالے سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ کوئی ایسا نظام بنایا جائے کہ جس رات بھی فرشتے اتریں مسلمان نماز پڑھتے ہوئے ملیں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان کی راتوں میں تراویح کا نظام بنایا، اللہ تعالیٰ دونوں حضرات کو امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائیں (امین) اور پہلی وحی → انزلنا سے قرآن مفہوم ہوتا ہے (۲) قدر کے معنی ہیں: اہمیت، عظمت، اردو میں عطف تفسیری کے ساتھ استعمال کرتے ہیں: قدر و منزلت۔

(۱) اتنزل میں ایک تاء محذوف ہے (۴) روح سے جبرئیل علیہ السلام کو بھی مراد لیا گیا ہے، وہ روح القدس (پاکیزہ روح) ہیں، مگر چونکہ وہ ملائکہ میں آگئے اس لئے روح سے حیات بھی مراد لی گئی ہے، جس کی حقیقت معلوم نہیں (۳) من کل امور: خبر مقدم ہے اور سلام: مبتدا مؤخر، خبر جب ظرف ہوتی ہے تو اس کو مقدم لاتے ہیں، نیز جب مبتدا نکرہ ہوتا ہے تو بھی خبر کو مقدم لاتے ہیں۔ (۴) مطلق: مصدر مہمی بمعنی طلوع ہے۔

اگر چہ مغرب کے بعد آئی ہے، مگر اس رات کی برکت صبح صادق تک رہتی ہے۔

آیاتِ کریمہ: — بے شک ہم نے قرآنِ اہم رات میں اتارا ہے، اور آپ جانتے ہیں: اہم رات کیا ہے؟ اہم رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس میں فرشتے اور روح بہ اذنِ الہی اترتے ہیں، ہر چیز کی سلامتی لے کر، وہ رات طلوعِ فجر تک رہتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة البينة

رابطہ: سورة التین سے یہ بیان شروع ہوا ہے کہ جو لوگ خود کو اپنے فطری مستوی سے بلند کرنا چاہیں وہ کمالِ علمی اور کمالِ عملی پیدا کریں، کمالِ علمی کا بیان سورة اعلق میں ہے، اور کمالِ عملی کا سورة القدر میں، اب اس سورت میں یہ بیان ہے کہ کمالِ علمی قرآنِ کریم سے حاصل ہوگا، کیونکہ اس میں قیمتی مضامین ہیں جس کو عظیم رسول لے کر آئے ہیں۔
سورت کے مضامین: اس سورت میں تین مضمون ہیں:

۱- شروع میں ایک سوال کا جواب ہے کہ سب سے بڑے رسول آخر میں کیوں آئے ہیں؟ سلسلہ نبوت کے شروع میں یا درمیان میں کیوں نہیں آئے؟ جواب یہ ہے کہ اب تک چاند تاروں سے کام چل رہا تھا، مگر ای گہری نہیں ہوئی تھی، اور پوری دنیا میں کام پہنچانے کی صورت بھی نہیں تھی، اس لئے دوسرے انبیاء مبعوث کئے گئے، اب پوری دنیا میں عرب و عجم میں، گمراہی گہری ہو گئی ہے، جب تک آفتابِ نبوت طلوع نہ ہوتا رہی چھٹنے والی نہیں، اس لئے اب سب سے بڑے رسول مبعوث کئے گئے ہیں۔

۲- پھر اس سوال کا جواب ہے کہ جب قرآنِ اعلیٰ درجہ کے مضامین پر مشتمل ہے تو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) نے اس کو قبول کیوں نہیں کیا؟ ان کا زمانہ تو نبوت سے قریب ہے؟ جواب یہ ہے کہ اہل کتاب ضد سے مخالف ہیں، شبہ سے نہیں، اور ڈھٹائی کا کوئی حل نہیں!

۵- پھر آخر میں یہ بیان ہے کہ جن لوگوں نے دعوتِ اسلام قبول نہیں کی وہ بدترین خلائق ہیں انھوں نے خود کو اپنے مستوی سے گرا دیا ہے اور اسفل السافلین میں پہنچ گئے ہیں، اس لئے ان کی سزا ابدی جہنم ہے جو ان کو قیامت کے دن ملے گی، اور جو ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے اور اللہ سے ڈرے وہ بہترین خلائق ہیں، ان کا صلہ جنت اور اللہ کی خوشنودی ہے جو ان کو آخرت میں ملے گی، اس طرح قیامت کا موضوع شروع ہوگا اور کئی سورتوں تک چلے گا۔

(۹۸) سُورَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۰) (نوعها)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِينَ ۖ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۖ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۖ فِيهَا كُتِبَ الْقِيمَةُ ۖ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَةُ ۖ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقِيمَةِ ۖ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۖ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۖ جَزَاءُ مَن عَمِلَ مِن تَجَرُّبٍ مِّن تَحَنُّنًا ۖ إِلَّا نَهْرًا خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَٰلِكَ لِمَن خَشِيَ رَبَّهُ ۖ

لَمْ يَكُنِ	نہیں تھے	مِنَ اللَّهِ	اللہ کے	أُوتُوا الْكِتَابَ	دیئے گئے کتاب
الَّذِينَ	جنہوں نے	يَتْلُوا ^(۳)	پڑھ رہے ہوں	إِلَّا مِن بَعْدِ	مگر بعد
كَفَرُوا	انکار کیا	صُحُفًا ^(۴)	صحیفے	مَا جَاءَتْهُمْ	ان کے پاس آنے
مِنَ أَهْلِ الْكِتَابِ	اہل کتاب میں سے	مُطَهَّرَةً	پاکیزہ	الْبَيِّنَةُ	واضح دلیل کے
وَالْمُشْرِكِينَ	اور مشرکین میں سے	فِيهَا	ان میں	وَمَا أُمِرُوا	اور نہیں حکم دیئے گئے وہ
مُنْفَكِينَ ^(۱)	جدا ہونے والے	كُتِبَ ^(۵)	مضامین ہوں	إِلَّا	مگر
حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ	یہاں تک کہ پہنچے ان کو	الْقِيمَةُ	قیمتی	لِيَعْبُدُوا	یہ کہ عبادت کریں وہ
الْبَيِّنَةُ	واضح دلیل	وَمَا تَفَرَّقَ	اور نہیں جدا ہوئے	اللَّهُ	اللہ کی
رَسُولٌ ^(۲)	(یعنی) عظیم رسول	الَّذِينَ	جو	مُخْلِصِينَ	خالص کر کے

(۱) منفکین: لم یکن کی خبر ہے (۲) رسول: البینۃ سے بدل ہے (۳) جملہ یتلوا: رسول کا حال ہے (۴) ہر سورت ایک صحیفہ ہے (۵) کتب بمعنی مکبوب ہے۔

لَهُ	اس کے لئے	خَلِيدِينَ	ہمیشہ رہنے والے	عَدِينَ	ہمیشہ رہنے کے
الَّذِينَ	بندگی کو	فِيهَا	اس میں	تَجَرِي	بہتی ہیں
حُنَفَاءُ ^(۱)	یکسو ہو کر	أُولَئِكَ	یہ	مَنْ تَحْتَهَا	ان کے نیچے سے
وَيُقِيمُوا	اور اہتمام کریں	هُمْ	ہی	الْأَنْهَارُ	نہریں
الصَّلَاةَ	نماز کا	شَرُّ	بدترین	خَلِيدِينَ	ہمیشہ رہنے والے
وَيُؤْتُوا	اور دیں	الْبَرِّيَّةَ	خلائق ہیں	فِيهَا	ان میں
الزَّكَاةَ	زکات	لِأَنَّ الَّذِينَ	بے شک جو	أَبَدًا	سدا
وَذَلِكَ	اور یہ	أَمَنُوا	ایمان لائے	رَضَى	خوش ہوئے
دِينُ ^(۲)	دین ہے	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	اللَّهُ	اللہ
الْقِيَمَةَ	سیدھا	الصَّالِحَاتِ	نیک کام	عَنْهُمْ	ان سے
لِأَنَّ الَّذِينَ	بے شک جنھوں نے	أُولَئِكَ هُمْ	یہ ہی	وَرَضُوا	اور خوش ہوئے وہ
كَفَرُوا	انکار کیا	خَيْرُ	بہترین	عَنْهُ	اللہ سے
مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ	اہل کتاب میں سے	الْبَرِّيَّةِ	خلائق ہیں	ذَلِكَ	یہ (صل)
وَالْمُشْرِكِينَ	اور مشرکین میں سے	جَزَاؤُهُمْ	ان کا بدلہ	لِيَمُنَّ	اس شخص کیلئے ہے جو
فِي نَارٍ	آگ میں ہونگے	عِنْدَ رَبِّهِمْ	ان کے رب کے پاس	خَشِيَ	ڈرا
جَهَنَّمَ	دوزخ کی	بِحُثِّ	باغات ہیں	رَبِّهِ	اپنے رب سے

جب تاریکی گہری ہوگئی تو آفتاب نبوت طلوع ہوا

بعثت نبوی کے وقت دنیا کی صورت حال یہ تھی کہ اہل کتاب اور مشرکین گمراہی کے دلدل میں بری طرح پھنس گئے تھے، وہ اپنی ڈگر سے کسی طرح ہٹنے والے نہیں تھے جب تک عظیم المرتبت رسول مبعوث نہ ہوں، اور وہ بھی خالی ہاتھ نہ آئیں، ایک نسخہ کی میاں ساتھ لائیں، لوگوں کو قرآن کی پاکیزہ سورتیں پڑھ کر سنائیں، جن میں قیمتی مضامین ہیں تو امید ہے کہ وہ اپنی روش چھوڑیں اور راہ راست پر آئیں، چنانچہ پہلے دیگر انبیاء کو مبعوث کیا اور آخر میں آفتاب نبوت طلوع ہوا، اور (۶) حنفاء: حنیف کی جمع: باطل سے رخ پھیر کر حق کی طرف مائل ہونے والا، اور یہ ابراہیم علیہ السلام کا لقب بھی ہے۔ (۲) دین القیمۃ (مکرب اضافی) دراصل موصوف صفت ہیں، اور القیمۃ میں تاء بالحد کی ہے جیسے علامۃ میں۔

ان کے ساتھ اللہ کا کلام نازل ہوا جو رہتی دنیا تک باقی رہے گا، اور لوگ اس سے روشنی حاصل کرتے رہیں گے۔

فائدہ: قرآن کریم قیمتی مضامین پر مشتمل ہے، اس سے کمال علمی حاصل کیا جاسکتا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ سیرھی سے چڑھے، کو ذکر قرآن تک نہ پہنچ جائے، ورنہ سر کے بل گرے گا، اور سیرھی فقہ وحدیث ہیں، ان میں مہارت حاصل کر کے قرآن پڑھے تو کمال علمی حاصل ہوگا، جو لوگ قرآن نہیں کے لئے فقہ وحدیث کی ضرورت نہیں سمجھتے، سیدھے قرآن کھول کر بیٹھ جاتے ہیں وہ قرآن پر ظلم کرتے ہیں، روزگار فقیر نامی کتب میں علاقہ اقبال کا قول ہے کہ قرآن مظلوم صحیفہ ہے، لوگوں نے پوچھا: کیسے؟ فرمایا: جس کو کوئی کام نہیں ملتا وہ تفسیر لکھنے بیٹھ جاتا ہے! لہذا یہ بات سمجھ لیں کہ فقہ وحدیث کے زینے سے ہی قرآن کو مکاحقہ سمجھ سکتے ہیں، ہاں نصیحت پذیری کی حد تک قرآن آسان ہے، ہر کوئی قرآن پڑھ کر عبرت حاصل کر سکتا ہے، مگر حقائق و دقائق اہل علم اور اہل بصیرت کا حصہ ہیں۔

﴿لَا تَكُونِ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْمُنْفَكِينَ ۖ كَذَّبْتُمْ عَنْهُمْ الْبَيِّنَاتِ ۖ نَسُوا لِقَاءَ اللَّهِ يَتْلُوا صُحُفًا مُتَطَهَّرِينَ ۚ فِيهَا كُتِبَ قِتَابُهُ ۝﴾

ترجمہ: جن لوگوں نے (اسلام کا) انکار کیا اہل کتاب اور مشرکین میں سے وہ اپنے (دھرم سے) جدا ہونے والے نہیں تھے یہاں تک کہ ان کو واضح دلیل پہنچے یعنی اللہ کے عظیم رسول جو پاکیزہ سورتیں پڑھ رہے ہوں، جن میں قیمتی مضامین ہیں۔

یہود و نصاریٰ محض ضد سے قرآن کا انکار کرتے ہیں

قرآن کریم کی اور یہود و نصاریٰ کی کتابوں کی بنیادی تعلیم ایک ہے، اور وہ ہے توحید خالص، نماز اور زکات، یہی دین اسلام ہے، قرآن کوئی نئی بات پیش نہیں کرتا، اور اہل کتاب کی کتابوں میں نبی آخر الزماں، قرآن اور اسلام کی حقانیت کے واضح دلائل موجود ہیں، تاہم وہ نفسانیت سے قرآن اور اسلام کا انکار کرتے ہیں، دوسری کوئی وجہ نہیں، اور ضد کا کوئی علاج نہیں!

﴿وَمَا تَذَكَّرِ الَّذِينَ أُولُوا الْكِتَابِ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَمَا أُولُوا إِلَّا لِيُعْبَدُوا اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ۝﴾

ترجمہ: اور اہل کتاب جدا نہیں ہوئے — یعنی اسلام اور قرآن کا انکار نہیں کیا — مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیل آگئی — یعنی ان کی کتابوں میں اسلام کی حقانیت کی پیشین گوئی ہے — اور وہ یہی حکم دیئے گئے تھے کہ اللہ کی عبادت کریں، اللہ کے لئے عبادت کو خالص کر کے اور ہر طرف سے یکسو ہو کر اور نماز کا اہتمام کریں اور زکات

ویں، اور یہی دین مستقیم ہے۔ جو قرآن پیش کر رہا ہے۔

اپنے مستوی سے نیچے گرنے والوں کی اور بلند ہونے والوں کی قیامت کے دن جزا و سزا
سورۃ البینہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھالا ہے، پھر کوئی تو اپنے لیول سے گر کر نچلوں سے
نیچے پہنچ جاتا ہے، کتے اور خنزیر سے بدتر ہو جاتا ہے، یہی لوگ بدترین خلائق ہیں، اور کچھ لوگ اپنی فطرت سے بلند ہو کر
آسمان کی رفعت تک پہنچ جاتے ہیں، اور ایسے سبک خرام ہوتے ہیں کہ فرشتے بھی ان کی ہمراہی سے عاجز رہ جاتے ہیں۔
دونوں فریقوں کی جزا و سزا قیامت کے دن ہوگی، تباہ حال ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، خواہ وہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ)
ہوں یا مشرکین، سب کا انجام ایک ہے، اور جو لوگ ایمان لائے، قرآن کو قبول کیا، رسالت محمدی کا اعتراف کیا اور شریعت
کے مطابق زندگی گذاری، کرنے کے کام کئے اور نہ کرنے کے کاموں سے بچا رہا ان کو آخرت میں دو صلے ملیں گے:
اول: ہمیشہ رہنے کے باغات ملیں گے جن سے وہ کبھی باہر نہیں کئے جائیں گے، اور وہ باغات سدا بہار ہوں گے، ان
کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ ان میں تابدر رہیں گے۔

دوم: ان کو اللہ کی خوشنودی حاصل ہوگی، اللہ ان سے خوش ہونگے اور وہ اللہ سے خوش ہوں گے، اور یہ نعمت پہلی نعمت
سے بڑھ کر ہے۔

فائدہ (۱): یہاں وہ سلسلہ بیان پورا ہوا جو دور سے چل رہا تھا، آگے چار سورتیں قیامت کے موضوع پر آرہی ہیں۔
فائدہ (۲): کافر کے معنی ہیں: منکر، نہ ماننے والا، جو لوگ دین اسلام کو نہیں مانتے، قرآن کو قبول نہیں کرتے، رسالت محمدی
کا اعتراف نہیں کرتے، کلمہ طیبہ کے دوسرے جزء پر ان کا ایمان نہیں وہ کافر ہیں، ان آیات میں اہل کتاب اور مشرکین دونوں
پر ﴿کُفِّرُوا﴾ کا اطلاق آیا ہے، لیکن اگر وہ لفظ کافر کو پسند نہ کریں تو ان کو غیر مسلم کہا جائے، لفظ کافر پر اصرار نہ کیا جائے۔

﴿وَإِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالشُّرَکِیْنَ فِی نَارِ جَهَنَّمَ خَلِیْدِیْنَ فِیْهَا أُولَئِکَ هُمُ شُرَکَآءُ الَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ اُولَئِکَ هُمُ خَيْرُ الْبَرِیَّةِ ۚ جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّٰتُ عَدْنٍ تَجْرٰی مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَلِیْدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذٰلِکَ لِمَنْ حَسَبٰ رَبَّهٗ ۝۵﴾

ترجمہ: بلاشبہ جن لوگوں نے اہل کتاب میں سے اور مشرکین میں سے نہیں مانا وہ دوزخ کی بھٹی میں جائیں گے، وہ
وہاں ہمیشہ رہیں گے، یہی لوگ بدترین خلائق ہیں۔ بلاشبہ جن لوگوں نے مان لیا، اور اچھے کام کئے، وہی بہترین
خلائق ہیں، ان کا صلہ ان کے رب کے پاس ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ
ہمیش رہیں گے، اللہ ان سے خوش ہوئے، اور وہ اللہ سے خوش ہوئے، یہ صلہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرا
یہ ﴿عَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ﴾ کا مقابل ہے، اس میں منہیات سے بچنے کی شرط ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة الزلزال

رابط: اب چار سورتیں قیامت کے موضوع پر ہیں، اس سورت میں یہ بیان ہے کہ قیامت کے دن سب کرا کر ایا اچھا برا انسان کے سامنے آجائے گا، پھر سورت العادیات میں یہ بیان ہے کہ قیامت کے دن دلوں میں پوشیدہ راز آشکارہ ہو جائیں گے، اور ان پر بھی گرفت ہوگی، پھر سورت القارعة میں یہ بیان ہے کہ قیامت کے دن اہل ٹپ فیصلے نہیں ہونگے، اعمال تول کر فیصلے ہونگے، پھر سورت الحاکثہ میں یہ بیان ہے کہ عذاب آخرت سے پہلے عذاب قبر بھی ہے۔

سورت کی فضیلت: ترمذی شریف میں حدیث (نمبر ۲۹۰۳) ہے:

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ قَرَأَ إِذَا زُلْزِلَتْ: عُدِلَتْ لَهُ بِنَصْفِ الْقُرْآنِ: جس نے سورة الزلزال پڑھی: وہ اس کے لئے آدھے قرآن کے برابر گردانی جائے گی۔ وَمَنْ قَرَأَ: قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ: عُدِلَتْ لَهُ بِرُبْعِ الْقُرْآنِ: اور جس نے سورة الکافرون پڑھی: وہ اس کے لئے چوتھائی قرآن کے برابر گردانی جائے گی، وَمَنْ قَرَأَ: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ: عُدِلَتْ لَهُ بِثُلُثِ الْقُرْآنِ: اور جس نے قل هو الله احد پڑھی: وہ اس کے لئے تہائی قرآن کے برابر گردانی جائے گی۔

تشریح: علمائے کرام نے اس حدیث کے دو مطلب بیان کئے ہیں:

ایک: قرآن کے مضامین کی مختلف اعتبارات سے تقسیم ہے، ایک تقسیم یہ ہے کہ قرآن دو قسم کے احوال پر مشتمل ہے: دنیوی اور اخروی، اور سورت الزلزال میں آخرت کا بیان ہے، اس لئے وہ نصف قرآن ہے، اور قرآن میں توحید فی العبادۃ، توحید فی العقیدہ دنیوی اور اخروی احکام ہیں، اور سورة الکافرون میں توحید فی العبادۃ کا بیان ہے، اس لئے وہ چوتھائی قرآن ہے، اور علوم قرآن تین ہیں: توحید، احکام اور تہذیب اخلاق اور ﷻ میں توحید کا بیان ہے اس لئے وہ تہائی قرآن ہے۔

دوم: اس روایت میں ان سورتوں کے انعامی ثواب کا بیان ہے تِلْكَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْغَلَّاصِ پر جو انعامی ثواب ملتا ہے وہ تہائی قرآن کے اصلی ثواب کے برابر ہے۔

فائدہ: یہ دوسرا مطلب مشہور ہے اور پہلا مطلب اصح ہے، کیونکہ دوسرا مطلب لینے کی صورت میں سورة الزلزال کا سورة الاخلاص سے افضل ہونا لازم آئے گا، اور اس کا کوئی قائل نہیں (تفصیل کے لئے دیکھیں تحفۃ الامعی ۷: ۵۱)



آیات نمبر

(۹۹) سُورَةُ الزَّلْزَلَةِ مَدَنِيَّةٌ (۹۳)

دُرُودِهَا ۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ۝ وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا ۝
يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۝ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا
أَعْمَالَهُمْ ۝ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝

اِذَا	جَب	تُحَدِّثُ	بیان کرے گی	أَعْمَالُهُمْ	ان کے اعمال
زُلْزِلَتِ	ہلا دی جائے گی	اَخْبَارَهَا	اپنی خبریں	فَمَنْ	پس جس نے
الْأَرْضُ	زمین	بِأَنَّ	بایں وجہ کہ	يَعْمَلُ	کی ہے
زِلْزَالَهَا ^(۱)	سخت ہلانا	رَبَّكَ	آپ کے رب نے	وَمِثْقَالَ ذَرَّةٍ	ذرہ بھر
وَأَخْرَجَتِ	اور نکال دے گی	أَوْحَى ^(۲)	اشارہ کیا ہے	خَيْرًا	کوئی نیکی
الْأَرْضُ	زمین	لَهَا	اس کو	يَرَهُ	دیکھے گا اس کو
أَثْقَالَهَا	اپنے بوجھ	يَوْمَئِذٍ	آج	وَمَنْ يَعْمَلُ	اور جس نے کی ہے
وَقَالَ	اور کہا	يَصْدُرُ ^(۳)	نکلے گی	وَمِثْقَالَ ذَرَّةٍ	ذرہ بھر
الْإِنْسَانُ	انسان نے	النَّاسُ	لوگ	شَرًّا	کوئی برائی
مَا لَهَا	کیا ہوا اس کو؟	أَشْتَاتًا	متفرق	يَرَهُ	دیکھے گا اس کو
يَوْمَئِذٍ	آج	لِّيُرَوْا	تاکہ دکھلائے جائیں وہ		

قیامت کے دن سب کرا کر آیا اچھا برا سامنے آجائے گا

جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو زمین میں سخت بھونچال آئے گا، ہر چیز ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو جائے گی، پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو مردے زمین سے دھام نکلنے شروع ہوں گے اس وقت جو انسان زمین سے نکل آئے ہیں حیرت سے کہیں گے: زمین کو آخر ہو کیا گیا ہے جو اس طرح مردوں کو نکال رہی ہے؟ پھر زمین میں جو کچھ ریکارڈ ہے؟ وہ (۱) زلزلوا: مفعول مطلق تاکید کے لئے (۲) وحی کے لغوی معنی ہیں: اشارہ غیبیہ (۳) صَدَرَ الشَّيْءُ: نکلنا، ظاہر ہونا۔

بولنے لگے گی، کیونکہ ٹیپ ریکارڈ کے مالک نے بن دبا دیا ہے، پھر لوگ میدانِ قیامت سے فیصلہ ہونے کے بعد آخرت کی طرف متفرق ہو کر لوٹیں گے، جنتی الگ، جہنمی الگ، پھر درجات اور درجات کے اعتبار سے بھی ٹولیاں ہوں گی، تاکہ لوگ اپنے اعمال کا بدلہ دیکھیں، اس دن جس نے ذرہ بھر کوئی نیکی کی ہے اس کو دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ بھر کوئی برائی کی ہے اس کو بھی دیکھ لے گا، پس لوگو! چھوٹی نیکی کو بھی چھوٹی مت سمجھو، ہر نیکی کرو، کیونکہ قطرہ قطرہ مل کر دریا بنتا ہے اور کنکر کنکر اکٹھا ہو کر پہاڑ بنتا ہے، پس چھوٹی نیکی بھی اس دن کام آئے گی، اور چھوٹی برائی کو بھی چھوٹی مت سمجھو، ایک چنگاری بھی لاوا (گھاس کا ڈھیر) پھونکنے کے لئے کافی ہے، پس معمولی برائی سے بھی بچو!

آیاتِ کریمہ: — جب زمین میں نہایت سخت بھونچال آئے گا، اور زمین اپنے بوجھ (مردے) باہر نکالے گی، اور انسان کہے گا: زمین کو کیا ہوا؟ آج وہ اپنی باتیں بیان کرے گی، اس وجہ سے کہ اس کے رب نے اس کو اشارہ کیا ہے، آج (میدانِ حشر سے) لوگ متفرق ہو کر نکلیں گے، تاکہ وہ اپنے اعمال دکھائے جائیں — یعنی ان کی جزاء دیکھیں — پس جس نے ذرہ بھر کوئی نیکی کی ہے وہ اس کو دیکھے گا، اور جس نے ذرہ بھر کوئی برائی کی ہے وہ اس کو دیکھے گا!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة العاديات

گذشتہ سورت کا موضوع تھا: قیامت کے دن سب کرا کر اپنا اچھا برا یعنی اعمالِ ظاہرہ انسان کے سامنے آئیں گے، کوئی عمل چھپا نہیں رہے گا، ادنیٰ سے ادنیٰ عمل بھی انسان کے سامنے آجائے گا — اب اس سورت کا موضوع ہے: قیامت کے دن پوشیدہ بھیج بھی کھل جائیں گے، اور ان پر بھی محاسبہ ہوگا۔ اور پوشیدہ بھیدوں کا دائرہ کہاں تک ہے؟ دلوں کے جذبات بھی پوشیدہ بھید ہیں، انسان کے دل میں جو اچھے برے جذبات ہیں وہ بھی پوشیدہ راز ہیں، وہ بھی کھل جائیں گے۔

اور اس سورت میں دو برے جذبات کا بطور مثال ذکر کیا ہے: ایک: ناشکری کا جذبہ، دوسرا: مال کی شدید محبت اور یہ دو جذبات اس لئے ذکر کئے ہیں کہ دوسرا جذبہ پہلے جذبہ کی دلیل ہے، پس دونوں میں تلازم ہے۔ اور اصل پہلی مثال ہے اسی کو مدلل کیا ہے، نیز دوسرا جذبہ ہر کوئی سمجھتا ہے، اس لئے اس کو مدلل نہیں کیا، اور ناشکری کے جذبہ کو ہر کوئی نہیں سمجھتا یا غلط فہمی کا شکار ہے، اس لئے اس کو گھوڑوں کی مثال سے مبرہن کیا ہے۔

اِنَّهَا ۝۱۰۰ سُوْرَةُ الْعَادِيَاتِ مَكِّيَّةٌ ۝۱۰۱
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا ۝۱۰۱ فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا ۝۱۰۲ فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا ۝۱۰۳ فَأَثَرُنَ بِهِ نَقْعًا ۝۱۰۴
فَوْسَطْنَ بِهِ جَمْعًا ۝۱۰۵ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ۝۱۰۶ وَاِنَّهٗ عَلٰۤى ذٰلِكَ
لَشَهِيدٌ ۝۱۰۷ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝۱۰۸ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ ۝۱۰۹
وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ ۝۱۱۰ اِنَّ رَبَّهُم بِمَا يَوْمِنَا لَخَبِيْرٌ ۝۱۱۱

نہ

وَالْعَادِيَاتِ ^(۱)	قسم ہے تیز دوڑنے والے گھوڑوں کی	یہ ^(۷) نَقْعًا ^(۸)	دوڑ کر غبار کو	وَلَا تَهُۥ عَلٰۤى ذٰلِكَ	اور بے شک وہ اس پر
ضَبْحًا ^(۲)	ہانپتے ہوئے	فَوْسَطْنَ ^(۹)	پس درمیان میں پہنچ جانے والوں کی	لَشَهِيدٌ	البتہ گواہ ہے
فَالْمُورِيَاتِ ^(۳)	پس آگ سے لگنے والوں کی	یہ ^(۷) جَمْعًا	دوڑ کر جمع کے	وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ	اور بیشک وہ محبت میں بھلائی کی
قَدْحًا ^(۴)	پس شب خون مارنے والوں کی	اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ^(۱۰)	بے شک انسان اپنے رب کا	لَشَدِيْدٌ	البتہ سخت ہے
فَالْمُغِيرَاتِ ^(۵)	صبح کے وقت		یقیناً ناشکرا ہے	اَفَلَا يَعْلَمُ	کیا پس نہیں جانتا وہ
ضَبْحًا	پس اُڑانے والوں کی			اِذَا بُعْثِرَ	جب اکھائے جائیں گے
فَاَثَرُنَ ^(۶)				مَا فِى الْقُبُوْرِ	جو مڑے قبروں میں ہیں

(۱۰)

(۱) العاديات: اسم فاعل، مورث، عدو (ن) عدو: تیز دوڑنا (۲) ضَبْحًا: مصدر: ضَبَحَ الخيل: (ف) ہانپنا (۳) الموريات: از باب افعال، اوردی ایراء: آگ نکالنا (۴) قَدْحًا: مصدر: قَدَحَ (ف): آگ نکالنے کے لئے حق ماق رگڑنا، یہاں زمین پر ٹاپ مارنے کے معنی ہیں (۵) المغيرة: اسم فاعل، مورث از باب افعال، اَغَارَ على العدو: شب خون مارنا، دشمن پر اچانک حملہ کرنا۔ (۶) اَثَرُنَ: ماضی، جمع مورث غائب: از باب افعال: اَثَارَ اِثَارَةً: گرد و غبار اڑانا اصل میں اَثَرُوْن تھا، تعلیل ہوئی ہے۔ (۷) دونوں جگہ بہ کی ضمیر کا مرجع العدو (دوڑنا) ہے جو العاديات سے مفہوم ہوتا ہے اور باء تعدیہ کی ہے (۸) النقع: غبار: اسم جامد ہے (۹) وَسَطْنَ: ماضی، جمع مورث غائب، وَسَطَ (ض) وَسَطًا: بیچ میں جا گھسنا (۱۰) كَنُودٌ: صیغہ مبالغہ: بڑا ناشکرا، كُنْدُ النعمة: نعمت کی ناشکری کرنا۔

وَحُصِّلَ ^(۱)	اور ظاہر ہو جائے گا	إِنَّ رَبَّهُمْ	بے شک ان کا رب	يَوْمَئِذٍ	اس دن
مَا فِي الصُّدُورِ	جو سینوں میں ہے	بُهِخَمَ	ان کے بارے میں	لَخَبِيرٌ	البتہ پورا باخبر ہے

انسان اگر گھوڑوں کے احوال سے اپنے احوال کا موازنہ کرے

تو اس کی سمجھ میں آجائے گا کہ وہ اللہ کا ناشکرابندہ ہے

انسان اللہ کا بڑا ناشکر ہے، اگر وہ گھوڑوں کے احوال سے اپنے احوال کا موازنہ کرے تو خود سمجھ لے گا کہ واقعی وہ بڑا ناشکر ہے۔ گھوڑے کو اس کے مالک نے پیدا نہیں کیا، اللہ نے پیدا کیا ہے، اس کا گھاس چارہ بھی اللہ نے پیدا کیا ہے، مالک تو چند ہزار میں اس کو خرید کر لاتا ہے، پھر گھاس چارہ اور راتب کا خیال رکھتا ہے، مگر گھوڑے کا حال یہ ہے کہ جب مالک اس پر سوار ہوتا ہے اور دوڑنے کا اشارہ کرتا ہے تو گھوڑا بے تحاشا دوڑنے لگتا ہے، ہانپتا جاتا ہے اور دوڑتا جاتا ہے، رکتا نہیں، اور گھوڑے کے کھروں میں نعل بندھے ہوئے ہوتے ہیں، تاکہ پتھر ملی زمین میں اس کے کھر گھس نہ جائیں، پس جب گھوڑا رات میں بے تحاشا دوڑتا ہے تو ٹاپ مار کر آگ جھاڑتا ہے، اس کے پیچھے شرارے اڑتے ہیں، ایسا سرپٹ دوڑنے کی صورت میں ہوتا ہے، اور اگر مالک صبح کے وقت دشمن پر شب خون مارتا ہے تو گھوڑا اس وقت بھی تیار رہتا ہے، صبح کا وقت ٹھنڈا ہوتا ہے، زمین پر شبنم پڑی ہوتی ہے، اس وقت بھی گھوڑے اتنا دوڑتے ہیں کہ غبار اڑتا ہے، اور گھوڑا دوڑ کر دشمن کے مجمع کے بیچ میں گھس جاتا ہے، گھوڑا بہت سمجھدار جانور ہے، اللہ نے اس کو دورا ڈر (کھڑے کان) دیئے ہیں، وہ دس میل سے خطرہ بھانپ لیتا ہے، پھر بھی وہ ذرا نہیں جھجکتا، دشمن کی صفوں کو چیرتا ہوا وسط میں پہنچ جاتا ہے۔

اب انسان سوچے: کیا اس کا معاملہ اس کے رب کے ساتھ ایسا وفاداری کا ہے؟ نہیں ہے! وہ صبح کی اذان سنتا ہے، آنکھ کھلتی ہے، مگر انگڑائی لے کر کروٹ بدل لیتا ہے اور سو جاتا ہے، نماز کے لئے نہیں اٹھتا، اگر وہ اپنا حال سوچے تو اس کا دل گواہی دے گا کہ واقعی وہ اللہ کا ناشکرابندہ ہے!

دوسری مثال: انسان کو مال سے بے حد محبت ہے، وہ مال حاصل کرنے کے لئے جائز ناجائز کی پرواہ نہیں کرتا، اور مال کی تخصیص نہیں وہ ہر چیز کا حریص ہے، آرام طلبی کا جذبہ بھی ناشکری کا سبب بنتا ہے — یہ تمام قلبی جذبات قیامت کے دن جب گڑے مردے قبروں سے نکلیں گے آشکارہ ہو جائیں گے، اور ان پر بھی انسان کی دارو گیر ہوگی، اور اللہ تعالیٰ (۱) حُصِّلَ: مجہول: آشکارہ کر دیا جائے گا، حُصِّلَ کے اصل معنی ہیں: چمکا اتار کر گودا نکالنا، چونکہ اس کے لئے ظاہر کرنا لازم ہے، اس لئے لازمی معنی کئے گئے ہیں۔

جذبات آشکارہ ہونے کے محتاج نہیں، وہ ہندوں کے تمام احوال سے اس دن پورے باخبر ہونگے۔

سورت پاک کا ترجمہ: ہانپتے ہوئے تیز دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم! پس ٹاپ مار کر آگ سلگانے والوں کی! پس صبح کے وقت شب خون مارنے والوں کی! پس دوڑ کر غبار اڑانے والوں کی! پس دوڑ کر مجمع کے درمیان پہنچ جانے والوں کی، بلاشبہ انسان اپنے رب کا بڑا ناشکر بندہ ہے (یہ جواب قسم ہے) اور بلاشبہ وہ اس پر خود گواہ ہے، اور بلاشبہ وہ بھلائی کی محبت میں بہت سخت ہے کیا تو وہ نہیں جانتا کہ جب وہ مردے جو قبروں میں ہیں اکھاڑے جائیں گے، اور جو راز سینوں میں ہیں وہ ظاہر ہو جائیں گے، بلاشبہ ان کا رب ان کے احوال سے اس دن پوری طرح باخبر ہیں!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

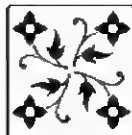
سورة القارعة

اس سورت کا موضوع بھی قیامت ہے، اس سورت میں یہ بیان ہے کہ قیامت کے دن اللہ کی عدالت سے الٹ شپ فیصلے نہیں ہونگے، بلکہ ٹاپ تول کر فیصلے ہونگے۔

ایک واقعہ: انگریزوں کے دور میں اعزازی مجسٹریٹ بنائے جاتے تھے، ایک بے پڑھے چودھری جج بنادیئے گئے، ان کا پیش کار ہفتہ بھر لوگوں سے درخواستیں لے کر اتوار کو جج صاحب کے سامنے رکھتا تھا، وہ ایک درخواست دائیں طرف رکھتے، اور کہتے: منجور (منظور) دوسری بائیں طرف رکھتے اور کہتے: نا منجور، اس طرح درخواستیں بانٹ دیتے، اللہ کی عدالت سے اس طرح فیصلے نہیں ہونگے، بلکہ باقاعدہ انصاف کی ترازو میں رکھی جائیں گی [الانبیاء ۴۶] اور ٹاپ تول کر فیصلے ہونگے۔

سوال: اقوال و افعال اعراض ہیں، وجود میں آ کر ختم ہو جاتے ہیں، پھر تولے کیسے جائیں گے؟

جواب: ختم نہیں ہوتے، نفس میں ریکارڈ ہو جاتے ہیں، اور اب تو اعراض بھی تولے جاتے ہیں، بخار ناپا جاتا ہے، نبض اور دل کی حرکت ناپتے ہیں، گرمی سردی کا ٹمپرچر ناپتے ہیں، اور معلوم نہیں کیا کیا ناپتے ہیں، پس اشکال فضول ہے۔



(۱۰۱) سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ (۳۰) رُكُوْعُهُمَا ۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَا أَذْرُكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ يَُوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ
الْمَبْثُوثِ ۝ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۝ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَهُوَ فِي
عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۝ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَا أَذْرُكَ مَا هِيَةُ ۝
نَارٌ حَامِيَةٌ ۝

اور رہا جو	وَأَمَّا مَنْ	اور ہو گئے	وَتَكُونُ	کھڑکھڑانے والا واقعہ	الْقَارِعَةُ (۱)
ہلکی پڑیں	خَفَّتْ	پہاڑ	الْجِبَالُ	کیا ہے کھڑکھڑانے	مَا الْقَارِعَةُ
اس کی ترازوئیں	مَوَازِينُهُ	رنگین اون کی طرح	كَالْعِهْنِ (۲)	والا واقعہ	وَمَا أَذْرُكَ
پس اس کا ٹھکانا	فَأُمُّهُ	دھکی ہوئی	الْمَنْفُوشِ (۳)	اور کیا تجھے پتہ ہے	مَا الْقَارِعَةُ
کھڑا ہے	هَآوِيَةٌ	پس رہا جو	فَأَمَّا مَنْ	کیا ہے کھڑکھڑانے	وَمَا أَذْرُكَ
اور کیا تو	وَمَا	بھاری ہوئیں	ثَقُلَتْ	والا واقعہ	مَا الْقَارِعَةُ
جانتا ہے	أَذْرُكَ	اس کی ترازوئیں	مَوَازِينُهُ (۴)	جس دن ہو گئے	يَوْمَ يَكُونُ
وہ کیا ہے	مَا هِيَةُ	پس وہ	فَهُوَ	لوگ	النَّاسُ
آگ ہے	نَارٌ	گذران میں ہے	فِي عِيشَةٍ	پتنگوں کی طرح	كَالْفَرَاشِ
دہکتی	حَامِيَةٌ	من پسند	رَاضِيَةٍ	بکھرے ہوئے	الْمَبْثُوثِ

قیامت کے دن جس کا نیک عمل وزنی ہوگا وہ من پسند عیش میں ہوگا

اور جس کا نیک عمل ہلکا ہوگا وہ دہکتی آگ میں ہوگا

جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو بڑا ہنگامہ ہوگا، لوگ افراتفری میں مبتلا ہو جائیں گے، اور پتنگوں کی طرح ادھر

(۱) القارعة: ام فاعل، واحد مؤنث: قیامت کا ایک نام، قَرَعَ الشيء بالشئ: ایک چیز کو دوسری چیز سے ٹکرانا، کھڑکھڑانا

(۲) العین مختلف رنگوں کی اون (۳) نَفَسُ القطن: روئی دھکننا (۴) موازين: میزان کی جمع۔

اُدھر مارے مارے پھریں گے، اور پہاڑ گرد بن کر اڑ جائیں گے، اور جیسے مختلف رنگوں کی اون دھنکتے ہیں تو فضا میں مختلف رنگوں کے گالے اڑتے ہیں، پہاڑ کے رنگ بھی مختلف ہیں، اس لئے ان کی گرد بھی ایسی ہوگی۔

پھر جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا، اور مرنے والے قبروں سے نکل کر میدانِ حشر میں اکٹھا ہو جائیں گے تو جگہ جگہ انصاف کی ترازوئیں رکھی جائیں گی، اور ناپ تول کر فیصلہ شروع ہوگا جس کی نیکی کا پلڑا بھاری ہوگا وہ جنت میں جائے گا، اور وہاں وہ عیش کرے گا، اور جس کا نیکی کا پلڑا ہلکا ہوگا اور برائیوں کا پلڑا بھاری ہوگا، وہ کھڑے میں گرے گا یعنی دہکتی آگ میں جائے گا (نعوذ باللہ منہا)

سورتِ پاک کا ترجمہ: — کھڑ کھڑانے والا واقعہ! وہ کھڑ کھڑانے والا واقعہ کیا ہے؟ اور آپ کو کچھ پتہ ہے: وہ کھڑ کھڑانے والا واقعہ کیا ہے؟ — وہ قیامت کا واقعہ ہے، اور بار بار سوال ذہن کو متوجہ کرنے کے لئے ہے۔ جس دن لوگ بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون (کے گالوں) کی طرح ہو جائیں گے، پس جن کی ترازوئیں بھاری ہوئی وہ من پسند عیش میں ہونگے، اور جن کی ترازوئیں ہلکی ہوئی اس کا ٹھکانہ کھڑا ہے! اور جانتے ہو وہ کیا ہے؟ دہکتی ہوئی آگ ہے!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة التكاثر

یہ سورت قیامت کے موضوع پر آخری سورت ہے، پھر آگے نیا سلسلہ شروع ہوگا، اور اس سورت میں دو باتیں خاص ہیں: اول: اس سورت میں عذابِ قبر کا بھی ذکر ہے، یہ قیامت کی تمہید ہے۔ دوم: اس میں یہ ہے کہ قیامت کے دن خاص طور پر اللہ کی نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا۔

سورت التکاثر سے عذابِ قبر کا ثبوت: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم برابر عذابِ قبر کے سلسلہ میں تردد میں رہے، یہاں تک کہ سورة التکاثر نازل ہوئی (تو تردد ختم ہو گیا) (ترمذی حدیث ۳۷۸۸)

تشریح: سورة التکاثر کی ابتدائی دو آیتوں کی ایک تفسیر یہ کی جاتی ہے کہ تکاثر (مال کی فراوانی کا جذبہ) لوگوں کو اس درجہ غافل کئے رہتا ہے کہ جب وہ کسی جنازہ کو لئے کر فن کرنے کے لئے قبرستان جاتے ہیں تو وہاں بھی کاروبار کی باتیں کرتے ہیں، یہ تفسیر صحیح نہیں، زیارتِ قبور: موت سے کنایہ ہے، یعنی انسان تا حیات مال و دولت کے پیچھے تو انیاں صرف کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ قبر کے کھڑے میں پہنچ جاتا ہے، پھر وہاں پہنچتے ہی آخرت سے غفلت کا مزہ چھکنا پڑتا ہے۔

رُكُوعُهَا ۱

(۱۰۲) سُورَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ (۱۶)

آيَاتُهَا ۸

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْهَلْكُمْ التَّكَاثُرُ ۚ حَتَّى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۚ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۚ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۚ
 كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ۚ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۚ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ
 الْيَقِينِ ۚ ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۚ

۱۶

الْهَلْكُمْ (۱)	غفلت میں ڈالنا کہ	سَوْفَ	عنقریب	ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا	پھر ضرور دیکھو گے تم اسکو
التَّكَاثُرُ (۲)	بہتات کی حرص نے	تَعْلَمُونَ	جان لوگو تم	عَيْنَ الْيَقِينِ	ایسا دیکھنا جو خود یقین ہے
حَتَّى زُرْتُمُ	یہاں تک کہ جا پہنچے تم	كَلَّا	ہرگز نہیں	ثُمَّ	پھر
الْمَقَابِرَ	قبرستان میں	لَوْ تَعْلَمُونَ	کاش جانتے تم	لَتُسْأَلُنَّ	ضرور پوچھے جاؤ گے تم
كَلَّا سَوْفَ	ہرگز نہیں! عنقریب	عِلْمَ الْيَقِينِ	یقینی جاننا	يَوْمَئِذٍ	اس دن
تَعْلَمُونَ	جان لو گے تم	لَتَرَوُنَّ	ضرور دیکھو گے تم	عَنِ النَّعِيمِ	نعمتوں کے بارے میں
ثُمَّ كَلَّا	پھر ہرگز نہیں	الْجَحِيمَ	دوزخ کو		

غلط طریقوں سے مال و دولت جمع کرنے کی مذمت

حدیث: حضرت عبداللہ بن اشعر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس پہنچے، آپ سورۃ التکاثر پڑھ رہے تھے، آپ نے فرمایا: ”انسان کہتا ہے: یہ میرا مال ہے، وہ میرا مال ہے، حالانکہ نہیں ہے تیرے لئے تیرے مال میں سے مگر وہ جو تو نے صدقہ کر دیا، پس اس کو آگے بھیج دیا، یا جس کو تو نے کھا لیا، پس اس کو ختم کر دیا، یا تو نے اس کو پہن لیا، پس اس کو پرانا کر دیا!“ اور مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے: ”اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ تیرے ہاتھ سے جانے والا ہے، اور تو اس کو لوگوں (داروں) کے لئے چھوڑنے والا ہے“

تشریح: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ التکاثر پڑھ کر فرمایا:

(۱) اَلْهٰی: ماضی، واحد مذکر غائب، باب افعال، اَلْهٰی: اَلْهٰی اِلٰہٰی اِلٰہٰء: غفلت میں ڈالنا (۲) التکاثر: باب تفاعل: ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی حرص، مسابقت۔

تکاثروا الأموال: جمعہا من غیر حقہا، ومنعہا من حقہا، وشلہا فی الأوعیۃ: تکاثر: مال کو ناجائز طریقوں سے حاصل کرنا، اور مال میں جو اللہ کے حقوق عائد ہوتے ہیں ان میں خرچ نہ کرنا، اور برتنوں میں باندھ کر رکھ لینا ہے (قرطبی) پس اگر جائز ناجائز کا خیال رکھ کر مال حاصل کیا جائے، اور اس میں سے اللہ کے حقوق ادا کئے جائیں تو مال کی یہ زیادتی مذموم نہیں۔

وہ نعمتیں جن کا حساب دینا ہوگا

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلی وہ چیز جس کے بارے میں پوچھا جائے گا یعنی بندے سے نعمتوں کے بارے میں کہا جائے گا: کیا ہم نے تیرے لئے تیرے بدن کو درست نہیں کیا تھا؟ اور تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا؟ (یہ وہ نعمتیں ہیں جن کا حساب دینا ہوگا)

سورت پاک کا ترجمہ و تفسیر: — ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی حرص نے تمہیں غفلت میں ڈالے رکھا، یہاں تک کہ تم قبرستان جا پہنچے — اب چکھو غفلت کا مزہ! — ہرگز نہیں — یعنی غفلت نہیں چاہئے — تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا — یعنی قبر میں پہنچتے ہی معلوم ہو جائے گا — پھر (کہتا ہوں): ہرگز نہیں! تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا (پھر تیسری بار کہتا ہوں): ہرگز نہیں! کاش تم یقینی طور پر جان لیتے! — یہاں تک عذاب قبر کا ذکر ہے۔

بخدا! تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے (پھر دوبارہ کہتا ہوں): بخدا! تم اس کو دیکھو گے ایسا دیکھنا جو خود یقین ہے، پھر بخدا! اس روز تم سے ضرور نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا — یہ قیامت کے احوال کا بیان ہے — علم الیقین: دلیل قطعی سے جاننا، یہ بالیقین جاننا ہے، اور عین الیقین: مشاہدہ سے جاننا، یہ ایسا جاننا ہے کہ خود یقین ہے، اس سے آگے جاننے کا کوئی درجہ نہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ العصر

اب نیا سلسلہ بیان شروع ہو رہا ہے جو سورۃ الکوتر تک چلے گا۔ قیامت کے دن کیا فیصلے ہونگے؟ سورۃ العصر میں ان کو مختصر طور پر بیان کیا ہے، آج کل ایک طریقہ یہ ہے کہ پبلک مقامات میں خبروں کا خلاصہ لکھ دیتے ہیں، جن پر نظر پڑتے ہی پوری بات سمجھ میں آ جاتی ہے، یہ سورت اسی طرح کی ہے، جیسے امتحان کا نتیجہ چند لفظوں میں بورڈ پر لکھ دیا جاتا ہے یا جلی عنوان قائم کر دیا جاتا ہے، جس سے پوری بات سمجھ میں آ جاتی ہے۔

اس سورت میں قیامت کے دن کے فیصلوں کا خلاصہ ہے کہ جس قوم میں چار باتیں ہوں گی وہ کامیاب ہوگی،

دوسرے ناکام ہونگے، اور دلیل خود انسان کے احوال ہیں، پھر چار سورتوں میں ناکام ہونے والوں کی مثالیں ہیں، پھر ایک سورت میں کامیاب ہونے والوں کا ذکر ہے۔ ناکام ہونے والے۔ بطور مثال — یہ لوگ ہیں:

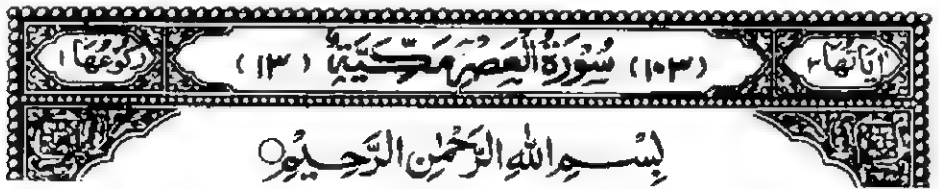
۱- دولت کے پجاری، جو سمجھتے ہیں کہ ان کا مال ان کو زندہ جاوید کرے گا۔

۲- اقتدار کے نشہ میں تخریب کاری کرنے والے، حکومت کے بل پر ستم ڈھانے والے۔

۳- معاشی خوش حالی کو اپنا ہنر سمجھنے والے، اور اس پر اتارنے والے۔

۴- بے عمل مسلمان جن کو نماز زکات تک کی پروا نہیں۔

پھر سورۃ الکوثر میں نبی ﷺ اور آپ کی نیک امت کا ذکر ہے جو قیامت کے دن کامیاب ہونگے، یہ اگرچہ ایک سورت ہے، مگر سنار کی سوا اور لوہار کی ایک جیسی ہے، اس پر یہ سلسلہ بیان پورا ہوگا، پھر من وجہ نیا سلسلہ بیان شروع ہوگا، جو چار سورتوں تک چلے گا، اور آخری دو سورتوں کا الگ موضوع ہے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَّصَّوْا بِالْحَقِّ ۝ وَتَوَّصَّوْا بِالصَّبْرِ ۝

وَالْعَصْرِ	زمانے کی قسم!	اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا	ایمان لائے اور کئے انھوں نے	بِالْحَقِّ ^(۲) وَتَوَّصَّوْا	دین حق کی اور باہم تاکید کرتے رہے
اِنَّ الْاِنْسَانَ	بے شک انسان	الصّٰلِحٰتِ	نیک کام	بِالصَّبْرِ ^(۳)	برداشت کرنے کی
لِفِيْ خُسْرٍ	یقیناً گھائے میں ہیں	وَتَوَّصَّوْا ^(۱)	اور باہم تاکید کرتے رہے		
اِلَّا الَّذِيْنَ	مگر جو لوگ				

انسان کے احوال دلیل ہیں کہ سب لوگ خسارے میں ہیں، علاوہ ان کے جن میں چار باتیں ہیں

یہ سورت مختصر ہے، مگر نہایت اہم ہے، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ اگر قرآن میں سے صرف یہی سورت

(۱) تَوَّصَّوْا: از باب تغافل، ایک دوسرے کو تاکید کرنا، دراصل تَوَّاصَّوْا تھا، تغلیل ہوئی ہے (۲) بِالْحَقِّ: الحق: موصوف کے قائم مقام ہے ای الدین الحق (۳) صبر کے لغوی معنی ہیں: سہنا، برداشت کرنا۔

نازل کر دی جاتی تو ہدایت کے لئے کافی تھی (فوائد)

انسان کے احوال جو اگلی پانچ سورتوں میں آرہے ہیں دلیل ہیں کہ قیامت کے دن سب لوگ گھائے میں رہیں گے، مگر جس قوم میں چار باتیں ہیں وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہوگی:

۱- قوم میں صحیح ایمان ہو، اللہ پر، اللہ کے رسول پر اور اللہ کے دین پر اہل السنۃ والجماعہ کے عقائد کے مطابق اعتقاد ہو۔

۲- قوم اللہ کے دین پر عمل پیرا ہو، کرنے کے کام کرے، اور نہ کرنے کے کاموں سے بچے، صرف نام کی مسلمانی نہ ہو، بلکہ اس کی عملی زندگی اس کے ایمان قلبی کی آئینہ دار ہو۔

۳- قوم کے ہر فرد کے پیش نظر اجتماعی مفاد ہو، مسلمان ایک دوسرے کو قول و عمل سے تاکید کرتے رہیں کہ دین حق کو مضبوط تھاہے رہیں، دین سے رشتہ منقطع نہ ہونے پائے۔

۴- قوم کا ہر فرد ایک دوسرے کو وصیت و نصیحت کرتا رہے کہ دین کی وجہ سے اگر کوئی سختی یا پریشانی آئے تو اس نہ توڑیں، ہمت سے حالات کا مقابلہ کریں۔

سورت پاک: — زمانے کی قسم! — انسان کا زمانہ مراد ہے، اس کی ماضی اور حال کی تاریخ شہادت دیتی ہے کہ — بے شک انسان گھائے میں ہے، مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے، اور باہم دین کو مضبوط پکڑے رہنے کی تاکید کرتے رہے، اور باہم برداشت کرنے کی تاکید کرتے رہے — پوری سورت جواب قسم ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة الہمزہ

ہَمْزَة: مبالغہ کا صیغہ ہے، هَمْزَة (ض) هَمْزًا: کے معنی ہیں: کوئی چیز چھوٹا، اور مرادی معنی ہیں: عجیب جوئی اور نکتہ چینی کرنا، اور لَمْزَة بھی مبالغہ کا صیغہ ہے اس کے معنی بھی تقریباً یہی ہیں، لَمْزَة (ن، ض) لَمْزًا: کے معنی ہیں: دھکیلنا، مارنا اور مرادی معنی ہیں: عجیب نکالنا، برائی کرنا۔

اس سورت میں گھائے میں رہنے والے انسانوں کی پہلی مثال ہے، اور وہ دولت کے پجاری ہیں، جو سمجھتے ہیں کہ دولت ان کو آمر (زندہ جاوید) کرے گی، ایسے لوگوں میں یہ عیب پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ لوگوں کے عیوب ڈھونڈتے ہیں اور ان کی برائی کرتے ہیں، یہ خطرناک بیماری ہے، ضَعْفٌ عَلَىٰ رِأْيَالَةٍ (مصیبت بالائے مصیبت) ہے، اس سے بچنا چاہئے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 بَيَانُهُ (۱۲۴) سُورَةُ الْهَمَزِ مَكِّيَّةٌ (۳۲) رُكُوعُهَا ۱

وَبَيْلٌ لِّكُلِّ هَمَزَةٍ لُّزُومٍ ۚ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۚ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۚ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۚ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ۚ نَارُ اللَّهِ الَّتِي تَطْلُعُ عَلَى الْأَفْقِ ۚ إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّدَةٌ ۚ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۚ

وَبَيْلٌ	بڑی خرابی ہے	أَخْلَدَهُ ^(۱)	اس کو امر کرے گا	الْمُوقَدَّةُ	بھڑکائی ہوئی
لِّكُلِّ هَمَزَةٍ	ہر طعنہ زن	كَلَّا	ہرگز نہیں	الَّتِي تَطْلُعُ	جو جھانکے گی
لُّزُومٍ	عیب چیس کے لئے	لَيُنْبَذَنَّ	ضرور وہ ڈالا جائے گا	عَلَى الْأَفْقِ	دلوں کو
الَّذِي جَمَعَ	جس نے جمع کیا	فِي الْحُطَمَةِ ^(۲)	توڑنے والی آگ میں	رَأَتْهَا	بے شک وہ
مَالًا	مال	وَمَا	اور کیا	عَلَيْهِمْ	ان پر
وَعَدَّدَهُ	اور اس کو گن گن کر رکھا	أَدْرَاكَ	جانتے ہو تم	مُؤَصَّدَةٌ	موندی ہوئی ہے
يَحْسَبُ	کیا وہ سمجھتا ہے	مَا الْحُطَمَةُ	توڑنے والی آگ کیا ہے	فِي عَمَدٍ	ستونوں میں
أَنَّ مَالَهُ	کہ اس کا مال	نَارُ اللَّهِ	اللہ کی آگ ہے	مُمَدَّدَةٍ	لبے لمبے

دولت کا پجاری گھائے میں رہے گا اور اس کو سخت سزا ملے گی

مال فی نفسہ برائ نہیں، وہ تو مایہ زندگانی ہے، اور اس کی محبت بھی بری نہیں، وہ بھی فطری ہے، مگر یہ بات اس وقت ہے جب مال جائز ذرائع سے حاصل کیا جائے، اور جائز جگہوں میں خرچ کیا جائے، ورنہ مال وبال ہے، ساتھ آنے والا نہیں، نہ وہ دنیا میں امر کرتا ہے، وہ یہیں رہ جاتا ہے اور پیچھے لوگ اس کو اڑاتے ہیں، پس جو شخص مال کو خدا بناتا ہے اور اس کو بینت کر رکھتا ہے اس میں طعنہ زنی اور عیب جوئی کا مرض پیدا ہوتا ہے، یہ مصیبت در مصیبت ہے، ایسے شخص کو حطمہ میں ڈالا جائے گا، اور حطمہ: اللہ کی دہکائی ہوئی آگ ہے یعنی دوزخ کی آگ ہے، جو صرف ظاہر بدن کو نہیں جلائے گی، بلکہ دل کو کباب کر دے گی، مزید وہ آگ پریش کو کر کی طرح لبے لبے ستونوں میں موندی ہوئی ہوگی، جس سے اس کی ہیٹ اور بڑھ (۱) اخْلَدَ الشَّيْءُ: ہمیشہ رکھنا، برقرار رکھنا، دوام عطا کرنا، حیات ابدی بخشنا (۲) الحطمة: دوزخ کا ایک نام ہے۔

گئی ہے، اور لمبے لمبے ستونوں میں کس طرح موندی گئی ہے وہ جہنم میں جا کر ہی سمجھ میں آ سکتا ہے (اللہ ہماری جہنم سے حفاظت فرمائیں!)

سورت کا ترجمہ: — ہر طعنہ زن عیب چس کے لئے بڑی خرابی ہے! جس نے مال جمع کیا، اور اس کو گن گن کر رکھا، کیا وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کو زندہ جاوید کرے گا! ہرگز نہیں! وہ ضرور حطمہ میں ڈالا جائے گا، اور آپ کو کچھ معلوم ہے حطمہ کیا ہے؟ اللہ کی دہکائی ہوئی آگ ہے، جو دلوں کو جھانکے گی، وہ ان پر لمبے لمبے ستونوں میں موندی ہوئی ہوگی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الفیل

اس سورت میں گھائے میں رہنے والوں کی دوسری مثال ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اقتدار کے نشہ میں چور ہیں، اور قوموں کو اور ملکوں کو سکون سے سونے نہیں دیتے، ان کا انجام بھی بھیانک ہے، ایک دن ان کا ٹھکانہ تباہ کیا جائے گا، وہ بری طرح تباہ ہونگے، جیسے ہاتھی والوں کا حال ہوا۔



أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ۚ أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۚ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۚ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ ۚ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ۚ

أَلَمْ تَرَ	کیا نہیں دیکھا آپ نے	بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ^(۱)	ہاتھی والوں کے ساتھ	فِي تَضْلِيلٍ ^(۲)	غلط
كَيْفَ فَعَلَ	کیسا کیا	أَلَمْ يَجْعَلْ	کیا نہیں کیا	وَأَرْسَلَ	اور بھیجے
رَبُّكَ	آپ کے رب نے	كَيْدَهُمْ	ان کی چال کو	عَلَيْهِمْ	ان پر

(۱) لیل: ہاتھی، عرب میں ہاتھی کم ہوتا ہے، ابرہہ بدبہ ظاہر کرنے کے لئے ہاتھی پر سوار تھا، اس لئے سارے لشکر کو ہاتھی والے کہا ہے (۲) تضلیل: مصدر: غلط کر دینا، گاؤں خور کر دینا۔

طَبِيرًا أَبَابِيلَ ^(۱) تَرْمِيحُم	پرندے غول کے غول مارتے ہیں وہ ان کو	بِحِجَارَةٍ قَرْنِ بَيْضَلٍ ^(۲) قُحَّاحًا	پتھر سے کھنکر کے پس کر دیا ان کو	كَعَصِفٍ ^(۳) ثَاكُولٍ کھایا ہوا۔	جیسے آغور کھایا ہوا۔
---	---	--	--	---	-------------------------

جو لوگ اقتدار کے نشہ میں تخریب کاری کرتے ہیں وہ بھی گھائے میں رہیں گے

سورت کا پس منظر: حبشہ والوں کی طرف سے یمن میں ابرہہ نامی حاکم مقرر تھا، یہ لوگ عیسائی تھے، اس نے یمن کے شہر صنعاء میں ایک شاندار گرجا بنایا، تاکہ اس کو ﴿مِثَابَةٌ لِلنَّاسِ﴾: لوگوں کا مرکز [البقرہ ۱۲۵] بنائے، اور عربوں کو کعبہ شریف سے پھیر دے، ایک قریشی نے اس گرجا میں غلاظت کر دی، جس سے ابرہہ کا پارہ چڑھ گیا، وہ لشکر جزار لے کر کعبہ کو ڈھانے کے لئے بڑھا، خود ہاتھی پر سوار تھا، تاکہ اس کا رعب پڑے، جب وہ مکہ کے قریب پہنچا تو مکہ کے سردار عبدالمطلب کو بلایا، اور کہا: میں صرف کعبہ کو ڈھانے آیا ہوں، پس جو مزاحمت نہیں ہوگا اس کو قتل نہیں کروں گا، عبدالمطلب نے سرداروں کے ساتھ کعبہ کا پردہ پکڑ کر دعا کی اور کعبہ کو اس کے رب کے حوالے کیا، اور شہر خالی کر دیا، پس ہاتھی والے مکہ کی طرف بڑھے، ابھی حرم میں داخل نہیں ہوئے تھے کہ سمندر کی طرف سے غول کے غول پرندے آئے، جن کی چونچوں اور پنچوں میں مٹی کے کنکر تھے، وہ فوج پر برسائے شروع کئے، وہ گولیوں کا کام کرنے لگے، اور سب کھیت رہے، چونچ نکلا وہ بھی طرح طرح کی تکلیفوں سے ہلاک ہوا، یہ واقعہ نبی ﷺ کی ولادت مبارکہ سے کل پچاس دن پہلے پیش آیا ہے، اس لئے نبوت کے زمانہ میں یہ واقعہ لوگوں کا آنکھوں دیکھا واقعہ تھا۔

سورت پاک: — کیا آپ نے دیکھا نہیں: آپ کے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟ کیا ان کی چال کو گاؤں خورد نہیں کر دیا؟ اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے، جو ان کو مٹی کے کنکروں سے مارتے تھے، پس ان کو کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح کر کے رکھ دیا!

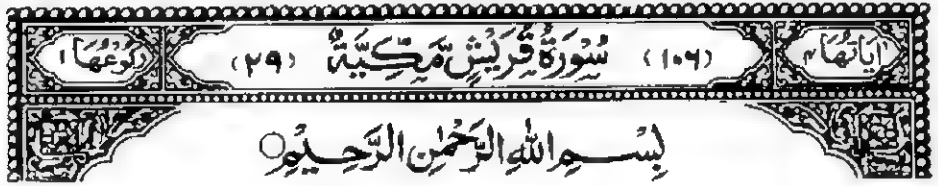


(۱) آبابیل: طیر کی صفت ہے، اس کے معنی ہیں: غول کے غول، جھنڈ کے جھنڈ، کثرت بتانے کے لئے آتا ہے، یہ کوئی خاص پرندہ نہیں، لوگوں میں جو مشہور ہے وہ غلط ہے (۲) سجیل: سنگہ گل کا معرب ہے، مٹی کا پتھر یعنی مٹی کا کنکر (۳) عصف: بھوسہ، آغور، جانوروں کے کھانے کے بعد بچا ہوا کوڑا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة قریش

اس سورت میں گھائے میں رہنے والوں کی تیسری مثال ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی معاشی خوش حالی پر اتراتے ہیں، اور اس کو اپنا کمال سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ اللہ کا فضل ہوتا ہے۔ قریش کی مثال دی ہے، مگر اس سورت میں لہجہ سخت نہیں، افہام و تفہیم کا انداز ہے۔



لَا يَلْفُ قُرَيْشٌ ۚ الْفِهْمُ رِحْلَةُ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ۚ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ۚ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ ۚ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ ۚ

لَا يَلْفُ ^(۱)	خوگر ہونے کی وجہ سے	وَالصَّيْفِ	اور گرمی کے	الَّذِي	جس نے
قُرَيْشٌ	قریش کے	فَلْيَعْبُدُوا	پس چاہئے کہ عبادت	أَطْعَمَهُمْ	کھلایا ان کو
الْفِهْمُ	ان کا خوگر ہونا		کریں وہ	مِنْ جُوعٍ	بھوک میں
رِحْلَةُ ^(۲)	سفر سے	رَبِّ	پروردگار کی	وَأَمَنَهُمْ	اور امن دیا ان کو
الشِّتَاءِ	سردی	هَذَا الْبَيْتِ	اس گھر کے	مِنْ خَوْفٍ	خوف سے

قریش کے اسفار ان کی خوش حالی کا ظاہری سبب ہیں، وہ اس پر نہ اترائیں

قریش کا وطن مکہ مکرمہ تھا، اور مکہ میں غلہ وغیرہ کچھ پیدا نہیں ہوتا تھا، قریش سال میں دو تجارتی اسفار کرتے تھے، سردیوں میں یمن جاتے تھے کیونکہ وہ گرم ملک تھا اور گرمیوں میں شام جاتے تھے کیونکہ وہ ٹھنڈا ملک تھا، ان تجارتی اسفار سے وہ خوش حال تھے، پھر وہ اہل حرم اور خادم بیت اللہ تھے، اس لئے سب عرب ان کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے،

(۱) لَا يَلْفُ: لام اجلیہ، يُؤْزَقُونَ محذوف سے متعلق، آلفٌ إِيْلَافًا (افعال): مانوس ہونا، خوگر ہونا، عادی ہونا۔ (۲) رِحْلَةُ: حاصل مصدر۔ سفر۔

اور ان کی جان و مال سے کچھ تعرض نہ کرتے تھے، اور چاروں طرف لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم تھا، قریش ان دونوں باتوں کو اپنا ہنر اور ذاتی کمال سمجھتے تھے، اور یہ چیز ان کے اسلام کے لئے مانع بنی ہوئی تھی، چنانچہ اس سورت میں ان کو سمجھایا ہے کہ تمہارے یہ اسفار تمہاری خوش حالی کا ظاہری سبب ہیں، حقیقی سبب کعبہ شریف کی برکت اور اللہ کا فضل ہے، وہی تمہیں بھوکا نہیں مرنے دیتے، اور اسی کے فضل سے تم پورے عرب میں نذر ہو کر گھومتے ہو۔ پس تمہاری خوش حالی قبول حق میں مانع نہیں بننی چاہئے، ایمان لاؤ اور کعبہ کے مالک کی عبادت کرو، اور بتوں کو چھوڑو!

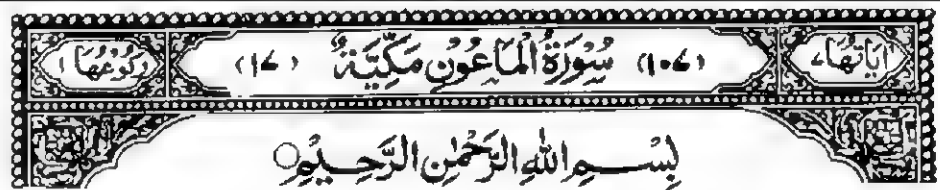
سورت پاک: — قریش کے عادی ہو جانے کی وجہ سے یعنی سردی اور گرمی کے اسفار کے عادی ہو جانے کی وجہ سے — روزی دیئے جاتے ہیں، مگر یہ ظاہری سبب ہے، حقیقی سبب اللہ کا فضل ہے — پس چاہئے کہ وہ اس گھر کے مالک کی عبادت کریں جو ان کو بھوک میں کھلاتا ہے اور خوف سے امن دیتا ہے۔

فائدہ: ﴿رَبِّ هَذَا الْبَيْتِ﴾ سے معلوم ہوا کہ معبود کعبہ شریف نہیں، بلکہ کعبہ کا مالک معبود ہے اور نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ملت کی شیرازہ بندی کے لئے ہے اور حج کا حکم اس لئے ہے کہ کعبہ اسبلی پونٹ مقرر کیا گیا ہے، وہ ﴿مَثَابَةُ لِّلنَّاسِ﴾ ہے، سب کو اس مرکز سے وابستہ ہونا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ الماعون

اس سورت میں گھائے میں رہنے والوں کی چوتھی مثال ہے، یہ عمل میں کوتاہ مسلمان ہیں، جن کو اسلام کے بنیادی ارکان نماز زکوٰۃ کی بھی فکر نہیں، اس لئے کہ ان کو جزاء کے دن پر جیسا یقین ہونا چاہئے نہیں۔ آج مسلمانوں کی اکثریت کا یہی حال ہے، کسی گناہ سے باک نہیں، اور کسی فرض عمل پر استوار نہیں، پھر بھی اعلیٰ درجہ کی کامیابی کے امیدوار ہیں، اللہ ان کو سمجھ عطا فرمائیں (آمین) اور بے نمازیوں کے حق میں لہجہ ذرا سخت ہے ﴿وَنُذِیْلٌ﴾ فرمایا ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَرَءَيْتَ الَّذِیْ یُكَذِّبُ بِالْءِیْمٰنِ ۚ فَذٰلِكَ الَّذِیْ یُدْعُ الْیْتِیْمَ ۙ وَلَا یَحْضُ عَلٰی طَعَامِ
الْمُسْكِیْنِ ۚ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۙ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۙ الَّذِیْنَ

هُمُّرَاءُونَ ۝ وَيَسْتَعُونَ الْمَاعُونَ ۝

۳۲

اُنْزِلَتْ الَّذِي ^(۱)	کیا دیکھا آپ نے	الْيَتِيمَ	یتیم کو	عَنْ صَلَاتِهِمْ	اپنی نمازوں کو
يَكْذِبُ	اس کو جو	وَلَا يَحْضُ	اور نہیں ترغیب دینا	سَاهُونَ	بھولنے والے ہیں
يَا لَذِينَ	جھٹلاتا ہے	عَلَى طَعَامٍ	کھانے کی	الَّذِينَ هُمْ ^(۲)	جو کہ وہ
فَذَلِكَ ^(۲)	بدلہ کے دن کو	الْمُسْكِينِ	غریب کے	يُرَاءُونَ	دکھلاوا کرتے ہیں
الَّذِي	پس یہ ہے	فَوَيْلٌ	پس بڑی خرابی ہے	وَيَسْتَعُونَ	اور روکتے ہیں
يَكْذِبُ	جو	لِلْمَصْلِينَ ^(۳)	ان نمازیوں کے لئے	الْمَاعُونَ ^(۵)	برتنے کی چیز کو
	دھکا دیتا ہے	الَّذِينَ هُمْ	جو کہ وہ		

جن مسلمانوں کو قیامت کا پورا یقین نہیں ان کے چار کام

ایمان کی طرح تکذیب کی بھی قسمیں ہیں، ایک دل سے تکذیب کرنا ہے، ایسا شخص مومن نہیں، دوسری عمل سے تکذیب کرنا ہے، وہ عملی نفاق ہے، وہ زبان سے تو قیامت کا اعتراف کرتا ہے مگر اس کا عمل اس کے خلاف ہے، ایسے لوگوں سے چار کام صادر ہوتے ہیں:

۱- اگر کبھی اس کے دروازہ پر کوئی یتیم بچہ آکھڑا ہوتا ہے تو دھکے دے کر اس کو باہر نکال دیتا ہے۔

۲- غریب محتاج کو خود تو کیا کھلاتا، کسی دوسرے کو بھی نہیں کہتا کہ وہی کھلا دے۔

۳- نماز کو بھول جاتا ہے، حالانکہ وہ دین کا زبردست ستون ہے، جو اس کو گرا دیتا ہے وہ گویا دین کو ختم کر دیتا ہے، اور اگر وہ نماز پڑھتے ہیں تو لوگوں کو دکھانے کے لئے پڑھتے ہیں حالانکہ ایسی نماز نمازی کے منہ پر ماری جائے گی۔

۴- وہ زکوٰۃ تو کیا دیتے برتنے کی چیزیں بھی پڑوسی کو نہیں دیتے، روزمرہ کام آنے والی چھوٹی چھوٹی چیزیں مثلاً ڈول، پانی نمک، آگ وغیرہ بھی کسی کو نہیں دیتے، یہ کام کرنے والے قیامت کے دن گھائے میں رہیں گے اور یہ چوتھی اور آخری مثال ہے، آگے کامیاب ہونے والوں کا تذکرہ ہے۔

(۱) الذی: اراءیت کا مفعول بہ ہے (۲) ذلک: مبتدا اور الذی خبر ہے (۳) مصلین: سے مراد مسلمان ہیں، کیونکہ مسلمان نمازی ہوتا ہے، نماز بھول جائے وہ الگ بات ہے، اور اس صورت میں بھی وعید ہے (۴) یہ پہلے الذین سے بدل ہے، پس نماز کو بھولنے والا اور دکھلانے کے لئے نماز پڑھنے والا ایک حکم میں ہیں (۵) ماعون: معمولی برتنے کی چیز، جیسے ڈول، رسی، ہانڈی، دیکھی، چھری کلباڑی وغیرہ۔

فائدہ: ویل (بڑی کمبختی) یہ وعید اس مسلمان کے لئے ہے جو نماز کو بھول جاتا ہے، قضا کر دیتا ہے، وقت بے وقت پڑھتا ہے۔ اور جو مسلمان نماز پڑھتا ہی نہیں اس کے لئے حدیث میں زیادہ سخت وعید آئی ہے، فرمایا: من ترك الصلوة متعمدا فقد كفر: جو بالا ارادہ نماز نہیں پڑھتا وہ مسلمان کہاں رہا! اور دوسری حدیث میں ہے: بین ایمان و الکفر ترك الصلوة: جو مسلمان نماز نہیں پڑھتا وہ ایمان اور کفر کے درمیان حد واسط میں پہنچ جاتا ہے۔ اور جن مفسرین نے نماز میں بھولنے کے ساتھ تفسیر کی ہے وہ اس زمانہ کی بات ہے جب کوئی مسلمان نماز نہیں بھولتا تھا، اب تو آپ کو قدم قدم پر ایسے مسلمان مل جائیں گے جو نماز کو بھول جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں نماز یاد رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)

سورت کا ترجمہ: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو جزاء کے دن کو جھٹلاتا ہے؟ — یعنی یہ کیسی تعجب کی بات ہے؟ — (۱) پس یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکا دیتا ہے (۲) اور غریب کے کھانے کی ترغیب نہیں دیتا (۳) پس بڑی کمبختی ہے اُن نمازیوں کے لئے — یعنی وہ بے نمازی نہیں، نمازی ہیں — جو اپنی نماز بھولنے والے ہیں — یعنی نماز قضا کر دیتے ہیں، پھر وقت بے وقت پڑھتے ہیں یا جانے دیتے ہیں — جو دکھلاوا کرتے ہیں — جیسے مدرسوں میں بچے حاضری کے لئے نماز میں آتے ہیں، یہ نماز پڑھنا نماز بھولنے کی طرح ہے — (۴) اور عام استعمال کی چیزیں بھی نہیں دیتے — پس زکات کہاں دیتے ہو گئے!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

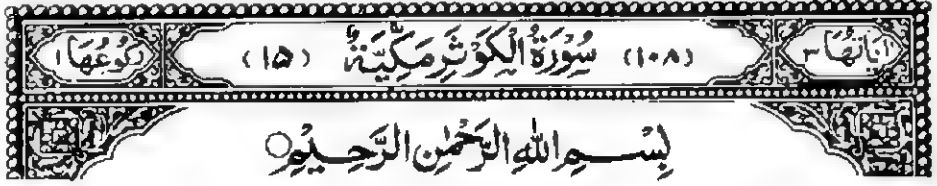
سورۃ الکوثر

الکوثر: مبالغہ کا صیغہ ہے، اس کے معنی ہیں: خیر کثیر، بہت خوبی، فعل کثُر سے بنا ہے، جس کے معنی ہیں: زیادہ ہونا۔ اور اس سورت میں کامیاب ہونے والوں کا ذکر ہے، اور وہ نبی ﷺ اور آپ کی برکت سے آپ کی نیک امت ہے، ان کے لئے دنیا میں بھی سرخ روئی ہے، قیامت کے دن بھی سر بلندی ہے اور آخرت میں بھی جنت ہے، ہر جگہ خیر ہی خیر ہے۔

جاننا چاہئے کہ آیت میں ﴿الْكَوْثَرُ﴾ ہے، حوض کی تخصیص نہیں، پس آیت عام ہے، اور تفسیر کا قاعدہ ہے: ”اعتبار ناص کے الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے“ پس حوض کوثر آیت کا ایک فرد ہے، آیت اس کے ساتھ خاص نہیں۔

اور حوض کوثر درحقیقت جنت میں ہے، وہاں سے میدانِ حشر بھی لائی جائے گی اور اس کا ثبوت تقریباً متواتر حدیثوں سے ہے، اور حدیثوں میں تفصیل سے اس کے احوال مذکور ہیں، اور اس چشمہ سے وہ مسلمان سیراب ہو گئے جو صراطِ مستقیم

پر ہیں، کیونکہ حوض کوثر سنت (طریقہ نبوی اور طریقہ خلفائے راشدین) کا پیکر محسوس ہے اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن کچھ مسلمانوں کو فرشتے لائے سے نکال دیں گے، حوض پر پیئے نہیں آنے دیں گے، نبی ﷺ فرشتوں سے فرمائیں گے: ان کو آنے دو، یہ میرے ساتھی ہیں یعنی مسلمان ہیں! فرشتے جواب دیں گے: یا رسول اللہ! آپ نہیں جانتے! یہ لوگ آپ کے بعد بدل گئے تھے، یعنی آپ کے راستہ سے ہٹ گئے تھے! معلوم ہوا کہ جو لوگ اہل السنۃ والجماعہ کے عقائد پر ہیں وہی حوض کوثر سے استفادہ کر سکیں گے۔



اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۚ فَصَلِّ لِرَبِّكَ ۚ وَانْحَرْ ۚ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۚ

اِنَّا	بے شک ہم نے	لِرَبِّكَ	اپنے رب کے لئے	اِنَّ	بے شک
اَعْطَيْنَاكَ	آپ کو عطا فرمائی	وَانْحَرْ ^(۱)	اور اونٹ کے سینہ کے	شَانِئَكَ ^(۲)	آپ کا بدخواہ
اَلْكَوْثَرَ	بہت خوبی		گھرے میں خنجر ماریں	هُوَ	ہی
فَصَلِّ	پس آپ نماز پڑھیں		یعنی قربانی کریں	اَلْاَبْتَرُ	دم کٹا ہے!

اس امت کے لئے خیر ہی خیر ہے، بشرطیکہ نماز پڑھے اور قربانی دے

یہ امت ہر عالم میں سرخ رو ہے، ارشاد پاک ہے: ﴿وَاَنْتُمْ الْاَغْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومنین ہوئے [آل عمران ۱۳۹] اس دنیا میں اس کے لئے رفعت شان اور سر بلندی ہے، اور قیامت کے دن اس کی سیرابی کے لئے جنت سے نہر لائی جائے گی، اور آخرت میں جنت نشیں ہوگی، جو خیر محض ہے۔

مگر شرط یہ ہے کہ امت ایمان کے ساتھ نماز کی پابندی کرے، نماز میں تمام فرائض و واجبات داخل ہیں، نماز کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ وہ دین کا اہم ستون ہے، اسلام میں سب سے زیادہ اہمیت نماز کی ہے، وہ دین کے محل کا بنیادی ستون ہے، اگر وہ قائم ہے تو محل قائم ہے، اور وہ نہ رہے تو محل ڈھ پڑے گا۔

(۱) انحر: اونٹ کو ذبح کرنے کا طریقہ ہے، دوسرے جانوروں کے لئے 'ذبح' استعمال کیا جاتا ہے، مگر مراد عام ہے، مطلق قربانی کرنا مراد ہے، بلکہ نفس کے گلے پر چھری پھیرنا بھی اس کا مصداق ہے، جبھی زکات نکالے گا، پس زکات ادا کرنا: قربانی کرنے کا فردا ویس ہے (۲) شانی: اسم فاعل: بدخواہ، برا چاہنے والا۔

دوسری شرط: قربانی دینا ہے، قربانی: جانور کے گلے پر چھری پھیرنے کا نام ہے، مگر مرد عام ہے، ملت کے لئے ہر قربانی اس کا مصداق ہے، اور قربانی کے لئے پہلے اپنے نفس کے گلے پر چھری چلائی ہوگی، اسی وقت ملت کے مفاد کے لئے کام کر سکے گا، اور قربانی کا پہلا مصداق زکات ادا کرنا ہے۔

آخری آیت کا پس منظر: جب نبی ﷺ کے بڑے صاحبزادے حضرت قاسم کی وفات ہوئی یا کوئی اور صاحبزادے چل بسے تو مشرکین نے جملہ حسرت کیا: ”محمدؐ مریدہ ہو گیا!“ (حاکم بدین!) یعنی اس کا کوئی لڑکا تو زندہ نہیں رہتا، پس جب تک وہ ہے اپنی ڈگڈگی بجائے گا، پیچھے کوئی نام بھی نہیں لے گا۔ ان کو جواب دیا ہے کہ نبی ﷺ کا نام تو دن بدن روشن ہوگا، دم بریدہ بدخواہ ہوگا:

اک نام مصطفیٰ ہے جو بڑھ کر گھٹا نہیں ﴿﴾ ورنہ پنہاں ہر عروج میں زوال ہے! فائدہ: اگر امت آج بھی یہ دو شرطیں پوری کرے تو اس کا براچا پننے والا خائب و خاسر ہوگا، مخالف اس کا بال بیکا نہیں کر سکے گا، مگر یہ شرطیں مفقود ہیں، اس لئے سرنگوں ہے، امت کی اکثریت نماز نہیں پڑھتی، زکات کا حال اللہ بہتر جانتے ہیں، وہ ہر قسم کی جانی مالی قربانیوں کے لئے تیار ہے مگر بنیادی شرطیں مفقود ہیں، اور حدیث میں ہے: اللہ قرآن کے ذریعہ ایک قوم کو اٹھاتے ہیں اور دوسری قوم کو گراتے ہیں اسلاف حامل قرآن تھے اس لئے سر بلند تھے، آج امت کی اکثریت تارک قرآن ہے اس لئے سرنگوں ہے!

سورت پاک: — بلاشبہ ہم نے آپؐ کو بڑی خوبی عطا فرمائی ہے، پس آپؐ اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور قربانی دیں، بلاشبہ آپؐ کا بدخواہ ہی دُکھ کٹا ہے!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة الكافرون

نیاسلسلہ بیان

اب چار سورتوں کا موضوع من وجہ مختلف ہے، امت مسلمہ جس کے نصیب میں رفعت و سر بلندی رکھی گئی ہے: کبھی حالات سے دوچار ہوتی ہے، ہجرت سے پہلے ناگفتہ بہ حالات سے گزری ہے، اس وقت کفار ایک اکیسم لائے تھے کہ نبی ﷺ ان کی مورتیوں کو کنڈم نہ کریں، بلکہ مسلمان مندروں میں آئیں اور مورتی پوجا کریں، ہم بھی مسجدوں میں آئیں گے اور نماز پڑھیں گے، پس سورة الكافرون نازل ہوئی کہ ایسا ممکن نہیں، حق اور باطل میں مصالحت نہیں ہو سکتی، نہ آج

مسلمان تمہارے مندوں میں آتے ہیں نہ کل آئیں گے اور نہ آج تم مسجدوں میں آتے ہو نہ کل آؤ گے، قیامت کی صبح تک ایسا نہیں ہوگا: ﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾ تمہارے لئے تمہارا دھرم ہے اور ہمارے لئے ہمارا مذہب! پھر اگلی سورت میں مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ وہ حالات کی سنگینی سے نہ گھبرائیں، اللہ کی مدد آ رہی ہے: ﴿وَإِنْ نَضُرْ اللَّهُ قَوْمًا﴾ اللہ کی مدد آ رہی ہے، ایک دن آئے گا کہ مکہ فتح ہوگا اور مسلمانوں کا ہاتھ اوپر ہوگا، اور البہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں گے، البہب: سرکش مالداروں سے کنایہ ہے، اور ان کے ہاتھ اللہ تعالیٰ توڑیں گے، جو بے ہمہ اور باہمہ ہیں، بے ہمہ: یعنی اکیلے اور باہمہ یعنی بے نیاز ہیں ان کے لئے یہ کام کچھ مشکل نہیں، لہذا مسلمان بودے نہ ہوں اور باطل کے ساتھ ہرگز مصالحت نہ کریں۔

(۱۰۹) سُورَةُ الْكَافِرُونَ مَكِّيَّةٌ (۱۸) رُكُوعُهَا ۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ۝ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۝ وَلَا أَنْتُمْ عِبُدُونَ مَا أَعْبُدُ ۝ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُمْ ۝ وَلَا أَنْتُمْ عِبُدُونَ مَا أَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۝

قُلْ	کہیں	مَا أَعْبُدُ	جس کی میں عبادت کرتا ہوں	مَا أَعْبُدُ	جس کی میں عبادت کرتا ہوں
يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ	اے اسلام کا انکار کرنے والو	وَلَا أَنَا	اور نہ میں	لَكُمْ	تمہارے لئے
لَا أَعْبُدُ	نہیں پوجتا میں	عَابِدٌ	پوجوں گا	وَدِينُكُمْ	تمہارا دھرم ہے
مَا تَعْبُدُونَ	جن کو تم پوجتے ہو	مَّا عَبَدْتُمْ	جن کو تم پوجتے ہو	وَلِيَ	اور میرے لئے
وَلَا أَنْتُمْ	اور نہ تم	وَلَا أَنْتُمْ	اور نہ تم	دِينِ	میرا مذہب
عِبُدُونَ	عبادت کرتے ہو	عِبُدُونَ	عبادت کرو گے		

(۱) قاعدہ: مضارع میں دوزمانے ہوتے ہیں: حال اور استقبال، اور اسم فاعل: مضارع معروف سے بنتا ہے، پس اس میں بھی دوزمانے ہوتے ہیں، مگر دونوں زمانے ایک ساتھ نہیں ہوتے، یَفْعَلُ کا ترجمہ کرتے ہیں: کرتا ہے یا کرے گا، پس دوسری اور تیسری آیت میں زمانہ حال مراد ہے، اور چوتھی اور پانچویں آیتوں میں آئندہ زمانہ مراد ہے، اس لئے تکرار نہیں۔

کفر کفر ہے، اسلام اسلام: دونوں ایک کبھی نہیں ہونگے

جب کبھی مسلمان کمزور ہوتے ہیں، مگر دین میں مضبوط ہوتے ہیں تو اعدائے اسلام دام ہم رنگ زمیں بچھاتے ہیں، وہ کوشش کرتے ہیں کہ مسلمان کسی طرح اپنے موقف سے ہٹیں، ایسی ایک کوشش ہجرت سے پہلے چند روسائے قریش نے کی تھی، وہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک پلان لے کر آئے کہ آؤ! باہم صلح کر لیں اور شانتی سے رہیں، تم ہمارے مندروں میں آؤ اور ہمارے معبودوں کو پوجو، ہم تمہاری مسجدوں میں آئیں گے اور تمہارے خدا کی عبادت کریں گے، اس طرح دونوں فریق ایک ہو جائیں گے، اور آپسی نزاع ختم ہو جائے گا۔

پس یہ سورت نازل ہوئی، اور ان کو جواب دیا گیا کہ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا، خدا کی پناہ! کہ ہم معبودانِ باطل کی پوجا کریں، اور تم صرف ایک اللہ کی عبادت نہیں کرو گے، نہ آج نہ آئندہ، پس تم اپنے دھرم پر رہو، ہم اپنے مذہب پر ہیں، کفر کفر ہے، اسلام اسلام: دونوں ایک کبھی نہیں ہو سکتے۔

فائدہ (۱): غیر مسلموں کے ساتھ ملکی مسائل میں اتفاق کیا جاسکتا ہے، اور قدرتی آفات میں ایک دوسرے کا تعاون بھی کرنا چاہئے، مگر ملٹی مسائل میں موافقت یا مصالحت جائز نہیں، ہر ایک اپنے مذہب پر رہے۔

فائدہ (۲): اسلامی فرقوں میں بھی باطل کے ساتھ موافقت یا مصالحت جائز نہیں، نہ خاموشی اختیار کرنا جائز ہے، گمراہ کی غلطی کھول کر بیان کرنا ضروری ہے، تاکہ لوگ اس سے بچیں، ورنہ حق کا نقصان ہوگا، اہل حق خاموش رہیں گے اور باطل بڑھتا چلا جائے گا۔

سورت کا ترجمہ: — کہہ دو! اے اسلام کے منکرو! میں (فی الحال) ان صورتیوں کو نہیں پوجتا جن کو تم پوجتے ہو، اور نہ تم اس اللہ کی عبادت کرتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں، اور نہ میں (آئندہ) ان صورتیوں کی پوجا کروں گا جن کی تم پوجا کرتے ہو، اور نہ تم اس اللہ کی عبادت کرو گے جس کی میں عبادت کرتا ہوں، تمہارے لئے تمہارا دھرم ہے اور میرے لئے میرا دین! — یہ پیشین گوئی آج تک پوری ہو رہی ہے اور قیامت تک ایسا ہی ہوگا، نہ مسلمان مندروں میں جاتے ہیں، نہ غیر مسلم مسجدوں میں آکر ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ النصر

سورۃ الکافرون کے بعد یہ سورت اس لئے ہے کہ اگر امت مسلمہ اپنے موقف پر استوار رہے، کفر کی طرف دھل نہ جائے تو ایک دن اللہ کی مدد ان کے قدم چومے گی، مکی زندگی کے تیرہ سال اور مدنی زندگی کے آٹھ سال امت پر آشوب دور سے گزری ہے، پھر اللہ کی مدد آئی اور مکہ فتح ہوا، قرآن کریم نے بہت پہلے اس کی خبر دیدی تھی، سورۃ الصف میں ہے: ﴿وَأُخْرٰی يُحِبُّوْنَہَا نَصْرُوْا مِنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ ۚ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ اور ایک (دنیوی) ثمرہ جس کو تم پسند کرتے ہو (یعنی) اللہ کی طرف سے مدد اور جلد حاصل ہونے والی فتح (مراد فتح مکہ ہے) اور آپؐ مومنین کو خوش خبری سنادیں (کہ فتح و نصرت کا ظہور جلد ہونے والا ہے) مگر دنیا دار الاسباب ہے، یہاں ہر چیز اسباب و مسببات کی زنجیر میں جکڑی ہوئی ہے، اس لئے جب اسباب مہیا ہوئے مکہ مکرمہ فتح ہوا سنہ ۸ ہجری میں اللہ کی مدد آئی، اس کے بعد یہ سورت نازل ہوئی، اور نبی ﷺ کو اطلاع دی کہ اب آپ کا دنیا کا کام پورا ہوا، اب آپ ہمارے یہاں آنے کی تیاری کریں۔



اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ
اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّكَ كَانَ تَوَّابًا ۝

اِذَا جَآءَ	جب آجائے	يَدْخُلُوْنَ	داخل ہو رہے ہیں	بِحَمْدِ	تعریف کے ساتھ
نَصْرُ اللّٰهِ	اللہ کی مدد	فِیْ دِیْنِ	دین میں	رَبِّكَ	اپنے رب کی
وَالْفَتْحُ	اور مکہ کی فتح	اللّٰهُ	اللہ کے	وَاسْتَغْفِرْهُ	اور گناہ بخشوائیں اس کے
وَرَاَيْتَ	اور آپ دیکھیں	اَفْوَاجًا	گروہ گروہ	اِنَّكَ كَانَ	بے شک وہ ہیں
النَّاسَ	لوگوں کو	فَسَبِّحْ	پس پاکی بولیں آپ	تَوَّابًا	بڑے معاف کرنے والے

عربوں کی نظر کعبہ پر لگی ہوئی تھی

کعبہ شریف عربوں کی مشترک عبادت گاہ تھی، مگر قریش نے اس پر قبضہ جمار کھا تھا، اس وجہ سے عرب قریش کے دین کو صحیح سمجھتے تھے، اور اسلام کی طرف مائل نہیں تھے، مگر جب سنہ ۸ ہجری میں مکہ فتح ہو گیا، اور ہوازن نے بھی زور آزمایا تو اسلام کا اقتدار مکہ پر مضبوط ہو گیا، اور عربوں کو یقین آ گیا کہ اسلام برحق مذہب ہے، ورنہ اس کا کعبہ پر قبضہ نہ ہوتا، چنانچہ فتح مکہ کے بعد قبائل عرب گروہ گروہ اسلام میں داخل ہونے شروع ہو گئے تب یہ سورت نازل ہوئی، اور اس میں اشارہ دیا کہ نبی ﷺ کا دنیا کا کام پورا ہوا، سورۃ جمعہ میں آپ کی امت کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، اور امیوں میں کام کی ذمہ داری آپ کی قرار دی ہے، یہ کام پورا ہوا، لہذا آپ اللہ کی ملاقات کی تیاری شروع کریں، تسبیح و تحمید میں لگیں اور اللہ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رحمت میں چھپالیں، یہ استغفار کا حاصل ہے۔

سورت کا ترجمہ: جب اللہ کی مدد آ جائے اور مکہ فتح ہو جائے، اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ وہ اللہ کے دین میں گروہ گروہ داخل ہو رہے ہیں تو آپ اپنے رب کی خوبیوں کے ساتھ پاکی بیان کریں اور اس سے گناہ بخشوائیں، بلاشبہ وہ بہت معاف کرنے والے ہیں۔

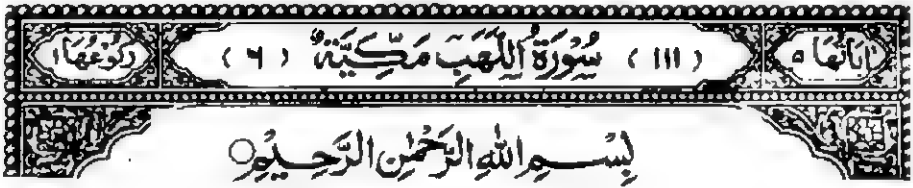
بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة الماہب

ماہب کے معنی ہیں: آگ کی لپٹ، اور اس سورت کا نام مَسَد بھی ہے، مَسَد کے معنی ہیں: مونچ، یہ ایک گھاس ہے جس کے موٹے رستے بھی بٹے جاتے ہیں، اور چار پانیوں کا باریک بان بھی بنا جاتا ہے۔ اور یہ سورت: سورۃ النصر کے بعد اس لئے ہے کہ جب اللہ کی مدد آتی ہے تو اقتدار اعلیٰ کی ہوا اکھڑ جاتی ہے، اس کی ٹینکوں میں کیڑے پڑ جاتے ہیں، اس کا توپ خانہ سرد ہو جاتا ہے، اور میزائل کہیں مارتا ہے اور لگتا کہیں ہے، اور ایسا بے نیاز اللہ تعالیٰ کرتے ہیں جس کا تذکرہ اگلی سورت میں ہے۔

جاننا چاہئے کہ الماہب حقیقی کردار بھی ہے اور رمزی نام بھی، اور اس کی بیوی ام جمیل بھی حقیقی کردار ہے اور رمزی نام بھی، الماہب سے ہر متکبر مالدار مراد ہے، اور اس کی بیوی سے اس کے احوال و انصار مراد ہیں، جیسے خنی، شافعی، مالکی اور حنبلی، حقیقی کردار بھی ہیں اور رمزی بھی، کیونکہ یہ مکاتب فکر کے نام ہیں، ہر فرقہ میں انہیں ائمہ کے اقوال نہیں، ان کے تلامذہ کے اور بعد کے حضرات کے اقوال بھی ہیں، مگر نام ان ائمہ کا استعمال ہوتا ہے، پس یہ حقیقی اشخاص بھی ہیں اور رمزی نام بھی،

اسی طرح البہلب اور اس کی بیوی کے معاملہ کو سمجھنا چاہئے۔



تَبَّتْ يَدَا ابْنِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۚ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۚ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۚ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۚ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۚ

تَبَّتْ (۱)	ہلاک ہوں	مَالُهُ	اس کا مال	حَمَّالَةَ	ڈھونے والی
يَدَا (۲)	دو ہاتھ	وَمَا كَسَبَ	اور جو کمایا اس نے	الْحَطَبِ	سوختہ
ابْنِي لَهَبٍ	البہلب کے	سَيَصْلَىٰ	اب داخل ہو گا وہ	فِي جِيدِهَا	اس کی گردن میں
وَتَبَّ	اور وہ ہلاک ہو	نَارًا	آگ میں	حَبْلٌ	رستی ہے
مَا أَغْنَىٰ	نہیں کام آیا	ذَاتَ لَهَبٍ	لپٹ والی	مِّن مَّسَدٍ	مونج کی
عَنْهُ	اس کے	وَامْرَأَتُهُ	اور اس کی بیوی (بھی)		

اگر تم حق پر ہو، اور کوئی تم کو ناحق ستاتا ہے تو صبر کرو، جلد اس کا انجام تمہارے سامنے آ جائے گا

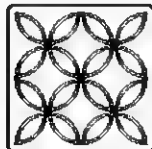
البہلب کا پورا نام عبد العزی بن عبد المطلب ہے، یہ حضور ﷺ کا چچا تھا، یہ خود اور اس کی بیوی ام جمیل آپ کو سب سے زیادہ ستاتے تھے، ہر وقت یہ دونوں اسی فکر میں رہتے تھے کہ کسی طرح اسلام ہی ختم ہو جائے، البہلب اول دن ہی سے حضور علیہ السلام کا دشمن تھا، جب اول اول اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ایمان لانے کا مشورہ دیں اور آخرت کے دن سے ڈرائیں تو آپ نے کوہ صفا پر جا کر آواز دی کہ لوگو خطرہ ہے، آپ کی آواز پر قریش پہاڑ کے نیچے اکٹھے ہو گئے، آپ نے فرمایا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ ایک دشمن تم پر چڑھ آیا ہے اور حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم یہ بات سچ سمجھو گے؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا: بے شک سچ سمجھیں گے، آپ نے فرمایا: دیکھو! میں تم کو آخرت کے عذاب سے ڈرانے آیا ہوں! آپ کی اس دعوت پر البہلب نے گستاخی کے ساتھ کہا: کیا تو نے اسی لئے ہم کو بلایا تھا، تیرے ہاتھ (۱) تبت: مونٹ کا صیغہ ہے، اس لئے کہ ید مونٹ سماعی ہے، اور تبت: مذکر کا صیغہ ہے، تبت الشیء: ٹوٹا، کٹ جانا، ہلاک ہونا۔ (۲) یدان کا نون اضافت کی وجہ سے حذف ہوا ہے۔

ٹوٹیں! یہ کہہ کر تکبر سے ہاتھ مٹکاتا ہوا چلا گیا، پھر جب بنی ہاشم نے طے کیا کہ حضور علیہ السلام کی مدد کی جائے، اس مشورہ میں وہ لوگ بھی شریک تھے جو ابھی حالت کفر میں تھے تو ابلیہب نے اسی خاندان کا آدمی ہونے کے باوجود آپ کا ساتھ چھوڑ کر قریش کا ساتھ دیا، پھر قریش نے جب بنو ہاشم کا ایک گھائی میں بایکاٹ کیا، اور اس کی باقاعدہ دستاویز لکھی گئی تو ابلیہب بھی اس میں شریک تھا، اس بایکاٹ کا مقصد یہ تھا کہ بنو ہاشم بھوکوں مریں گے تو حضور علیہ السلام کو قریش کے سامنے ڈال دیں گے۔

ادھر حضور علیہ السلام کے نبی ہونے سے پہلے ابلیہب نے اپنے دو بیٹوں سے حضور علیہ السلام کی دو صابز ادویوں کی رقیہ اور ام کلثوم کی منگنی پختہ کر رکھی تھی، جیسے ہی آپ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا نکاح کی بات ہی ختم کر دی، تاکہ آپ پر اور زیادہ زور پڑے، آپ حج کے زمانہ میں جس قبیلے کے پاس بھی جاتے اور دین کی دعوت دیتے، ابلیہب پیچھے پیچھے ہو لیتا، اور چلا چلا کر آپ کے خلاف بدتمیزی کرتا، اتفاق سے اس کا گھر بھی آپ کے دولت کدے سے قریب ہی تھا، اس طرح اور زیادہ ستانا تھا، بیوی کا بھی یہی حال تھا، خاص طور پر جنگل سے کانٹے باندھ کر لاتی تھی، اور آپ کے راستے میں ڈالتی تھی، تاکہ آپ کو تکلیف پہنچے، اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی، اور صاف صاف فرمادیا کہ تباہی تو ابلیہب کے واسطے ہے، نہ مال کام آئے گا نہ دولت، اور آخرت میں تو دہکتی ہوئی آگ موجود ہے، اس کے لئے بھی اور اس کی بیوی کے لئے بھی، ام جمیل کی موت رسی سے گلا گھٹ کر ہوئی، اور دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ایک نبی کو ستانے کا انجام کیا ہوتا ہے۔

(ہدایت القرآن کا شفی)

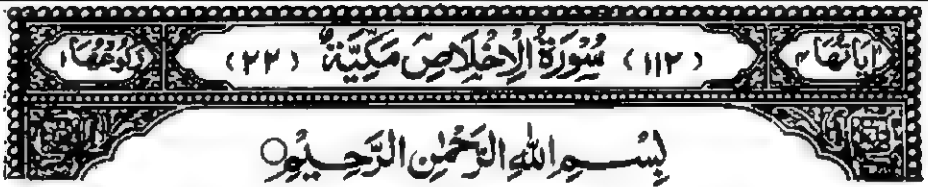
سورت کا ترجمہ: — ابلیہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے، نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی، وہ عنقریب ایک دہکتی آگ میں داخل ہوگا، اور اس کی بیوی بھی لکڑیاں لا کر لاتی ہے، اس کے گلے میں مونج کی مضبوط پٹی ہوئی رسی ہے! — وہ ایک مرتبہ لکڑیوں کا گٹھراٹھائے آرہی تھی کہ گٹھر گر گیا اور اس کی رسی اس کے گلے میں پھنس گئی، جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ الاخلاص

اخلاص کے معنی ہیں: جس میں ملاوٹ نہ ہو، یہ سورت اور سورت الکافرون اخلاص کی دوسورتیں ہیں، اس سورت میں عقیدہ میں اخلاص کا بیان ہے اور سورۃ الکافرون میں عبادت میں اخلاص کا بیان ہے، اس سورت کی فضیلت میں ایک حدیث سورۃ الزلزلا کے شروع میں گزری ہے، دوسری حدیث میں ہے: ”کیا تم میں سے ایک شخص عاجز ہے اس سے کہ ہر رات میں تہائی قرآن پڑھے؟ جس نے اللہ الواحد الصمد پڑھی اس نے تہائی قرآن پڑھا (ترمذی حدیث ۲۹۰۶) اس کے علاوہ بھی حدیثوں میں اس سورت کے متعدد فضائل آئے ہیں، اس لئے یہ قیمتی سورت ہے اس کا ورد رکھنا چاہئے۔ اور سورۃ الہب کے بعد یہ سورت اس لئے ہے کہ اقتدار اعلیٰ کو کوئی سرنگوں نہیں کر سکتا، مگر اللہ بے نیاز سب کچھ کر سکتے ہیں اور سورۃ الکافرون سے جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ یہاں پورا ہو گیا، آگے من وجہ دوسرے مضمون ہے۔



قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ۝ اللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝

قُلْ	کہو	اللّٰهُ	اللہ	وَلَمْ يَكُنْ لَهُ	اور نہیں ہے
هُوَ (۱)	وہ (میرا رب)	الصَّمَدُ (۲)	باہمہ (بے نیاز) ہیں	لَهُ	ان کا
اللّٰهُ	اللہ ہے	لَمْ يَلِدْ	نہیں جناس نے	كُفُوًا (۳)	ہم سر
أَحَدٌ	بے ہمہ (ایک)	وَلَمْ يُولَدْ	اور نہ جناس گویا وہ	أَحَدٌ	کوئی بھی

(۱) کہو: کا مرجع رب ہے، جس کا مشرکین نے تعارف چاہا تھا (۲) الصمد: صفت مشبہ ہے: وہ ہستی جس کے سب محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں، بے نیاز، باہمہ، سب کچھ اس کے پاس ہے (۳) کفوًا: ام جامد: مرتبہ میں برابر، واو ہمزہ سے بدلا ہوا ہے۔

اللہ رب العالمین کی پانچ صفات

مشرکین اپنی صورتوں کو ارباب کہتے تھے، اور قرآن نے اللہ کو رب العالمین کہا، اور مشرکین کے ارباب کو کڈ م کیا، اس پر انھوں نے سوال کیا کہ تمہارا رب کون ہے۔ جس کو تم مانتے ہو، اور ہمارے ارباب کو بگس کہتے ہو؟ اس پر یہ سورت نازل ہوئی، اور ان کو بتلایا کہ اسلام اس ہستی کو رب کہتا ہے جس کو تم اسم علم (نام پاک) اللہ سے جانتے ہو، اللہ اور رب کا مصداق ایک ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات ذکر کیں:

۱- اٰحَد: بیگانہ، اکیلا، مشرکین کے بے شمار ارباب ہیں، اسلام کا رب: اللہ کی طرح ایک ہے۔

۲- صمد: بے نیاز، باہمہ، جس کے پاس سب کچھ ہے، سب اس کے محتاج ہیں، اور وہ کسی کا محتاج نہیں، اور مشرکین کے ارباب کمزور ہیں، اس لئے ان کو متعدد خدا ماننے پڑے ہیں۔

۳- لَمْ یَلِدْ: اس نے کسی کو جنم نہیں دیا، وہ ابو فلان نہیں، عربوں کے یہاں یہ کنیت ہوتی تھی۔

۴- لَمْ یُولَدْ: وہ جنم نہیں گیا، یعنی اس کے ماں باپ نہیں، پس وہ ابن فلان بھی نہیں، عربوں کے یہاں یہ بھی کنیت ہوتی تھی۔

۵- لَمْ یَکُنْ لَہٗ کُفُوًا اَحَدٌ: کوئی اس کے برابر کا نہیں، پس اس کا کوئی شریک و سہم بھی نہیں، وہ اکیلا ہے اپنی ذات میں بھی اور صفات میں بھی، اور وہ سب سے برتر و بالا ہے۔

فائدہ: اٰحَد میں مجوس کے عقیدہ کا رد ہے، وہ دو خالق مانتے ہیں، خیر کے خالق کو یزدان اور شر کے خالق کو اہرمین کہتے ہیں، نیز ہنود کی بھی تردید ہوگئی، وہ کروڑوں دیوتاؤں کو خدائی میں شریک مانتے ہیں — اور صمد سے ان جاہلوں کا رد ہو گیا جو اللہ کے علاوہ کسی درجہ میں مستقل اختیار رکھنے والا سمجھتے ہیں — اور لَمْ یَلِدْ و لَمْ یُولَدْ سے یہود و نصاریٰ کی تردید ہوگئی، یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں، نیز مشرکین عرب کا بھی رد ہو گیا وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں — اور آخری آیت میں ان لوگوں کا رد ہے جو کسی صفت میں کس مخلوق کو اللہ کا ہم سر ٹھہراتے ہیں۔

سورت کا ترجمہ: آپ (مشرکین کو) جواب دیں کہ وہ (میرا رب) ایک اللہ ہے، اللہ بے نیاز ہے — اٰحَد: اور صمد: دو صفتیں ساتھ نہیں لائے، کلام فصیح نہ رہتا، اس لئے مبتدئ اللہ کو لونا کر دوسری صفت کو خبر بنایا — اس کی کوئی اولاد نہیں، نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس

یہ دونوں سورتیں ایک واقعہ میں ایک ساتھ نازل ہوئی ہیں، ان میں یہ مضمون ہے کہ ظاہری دشمن سے تو تیر و فنگ سے مقابلہ کیا جاسکتا ہے، مگر پانچ چھپے دشمن ہیں، ان سے مقابلہ کی کوئی صورت نہیں، پس ایک ہی صورت ہے کہ بے نیاز اللہ کی پناہ لی جائے (یہ سورۃ الاخلاص سے ربط ہوا)

ایک مقولہ: کسی نے ایک بزرگ سے پوچھا: اگر اللہ تعالیٰ پوری کائنات کو تیر کمان بنا کر چلائیں تو اس سے کیسے بچا جائے؟ بزرگ نے جواب دیا: تیر چلانے والے کے بغل میں چلے جاؤ! اس کے تیر سے بچ جاؤ گے۔
ان پانچ مخالفین میں سے چار کا ذکر سورۃ الفلق میں ہے، وہ نسبتاً چھوٹے مخالف ہیں، اور سب سے بڑے دشمن کا ذکر سورۃ الناس میں ہے، وہ چار مخالف جن کا ذکر سورۃ الفلق میں ہے یہ ہیں:

- ۱- کوئی بھی مخلوق کسی بھی وقت ضرر پہنچا سکتی ہے، پس اس کے شر سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ لی جائے۔
- ۲- رات جب چھا جائے اور چاند راتوں میں چاند بھی غروب ہو جائے اور باہر نکلیں تو کسی بھی چیز سے ضرر پہنچ سکتا ہے، اندھیرے میں کیا پتہ چلے گا، پس ان سے اللہ ہی محفوظ رکھیں گے۔
- ۳- جادوگر کے شر سے بھی اللہ ہی بچا سکتے ہیں، وہ جادو کے ذریعہ انسان کو تباہ کر دیتے ہیں۔
- ۴- حاسدین جب حسد پر اتر آئیں تو اللہ کی پناہ! وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

ان چار کے ضرر سے بچنے کی صرف یہی صورت ہے کہ رات کی تاریکی پھاڑ کر صبح کی روشنی نمودار کرنے والے کی پناہ لی جائے، اور پانچواں سب سے بڑا دشمن شیطان ہے، اس سے بھی زبردست اللہ ہی بچا سکتے ہیں، اس کا ذکر اگلی سورت میں ہے۔

سورتوں کا نام: یہ سورتیں مَعُوذَاتَان (مُعَوِّذَتَيْنِ) کہلاتی ہیں، یعنی اللہ کی پناہ میں دینے والی دو سورتیں، یہ عَوِذٌ تَعْوِیْذًا سے اسم فاعل، واحد مؤنث ہے، لوگ غلطی سے داو پر تشدید اور زبر پڑھتے ہیں، یہ اسم مفعول، واحد مؤنث ہے، اس کے معنی ہیں: اللہ کی پناہ میں دیا ہوا، یہ تو مندہ ہے: نہ کہ سورتیں۔ اسی طرح مُعْجِزَةٌ: اسم فاعل، واحد مؤنث ہے، اس کے معنی ہیں: عاجز کرنے والی نشانی، لوگ اس کو جیم کے زبر کے ساتھ بولتے ہیں، جو غلط ہے، عاجز کیا ہوا تو دشمن ہے۔

معوذتین کی اہمیت: یہ دونوں سورتیں رُقِیْد (منتر) ہیں، اور دونوں ایک ساتھ نازل ہوئی ہیں، اور ان کے نزول کا

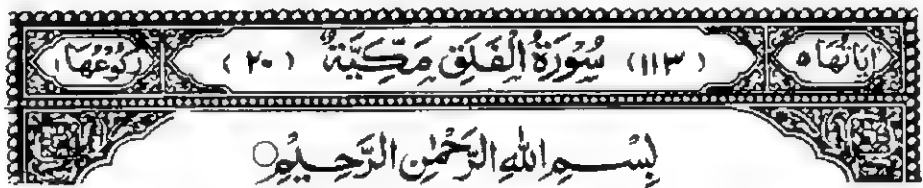
واقعہ یہ ہے کہ لبید (منافق یہودی) اور اس کی بیٹیوں نے نبی ﷺ پر سحر کیا تھا، جس سے آپؐ کو مرض کی سی حالت عارض ہو گئی تھی، آپؐ نے دعا فرمائی تو اللہ نے یہ دوسورتیں نازل فرمائیں، اور آپؐ کو سحر کا موقع بتلایا، وہاں سے مختلف چیزیں نکلیں، اور ایک تانت بھی نکلی جس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں، ان دونوں سورتوں میں گیارہ آیتیں ہیں، حضرت جبریل علیہ السلام یہ سورتیں پڑھنے لگے، اور ایک ایک گرہ کھلتی گئی، اور آپؐ بالکل شفا یاب ہو گئے۔

سحر کا اثر نبوت کے منافی نہیں: سحر اسباب طبعیہ سے اثر کرتا ہے، جیسے بخار آتا ہے یا آگ سے جلتا ہے، یہ نبوت کے منافی نہیں، البتہ سحر اتنا متاثر نہیں کر سکتا کہ کارِ نبوت متاثر ہو، صرف جسمانی عوارض پیدا ہوتے ہیں، آپؐ پر بھی اتنا اثر ہوا تھا کہ ایک کام نہیں کیا اور خیال رہا کہ کر لیا ہے اور طبیعت بجھی بجھی رہنے لگی تھی، یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کی ہے۔

ان سورتوں کے فضائل: مستند احادیث میں ان دونوں سورتوں کے بڑے فضائل آئے ہیں، صحیح مسلم شریف میں ہے: نبی ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: تمہیں کچھ خبر ہے کہ آج رات اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ایسی آیات نازل فرمائی ہیں کہ ان کی مثل نہیں دیکھی گئی یعنی ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ اور نسائی کی روایت میں ہے کہ ان سورتوں کو سوتے وقت بھی پڑھا کرو اور پھر اٹھنے کے وقت بھی، ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے ان دونوں سورتوں کو ہر نماز کے بعد پڑھنے کی تلقین فرمائی (رواہ ابوداؤد والنسائی)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کوئی بیماری پیش آتی تو آپؐ یہ دونوں سورتیں پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے سارے بدن پر پھیرتے تھے۔

میرا معمول: میں اکثر مغرب کی سنتوں میں اور فجر کی سنتوں میں یہ دوسورتیں پڑھتا ہوں اور ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ کر بدن پر دم کرتا ہوں۔



قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثِ فِي الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

قُلْ	کہو	مَا خَلَقْتُ ^(۲)	جو پیدا کیا	الْفَلَقِ ^(۵)	پھونکنے والوں کی
أَعُوذُ	پناہ چاہتا ہوں میں	وَمِنْ شَرِّ	اور برائی سے	رِيَّ الْعَقَدِ	گرہوں میں
يَرِيْبِ	رب کی	عَاصِيٍ ^(۳)	شب تاریکی	وَمِنْ شَرِّ	اور برائی سے
الْفَلَقِ ^(۱)	صبح کے	إِذَا وَقَبُ ^(۴)	جب وہ چھا جائے	حَاسِدٍ	جلنے والوں کی
مِنْ شَرِّ	برائی سے	وَمِنْ شَرِّ	اور برائی سے	إِذَا حَصَدَ	جب وہ حسد کرنے لگے

چار مخالف جن کے شر سے اس سورت میں پناہ چاہنے کا حکم ہے

۱- اللہ تعالیٰ نے بندوں کی حفاظت کے لئے نگران فرشتے مقرر کئے ہیں، سورة الرعد (آیت ۱۱) میں ہے: ﴿لَهُ مَعْقِدَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَ﴾ اللہ تعالیٰ نے باری باری آنے والے فرشتے انسان کے آگے پیچھے لگا رکھے ہیں جو حکم الہی اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں، ایک شخص چل رہا ہے، ایک بڑے درخت کے نیچے سے گذرے گا کہ اس کی بڑی شاخ گری، اور وہ بال بال بچ گیا: کس نے بچایا؟ بہ حکم الہی فرشتہ نے! دوسرا شخص جارہا تھا کہ کھڑا سامنے آگیا اور وہ یکدم چوکنا ہو کر رک گیا: کھڑے میں گرنے سے کس نے بچایا؟ بہ حکم الہی فرشتہ نے! اس طرح ملائکہ انسان کی آفات سے حفاظت کرتے ہیں، اور ایسا اللہ کے حکم سے ہوتا ہے، پس اللہ کی پناہ یعنی ضروری ہے تاکہ وہ فرشتوں کو حکم دیں اور وہ مخلوقات کی آفات سے بچالیں۔

۲- رات کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں جب سفر کر رہے ہوں تو کچھ بھی نقصان پہنچ سکتا ہے، کھڑے میں گر سکتے ہیں، کھمبے سے ٹکرا سکتے ہیں، کوئی درندہ یا زہریلا کیڑا اڑس سکتا ہے، ان سے بچنے کی بھی یہی صورت ہے کہ ان کے خالق کی پناہ لی جائے۔

۳- جادو گر آدمی کو تباہ کر دیتے ہیں، عورتوں کا جادو زیادہ خطرناک ہے، اور جادو عام طور پر رات کی تاریکی میں کیا جاتا ہے، انسان نہیں جانتا اور جان بھی نہیں سکتا کہ کون اس کے پیچھے پڑا ہوا ہے، ان کے شر سے بچنے کا بھی واحد راستہ یہی ہے کہ اللہ کی پناہ طلب کی جائے، جو صبح نمودار کرتا ہے وہ رات کے ضرر سے بھی بچالے گا۔

۴- ارباب نعمت پر جلنے والے بہت ہوتے ہیں، وہ اللہ کی نعمت کو روک تو سکتے نہیں، چاہتے ہیں کہ کسی طرح وہ نعمت

(۱) الفلق کے اصل معنی ہیں: پھاڑنا، اور فَلَاقَ اللہ الصبح کے معنی ہیں: اللہ نے رات کی تاریکی پھاڑ کر صبح کی روشنی نمودار کی۔

(۲) ما: مصدر یا اور موصولہ دونوں ہو سکتے ہیں، ترجمہ موصولہ کا کیا ہے (۳) غاسق: اسم فاعل: غَسَقَ اللَّيْلُ: رات تاریک ہو گئی

(۴) وَقَبَتِ الشَّمْسُ: سورج غروب ہو گیا (۵) النفاثات: سے جماعت یا نفوس یا عورتیں مراد ہیں، اس لئے مؤنث ہے۔

زائل ہو جائے، اس لئے جب حاسد حسد پر اتر آتا ہے تو کردنی ناکردنی کرتا ہے، قتل بھی کر سکتا ہے، زہر بھی دے سکتا ہے اور جادو بھی کر سکتا ہے، ان حاسدین کا پتہ نہیں ہوتا، مگر اللہ تعالیٰ ان کو جانتے ہیں، اس لئے ان کے شر سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ لینی ضروری ہے۔

سورت پاک: کہو: میں پناہ لیتا ہوں صبح کے مالک کی — جورات کی تاریکی پھاڑ کر صبح کی روشنی نمودار کرتا ہے (۱) ہر مخلوق کی برائی سے — جو کسی بھی وقت ناگہانی نقصان پہنچائے — (۲) اور شب تاریکی برائی سے جب وہ چھا جائے — اندھیری رات میں مخلوق کے ضرر کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے — (۳) اور گروہوں میں پھونک مارنے والے (گروہ) کی برائی سے — یعنی وہ عورتیں یا جماعتیں یا نفوس جو جادو کرتے وقت کسی تانت یا بال یا دھاگے میں کچھ پڑھ کر اور پھونک مار کر گرہ لگایا کرتے ہیں ان کے شر سے بچا — (۴) اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے — یعنی حاسد جب عملی طور پر حسد کا اظہار کرنے لگے: اس وقت کی بدی سے حفاظت فرما۔

فائدہ: اگر ایک شخص کے دل میں حسد پیدا ہوا، اور اس نے نفس کو قابو میں رکھا، اور کوئی ایسی ویسی بات نہیں کی تو وہ آیت کا مصداق نہیں ﴿إِذَا حَسَدًا﴾ کی قید اسی لئے ہے۔ اور حسد کے معنی ہیں: کسی کی نعمت کا زوال چاہنا، اور یہ آرزو کرنا کہ فلاں کو جو نعمت ملی ہے وہ مجھے بھی مل جائے یہ رشک اور غبطہ ہے اور جائز ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة الناس

انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے، شیطان کے معنی ہیں: سرکش، شریر، یہ اسم وصف ہے، اور اس کا اسم علم عزراذیل ہے، دوسرا اسم وصف ابلیس ہے، اس کے معنی ہیں: اللہ کی رحمت سے مایوس۔ شیطان نظر نہیں آتا، وہ درپردہ بہکاتا پھسلاتا ہے، جب تک آدمی غفلت میں رہتا ہے اس کا تسلط (قبضہ) بڑھتا رہتا ہے، اور جہاں اللہ کو یاد کیا کہ وہ پیچھے کو ہٹ جاتا ہے۔

اور شیطان بے شمار ہیں، ہر کافر جن و انس جو مومنین کو اور غلامیں شیاطین ہیں، اور عزراذیل شیطان اکبر ہے، جس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا تھا، دوسرے سرکش جن و انس شیطان اکبر کے چیلے چانے ہیں — جیسے روحوں کو وصول کرنے والے فرشتے بے شمار ہیں، وہ سب ملک الموت (موت کے فرشتہ) ہیں، اور حضرت عزرائیل سب کے سردار ہیں، ان کے حکم کے مطابق دوسرے کام کرتے ہیں۔

دونوں سورتوں کے شروع میں قل کی وجہ: زر بن حبیشؓ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے معوذتین کے بارے میں پوچھا (کہ ان کے شروع میں قل کیوں ہے؟ جو شخص ان سورتوں سے خود کو یا غیر کو جھاڑے گا وہ اعدوڈ سے شروع کرے گا، قل کی کیا ضرورت ہے؟) حضرت ابیؓ نے کہا: (یہی بات) میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھی تھی، پس آپؐ نے فرمایا: ”مجھ سے کہا گیا تو میں نے کہا، یعنی جبریلؑ نے پڑھا: قل اعدوڈ تو میں نے پڑھا قل اعدوڈ یعنی یہ قل تو قیفی ہے، اسی طرح وحی آئی ہے (حضرت ابیؓ کہتے ہیں: پس ہم کہتے ہیں جیسا رسول اللہ ﷺ نے کہا یعنی ہم بھی اسی طرح پڑھتے ہیں جس طرح نبی ﷺ نے پڑھا ہے۔

معوذتین بالا جماع قرآن کا جزء ہیں: جاننا چاہئے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنا قرآن نزول کی ترتیب سے لکھا تھا، جو موجودہ مصحف سے مختلف تھا، موجودہ قرآن لوح محفوظ کی ترتیب کے مطابق ہے، اسی طرح بعض دیگر صحابہ نے بھی اپنے قرآن لکھ رکھے تھے، حدیث: **أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْوَفٍ** کے ذریعہ جو سہولت دی گئی تھی: اس کی بنیاد پر بعض صحابہ نے تفسیری کلمات بھی مصاحف میں لکھے تھے، اور وہ اس کو پڑھتے بھی تھے، کتابوں میں اس قسم کی بہت روایات ہیں پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں سرکاری ریکارڈ سے، اور اصلی تحریروں سے اور حافظوں کے حفظ سے مقابلہ کر کے مصاحف تیار کئے گئے اور ان کو امصار میں بھیجا گیا تو لوگوں نے جو مختلف قرآن لکھ رکھے تھے وہ طلب کر لئے گئے، اور ان کو دھو کر جلادیا، مگر زبانی روایتیں باقی رہ گئیں، پس ان میں سے جو متواتر قراءتیں ہیں: وہ تو معتبر ہیں، اور جو شاذ قراءتیں اور روایتیں ہیں ان کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ یہ لغت قریش پر امت کو اکٹھا کرنے سے پہلے کی قراءتیں ہیں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بات کو بھی اسی پر محمول کیا جائے گا، بعد میں امت کا مصاحف پر اجماع ہو گیا، ابن مسعودؓ بھی اس اجماع میں شریک ہیں، کیونکہ کوئی قراء امام عاصم رحمہ اللہ وغیرہ ابن مسعودؓ ہی سے قرآن روایت کرتے ہیں، اور اس میں معوذتین ہیں، اور ابن مسعودؓ نے جو بات کہی تھی کہ معوذتین رقیہ (منتر) ہیں، یعنی ان کا نزول خاص اسی مقصد سے ہوا ہے اس لئے ابن مسعودؓ نے ان کو اپنے مصحف میں نہیں لکھا تھا۔ واللہ اعلم

سوال: جنات بھی مکلف مخلوق ہیں، ان کو کون گمراہ کرتا ہے؟ ان کے دلوں میں دوسو سے کون ڈالتا ہے؟

جواب: شیاطین الجن ہی ان کو بہکاتے ہیں، وہی ان کے دلوں میں دوسو سے ڈالتے ہیں، جیسے شیاطین الانس انسانوں کو بہکاتے ہیں اور غلط راہ پر ڈالتے ہیں۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُورَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ (۲۱)

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ إِلَهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ
الْخَنَاسِ ۝ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْإِنْسَانِ وَالنَّاسِ ۝

قُلْ	کہیں:	إِلَهِ	معبود کی	يُوسُوسُ	خیال ڈالتا ہے
أَعُوذُ	پناہ لیتا ہوں میں	النَّاسِ	لوگوں کے	فِي صُدُورِ	سینوں میں
بِرَبِّ	پالنہار کی	مِنْ تَبَرِّ	برائی سے	النَّاسِ	لوگوں کے
النَّاسِ	لوگوں کے	الْوَسْوَاسِ ^(۱)	بہکانے والے	وَمِنَ الْإِنْسَانِ ^(۲)	جنات میں سے
مَلِكِ	بادشاہ کی	الْخَنَاسِ ^(۳)	پیچھے ہٹ جانے والی	وَالنَّاسِ	اور انسانوں میں سے
النَّاسِ	لوگوں کے	الَّذِي	جو		

دینی مضرت سے بچنا دنیوی مضرت کی بہ نسبت اہم ہے

سورة الفلق میں دنیوی مضرتوں سے پناہ طلب کرنے کا حکم تھا، اس سورت میں دینی مضرت سے پناہ مانگنے کا حکم ہے، اُس سورت میں چار دنیوی مضرتوں کا ذکر تھا، اس میں ایک ہی دینی مضرت کا بیان ہے، اس سے اس کی اہمیت واضح ہوتی ہے، اور وہاں اللہ کی ایک صفت (رَبُّ الْفَلَقِ) کا ذکر تھا اور یہاں تین صفات ذکر کی ہیں: رَبُّ النَّاسِ، مَلِكِ النَّاسِ اور إِلَهِ النَّاسِ یہ بھی مستعاذ منہ کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے، اور تینوں صفتوں میں تعلق یہ ہے کہ پالنہار بھی، بادشاہ بھی اور معبود بھی اپنے بندوں کی حفاظت کرتا ہے، اور ان تین صفات کے ساتھ ایک چیز سے پناہ مانگی گئی ہے یعنی جو بھی انسان کو بہکاتا ہے، مگرہ کرتا ہے، خواہ وہ جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے اللہ تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائیں (آمین) سوال: قاعدہ ہے کہ اسم ظاہر ایک مرتبہ ذکر کرنے کے بعد اس کی طرف ضمیر لوٹائی جاتی ہے، بار بار اسم ظاہر نہیں لایا جاتا، جبکہ اس سورت میں پانچ مرتبہ الناس آیا ہے: ایسا کیوں ہے؟

(۱) الوسواس: مصدر بمعنی اسم فاعل ہے: دل میں برا خیال ڈالنے والا (۲) الخناس: اسم مبالغہ: خَنَسَ (ن) خُنُوسًا: پیچھے ہٹنا (۳) الجنة: یا توجن جمع ہے یا تاء مبالغہ کے لئے ہے اور جن اور جنة ایک ہیں۔

جواب: یہ قاعدہ کلام میں حسن پیدا کرنے کے لئے ہے، بار بار اسم ظاہر لائیں گے تو کلام میں تکرار محسوس ہوگی اور کلام فصاحت سے گر جائے گا، اس لئے ضمیر لاتے ہیں، مگر کبھی اسم ظاہر کو بار بار لانے سے کلام میں حسن پیدا ہوتا ہے، یہاں ایسا ہی موقع ہے، آپ الناس کی جگہ ہم ضمیر رکھ کر پڑھیں کلام پھیکا پڑ جائے گا، پس اسی قاعدہ کے مقتضی سے الناس بار بار آیا ہے۔

سورت پاک: آپ کہیں: میں لوگوں کے پالنے والی، لوگوں کے بادشاہ کی اور لوگوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں بہکانے والے پیچھے ہٹ جانے والے کی برائی سے، جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، خواہ جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے!

قرآن کریم ہدایت کی دعا سے شروع ہوا ہے، اور ہدایت میں رخ نہ ڈالنے والے سے اللہ کی پناہ طلب کرنے پر ختم ہوا ہے پس ابتدا اور انتہا ہم آہنگ ہیں

﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾ ۱۴۳۸ھ = ۳ اکتوبر ۲۰۱۶ء بروز پیر تفسیر پوری ہوئی ﴿﴾

